ماہنامہ الحق کی خصوصی اشاعت

ڈاکٹر شیر علی شاہ مدنیؒ

حیات وخدمات نمبر

تذکرہ سوانح، علمی فضل وکمال، مفسرانہ عظمت شان، محدثانہ جلالت قدر، علمی، تدریسی، تصنیفی، اصلاحی، سیاسی، جہادی کارناموں پر مشتمل علمی مآثر، دلچسپ حالات وواقعات، افادات وملفوظات، درسی نکات اور جواہر پاروں کا حسین مرقع، ایمان افروز داستان حیات اور نامور اہل قلم کی خراج عقیدت پر مشتمل عظیم تاریخی دستاویز......

بہ اہتمام ونگرانی: مولانا سمیع الحق مدظلہ

مدیر اعلیٰ: مولانا راشد الحق سمیع

ترتیب وتدوین: محمد اسرار ابن مدنی

ناشر: مؤتمر المصنفین جامعہ دار العلوم حقانیہ

اکوڑہ ضلع نوشہرہ

ماہنامہ الحق کی خصوصی اشاعت

بیاد: شیخ التفسیر والحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدنیؒ

حیات و خدمات نمبر

تذکرہ سوانح، فضل و کمال، مفسرانہ عظمت شان، محدثانہ جلالت قدر، علمی، تدریسی، تصنیفی، اصلاحی، سیاسی، جہادی کارناموں پر مشتمل ادبی مآثر، دلچسپ حالات وواقعات، افادات و ملفوظات، درسی نکات اور جواہر پاروں کا حسین مرقع، ایمان افروز داستان حیات اور نامور اہل قلم کی خراج عقیدت پر مشتمل عظیم تاریخی دستاویز......

بہ اہتمام ونگرانی

مولانا سمیع الحق مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا راشد الحق سمیع

مرتب:

محمد اسرار ابن مدنی

ناشر: موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ماہنامہ الحق: حیات و خدمات نمبر (خصوصی اشاعت)
بیاد: شیخ التفسیر مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدنیؒ
بااہتمام: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
مدیر اعلیٰ: مولانا راشد الحق سمیع
ترتیب و تدوین: مولانا محمد اسرار ابن مدنی
نظر ثانی: مولانا محمد اسلام حقانی، مولانا حزب اللہ حقانی
کمپوزنگ: بابر حنیف، آصف عبدالحئی
ضخامت: ۶۴۰ صفحات
اشاعت اول: رجب المرجب ۱۴۳۷ھ / مئی 2016ء
ناشر: مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ
رابطہ کے لیے: دفتر اہتمام 0923-630435
editor_alhaq@yahoo.com

یہ کتاب درج ذیل اداروں سے دستیاب ہے

- ☆ مؤتمر المصنّفین، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
- ☆ القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد نوشہرہ
- ☆ مکتبہ رشیدیہ ’سردار پلازہ‘ اکوڑہ خٹک
- ☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک
- ☆ مکتبہ حقانیہ، سردار پلازہ اکوڑہ خٹک

فہرست

اوصاف وکمالات (سیرت، شخصیت وکردار، تواضع وانکساری اور منفرد خصوصیات)

قومی ،ملی ،سیاسی خدمات اور مجاہدانہ کارنامے

اعترافِ عظمت وکمال (مشاہیر اہل علم اور مشائخ کی نظر میں)

درسی افادات وملفوظات

سفرِ آخرت

مذہبی رسائل میں تعزیتی شذرات

علمی مآثر، مکاتیب اور قلمی شہ پارے

تعزیتی ریفرنس اور خطبات

تعزیتی مکاتیب

مولانا عبدالحی بادشاہ، مفتی عظمت اللہ سعدی، مولانا محمد انور شاہ عثمانی، ڈاکٹر عبدالشکور عظیم، مولانا محمد طیب طوفانی، مولوی رشید احمد، خادم حسین ڈھلوں، مولوی حفظ الرحمان اعوان ۔ مولانا عابد مسرور، امۃ اللہ نورانی۔

منظوم خراج عقیدت (اردو۔عربی۔پشتو)

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ خاندانِ حقانی کی نظر میں

عکسی خط (۱)

بانی دارالعلوم حقانیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کا خصوصی دعوتی خط تقرری بطور مدرس جامعہ حقانیہ بنام شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ

(تفصیلی مکتوب ص ۵۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

(۱)

از دفتر دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک مغربی پاکستان

1956

نمبر.................. تاریخ..................

محترم المقام برادرم مولانا شیر علی شاہ صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ برادرم اس میں شک نہیں کہ آپ کو دنیوی حیثیت سے اچھی جگہ ملی ہے اور ایک صد روپیہ تنخواہ آپ کو مل رہی ہے۔ مگر وہ شعبہ ایسا ہے کہ جس میں علمی ترقی کا راستہ مسدود ہو جاتا ہے۔ آپ نونہال اور صالح نوجوان ہیں اور آپ سے لوگوں کو بہت توقعات وابستہ ہیں۔ اگر آپ خداوند کریم کی خوشنودی کیلئے علم دین کی [illegible] استقلال [illegible]

[illegible]

دارالعلوم کی خدمت کے لئے تیار رہے۔ مگر آپکے [illegible]

کہ قلبی تعلق دارالعلوم کے ساتھ ہے اور میں ہر قربانی کیلئے تیار ہوں۔

اس لئے آپکی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر آپ [illegible] تشریف لانا چاہیں تو اس خط کے ملتے ہی جواب بالتفصیل دیدیں۔ دارالعلوم آپکے ساتھ خصوصی رعایت کر رہا ہے۔ آپکو مبلغ [illegible] روپیہ ماہوار دیا جائیگا [illegible] دیا جائیگا۔ باقی دارالعلوم کی تعمیر [illegible] ہونگے آپ کی تقریر و تدریس کی قابلیتوں سے فائدہ لیا جائیگا۔

آپ جواب جلد دیں تاکہ تقسیم کتب میں آپ کا اعلان کیا جا سکے۔

[illegible]

عکسی خط (۲)

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ کا وفات ہونے سے کچھ دیر قبل کا لکھا گیا خط بنام شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ

بسم الله الرحمن الرحیم

مخدوم المشائخ أحب الأصدقاء معالی السعادة والسیادة الشیخ سمیع الحق الموقر حفظه الله تعالى ورعاه

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته۔

اعترافاً وتقدیراً لمحاسن لطفاتکم طیلة تجهدی فی دار العلوم الجامعة الحقانیة زادها الله تعالى مجداً وشرفاً وناشرة علوم القرآن الکریم والمعارف النبویة على صاحبها ألف ألف سلام وتحیة، أحرر لکم هذه الکلمات فی وقت سید کل تبله وکل شعرة من شعرات جسمی تسأل الله لکم ولأولادکم الشیخ حامد الحق الکریم والشیخ راشد الحق ولجمیع اولادکم رجالاً ونساءً أن یبارك فی أعمارهم وأعمارهن

وقد کنت راجیاً أن أدرس فی الجامعة الحقانیة إلى آخر لحظتی من لحظات حیاتی وتأتی لحظة الموت فی الجامعة، ولکن ماذا یفعل العبد العاجز الذی لیس له أی قدرة وطاقة،

ما کل ما یتمنى المرء یدرکه، تجری الریاح بما لا تشتهی السفن

ألتمس من معالیکم أن توزع کتبی على أصحاب الفضائل مشائخ الحدیث کی لا تضیع أسباقهم

وأسأل الله جمیع المشائخ وخاصة الشیخ انوار الحق المحترم وأولاده الکرام ومعالی الشیخ مغفور الله الموقر حفظه الله تعالى والشیخ الموقر شیخ الحدیث عبد الحلیم المکرم وشیخ الحدیث المفتی الأعظم سیف الله المحترم حفظه الله تعالى وشیخ الحدیث مولانا انوار الحق الموقر حفظه الله تعالى وشیخ الحدیث رشید أحمد الموقر حفظه الله تعالى وشیخ الحدیث مولانا سیف الرحمن المحترم وشیخ الحدیث الحافظ شرکت المحترم وشیخ الحدیث المفتی مختار الله الکریم وسائر المعلمین والأساتذة فی الجامعة الحقانیة وأسأل الله عز جلاله لجمیع الفضلاء الناهضین فی دورة الحدیث المبارکة أن یفتح علیهم أبواب جمیع العلوم ولاسیما علم الحدیث النبوی الشریف وأسأل الله لأخیکم الشیخ الحاج الحافظ الصحة والسلامة وتیاله إلى الشیخ عرفان الحق ولقمان الحق وأخواتهما وإلى أخص الطلب من جمیع المشائخ الکرام وطلبة الحقانیة أن یسألوا الله عز وجل لعفوی وتسالی ولو کانت حیاتی فی آخر هذه اللحظات أن یوفقنی لکلمة الطیبة کلمة لا إله إلا الله محمد الرسول الله صلى الله علیه وسلم وینور لی القبر بأنوار لا إله إلا الله محمد الرسول صلى الله علیه وسلم ویحفظنی من عذاب القبر ویرزقنی ولوالدی الکوثر من یدی شافع المذنبین ورئیسه وفی تحت لواء لواء الحمد مع مشائخنا والآباء والأجداد والأمهات والجدات وجمیع أحبابی من العلماء والأقارب، آمین یا رب العالمین

کتب هذه الکلمات فی المستشفى رحمن میڈیکل انسٹیٹیوٹ پشاور

الموافق ٢٤/١/٧ ١٤٣٧ھ
٢٨/١٠/٢٠١٥م

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

کسی ہمدم دیرینہ کا وصال ملاقاتِ مسیحا وخضر سے بہتر ہے تو ایسے کسی محبّ صادق کی جدائی بھی قلب وجگر کے شق ہو جانے سے کم صدمہ نہیں، مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ جیسے محبّ مخلص، صدیق حمیم حبیب وخلیل کی جدائی پر قلم نے سر بشکست ہو کر عجز واماندگی کا اظہار کیا، سینکڑوں علماء و مشائخ عمائدین وقائدین پر بلاامتیاز مذہب ونسل سالوں تعزیتی احساسات کا اظہار کرتا رہا، مگر متاع دین و دنیا والد مکرم اور وسیلہء جنت والدہ محترمہ مرحومہ پر ہزار خواہشوں کے باوجود قلم سُن ہوگیا، بعض جگری دوست جن سے تعلق اور رشتے کی بعض اکابر نے ثلث الاثافی سے تشبیہ دی ان کی جدائی پر بھی جذبات واحساسات کے سارے سوتے خشک ہوگئے اور ان کے لئے آہ وشگوں کا اظہار چند کلمات تعزیت ومرثیہ سے بھی نہ کرسکا، عجز و درماندگی کی ایسی صورتحال اس وقت مولانا مرحوم کے بارے میں ہے تعلق بدوِشعور سے قائم ہوا، ایک گاؤں، ایک محلّہ، ایک گلی، ایک مدرسہ، ایک درسگاہ میں پلے پوسے، گو مولانا مجھ سے سات آٹھ برس بڑے تھے مگر محبت، تعلق، اپنائیت، موانست کی ایک دنیا وفات تک قائم رہی، ذہنی یگانگت اور سفر وحضر کی رفاقت کا سلسلہ ان کے وصال حقیقی تک نہ صرف قائم بلکہ ہر لحظہ زندہ اور تابندہ رہا۔

حضرت والد صاحب مرحوم کے دیوبند بسلسلہ تدریس جانے سے قبل ہماری قدیم مسجد میں ایک شہتوت کے درخت کے نیچے جو طلبہ ان سے مستفید ہوئے ان میں افغان جہاد کے سرخیل مولانا محمد یونس خالصؒ جیسے ذہین وزیرک طالب علم بھی تھے، جو بعد میں اپنے وقت کے امام المجاہدین بنے۔

اسی مسجد کے درخت کے نیچے تقسیم ہند سے چند ماہ قبل (۱۹۴۷ء) دو چار گنے چنے خوش بخت طلبا میں ایک مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ بھی تھے، جو جاتے وقت شیخ المحدثین اور استاذ المجاہدین کے تمغے سینے پر سجا کر رب العالمین کے دربار میں پیش ہوئے اور وہاں سے راضیۃً مرضیۃً کے انعام واکرام سے سرفراز ہوئے۔

دارالعلوم دیوبند کا آغاز ایک چھوٹی سی مسجد میں انار کے درخت کے نیچے ملا محمودؒ اوران کے چہیتے شاگرد (شیخ الہند) محمود حسن کے پڑھنے پڑھانے سے ہوا، یہی صورتحال اکوڑہ خٹک کی مسجد ککے زئی میں درخت کے نیچے اُس وقت کے ملا محمود (مولانا عبدالحقؒ) اوران کے تلامذہ، مولانا خالص اور مولانا شیر علی شاہ کے تعلیم وتعلم کی بنی، اللہ تعالیٰ نے یہ دیوبند اول اور دیوبند ثانی (حقانیہ) کے درمیان ایک تکوینی مشابہت پیدا فرمائی۔اس آغاز سے انجام تک علم وعمل،عزیمت واستقامت کی لمبی داستان ہے جس کی کچھ جھلک ماہنامہ ''الحق'' کے اس خصوصی اشاعت کی شکل میں پیش کی جارہی ہے، یہ جانے والے مرحوم کی خدمات میں دارالعلوم حقانیہ کاایک معمولی سا نذرانہ عقیدت ہے، جسے بضاعۃ مزجاۃ کے طور پر ان کی بارگاہ میں تحسین وعقیدت کے طور پر پیش کیا جارہا ہے،حضرت کے تلامذہ،خدام،متعلقین،احباب اور ملک کے نامور قدرشناس اصحاب علم وفضل کی محبتوں اور محنتوں کا یہ سجا سجایا گلدستہ وقت کی کمی اور مناسب اسباب کی قلت کے باوجود کسی حد تک آنے والی نسلوں کے لئے علم وعمل کے میدانوں میں رہنمائی کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ مرتبین، منتظمین اور حضرت کے احباب متوسلین اور بالخصوص مقالہ نگاروں کی یہ کوشش قبول فرما کر حال اور مستقبل کی رہنمائی کا ذریعہ بنا دے۔

(مولانا) سمیع الحق

خادم علم بدارالعلوم حقانیہ

۲۳راپریل ۲۰۱۶ء بمطابق ۱۵ر رجب ۱۴۳۷ھ

نقش آغاز — مولانا راشد الحق سمیع

آہ! یادگار اسلاف شیخ الحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہ المدنیؒ کی جدائی

داغِ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

حضرت شیخ صاحبؒ ہمارے جامعہ کے مشفق استاد، محسن مربی اور دارالحدیث جامعہ حقانیہ کے سب سے روشن چراغ، گلشن حقانیہ کی شمع فروزاں، ہمدردِ امت، زندہ دل، خوش ذوق، خوش خلق، خوش مزاج، مردِ خلیق، مردِ قلندر، مجسمہ علم و دانش، اسلامی علوم وفنون کے کوہ ہمالیہ، عشق نبویؐ کے بحرِ بیکراں، صبر وقناعت میں نمونہ اسلاف، مادیت کے دور میں زندہ رہتے ہوئے تصورِ فنا وفنائیت کی زندہ جاوید مثال اور سب سے بڑھ کر ایثار وخلوص کی تصویر جیسی تمام صفات ومناقب سے متصف شخصیت کا اچانک بچھڑ جانا اور ہمیشہ کیلئے جدا ہوجانے کے غم کی شدت کا بیان میرے جیسے حساس، شکستہ دل انسان کے قلم سے یقیناً باہر ہے۔ حضرت شیخ صاحب کو ہم سے جدا ہوئے تقریباً چھ ماہ ہونے کو ہیں لیکن ابھی تک معذور قلم، ماؤف دماغ اور منتشر حواس اس تلخ حقیقت کو تسلیم نہیں کررہے اور خود کو دشتِ غم، کربلائے درد اور صحرائے وحشت میں حزیں وحیراں پارہا ہوں تب ہی تو اِن پر کچھ تعزیتی کلمات لکھنا کوہ گراں لگ رہا ہے۔ خوں شدہ قلب وجگر کے ساتھ ماہنامہ "الحق" کا یہ خصوصی نمبر ایک ایسی ہمہ جہت، ہشت پہلو ہستی پر شائع ہورہا ہے جس نے مادر علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی عزت و وقار کی دستار کو کوہ ہمالیہ سے بھی بلند تر کیا اور روایتی مدرس سے آگے بڑھ کر عملاً میدانِ سیاست و جہاد کے محاذوں پر بھی کمانڈر چیف کی طرح کردار ادا کیا۔ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہدؒ اور شیخ اُسامہ شہیدؒ بھی آپ کی مدبرانہ آراء، نصائح اور مشوروں کو اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ آپ نے پاکستان کے لالہ زاروں سے لیکر افغانستان کے دشت وصحرا اور پہاڑوں تک کو اپنے علوم وفنون اور آفاقی پیغام و جہادی اسپرٹ سے سیراب کیا اسی طرح عمر بھر امتِ مسلمہ کو بیداری، خودداری، حمیت، شجاعت، صداقت، دین و مذہب کے ساتھ وابستگی اور دعوت وعزیمت کا درسِ مسلسل دیا۔ آپ نے افغانستان کی اُس وقت کی نوزائیدہ طالبان حکومت کو سیاسی، نظریاتی اور فکری لحاظ سے نہ صرف سہارا دیا بلکہ انہیں فکری اور معاشرتی طور پر عزت و وقار کے ساتھ حکومت کرنے اور حصولِ کامیابی کا قرینہ سکھایا۔

آپ اسلامی علوم وفنون کے بحر بے کنار خصوصاً علم حدیث پر وہ اتھارٹی سمجھے جاتے تھے۔ اسی طرح

تقاریر کا ہر ہر لفظ امت مرحومہ کی عظمت رفتہ کی یاد میں ڈوبا ہوتا تھا، ہر بیان اور وعظ ونصیحت سوز و گداز ،فکری اور دعوتی پیرائے سے لبریز ہوتی اور ہر درس میں امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ اور بیداری کا سامان حیات موجود ہوتا۔

حاصل یہ ہے کہ آپ کی ذات مبارک ایسا چراغ رہگزر تھا جس سے ہر سمت میں روشنی کی شعاعیں پھوٹتی رہیں۔اپنے بھی اس سے فیض حاصل کرتے رہے اور اغیار نے بھی اپنے افکار کی ضیا اسی سراج منیر سے حاصل کی۔

آپ کی شرافت ،میانہ روی اور اعلیٰ اخلاق پر مبنی معتدل طرز سیاست کے مخالف و موافق سبھی قائل تھے۔ہر مجلس اور ہر انجمن کی آپ ہی رونق اور جان ہوا کرتے تھے۔آپ نکتہ شناسی ،نکتہ آفرینی ،نکتہ سنجی اور نکتہ رسی کا بھی حسین مجموعہ تھے۔گویا وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔

موجودہ قحط الرجال میں ایسی ہر دلعزیزی' محبوبیت اور چاہت کسی کسی خوش نصیب کو ہی ملتی ہے۔حضرت شیخ صاحبؒ جیسے جامع الکمالات ،علم وتقویٰ کا پیکر،علوم نبوت کا سمندر اور ہمہ جہت صفات کے حامل شخصیت کو کیسے موت کی اندھی وادیوں کا مسافر قرار دوں ؟ میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ اور اکوڑہ خٹک کے اِس عظیم انسان کے بارے میں مختصراً اپنے وہ الفاظ دوہرانا چاہوں گا جو'الحق' کے رفیق خاص اور اکوڑہ خٹک کے ایک بہت بڑے عظیم المرتبت انسان کے متعلق آج سے پندرہ برس قبل لکھے تھے۔

''الغرض شاندار خدمات اور کامیابیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ اب ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔آج اسی باعث عالم اسلام کے علمی و دینی حلقوں اور خصوصاً جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں انکی جدائی اور فراق پر شور ماتم بپا ہے...... ع ماتم یہ زمانہ میں بپا میرے لیے ہے

لیکن ہمیں خداوند رحمٰن ورحیم سے قوی امید ہے کہ ان شاء اللہ برزخی زندگی میں بھی اس عاشقِ رسولؐ اور علم و فضل اور اسلام کے محبّ صادق کی نہ ختم ہونے والی اَبدی کامیابیوں اور کامرانیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا ہوگا اور اس اُجڑی اور فانی دنیا کی یہ بلبلِ ہزار داستاں وہاں کے بہشتی گلستانوں میں سرورِ کائناتؐ کی مدح سرائی میں مصروف ہوگی۔اے مجاہدِ اسلام، اور خلدِ بریں کے مسافر! مردم خیز سرزمین اکوڑہ تجھے سلام کہتی ہے۔ خوشحال خان خٹک کی وادی اکوڑہ اور مادر علمی جامعہ حقانیہ کی تاریخ ہمیشہ تجھ پر ناز کرے گی۔''

اک جنازہ جارہا ہے دوش عظمت پر سوار — پھول برساتی ہے اس پر رحمت پروردگار
غیرت خورشید عالم ہے کفن ہے تار تار — ابر گوہر بار کے اندر ہے درِ شاہوار
نوحہ خواں ہیں مدرسہ و خانقاہیں سوگوار — آفتابِ علم و تقویٰ چھپ گیا زیرمزار
شمع محفل بجھ گئی باقی ہے پروانوں کی خاک — اب نہ تڑپے گی کبھی محفل میں دیوانوں کی خاک

سوانح حیات

پیدائش، تحصیل علم، تذکرہ اساتذہ، تدریس

دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھا سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

شیخ الحدیث ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنیؒ

پیشکش: ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن

خودنوشت داستان حیات

السیرة الذا تیة للشیخ الدکتور شیر علی شاہ المدنی

الحمد لِلّٰه ربّ العلمین ، والصّلوٰة والسّلام علی اَشرف المرسلین وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ أجمعین الطیّبین الطاھرین۔ وبعد

فأنا العبد الفقیر الی اللّٰه تعالیٰ شیر علی شاہ بن الشیخ سید قدرت شاہ ولدت فی بلدة اکورا ختك۔ بحادی عشرمن شعبان سنة ١٣٤٩ من الھجرة الموافق ١٩٣٠ء فی أسرة علمیة ودرست فی الکتاتیب الشعبیة فی بلدتی و تعلّمت الکتب الابتدائیة من والدی المرحوم، ولما اسّس فضیلة شیخ الحدیث مولانا عبد الحق رحمه اللّٰه الشعبة العربیة التابعة لمدرسة تعلیم القراٰن الابتدائیة فالتحقت بھا و کنت أوّل طالب من اھل البلدة فی ھذہ الشعبة، فتعلّمت من الشیخ القاضی حبیب الرحمن خریج جامعة دیوبند ھدایة النحو والکافیة و شرح الجامی و من الشیخ السید بادشاہ کل رحمه اللّٰه مؤ سس الجامعة الاسلامیة بدیع المیزان و ترکیب الکافیة، وقرأت علی شیخ الحدیث مولانا عبد الحق رحمه اللّٰه تحریر سنبت أثناء عودته من دارالعلوم دیوبند لقضاء الاجازة السنویة فی شعبان و رمضان ١٩٤٧ء۔

وَلمّا وُزّعت القارة الھندیةبین الجناحین (الھند و باکستان) فی أغسطس ١٩٤٧ء وانقطعت المواصلات و سُدّت الطّرق إلی جامعة دیوبند، قدم المنسوبون إلی دارالعلوم دیوبند إلی فضیلة الشیخ مولانا عبد الحق رحمه اللّٰه للاستشارة فی شان دراستھم، وکان الشیخ فی قلقٍ مرھقٍ وحزنٍ مستمرٍ لأجل ھذا التوزیع الغیر المناسب ولاجل حرمانه من التدریس فی جامعة دیوبند والأجل تعطّل النّظام الدراسی للطّلاب الّذین کانوا یتعلمون فی دیوبند وجاء وا لِبلاد ھم لقضاء العطلة الصیفیة، فبدأ الشیخ متوکلاً علی اللّٰه تعالیٰ بعض الدروس فی مسجدہ لھولاء الوافدین من بلادھم و بعد ایام قلائل از داد عدد الطلاب فطالب الشیخ بعض تلامیذہ المتخرجین من جامعة دیوبند بالمساھمة فی تدریس الکتب، فقام لأ داء ھذا الواجب الشیخ محمد شفیق (رحمه اللّٰه) والشیخ میاں محمد فیاض (رحمه اللّٰه) والشیخ محمد اسرار الحق المحترم و کلھم قد تخرّجوا من جامعة دیوبند، فبدأوا تدریس الکتب المفوضة إلیھم، واختار ھذا

المركز الدراسى صورة المدرسة فسمّاها الطلاب بدارالعلوم الحقانية وهكذا أتاح اللّٰه لى الدراسة فى رحابها فقرأت معظم الكتب من شتى العلوم من هو لاء الاساتذة وغادرت بلدتى لسنة كاملة وذهبت إلى مدرسة تعليم القراٰن راولبندى وذلك لرغبتى فى تعلّم ملا حسن ومطوّل و تفسير القراٰن الكريم من محقق العصر ونابغة الدّهر شيخ القراٰن مولانا غلام اللّٰه خان رحمه اللّٰه وهكذا سافرت لمدّة وجيزة إلى منطقة "بنير" سوات لتعلّم بعض كتب الفقه و أصوله من المتخصصين فيها و حصل لى الاجازة فى الحديث من الشيخ الوقور الزاهد الورع عبد الحق رحمه اللّٰه تعالىٰ حيث قرأت عليه صحيح البخارى و سنن الترمذى و سنن ابى داؤد و كذ احصل لى الاجازة فى الحديث من الشيخ الأجل والفاضل الأكمل عبد الغفور السواتى رحمه اللّٰه تعالىٰ صدرالمدرسين بدارالعلوم الحقانيه ورحلت بعد الفراغ من دارالعلوم الحقانية ١٣٧٣ھ إلى الجامعة الأشرفية بلاهور لأ تشرف بالتلمذ على شيخ التفسير و الحديث محمد ادريس الكاندهلوى رحمه اللّٰه، فقرأت عليه من الصّحيح البخارى۔ كتاب الايمان و كتاب العلم و من سنن الترمذى كتاب الطهارة وقرأت علىٰ قدوة العارفين الشيخ محمد حسن رحمه اللّٰه نبذة من سنن أبى داؤد ثم رجعت الىٰ بلدتى فى غرّة ذى الحجّة ١٣٧٣ھ فأمرنى الشيخ عبد الحق رحمه اللّٰه بتدريس الكتب فى دارالعلوم الحقانيه فامتثلت أمره وقمت بعون اللّٰه تعالىٰ بأداء الوظيفة التدريسية زهاء تسع سنوات، وأثناء ذٰلك ذهبت الىٰ لاهور ١٣٧٨ھ للا ستفادة من أسوة المفسرين وزبدة السالكين الشيخ احمد على اللاهورى رحمه اللّٰه تعالىٰ فلِلّٰه الحمد وله المنّة وبنعمة تتم الصالحات، حيث رزقنى حظًّا وافراً من المعارف القراٰنية فى دروسه القيّمة النافعة وكنت أذاكرالطلبة الافاغنة درس الشيخ باللغة الافغانية (بشتو) فأحياناً يقوم الشيخ و يسمع مدارستى و يفرح وحينما نقوم اجلالاً له و تكريماً فيأمرنا بالجلوس، وهكذاذهبت الىٰ خانفور ١٣٨٢ھ للاستفادة من بقيّة السّلف الصالح فخرالمفسّرين حافظ الحديث عبد اللّٰه الدرخواستى حفظه اللّٰه تعالىٰ وبارك فى حياته الغالية لأغترف من بحار فيوضه فتشرفت بالاستفادة من دروسه العطرة ومواعظه المؤثرة و مجالسه المطهّرة ولقد استفدت أثناء اقامتى عند الشيخ اللاهورى وعند الحافظ الدرخواستى ومن المناظر الشهير المجاهد الكبير الشيخ لال حسين اختر رحمه اللّٰه طرق الردود على القاد يانيين والملحدين والمسيحين و بسبب هذهٖ الدروس قدناقشت عدة المناقشات مع القاديانيّين والملحدين والشيعة ورزقنى اللّٰه فيها الغلبة عليهم، وبعد الفراغ من الدورة التفسيرية بلاهور بدأت فى دارالعلوم الحقانية تفسير القراٰن الكريم فى ضوء منهج الشيخ اللاهورى وهذه السلسلة قائمة إلى يومنا هذا ويشترك كل سنة فى الدورة التفسيرية أكثر من ثلثمائة طالب بفضل اللّٰه وكرمه ومن حسن الحظ قدأتاح اللّٰه لى الاستفادة من مشائخ المدينة المنورة فى رحاب الجامعة الإسلامية حينما المنعضة

بها و تحصّلت على الشهادة العالية من كليّة الشريعة ١٣٩٦ھ - ١٣٩٧ھ والعالمية (الماجستير) ١٤٠٣ھ والعالمية العالية (الدكتوراه) بمرتبة الشرف الأولىٰ ١٤٠٧ھ الموافق ١٩٨٨م ، وقد أسعد نى اللّٰه تعالىٰ أثناء اقامتى بالمدينة المنورة بالتدريس فى المسجد النبوى الشريف باذن من الجهات المختصة كما ساهمت فى التوعية الاسلامية فى ا شهرالحج عدة مرّات ، ثم أرسلتنى الجامعة كمبعوث إلىٰ دارالعلوم كراتشى ثم أمرنى بالتّحول منها الى الجامعة العربيّة احسن العلوم گلشن اقبال كراتشى ثم أر سلتنى منها الىٰ جامعة منبع العلوم ميران شاه شمالى وزيرستان وقد قمت بعون اللّٰه تعالىٰ بتاليف عدة رسائل اشهرها " تفسير سورة الكهف" و " تفسير الحسن البصرى" و"مكانة اللحية فى الإسلام" أماتفسير سورة الكهف فقد وزّعنا منه ألفين و خمسمائة نسخة مجانا۔

وأما تفسير الحسن البصرى ففى خمس مجلدات و قد كملت نسخة منها و نسأل اللّٰه تعالىٰ ان يسهل لنامراحل طبعه و توزيعه هذا وقد حصل لى الاجازة فى الحديث والتفسير والعلوم الإسلامية من الشيخ الاجل عبد الكريم الكردى رحمه اللّٰه تعالىٰ صدر المدرسين بالمدرسة القادرية فى بغداد۔ و كذاحصل لى الاجازة فى الحديث والتفسير من الشيخ الافخم السيد محمود بن نذير الطرازى رحمه اللّٰه المدنى المدرس بالمسجد النبوى الشريف وكذاحصل لى الاجازة فى الحديث من استاذ المحدثين وأسوة الزّاهدين الشيخ عبد الرحمن الكاملفورى رحمه الله تعالىٰ۔

وقرّت عينى وثلج صدرى بروية الشيخ سليمان الندوى والشيخ بدر عالم مير تهى والشيخ حفظ الرحمن سيوهاروى والشيخ رسول خان الهزاروى والشيخ مفتى محمد شفيع والشيخ محمد يوسف البنورى والشيخ عزير گل وأخيه الشيخ نافع گل وأمير الشريعة السيد عطأ اللّٰه شاه البخارى وحكيم الاسلام قارى محمد طيّب ومتكلم الإسلام محمد على الجالندهرى وزينة المحدثين شيخ الحديث نصير الدّين الغور غشتوى و ضيغم الإسلام الشيخ غلام غوث الهزاروى وأسوة الفقهاء والمفتيين المفتى محمود و مخزن المعارف سند المحققين الشيخ شمس الحق الافغانى ومن سواهم من العلماء الغطاحل والمشائخ العباقرة، وتنوّر قلبى بتقاريرهم ومواعظم وخطبهم نور اللّٰه قبورهم وأمطر علىٰ مقابرهم شأبيب الرحمة والرأفة وأسكنهم جنات الفردوس و جمعنا واياهم تحت لواء الحمد لواء النّبى ﷺ وأظلنا وايا هم تحت ظلّ عرشه يوم لا ظل الاظله و صلّى اللّٰه تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد والٖه واصحابٖه اجمعين ۔

العبد الفقير الى رحمته عزّوجل شير على عفى عنه

٥ ذى الحجه ١٤١٢ھ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ پشاور ڈویژن

بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن

مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنیؒ
سوانحی گوشے

۱۹۳۰.................................۲۰۱۵ء

پیدائش اور ابتدائی تعلیم

آپ ۱۱ شعبان ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء کو اکوڑہ خٹک پشاور میں پیدا ہوئے۔ آپ اکوڑہ کے ایک علمی سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپکے والد ماجد مولانا سید قدرت شاہ بھی ایک اچھے عالم دین تھے۔

آپ نے درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ آپ کو مولانا عبدالحق کے قائم کردہ مدرسہ کے پہلے طالبِ علم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے مولانا قاضی حبیب الرحمٰن فاضل دیوبند سے ہدایۃ النحو، کافیہ اور شرح جامی اور مولانا سید بادشاہ گل بانی جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک سے بدیع المیز ان اور ترکیب کافیہ اور مولانا عبدالحق شیخ الحدیث سے تحریر سنبٹ پڑھیں۔

اعلیٰ تعلیم کے مراحل

جب ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم حقانیہ کا قیام عمل میں آیا تو آپ نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، مولانا محمد شفیع فاضل دیوبند، مولانا محمد فیاض فاضل دیوبند اور مولانا محمد اسرار الحق فاضل دیوبند سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔ درمیان میں ایک سال کے لیے دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی میں مطول، ملاّ حسن اور تفسیر قرآن شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان فاضل ڈابھیل سے پڑھتے رہے۔ کچھ عرصہ بونیر سوات میں پڑھنے کے بعد ۱۳۷۳ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں کی۔ بخاری، ترمذی اور سنن ابی داؤد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سے اور باقی مولانا عبدالغفور سواتی صدر مدرس سے پڑھیں۔ ۱۳۷۳ھ میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لیا اور بخاری شریف کی کتاب الایمان اور کتاب العلم اور سنن ترمذی کی کتاب الطہارۃ مولانا حافظ محمد ادریس کاندہلوی سے اور سنن ابی داؤد کا کچھ حصّہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن بانی جامعہ اشرفیہ سے پڑھا۔

آغازِ تدریس

واپسی پر مولانا عبدالحق کے حکم سے ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ میں درالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں تدریس پر مامور

ہوئے اور ۹ سال تک پڑھاتے رہے۔ اسی دوران ۱۳۷۸ھ میں شیخ التفسیر مولانا احمد علی سے لاہور میں اور ۱۳۸۲ھ میں مولانا حافظ محمد عبداللہ درخواستی سے تفسیر پڑھی۔ مولانا لال حسین اختر سے فرقِ باطلہ کی تردید میں استفادہ کیا۔

مدینہ منورہ کی علمی وروحانی فضاؤں میں

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کلیۃ الشریعہ سے ۹۶۔۱۳۹۷ھ میں بی اے، ۱۴۰۳ھ میں ایم اے اور ۱۴۰۷ھ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری امتیاز کے ساتھ حاصل کی۔ اس دوران میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تدریس کی سعادت بھی ملی۔ جامعہ کی طرف سے بطور مبعوث پہلے دارالعلوم کراچی، پھر جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی اور پھر منبع العلوم میران شاہ میں تدریس کی۔ تفسیر حدیث اور دینی علوم میں آپ کو شیخ عبدالکریم کُردیؒ صدر المدرسین مدرسہ قادریہ بغداد، شیخ سید محمود بن نذیر المدنیؒ، اور مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ سے سندِ اجازت حاصل ہے۔

تصانیف

آپ کی تصانیف میں تفسیر سورۃ الکہف (عربی) یہ بڑے سائز کے ۳۶۰ صفحات میں مکتبہ علمیہ لیک روڈ لاہور سے ۱۴۰۳ھ میں شائع ہوئی۔ یہ دراصل ایم اے کے لیے آپ کا مقالہ تھا جو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پیش کیا گیا۔ اس تفسیر کے ڈھائی ہزار نسخے مفت تقسیم کیے گئے۔

اسی طرح تفسیر الحسن البصریؒ پانچ جلدوں میں ہے اور ایک مستقل جلد مَآثِرًا لمُفَسِّرًا لاَثَرِیّ مُقَدِّمَۃُ تَفْسِیْرا لُحَسَن البصری بھی آپ کے قلم سے ہے جو الجامعہ العربیہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی کے اہتمام سے چھپا۔ یہ دراصل آپ کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جس پر آپ کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ۱۴۰۷ھ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری امتیاز کے ساتھ عطا کی گئی۔ اس میں آپ کے ساتھ ڈاکٹر عمر یوسف کمال المدنی بھی شریک رہے۔ انہوں نے سورۃ الفاتحہ سے سورۃ النحل تک حضرت حسن بصریؒ کے تفسیری اقوال متعدد تفاسیر سے جمع کیے ہیں جبکہ سورہ اسراء (بنی اسرائیل) سے والناس تک تمام اقوال آپ نے ۸ سال کی مدّت میں جمع کر کے پیش کیے ہیں۔ یہ تفسیر کراچی سے شائع ہوچکی ہے۔ واقعی یہ بہت بڑا علمی اور تحقیقی کام ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ سے لیا۔

اسی طرح مکانة اللحیه فی الاسلام ، زادالمنتھی شرح ترمذی اور زبدۃ القرآن آپ کی تصانیف میں شامل ہیں، زبدۃ القرآن کے ۳۰۴ صفحات ہیں۔ ۱۴۲۵ھ/ اکتوبر ۲۰۰۴ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نوشہرہ سے ۲۰۰۰ کی تعداد میں شائع ہوا ہے۔

''گنجینۂ علم وعرفان'' نامی کتاب جو القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ سے جون ۲۰۰۹ء میں ۳۱۶ صفحات میں مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کے لختِ جگر مولانا حافظ محمد طیب کی جمع وترتیب کے ساتھ منظرِ عام پر آئی ہے اور اس میں

ملک کے نامور سکالر راقم الحروف کے بزرگ دوست اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم کی تقریریں اور تحریریں پیش کی گئی ہیں، قارئین کرام کیلئے ایک اور علمی سوغات ہے۔

امام لاہوریؒ سے استفادہ

۱۳۷۸ھ میں مولانا شیر علی شاہ صاحب مولانا سمیع الحق صاحب کے ہمراہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے تفسیر پڑھنے گئے تھے۔ اس دوران حضرت کے منفرد اندازِ تدریس سے متاثر ہوکر تفسیری فوائد قلمبند کرتے رہے اور پھر ان میں پہلا پارہ مکمل ۱۶ رکوع اور آخری پارہ کی چند آخری سورتوں کو اپنی تحریروں سے جمع کر کے ترتیب دی ہے۔ اس میں حضرت کے الفاظ کو کافی حد تک محفوظ کیا گیا ہے۔ میں نے اس کتاب کے بڑے حصہ کا مطالعہ کیا ہے اور بہت محظوظ ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی اس محنت کو بھی اپنے دربار میں قبول فرمائیں۔ علماء، طلبہ کو اس سے پورا فائدہ حاصل کرنے کی پوری توفیق بخشیں اور ان کے حق میں اسے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین۔ آپ کو تفسیر اور حدیث میں شیخ عبدالکریم الکردی صدر مدرس مدرسہ قادریہ بغداد، شیخ محمود بن نذیر الطرازی مدرس مسجد نبوی اور مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری سے بھی اجازت حاصل ہے۔

عربی ادب پر بے مثال عبور

آپ عربی زبان وادب کے عمدہ خطیب، ادیب اور شاعر تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پندرہ سال مدینہ منورہ میں رہنے کی اور بڑے بڑے اہلِ علم وفضل سے پڑھنے اور استفادہ کرنے کا موقع دیا تھا اس وجہ سے بھی آپ کی عربیت میں نکھار پیدا ہوا۔ آپ کے چند قصائد بطور نمونہ درج ذیل ہیں:۔

قصیدہ بروفات مولانا حسن جان شہیدؒ

ولقد جادت قريحتى حينما سمعت النبأ المفجع بشهادته العظمى مساء اليوم الثانى من شهر رمضان المبارك سنة ١٤٢٨ هجريًّا بهٰذه القصيدة العزائية وأود أن تسجّلوهافى رسالتكم الموقرة "القاسم" المخصوصة بسيرة شيخنا الوقور مولانا حسن جان رحمه اللّٰه تعالىٰ:

ياقاتل الصومِ قد أفجعتَ رمضانا بقتلك الشيخ مولانا حَسَن جانا

شیخ الحدیث مولانا حسن جانؒ کو روزے کی حالت میں قتل کرنے والے ظالم! تو نے رمضان المبارک کو دردو کرب میں مبتلا کردیا

ياباغى الشرِّ فى رمضانَ صِرتَ لظًى لَقَدْ ملأتَ قلوب الخلق أحزانا

رمضان کے مقدس مہینہ میں شر وفساد پھیلانے والے! اللہ تجھے جہنم کی آگ کا شعلہ بنائے، تو نے مخلوقِ خدا کے دلوں کو غم ورنج سے بھر دیا

ياقاسى القلبِ مااستحييتَ من رجل قد زانه النورُ ايماناً و عِرفانا

اے سنگدل قاتل تجھے نورِ ایمان وعرفان سے منور شخصیت سے شرم وحیا کا احساس نہ ہوسکا

قد کان شیخًا مطاعًا مرشدًا و رِعًا رؤیاهُ یُذکِرکَ اللّٰه وِجدانا

وہ تو شیخ الحدیث تھے وہ تو سب کے امیر تھے، رُشد و ہدایت کے استاد متقی انسان تھے جن کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے

ماکان قتلُ الفقیدِ قتل منطقةٍ بل قتلهٗ زلزل الاکوانَ بُنیانا

جان کا قتل کسی ایک علاقہ کا قتل نہیں بلکہ اس کے قتل سے تو تمام دنیا میں زلزلہ برپا ہوا

یا للماسی و یا للظلمِ منتشرًا فی أمة الخیرِ أقوامًا و أوطانا

ہائے ظلم و ستم چاروں طرف اُمتِ محمدیہ جو اُمتوں میں بہترین اُمت ہے اس کے اقوام واوطان میں پھیل گیا

الیس فی الشعب أبطال ذووهِممٍ أهل انتقامٍ لنصر الحق أقرانا

کیا مسلمان قوم میں اب عالی ہمت بہادر لوگ نہیں رہے جو دشمن سے انتقام لینے والے ہوں اور حق کی مدد کرنے میں بہادر شہسوار ہوں؟

کخالدٍ و صلاحٍ ثم معتصمٍ صمصام ملحمةٍ للدینِ فرسانا

خالد بن ولید، صلاح الدین ایوبی اور معتصم باللہ جیسے بہادر، جو جنگوں کیلئے ننگی تلوار اور دین کی حفاظت کیلئے یار و مددگار ہوں

لیجرفوا جورَ أهل الجورِ قاطبةً ویسطوا الأمن فی أرجاءِ دُنیانا

تا کہ وہ ظالموں کے ظلم و ستم کو مٹا ڈالیں، اور امن و عدل کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دیں

وکیف هانَ علی الارذال هَدمهمْ جبالَ علم رجال الدین شجعانا

کمینہ اور ذلیل لوگوں کے لئے علم کے پہاڑوں اور دین کے نڈر علماءِ کرام کا قتل کرنا کتنا ہی آسان ہو گیا ہے

جیش الحکومةِ ان کانواذوی عددٍ فلا أریٰ فیهم للدینِ معوانا

حکومت کے عساکر اور فوج اگرچہ تعداد میں بہت زیادہ ہے، مگر مجھے ان میں دین کا مددگار اور غمگسار ایک بھی نظر نہیں آتا

یا شیخ انك فی اعماقِ أفئِدَةٍ حی و تخلد فی التاریخ أزمانا

اے شیخ الحدیث مولانا حسن جان! آپ ہمارے دلوں کی گہرائیوں میں زندہ ہیں اور تاریخ میں آپکے کارنامے ہمیشہ زندہ رہیں گے

مازلت حیا و ان واراك اخوتُنا ابناءُ ك الغر مثل الشمس لمعانا

آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے اگرچہ ساتھیوں نے آپ کو قبر میں چھپا دیا ہے، آپ کے درخشندہ بیٹے جو سورج کی طرح چمک رہے ہیں آپ کے فیوض و برکات کو پھیلاتے رہا کریں گے

أنت المنقَّشُ فی الواح أعیُننا وذکرك الحِلوُ فی الأفواهِ یرعانا

آپ ہماری آنکھوں کی تختیوں میں منقوش ہیں، اور آپ کا ذکر خیر، ہماری زبانوں پر ہماری نگہداشت کرے گا

لقد تَرَعرَتَ فی بِیئَةٍ مُشَرَّفَةٍ اسلافك النجب للأخلاف میزانا

آپ ایک شریف خاندان میں پھلے پھولے ہیں، آپ کے مؤقر و معزّز اسلاف اپنے اہل و عیال کیلئے معیارِ سیرت و کردار تھے۔

یاناشر السنة الغراء فی عِظةٍ وقامع البدعةِ النکراءِ برھانا

آپ اپنے مواعظِ حسنہ میں سنتِ نبوی ﷺ کو پھیلانے والے تھے، اور رسم ورواج و بدعات کو دلائل کی روشنی میں مٹانے والے تھے

کم من مجالس فی حفلات معرفةٍ سبقت فیھا شیوح العصر أعیانا

اورعلم وعرفان کے کئی مجالس میں علماءِ زمانہ سے اپنے عالمانہ بیانات سے گوئے سبقت لے چکے ہیں

قد کنتَ صدر الصدورِ فی الندوات زین المنابرِ رمز الفخرِ عنوانا

علمی محافل میں صدر محفل ہوتے تھے منبروں کی زینت' تمغاتِ فخر میں عنوان کی طرح نمایاں نظر آتے تھے

کم من مدارس فی أرجاء منطقةٍ أسستھا لِعطاش العلم ریانا

آپ نے علاقہ بھر میں کئی دینی درسگاہوں کا سنگِ بنیاد رکھا، جو تشنگانِ علم کو سیراب کرنے والی ہیں

قضیت عھدك المیمون فی شَرَفٍ فی خدمة الملة البیضاءِ أزمانا

آپ نے اپنی مبارک زندگی کا مبارک دور ملتِ بیضاء کی خدمت میں پوری شرافت وعزت کے ساتھ بسر کیا

دامت مُودّتنا مذ أربعین سنه فی الحَجّ والحلّ والترحال اخوانا

آپکے ساتھ ہماری مؤدت ومحبت کا رشتہ مکمل چالیس سال رہا، حج، سفر وحضر میں ہماری زندگی بھائیوں کی طرح بسر ہوئی

یا أیا الحسن الأثار معذرةً اذلیس فی وُسعِنا جیشاً و سُلطانا

اے اچھے اعمالِ حسنہ کی نشانیاں چھوڑنے والے ہم معذرت خواہ ہیں کہ ہم آپکے قاتل سے انتقام نہ لے سکے کیونکہ ہمارے بس میں نہ فوج ہے نہ حاکمِ وقت

ونسأل اللہ دوماً أن یصافحکم فی زُمرةِ الحورِ غلماناً ورِضوانا

ہم ہمیشہ بارگاہِ الٰہی میں دست بدُعا رہیں گے کہ آپکے ساتھ محفلِ حور میں غلمانِ جنت اور رضوان فرشتہ مصافحے کرتے رہیں

جزاك ربك فی الجنات رؤیتهٗ و صحبةَ المُنعمین تکریماً و احسانا

اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اپنے دیدار سے سرفراز بخشے اور آپؒ کو صحبة النبیین والصدیقین والشھداء و الصالحین (جو منعمین ہیں) کی نعمت سے نوازے۔

ایک اور عربی مرثیہ بحر البسیط میں مولانا صبا احسن استاذ الجامعۃ العربیہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی کے وصال پر بھی لکھا تھا۔

وصال: رحمٰن میڈیکل انسٹیٹیوٹ پشاور کی مسجد میں جمعۃ المبارک کو زندگی کی آخری نماز ادا کی اور اسی دن سہ پہر تین بجے ۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ/۳۰ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو وصال ہوا اور اگلے دن بروز ہفتہ ساڑھے گیارہ بجے ان کے بڑے فرزند مولانا امجد علی مدنی نے انکی نماز جنازہ پڑھائی جس میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے بتایا کہ پاکستان کی تاریخ کا یہ بڑا جنازہ تھا۔

مولانا عرفان الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حیات وخدمات
شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ

عالم اسلام کے عظیم مفکر، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث، جہاد او رمجاہدین افغانستان کے زبردست حامی و سربراہ،عبقری ،علمی و دینی شخصیت ،اکابرین واسلاف کا چلتا پھرتا نمونہ ،تواضع وانکساری کے پیکر، باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہر حال میں حق کہنے والا ، روحانی رہنما،حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ طویل علالت کے بعد گزشتہ روز بروز جمعہ ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو بوقت سہ پہر سوا تین بجے پشاور کے رحمان میڈیکل انسٹیٹیوٹ میں انتقال فرما گئے انا اللہ وانا الیہ راجعون ۔

لاکھوں افراد پر مشتمل تاریخی جنازہ

آپ کا نماز جنازہ بروز ہفتہ ساڑھے گیارہ بجے دارالعلوم حقانیہ کے قریب اکوڑہ خٹک کے ایک وسیع و عریض میدان میں ادا کیا گیا۔جس میں چار پانچ کلومیٹر کے رقبہ میں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آ رہا تھا۔ دارالعلوم کے مہتمم مولانا سمیع الحق مدظلہ اوراساتذہ کے مشورہ پر نماز جنازہ آپ کے فرزند اکبر مولانا امجد علی شاہ نے پڑھائی ۔اس سے قبل علماء وطلباء کو آخری دیدار کروانے کیلئے (صبح آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک) ان کا جسدِ مبارک دارالعلوم حقانیہ کے قدیم دارالحدیث میں رکھا گیا۔

دارالعلوم کی جامع مسجد اور جنازگاہ میں ملک بھر سے آئے ہوئے علماء ومشائخ نے تعزیتی تقاریر کیں۔جن میں بقیۃ السلف شیخ الحدیث مولانا مطلع الانوار فاضل دیوبند،حضرت مولانا سمیع الحق،حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان مروت، حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا محمد ایوب ڈسکوی، معروف اینکر وصحافی جناب حامد میر، پیرزادہ ضیاء الدین کراچی ،حضرت مولانا انوار الحق، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس، مولانا قاری سید چراغ الدین شاہ، مولانا قاری روح اللہ مدنی، مولانا محمد نثار، پروفیسر ڈاکٹر عاکف سعید (تنظیم اسلامی) ، مولانا حامد الحق حقانی، پیرذوالفقار باچا، مولانا عبدالمالک جماعت اسلامی، مولانا لقمان الحق اور احقر (عرفان الحق حقانی) شامل تھے ، جنہوں نے مرحوم کی علمی عظمت اوروسیع خدمات پر روشنی ڈالی ۔

آپ کی تدفین آپ کے والد بزرگوار کے پہلو میں اپنی رہائشگاہ کے قریب (مخصوص قبرستان میں) کی گئی۔

منامی مبشرات

جس دن آپکا انتقال ہوا اس رات ضلع خوشاب کے ایک گاؤں کھوڑہ میں خضر نامی دیہاتی شخص نے خواب دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکوڑہ خٹک تشریف لے جارہے ہیں اس شخص کے پوچھنے پر کہ وہاں کیوں تشریف لے جا رہے ہیں فرمایا گیا کہ ایک عالم دین کا انتقال ہوا ہے، یہ دیہاتی شخص اگلی صبح اکوڑہ خٹک پہنچا تو پتہ چلا کہ مولانا شیر علی شاہ فوت ہوئے ہیں یادرہے کہ اس دیہاتی شخص کا شیخ صاحب کے ساتھ کسی قسم کی جان پہچان نہ تھی واپس جاکر اس نے یہ خواب اور واقعہ دارالعلوم کے ایک قدیم معاون ملک ضیاء الدین مرحوم کے فرزند جناب ریاض الدین صاحب کو سنایا۔ ملک صاحب موصوف کا کہنا ہے کہ انکے ایک بھانجے مطیع الرحمان جو کہ لاہور میں مقیم ہیں نے بھی اسی قسم کا خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک عالم دین کے انتقال پر اکوڑہ خٹک تشریف لے جارہے ہیں۔

تربت قبر سے خوشبو پھوٹنے کی کرامت

پس از مرگ قبر کی مٹی سے خوشبوں کا پھوٹنا تاریخ میں چند شخصیات کی خصوصی کرامت بعد الوفات ہے جسمیں مولانا شیر علی شاہ بھی شامل ہوگئے، تدفین کے بعد پہلی رات گئے جب میں پشاور میں تھا تو ایک ساتھی نے موبائیل پر قبر سے خوشبو پھیلنے کی اطلاع دی۔ رات ساڑھے گیارہ بجے میں انکے مدفن پر حاضر ہوا تو یہ خوشبو پوری فضا پر چھائی ہوئی تھی بعض ساتھی مٹی اور قبر کی تختیوں پر ہاتھ پھیر رہے تھے میں نے انہیں عرض کیا کہ پوری فضا مہک رہی ہے کرامات الاولیاء حق کی بناء پر ہمیں اسمیں کسی قسم کا شک نہیں۔ جس نے پوری زندگی قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے فضاؤں کو معطر کیا اسے یہ صلہ تو ملنا ہی تھا۔ میں نے اس وقت قبر کے قریب موجود حاضرین کے سامنے شیخ سعدی مرحوم کے مندرجہ ذیل اشعار بآواز بلند سنائے:

گلے خوشبوئے درحمام روزے　　رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری　　کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم　　ولیکن مدتے باگل نشستم
کمال ہم نشین در من اثر کرد　　وگر نہ من ہمان خاکم کہ ہستم

وفات سے قبل سخت علیل ہونے کے باوجود ہسپتال کے قریب جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کی، اس موقع پر

ڈاکٹروں نے منع بھی فرمایا لیکن وہ باوجود ضعف ونقاہت کے دنیا میں مومن کی معراج پانے کیلئے مسجد پہنچ گئے۔آپ کئی سالوں سے دل کے عارضہ میں مبتلا تھے،لیکن اس کے باوجود دارالعلوم حقانیہ میں تدریسی زندگی سے جڑ کر اشاعت حدیث میں مسلسل مگن رہے۔

جہاد سے والہانہ تعلق

آپ کی پوری زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند تھی ،احقر کو ان سے شرف تلمذ حاصل رہا اور پھر دارالعلوم میں تدریسی زندگی کے دوران ان کے قرب وشفقت کے بے شمار مواقع سفر وحضر میں میسر رہے،اس دوران اُن سے سنی ہوئی باتیں موقع بہ موقع قلمبند کرتا رہا،آپ کی کوئی مجلس ایسی نہیں تھی جس میں جہاد کا ذکر خیر نہ ہوا ہو۔ جہاد اُن کا اوڑھنا بچھونا رہا،افغانستان میں روس کے خلاف جہاد میں عملی شرکت بھی فرمائی۔ طالبان دور میں ان کے بھرپور معاون ،موید اور ترجمان بن کر عرب ممالک کے مختلف دورہ کئے ۔ وہ ہمیشہ شہادت کی تمنا کرتے رہے۔امیرالمومنین ملا محمد عمر مجاہد کی درخواست پر دو دفعہ رمضان المبارک میں قندہار اور کابل میں دورہ تفسیر پڑھایا جس میں ملا محمد عمر اور ہزاروں علماء شرکت کرتے رہے۔

تبلیغی جماعت سے عقیدت اور عورتوں کا اس میں نکلنے کے بارے میں موقف

ایک دفعہ تبلیغی جماعت کا تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ لاہور میں جب میں حضرت لاہوریؒ کے ہاں دورہ تفسیر پڑھ رہا تھا تو عید کی چھٹیوں میں ہم نے حضرت لاہوری سے رائیونڈ جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت میاں جی کو میرا سلام بھی پہنچا دیں ،مرکز سے ہماری تشکیل قصور کے لئے ہوئی، وہاں ایک مخالف مسلک کی مسجد میں عید کی رات جانا ہوا۔جنہوں نے ہمیں وہاں سے نکال دیا، پھر ہم دوسری مسجد کی تلاش میں نکلے،کافی تلاش کے بعد رات گئے دوسری مسجد میں پہنچے،اس افراتفری میں کھانے کا انتظام بھی نہ کر سکے اور ہم اس رات بھوکے سو گئے۔عورتوں کی تبلیغ کا مسئلہ میں نے چھیڑتے ہوئے کہا کہ جماعت میں ان کا نکلنا کیسا ہے؟ تو فرمایا بالکل صحیح ہے۔اپنے محرم کے ساتھ نکلنا جائز ہے،اگرچہ بعض لوگ عدم جواز کے قائل ہیں لیکن صحیح بات یہی ہے کہ اس کے ذریعے لوگوں میں دین کا شعور پیدا ہوتا ہے، جب ایک عورت سدھر جائے تو اس سے پورے خاندان کی اصلاح ہوتی ہے۔

میں نے ایک موقع پر دارالعلوم کے اساتذہ کرام کے سوانحی احوال جمع کرنے کا عرض کیا تو میرے اس ارادے کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا کہ دارالعلوم کے ابتدائی دور کے اساتذہ مولانا عبدالغفورؒ (فاضل امینیہ)،مولانا محمد شفیقؒ ،مولانا اسرار الحق (فاضل دیوبند) اور قاضی حبیب الرحمٰنؒ کے احوال بھی جمع کر کے شامل کرو۔اس مناسبت

سے انہیں سوالنامہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ اِس کی روشنی میں اپنے احوال سے نواز دیں۔ اندرون و بیرون ملک مختلف اسفار میں انہوں نے اپنے سوانحی احوال سنائے جسے قلمبند کیا گیا جو پیش خدمت ہیں:

خاندانی پس منظر اور اجداد کا عظیم علمی مقام

آپ کے اجدادِ کرام شاہان مغلیہ کے دور میں بخارا سے باجوڑ اور پھر باجوڑ سے ہشتنگر آئے۔ اجداد میں سے حضرت مولانا میر ویس شاہ مرحوم بہت بڑے فقیہہ گزرے ہیں۔ کنزاول واخیر کے حافظ تھے، اعلاء کلمۃ اللہ اور احیائے سنت میں مصروف رہتے تھے، سکھوں کی جابرانہ حکومت میں مظلوم مسلمانوں کی امداد اور جاسوسی کے الزام میں آپ کے گھر پر حملہ کر کے نذرِ آتش کیا گیا اور آپ کو شہر بدری کی سزا دی۔ آپؒ کے کتب خانہ کی بعض نیم سوختہ کتابیں اب بھی آپ کے نواسوں کے پاس موجود ہیں جو آپ کی مجاہدانہ کاروائیوں پر ظالمانہ سلوک کا پتہ دیتی ہیں۔ آپ نے جلاوطنی کے دوران بونیر میں قیام فرمایا، اسی دوران حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے رفقاء جہاد اکوڑہ پہنچے تو آپ بھی میدانِ کارزار میں مجاہدین کرام کی صف میں شامل ہو کر بڑی بے جگری سے لڑے۔ مولانا میر ویس شاہ کے بیٹوں میں مولانا عنبر شاہ صاحب بہت بڑے عالم ہوئے اور عرصہ دراز تک صاحب اسوٹاؒ (صاحب اسوٹا، تحصیل صوابی ضلع مردان کے ایک بہت بڑے بزرگ تھے جو صاحب سوات کے خلیفہ مجاز تھے) کے حکم پر فرائض قضاء وافتاء سرانجام دیتے رہے۔ مولانا موصوف نحو، اصولِ فقہ اور علم میراث میں بہت ماہر تھے خصوصا شرح جامی اور سراجی میں ان کا درس دور دور تک مشہور تھا ان دونوں کتابوں پر ان کے قلمی حواشی موجود ہیں۔ ان صحیح العقیدہ اکابر کی بدولت اس خاندان کے جملہ افراد قدرتی طور پر اکابرین دیوبند کے ہم مسلک وہم عقیدہ ہیں۔

پیدائش اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے خاندانی تعلق

آپ ۱۱ شعبان ۱۳۴۹ھ ۱۹۳۰ء میں مولانا قدرت شاہ کے ہاں اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت شیخ مولانا عبدالحق کے والد مولانا معروف گل کے دست راست اور خود مولانا عبدالحق کے خادم و رفیق خاص تھے۔

ابتدائی تعلیم واساتذہ کرام

فقہ اور فارسی نظم کی کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں، نظمِ فارسی کی چند کتابوں میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب المعروف بہ ''قصا بانو حاجی صاحب'' سے بھی استفادہ کیا یہ بزرگ فارسی، عربی اور ترکی تینوں زبانوں کے ماہر تھے اور کئی سال تک بغداد شریف میں حضرت الشیخ گیلانی کے نواسوں کو ابتدائی کتابیں پڑھا چکے

تھے۔ شیخ الجامعۃ الاسلامیہ اکوڑہ خٹک پیر کرم شاہ المعروف باچا گل صاحب سے کافیہ مع ترکیب، بدیع المیز ان اور میبذی کے کچھ اسباق پڑھے اور دوبارہ کافیہ اور تحریر سنبٹ ومیبذی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے اس وقت پڑھیں جب حضرت شعبان ۱۳۶۶ھ میں دیو بند سے تعطیلات گزارنے اپنے گھر آئے تھے۔ آپ اکثر یہ قصہ بیان فرماتے تھے کہ جب تقسیم ہند کا فیصلہ ہو چکا اور ہندووں نے یہاں سے نقل مکانی شروع کی تو مسلمانوں نے اُن کے اموال کو لوٹنا شروع کیا۔ اس دوران میں آپ کی بیٹھک (مہمان خانہ) میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے کافیہ پڑھ رہا تھا، اس موقع پر شیخ الحدیثؒ بڑے مغموم انداز میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ رہے تھے۔ اور میں دل میں چھٹی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ کب فراغت ہوگی کہ جا کر میں بھی مالِ غنیمت میں حصہ دار بنوں۔

تقسیم ہند کے بعد جب بعض طلبہ ان (شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ) سے پڑھنے کے لیے اکوڑہ خٹک آئے اور دارالعلوم حقانیہ معرض وجود میں آیا تو پھر باقاعدہ تمام کتابیں دارالعلوم حقانیہ ہی میں مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔ گویا آپ دارالعلوم حقانیہ کے ابتدائی طالب علموں میں سے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالغفور صاحب سواتی مرحوم صدرالمدرسین اور حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب زروبی و دیگر اساتذہ سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔

دارالعلوم حقانیہ میں تلمذ اور فراغت

۱۳۷۳ھ میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ سے دورۂ حدیث پڑھا، دورۂ حدیث کے امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی فراغت کے بعد تقریباً تین ماہ آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور کے اساتذہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ بانی ومہتمم اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ سے استفادہ کیا۔

دارالعلوم حقانیہ میں درس وتدریس

فراغت کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نام ایک درخواست لکھی جس میں مادر علمی میں تدریس کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ ۱۱ر شوال ۱۳۷۳ھ بمطابق ۱۳/اپریل ۱۹۵۴ء کو دارالعلوم حقانیہ میں ۳۰ روپیہ مشاہرہ کے ساتھ تقرر ہوا، اگلے سال خانگی ضروریات سے مجبور ہو کر سکول میں عربی ٹیچر متعین ہوئے لیکن حضرت شیخ الحدیث کی ترغیب اور کوششوں سے یہ ٹوٹا تعلق پھر ایک سال کے بعد جڑ گیا۔ ابتدائی کتابیں بار بار پڑھائیں، چند سالوں کے بعد مشکوٰۃ جلد ۱، موطائین، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، شمائل ترمذی اور شرح نخبۃ الفکر زیر درس رہیں۔ ۱۹۷۳ء میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ حقانیہ سے جاتے وقت ۲۴۶ روپیہ مشاہیرہ وصول کرتے تھے۔

تفسیر میں کسبِ فیض

ترجمہ وتفسیر آپ نے ۱۳۷۸ء میں مولانا سمیع الحق کی رفاقت ومعیت میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

صاحب لاہوریؒ سے پڑھی پھر۱۳۸۲ھ میں استاذ العلماء حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ سے استفادہ کیا اور سند حاصل کی۔شیخ التفسیر حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ اور حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ سے بھی تفسیر پڑھیں۔

دوران درس تفسیر مشہور مناظر اسلام شیخ لال حسین اختر رحمۃ اللہ سے رد قادیانیت وملاحدہ وعیسائیت کے اسباق بھی لیے اور بعد میں اس قسم کے مختلف مناظروں میں شرکت بھی کی جن میں کامیابی حاصل کی۔

ازدواج مسنونہ

۱۹۶۰ء میں ازدواج مسنونہ عمل میں آیا شادی سے قبل مہتمم دارالعلوم کے نام ۷۰۰ روپیہ قرضہ حسنہ کیلئے ۸شوال ۱۳۷۹ھ کی درخواست ریکارڈ میں موجود ہے،۲۰۰۷کو زوجہ اول کے انتقال کے بعد ۲۰۰۸ء میں دارالعلوم حقانیہ کے فاضل مولانا مرحم اللہ حقانی کی بیٹی سے دوسرا عقد ہوا،موصوفہ کے لئے آپ نے گھر کے قریب مسجد دلشاد (جو زوجہ اول کے نام سے موسوم ہے) سے ملحق بنات کا ایک مدرسہ بھی قائم فرمایا۔

اولاد

آپ کے دو فرزند ہیں (۱) مولانا قاری امجد علی شاہ فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ ، (۲) مولانا حافظ ارشد علی شاہ، فاضل و مدرس جامعہ حقانیہ۔عمر کے آخری چند سالوں میں دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل ،آپ کے خاص تلمیذ مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب نے (جو آپ کے داماد بھی ہیں) بھرپور خدمت انجام دی۔

اعزازی اسناد

آپ کو دارالعلوم حقانیہ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے خصوصی سند کے علاوہ شیخ عبدالکریم کردیؒ صدر المدرسین مدرسہ قادریہ بغداد ،شیخ محمود نذیر طرازی مدنی ،مدرس مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ،استاد المحدثین مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ ،علامہ سید سلیمان ندویؒ ،شیخ بدر عالم میرٹھیؒ ،شیخ حفظ الرحمٰن سیوھارویؒ ،شیخ رسول خان ہزارویؒ ،شیخ مفتی شفیعؒ ،شیخ مفتی محمودؒ ،شیخ محمد یوسف بنوریؒ ،شیخ عزیر گلؒ ،شیخ نافع گلؒ ،امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ،شیخ الاسلام قاری محمد طیبؒ ،شیخ محمد علی جالندھریؒ ،شیخ الحدیث نصیر الدین غور غشتیؒ ،شیخ غلام غوث ہزارویؒ ،حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ کی بھی اعزازی سند واجازت حدیث حاصل رہا۔

قید وبند

۷۰ء میں مارشل لاء حکومت کی مخالفت کی پاداش میں قید وبند سے دوچار کیے گئے۔

حقانیہ سے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے داخلے کیلئے ناموں کی تجویز

۱۳۹۳ھ میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ لینے کے بعد عازم مدینہ ہوئے۔ اپنی یہ سرگزشت انہوں نے مجھے ایران کے ایک سفر کے دوران سنائی جو کچھ یوں ہے:

شیخ صاحب نے بات یوں شروع کی کہ میں معمولاً شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نام آئے ہوئے مکاتیب کے جوابات تحریر کرتا تھا۔ میرے اس سفر مدینہ طیبہ کا ذریعہ لاہور کے حکیم آفتاب احمد قرشی مرحوم بنے تھے' جو شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی کے فرزند تھے۔ اور مولانا سمیع الحق سے ان کا بڑا تعلق تھا۔ انہوں نے مولانا سمیع الحق کو پیشکش کی کہ آپ مجھے اپنے ادارے سے دو مستعد افراد کے نام دے دیں جنہیں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ بھیجا جائے۔ میں ایک عرصہ سے مدینہ جانے اور وہاں کسی طرح اقامت کا درد دل میں لئے تھا۔ اس سے قبل میں خشکی اور بحری راہوں کی خاک چھانتے ہوئے اردن کے شہر عقبہ' ایلہ وغیرہ سے ہوتے ہوئے مدینہ منورہ کی زیارت کر چکا تھا۔ مگر وہاں داخلہ اور قیام کی کوششوں میں کامیاب نہ ہوسکا۔ مولانا سمیع الحق کو یہ آفر ہوئی تو ایک دن مولانا سمیع الحق نے مجھے بتایا کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ والوں نے معلمین کے دوماہ شارٹ کورس کے لئے دو مدرسین کے نام حقانیہ سے طلب کئے ہیں۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ میرا نام بھی اس میں بھیجا جائے۔ کچھ دنوں بعد رمضان ۱۹۷۳ء کی بات ہے کہ میں دفتر اہتمام آیا تو حضرت شیخ الحدیثؒ، ناظم صاحب مولانا سلطان محمودؒ کے ساتھ ڈاک ملاحظہ کرنے کیلئے تشریف فرما تھے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ حضرت نے جامعہ اسلامیہ سے آئے ہوئے خط کو ایک سائیڈ پر رکھا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ حضرتؒ چاہتے ہیں کہ میری نظروں میں نہ آئے۔ حضرت ایک تو طویل تدریسی زندگی کے بعد اس عمر میں میری طالب علمی کو دیگر اہم خدمات کے مقابلے میں مناسب نہیں سمجھتے تھے اور دوسرا وہ نہیں چاہتے تھے کہ دارالعلوم حقانیہ کے کسی بھی کام میں خلاء آجائے۔ وہ فرماتے تھے کہ اللہ نے چاہا تو مدینہ منورہ حج اور زیارات کے مواقع ملتے رہیں گے۔ شاید مولانا سمیع الحق نے میری بات حضرت شیخ الحدیثؒ کو پہنچائی تھی میں حاضر ہوا تو مختلف مکاتیب کے جوابات تحریر کئے۔ در آخر میں نے خود حضرت سے عرض کیا کہ جی وہ جامعہ اسلامیہ والوں کو بھی کوئی جواب دینا ہوگا اس پر انہوں نے ناظم صاحب کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ ہاں وہ خط نکالو وہ خط جب میں نے پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ خط ہمیں بیس دنوں میں لاہور سے جامعہ اسلامیہ کے مستشار ثقافی کے دفتر سے پہنچا۔ ان دنوں پنجاب میں سیلاب آئے تھے شاید اسی وجہ سے وہ خط لیٹ پہنچا۔ میں نے خط پڑھ کر عرض کیا کہ جی اس کے لئے تو میں اور مولانا انوار الحق صاحب موزوں رہیں گے۔ اس پر مولانا صاحب نے غصیلے لہجے میں کہا کہ ہاں تم تو ہر جگہ کے لئے تیار بیٹھے ہو۔ اور فرمایا ادھر مولانا مفتی فرید صاحب بھی حج کے لئے گئے ہیں اور تم بھی جاؤ تو طلباء کو چھٹی دے دو۔ میں نے ڈرتے ہوئے عرض کیا کہ جی دو مہینے ہی کی تو بات ہے، اس بہانے ہم دونوں حج اور عمرہ ادا کرلیں گے۔

مولانا صاحب کچھ توقف کے بعد مان گئے۔ اور کہا کہ خط کا جواب لکھو۔ میں نے حضرت سے کہا کہ جی یہ خط کافی لیٹ ہو چکا ہے۔ جواب کے بجائے فون پر بات کرنی چاہئے۔ مولانا صاحب نے اس بات کی توثیق کرتے ہوئے فرمایا کہ میری طرف سے فون ملا کر بات کرو۔ اس زمانے میں ڈائریکٹ ڈائلنگ کی سہولت نہ تھی۔ ایکسچینج کے توسط سے نمبر ملائے جاتے تھے۔ میں نے اکوڑہ ایکسچینج ملاتے ہوئے لائن مین امیر علی قریشی مرحوم سے کہا کہ لاہور کا یہ نمبر ملائیے تو اس نے ادھر سے جواب دیتے ہوئے کہا باچاجی آپ کو پتہ نہیں کہ سیلاب آئے ہیں لائنیں خراب ہیں۔ میں نے اسے کہا کہ قریشی صاحب مدینہ منورہ کا کام ہے اگر ہو گیا تو تمہارے لئے وہاں جا کر دعا کریں گے۔ اس پر لائن مین نے کہا کہ اچھا یہ بات ہے تو کراچی کے لائن سے آپ کو ملا دیتا ہوں۔ اس طرح ٹیلی فون مل گیا میں نے بجائے اردو کے عربی میں مدیر مکتب کے بارے میں کہا کہ ابغی الشیخ خالدالحمدان، تو وہاں متعلقہ شخص نے مدیر مکتب کو فون تھمایا۔ جب اسے پتہ چلا کہ جامعہ حقانیہ کا مدیر بول رہا ہے تو اس نے بڑی توجہ اور محبت کے ساتھ سلام اور دعا کی۔ پھر اس نے خود ہی کہا کہ ابھی تک آپ کی طرف سے دو نام نہیں آئے۔ انہیں ٹیلی فون پر ہمارے نام دیئے گئے دفتر والوں نے کہا کہ ان کو کل یا پرسوں تک بمع اٹسٹڈ (Attested) اسناد کے لاہور بھیج دیں۔ ٹیلی فون پر بات کرنے کے بعد میں نے اپنے اور مولانا انوار الحق کے اسناد اٹھائے اور نوشہرہ میں اودھ کمشنر سے اٹیسٹ کروائے۔ واپس آکر مولانا انوار الحق سے کل لاہور جانے کا پروگرام طے کرنا چاہا تو اس نے بتایا کہ میں کل ہی تو لاہور سے آیا ہوں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ آپ میرے اسناد بھی ساتھ لے جا کر جمع کروادیں، انہوں نے مجھے اپنا بریف کیس بھی دیا کہ اس میں اسناد رکھیئے اس طرح محفوظ رہیں گے۔ شیخ صاحب نے دوران گفتگو کہا کہ اس زمانے میں ہماری غربت کا یہ عالم تھا کہ میرے پاس بریف کیس تک نہ تھا۔ اگلے دن میں لاہور پہنچا وہاں دیگر مدارس سے آئے ہوئے مدرسین سے بھی ملاقات ہوئی۔ اسی دن مدیر مکتب شیخ خالد نے ہمارا انٹرویو اور امتحان لیا۔ میرا انٹرویو لینے کے بعد انہوں نے کہا کہ آپ کا سلیکشن تو ہو گیا آپ کا دوسرا ساتھی کدھر ہے اور کیوں نہیں آیا میں نے ان سے کہا کہ وہ مدرسہ کے کام مصروف تھے اس لئے نہ آسکے۔ اس پر انہوں نے پوچھا کہ اس کی عربی کیسی ہے تو میں نے جواب میں کہا کہ وہ مجھ سے زیادہ اچھا بولتا ہے۔ اب انہوں نے مطمئن ہو کر مولانا انوار الحق کی سلیکشن بھی کروادی۔ اور مجھے بتایا کہ آپ لوگ دو تین دن تک لاہور ہی میں رہیں اس دوران آپ لوگوں کے جانے کے انتظامات ویزہ اور ٹکٹوں وغیرہ کا بندوبست ہو جائے گا آپ کو یہی سے کراچی بھیجا جائے گا۔

اس پر میں نے مدیر مکتب سے کہا کہ میں نے تفسیر شروع کر رکھی ہے جتنے دنوں تک ہمارے جانے کا پروگرام تشکیل پاتا ہے اتنے دن تک میں تفسیر پڑھا لوں گا۔ اس دوران ہمارے مدرسے کا نمائندہ روزانہ آپ کے دفتر سے رابطہ میں رہے گا۔ سوانہوں نے اجازت دی ۔ بعد میں میں نے اپنے کسی شاگردی کی ڈیوٹی لگائی، جو ان

دنوں وہیں تھا کہلوایا کہ اس دفتر سے رابطہ میں رہیں۔ میں نے واپس آکر دو تین نئے جوڑے سلوائے۔ مولانا انوار الحق کو بھی میں نے تیاری کرنے کا کہا۔ کچھ دنوں کے بعد ہمارا شیڈول اس طرح مرتب ہوا کہ براستہ کراچی سعودی ائیرلائن سے ہمیں جانا ہے۔ مولانا انوارالحق کو شیڈول سے آگاہی دی، تو انہوں نے بعض ذاتی گھریلو اور مدرسے کی ذمہ داریوں کی بنیاد پر نہ جانے کا فیصلہ کیا۔ میں پروگرام کے مطابق لاہور دفتر پہنچا تو انہوں نے مجھ سے دوسرے ساتھی کے بارے میں پوچھا میں نے ان سے بہانہ کیا کہ وہ بیمار ہے اس پر انہوں نے کہا کہ وہ تو ہمارا طالب علم ہے ان کو لاؤ تا کہ اس کا علاج کروائے۔ آخر میں نے انہیں کھل کر واضح طور پر بتایا کہ وہ نہیں جا سکتے۔ اب انہوں نے متبادل مانگا میں نے دارالعلوم حقانیہ کے فاضل مولانا عبدالقہار کا نام پیش کیا جو انہوں نے قبول کیا تاہم اس کے پاس پاسپورٹ نہ تھا اور وہ مقررہ مدت کے اندر پاسپورٹ نہ پیش کر سکا۔ ہمارے ایک دوسرے ساتھی سید اصغر علی شاہ صاحب نے بھی مجھ سے کافی اصرار کیا کہ میرا نام متبادل طور پر دیا جائے لیکن میں نے انہیں سمجھایا کہ متبادل کے لئے حقانیہ کا فارغ التحصیل اور حامل سند ہونا شرط ہے۔ بہرصورت اسطرح دوسری سیٹ ضائع ہوگئی۔

مدینہ منورہ کی روانگی

مجھے رمضان کے آخری عشرے میں کراچی بھیجا گیا جہاں دو تین دن میں مولانا عبداللہ کاکاخیل مرحوم کے ساتھ مقیم رہا۔ عید کے ایام قریب تھے' مجھے اس نے عید پاکستان میں گزارنے کا مشورہ دیا لیکن میں نے اسے کہا کہ جیسے بھی ہو میں پاکستان سے نکل کر مدینہ منورہ پہنچنا چاہتا ہوں۔ میرا شوق اور جذبہ بڑے عروج پر تھا اس لئے کہ اس سے قبل میں بری راستے سے حرمین شریف بڑے مصائب اور تکالیف کاٹ کر پہنچا تھا۔ کراچی میں سعودی ائیرلائن والوں نے مجھے براستہ ریاض ٹکٹ دیا۔ ریاض سے آگے جدہ مجھے دو دن بعد جانا تھا۔ تاہم کراچی سے جب میں جہاز میں سوار ہوا تو میرے ساتھ والی سیٹ پر ایک عرب بیٹھا۔ جس نے میرے ساتھ گفتگو کی اور میرے سفر کی نوعیت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے اسے اپنے جانے کا مقصد بیان کیا تو وہ بڑا خوش ہوا۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا کہ کراچی میں اس نے ایک مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھی۔ وہ بڑا زبردست مقرر تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ وہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ تھے۔ اس نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ وہ وزارت پٹرولیم میں آفیسر ہے۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ میرا ٹکٹ ریاض کا ہے۔ ریاض سے قبل جہاز دمام میں اترے گا۔ آپ اگر میرا ٹکٹ ریاض کے بجائے جدہ کر دیں تو نہایت مشکور رہوں گا۔ اس نے کہا کہ یہ کونسی مشکل بات ہے۔ دمام ائیر پورٹ پر اتر کر اس نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کا کہا اس کے استقبال کے لئے کافی افسران اور خدام آئے تھے۔ وہ مجھے سعودی ائیرلائن کے دفتر لے گئے۔ جہاں معلوم ہوا کہ دمام سے جدہ کیلئے دو گھنٹے کے بعد فلائٹ ہے۔ اس نے اپنے اثر رسوخ سے میری فلائٹ بجائے ریاض کے جدہ کر دی۔ میں نے دمام کے ائیرپورٹ کی مسجد میں غسل کر کے احرام پہنا' اور دو رکعت نماز پڑھ

کر عمرہ کی نیت کی۔ اور ذکر واذکار میں مصروف رہا' اذان فجر کے وقت جدہ پہنچا اس وقت جدہ کا پرانا ایئرپورٹ جدہ کے قریب تھا۔ ایئرپورٹ کے متعلقہ امور سے فارغ ہو کر باہر نکلا تو لوگ فجر کی نماز ادا کر چکے تھے۔ میں نے بھی ایک جگہ جائے نماز بچھا کر نماز پڑھی۔ پھر مکہ معظّمہ پہنچ کر مناسک عمرہ ادا کئے اور عازم مدینہ ہوا۔ زیارت سے فراغت پر جامعہ پہنچا۔

جامعہ اسلامیہ کے کلیۃ الشریعۃ میں داخلہ

مَیں پاکستان سے جانے والے ساتھیوں میں سے جامعہ اسلامیہ پہنچنے والا پہلا فرد تھا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے مجھے کہا کہ تمہاری عمر مقرر کردہ حد سے متجاوز ہے۔ اور میرے کاغذات پر لکھا سنه قدتجاوز من السن المحدود للالتحاق اس پر میں نے رئیس الجامعہ معالی الشیخ عبدالعزیز بن باز سے رابطہ کیا تو اس نے میری درخواست پر لکھا یسامح بأمثال هؤلاء اس کے بعد جب میں مدیر داخلہ کے پاس گیا تو اس نے مجھے لغت عربی میں داخل کرانا چاہا۔ میں نے اس کے ساتھ اس بات پر تکرار کیا کہ ہم تو الحمدللہ عربی پر اتنا عبور رکھتے ہیں کہ اپنے بلاد میں طلباء کو پڑھاتے ہیں۔ اس دوران ہماری یہ باتیں وہاں قریب بیٹھے جامعہ اسلامیہ کے استاد شیخ مجذوب جو شام کا رہنا والا عالم اور شاعر تھا سن رہا تھا۔ اس نے ہمارے بیچ آ کر مدیر کو سمجھایا کہ یہ طالب علم صحیح کہہ رہا ہے' اس کی باتوں سے تمہیں عربی میں اس کی مہارت معلوم نہیں ہو رہی؟ اس طرح مجھے کلیۃ الشریعہ میں داخلہ مل گیا۔ اور بعد میں میری وجہ سے دیگر پاکستان سے آنے والے آٹھ افراد کو بھی کلیۃ الشریعہ میں داخلہ دلوایا گیا۔ ہمارے ساتھیوں میں صرف ایک طالب علم مولوی بشیر صاحب جو آج کل اسلام آباد سے ''نداء الاسلام'' نامی رسالہ نکالتا ہے نے كليه الدعوة واصول الدين میں داخلہ لیا۔ اس زمانہ میں جامعہ اسلامیہ میں کلیۃ شرعیۃ اور کلیہ الدعوہ واصول الدین ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ دیگر کلیات نہ تھے۔ کلیۃ الشریعہ میں چار برس تک پڑھنے کے بعد اس کی تکمیل۔ تو پھر کہیں جامعہ والوں نے ہمیں واپس بھیجنا چاہا۔

ماجستیر (ایم۔فل) میں داخلہ

اس دوران جامعہ میں ماجستیر شروع ہوا۔ اس کے داخلے کے لئے نوٹس بورڈ پر شیڈول جاری ہوا۔ اس زمانے میں مولانا مصطفیٰ حسن صاحبؒ جو دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ میں سے تھے وہ بھی وہیں پڑھتے تھے۔ میں نے انہیں کہا کہ کیوں نہ ہم بھی ماجستیر میں داخلے کیلئے اپنے نام بھیجیں۔ لیکن اس نے میری بات کو رَد کرتے ہوئے کہا کہ ماجستیر میں صرف سعودیوں کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ درخواست دینے میں کیا حرج ہے۔ لیکن باوجود اس کے وہ نہ مانا۔ میں نے اپنی طرف سے درخواست لکھ کر جمع کی۔ ایک ہفتے بعد اعلان ہوا کہ ماجستیر میں داخلے کے لئے

شفوی امتحان فلاں تاریخ کو ہوگا۔ مقررہ دن پر میرا امتحان بھی لیا گیا میرے ممتحن نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے تفسیر میں کیا پڑھا ہے؟ اس کا مطلب جامعہ کے کلیۃ الشریعہ میں پڑھنے کے اعتبار سے تھا میں اس کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ میں نے اسے جواباً کہا تفسیر جلالین اور تفسیر بیضاوی ہے۔ وہ اس جواب پر بڑا خوش ہوا۔اس نے مجھ سے سوال کیا کہ ویدرؤ عنہا العذاب کا کیا معنی ہے؟ میں نے جواب میں یدفع عنہا العذاب کہا۔ اور مزید وضاحت کے لئے حدیث بیان کی کہ ادرء الحدود ما استطعتم پھر اس نے دوسرا سوال کیا کہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ امر کا صیغہ ہے اور امر کا معنی ہے قول القائل للمخاطب علی سبیل الاستعلاء افعل یہاں تو انسان اللہ سے کم تر عاجز و مخلوق ہے۔ تو پھر امر کا معنی کس طرح صحیح ہوگا۔ میں نے اسے جواب دیا کہ امر کے سولہ معانی ہیں۔ بہرصورت اس طرح میرا امتحان مکمل ہوا۔ بعد میں مولانا مصطفیٰ حسن نے مجھ سے امتحان کے بارے میں پوچھا میں نے اسے ساری صورتحال سے آگاہی دی۔ کچھ دنوں بعد ماجستیر کے داخلے میں کامیاب طلباء کی فہرست آویزاں ہوئی پاکستان سے گئے ہوئے ہمارے ۹/افراد کی جماعت میں سے صرف میرا داخلہ ہوا۔ ماجستیر میں ہمارا وظیفہ بھی بڑھ گیا۔ ہم ماجستیر میں پڑھ رہے تھے کہ اس دوران جامعہ میں دکتورا بھی شروع ہوگیا۔ جب ہم نے ماجستیر کی تکمیل کی تو میں نے دیکھا کہ جامعہ اسلامیہ کے غیر ملکی طلباء کے کاؤنٹر پر میرا پاسپورٹ رکھا ہوا ہے۔ میں نے جب واپسی کا تصور کیا تو غم اور خفگی کی کوئی حد نہ رہی۔ شیخ عبداللہ العقلا اس زمانے میں وکیل شؤن الحرمین تھے اس کے ساتھ میری شناسائی اور ربط و تعلق اس وجہ سے کافی پُرانی تھی کہ میں دوران حج و عمرہ حرم شریف میں پاکستان و ہندوستان سے آئے ہوئے حجاج کو مناسک حج بیان کرتا تھا۔ میں اور دیگر ماجستیر مکمل کرنے والے غیر ملکی طلباء جن کے بارے میں خروج کا فیصلہ ہوا تھا' اس کے پاس گئے اور انہیں اپنی خواہش سے آگاہ کیا کہ ہم یہاں سے دکتورا کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ہمارے بلاد میں اس ترتیب سے اسباق اور دکتورا نہیں ہوتے۔ انہوں نے جامعہ اسلامیہ کے رئیس سے ہماری سفارش کی جو انہوں نے قبول کی۔ اور ہمیں دکتورا کے داخلہ امتحان میں بٹھایا گیا۔ جن آٹھ غیر ملکی طلباء کی سفارش وکیل شؤن حرمین نے کی تھی ان میں چار کامیاب ہوئے جن میں ایک میں بھی تھا۔ اس طرح چار سال دکتورا میں لگے۔

دکتورا (پی ایچ ڈی) کے رسالہ تفسیر حسن بصری کا مناقشہ

جب میں نے دکتورا کا رسالہ تفسیر حسن بصریؒ مکمل کیا تو جامعہ نے میرے مناقشے کیلئے دکتور ربیع ہادی مدخلی کو مقرر کیا۔ موصوف کو میں پاکستان کے دورے پر آنے کے موقع پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی حیات میں دارالعلوم حقانیہ بھی لایا تھا۔ میں نے اپنا رسالہ اس کے پاس جمع کیا۔ جامعہ کا دستور یہ تھا کہ جب رسالے کی تکمیل ہو جاتی تو طالب علم پر وظیفہ بھی بند کر دیا جاتا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد رمضان کے مہینے میں حرم شریف میں میرے مشرف نے مجھے اطلاع دی کہ دکتور ربیع ہادی مدخلی نے آپ کے رسالے کے مناقشے سے انکار کیا۔ میں اس پر بڑا خفا

ہوا کہ اتنا عرصہ میرا رسالہ عبث روکا گیا اگر انکار کرنا ہی تھا تو ابتداء سے کر دیتے۔ میں اسی وقت حاجی انعام اللہ آف شبقدر مقیم مدینہ کو ساتھ لے کر ان کی مسجد جو بیر عثمان کے قریب تھی گیا۔ ظہر کی نماز میں نے اس کی امامت میں پڑھی۔ میں نماز کے بعد اس کے گھر گیا۔ ملاقات کے بعد اس سے اپنے رسالہ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ فی صالحك أن لاأناقش رسالتك، مجھے بڑی حیرت ہوئی اور اسے کہا کہ آپ مجھے یہ لکھ کر دے۔ اس نے رئیس جامعہ کے نام لکھ کر دیا أني لا اناقش رسالة الشيخ شيرعلى شاه واني مستعد لاى رسالة اخرىٰ، میں صبح رئیس کے پاس یہ تحریر لے کے گیا تو وہ مجھ پر الٹا غصہ ہو کر برسا اس نے کہا کہ تم بار بار اس کے گھر جاتے ہو اس لئے اس نے تمہارے رسالہ کے مناقشہ سے انکار کیا۔ میں نے اسے بتایا کہ واللہ میں دو دفعہ کے علاوہ اس کے گھر گیا ہی نہیں ہوں۔ پہلی دفعہ رسالہ جمع کرنے کیلئے اور آخری دفعہ کل رسالہ واپس لینے کیلئے۔ رئیس نے مجھے کہا کہ اگلے جلسے میں ہم آپ کا رسالہ کسی دوسرے استاد کو دیں گے۔ پھر میرے رسالہ کا مناقش حماد سلامیٰ بجیری مقرر کئے گئے' جو مصر کے رہنے والے تھے۔ اس نے مجھے بتایا کہ پہلے میری آنکھوں کا آپریشن ہوگا اس کے بعد جب ٹھیک ہو جاؤں گا تو پھر تمہارے رسالے کو دیکھوں گا۔ اسکے بعد مناقشہ ہوگا۔ تقریباً ڈیڑھ سال اسی میں گزرا۔ اس کا مناقشہ بھی ہر اعتبار سے سخت اور مشکل تھا۔ سارا مناقشہ کیسٹوں میں محفوظ ہے۔ ہر ہر بات کی وہ جڑ ڈھونڈتا اور اعتراضات کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں بھی کامیابی سے نوازا اور میں پہلی پوزیشن کے ساتھ کامیاب ہوا جبکہ دکتور عمر یوسف جس نے تفسیر حسن بصری کا پہلا حصہ مکمل کیا ہے جو آج کل حرم مدینہ منورہ میں مؤذن ہے اس نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔ دکتورا کی تکمیل کے بعد شیخ احمد زہرانی جو شؤن الدعوہ کے مدیر تھے' نے ہماری تعیناتی وزارت عدل میں کروادی۔ وہاں ہمارا کام ترجمانی کرنا تھا۔ اس ملازمت میں ہمیں مشاہرہ بھی کافی ملتا۔ لیکن میں مطمئن نہ تھا۔ اس لئے کہ یہ ساری علمی تگ ودو ہم نے ترجمان بننے کیلئے تو نہ کی تھی۔ اسی وجہ سے ہمیں کئی دن تک نیند بھی نہیں آئی۔ آخر شیخ زہرانی کے پاس ہم دوبارہ گئے تو انہوں نے کہا کہ اگر آپ یہاں پر خوش نہیں تو پھر آپ کو پاکستان کے کسی دینی مدرسے میں تدریس کے لئے بطور مبعوث بھیجا جائے گا۔ میں اس پر بڑا خوش ہوا اور میں نے خواہش ظاہر کی کہ مجھے دارالعلوم حقانیہ بھیجا جائے۔ لیکن انہوں نے بتایا کہ ہم اسی طرح آپ کو نہیں بھیج سکتے لانرسل مبعوثنا الابالطلب ہمارے پاس پاکستان کی فائل ہے اس کو منگوا کر دیکھتے ہیں کہ کن کن مدارس نے ہم سے اساتذہ طلب کئے ہیں۔ فائل منگوائی گئی تو اس میں پاکستان کے دو مدارس دارالعلوم کراچی اور جامعہ ابی بکر کراچی کی طرف سے طلب آئی تھی۔ انہوں نے مجھے ان دو میں سے کوئی ایک منتخب کرنے کا اختیار دیا۔ میں نے دارالعلوم کراچی کو ترجیح دی۔ اس طرح مجھے پاکستان میں تعینات کر کے بھیجا گیا۔ یہاں جب واپس آیا تو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق (رحمة الله عليه رحمةً واسعةً) کو خبر ہوئی تو وہ بڑے خفا اور ناراض ہوئے۔ بعد میں میں نے ان کو ساری صورتحال تفصیل سے بتائی کہ میں احسان فراموش نہیں ہوں

اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اپنی طرف سے خود حقانیہ کیلئے درخواست لکھ جمع کرتا۔انہوں نے پھر مطمئن ہوکر فرمایا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ سے مانگوں گا کہ تمہیں حقانیہ لے آئے۔دارالعلوم کراچی میں کچھ عرصہ گزرنے کے بعد شیخ احمد زہرانی پاکستان کے دورے پر کراچی آیا تو اس نے میرے نام رقعہ بھیجا کہ فلاں جگہ آکر مجھ سے ملو میں ملاقات کیلئے اپنے ہمراہ حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان کو بھی لے کر گیا۔اس نے شیخ زہرانی کو کافی تحفے تحائف دیئے اور ساتھ ہی اس سے درخواست کی کہ مجھے جامعہ احسن العلوم میں تعینات کرے۔دارالعلوم کراچی میں کافی شیوخ ہیں ہمارا مدرسہ احسن العلوم اس اعتبار سے یتیم ہے۔انکی ہمارے ہاں کافی ضرورت ہے۔شیخ زہرانی نے جاتے ہی میرا تبادلہ جامعہ احسن العلوم کراچی کردیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے مرض وفات میں مولانا منصور الرحمان صاحب (جو شیخ الحدیث مولانا زرولی خان صاحب کے خصوصی رفقاء میں سے ہیں) انکی عیادت کیلئے ہسپتال گئے تو انہوں نے میرے بارے میں ان سے تفصیلی پوچھا کہ کون کونسی کتابیں پڑھاتا ہے اور پھر اس مجلس میں فرمایا کہ ہم بھی اللہ سے مانگیں گے کہ شیر علی شاہ حقانیہ واپس آئے' کچھ عرصہ بعد سعودی سفیر کے اثر ورسوخ کو استعمال کرتے ہوئے مولانا جلال الدین حقانی نے منبع العلوم میرانشاہ میں میری تعیناتی کروائی ،شوال ۱۴۱۷ھ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ کی علالت و فالج کے بعد دارالعلوم حقانیہ میں مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کی کوششوں سے شاہ فہد مرحوم کے ذریعہ سعودی حکومت کی طرف سے تعیناتی ہوئی۔ یقیناً یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے منہ کا گفتہ تھا جو سچ بن کر سامنے آیا...... ع قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

تالیفات

آپؒ کی تصنیفات و تالیفات میں مکانة اللحیة فی الاسلام ، تفسیر الحسن البصریؒ ، زبدة القرآن، حول حرکة طالبان، زادُ المنتھی شرح ترمذی، تفسیر سورة الکھف وغیرہ شامل ہیں۔

مسجد اعظم گڑھ اکوڑہ خٹک اور دارالعلوم میں سالانہ دورہ تفسیر

شعبان و رمضان کی تعطیلات میں ایک طویل عرصہ تک علماء وطلباء کو آپ اکوڑہ خٹک میں اپنی آبائی مسجد واقع اعظم گڑھ میں دورہ تفسیر باقاعدگی سے پڑھاتے رہے، حقانیہ میں دوبارہ تعیناتی کے بعد یہ سلسلہ دارالعلوم کی جامع مسجد میں منتقل ہوا،جس میں ہر سال تین چار ہزار تک فضلاء ،علماء اور طلباء ملک کے دور دراز علاقوں سے شرکت کرتے۔ وفات سے تین سال قبل پیرانہ سالی کے سبب یہ سلسلہ باامر مجبوری منقطع ہوگیا۔احقر نے بھی سات، آٹھ

مرتبہ تفسیر میں کسبِ فیض پایا۔ اس دوران کچھ تفسیری افادات قلم بند کرنے کا موقع بھی ملا جس پر شیخ صاحب نے دعائیہ کلمات یوں تحریر فرمائے:

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفىٰ أما بعد،فقد طالعت بعض الصفحات التى سجلها فضيلة الشيخ مولانا عرفان الحق سلمه الله تعالىٰ أثناء الدرس فوجدتها مستوعبة لاهم الموضوعات والمسائل ،بارك الله فى علومه واعماله ورزقه مزيد التوفيق ولإخلاص نشر التراث الاسلامى وبث الوعى الدينى وجعله فوق كثير من خلقه انه ولى التوفيق وهو المستعان وعليه التكلان وصلى الله تعالىٰ على اشرف رسله وخاتم انبيائه وعلىٰ آله واصحابه اجمعين

شير على شاه خادم الطلباء بجامعه دارالعلوم الحقانيه اکوڑه خٹك ١٦-٦-١٤٢٢ھ

آپؒ دورہ تفسیر میں طلباء کا داخلہ، حاضری، کھانے اور اسناد کا اجراء وغیرہ کا کام اکثر میرے ذمہ لگا دیتے جو میرے لئے بڑی سعادت وشرف تھا جس سے افسوس اب ہم محروم ہوگئے۔

یاس وحسرت کی فضا چھائی ہوئی ہے چار سو

برق غم سے مضطرب احساس کا خرمن ہے آج

نالہ اندوہ ہے ہر بانگِ مرغانِ سحر

نوحہ فریاد ہر آہنگِ جان و تن ہے آج

دختر حضرت شیخ وزوجہ مولانا ضیاء الرحمٰن

شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی گھریلو زندگی

یوں تو انسان کو اپنی زندگی میں کسی نہ کسی چیز پر فخر ضرور ہوتی ہے مجھے بھی اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے ساتھ اس بات پر فخر ہے کہ میں نے چودھویں صدی کے عظیم ترین انسان، شیر کامل جسے دنیا شیخ العرب والعجم سے جانتی ہیں کے گھر میں اور کرہ ارضی کے سب سے افضل شہر مدینہ میں آنکھیں کھولی۔

میں اپنے عظیم باپ کی سب سے چھوٹی اکلوتی تو نہیں مگر لاڈلی بیٹی ضرور ہوں، کیونکہ میری رفاقت آپ سے مدینہ منورہ میں رہی اور اس کے علاوہ پاکستان سے حج یا عمرے کے جتنے اسفار ہوئے سب میں میں ساتھ رہی یہی وجہ ہے کہ آپ مجھ سے باقی بیٹیوں سے زیادہ محبت کرتے تھے اگر میں آپ کی جگر پارہ تھی تو آپ بھی میری بدن کے روح، دل کی دھڑکن، آنکھ کی نور، مرجع وماوی اور مؤدت ومحبت کی آخری کرن وآرزو تھے میری رگ وریشے میں آپ کی عقیدت والفت آپ ہی کی شفقت ومحبت کے جام بھر بھر کر پلانے سے ایسی رچ بس گئی تھی گویا میرے دل ودماغ میں آپ کے علاوہ کوئی نہیں ہو، اور کیوں نہ ہوتے کیونکہ آپ کی گھریلو زندگی اتنی بے تکلفانہ تھی جس کا نمونہ شائد کسی خاندان یا کنبہ میں ملے آپ کے جلال وجمال کے چند خاکے نذرِ قارئین کر رہی ہوں۔

دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین ودنیا کا سبق تیری حیات

ہمدردی امت

افغانستان کی مہاجرین اور قبائلی متاثرین ہمارے علاقے کے گردوپیش میں آباد ہیں ان کی بوڑھی سائل عورتیں گھر گھر بھیک مانگا کرتی ہیں جب کوئی عورت ہمارے گھر آتی تو داجی فوراً کچھ دینے کو فرماتے اور پھر خوب روتے کہ یا اللہ امت کے حال پر رحم فرما اور شکر ادا کرتے کہ یا اللہ ہمیں اس قابل بنایا کہ کسی مجبور سے ایک دو روپیہ معاونت کرے۔

حقوق العباد

ہمارے معاشرے میں بیٹیوں کو باپ کے مال سے کچھ نہیں دیا جاتا آپ نے ہم سب بہنوں کو علیحدہ گھر دیئے ہیں سب کو اپنا حصہ دیا ہے اس کے باوجود روز فرماتے کہ جس کو کوئی ضرورت ہو اور یہاں میسر ہو تو بن پوچھے

لے جایا کرو اور اگر کسی کے متعلق آگاہ ہوتے کہ وہ اپنی بہنوں یا بیٹوں کو حق نہیں دیتا تو بہت ناراض ہوتے اور اسے ظالم ٹھہراتے۔

گھر میں کام کاج

شفقت پدری کی انتہا نہ تھی کبھی کبھار از خود ہمارے لئے کھانا (سالن) تیار کرتے اور ہمارے منع کرنے کے باوجود پیار و دل لگی کے لئے ایسا کرتے ایک دن ساگ میں مرغی پکائی واہ کیا مزہ تھا سب نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور داجی کو خوب داد دی۔

سادگی

کبھی خربوزہ (تربوز) سے کھانا تناول فرماتے کبھی سرکہ سے اور کبھی انگور سے لیکن انگور بہت زیادہ کھاتے اور فرماتے کہ اگر میں سب سے زیادہ انگور کھانے کی قسم اٹھاؤں تو حانث نہیں ہوجاؤں گا، کھانے میں کبھی کوئی شکایت نہیں کی ہم جو پیش کرتیں مزے سے کھاتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے۔

اہتمام سنت

سنت کی از حد اہتمام فرماتے حتی کہ چھوٹی بچیوں کی کوئی ایسی لباس دیکھتے جس میں آستین نہ ہو تو بہت ناراض ہوتے اور صحیح لباس پہنانے کی تاکید کرتے۔

صفت جلال وجمال

داجی کے جمالی صفات کو تو دنیا جانتی ہیں کہ آپ اخوت و بھائی چارگی، پیار ومحبت اور ہمدردی کے کس پیمانے کے مالک تھے مگر جلال بھی غضب کا رکھتے تھے آپ ایک محنت کش کسان بھی تھے امی جی نے مرغیاں پال رکھی تھی وہ داجی کی فصل (کھیت) کو خراب کرتی داجی تاکید سے فرماتے کہ ان کو باندھ کر رکھا کرو لیکن وہ چھوڑ دیتی تھی ایک دن داجی جلال میں آکر سب مرغیوں کو ذبح کردئے گئے کہ قصہ ہی ختم ہو جو تقریباً دو درجن کے قریب تھی۔

صلہ رحمی

رشتہ داری بہت اچھے طریقے سے نبھاتے سب سے یکساں سلوک کرتے فرق وامتیاز نہیں رکھتے تھے اتفاق واتحاد کی بہت تاکید فرماتے ایک ایک رشتہ دار کا بنام پوچھتے تھے۔

الغرض آپ کی نشست و برخاست، طنز ومزاح، رشتہ داروں، اولاد واحفاد اور گھریلو زندگی کے سینکڑوں ایسی واقعات ہیں جو امت مسلمہ کیلئے خاندانی اور اجتماعی زندگی میں ایک اسوہ حسنہ ہے اور مشعل راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ والد بزرگوار کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ اللھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ

مولانا اسرار ابن مدنی

حیات و خدمات قدم بہ قدم

نام وولدیت: حضرت مولانا سید شیر علی شاہ بن مولانا سید قدرت شاہ

پیدائش: ۱۱ شعبان ۱۳۴۹ھ بمطابق ۱۹۳۰ء

جائے پیدائش: اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ خیبر پختون خواہ پاکستان

ابتدائی تعلیم: 1361ھ 1942ء میں تعلیم القرآن حقانیہ ہائی سکول سے چہارم جماعت پاس کی۔

☆1362ھ بمطابق 1944 بمطابق1943ء کو شعبہ عربی میں داخلہ لیا اور فاضل دیوبند مولانا قاضی حبیب الرحمٰنؒ سے استفادہ کیا۔

☆1363ھ بمطابق 1944ء کو اپنے والد محترم سے فارسی نظم اور صرف ونحو کی ابتدائی قواعد پڑھی۔

☆1364ھ بمطابق 1945ء کو مولانا عبدالرحیمؒ المعروف قصابانو حاجی صاحب سے فارسی کی چند کتابیں پڑھیں۔

☆1365ھ بمطابق 1946 کو جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث پیر کرم شاہ المعروف بہ باچا گل صاحب سے کافیہ مع الترکیب، بدیع المیزان، اور میبذی پڑھیں۔

☆1366ھ بمطابق 1947ء کو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سالانہ تعطیلات پر دارالعلوم دیوبند سے تشریف لائے تو آپ نے دوبارہ کافیہ تحریر سنبٹ اور میبذی وغیرہ ان سے پڑھیں۔ (دورہ کیا)

☆1367ھ بمطابق 1948ء کو شرح الجامی ونور الانوار وغیرہ پڑھیں۔

☆1368ھ بمطابق 1949ء کو مختصر المعانی اور ہدایہ پڑھیں۔

☆1369ھ بمطابق 1950ء کو شرح العقائد، جلالین وغیرہ پڑھیں۔

☆1370ھ بمطابق 1951ء کو مشکوۃ شریف پڑھی۔

☆1373ھ بمطابق 1953ء کو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

☆1373ھ بمطابق 1953ء کو جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لے گئے اور تین ماہ تک مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ سے استفادہ کیا اور شیخ الحدیث کے نام درخواست تدریس لکھی اور اسی سال آپ کی تقرری ہوئی جو تقریبا ۲۰ سال تک پڑھاتے رہے۔ (1953ء سے 1973ء)

☆1373ھ مطابق 1953ء کو ۱۸ رمضان المبارک کو دارالعلوم سے مستعفی ہوئے اور شیر کیرہ (درہ آدم خیل) ہائی سکول میں عربی ٹیچر مقرر ہوئے۔

☆1378ھ بمطابق 1958ء میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ علیہ سے تفسیر پڑھی اور مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر صاحب رحمہ اللہ سے ردقانیت وعیسائیت کے اسباق پڑھے۔

☆1379ھ بمطابق 1960ء کو حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ سے دورہ تفسیر کیا۔

☆1383ھ بمطابق 1963ء کو شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ سے دورہ تفسیر کیا۔

☆1393ھ بمطابق 1973ء کو بیس سال درس وتدریس کے بعد عازم مدینہ منورہ ہوئے اور جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔

☆1394ھ بمطابق 1974ء کو عالیہ کی ڈگری حاصل کی۔

☆1403ھ بمطابق 1983ء کو عالمیہ کی ڈگری حاصل کی۔

☆1406ھ بمطابق 1986ء ماجیستر کیا۔ جس کا مقالہ تفسیر سورۃ کہف تھا۔

☆1408ھ بمطابق 1988ء کو دکتوراہ (پی ایچ ڈی) کی ڈگری حاصل کی جسکا مقالہ تفسیر حسن بصریؒ کے نام سے شائع ہوا

☆1409ھ بمطابق 1989ء کو مسجد نبویؐ میں بحیثیت مدرس مقرر ہوئے اور تقریباً ڈھائی سال تک پڑھاتے رہے۔

☆1409ھ بمطابق 1992ء کو دارالعلوم کراچی میں مدرس مقرر ہوئے اور ایک سال تک تشنگان دین کو سیراب کرتے رہے

☆1413ھ بمطابق 1993ء کو جامعہ احسن العلوم کراچی میں تدریسی خدمات سرانجام دی۔

☆1414-15ھ بمطابق 1994-95ء کو دو سال تک مدرسہ منبع العلوم میران شاہ میں پڑھایا۔

☆1416-17ھ بمطابق 1996ء کو واپس حقانیہ تشریف لائے جو اکتوبر 2015 کو تادم آخر تک پڑھاتے رہے

☆آپ کا کل زمانہ تدریس سینتالیس سال (47) بنتے ہیں جس میں چالیس سال تدریسی خدمات جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں گزارے۔

☆1428ھ بمطابق 2008ء کو آپ نے دوسری شادی کی جبکہ آپکی اہلیہ اول ایک سال قبل 2007 کو وفات پا چکی تھی۔

☆1437ھ بمطابق 2015ء کو طویل علالت کے بعد بروز جمعہ قبل صلوۃ العصر 29 اکتوبر بمطابق ۱۶ محرم کو غروب ہوگیا

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

علمی جامعیت اور فضل وکمال

محدثانہ جلالت قدر، مفسرانہ عظمت شان، علمی فتوحات اور تدریسی خدمات

گئے جس بزم میں روشن چراغ حسن سے کردی
بہار تازہ آئی تم اگر گلزار میں آئے

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی
نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم کراچی

مولانا شیر علی شاہؒ کی رحلت

پچھلے دنوں ہمارے ملک کی ایک نہایت قیمتی متاع حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب رحم اللہ ہم سے جدا ہوکر اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ان کے جنازے میں اطراف پاکستان اور افغانستان کے جس انبوہ غفیر نے شرکت کی، اس کی مثال اس خطے میں نہیں ملتی اور یہ ان کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کی ایک روشن مثال ہے۔ وہ اصلاً دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے فارغ التحصیل تھے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہٗ کے شاگرد خاص اور منظور نظر۔ پھر اسی مدرسے میں تدریس شروع کی، تو اس کے مایۂ ناز استاذ قرار پائے جو نہ صرف طلبہ بلکہ اساتذہ کے لئے بھی ایک مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان سے میری سب سے پہلی ملاقات 1967 میں اس وقت ہوئی جب میں اپنے محبّ مکرم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم سے ملاقات اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحم اللہ کی زیارت کے لئے اکوڑہ خٹک حاضر ہوا۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے ان سے تعارف کرایا اور بتایا کہ وہ انکے ہم سبق رہے ہیں اور دونوں کی دوستی بے تکلفی کی آخری حدود میں تھی۔ ان سے مل کر اسی وقت دل نے ان کی طرف ایک کشش محسوس کی۔ ان کی باتوں میں علمی اور ادبی لطائف وظرائف نے انکے ساتھ مجلسوں کو گل وگلزار بنائے رکھا۔ چند ہی دنوں میں انکے علمی اور ادبی ذوق سے بڑی مناسبت پیدا ہوگئی۔ اس کے ساتھ ان کے تدین، خوش اخلاقی اور عبادت گذاری کا بھی گہرا نقش قائم ہوا اور اسی مختصر عرصے میں ایسا محسوس ہوا کہ ہم ایک دوسرے کو مدت سے جانتے ہیں۔

پھر اکوڑہ خٹک کے ایک اور سفر میں بھی انکی رفاقت میسر رہی اور اکوڑہ سے بالاکوٹ تک ان کے ساتھ بڑا پرلطف سفر ہوا جس میں ان کے مزید جوہر کھلے۔ انہیں عربی زبان میں گفتگو پر قدرت بھی تھی اور اسکا شوق بھی تھا، اس لئے اس معاملے میں ہم ذوقی نے ان سے اور زیادہ قریب کردیا۔ پھر انہیں مدینہ منورہ میں جاکر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تکمیلی تعلیم کا شوق پیدا ہوا اور جب مجھے اسکی اطلاع ملی، تو مجھے حیرت بھی ہوئی کہ ان جیسی قابلیت کا شخص کسی اور یونیورسٹی کا کیوں رخ کرے؟ لیکن اندازہ یہ ہوا کہ انہیں جامعہ کی ڈگری لینے سے زیادہ اصل شوق مدینہ منورہ کے بابرکت قیام کا تھا اور غالباً یہی وجہ تھی کہ انہیں ڈاکٹریٹ کے لئے جو موضوع ملا تھا، اسے مکمل کرنے میں انہیں کسی بڑی مدت کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ مختصر مدت ہی میں یہ کام کامیابی سے کرسکتے تھے، لیکن انہوں نے

شاید مدینہ منورہ کے قرب کے شوق میں ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھنے میں معمول سے زیادہ مدت لگادی۔ان کا موضوع حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کی تفسیر سے متعلق تھا اور انہوں نے خود حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کی سوانح پر اتنا بھر پور کام کیا کہ غالباً ان کی شخصیت پر ایسا کوئی اور کام دستیاب نہیں ہے اور اس دوران نہ صرف مدینہ منورہ کے فضائل سے سیراب ہوتے رہے، بلکہ وہاں تعلیم پانے والوں میں عقیدہ وعمل میں جو کوتاہیاں نظر آتی تھیں، ان کا بڑی حکمت، تدبر اور میانہ روی سے سدباب کرنے کی کوشش۔

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران جب کبھی میری وہاں حاضری ہوتی، تو ان سے ملاقات ہوتی تھی، مگر اب ان کی وہ باغ وبہار مجلسیں جن کا تجربہ میں نے اکوڑہ خٹک میں کیا تھا، انتہائی سنجیدہ، بامقصد اور درد دل کی باتوں میں تبدیل ہوچکی تھیں۔ ایک سے زائد مرتبہ میری مدینہ منورہ حاضری کے وقت انہوں نے جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ کے ساتھ غیر رسمی اجتماع کا اہتمام بھی فرمایا، جس میں میری خواہش تھی کہ وہ خطاب فرمائیں، لیکن انکے اصرار پر مجھے ہی کچھ کہنا پڑا، اور اس طرح وہاں کے اساتذہ اور طلبہ سے قرب بھی پیدا ہوا، اور علماءِ دیوبند کے مآثر اور ان کی خدمات کو اجاگر کرنے کا موقع ملا۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد انہوں نے کچھ عرصہ ہماری درخواست پر دارالعلوم کراچی میں بھی حدیث کی تدریس کی خدمات انجام دیں، جو ہم سب کیلئے باعث صد مسرت تھیں لیکن حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم کا انکے یار غار ہونے کی حیثیت سے یقیناً حق زیادہ تھا، اس لئے وہ پھر وہیں تشریف لے گئے اور اپنے اسی مادری ادارے کو اپنے فیوض کا مرکز بنایا جہاں وہ صحیح بخاری کی تدریس میں مشہور ومعروف تھے۔

ان کے دل میں امت مسلمہ کا خاص درد تھا اور بالخصوص پاکستان میں اسلامی شریعت کا نفاذ ان کی سب سے بڑی آرزو تھی۔ چنانچہ اس سلسلے میں بھی انہوں نے تقریر وتحریر سے اپنا فریضہ ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ افغانستان میں تحریک طالبان نے امارت اسلامیہ کے نام پر اسلامی حکومت قائم کی تو ان کی ہمت افزائی کی اور ان کی رہنمائی میں وہ آخر تک پیش پیش رہے اور افغانستان کے طالبان انہیں اپنا استاذ اور مربی تصور کرتے تھے اور وہ یقیناً اس کے لائق تھے۔بعض اوقات اپنے اس پرخلوص جذبے کے تحت ان پر غلبہء حال کی سی کیفیت بھی طاری ہوجاتی تھی۔اس کے باوجود اعتدال کی روش سے انہوں نے عملاً کبھی انحراف نہیں کیا، لال مسجد کے قضیے کو سلجھانے میں بھی انہوں نے بہت کوشش کی، لیکن مقدرات سے کوئی نہیں لڑسکتا اور وہ حادثہ ان ساری کوششوں کے باوجود اس وقت کے صدر کی ہٹ دھرمی سے پیش آکر رہا انا للہ وانا الیہ راجعون افغانستان میں ان کے اثرات کا معمولی سا اندازہ انکے جنازے کے شرکاء کے ناپیدا کنار سمندر سے ہوسکتا ہے جو ہزاروں میل کے سفر کرکے جنازے کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے لئے وہاں پہنچے۔

وفات سے شاید دو تین سال پہلے مجھے مولانا سمیع الحق صاحب نے اپنی کتاب ''مکاتیب مشاہیر'' کی تقریب رونمائی کے لئے مدعو کیا تھا۔اس موقع پر وہ بڑی حد تک صحت مند تھے اور اس موقع پر انکے اور مولانا سمیع الحق کے ساتھ بڑی پر کیف مجلس رہی جس میں بزرگوں کے تذکرے کے علاوہ شعر وشاعری کا دور بھی چلا۔حاضرین نے مجھے اپنا ٹوٹا پھوٹا کلام پیش کرنے کا بھی اصرار کیا اور میں نے ان کی خواہش کی تعمیل بھی کی۔اس وقت ان پر بیماری کے شدید اثرات ظاہر نہیں ہوئے تھے۔ہم اپنے عہد شباب کے واقعات بھی بے تکلفی سے یاد کرتے رہے، اور انہوں نے بڑی محبت اور شفقت سے رخصت کیا۔

اس کے بعد حضرت مولانا سمیع الحق کی نئی معرکۃ الآراء کتاب ''منبر حقانیہ سے خطبات مشاہیر'' کی تقریب منعقد ہوئی اور انہوں نے مجھے میری ناکارگی کے باوجود اس تقریب کے مہمان خصوصی کے طور پر پھر مدعو فرمایا۔اس وقت مولانا شیر علی شاہ صاحب بہت بیمار اور صاحب فراش تھے۔ہم ان کی عیادت کے لئے گئے، وہ کرسی پر تشریف بیٹھے ہمارے منتظر تھے۔چہرہ حسب سابق کھلا ہوا تھا، اور ظاہری طور پر کسی بڑی بیماری کے اثرات نظر نہیں آرہے تھے۔میں نے اس پر خوش کا اظہار کیا تو فرمایا کہ:

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے!

لیکن انداز وادا سے کچھ یوں محسوس ہورہا تھا کہ یہ روشن چراغ اپنی آخری لو دے رہا ہے۔انہوں نے جلسے میں حاضری سے بھی معذرت کرلی، ورنہ ان سے یہ ممکن نہیں تھا کہ اپنے جگری دوست مولانا سمیع الحق صاحب اور مجھ ناکارہ کی جلسے میں موجودگی کے باوجود وہ تشریف نہ لائیں۔چنانچہ اس مبارک تقریب میں ان کی غیر موجودگی سے یقیناً مجلس میں پھیکا پن محسوس ہوا اور آخر کار یہ ثابت ہوا کہ یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی۔

کچھ ہی عرصے کے بعد میں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم کو ایک اور کام کے لئے فون کیا، تو انہوں نے اس کام کا ذکر کرنے سے پہلے یہ جانگداز خبر سنائی کہ مولانا شیر علی شاہ صاحب ہمیں داغ مفارقت دے گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ان کی وفات سے امت نہ صرف ایک مایۂ ناز عالم سے، بلکہ ملک وملت کے ایک ایسے خاموش اور درویش صفت رہنما سے بھی محروم ہوگئی جس کا نفس وجود فتنوں کے دور میں امت کی ڈھارس کا باعث ہوا کرتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں جنت عالیہ میں مقامات خاص سے نوازیں اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرما کر انکے فیوض ومآثر کو قائم ودائم رکھنے کی توفیق خاص مرحمت فرمائیں۔آمین:

ہرگز نہ میرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جرید عالم دوامِ ما

مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہؓ

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ ایک جامع الکمالات شخصیت

سانحۂ ارتحال (۱۶؍محرم الحرام ۱۴۳۷ھ/۳۰؍اکتوبر ۲۰۱۵ء)

جمال میں جلال

چہرۂ انور سے مترشح تمام تر علم وحلم، بردباری، تواضع وانابت اور خاکساری، ہر ادا، زاویۂ حیات کے ہر پہلو سے اُبلتی ہوئی شرافت، چھلکتی ہوئی مروّت اور سرتا پا جمال ہی جمال، مگر جب غیرت وحمیّت اور جہاد وعزیمت کی بات آتی تو تمام تر جلال ہی جلال تھے، مگر بایں ہمہ اخلاق اور تہذیب وشائستگی کے حدود سے تجاوز کو گناہ سمجھتے تھے۔ ۷۹ یا ۸۰؍سال کے پیٹے میں تھے، امراض وعوارض، کمر کے آپریشن اور بار بار دل کے دوروں کے شدت رہتی تھی، بڑھاپے نے رہی سہی کسر پوری کردی تھی، اس عمر اور ایسے حالات میں جھنجھلاہٹ، چڑچڑاپن اور غصہ آنا عام سی بات ہوجاتی ہے مگر بایں ہمہ اساتذہ، طلبہ ومعاصرین اور تلامذہ ومتعلقین سے کبھی بے مزہ ہوئے اور نہ ناراض، نہ کبھی سخت لہجے میں بات کی اور نہ شاگردوں کی کوتاہیوں پر آزردہ ہوئے اور نہ افسردہ۔

قرآنی علوم ومعارف کے فروغ سے عشق تھا

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ ہمہ پہلو اور ہمہ جہت جید عالم دین تھے، وہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے بڑے سعادتمند خاص بافیض اور موفق من اللہ لائقِ صد تقلید استاذ تھے، ان کا درس مقبول ومحبوب ہوا کرتا تھا، درسِ قرآن بھی امتیازی شان کا اور درسِ حدیث بھی ممتاز ہوا کرتا تھا۔ جن دنوں جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں احقر اور مولانا مفتی غلام الرحمٰن مدظلہٗ دورۂ تفسیر پڑھایا کرتے تھے ان ایام میں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ بھی مدینہ منورہ سے تشریف لے آتے اور اپنے حصے کے قرآن کا درس دیا کرتے تھے۔ اور جب جامعہ حقانیہ میں ان کے علمی اور تدریسی مشاغل مستقل ہوگئے اور ہم لوگ اپنے اداروں میں منتقل ہوگئے تو وہ تن تنہا دورۂ تفسیر پڑھاتے۔ علماءٔ اساتذہ اور، مدرسین بھی فیض حاصل کرتے، ہر درجے کے طلبہ بھی اور گھروں میں طالبات اور جمیع خواتین بھی فیض حاصل کرتیں۔ حضرتؒ کو قرآن کے درس، قرآنی علوم ومعارف اور قرآنی تعلیمات کے فروغ کا عشق تھا۔ گذشتہ کئی سالوں سے اپنے

گھر میں خواتین کے لئے درسِ قرآن کا مستقل سلسلہ شروع کر دیا تھا، جس کی افادیت کی ایک دُنیا معترف ہے اور الحمد للہ کہ خواتین میں اس کے بہت سے اسلامی انقلابی اثرات ظاہر ہوتے رہے۔ ان کے درس میں اصل اہداف کا بیان ہوتا اور قرآن و حدیث کا مغز بیان فرماتے، وہ حسب ضرورت بقدرِ ضرورت گفتگو فرماتے طلبہ جس سے فائدہ اُٹھاتے متعلقہ موضوع کو سمجھتے اور ان کی تقریر و معارف کا سمیٹنا طلبہ کے لئے آسان ہوتا۔

ہمہ جہت فروغِ علم کے مساعی

درسِ قرآن میں ان کی گفتگو مفکرانہ، مدبرانہ اور مؤرخانہ ہوا کرتی تھی۔ ہاں درسِ حدیث میں علماءِ دیوبند کی طرح محدثانہ اور فقیہانہ شان غالب رہتی تھی۔ ان کی تقریر اور درسی گفتگو کا لب ولہجہ بہت پاکیزہ ہوتا، ان کے لفظ لفظ سے شرافت ٹپکتی، علم چھلکتا اور روحانیت کے انوار برستے تھے، وہ اتحادِ اُمت اور نفاذِ شریعت کے داعی تھے، ان کی ہر تعبیر اور ہر زاویۂ گفتگو سے دین کا درد، زوالِ اُمت کا کرب، ایک مخلص داعی کی بے قراری اور اضطراب اور اُمت کی زبوں حالی کا بے کراں دُکھ چھلکتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

سامعین و حاضرین اور طلبہ و عامۃ المسلمین ان کے درس و بیان کی تمام خوبیوں کو یکساں طور پر محسوس نہیں کر پاتے تھے کہ ہر ایک کی استعداد اور ذہنی سطح یکساں نہیں تھی مگر ہر سامع، شریک درس اور ہر طالب علم اپنے اپنے ظرف اور مبلغ فہم کے مطابق ان سے علمی فائدہ ضرور اُٹھاتا تھا۔

ذوقِ عبادت، پیکر اخلاص اور استقامت

موصوف کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص وللّٰہیت، تبتل الی اللہ اور انابت کا بھی ذوقِ خاص عطا فرمایا تھا، وہ شب زندہ دار، مجاہد اور بہت ہی خوش اوقات عالم دین تھے، اسفار و امراض، اعذار و عوارض، بے پناہ مشاغل، اور جان توڑ مصروفیات بھی کبھی ان کی باجماعت نماز میں خلل انداز نہیں ہوسکتی تھیں۔ بایں ہمہ آخرِ دم تک نہ تو شب بیداری ان سے چھوٹنے پائی نہ تہجد گزاری میں کوئی فرق آیا اور نہ اپنے شیخ محدث جلیل حضرت مولانا عبدالحقؒ سے علمی وراثت میں ملنے والی آہِ سحر گاہی کبھی فوت ہوسکی۔ وہ مجاہد تھے عظیم مجاہد، اس حوالے سے وہ فارس بالنھار تھے، مگر دن بھر کی تھکاوٹ، جہادی سرگرمیوں اور ہمہ جہتی علمی و دینی مساعی کے باوصف وہ عملاً راھب باللیل تھے ان کے حضر و سفر کے رفقاء اور اہل خانہ ان کی اس صفت کے نہ صرف عینی شاہد بلکہ ان کے ایثار و قربانی کے قائل بھی تھے، انہوں نے جن اساتذۂ کرام سے استفادہ کیا تھا وہ اپنے وقت کے اولیاء اللہ تھے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے کافیہ سے دورۂ حدیث تک کتابیں پڑھی تھیں، حضرت شیخ ہی نے انہیں شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کے ہمراہ امامِ لاہوریؒ سے دورۂ تفسیر پڑھنے کے لئے ان کی بارگاہِ فیض میں بھیجا تھا، انہوں نے مردِ قلندر حضرت درخواستیؒ سے بھی دورۂ تفسیر پڑھا تھا،

الغرض حضرت ڈاکٹر صاحب کے شیوخ واکابر صرف حرفِ علم ہی کے عاشق زار نہ تھے بلکہ وہ علم وعمل دونوں کے شہ سوار تھے، ان حضرات کی دامنِ رُشد وہدایت سے جو بھی وابستہ ہوا، وہ صحیح معنوں میں عالم باعمل بنا۔

مسجد سے تلازم اور نمازِ باجماعت کا اہتمام

احقر کو حضرتؒ سے ملاقات وقربت اور صحبت کے بہت مواقع ملے، اسفار اور دینی مدارس کے اجتماعات میں بھی یکجا ہوجایا کرتے تھے، ہوائی جہاز اور گاڑی میں یکجا سفر کے بہت مواقع ملے، انہیں بہت قریب سے دیکھنے، اور برتنے کی سعادت حاصل رہی، راقم الحروف نے انہیں درس وتدریس، فروغِ علم، اور جہادی اُمور میں سبقت و جنون کی طرح اعمال' اور سنن ومستحبات پر عمل کے لئے بھی ہر وقت مستعد پایا، اسی ذوقِ عبادت کی تکمیل کیلئے انہوں نے مسجد فاطمہ کے بعد اپنے گھر کے قریب اپنا پلاٹ وقف کر کے مستقل مسجد بنائی تاکہ ضعف وعلالت اور کمزوری کی وجہ سے وہ مسجد فاطمہ نہ جاسکیں تو گھر کے قریب کی مسجد میں نماز پڑھ لیا کریں گے، موسم جاڑےء کا ہو یا لو کا، برسات کی جھڑی ہو یا رات کی تاریکی وہ مسجد پہنچنے کا اہتمام کرتے اور باجماعت نماز ادا کرتے، انہوں نے اپنی زندگی کی آخری نماز بھی ڈاکٹروں اور ہسپتال عملے کے شدت سے منع کرنے کے باوجود بھی مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کی، عبادت کا ذوق، ذکر الٰہی کا شوق، تلاوت، اوراد ووظائف کی پابندی، ان کے ذاتی اعمال کا امتیازی وصف تھا۔

خلاصہ یہ کہ حضرت ڈاکٹر صاحب ایک عظیم مدرس' عظیم محدث' مؤلف' اور داعی اور جہادی میدان کے سرگرم قائد تھے، اسکے ساتھ ساتھ ایک متقی، خدا ترس، اتباعِ سنت کے پابندی، سچے عاشق رسول، مدارس کے سرپرست اور زاہد وشب زندہ دار عالم دین تھے، ان کی عظمت کا یہی وصف درحقیقت سب سے زیادہ نمایاں وصف، اور ان کی عظمت کے ہار کا سب سے قیمتی موتی تھا، جس کے بغیر سارے کارنامے لفظِ بے معنیٰ اور نقشِ ناتمام بلکہ سعیٔ ناکام ہوتے ہیں ......

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا ، بے آہِ سحر گاہی

مولانا عبدالحقؒ کے دامن سے وابستگی کے ثمرات

حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ' شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے اوّلین تلمیذِ خاص اور ان کے دستِراست، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اوّلین طالب علم اور مولانا عبدالحقؒ کے خوانِ علم، سلوک واحسان کے ممتاز خوشہ چینوں میں تھے، انہوں نے اپنے شیخ ومربی اور محسن کی احسانی و روحانی تعلیم وتربیت اور ایمانی حرارت اور ذوقِ عبادت وکمالِ عبدیت کی وجہ سے صرف دارالعلوم کے تعلیمی اور روحانی ماحول ہی میں فائدہ نہیں اُٹھایا بلکہ ملک وملت

کے بھرپور خدمات، درس وتدریس کے بلند ترین ملکات اور اوّلاً اپنے شیخ مولانا عبدالحقؒ اور انکے بعد مادرِعلمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کے ساتھ فروغِ علم کی مساعی میں بھی ان کی نفسِ تاثیر کو جذب کیا تھا۔ اگرچہ انہیں تواضع وانکساری، خاکساری وفروتنی اور عبدیت وفنائیت یقیناً ان کے والد مرحوم اور خاندانی بزرگوں کے موروثی رنگ کی عکاس ہے، مگر ان کی شوخی، جرأت، بہادری، جہادی ولولے، نفاذِ شریعت کے جذبے، یقیناً شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی صحبت کے رہینِ منت تھے۔

جہادی حوالے سے صفِ اوّل کے رہنما

ان تمام تر مشاغل ومصروفیات کے ساتھ ساتھ حضرت ڈاکٹر صاحب میدانِ جہاد کے جان نثار وجانباز اور پرجوش، صف اوّل کے ان تھک رہنما تھے، روسی اور امریکی سامراج کے مقابلہ میں اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر انہوں نے سرفروشانہ حصہ لیا، مادرِعلمی دارالعلوم حقانیہ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کے شانہ بشانہ مجاہدانہ وار چلتے رہے۔ علمی، تدریسی اور دعوتی وتبلیغی مشاغل کے باوصف زبان وبیان اور حرکت وعمل کی ساری توانائیوں کے ساتھ جہادی تحریک کے انتہائی فعال، مخلص اور سچے سپاہی کا بے مثال کردار ادا کیا وہ کبھی ساحل کے تماشائی نہ بنے، جب بھی وقت آیا تن من دھن کے ساتھ میدانِ عمل میں کود پڑے۔ روسی اور امریکی سامراج کے خلاف نفرت وعداوت کا جو تخم شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مردِقلندر حضرت درخواستیؒ نے ان کے قلب میں بویا تھا وہ اس باشعور مخلص عالم دین، جہاد آشنا اور جہادی مشن کا ادراک رکھنے والے دردمند مجاہد ومحدث کے دل میں ایک مضبوط ومستحکم تناور اور ثمرآور درخت بن گیا تھا۔

انہیں امراض واعذار نے گھیر رکھا تھا، ان کا جسم منحنی ہوگیا تھا، بیماریوں نے انہیں ضعیف اور صحت کے حوالے سے کمزور کردیا تھا، ان کی ظاہری بدنی حالت، سادگی وبے تکلفی، کمالِ تواضع وانکساری دیکھ کر قطعاً یہ اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا کہ اس دُبلے پتلے اور نسبتاً ایک کمزور ڈھانچے میں شیر دل شخصیت چھپی ہوئی ہے جن کے فولادی عزم، مجاہدانہ جرأت کو استعماری حکومتوں کی کوئی چال اور تدبیر سیاست چیلنج نہ کرسکی، نہ حالات کی سختیوں، شدید مزاحمتوں، فقروغربت، ناداری ومسکنت، اپنوں کی بے رُخیوں اور مارِآستین دوستوں کی منافقتوں نے ان کے عزم وحوصلہ اور پائے استقلال میں کبھی کوئی لرزش پیدا کرنے میں کامیابی حاصل نہیں کی۔

اندازِ تدریس

حضرت ڈاکٹر صاحب کو درسِ نظامی کے تمام علوم سے بھرپور مناسبت تھی، ان کا علم ٹھوس تھا، جب ان کی شعور کی آنکھیں کھلیں تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے دامن میں تھے، انہوں نے طالب علمی کے آغاز ہی سے اپنی

تمام ذہنی صلاحیتوں کو یکسوئی، محنت اور لگن کے ساتھ صَرف کیا، ان کا مطالعہ بڑا عمیق تھا، غور وفکر اور تدبر ان کی طبعی افتاد تھی، درس میں ان کی رواں تقریر اور مختصر بیان، طلبہ کے لئے بہت مفید تھا، ان کے لئے مسئلہ کا فہم وتفہیم، اخذ و ہضم اور انتقال بہت آسان تھا۔ ان کا تدریسی انداز مختصر اور ماقلّ و دلّ کا مظہر ہوا کرتا تھا۔

جود وسخا

مولاناؒ کا ایک خاص وصف ان کا جود وسخا، اپنے احباب اور رفقاء بلکہ خدام اور طلباء کا خیال ولحاظ تھا، ایک مرتبہ مجھے از خود ارشاد فرمایا کہ تمہاری ''توضیح السنن'' کی تصحیح بالخصوص عربی عبارات اور ان کے اعراب کی درستگی کا کام شروع کر دیا ہے، مجھے ایک گونہ حیرت بھی ہوئی اور تعجب بھی کہ کہاں میں ایک حقیر طالبعلم اور کہاں حضرت کی علمی شان اور عظمتیں؟ دوسرے روز فرمایا: کل صبح میرے ہاں آنا، مشورہ بھی کرینگے اور ناشتہ بھی۔ میں حاضر خدمت ہوا ناشتہ کیا؟ ایک مکمل دعوت تھی اور حضرتؒ کے جود وسخا کی بارش۔ توضیح السنن کی تصحیح اور عربی عبارات کے اعرابات کے عزمِ مصمم کو دُہرایا، میرے لئے بہرحال یہ لائق صد فخر بات تھی اگرچہ یہ کام پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا مگر جتنا بھی ہوا مثالی تھا۔

فنائیت وایثار

مشن کے حوالے سے کس قدر بے لوث، مخلص اور جان نثار تھے، اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ گوجرانوالہ میں مجاہدین کی بہت بڑی کانفرنس تھی، مولانا فضل الرحمٰن خلیل اور ان کے رفقاء داعی تھے، پنڈال تاحد نگاہ بھرا ہوا تھا، شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہؒ صدرِ جلسہ تھے، میرا بیان ختم ہوا اور میں نے اجازت چاہی تو حضرتؒ نے مجھے آہستہ سے کان میں فرمایا کہ میں نے تمہارے ساتھ جانا ہے۔ احقر کو ایک گونہ مسرت ہوئی کہ حضرتؒ سے صحبت بھی رہے گی، رفاقت بھی اور ایک گونہ خدمت بھی، بالآخر راستے میں پوچھ ہی لیا کہ حضرت! یہاں آنا کیسے ہوا؟ فرمایا: ٹیکسی ملی نہیں، بسیں رُکتی نہیں تھیں، ایک تیز رفتار ڈبہ آیا، تو مجھے دیگر سواریوں کے ساتھ چھت پر بٹھا لیا اور الحمد اللہ کہ گوجرانوالہ بروقت پہنچا دیا۔ ایثار وقربانی اور اس دور میں مشن سے والہیت ولگاؤ کی ایسی مثالیں کوئی پیش کرسکتا ہے؟ ہاں! واپسی پر میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور غلبۂ نوم کی وجہ سے سوگیا۔ ''رفیق عزیز'' ڈرائیونگ کر رہے تھے اور حضرتؒ سارے راستے میں اسے بیدار رکھنے کے لئے لطائف' ظرائف سناتے رہے اور انہیں سارے راستے مصروف رکھا تاکہ ڈرائیور پر نیند غالب نہ آجائے۔

مولانا قاری عبداللہ
سابق مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

وفا اور کاملیت کا عکسِ جمیل

کتابوں کی دنیا میں قرآن مقدس کے سات ماہرین ائمہ کرام کو بدور سبعہ کہا جاتا ہے یعنی سات چمکتے ہوئے چاند، مرشد تھانویؒ نے جمال القرآن کو لمعات پر تقسیم کیا ہے جو کہ انتہائی باریک معنون اشارہ ہے اس لئے کہ کیونکہ وہ دل والے ہیں سب کچھ اشارات سے کرتے ہیں۔

عشاق مدینہ کی فہرست

مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والی خلاصہ کائنات انے جب ہجرت کی تو مدینہ منورہ کے میزبانوں نے اس مہمان عالم کا استقبال کیا وہ عظیم ترانہ طلع البدر علینا سے ہے بدر کی عظمت لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا ہے جس میں حضرت جامی باباؒ اور محدث دہلویؒ سے لیکر حضرت ندویؒ کے کاروان مدینہ تک حضرت ندویؒ نے تو کاروان مدینہ میں کلیجہ نکال کر کاغذ پر رکھ دیا ہے مدینہ سے عشق رکھنے والوں کی لمبی داستان سفر ناموں کی صورت میں موجود ہے جس میں حضرت گیلانی باباؒ حضرت ابوالوفاء صاحبؒ حضرت نانوتویؒ وغیرہ کے نام شامل ہیں مدینہ منورہ سے عشق کی حدتک لگاؤ رکھنے والا ایک شیر علی شاہ بھی تھے جس نے وہاں پڑھا پڑھایا بھی مگر یہ لگاؤ تا دم وفات رہا۔

ہیرا ہفت رنگ

حضرت شیخ الحدیث کو اللہ نے دیگر خواص سے بھی نوازا تھا علم سے وابستہ تھے، اسکی گہرائی پر عبور حاصل تھی مگر علم برائے علم نہ تھا، علم کا منشاء عمل سے سرشاری تھا حدیث کی باب جب کھولتے تو محدث کبیر نظر آئے جب قرآن کریم کی تفسیر بیان کرنے لگتے تو تفسیر کا حق ادا کرتے ہوئے مفسرین کے صف اول میں نظر آئے جب کبھی تصنیف کے میدان میں قدم رکھا تو ایسا کارنامہ انجام دیا کہ علمی دنیا حیرت زدہ رہ گئی جبکہ تقریر میں وہ شہنشاہ خطابت تھے، فصاحت وبلاغت اسکے زبان مبارک کی لونڈی تھی اور دل میں ایسا درد رکھتے تھے جو کبھی قرار نہ پائی بالخصوص مجاہدین کیساتھ تعلق کی وجہ سے تو امام المجاہدین کے لقب سے یاد کئے گئے۔ حضرت شیخ کی یہ آبائی سرزمین شاہ اسماعیلؒ کی آہوں کی سرزمین ہے اسی کے بارے میں سید القلم والنسب ابن خلکان ہند مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے ایسا جملہ کہا تھا جو حرف آخر ہے ”کہ اکوڑہ خٹک کا نام میرے لئے بہت کشش رکھتا ہے“ جسکی تفصیل سیرت سید احمد شہیدؒ میں موجود ہے۔

وفا کی عظیم مثال

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے استاذ ومشفق سید المحدثین مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کا تعلق بھی اسی سرزمین سے ہے اور مادر علمی بھی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ہے۔

اکثر چراغ تلے اندھیرا ہوتا ہے حضرت شیخ رحمہ اللہ نے موقع غنیمت پاکر اپنی سرزمین مادر علمی اور استاد محترم سے وفاداری کا ایسا ثبوت دیا کہ ان مذکورہ تینوں کو چمکایا اور خود بھی چمکے یہ وفاداری کی عظیم مثال بہت کم دیکھنے میں نظر آتی ہے۔

انسان کے اندر دو قسم کے کمالات ہوتے ہیں کسبی بھی وہبی بھی چونکہ حضرت شیخ نسباً سید تھے اس لئے انہوں نے وہبی کمالات کے ساتھ ساتھ کسبی کمالات سے خوب فائدہ اُٹھایا اور کسب فیض بھی ایسا...... جو شیخ الاسلام والمسلمین حضرت حسین احمد مدنیؒ کے جلال وجمال کا عکس تھا۔

اتفاقاتِ زمانہ

اسی طرح مدینہ منورہ کے بڑے بڑے شیوخ عظام سے کسب فیض کیا تفسیر حسن بصریؒ پر کام کیا حسن بصریؒ خود سید التابعین محدثین ومفسرین کے قافلہ کے درشہسوار تھے زمانہ کے اتفاقات بھی عجیب ہوتے ہیں کہ لکھنے والا حضرت شیخ شیر علی شاہ صاحبؒ اور اقوال حضرت شیخ حسن بصریؒ کے ہیں آپ خود اندازہ لگائیں کہ کتنی بابرکت چیز امت کے سامنے پیش کی ہے حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے قدموں سے لیکر حضرت حسن بصریؒ کے قدموں تک جو کچھ برکات اور انوارات تھے انہوں نے حاصل کئے، یہ تو دل والے جانتے ہیں پتہ نہیں کتنے انوارات وبرکات لیکر اس دارفانی سے دائمی زندگی کیلئے روانہ ہوئے یہی وہ برکات تھے جو قبر سے خوشبو کی شکل پھوٹے اور حضرت شیخ رحمہ اللہ برصغیر کے عظیم مفسر حضرت امام لاہوریؒ سے شرف تلمذ رکھتے تھے جبکہ حضرت لاہوریؒ حضرت مولانا حسین علیؒ صاحب اور حضرت غور غشتویؒ کی برکت ہے ان موفق من اللہ لوگوں کی برکات حضرت شاہ رحمہ اللہ کو نصیب ہوئی۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سے تعلق تا آخر رہا مگر یہ تعلق ایسا کہ جسمیں خادم ومخدوم کا اندازہ بہت مشکل تھا جو حقیقی محبت پر دلالت کرتا ہے ظاہر ہے کہ محبت یک طرفہ نہیں ہوتی طرفین سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ انکے برکات اور انوارات دارالعلوم حقانیہ پر تا قیامت جاری وساری رکھیں آمین۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن
مہتمم جامعہ عثمانیہ پشاور

استاد محترم کی علمی عظمت

میرے اساتذہ کی فہرست نامکمل رہے گی جب تک اس میں عصر حاضر کے نابغۂ روزگار اور ہر دل عزیز استاذ حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب نوراللہ مرقدہ کا تذکرہ نہ ہو۔دارالعلوم حقانیہ میں جب میں نے داخلہ لیااس وقت آپ دارالعلوم حقانیہ میں فوقانی درجات کی کتابوں کے استاذ تھے۔ میں نے آپ سے نورالانوار، سلم العلوم، دیوان متنبیؔ اور قرآن مجید کی تفسیر پڑھی۔ چونکہ میرے درجہ سادسہ پڑھنے کے دوران آپ ''جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ'' تشریف لے گئے، اس لیے درس نظامی کی کتابوں میں مزید استفادہ کا موقع نہ مل سکا،البتہ رمضان المبارک میں آپ وطن تشریف لاتے تو دورۂ تفسیر پڑھانے کا اہتمام فرماتے جس میں شرکت کا مجھے بھی موقع ملتا۔

آپ اکوڑہ خٹک کے سادات خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔آپ کے والد محترم جناب الحاج مولانا قدرت شاہ صاحب (مرحوم) اپنے وقت کے دیندار اور علم دوست شخص تھے ان کی درس نظامی سے مستقل فراغت کا اندازہ مجھے نہیں، لیکن اکوڑہ خٹک کے علمی حلقہ میں لوگ آپ کو ''غازی استاذ'' کے نام سے یاد کرتے تھے۔ادب فارسی اور فقہ سے دلی شغف تھا۔حضرت مولانا سید شیر علی صاحب کے بیان کے مطابق فقہ اور فارسی کی ابتدائی کتابیں آپ نے اپنے والد محترم سے پڑھیں۔

نامور اساتذہ

حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ ،حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر اساتذہ سے استفادہ حضرت مولانا سید شیر علی صاحب کی خصوصیت ہے۔آپ ہر استاذ کی خوبیوں کے امین تھے۔

تدریسی خدمات

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، دارالعلوم کراچی نمبر5، جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی اور منبع العلوم میران شاہ میں آپ نے تدریس کی اور ہزاروں کی تعداد میں تلامذہ نے آپ سے استفادہ کیا۔

میں ایام طالب علمی میں آپ کی مسجد محلّہ اعظم گڑھ اکوڑہ خٹک میں کئی سال امام رہا اور مدینہ منورہ جانے

کے بعد آپ کی جگہ خطابت کی ذمہ داریاں میں نبھاتا رہا۔اس لیے مجھ پر آپ کی خاص توجہات رہیں۔متنبّی میں نے آپ سے خارجی طور پر پڑھی ،جس کے لیے میں روزانہ فجر کی نماز کے بعد آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہوتا جہاں ناشتہ آپ کے دسترخوان پر کرتا اور سبق بھی پڑھتا تھا، اس کے ساتھ آپ کے برخوردار سید امجد علی شاہ کو آٹھویں کلاس کی ریاضی اور انگلش پڑھاتا۔تفسیر اور ادب عربی سے آپ کا خاص تعلق رہا، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے آپ نے تفسیر میں ''پی ایچ ڈی'' کی۔ ماجیستر میں سورۃ کہف کی تفسیر پر عظیم علمی مقالہ لکھا اور دکتورہ (پی ایچ ڈی) میں تفسیر حسن بصری پر کام کیا۔الحمد للہ دونوں مقالات کو علمی حلقوں میں بڑی پذیرائی ملی۔

تین علوم سے خصوصی تعلق

اگر چہ درس نظامی کے جملہ فنون پر آپ کو عبور حاصل ہے اور ہر فن کی اہم کتابیں آپ نے بار بار پڑھائیں تاہم میرے اندازے کے مطابق تین علوم سے آپ کو دلی شغف رہا:

(۱) قرآنی علوم سے آپ کو گہرا رابطہ رہا، چنانچہ ماجیستر اور دکتورہ میں تفسیر پر کام آپ کے دلی لگاؤ کا بین ثبوت ہے۔رمضان المبارک میں چھٹیوں کے موقع پر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے علاوہ پشاور اور میران شاہ میں کئی بار آپ نے دورۂ تفسیر پڑھایا۔عصر حاضر اور ماضی قریب میں گزرے ہوئے شیوخ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ نے بڑا فیض حاصل کیا۔ حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کی قرآن فہمی کے آپ امین رہے، اس لیے آپ کے درس میں ان شیوخ کے فیوضات کی جھلک نمایاں رہتی ہے۔

(۲) دوسرا اہم فن جس میں آپ ''امام'' کا لقب پانے کے حق دار ہیں وہ ادب عربی ہے۔اگر چہ آپ پندرہ سال سے زائد عرصہ دارالہجرہ میں مقیم رہے اور عالمِ عرب کے بڑے بڑے شیوخ سے استفادہ کیا اور کئی عرب علماء کے لیے مرجع رہے اور لغت عامیہ یا جدید عربی کا بہت مطالعہ کیا لیکن اس سے پہلے آپ کا ادب عربی سے گہرا تعلق رہا۔لمبے لمبے قصیدے آپ کو ازبر یاد رہتے اور ایک محفل میں بیٹھ کر سینکڑوں اشعار سنانے میں کوئی دقت محسوس نہیں رہتی۔ادب سے وابستگی عموماً انسان کو شعر وشاعری کے میدان میں لے جاتی ہے اور تمام تر توانائیاں شعر گوئی میں ختم ہو جاتی ہیں لیکن بحمداللہ حضرت کے ادبی ذوق نے شاعرانہ ذوق بنانے کی بجائے قرآن سے گہری مناسبت پیدا کردی۔چنانچہ ادبی ذوق کی وجہ سے

تفسیر میں آپ جب ادب عربی کا قرآن سے متأثر ہونے کا جائزہ لیتے تو قرآن کا اعجازی پہلو نمایاں رہتا۔ آپ فصیح عربی میں بڑی روانی اورآسانی کے ساتھ گفتگو اورتقریر کرتے ہیں، بڑے بڑے عرب علماء اس کے سامنے حیران رہتے ہیں۔ بدقسمتی سے پشتون معاشرہ میں قدردانی کے فقدان کی وجہ سے معاشرہ آپ کی علمی صلاحیتوں کے استفادہ سے محروم رہا۔ اگر ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی سے سرزمین ہندکوفخر حاصل ہےتو پاکستان کی سرزمین آپ کی عربی دانی پر یقیناً فخر کرتی ہےلیکن کاش اس معاشرہ میں آپ کی صلاحیتوں کوجلاملتی تو کتنا اچھاہوتا۔

(۳) تیسرا اہم فن جس سے آپ کی گہری مناسبت اورطبعی ذوق پردارالعلوم حقانیہ کا دارالحدیث گواہ ہے آپ کئی سالوں سے علوم حدیث کوزندگی دے چکے ہیں۔ بخاری اورترمذی جیسی اہم کتابیں ہمہ وقت آپ کے درس میں رہتی ہیں بلکہ دارالعلوم حقانیہ میں شعبہ تخصص فی الحدیث کے حوالہ سے آپ علوم حدیث کے لیے ماہرین تیارفرماتے تھے۔

تدریس کے علاوہ جہادی میدان سے آپ کا گہراتعلق رہاہے۔ جہاد افغانستان کے حوالہ سے آپ کی خدمات کی وجہ سے لوگ آپ کو’’امام المجاہدین‘‘ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جہادِ افغانستان کے عملی میدان میں متحرک رہنے کی وجہ سے آپ کی ذات کئی رازوں کی امین ہے۔

جود وسخا، عجز وانکساری،قرآن وحدیث سے گہری وابستگی، جفاکشی،ادب عربی پرعبور اورعصرحاضر کے مسائل پرتنقیدی ذوق کی وجہ سے آپ علمی حلقہ میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

رب کائنات حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے مرقد پرلامتناہی انوارات وبرکات نازل فرمائے۔آمین۔

ان للّٰہ ما أخذ ولہ ما اعطیٰ و کل شیء عندہ بأجل مسمی

مولانا فضل محمد یوسفزئی
مدرس علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

علم وعمل کا بادشاہ

جمعہ ۱۶محرم الحرام ۱۴۳۷ھ بمطابق ۳۰ اکتوبر۲۰۱۵ء بروز جمعہ پاکستان کے چوٹی کے علماء کے سرخیل جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ علیہ اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف کوچ فرماگئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

آپ ساتھیوں سے جدائی کے وقت اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے میں بھی انکی جدائی پر وہی شعر پڑھتا ہوں۔

وجلا الوداع من الحبیب محاسنا
حسن العزاء وقد جلین قبیح

یعنی جدائی نے دوست کی بہت سی ایسی خوبیاں ظاہر کردیں کہ انکے ظاہر ہونے کے وقت صبر جمیل بھی قبیح ہوگیا۔

ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کی شخصیت

حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن مبارکؒ کی طرح ساری انسانی ممدوحہ صفات سے نوازا تھا، میں اس قابل نہیں ہوں کہ آپ ہمہ جہت صفات کو قلم کی نوک پر لاؤں، البتہ اپنی وسعت واستطاعت کے مطابق آپ کی زندگی کے چند نمایاں پہلوں کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے حضرت کے ساتھ کئی اسفار اور کئی مجالس میں اکٹھا رہنے کا موقع دیا تھا تو میں اسی روشنی میں کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں، میں بلوچستان چمن کے حضرت مولانا عبدالغنی حقانی صاحب رحمہ اللہ علیہ اور اکوڑہ خٹک کے حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کو اس دور کے مجتہدین علماء میں سے سمجھتا ہوں اور دونوں سے مجھے بے حد محبت تھی ......

میں تین عنوانات کے تحت حضرت ڈاکٹر صاحب کی شخصیت سے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

ہمہ جہت صفات کے مالک

یہ پہلا عنوان ہے اس کے تحت میں ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی زندگی کی نمایاں خصوصیات اور ممتاز صفات کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔

جذبۂ جہاد

ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب میں اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ کُوٹ کُوٹ کر بھرا تھا اور اس جذبہ کو شیخ التفسیر ولی کامل حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے اور پھر شیخ التفسیر ولی کامل عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ نے مزید روشن کر کے شعلۂ جوالہ بنادیا چنانچہ حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی کا مشغلہ جہاد رہا، روس نے جب افغانستان پر یلغار کر کے مکمل قبضہ جمالیا تو مجاہدین کی تعلیم وتربیت میں حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ علیہ کا بہت بڑا کردار رہا، جلال الدین حقانی صاحب کی معیت میں تمام محاذوں میں جا کر آپ نے مجاہدین کو بڑا حوصلہ دیا اور ہر مجلس میں اٹھتے بیٹھتے آپ کا محبوب مشغلہ جہاد ہی رہا۔ آپ نے جہاد کی ترویج واشاعت کیلئے پاکستان کے کونے کونے کا سفر کیا اور بڑے بڑے جہادی کانفرنسوں میں جہاد کی ترغیب دی آپ نے جہاد کے میدان کے لئے مالی تعاون کا بھی کردار ادا کیا جہاد کی فضیلت وترغیب میں اکثر مجالس میں پرسوز اشعار بھی پڑھتے تھے، خود بھی روتے تھے اور سامعین کو بھی رُلاتے تھے، جہادی اسفار کے عجیب عجیب قصے بھی سنایا کرتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ مجسمہ جہاد تھے۔

علم کی صفت

ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدنی رحمہ اللہ علم کے پہاڑوں میں سے ایک بلند پہاڑ تھے ہر فن پر آپ کو مکمل عبور حاصل تھا آپ کا علم آپ کے دل ودماغ میں بالکل حاضر تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذہن ثاقب اور مضبوط حافظہ عطا فرمایا تھا، سوچنے اور مطالعہ کے بغیر علم کا چشمہ ہر وقت جاری رہتا تھا۔ علم حدیث میں اگر آپ امام کی حیثیت سے نظر آتے تھیں۔ تو علم ادب ولغت نحو صرف اور معانی، بلاغت میں آپ بلند وبالا مینار تھے، فن تاریخ میں آپ کو وسیع معلومات حاصل تھیں۔ علم التفسیر پر آپ کی عمیق ودقیق نظر تھی آپ کو اس علم سے شغف تھا بلکہ عشق ومحبت کی حد تک لگاؤ تھا آپ نے مدینہ یونیورسٹی میں تفسیر حسن بصری رحمہ اللہ پر دکتورا حاصل کیا ہے اور سورۃ کہف کی تفسیر بھی لکھی ہے آپ مروج انگریزی ڈاکٹر نہیں تھے بلکہ تفسیر کی ڈگری میں آپ نے دکتورہ کیا تھا الغرض علم کے میدان میں آپ جامع المعقول والمنقول تھے اور ہر فن مولیٰ تھے آپ اپنے علم کی بدولت وفات کے بعد اب بھی ہر عالم وطالب علم کے ذہن میں زندہ وتابندہ ہیں۔ آپ سلف وصالحین کے فقہاء کے قافلے کے افراد میں سے ایک فرد تھے۔

اخو العلم حیٌ خالد بعد موته
واوصاله تحت التراب رميم
مات عبدالحی ولکن لم یمت فیضانه
انما مات المسمی واسمه مالایموت

سخاوت کی صفت

ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے سخاوت کی عظیم صفت سے نوازا تھا۔آپ کے ہاں ہر وقت مہمانوں کا تانتا لگا ہوا تھا۔آپ مہمانوں کو بڑی خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہتے تھے۔ہم کئی ساتھی کبھی کبھی پشاور آتے تھے تو حضرت شیخ کی زیارت کیلئے اکوڑہ خٹک حاضر ہوتے،آپ ہمارا پُر تپاک استقبال فرماتے اور کہتے تھے کہ آج گھر میں کھچڑی چاول پکا ہے تیار ہے اس چاول میں جو لذت ہوتی تھی وہ بادشاہوں کے پرتکلف پلاؤ میں بھی کبھی نہیں مل سکتی ہے۔ پھر کھانے کے دوران آپ کی ظرافت بھری باتیں اور زعفرانی لطائف سونے پر سہاگہ ہوتا تھا۔اس کے علاوہ آپ نادار طلبہ اور غریب عوام کی بھی بھر پور مالی معاونت فرماتے تھے،آج سخاوت کے اس سمندر کو قبر نے چھپا رکھا ہے جس پر ہم ان کی قبر سے کہتے ہیں……

ایا قبر شیخ کیف واریت جوده

وقد كان منه البر والبحر مترعا

اے شیخ کی قبر! تو نے شیخ کے اتنے فضائل کو کیسے چھپا لیا حالانکہ شیخ کے کمالات سے بحر و بر چھلکتا تھا۔

انکساری کی صفت

ڈاکٹر صاحب بہت بڑے پایہ کے عالم تھے جتنا ان کا بڑا علم تھا اتنی ہی انکساری اور عاجزی کی بلند طبیعت تھی میرے خیال میں وہ اس دور کے سارے علماء میں سب سے زیادہ متواضع انسان تھے لباس سادہ ہوتا تھا جسمیں استری اور کلف کا تکلف نہ تھا۔ پگڑی پہننے کی عادت تھی لیکن اس کے ول اور شملے کا کبھی خیال نہ رکھتے تھے سفر میں سرحد کے پٹھانوں کی عادت کے مطابق ہمیشہ ایک معمولی درجہ کی چادر استعمال فرماتے تھے،کوئی کروفر کا بکس یا بریف کیس نہیں ہوتا تھا۔ میں نے بار ہا انکو دیکھا کہ ائیر پورٹ میں آرہے ہیں اور اضافی کپڑوں کا جوڑا چادر میں لپٹا ہوا بغل میں دبائے جارہے ہیں،کبھی بڑے بڑے مہمان بلکہ سعودی عرب کے سفیر آجاتے تھے تو آپ اپنی زمین میں کھیتی باڑی میں مصروف نظر آئے مصافحہ کے دوران مہمانوں پر عقیدت مندی کا ایسا خوش گوار اثر پڑتا ہے جو ہمیشہ یاد رہتا،معمولی درجہ کے لوگ آپ کو کسی پروگرام کیلئے دور دراز علاقوں تک لے جاتے مگر آپ کبھی انکار نہیں کرتے بلکہ دن میں کئی کئی پروگراموں میں جاتے تھے آپ سلف صالحین کے اخلاق کا نمونہ تھے چھوٹوں اور بڑوں کیساتھ انتہائی خوش اخلاقی پیشانی سے پیش آتے تھے۔

اسلامی خلافت اور نفاذ شریعت کا جذبہ

زندگی کے آخری لمحات تک ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے دل میں اسلامی خلافت کے قیام اور نفاذ شریعت کا

ایک بڑا جذبہ موجزن تھا آپ نے خلافت کے قیام واستحکام کے لئے ہمیشہ افغانستان کے طالبان کی حمایت کی اور ان کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا پاکستان میں نفاذ شریعت کے لئے ہمہ وقت سرگرم رہتے اور اسکے لئے دعا گورہتے اسلامی خلافت توڑنے والوں کیلئے جب بد دعا کرتے جلسہ ہو یا چھوٹا ہوتا پروگرام ہوتا تو آخر میں طالبان افغانستان کا تذکرہ فرماتے اوران کے لئے دعاء فرماتے۔

سیر وسیاحت کا جذبہ

عبرت ونصیحت کرنے کی غرض سے دنیامیں سیر وسیاحت شریعت کے رو سے ایک مطلوب امر ہے ڈاکٹر صاحب میں اللہ تعالیٰ نے یہ جذبہ بڑے پیانے پر رکھا تھا چنانچہ آپ نے مختلف ممالک سے گزرتے ہوئے بسوں کے ذریعہ سے ایک حج کیا تھا اور پاکستان، ایران، عراق اورسعودیہ کی خوب سیر وسیاحت فرمائی آپ نے ایک دفعہ قصہ بیان کیا کہ میں راولپنڈی کے شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ایک دفعہ مدائن صالح گیا تھا۔ شیخ القرآن قوم ثمود سے متعلق قرآن کی آیت سناتے تھے اور میں خوب لطف اٹھاتا تھا، بندہ عاجز نے آپ سے اس پتھر کا قصہ بھی سنا تھا جو علاقہ ثمود میں واقع ہے۔ جس سے ناقہ صالح آئی تھی فرمایا کہ فج الناقۃ کی جگہ آپ بھی اسی طرح موجود ہے حضرت شیر علی شاہ رحمہ اللہ کے اس بیان سے بندہ عاجز کو بھی شوق ہوا اور ایک موقع پر میں بھی وہاں گیا الحمد للہ قرآن کی حقانیت کے زندہ نمونے دیکھے۔حضرت ڈاکٹر صاحب نے سرزمین شام کے سارے علاقے بھی دیکھے تھے ایک دفعہ فرمایا میں کوہ طور پر ایک دفعہ گیا وہاں ایک انگریز لڑکی بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مناجات کی جگہوں کی زیارت کے لئے آئی تھی اس نے مجھ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے زیتون اورطور سیناء اور بلد امین یعنی مکہ قسم کھائی ہے اورتین یعنی انجیر کی قسم بھی کھائی ہے اب یہ سمجھ میں نہیں آرہا۔ کہ انجیر میں کیا خوبی ہے جس کی قسم کھائی گئی ہے میں چونکہ جانتا تھا۔تو میں نے کہا کہ جتنے پھلدار درخت ہیں اس کے پھول ہوتے ہیں انجیر کے پھل ہیں لیکن پھول نہیں ہیں جس کے رس کو شہد کی مکھیاں نہیں چوس سکتی سارے پھل ٹچ (Touch) ہیں اورانجیر کا پھل ان ٹچ ہے اس نے خوش ہو کر کہا ''ویی گڈ ویری گڈ'' (Very Good)

ڈاکٹر صاحب نے دسویں مرتبہ حرمین کا سفر کر کے حج اورعمرے کئے ہیں افغانستان کے ایک سفر میں ہم ایک دریا میں نہا رہے تھے ڈاکٹر صاحب بڑے تیراک تھے میں دریا میں ڈوبنے لگا تو میں نے ایک زوردار آواز دی کہ میں ڈوب گیا ایک ساتھی نے مجھے بچالیا ڈاکٹر صاحب آخر عمر تک اس قصے کو یاد کر کے مزاح کرتے تھے کہ کس طرح ڈوب گئے تھے اورکس طرح بچالئے گئے۔......؟ بہر حال ڈاکٹر صاحب آلہ آبادی کے اس شعر کے مصداق تھے۔

وقت طلوع دیکھا وقت غروب دیکھا
اب فکر آخرت ہے دنیا کو خوب دیکھا

شیرین زبانی کی صفت

ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب میں کو اللہ تعالیٰ نے فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ شرین بیانی اوردلنواز ودل گداز گفتگو کی صفت سے بھی خوب نوازا تھا آپ کی گفتگو میں لذت اور مٹھاس کی بھر پور چاشنی ہوتی تھی مسکراہٹ اور طلات جبین اور مزاح پر مشتمل گفتگو ایسی ہوتی تھی کہ مجلس کے سامعین دل سے چاہتے تھے کہ آپ گھنٹوں تک گفتگو جاری رکھیں ڈاکٹر صاحب پشتو، عربی، فارسی، اردو زبانوں پر عبور رکھتے تھے اور لطف کی بات یہ ہے کہ آپ بہترین خطاط بھی تھے آپ کے خطوط کی سطریں لگتی تھی جیسے موتیوں کی ہار میں موتی پروئے ہوئے ہیں۔آپ کی گفتگو میں لطافت وظرافت کے ساتھ ساتھ سنجیدگی اور عظمت اور وقار اور ایسا درد ہوتا تھا کہ گویا بلبل ہزار داستان گلستان میں چہک رہا ہے باوجود اس کے کہ ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب پر کئی امراض کا بڑا حملہ تھا اور کئی آپریشن بھی ہو چکے تھے لیکن آپ کی آواز میں اور زبان کی روانی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

جس دن آپ کا انتقال ہونے والا تھا اس رات میں نے غروب آفتاب کے وقت موبائل فون پر خیریت معلوم کرنے کے لئے ان سے گفتگو کی آپکی آواز میں کسی قسم کی کمزوری نہیں تھی ہشاش بشاش لگ رہے تھے علیک سلیک کے بعد فرمانے لگے کہ الحمد للہ افغانستان میں طالبان کے حالات بہت اچھے ہیں فتوحات جاری ہے ہیں پھر فرمایا کہ آپ جامعہ کے طلباء کو میرا سلام عرض کریں، میں نے کہا کہ میں آپ کا سلام دورۂ حدیث کے طلبہ تک پہونچاوں گا لیکن موت کا وقت معلوم نہیں ہے اگر آپ مجھ سے پہلے گئے تو آپ اکابر کو میرا سلام عرض کر لینا یہ میری ان سے آخری گفتگو تھی صبح کے دن ظہر کے بعد آپ اس دارفانی سے رخصت ہوگئے المومن یموت بعرق الجبین مومن تو بالکل آسانی پیشانی کے پسینہ کیساتھ مرجاتا ہے، سچ ہے......

عاش سعیدا ومات حمیدا فرحمہ اللہ دھرا مدیدا

بس اسی طرح حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ علیہ جو علم وعمل کے آفتاب و ماہتاب تھے جنہوں نے جہاد مقدس اور علم کے میدان میں ایک روشن باب قائم کیا اور علم وطلباء اور مجاہدین کیلئے مستقبل کی ایک تابناک تاریخ رقم کی اور رخصت ہوگئے اوریا أیتھاالنفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کی کوس رحلت پر داعی اجل کو لبیک کہا اور اور ہمیں داغ مفارقت دے گئے ۔اللہ تعالیٰ حضرت مولانا

کے پس ماندگان کو اس عظیم صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان صبر جمیل پر اجر عطاء فرمائے اور حضرت کے لگائے ہوئے باغ کی حفاظت فرمائے اور ان کی قبر پر رحمتوں کی بارش برسائے۔آمین

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حیرت انگیز جنازہ

اہل تاریخ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے جنازہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں سات لاکھ انسانوں نے شرکت فرمائی تھی سلام پھیرنے کے بعد ایک شخص نے بلند جگہ پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے کہا ھکذا جنائز اھل السنة یعنی اہل السنة والجماعت کے جنازے انکی مقبولیت کی وجہ سے ایسے بڑے بڑے ہوتے ہیں......

حضرت ڈاکٹر صاحب کا جنازہ صوبہ سرحد یعنی کے پی کے کی تاریخ میں سب سے بڑا جنازہ تھا تعجب اس پر ہے کہ سرکاری لوگوں میں نمایاں لوگ نظر نہیں آرہے تھے ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ کہ صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ، گورنر، آئی جی اور ڈی آئی جی جنازے میں حاضر ہوتے اس میں ان کی اپنی عزت بھی تھی اور ثواب بھی تھا کیونکہ ایک ولی کامل کا جنازہ تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر ایسے لوگوں کو اس عظیم الشان جنازہ میں شرکت سے محروم رکھا حیرانی اس پر ہے کہ تقریبا چار لاکھ افراد پر مشتمل جنازہ میں سب علماء وطلباء اور صلحاء نظر آرہے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کی جم غفیر نے شاید اس جنازہ میں بھرپور حصہ لیا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو جمعہ کا عظیم دن بھی عطاء فرمایا اور اس دن کی جمعہ کی نماز بھی مسجد میں نصیب فرمائی اور آخر وقت تک بیدار حوصلہ اور ہوش وحواس بھی عطا فرمایا بس ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس دن ہم نے حدیث وفقہ، تفسیر وادب، علوم وفنون، اور تاریخ وتحقیق سب کو ڈاکٹر صاحب کی صورت میں دفن کردیا اور یک زبان ہوکر کہا......القلب یحزن والعین تدمع ولانقول الامایرضی به ربنا وانا بفراقك یادکتور لمحزونون فرحمه الله رحمة واسعة

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ،
مدیر ماہنامہ بینات، کراچی

مجاہد ختم نبوت کی رحلت

شیخ الحدیث، بزرگ عالم دین، روحانی شخصیت، عظیم مدبر، مفسر، عالمی اسکالر، جہادِ افغانستان کے روحِ رواں، مجاہدین افغانستان کے سرپرست وعظیم راہنما، اکابر واسلاف کی روایات کے امین، تواضع وانکسار کے پیکر، حضرت مولانا عبدالحقؒ کے تلمیذ وبااعتماد رفیق، مدینہ یونیورسٹی کے فاضل، استاذ العلماء حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب، چند دن علیل رہنے کے بعد رحمان میڈیکل انسٹی ٹیوٹ پشاور میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ماأخذ ولہٗ ماأعطی وکل شیء عندہٗ بأجل مسمّٰی

علماء ہند کا شاندار ماضی

بلاشبہ یہ اسلام کا اعجاز ہے کہ اسلام کے ہر دور میں علم وتحقیق کے آفتاب وماہتاب چمکتے رہے اور اسلام کی زرخیز زمین میں ایسی ہستیاں نمودار ہوتی رہیں، جن سے علوم ومعارف کے جواہر امت کو ملتے رہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں صرف متحدہ ہندوستان کی سرزمین نے حضرت شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ جیسے بحر العلوم جامع کمالات اور علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر پیدا کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اس آخری دور میں دیوبند، سہارن پور، گنگوہ، نانوتہ، تھانہ بھون، دہلی میں کیسی کیسی ہستیاں ظہور میں آئیں، جن کی نظیر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی اور اس کے بعد ہمارے ملک پاکستان کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسی علمی ہستیوں سے نوازا تھا، جن کے لیے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ وہ جبال العلم والعمل تھیں، جیسے: محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا شمس الحق افغانی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی، حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، حضرت خواجہ خواجگان خواجہ خان محمد، حضرت مولانا عبدالستار تونسوی نور اللہ مراقدہم جن میں سے ہر ایک پوری جماعت کا کام کرتا نظر آتا تھا، جن کے اخلاص وتقویٰ اور علوم نبوت میں کمال کو دیکھ کر قرونِ اولیٰ کا شبہ ہونے لگتا ہے، آج ان کے علوم وحقائق اور علمی خصائص وکمالات کو سمجھنے والے بھی خال خال رہے، اور جو حضرات ان اکابر کے علوم وفنون کو سمجھنے والے تھے وہ یکے بعد دیگرے اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ اس پر آشوب اور قحط الرجال کے زمانہ میں ایسی باخدا ہستیاں، عالم باعمل، جامع العلم، ماہر الفنون، حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے

جفاکش، محنت وعرق ریزی کے ساتھ علوم دینیہ کی خدمت کرنے والے کہاں سے آئیں گے، نہ مال کی محبت نہ جان کی رغبت، نہ وجاہت کی خواہش، صرف علوم دینیہ کی خدمت زندگی کا مقصد ہو، ایسے بزرگ اب کہاں؟!

علماء کی موت قیامت کی نشانی

ایسے خدا مست اور سرفروش علمائے کرام کے دنیا سے اٹھ جانے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامات میں سے شمار کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن من أشراط الساعة أن يرفع العلم ويكثر الجهل ويكثر الزنا ويكثر شرب الخمر ويقل الرجال ويكثر النساء حتى يكون لخمسين امرأة القيم الواحد (مشكوٰة، ص: ٤٦٩)

قیامت کی علامات میں سے ہے کہ علم اُٹھ جائے گا اور جہالت بڑھ جائے گی، زنا کی کثرت ہوگی، شراب پینے میں زیادتی ہوگی، مرد کم ہوجائیں گے، عورتیں زیادہ ہوجائیں گی، یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ایک ہی ذمہ دار ہوگا۔

دوسری حدیث جس کے راوی حضرت انسؓ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

إن الله لايقبض العلم انتزاعًا ينتزعه من قلوب العباد ولكن يقبضه بقبض العلماء، حتٰى إذا لم يبق عالمًا اتخذ الناس رؤسًا جهّالًا فسئلوا فأفتوا بغير علم فضلوا وأضلوا (مشکوٰۃ،ص:۳۳)

بیشک اللہ تعالیٰ اس علم کو اس طرح قبض نہیں کرے گا کہ بندوں کے سینوں سے چھین لے، بلکہ قبض علم کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ علماء کو اٹھاتا رہے گا، یہاں تک کہ جب ایک عالم بھی باقی نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے، ان سے سوالات ہوں گے، وہ بغیر جانے بوجھے فتویٰ دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

موجودہ دور میں جب کہ علماء ربانی اور صلحائے امت یکے بعد دیگرے اُٹھتے جارہے ہیں، آنحضرتؐ کی بیان فرمودہ علاماتِ قیامت روزِ روشن کی طرح بالکل واضح ہوکر سامنے آرہی ہیں، ان چند سالوں میں صرف پاکستان کی حد تک کتنا علمی شخصیات کس قدر تیزی سے ہم سے رخصت ہوگئی ہیں، ان اکابر کا اس تیزی سے ہمارے درمیان سے اُٹھ جانا اور دنیا کا اہل علم سے خالی ہوجانا کسی طوفان بلاخیز کا پیش خیمہ معلوم ہوتا ہے، اسلئے ہمیں توبہ، انابت، رجوع الی اللہ اور اصلاحِ اعمال کی طرف متوجہ ہوکر اپنی بداعمالیوں پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا چاہیے۔

حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحبؒ کے حالاتِ زندگی کے بارہ میں حضرت مولانا عرفان الحق صاحب کی تحریر سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے (وہ اقتباس بلکہ مضمون تذکرہ وسوانح والے باب میں ملاحظہ فرمائیں):۔

حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب آنکھوں کے آپریشن کے سلسلہ میں کراچی تشریف لائے ہوئے تھے، آپ کو معلوم ہوا کہ آج عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی قدس سرہ کی علمی

خدمات کوخراج تحسین پیش کرنے کے لیے گل بہار لان میں ایک سیمینار منعقد ہورہا ہے تو آپ اس میں تشریف لائے اور سامعین سے پرمغز اور پراثر خطاب بھی فرمایا، قارئین بینات کے افادہ کے لیے اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے، آپ نے فرمایا:

سعودی سفیر سے ملاقات

''میں مدینہ منورہ میں تھا، چھٹیوں میں یہاں آیا ہوا تھا۔ قاری سعید الرحمٰنؒ کی ملاقات کے لیے راولپنڈی گیا تو قاری صاحبؒ نے بتایا کہ آج حضرت بنوریؒ ختم نبوت کے اجلاس میں شرکت کے لیے تشریف لارہے ہیں۔ ہم ایئر پورٹ گئے، حضرت تشریف لائے، گاڑی میں سوار تھے۔ حضرت نے قاری صاحبؒ کو کہا کہ قاری صاحب! ہوٹل میں اچھے اچھے کمرے لیں اور جو بھی مہمان آئیں ان کے لیے بہترین کھانا اور چائے کا انتظام کریں تاکہ قادیانی یہ نہ کہیں کہ گویا خادمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دولت نہیں ہے۔ انہوں نے وہاں ناشتہ کیا۔ پھر حضرت بنوریؒ نے کہا: مجھے سعودی سفارت خانہ جانا ہے۔ میں اور قاری صاحب حضرت بنوریؒ کے ساتھ گئے۔ ان دنوں سفارت خانے میں ریاض الخطیب سفیر تھے، انہوں نے بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ بیٹھے تو شعر وشاعری شروع ہوگئی، عربی اشعار اور عرب کے شعراء کا تذکرہ ہونے لگا، فلاں شاعر نے یہ کہا ہے، فلاں نے یہ کہا ہے، حضرت بنوریؒ کا ادبی مزاج تو بہت اونچا تھا۔ کافی دیر تک اس پر باتیں ہوتی رہیں، پھر حضرت بنوریؒ نے فرمایا کہ واقعی ان اشعار میں اور اس گفتگو میں تو لذت ہے لیکن میں ایک اہم کام کے لیے آیا ہوں، ریاض الخطیب متوجہ ہوئے۔ فرمایا: آپ کو معلوم ہے کہ یہاں ختم نبوت کا مسئلہ ہے؟ میں نے تمام دُوَلِ اسلامیہ کے سربراہوں کو خطوط لکھے ہیں، یہاں سے اگر میں بھیجوں گا تمام سنسر ہوجائیں گے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ اس کو کسی طریقے سے سعودیہ سے ان تمام بادشاہوں کے نام ارسال کریں اور خاص کر شاہ فیصل (مرحوم) کو اس بات پر متوجہ کریں کہ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے، ختم نبوت کا مسئلہ ایک بنیادی مسئلہ ہے تاکہ وہ بھٹو (ذوالفقار علی بھٹو مرحوم) پر زور دیں کہ لازماً اس گمراہ طائفہ کے بارے میں وہ فیصلہ دے کہ ''یہ مرتد اور کافر ہیں۔'' انہوں نے کہا کہ یہ میری ذمہ داری ہے۔ کل میں ویسے بھی جارہا ہوں، یہ سب خطوط وہاں سے میں انشاء اللہ! بھیج دوں گا اور شاہ فیصل کو اس بارے میں متوجہ کروں گا۔ تو میں یہ عرض کررہا ہوں کہ ہمارے اکابر نے اس مسئلے کو بہت اہمیت دی ہے، یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔

شیخ القرآن کا اعتراض اور امیر شریعت کا جواب

امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا راولپنڈی میں، اسی موضوع پر جلسہ تھا۔ ہم شیخ القرآن حضرت مولانا

غلام اللہ خانؒ کے مدرسے میں پڑھتے تھے۔ مولانا غلام اللہ خانؒ نے درس میں کہا کہ احراریوں سے مجھے محبت نہیں ہے، یہ توحید بیان نہیں کرتے۔ ان کا عجیب مزاج تھا۔ طلبا بھی عجیب ہیں، شاہ جیؒ کی خدمت میں ایک طالب علم نے یہ بات پہنچائی کہ آج تو مولانا بڑے غصے میں تھے کہ احراریوں سے مجھے محبت نہیں ہے، یہ توحید بیان نہیں کرتے۔

عظیم الشان جلسہ تھا، ان دنوں اس جگہ کو کمپنی باغ کہتے تھے۔ اب تو اس کو لیاقت باغ کہتے ہیں، کیونکہ لیاقت علی خان کی شہادت وہاں ہوئی ہے۔ جلسہ شروع ہوا اور مولانا عبدالمنان ہزاروی جو جمعیت علماء ہند کے ناظم رہ چکے تھے، وہ موسیٰ منڈی میں خطیب تھے، وہ اسٹیج سیکریٹری تھے۔ انہوں نے مجلس احرار اسلام کی تمام قربانیاں بیان کیں کہ اس مجلس نے یہ کام کیا، یہ کیا، یہ کیا! پھر کچھ نظمیں سنائی گئیں، پھر شاہ جیؒ کی تقریر کا اعلان ہوا۔ اسٹیج پر بڑے بڑے علماء جلوہ افروز تھے۔ شاہ جیؒ نے ''یایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون'' (البقرہ: ٢١) پر تقریر شروع کی۔ ڈھائی گھنٹے توحید پر بولتے رہے۔ پھر درمیان میں لوگوں سے پوچھنے لگے: جو اللہ کے سوا غیروں سے مانگتا ہے، غیروں کو نذر و نیاز دیتا ہے، وہ کیسا ہے؟ سب نے کہا کہ کافر و مشرک۔ شاہ جیؒ بڑے غصہ ہوئے کہ خاموش ہو جاؤ، سب مفتی کے بچے بن گئے ہو۔ اسٹیج پر مولانا عزیزالدین بھی جلوہ افروز تھے، جو شاہ انور شاہؒ کے تلامذہ میں سے تھے اور شاہ جیؒ کے ہم درس رہ چکے تھے، ان کو مخاطب ہوکر کہنے لگے: خطیب صاحب! آپ بتائیں! انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ جو اللہ کے سوا غیروں سے مانگتا ہے، غیروں کو نذر و نیاز (دیتا ہے) وہ کافر اور مشرک ہے تو شاہ جیؒ نے کہا: مفتی صاحب! آپ نے بھی حرام کی روٹیاں کھائی ہیں! پھر مولانا غلام اللہ خانؒ کی طرف متوجہ ہوئے کہ آپ بتائیں؟ انہوں نے بھی کہا کہ کافر و مشرک ہے۔ شاہ جیؒ کے وہ بھی ہم درس رہ چکے تھے اور دونوں کے درمیان بہت زیادہ محبت اور شفقت تھی شاہ جیؒ نے ان کو کہا: مولانا! آپ نے کفر و شرک کے علاوہ بھی کوئی مسئلہ سیکھا ہے؟ انکو بھی خاموش کر دیا! سب لوگ حیران کہ شاہ جیؒ کیا کہہ رہے ہیں؟ شاہ جیؒ نے تین چار منٹ کی خاموشی کے بعد ان شرالدّواب (الانفال: ٥٥) کی آیت پڑھی (اور فرمایا): جو اللہ کے سوا غیروں سے مانگتا ہے، غیروں کو نذر و نیاز (دیتا ہے) وہ سور ابن سور، خنزیر ابن خنزیر ہے۔ تم اس کو کافر و مشرک کہہ کے انسانیت کے دائرے میں لے آتے ہو، اللہ نے ان کو انسانیت کے دائرے سے نکالا ہے۔

یہ جدا بات ہے کہ ہم نے مسئلہ ختم نبوت کو اس لیے ترجیح دی ہے کہ یہ فتنہ (فتنۂ قادیانیت) استعماری طاقت کی پشت پناہی لیے ہوئے پھیل رہا ہے۔ ہم الحمدللہ! توحید (بھی بیان کرتے ہیں) لیکن اس مسئلے کو مجلس احرار اسلام نے اس لیے ترجیح دی ہے کہ یہ معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم اتنے نکمے نہیں ہیں کہ ہم مسئلہ نہیں جانتے لیکن یہ

ایک بہت حساس موضوع ہے کہ علماء اگر خاموش رہیں پھر تمہاری یہ مساجد، تمہاری یہ خطابتیں، تمہاری یہ سب چیزیں ختم ہوجائیں گی۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ ہے؟؟ یہ تو حد درجہ انتہائی بنیادی مسئلہ ہے۔

لائے نفسی جنس کا اثر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے ''لا نبی بعدی'' فرمایا ''لا'' کی تلوار کو لے لو اور ان سب گمراہوں کے سروں کو قلم کردو۔ "لا" لنفی الجنس ہے۔ یہ جب بھی کسی چیز پر داخل ہوجاتا ہے اس کو بیخ و بُن سے اکھاڑ دیتا ہے، نہ کوئی ظلی رہتا ہے نہ کوئی بروزی، لا نبی بعدی۔ دیگر مسائل میں تم سے سیکھوں گا، لیکن "لا" کا مسئلہ مجھ سے سیکھو۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ لما نزلت ھذہ الایة الکریمة:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب:۴۰)

محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر۔

قال النبی صلی اللہ علیه وسلم:"أنا خاتم النبیین لا نبی بعدی" وفی روایة: " لا رسول بعدی" وفی روایة :"لا أمة بعدی" (الحدیث)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمام نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور ایک روایت میں ہے: میرے بعد کوئی رسول نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ: میرے بعد کوئی امت نہیں۔

اللہ اکبر! ان لوگوں نے اپنی زندگیاں اس مسئلہ کے لیے وقف کی تھیں۔ مجلس احرار اسلام نے جو عظیم خدمات سرانجام دی ہیں، یہ ان بزرگوں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ لوگوں نے سمجھ لیا۔ علماء تو پہلے ہی سے اس فتنے کو عظیم فتنہ سمجھتے تھے اور قادیانیوں کو مرتد اور کافر کہتے تھے، لیکن عام مسلمان ان کو کافر نہیں کہتے تھے۔ جب حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ نے اور علماء کرام نے تحریک چلائی اور حکومت نے بھی تسلیم کیا تو ان کو ۷ رستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے کافر قرار دیا۔ کئی ساتھی ہمیں کہنے لگے: اچھا! یہ کافر تھے؟ ہم نے کہا: علماء نے تو پہلے سے کہا ہے لیکن تم حکومت کے غلام ہو۔ بہر حال! یہ معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اکابر اسلاف کی زندگیوں میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین) ایسے اہم مسئلہ کو تمام مسائل پر ترجیح دینی چاہئے۔

امام بخاریؒ کی فرق باطلہ پر تنقید

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کے اخیر میں ''کتاب التوحید'' میں ان فرق باطلہ کے بارے میں تصریح فرمائی ہے اور یہ مسائل اس لیے لے آئے ہیں کہ ایک عالم کا فریضہ ہے کہ وہ فرق باطلہ کے بارے میں واشگاف

الفاظ میں لوگوں کو باقاعدہ بتایا کرے کہ مرتدین، معتزلین، خوارج اور روافض کتنے باطل فرقے ہیں! ایک عالم کا فریضہ ہے کہ فضائل بھی بیان کرے لیکن سب سے بنیادی بات کہ فرق باطلہ کی وضاحت ہونی چاہئے۔ عام لوگوں کے سامنے ان فرق باطلہ کی پوری تصریحات کرنی چاہئے۔ میں زیادہ تقریر کرنے کے قابل نہیں ہوں، بیمار ہوں، لیکن اس کو میں اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں کہ ایسے اجلاس میں شرکت، یہ بھی ان شاء اللہ العزیز! سعادت دارین کا باعث ہوگا۔ بڑے بڑے علماء آئے ہوئے ہیں، میں انہی کلمات پر اکتفا کرتا ہوں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔''

حضرت شیخ کے آخری لمحات

حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ کے بارہ میں لکھا ہے کہ آخری دن جب آپ ہسپتال میں تھے جمعہ کا وقت ہوا تو آپ نے اپنے خدام سے فرمایا: میں نے جمعہ کی نماز مسجد میں پڑھنی ہے، خدام اور ڈاکٹروں نے بہت منع کیا کہ آپ کی جسمانی حالت ایسی نہیں ہے کہ آپ مسجد جاسکیں، لیکن آپ نے فرمایا کہ: نہیں میں مسجد جاؤں گا، چنانچہ آپؒ نے اپنی وفات سے بمشکل ایک ڈیڑھ گھنٹہ پہلے مسجد میں نماز جمعہ باجماعت ادا کی اور تھوڑی ہی دیر بعد خالق حقیقی سے جاملے، یہ وہ حضرات جن کے بارہ میں صادق آتا ہے عاش سعیدا ومات سعیدا دنیا میں رہتے ہوئے جن کی ایک نماز بھی فوت نہ ہوئی اور آخری وقت بھی نماز باجماعت کا اہتمام ہو تو کیوں نہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ایسے بندوں کی وجہ سے فرشتوں پر فخر فرمائیں کہ دے کر میرے یہ وہ بندے ہیں جن کی تخلیق پر تم نے اعتراض کیا تھا، آپ کا وصال جمعہ کے دن سوا تین بجے ہوا دوسرے دن ہفتہ کو ساڑھے گیارہ بجے آپ کی نمازِ جنازہ ہوئی، نمازِ جنازہ آپ کے بیٹے نے پڑھائی، نمازِ جنازہ میں عینی شاہدین کے مطابق تین لاکھ سے زیادہ مجمع تھا۔ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی طرف سے استاذ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد صاحب اور جامعہ کے ناظم تعلیمات واستاذ الحدیث حضرت مولانا امداد اللہ صاحب آپ کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے اور جامعہ کی نمائندگی کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مولانا موصوف کی جملہ حسنات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس کا مکین بنائے، باتوفیق قارئین بینات سے حضرت رحمہ اللہ کے لیے ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

سید محمد اکبر شاہ بخاری
مدیر مدرسہ اشرفیہ احتشام العلوم جامعہ مسجد عثمانیہ

اکابر امت کے علمی جانشین

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور اس کے بانی شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ سے اور دارالعلوم کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلھم سے غالباً ۱۹۷۰ء سے تعلق قائم ہوا تھا بندہ ناچیز جامعہ خیر المدارس ملتان میں طالبعلم تھا اس دوران میں بہت سے اکابر علماء ومشائخ کی زیارات وملاقات کی سعادتیں حاصل ہوتی رہیں۔

عقیدت، محبت اور شفقت

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اکوڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی احقر ناچیز کو عشق کی حد تک تعلق قائم رہا بہت سے مقامات پر حضرتؒ کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی اور متعدد بار حضرتؒ سے خط وکتابت کا تعلق بھی رہا حضرتؒ نے بڑی محبت وشفقت سے ہمیشہ احقر کے خطوط کا جواب بنفس نفیس تحریر فرمایا جو میرے لئے بڑی سعادت اور اعزاز ہے۔

۱۹۸۰ میں خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کی اچانک وفات پر حضرتؒ نے دل کی گہرائیوں سے بڑے افسوس کا اظہار فرمایا اور ان کی وفات کو عالم اسلام کا عظیم سانحہ قرار دیا اسی طرح سے حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کی وفات پر بھی بڑے دکھ کا اظہار فرمایا اور علماء کی اس اچانک اور جلدی جلد وفات ہونے کو آثار قیامت فرمایا آپ اکابر واسلاف کے اخلاق وعادات کا کامل نمونہ تھے آپ کی رحلت کے بعد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک یتیم ہوگیا تھا۔

دو عظیم شخصیات

مگر دو عظیم شخصیات جن پر علمی ودینی حلقے ناز کرتے ہیں اور ملت اسلامیہ جن کے علم وعمل کو مسلم مانتی ہے میری مراد شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحبؒ اور ملک کے مایہ ناز بطل جلیل شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم ہیں جنہوں نے اپنے علم وعمل سے دارالعلوم حقانیہ کو سنبھالے رکھا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کی عظیم مسند کو قائم دائم رکھا دارالعلوم حقانیہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے بعد ان

دونوں کے مقام ومرتبہ کو سر بلند رکھا ہے، گزشتہ دنوں شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ کی وفات نے پھر ایک مرتبہ دارالعلوم حقانیہ کو علمی لحاظ سے بڑا نقصان پہنچایا ہے حضرت ڈاکٹر صاحب کی وفات سے دنیائے اسلام ایک جید عالم ربانی، عظیم محدث ومفسر، بہترین محقق ومدبر اور ایک عبقری شخصیت سے محروم ہوگئی ہے۔

جمالِ گل میں ان کا لہو بھی ہے

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ملک کی ممتاز دینی درسگاہ ہے جہاں سے ہزاروں طالبان علم فیضیاب ہو چکے ہیں اور دارالعلوم کی ترقی وتعلیم جہاں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم کی محنت وکاوشوں کا نتیجہ ہے وہاں حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کی محنت وکاوشوں کا بھی حصہ ہے آپ نے زندگی بھر تعلیم وتدریس تبلیغ وارشاد وتصنیف وتالیف کے ذریعے دین کی خدمت کی ہے اور آخر دم تک حدیث رسول کے چراغ جلائے ہیں آپ اپنی سیرت وکردار اور حسن صورت اور حسن خطابت اور حسن اخلاق میں ایک مثالی شخصیت تھے ساری حیات دین کی خدمت کرتے ہوئے بالآخر ۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ بمطابق ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز جمعہ دارِفنا سے دارِ بقا کو منتقل ہو گئے، علماء وصلحاء طلباء اور عوام وخواص نے نماز جنازہ پڑھی اور اپنے آبائی قبرستان میں اپنے والدمحترم کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نور ستہ تیرے در کی دربانی کرے

عظیم علمی نقصان

حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر ملک بھر کے جید اکابر علماء مشائخ نے انتہائی دکھ اور افسوس کا اظہار کیا ہے اور آپ کی وفات کو علمی ودینی حلقوں کیلئے عظیم نقصان قرار دیا ہے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ، مجلس حیاۃ المسلمین پاکستان کے صدر حضرت مولانا محمد عبیداللہ اشرفی، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مہتمم جامعہ دارالعلوم کراچی، حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان، حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفی نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صدر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، حضرت مولانا ڈاکٹر اسعد تھانوی مہتمم جامعہ اشرفیہ سکھر، حضرت مولانا قاری تنویر الحق تھانوی مہتمم جامعہ احتشامیہ کراچی اور دیگر ممتاز علماء نے آپ کی وفات کو عظیم سانحہ قرار دیا ہے اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم اور حضرت مرحوم کے صاحبزادہ گان اور لواحقین سے اظہار تعزیت کہا ہے اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں اور ان کی خدمات جلیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازیں آمین۔

مفتی ذاکر حسن نعمانی

استاد حدیث وتخصص جامعہ عثمانیہ پشاور

زمین چھپاگئی میرے آسمان کو

آسمان رو رہا ہے، زمین رو رہی ہے، فضا مکدر ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق کے گلشن نبوی کا قدیم گل سرسبد اور مالیار چلا گیا۔ باغ کے پھول مرجھا گئے۔ مجاہدین افغانستان اور طالبان افغانستان بے آسرا رہ گئے، ان کی کمر ٹوٹ گئی۔ شاگردوں کی عظیم کھیپ پر غم اور افسوس کے بادل چھائے ہوئے ہیں کہ استاد العرب والعجم عظیم محدث، مایہ ناز مفسر اور عربی ادب کا بے تاج باشاہ اور فصاحت وبلاغت کا مینار رخت سفر باندھ گیا۔ عوام وخواص کا عقیدت مند حلقہ پرنم اور پریشان حال ہے کہ ہمارا محبوب اور بے مثال مقرر، خطیب اور واعظ کہاں روپوش ہوگیا۔ شائقین دورہ تفسیر حیران وپریشان ہیں کہ اکابر مفسرین کے علوم کے امین اور قرآنی علوم کے بحر ذخار دنیا سے کیوں رخصت ہوگئے۔ میں خود بھی انتہائی مغموم ہوں کہ ان کی انتہائی شفقت، محبت، توجہات اور پرخلوص مستجاب دعاؤں سے محروم ہوگیا ہوں، لیکن مطمئن ہوں کہ میری طرف سے ان کے ساتھ عقیدت محبت اور تعلق میں کوئی کمی نہیں آئی اور ان کی طرف سے شفقت اور دعاؤں میں کمی نہیں تھی سچ ہے میرا آسمان ٹوٹ گیا، میرے آسمان کو زمین چھپا گئی۔ میرے چاند وسورج پر موت کے بادل چھا گئے، لیکن اپنے آپ کو تسلی دیتا ہوں کہ الحمدللہ میرے چند بزرگ اور محبوب اکابر اساتذہ اس دنیا میں ابھی موجود ہیں، جو میری زندگی کا عظیم سرمایہ ہیں۔ آخرت میں نجات کا ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم سب پر قائم دائم رکھے، لیکن کیا کریں موت کا قانون اٹل ہے، ہر ایک کو جانا ہے لیکن جانے جانے میں فرق ہے۔ حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ چلے گئے لیکن سب کو رُلا کے اور جنت کی خوشبو چھوڑ کر چلے گئے۔

دار العلوم حقانیہ کا فیض

دیوبند ثانی جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک، علم وفضل، تبلیغ، جہاد، تصوف اور تصنیف وتالیف کا ایک ایسا جاری چشمہ ہے جس کا فیض گزشتہ سرسٹھ سال سے زمزم کی طرح ہر طرف پھیل رہا ہے، یہ سب حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق رحمہ اللہ کا فیض اور برکت ہے۔

نوٹ: مضمون میں جہاں بھی ''حضرت شیخ مدنی'' آئے اس سے میری مراد حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولانا سید شیر علی شاہ صاحب مدنی ہوں گے۔

خاندانی مراسم

آپ کے ساتھ ہمارے پورے خاندان کا انتہائی قریبی تعلق تھا، علاقائی تعلق بھی تھا۔ ہمارا گاؤں مصری بانڈہ اکوڑہ خٹک سے جانب شمال دریائے کابل کے کنارے پر واقع ہے، اکوڑہ خٹک اور مصری بانڈہ کے مابین صرف دریائے کابل حائل ہے۔ دونوں دیہات کی آبادی ملی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ دونوں دیہات کا آپس میں گہرا ربط اور تعلق ہے۔ آپ ہمارے گاؤں میرہ مصری بانڈہ کی عیدگاہ میں ہر سال عیدین کی نماز پڑھاتے تھے۔ نماز کے بعد ہمارے خاندان والے ان کے لیے ایک انتہائی پرتکلف ناشتہ تیار کرتے جس میں کافی لوگ شریک ہوتے اور دسترخوان پر عجیب وغریب رونق ہوتی تھی۔ یہ تعلق کوئی نیا نہیں بلکہ بہت پرانا ہے۔ جامعہ حقانیہ کے تاسیسی ایام میں میرے ماموں مولوی محمد شریف مرحوم اکوڑہ خٹک کے قاضی انوار الدین مرحوم اور حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ تینوں ایک ساتھ حقانیہ کے لیے چندہ کیا کرتے تھے۔ یہ تینوں حضرات حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ مجھے اپنی طالب علمی کا قصہ سنایا کرتے تھے۔ فرمایا ۱۹۴۷ء میں حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ دیوبند سے اپنے گاؤں اکوڑہ خٹک چھٹیاں گزارنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ اسی دوران ہندوستان تقسیم ہوگیا، دونوں ممالک میں، ہجرت، نقل مکانی، اموال اور املاک کی لوٹ مار اور مظالم شروع ہوگئے۔ میں حضرت سے کافیہ پڑھ رہا تھا باہر لوٹ مار شروع تھی، میرا لڑکپن کا زمانہ تھا، دل میں خیال آیا کہ حضرت مجھے چھوڑ دیں اور لوٹ مار میں شریک ہوجاؤں، لیکن حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ رو رہے تھے کہ اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کا کیا حال ہوگا۔ ظلم کی کس چکی میں پس رہے ہوں گے۔

دارالعلوم حقانیہ کا تکوینی تاسیس

فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ مجھے فرمایا کرتے تھے کہ ان چھٹیوں کے بعد آپ کو اپنے ساتھ مزید تعلیم کے لیے دیوبند لے جاؤں گا، لیکن تقسیم ہند کے بعد دیوبند جانا سب کے لیے مشکل ہوگیا۔ نئے پاکستان کے جن طلباء کا دیوبند میں دورہ حدیث پڑھنے کا ارادہ تھا، وہ آپ کے پاس پہنچ گئے کہ اب آپ ہمیں یہاں دورہ حدیث پڑھائیں۔ اس طرح حقانیہ کی بنیاد پڑ گئی جس میں حضرت شیخ مدنی نے علوم فنون کی کتابوں کے علاوہ بخاری شریف، ترمذی شریف اور ابوداؤد شریف حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ فراغت کے بعد ایک سال درہ آدم خیل کے ہائی اسکول میں استاد تھے۔ ایک سفر کے دوران احقر کو وہ اسکول بھی دکھلایا کہ میں اس اسکول میں استاد تھا، لیکن حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ ان کو حقانیہ تدریس کے لیے واپس لے آئے۔

حقانیہ میں آپ نے سترہ یا اٹھارہ سال تدریس کی۔ جملہ علوم وفنون کے ساتھ حدیث کی کتابیں بھی

پڑھائیں۔عربی ادب سے آپ کو گہرا لگاؤ تھا۔ پاکستان میں آپ عربی زبان کے اعلی پائے کے انشاء پرداز اور بہترین مقرر تھے، بے تکلف عربی بولتے اور لکھتے تھے۔

حرمین شریفین کا عشق

شاید لوگوں کا خیال ہو کہ آپ مدینہ یونیورسٹی میں عام طالب علموں کی طرح ایک عام طالبعلم تھے۔ صرف حصول علم کی خاطر وہاں داخلہ لیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں تھا، بلکہ اس کی وجہ حرمین شرفین کا عشق تھا،آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ جانے سے قبل ہی شیخ الادب اور جملہ علوم وفنون کے ایک منجھے ہوئے مدرس تھے۔آپ مدینہ یونیورسٹی کے اساتذہ کے پائے کے عالم تھے۔ایک عالم اور مفتی نے مجھے یہ بات سنائی کہ حضرت شیخ مدنی نے ایک دفعہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ سے فرمایا کہ مدینہ یونیورسٹی کا استاد جب درس میں کوئی بات کہتا تو وہ بات مجھے پہلے سے معلوم ہوتی۔اتنی علمیت کے باوجود آپ نے مدینہ منورہ میں تقریباً سولہ سال گزارے اور تفسیر حسن بصری لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری امتیازی شان سے حاصل کی۔ مدینہ منورہ سے واپسی پر ملک کے بعض ممتاز دینی اداروں میں تدریس کی، بالآخر مادر علمی حقانیہ پہنچ گئے۔اور ایک بار پھر اسی قدیم باغ کی آبیاری شروع کردی جب آپ دوبارہ تدریس کے لیے حقانیہ تشریف لا رہے تھے تو میں نے خواب دیکھا کہ ہر طرف سرسبز کھیت ہیں اور وہاں پانی ابل پڑا میرے دل میں خیال آیا کہ زمزم کا پانی ہے اور آپ کے بڑے بیٹے مولانا سید امجد علی شاہ کیساتھ کدال یا پھاوڑا تھا۔ میں نے تعبیر یہ نکالی کہ حضرت شیخ مدنی کا فیض اب حقانیہ سے زمزم کی طرح ہر طرف پھیلے گا۔ٹھیک ہے حضرت چلے گئے لیکن شاگردوں کی شکل میں فیض ہمیشہ جاری رہے گا۔استادی شاگردی کا یہ سلسلہ کبھی بھی ختم نہیں ہوتا، یہ وہ آگ ہے جو ایک دفعہ لگ جائے پھر بجھنے کا نام نہیں لیتی مات الشیخ ولکن لم یمت فیضانہ

حقانیہ میں درس حدیث

میں نے حضرت شیخ مدنی سے باقاعدہ احادیث نہیں پڑھیں لیکن ظاہر بات ہے کہ حدیث پڑھانا ان کے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔وہ جملہ علوم فنون کے ماہر عالم تھے۔عربی کے ادیب تھے،شروع سے تفسیر اور حدیث کے ساتھ گہرا لگاؤ تھا۔مدینہ منورہ جانے سے قبل استاد حدیث تھے،حرمین میں درس حدیث دیا۔ملک کے ممتاز دینی جامعات میں احادیث کی اونچی کتابیں پڑھائیں،حافظہ قوی تھا حقانیہ میں ترمذی جلد اول اور بخاری جلد دوم پڑھانی شروع کی۔فصاحت بلاغت آپ کے گھر کی لونڈی تھی، بلکہ یہ آپ کا خاندانی وصف ہے۔آپ کے دروس حدیث عربی،پشتو اور اردو میں ہوتے تھے۔آپ عربی، پشتو، اردو اور فارسی جانتے تھے۔ان زبانوں میں لکھنا بولنا بھی آپ کے لیے آسان تھا۔ان چاروں زبانوں کے ہزاروں اشعار آپ کو یاد تھے بلکہ ان زبانوں میں شاعری بھی کرتے ،خاص کر عربی کے اعلیٰ پائے کے شاعر تھے۔میرے ایک شاگرد نے حضرت سے دورہ حدیث کی مذکورہ کتابیں پڑھی

ہیں ۔اس نے کہا کہ حضرت شیخ مدنی نے ترمذی عربی میں پڑھائی ، پھر مزاحاً فرمایا ”الان خرجتم من نعم ولا“ اشارہ تھا کہ بعض علماء وفضلاء عربی زبان بولنے میں جھجک محسوس کرتے ۔نعم اور لا بڑھے دھڑلے سے کہتے ہیں پھر خاموش ہوجاتے ہیں لہٰذا اب تمہارے اندر عربی بولنے کی کچھ شدھ بدھ آجائے گی ۔

حضرت شیخ مدنی کے ساتھ میرا تعلق

چونکہ میری پیدائش اور رہائش پشاور کی ہے ،گاؤں کے ساتھ بہت کم تعلق رہا ہے ۔حقانیہ میں پانچ سالہ طالب علمی نے میری زندگی میں انقلاب برپا کردیا ۔اب حقانیہ کے ساتھ میرا گہرا دلی لگاؤ اور تعلق ہے جو میرے اختیار میں نہیں ہے یہ ایک ایسی آگ ہے جو بجھنے کا نام نہیں لیتی نہ کوئی اس کو بجھا سکتا ہے ۔حقانیہ میں داخلہ سے قبل پشاور میں حضرت شیخ مدنی کے بارے میں سنتا تھا کہ اکوڑہ خٹک کے ہیں اور مدینہ یونیورسٹی میں پڑھ رہے ہیں بس یہی تعارف تھا۔۱۹۸۰ء میں ایک مرتبہ گاؤں آیا تو پتہ چلا کہ ہماری مسجد زیرک خیل میں تراویح میں ختم قرآن کے سلسلہ میں حضرت شیخ مدنی تقریر کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے دیکھا ایک سیدھا سادھا آدمی ہے ،سر پر جال دار ٹوپی ہے ،رنگ سانولہ ہے مگر چہرے پر صلحاء کا نور ہے ،بدن گھٹا ہوا ہے ،ڈاڑھی میں کالے بال زیادہ اور سفید کم ہیں ۔ دیکھنے میں توانا اور چست معلوم ہوتے تھے ،بعد میں پتہ چلا کہ حضرت تو زمیندار بھی ہیں۔ ہماری پشتو اصطلاح میں زمیندار اس کو کہتے ہیں جو کھیتی باڑی خود کرے یعنی ہل چلائے ،گوڈی کرے ،فصل کی کٹائی کرے اور کھیت سیراب کرے۔

۱۹۸۰ء میں بندہ نے حقانیہ میں داخلہ لیا ، یہ میرا کافیہ کا سال تھا ۔میرے ماموں مرلوی محمد شریف مرحوم کے ساتھ حضرت شیخ مدنی کی بڑی دوستی تھی ۔ مدینہ منورہ میں بھی ایک ساتھ رہتے تھے ،جس کی وجہ سے حضرت شیخ مدنی کے ساتھ میرا تعلق بن گیا ۔آپ جب چھٹیوں میں مدینہ منورہ سے تشریف لاتے تو میں لازماً آپ سے علمی استفادہ کرتا۔ چنانچہ میری تحریک پر کئی مرتبہ حقانیہ میں تفسیر کا کچھ نہ کچھ حصہ پڑھایا ،کبھی صرف سورۃ کہف پڑھاتے ۔ سورۃ کہف پر آپ کی ایک تفسیر کتابی شکل میں چھپ گئی ہے جو دراصل ماجستیر کا مقالہ ہے۔تفسیر پڑھنے کے علاوہ میں مدرسہ کی چھٹیوں کے دوران آپ سے آپ کے گھر پر حماسہ پڑھتا تھا ۔ظہر کے بعد میں جب سبق پڑھنے کے لیے جاتا تو حضرت شیخ مدنی کھیتی باڑی میں مشغول ہوتے تھے ، مجھے دیکھتے ہی کھر پہ کھیت میں رکھ دیتے اور ایک درخت کے نیچے کھیت کی منڈ پر دونوں بیٹھ جاتے اور سبق شروع ہوجاتا ۔ جب کسی مہمان کو دور سے آتے ہوئے دیکھ لیتے تو فوراً گھر چلے جاتے ، صاف کپڑے پہن کر نکل آتے ۔ حضرت مہمان نواز بھی تھے اور مہمان بھی آپ کے زیادہ آتے تھے۔ایک دن مجھے حماسہ پڑھا رہے تھے کہ حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی اور حضرت مولانا قاری عبداللہ مدظلہ بنوں کے تشریف لے آئے ۔ان دونوں حضرات سے فرمایا آپ ذرا سائیڈ پر بیٹھ جائیں ،میں اس (ذاکر حسن) کو سبق پڑھاتا ہوں ۔ان دونوں حضرات نے بیک زبان فرمایا نہیں ہم بھی آپ کا سبق سنیں گے ۔آپ نے بڑے

ذوق وشوق کے ساتھ مجھے سبق پڑھایا، اور پھر ان دونوں حضرات سے فرمایا کہ پندرہ سال ہوگئے ہیں میں نے یہ کتاب (حماسہ) نہ مطالعہ کی ہے نہ پڑھائی ہے ۔آپ کو عربی ادب میں کمال اور ایسا ملکہ حاصل تھا کہ مطالعہ کی ضرورت نہیں تھی ۔

علم النحو میں کمال

علم النحو میں بھی آپ کو بڑا کمال اور ملکہ حاصل تھا جس کا اندازہ دورہ تفسیر میں ہوتا تھا۔آپ پشتو زبان میں انتہائی بامحاورہ ترجمہ کرتے تھے جس میں عربی ترکیب کی رعایت ہوتی ۔ترجمہ وتفسیر کے دوران بعض مشکل جگہوں کی ترکیب بھی کرتے تھے ،طلباء سے بھی پوچھتے کہ بتاؤ اس آیت میں اس لفظ کی ترکیب میں کیا حیثیت ہے ۔ہمیں فرمایا کرتے کہ اگر صحیح اور مضبوط عالم بننا ہے تو علم النحو میں کمال حاصل کرو۔ فرماتے تھے مولوی تو نحو کی وجہ سے مولوی ہوتا ہے۔

دورہ تفسیر

آپ کو تفسیر اور ادب عربی کے ساتھ گہرا لگاؤ تھا۔یہی وجہ ہے کہ ماجستیر میں بھی آپ نے سورۃ کہف کی تفسیر پر کام کیا اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے آپ نے تفسیر حسن بصری لکھی ۔یہ تفسیر فتنہ تاتار میں ضائع ہوچکی تھی ۔آپ نے اور مسجد نبوی کے مؤذن نے اس تفسیر کو دوبارہ تفسیری ذخیروں سے جمع کیا ۔ابتدائی سولہ پاروں کی تفسیر آپ نے لکھی اور بقیہ چودہ پاروں کی آپ کے ساتھی نے لکھی ،لیکن سنا ہے کہ بقیہ چودہ پاروں میں بھی زیادہ کام آپ نے کام کیا ہے۔

تفسیر میں تین شیوخِ وقت سے استفادہ

آپ اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کو حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے ہاں دورہ تفسیر کے لیے بھیجا۔حضرت لاہوری صرف قرآنی علوم کے ماہر نہیں تھے بلکہ کامل درجہ کے ولی اللہ بھی تھے ۔حضرت لاہوری نے تفسیری مہارت مولانا عبیداللہ سندھی سے حاصل کی تھی ۔علی میاں مولانا ابوالحسن ندوی نے بھی آپ کے ہاں پورے دورہ تفسیر میں شرکت کی ہے۔

حضرت شیخ مدنی حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے تفسیری افادات حرفاً حرفاً لکھتے تھے اور پھر پشتو زبان میں پٹھان طلباء کو حضرت لاہوریؒ کا سنا ہوا درس سناتے تھے ۔کبھی کبھی حضرت لاہوریؒ بھی دورہ تفسیر کے طلباء کے ساتھ آپ کا تکرار والا درس سنتے تھے۔دوسرا دورہ تفسیر آپ نے حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی سے پڑھا ہے ،جن کے درس میں تفسیر القرآن بالقرآن کے علاوہ آیات سے مضامین کا استنباط ہوتا تھا۔

آپ نے شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ سے بھی تفسیر میں استفادہ کیا ہے اس لیے حضرت شیخ مدنی ہر سال دورہ تفسیر پڑھاتے تھے۔ مدینہ منورہ سے واپسی پر ایک بار پھر اکوڑہ خٹک میں باقاعدہ دورہ تفسیر شروع کیا۔ اگرچہ فن تفسیر میں آپ نے بڑے بڑے اکابر مفسرین سے استفادہ کیا تھا،لیکن آپ خود بھی ایک بے مثال مفسر تھے۔ آپ کا دورہ تفسیر بڑا مشہور تھا،آپ کے درس میں علماء اور فضلا شریک ہوتے تھے۔ آپ با محاورہ ترجمہ کرتے تھے اور ہر آیت کا دوسری آیت سے ربط معلوم ہوتا تھا۔نحوی اور ترکیبی لحاظ سے قرآن مجید کو حل کرتے تھے،آپ کے ترجمہ میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ اور حضرت درخواستی کی چھاپ زیادہ تھی۔ حضرت درخواستی سے تو میں نے بھی ۱۹۸۳ء میں دورہ تفسیر پڑھا تھا۔اس لیے آپ کے ترجمہ میں اندازہ ہوتا تھا کہ یہ حضرت درخواستی کا طرز ہے اور حضرت لاہوری کے ارشادات وفرمودات تو بہت بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ حضرت لاہوری کی خودداری اور زاھدانہ زندگی کے واقعات درس میں بڑے پر اثر انداز میں سنایا کرتے تھے۔

میرے استاد التفسیر

جب آپ نے اعظم گڑہ (اکوڑہ خٹک) کی مسجد فاطمہ میں دورہ تفسیر شروع کیا تو میں اس میں تقریباً ہر سال شریک ہوتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک تخت ہے اس پر میں اور حضرت شیخ مدنی بیٹھ گئے پھر وہ تخت بلند ہوکر ہوا میں اڑنے لگا۔

خواب کی تعبیر

حضرت شیخ مدنی اگرچہ مناظرے نہیں کرتے تھے لیکن مناظرہ کی استعداد اچھی تھی۔ میں نے حضرت سے کہا کہ ہمیں فرق باطلہ کا مناظرہ کورس پڑھائیں تو حضرت نے فرمایا کہ یہ کورس آپ پڑھائیں۔ میں گھبرا گیا، نیا نیا فاضل تھا اور آپ کے حلقہ درس میں فضلاء اور علماء شریک ہوتے تھے۔ میں سوچنے لگا کہ اہل علم کے سامنے اپنی ناقص معروضات کیسے پیش کروں گا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب سے مشورہ کیا، انہوں نے بھی اجازت دے دی۔ چنانچہ جب حضرت رحمہ اللہ کے درس سے پہلے میں ان کے اس تخت پر بیٹھا جس پر آپ بیٹھ کر درس قرآن دیتے تھے تو مجھے فوراً اپنا خواب یاد آ گیا، حضرت کی ذرہ نوازی دیکھیں کہ مجھ ذرہ بے مقدار کو اپنے تدریسی اعلی منصب والی سیٹ پر بٹھا دیا۔ میں فرق باطلہ (قادیانیت ،شیعیت ،غیر مقلدیت ،عیسائیت ، بریلویت) کا کورس حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی ،حضرت مولانا عبدالستار تونسوی ،حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود فاضل ڈابھیل ،حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر ،حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی جیسے یکتائے روزگار حضرات سے پڑھ چکا تھا۔اس کورس کی کاپیاں اور میرے نوٹس میرے ساتھ پہلے سے موجود تھے، چنانچہ ان بزرگوں کی دعاؤں کے ساتھ اللہ کا نام لے

کر فرق باطلہ کا کورس پڑھانا شروع کر دیا۔حضرت کے درس قرآن سے آدھا گھنٹہ پہلے میرا درس ہوتا تھا جو الحمدللہ کامیاب رہا۔

اس کے بعد میں دورہ تفسیر میں شریک ہوجاتا تھا۔میں نے تفسیر میں آپ سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے، شاید آپ کے کسی اور شاگرد کو اتنا موقع ملا ہو۔آپ کے علاوہ میں نے دورہ تفسیر حضرت مولانا عبد اللہ درخواستی، شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا حمد اللہ جان ڈاگئی، حضرت مولانا سرفراز خان صفدر اور حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن مدظلہ سے پڑھا ہے، ان حضرات کی برکت توجہ اور دعاؤں سے اب مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے ہر سال دورہ تفسیر پڑھانے کی توفیق دیدی ہے۔حضرت شیخ مدنی میرے بارے میں سن کر بہت خوش ہوتے تھے۔مجھے فرماتے حلقہ درس وسیع کرو تو میں کہتا حضرت وسائل کم ہیں۔

استادی اور شاگردی

میں اگر چہ حضرت شیخ مدنی کا ایک ادنی شاگرد ہوں لیکن اس پر جتنا فخر کروں کم ہے۔معنوی اور روحانی رشتوں میں سب سے مضبوط اور پائیدار رشتہ دینی علوم میں استادی اور شاگردی کا ہے۔شاگرد کی طرف سے محبت اور عقیدت ہوتی ہے اور استاد کی طرف سے دعا اور شفقت۔میں نے یہ رشتہ کبھی ٹوٹتا ہوا نہیں دیکھا۔ہمارا یہ تعلق حضرت کے ساتھ پچھلے تیس سالوں سے قائم تھا۔علاقہ بھی ایک تھا،غمی اور خوشی میں بھی ملاقاتیں ہوتی تھیں۔مختلف دینی تقریبات میں استفادہ کا موقع ملتا تھا۔

انتخابی مہم

۱۹۹۲ء کے الیکشن میں جمعیت علماء اسلام کی طرف سے قومی اسمبلی کے امیدوار تھے، پوری الیکشن کمپین میں نے آپ کے ساتھ چلائی تھی۔ایک جگہ میں نے ہندکو میں تقریر کی اور آپ نے اردو میں۔

جلسہ میں جاننے والے شریک افراد بہت حیران تھے کہ پٹھان مولوی نے یکدم ہندکو میں تقریر جھاڑ دی انکو پتہ نہیں تھا کہ میری پیدائش رہائش اور پرورش پشاور میں ہندکو اور اردو بولنے والوں کے ساتھ ہوئی ہے۔حضرت شیخ مدنی اسلامی سیاست سے واقف تھے۔خلفاء راشدین اور اسلامی تاریخ پر انکی بڑی گہری نظر تھی لیکن عملی سیاست سے دور تھے۔سولہ سال مدینہ منورہ کی مقدس میں فضا میں رہ چکے تھے،صوفی مزاج ،درویش صفت،عزت مند اور جرأت مند انسان تھے۔میرا خیال ہے آپ نے سولہ سال میں کبھی اخبار کا مطالعہ نہیں کیا ہوگا، الیکشن میں ناکامی کے بعد عملی سیاست میں کبھی حصہ نہیں لیا اور درس وتدریس کیلئے خود کو مکمل طور پر وقف کر دیا۔مدرس ہونے کیساتھ ساتھ آپ عربی اور اردو کے بہترین لکھاری بھی تھے۔تفسیر حسن بصری،تفسیر سورۃ کہف اور زاد المنتھی (مفکر اسلام، امام سیاست

مولانا مفتی محمود کی ترمذی کی عربی شرح ہے جس کی مکمل تصحیح حضرت شیخ مدنی نے کی ہے اوراس پر آپ نے عربی زبان میں ایک وقیع مقدمہ بھی لکھاہے) اور مکانۃ اللحیۃ فی الاسلام سے اندازہ لگتاہے کہ آپ بہت بڑے مصنف تھے۔ پٹھان معاشرہ میں علمی خدمات میں بڑی رکاوٹ پشتون معاشرتی روایات ہیں،غمی خوشی نہ بھی ہوتو مہمانوں کا تانتا بندھا رہتاہے۔ایک دفعہ میں نے حضرت سے کہا عصر کے وقت لوگ آپ کے پاس آتے ہیں آپ کا وقت بھی ضائع ہوتاہے،آپ عصر کے وقت درس قرآن شروع کردیں۔لوگوں کو بھی فائدہ ہوگا اوروقت بھی ضائع نہیں ہوگا۔ آپ اس مشورہ سے بہت خوش ہوئے اوراس پر عمل شروع کردیا پھرتو حقانیہ کے سب طلباء درس سننے آجاتے۔

اِک تمنا کا عجیب اظہار

ایک دفعہ جامعہ عثمانیہ پشاور تشریف لائے تو حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب نے آپ سے فرمایا کہ حضرت یہ (ذاکرحسن) کہتاہے کہ حضرت شیخ مدنی کو ایک لائبریری میں بندکردیاجائے اور دروازہ پر ایک کلاشن کوف والا کھڑا کردیا جائے جوحضرت کولائبریری سے باہر جانے نہ دے اور باہر والوں کو اندر نہ آنے دے تاکہ حضرت تصنیف وتالیف کا کام کرسکیں اس پر فرمایا میں کیا کروں لوگ معاف نہیں کرتے۔کاش آپ تصنیف وتالیف کی طرف توجہ دیتے۔

ذہانت اور حاضر جوابی

آپ کا حافظہ قوی تھا،احادیث بھی آپ کویادتھی اور ہزاروں اشعار بھی۔حاضر دماغ بھی بہت تھے۔ مناظر بھی تھے لیکن مناظرے نہیں کرتے تھے۔فرمایا کہ میں ختم نبوت کے سلسلہ میں جیل میں تھا وہاں قیدیوں کو کھانے کی جو روٹی ملتی تھی اس کو اوپر کی طرف پھینک دیتے پھر وہ روٹی زمین پر آگرتی۔قیدیوں کا خیال تھا کہ جیل کی روٹی رزق نہیں اس کی ناقدری کروگے تو جیل سے نکل جاؤگے۔حضرت نے فوراً سورۃ یوسف کی آیت پڑھی قال لایاتیکما طعام ترزقٰنه یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کھانا تمہارے پاس آتاہے جوتم کو کھانے کے لیے ملتاہے یعنی جیل کے کھانے پر رزق کا اطلاق ہواہے۔

اجمل خٹک کے مقابلے میں آپ قومی اسمبلی کے امیدوار تھے،خٹک صاحب کی طرف سے معززین کا وفد جرگہ بن کرآیا کہ آپ خٹک صاحب کا مقابلہ نہ کریں۔جرگہ والوں نے کہا حضرت آپ کو اللہ تعالیٰ نے عزت دے رکھی ہے،آپ معزز انسان ہیں الیکشن اورسیاست بے عزتی کی چیز ہے۔آپ الیکشن لڑکرکیا کریں گے۔حضرت نے فوراً جواب دیاکیا اجمل خٹک معزز نہیں بے عزت ہیں؟ جوالیکشن لڑرہے ہیں،وفد اپنا سامنہ لے کر واپس ہوگیا۔

اکوڑہ خٹک کے شیخ الجامعہ حضرت مولانا سید بادشاہ گل صاحب مرحوم جوحضرت شیخ مدنی کے استاد بھی تھے، ان کے بیٹے پیر گوہر جی نے جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں ایک الگ عیدگاہ بنائی، حالانکہ اکوڑہ خٹک میں حقانیہ سے

متصل قدیم ایک ہی عید گاہ پہلے سے موجود تھی، جس میں علاقہ بھر کے لوگ عید کی نماز پڑھتے ہیں۔ جب حضرت شیخ مدنی نے لوگوں سے کہا کہ قدیم اور متفقہ عید گاہ میں نماز پڑھو تو پیر گوہر جی نے کہا کہ ایسے ظالم بھی ہیں (اشارہ حضرت شیخ مدنی کی طرف تھا) جو لوگوں کو عید گاہ سے منع کرتے ہیں۔ حضرت نے جواب میں فرمایا سب سے بڑا ظالم تو وہ ہے جو نئی اختلافی عید گاہ بنا کر لوگوں کو قدیم اور بڑی عید گاہ سے روکتا ہے۔ پیر گوہر جی کا سسرال ضلع نوشہرہ کا گاؤں نستہ ہے، اسکے سسرال والے دنیاوی اعتبار سے اثر رسوخ والے لوگ ہیں۔ پیر گوہر جی نے آپ (حضرت شیخ مدنی) کو دھمکی دینے کیلئے کہا کہ میں نستہ سے بدمعاشوں کو بلاؤں گا۔ حضرت شیخ مدنی نے جواب میں فرمایا کہ میں وہاں کے ''نیک معاشوں'' کو بلاؤں گا۔

عبرت کا پہلو تلاش کرتے تھے

ایک دفعہ اپنے گھر سے باہر حضرت شیخ مدنی پرانی اینٹوں کو پانی سے تر کر رہے تھے، کچھ دیر بعد اینٹیں پانی چوس لیتیں مجھے فرمایا کہ ان اینٹوں نے دنیا کی آگ کھائی ہے، اب بار بار پانی پی رہی ہیں، جب تک یہ اینٹیں رہیں گی اسی طرح پیاسی رہیں گی۔ یہ دنیاوی آگ کا اثر ہے اور دوزخ کی آگ اس آگ سے ستر گنا کماً اور کیفاً زیادہ ہے، خدا جانے وہ کیسی اور کتنی شدید ہوگی، اللہ محفوظ فرمائے۔

ایک دفعہ حضرت کو گرمیوں کے رمضان میں ختم القرآن کی ایک تقریب میں تقریر کے لیے اپنے گاؤں مصری بانڈہ لے جا رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ افطار اور کھانا ہمارے ساتھ گاؤں میں ہوگا اور اکوڑہ خٹک اور ہمارے گاؤں کے درمیان دریا کابل حائل ہے جو ہم کشتی کے ذریعے عبور کرتے ہیں۔ ہم دونوں جب دریا کے قریب پہنچے تو مغرب کی اذانیں شروع ہوگئیں۔ ملاح سب اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے، کوئی کشتی چلانے والا نہیں تھا، نہ ہمارے ساتھ افطاری کے لیے کچھ تھا۔ مجھے بڑا افسوس ہوا دل میں پشیمان بھی تھا کہ اتنی بڑی شخصیت کو کہاں لے آیا۔ کھانے کو کچھ ہے نہ پینے کو، چنانچہ ہم دونوں نے دریا کے پانی سے روزہ افطار کیا لیکن دل میں پشیمان تھا کہ یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا۔ اسی دوران حضرت نے مجھے فرمایا کہ آج ہم کو اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب منظر دکھلایا کہ صرف پانی سے روزہ افطار کرو تاکہ تمہیں ان لوگوں کا احساس ہو جن کے دسترخوان پر افطار کے وقت صرف پانی موجود ہوتا ہے۔ افطار کے دیگر لوازمات نہیں ہوتے، صرف پانی سے افطار کرتے ہیں خدا جانے وہ کیا محسوس کرتے ہوں گے۔ آج ہمیں ان کی حالت کا صحیح ادراک ہوا۔ حضرت شیخ مدنی کے کمال اخلاق کا اندازہ لگائیے کہ صراحتاً، کنایۃً اور اشارۃً گلہ کیا نہ شکوہ، نہ تنبیہ کی، نہ غصہ کیا۔

جہادی کارنامے

جہادی افغانستان کے حوالے سے آپ کا ایک نام ہے، آپ افغانستان کے مجاہدین کے سرخیل تھے۔ آپ

کا جہادی جذبہ حضرت لاھوریؒ کے درس قرآن سے بنا تھا، ہمیں درس قرآن میں فرمایا کرتے تھے کہ حضرت لاھوری اس طالب علم کو درس قرآن میں داخلہ نہیں دیتے تھے جس کو سائیکل چلانا نہ آتی، فرماتے اگر جہاد میں سائکل کی ضرورت ہوئی تو تم کیا کروگے۔آپ کی ہر تقریر میں جہاد کا ذکر ہوتا اور مجاہدین کیلئے دعا مانگتے۔۱۹۹۰ء میں ہمیں بھی اپنے ساتھ خوست لے کر گئے تھے، یہ وہ زمانہ تھا کہ روس کے ساتھ جہاد عروج پر تھا، میں نے دس دن خوست کے پہاڑوں میں جہادی ٹرینگ میں گزارے تھے۔آپ میران شاہ میں منبع العلوم میں ٹھہر گئے تھے، اس لیے کہ آپ وہاں شیخ الحدیث تھے ایک دن ہمارے پاس وفاق المدارس کے وفد کے ساتھ خوست تشریف لائے۔حضرت ہمارے ساتھ خوست کے پہاڑوں میں نشانہ بازی میں مصروف تھے اس دوران خطرے کا سائرن بجا۔روس کا جہاز بمباری کیلئے پہنچ گیا۔سب حضرات نے غاروں میں پناہ لی میں نے حضرت شیخ مدنی کو دیکھا کہ سفید پگڑی سر سے اتار کر آسمان کی طرف دیکھا اور بسم اللّٰہ الذی لایضر مع اسمہ شیء فی الارض ولافی السماء وھو السمیع العلیم دعا پڑھی اور اپنی جگہ بیٹھے رہے، میں بھی غار کے باہر کھڑا تھا، کلاشنکوف میرے ہاتھ میں تھی اور آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا کہ بم کی طرف دیکھوں گا کہ جس طرف سے بم آئے تو دوسری طرف بھاگ کر پناہ لے لوں گا، اچانک ہم سے کافی فاصلے پر پہاڑوں میں بم گرا اور ہم سب محفوظ ہوگئے۔

طالبان حکومت کا وکیل وترجمان

کچھ عرصہ کے بعد طالبان حکومت بن گئی، طالبان حکومت کا تعارف آپ نے کرایا اس کے لئے ملک اور بیرون ملک کے دورے کئے۔اپنی فصیح اور بلیغ عربی اور اردو تقریروں میں کھل کر ان کی حکومت کی حمایت اوروضاحت کرتے۔عرب ممالک میں ان کا خوب تعارف کرایا۔حول حرکۃ الطالبان نامی کتاب لکھی۔آپ کی سعی سے اور مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کی برکت سے کراچی کے بڑے بڑے سیٹھ طالبان حکومت کی کامیابی کی طرف متوجہ ہوگئے۔ان حضرات کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے افغانستان میں تقریبا پانچ سال تک اسلامی نظام کی بہاریں، برکات اور ثمرات پوری دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے کانوں سے سن لئے امریکہ جیسے مکّار اور سازشی ملک نے اپنی خاص منصوبہ بندی کے ساتھ طالبان حکومت ختم کردی۔لیکن اللہ پاک کا فضل ہے کہ حکومت نہیں ہے افغانستان میں لیکن طالبان موجود ہیں۔اللہ تعالی کرے ایک بار پھر وہاں اسلامی حکومت قائم ہوجائے۔

آپ کی بے تکلّفی

حضرت جتنا بے تکلف عالم میں نے آج تک نہیں دیکھا، نہ آپ جیسا زمیندار عالم دیکھا۔ بڑے بڑے علماء گزرے ان کی سوانح میں یہ باتیں نہیں ملتیں کہ عملاً کھیتی باڑی بھی کرتا ہو۔البتہ بعض پٹھان علماء میں اس کی

مثالیں ملتی ہیں لیکن انکی زندگیوں کے حالات کسی نے محفوظ نہیں کئے ۔فرمایا ایک دفعہ میں اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ راولپنڈی سے پشاور تک ہوائی جہاز میں آئے ۔چالیس روپیہ ٹکٹ تھا میری ماہانہ تنخواہ حقانیہ میں ۳۵ روپیہ تھی ۔بعد میں مجھے خیال آیا اور مولانا سمیع الحق مدظلہ سے کہا اب میں گھر کے خرچے کا کیا کروں گا پورا مہینہ کیسے گزاروں گا،تو حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے فرمایا کہ مزے بھی تو اڑا لیے،حضرت شیخ مدنی نے فرمایا کہ یہ ہمارا ہوائی جہاز میں زندگی کا پہلا سفر تھا۔

راحت رساں مؤمن

ایک دفعہ دورہ تفسیر کی آخری تقریب کے لئے کراچی سے حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب تشریف لا رہے تھے حالانکہ ان کی ران کی ہڈی ایک ایکسیڈنٹ میں ٹوٹ چکی تھی میں نے حضرت شیخ مدنی کو دیکھا کہ کدال ہاتھ میں ہے، گھر سے باہر کچّے راستے سے گذرنے والی ایک کچّی نالی ہموار کررہے تھے میں نے پوچھا کہ حضرت یہ آپ کیا کررہے ہیں فرمایا مولانا محمد زرولی خان صاحب کی ٹانگ میں تکلیف ہے اگر یہ جگہ اس طرح رہی تو انکی گاڑی ہمارے گھر کی بیٹھک نہیں پہنچ سکے گی انکو یہاں گاڑی سے اتر کر ہمارے گھر تک پیدل چلنا ہوگا اس طرح ان کو تکلیف ہوگی انکی گاڑی کے لئے راستہ ہموار کررہا ہوں تاکہ گاڑی آسانی کے ساتھ میرے گھر کے دروازہ تک پہنچ جائے اور انکو تکلیف نہ ہو حالانکہ یہ فاصلہ تقریبا سو میٹر تھا چنانچہ میں نے حضرت شیخ مدنی کے ہاتھ سے لے لی اور حضرت کی خواہش اور ہدایات کے مطابق نالی والا راستہ ہموار کیا میں سوچ رہا تھا کہ اپنے وقت کا ایک عظیم مفسر، محدّث اور ادیب ایک عالم کو سکون اور راحت پہنچانے کے لئے یہ خدمت کررہا ہے یہ کتنا عظیم انسان ہے ۔یہ گرمیوں کے رمضان کا مہینہ تھا وقت بھی دوپہر کا تھا گھروں سے باہر کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔دورہ تفسیر کے طلبہ سبق پڑھ کر اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف رخصت ہوگئے تھے ۔اس واقعہ کا نہ تو مولانا زرولی خان صاحب کو پتہ ہے نہ کسی اور کو پتہ چلا صرف میں نے اچانک یہ سب کچھ دیکھ لیا ۔اگر میں یہ واقعہ نہ دیکھتا تو آج تک کسی کو پتہ ہی نہ چلتا ،نہ جانے اس طرح ان کی خدمت اور بے تکلفی سے کتنے مخفی واقعات ہونگے ۔

سخاوت کا سمندر

علماء کرام میں میں نے ایک بات نوٹ کی ہے کہ سب میں سخاوت کا مادہ موجود ہوتا ہے کم اور زیادہ ہو سکتا ہے ۔حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علماء میں سب سے زیادہ سخاوت حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ میں تھی ،فرمایا کہ مجھے (حضرت شیخ المدنی) کو ایک مرتبہ اپنی تفسیر (جواہر القرآن) پر کام کے سلسلے میں راولپنڈی مدعو کیا ،رمضان کا مہینہ تھا ،میں افطار کے قریب پہنچا تو حضرت شیخ القرآن نے کسی کو بازار بھیجا اور اس سے کہا کہ بازار میں

پھلوں کی جتنی قسمیں موجود ہیں ہر نوع اور قسم سے پھل لے آؤ۔ حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ بھی انتہائی سخی تھے گھر میں جو کچھ ہوتا تھا مہمان کے سامنے رکھ دیتے، غریبوں اور بیواؤں کیلئے ماہانہ وظائف مقرر کئے تھے۔ سیلاب زدگان کے لئے ہمارے گاؤں کے حافظ مزمل (حضرت شیخ مدنی کا خادم خاص) کو اپنی جیب سے ساٹھ ہزار روپے دئے اور فرمایا کہ کیمپ لگا کر لوگوں کو دوائیاں دو۔

دینی غیرت، جرأت اور اخلاص

حضرت شیخ مدنی ہمت، جرأت، دینی غیرت، اخلاص اور دین پر مر مٹنے والے عظیم انسان تھے، یہ اوصاف آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے، ان کے دل میں غیر اللہ کے خوف کے لیے بالکل جگہ نہ تھی۔ ان کی ایک خاص پشتو اصطلاح تھی دلہ گانو، طلاقیانو، یریگئی یعنی کیوں ڈرتے ہو۔ روس سے ڈرتے تھے نہ امریکہ سے اور نہ حکومت سے۔ حق بات بہ بانگ دھل کہنا آپ کا شیوہ اور خاصہ تھا۔ آپ کے دل میں ذرہ برابر کھوٹ نہ تھی۔ مجسم اخلاص تھے۔ ہر کام اللہ کی رضا کی خاطر کرتے تھے کسی کی پروا نہیں کرتے تھے۔ آپ کے بھائی کے گھر میں ٹی وی تھا اس کو سمجھایا، شاید ان پر آپ کی بات کا اثر نہ ہوا ہوا ایک بھاری پتھر اٹھا کر ٹی وی کی اسکرین پر دے مارا۔ آپ ہر باطل کے خلاف اپنی تقاریر میں پوری جلالت علمی اور مدلل انداز میں کھل کر بولا کرتے تھے۔

آخری ملاقات

امسال میں اور میری اہلیہ حج کیلئے جا رہے تھے میں نے دعا کے لئے حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ کو فون کیا تو فون پر بہت زیادہ دعائیں دیں، پھر جب واپس آیا تو مفتی نجم الرحمٰن صاحب اور مفتی تحمید اللہ جان صاحب کے ہمراہ زیارت کے لئے حاضر ہوا، تکلیف کے حالت میں تھے لیکن ویل چیئر پر گھر سے باہر تشریف لے آئے ہم نے کھڑے کھڑے زیارت کی میں نے دعا کی درخواست کی تو کافی اصرار کیا کہ آپ دعا مانگیں آپ حج کر کے آئیں ہیں میں ان کے سامنے کیا دعا مانگتا بالآخر آپ نے خود دعا کی اور ہمیں کافی دعائیں دے کر گھر رخصت ہو گئے۔ اسکے فوراً بعد RMI پشاور میں داخل ہو گئے۔ آپ کے خادم خاص ہمارے گاؤں کے حافظ مزمل خان نے حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ سے کہا کہ ذاکر حسن کو اطلاع کر دینگے۔ (میری رہایش حیات آباد فیز ۴ میں ہے۔ RMI مجھ سے بہت کم فاصلے پر ہے) لیکن حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا نہیں ان کو اطلاع نہ کریں وہ پھر تکلفات سے کام لے گا۔ مجھے حضرت کے بارے میں پتہ چل گیا تھا لیکن میں قصداً ہسپتال نہیں گیا اسلئے کہ حضرت میرے ساتھ گپ شپ کے موڈ میں باتیں زیادہ کرتے تھے میں نے سوچا دل کے مریض میں ان کو تکلیف ہو گی پھر یہ بھی خیال آتا کہ حضرت ہسپتال میں داخل ہوتے رہتے ہیں۔ گھر منتقل ہو جائیں تو پھر ملاقات کریں گے، ہمارے وہم وگمان میں

بھی نہ آتا تھا کہ حضرت شیخ مدنی ہم سے کوچ کر کے جائیں گے لیکن جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد جمعہ کی مبارک ساعات میں انتہائی کم لمحوں میں آپ کی روح پرواز کرگئی۔ایک شاگرد مفتی اظہارالرحمٰن نوشہرہ نے حضرت شیخ کے بارے میں فون پر ایسی خبر سنائی جو میں نہ سننا چاہتا تھا نہ سن سکتا تھا لیکن کیا کریں آدمی زندہ رہے تو ایسی خبریں خواہ ہی نہ خواہ سننی اور سنانی پڑھتی ہیں اور صدمے سہنے پڑھنے ہیں......

ع دریں دنیا کسے بے غم نہ باشد

صبح کی نماز پڑھ کر بچوں سمیت پشاور سے اکوڑہ خٹک پہنچ گیا۔جسد مبارک کی زیارت کی، جنازہ میں شرکت کی اور آسمان کو زمین میں دفن کردیا، میں بالآخر پکار اٹھا: زمین چھپا گئی میرے آسمان کو۔

ذهب الشیخ ومات الکمال
صاح الزمان این الرجال؟

مفتی غلام قادر نعمانی

استاد الحدیث دار العلوم حقانیہ

ایک عظیم مفسر اور ہر دل عزیز شخصیت

بعض شخصیتیں قافلہ ہستی کے لئے مینارہ نور ہوتی ہیں ان کے وجود مسعود سے علم و دانش، زہد و تقویٰ اور یقین و معرفت کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں لیکن یہ شئ بڑی گرانمایہ ہے جو نہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے ملتی ہے اور نہ دل میں تمنا لیے۔ ہاں حق تعالیٰ کی دین وعطا ہے اور اس کی نظر وکرم کا پرتو ہے جس پر پڑ جائے تو وہ ایک تابندہ ستارے کی مانند چمکنے لگتا ہے اور اپنی ضیاء پاش کرنوں کے ذریعے جہاں کے لئے مشعل راہ، مینارہ نور اور قابل تقلید عبقری شخصیت کا حامل فرد بن جاتا ہے اور جس خطے پر یہ تابندہ ستارہ طلوع ہو جائے، تو وہ بقعہ نور والطّور کا سماء پیش کرتا ہے۔

ایسی ہی شخصیات میں مرد قلندر محبوبِ عوام وخواص علمی، جہادی اور ہر قسم دینی سرگرمیوں میں بے پناہ شہرت اور مقبولیت کا حامل ہمارے استاد محترم شیخ الحدیث والتفسیر سید شیر علی شاہ المدنی بھی تھے۔ جن کی صفات و کمالات سے پوری دنیا عموما اور علمی حلقے خصوصا بخوبی واقف ہے ان کے بارے میں ہمارے جیسے شاگرد کچھ بھی نہ لکھے تو پھر بھی اس آفتاب ومہتاب کی روشی پر کوئی اثر نہیں پڑتا لیکن اس عظیم ہستی سے ایک گونہ نسبت ظاہر کرنے کے لئے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر اور فقہ سے متعلق تین نکات حوالہ قرطاس کر لیتا ہوں۔

احب الصالحین ولست منہم

لعل اللّٰہ یرزقنی صلاحا

تفسیری نکات

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے تفسیری نکات تو بے شمار ہیں لیکن سورۃ کہف کی تفسیر زیادہ مقبول ومشہور ہونے کے ساتھ ساتھ عجیب وغریب نکات پر مشتمل ہے۔

سورۃ کہف کے تفسیر کے دوران ایک قاعدہ "کثرۃ المبانی تدل علی کثرۃ المعانی" کے حوالہ سے آیت کریمہ "فمااسطاعوا ان یظھروہ وماستطاعوا له نقبا" کہ یأجوج ومأجوج نہ دیوار پر چڑھ جانے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اس میں سوراخ کرنے کی، کے ضمن میں وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اول جگہ میں اسطاعوا (بغیر تاء) ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ سیڑھی لگا کر چڑھ جائے تو چڑھنا کسی درجہ میں ممکن تھا اسلئے (بغیر

تاء) کے لایا اور دوسری جگہ میں استطاعوا (مع التاء) کے ذکر کیا کہ وہ کسی بھی حالت میں سوارخ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے تاء کے ساتھ ذکر کیا۔تو ایک حرف (تاء) زائد ہونی کی وجہ سے معنی میں اضافہ ہوا۔

دوسرا نکتہ احادیث سے متعلق

ایک مرتبہ فرمایا: ان من السنة ترك السنة فی السفر کہ سنتوں میں سے ایک سنت سفر کی حالت میں سنتوں کا چھوڑنا ہے چنانچہ اپنا معمول بھی اس کے مطابق تھا۔یاد رہے کہ اس مسئلے میں کچھ تفصیل موجود ہے۔

تیسرا نکتہ فقہ سے متعلق

ایک مرتبہ کسی مجلس میں ایک صاحب نے عرض کیا کہ میں موجودہ دور میں جہاد کے بارے میں توقف کرتا ہوں تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کیا تم مجتہد ہو کہ توقف کرتے ہو توقف تو تعارض ادلۃ کے وقت مجتہد کرتا ہے جہاں کسی ایک طرف کوئی توجہ ترجیح موجود نہ ہو،تم تو مقلد ہو اپنی رائے کی وضاحت کرو۔

آخر میں ان کے فراق پر وہ شعر لکھتا ہوں جو حضرت شیخ صاحب بکثرت دورہ تفسیر کے موقع پر سناتے تھے۔

نعق الغراب ببین لیلیٰ غدوۃ
کم کم وکم بفراق لیلیٰ ینعق

مولانا اعزاز الحق شمس نقشبندی
خانقاہ شمسیہ شاہ منصور (صوابی)

عالم اسلام کا عظیم سرمایہ

اکابر کے نورِ نظر

پہلی ملاقات تو یاد نہیں کہ کب اور کہاں ہوئی البتہ اتنا یاد ہے کہ ہمارے بچپن کے زمانہ میں آپ شاہ منصور میں منعقدہ دینی اجتماعات میں تشریف لاتے تھے اور خصوصی بیان بھی آپ ہی کا ہوا کرتا تھا اکابر کے نور نظر تھے اور اصاغر کے استاذ اور راہنما تھے صحیح معنوں میں بقیۃ السلف اور حجۃ الخلف تھے فصیح اور بلیغ تھے آواز میں سوز اور درد تھا، سینہ معرفت الٰہی سے بھرا ہوا تھا امت مسلمہ کی حالت زار پر خون کے آنسو روتے عالم اسلام کے مجاہدین کے رہنما اور سرخیل بھی تھے اور خود بھی عظیم مجاہد تھے بندہ فقیر نے حضرت کی کوئی ایسی تقریر آج تک نہیں سنی جس میں مجاہدین کا تذکرہ اور خصوصا افغانستان کے طالبان ذکر نہ ہوان کی زبان کی فصاحت اور لہجہ کی حلاوت کا اتنا مزہ ہوتا کہ قلم اسکی کیفیت لکھنے سے عاجز ہے، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے تو دل میں عشق نبوی علی صاحبھا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ موجزن ہوتا، صحابہ کرامؓ کے جہاد کے واقعات بیان فرماتے تو صدق اور علم وعمل کے ان جانثاروں کے قافلے گویا نظروں کے سامنے چلتے پھرتے نظر آتے تھے تابعین کے احوال واوصاف بیان فرماتے تو تقویٰ وللّٰہیت اور تواضع وانابت کے وہ فرشتہ صفت اور مجسم تقویٰ صورتیں آنکھوں کے سامنے آجائیں اور خیال وفکر کے دروازے کھل جاتے تھے، دل ودماغ معطر ہوجاتے ہر سامع ماضی کی خوبصورت یادوں میں ڈوبے حضرت الاستاذ شیخ الحدیث علامہ ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ کے فصیح وبلیغ اور دل سوز لب ولہجے سے محظوظ اور مستفید ہوتا تھا فرحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

حسن وکمال کا سنگم

دل تو بہت کچھ حضرت الاستاذ کے حوالے سے لکھنے کو چاہتا ہے لیکن کیا کرے بندہ لکھنے لکھانے کے فن سے کما حقہ شناسا نہیں ہے، اور پھر اپنے وقت کی اتنی عظیم جامع الکمالات ہستی پر قلم اٹھانا کوئی آسان کام نہیں لیکن پھر بھی خریداران یوسف میں شامل ہونے کے مصداق اور حضرت کے روحانی فرزند ہونے کے ناطے اپنے مشفق استاذ مربی اپنے دور کے عظیم مفسر، محدث مجاہد مبلغ ترجمان ملت پر چند سطور لکھنے کیلئے بہانہ ڈھونڈتا ہوں، شکل وصورت کو یاد

کرتا ہوں تو حسین وجمیل بارعب کتابی چہرہ بادہ علم وعرفان اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سرور سے لبریز روشن اور بینا آنکھیں، سرخی مائل گندمی رنگ، مناسب قد وقامت، حلم وقار اور اخلاق نبوی علیٰ صاحبھا ألف ألف صلوٰة وتحیة سے مزین شخصیت کسی کو ان سے آنکھ ملانے کی سکت نہ ہوتی اور جو کوئی ایک بار حضرت الاستاد کو دیکھ لیتے تو ایک ہی نظر میں دیکھنے والے کی نظروں میں محبوب بن جائے۔

چند خوشگوار یادیں

وہ پیار سے بھرے پیارے استاد تھے اور ہر کسی سے پیار ومحبت سے پیش آتے اپنے اساتذہ کے حالات بیان فرماتے تو آنکھیں پرنم ہوجاتیں اور آواز گلوگیر ہوجاتی، انتہائی احترام سے اپنے اساتذہ اور اکابر کا تذکرہ فرماتے بندہ فقیر نے ۱۹۹۷ء میں حضرت سے دورہ تفسیر پڑھا عربی رسم الخط والا چھوٹے سائز کا قرآن مجید حضرت الاستاذ کے ہاتھوں میں ہوتا اور اس بیاض مصحف سے ترجمہ وتفسیر فرماتے اور قرآنی علوم ومعارف کو عجب محققانہ اور منفرد انداز میں بیان فرماتے الحمد للہ آپ کے انداز بیان اور انداز تحریر کی تھوڑی سی جھلک قارئین کرام تفسیر سورۃ کہف اور تفسیر حسن بصریؒ میں ملاحظہ کرسکتے ہیں حضرت اپنی ذات میں ایک انجمن تھے بیک وقت ایک محقق، مفسر، مورخ، مصنف اور عملی مجاہد تھے آپ کا اصل میدان تعلیم وتدریس تھا آپ کے لطائف ونکات اور عجیب واقعات بندہ کے ذہن پر نقش کالحجر ہیں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے واقعہ میں بیان فرمایا کہ کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ دریائے نیل میں ایک بحری جہاز محو سفر تھا کہ جہاز میں سوار کسی مسافر کے ہاتھوں ایک مچھلی آئی وہ مچھلی عجیب الخلقت تھی اس کے جسم کی ایک طرف کا حصہ بالکل خالی تھا تاہم وہ خالی حصہ پوست سے آراستہ تھا جہاز کا کپتان جو ایک غیر مسلم تھا، اس نے اصل وجہ جاننے کے لئے تحقیق شروع کی اس سلسلے میں اسکی ملاقات وہاں ایک مقامی عالم سے ہوئی اسے سارا ماجرا سنایا اور مچھلی دکھائی اس عالم نے بتایا کہ یہ مچھلی زندہ ہوکر دریا میں چلی گئی تھی اور اسی طرح وہ کھایا ہوا حصہ اب تک اس کی نسل میں کم چلا آرہا ہے سبحان اللہ۔

بعض تفسیری نکات

۱۹۹۸ء کے دورہ تفسیر میں مقدمہ القرآن کے بعد جب حضرت الاستاد نے سورۃ فاتحہ کا افتتاح فرمایا تو اس جملہ کے ساتھ آغاز فرمایا کہ اس سورت کو سورۃ فاتحہ کہتے ہیں اسلئے کہ اس سے قرآن کا افتتاح ہوا ہے اور بھی بہت سے نام ہیں سورتوں کے نام توقیفی ہیں یعنی موقوف علی السماع ہوتے ہیں، سور کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نام مبارک عام طور پر زبان سے ادا کرتے تھے) سے منقول ہیں سورۃ فاتحہ کے اور نام بھی ہیں مثلاً الصلوٰۃ، سبع المثانی، الوافیہ، الکافیہ، ام القرآن، ام الکتاب، الاساس،

الشفا وغیرہ پھر حضرت نے اپنی پسندیدہ عربی زبان میں تشریح فرمائی جو بہت عام فہم تھی فرمایا نزلت اولا بمکۃ المکرمۃ واخر بمدینۃ المنورۃ پارہ ۲۶ سورۃ محمد کی آخری آیت: وان تتولو یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم، عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ ﷺ یخصف نعلہ ویخبط ثوبہ ویعمل فی بیتہ کما یعمل احدکم فی بیتہ وقالت کان بشرا من البشر یغلی ثوبہ ویحلب نشاتہ ویخدم نفسہ (کذا فی المشکوٰۃ)

اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کے لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے، اس آیت کے ذیل میں فرمایا کہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عجم کے لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے دین کا کام لیا۔

اخلاق وعادات

حضرت الاستاذ قدس سرہ کے اخلاق وعادات، بود وباش، چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، بولنا سننا الغرض زندگی کے تمام اعمال وافعال اسوۂ نبوی علی صاحبھا الف الف تحیۃ وسلام کے سانچے اور قالب میں ڈھلے ہوئے تھے، بندہ فقیر جب آپ کے قول وفعل اور عملی زندگی کو یاد کرتا ہے تو ایسا محسوس کرتا ہے کہ آپ نے اسوۂ حسنہ کے آئینے کے سامنے بیٹھ کر سرتاپا اس کے مطابق اپنے آپکو سنوارا ہے آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے سادہ اور بے تکلف زندگی گذارتے تھے، درس وتدریس کے ساتھ ساتھ ذریعہ معاش کیلئے خود اپنے کھیتوں میں زمینداری کیا کرتے تھے ایک دفعہ ہم کچھ طالبعلم ساتھی ملاقات کیلئے حاضر ہوئے تو حضرت اس وقت اپنے کھیت میں رہٹ سے آبپاشی کررہے تھے کام کاج کے لباس میں حضرت کو ملبوس دیکھ کر ہم ورطہ حیرت میں ڈوب گئے کہ یا اللہ اپنے بڑے انسانی کسی سادہ اور بے تکلف زندگی گزار رہے ہیں، یقیناً یہ ہم جو چھوٹوں کیلئے ایک سبق آموز موقعہ تھا بلاشبہ حضرت الاستاذ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا عملی پیکر تھے، گھر کا کام کاج خود کرتے جیسا کہ شمائل ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے قالت کان بشرا من البشر، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) بھی عام انسانوں میں سے ایک انسان تھے، اپنے کپڑے کی جوئیں دیکھ لیتے تھے (یہ تعلیم امت کے لئے ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں جوئیں ٹھہرنا محال تھا) اور بکری کا دودھ دوہتے تھے، اور اپنے ذاتی کام خود سرانجام فرماتے غرض یہ کہ ہمارے استاذ صاحب میں عجز وانکساری وتواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوگی تھی، عجب وغرور تکبر وڑائی سے کوسوں دور تھے مزاج میں فقر اور عاجزی تھی، بے تکلف شخصیت کے مالک تھے سادہ لباس استعمال کرتے تھے سفید عمامہ بالکل سادہ طریقے سے باندھتے ہر کسی سے توجہ اور محبت سے ملتے تھے خصوصا علمائے کرام کی بہت عزت فرماتے اور بڑے احترام سے پیش آتے ہمارے شیخینؒ شیخ الحدیث مولانا فضل الٰہی اور شیخ الحدیث مولانا شمس الہادیؒ کا اساتذہ جیسے احترام کرتے اور باقاعدگی سے بخاری شریف اور دستار بندی کے اجتماع میں تشریف لاتے اور مجلس کی حسن اور وقار دوبالا کرتے۔

خانقاہ شمسیہ سے عقیدت ومحبت

ایک دفعہ بیماری یا کسی اور عذر کی وجہ سے شاہ منصور نہ آسکے اور بندہ کے نام ایک محبت نامہ ارسال فرمایا ڈھیر ساری دعاؤں کے ساتھ بندہ فقیر کو محبت اور شفقت بھرے کلمات سے نوازا آپ کا محبت نامہ بندہ کی زندگی کی ایک انمول متاع ہے جب بھی یادوں کے دریچوں میں جھانکتا ہوں تو یقین نہیں آتا کہ کہاں بندہ فقیر اور کہاں حضرت استاذ کی اتنی عزت افزائی یہ ان کا بڑا پن اور کرم نوازی تھی وہ مکتوب تلاش بسیار کے باوجود ہاتھ تو نہ آسکا خدا کرے کہ مل جائے ان شاء اللہ اگر مل گیا تو ''ماہنامہ الحق'' کے مدیر اعلیٰ سے الحق میں شامل کرنے کی درخواست کروں گا ، بلاشبہ ایسے اکابر ہم چھوٹوں کیلئے سرمایہ حیات ہیں ہم ان کے قدموں میں بیٹھ کر دین ودنیا کے رموز سے آشنا ہوجاتے ہیں ان کی جدائی سے تو گویا جیسے ہمارے سروں سے سایہ اٹھ جاتا ہے اور ہم بے سر وسامانی کے عالم میں فتنوں کی دھوپ میں اکیلے رہ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ بطفیل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان اکابرین کی دعاوں کی برکت سے فرمانے کے فتنوں سے محفوظ رکھے امین ۔

حضرت الاستاذ کے ساتھ ایک سفر

حضرت الاستاذ کے ساتھ اکوڑہ خٹک سے دارالعلوم زکریا اسلام آباد تک مختصر مگر یادگار سفر کی یادیں اب بھی دل ودماغ میں تازہ ہیں ،اس سفر میں شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ صاحب اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم دیر باباجی بھی شامل تھے بندہ فقیر اور مولانا محمد اویس بن مولانا عزیز الرحمان ہزاروی فاضل جامعہ دارالتفسیر والحدیث شاہ منصور خدام کے حیثیت سے ہمراہ سفر تھے ،دوران سفر حضرت الاستاد اکابر کے ارشادات اور اپنے ذاتی مشاہدات سے مستفید فرماتے رہے راستے میں عصر کی نماز کا وقت ہوگیا ،تو حضرت نے باہر دیکھ کر فرمایا کہ یہاں کہیں ایک مسجد ہے ،اور مزاحا فرمایا وہ مسجد ہی بین السڑکین ہے ،اسی مسجد میں حضرت امام نے قصر نماز پڑھی حضرت نے سلام پھیر کر فورا فرمایا کہ امام مسافر ہے مقیم حضرات اپنی نماز پوری فرمالیں دوبارہ سفر شروع کرتے ہی ہمارے شیخ الشیخ مولانا عبدالغفور عباسیؒ کا تذکرہ شروع ہوا فرمایا کہ حضرتؒ بہت شفقت فرماتے تھے،عظیم انسان تھے ،ایک دفعہ کراچی تشریف لائے تھے ،سولجر بازار کی مسجد غفوری میں رونق افروز تھے، بے تحاشہ ہجوم کے باعث میں باہر سڑک پر کھڑا رہا ،اندر نجانے کیوں جھجک محسوس کررہا تھا کہ اسی وقت حضرت مدنیؒ باہر تشریف لائے اور جونہی مجھے دیکھا تو پشتو میں فرمایا کہ شیر علی شاہ'' چه شرمیگے نو دغه شان به بهر په سڑك ولاڑئی ''یعنی شیر علی شاہ جب اسی طرح شرماؤ گے تو باہر سڑک پر کھڑا رہنا ہوگا ،حضرت نے شرمانے کا لفظ کشفاً استعمال فرمایا۔

شاہ منصور سے روحانی اور قلبی تعلق

جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ حضرت الاستاذ حضرات شیخین سے اپنے اساتذہ جیسے احترام سے ملتے تھے جب بھی موقع ملتا توان کی ملاقات کیلئے تشریف لاتے شاہ منصور کے دیگر علماء اور طلباء سے بھی ایک مضبوط رشتہ استوار تھا یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت الاستاذ نے ۶۰ ء کے عشرہ میں حضرت شیخ القرآن مولانا عبدالہادی شاہ منصور بابا جی سے دورہ تفسیر پڑھا تھا، گذشتہ ۴، ۵ عشروں سے حضرت الاستاد شاہ منصور میں رمضان المبارک میں دورہ تفسیر کے اختتامی پروگرام، جامعہ دارالتفسیر والحدیث کے ختم بخاری کی سالانہ دستار بندی اور دیگر منعقدہ دینی محافل میں بلاناغہ شریک ہوتے رہے ہیں یہی وجہ تھی کہ آپ شاہ منصور کے دینی حلقوں کے ساتھ ساتھ عوام الناس میں بھی مقبول تھے، اور اہلیان شاہ منصور آپ کو اپنے گاوں کا ایک باشندہ تصور کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ کی وفات پر جہاں شاہ منصور کے دینی حلقوں علماء وطلباء میں کہرام مچ گیا وہاں عوام الناس بھی یہ اندوہناک خبر سن کر حزن وملال کی تصویر بنے رہے جس کا بین ثبوت آپ کے جنازہ میں شاہ منصور کے علماء اور طلباء کے ساتھ ساتھ شاہ منصور کے عام لوگوں کی کثیر تعداد میں شرکت اپنی ہی گاوں کے ایک فرد کی طرح اپ کا سانحہ ارتحال اور شخصیت شاہ منصور کے حجروں اور نجی محافل میں زیر بحث رہا جس طرح حضرت الاستاذ کو شاہ منصور سے عقیدت اور محبت تھی اسی بات کے خوشگوار ردعمل میں شاہ منصور کے دینی حلقوں کا کہنا شاہ منصور کے عوام حضرت الاستاذ سے انتہائی محبت اور عقیدت رکھتے تھے بس اسی پر اکتفاء کرتا ہوں ورنہ ”خدا بخشے بہت خوبیاں تھی مرنے والے میں“۔

یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی
ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی
اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

محمد محمود عالم صفدر اوکاڑوی

خواب ،زلزلہ اور وفات

۱۲محرم الحرام ۱۴۳۷ھ ۲۵ اکتوبر ۲۰۱۵ کی شب بندہ نے خواب دیکھا کہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ فوت ہو چکے ہیں اور لوگ جوق درجوق آپکے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کیلئے آرہے ہیں ساتھ برکۃ الحدیث استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب (صدر المدرسین جامعہ خیر المداراس ملتان) کی زیارت ہوئی بندہ نے استاد مکرم کی دائیں پنڈی پر بوسہ لیا بندہ بعد از بیداری بہت متفکر ہوا خدا خیر کرے کہ کہیں استاذ مکرم کا سفر آخرت قریب تو نہیں مولانا خیر محمد کے سب سے قریبی اور خادم خاص شاگرد تو استاد ہی ہیں اگلے دن مورخہ ۱۳ محرم ۲۶ اکتوبر کو بہت بڑے زلزلہ کا حادثہ پیش آگیا ذہن پھر منتقل ہوا اپنی خواب کی طرف خطرہ واضح محسوس ہو رہا تھا ساتھ ساتھ یہ حوالہ بھی ذہن میں بار بار آرہا تھا کہ ۶۷۲ھ میں قونیہ میں بڑے زور کا زلزلہ آیا اور چالیس دن تک اس کے جھٹکے محسوس ہوتے رہے مولانا رومؒ نے فرمایا کہ زمین بھوکی ہے لقمہ تر چاہتی ہے چند ہی روز کے بعد مولانا علیل ہوئے اور ۵ جمادی الثانی بروز اتوار ۶۷۲ھ بوقت غروب آفتاب مولانا نے وفات پائی اور یہ آفتاب علم وفضل غروب ہوگیا یہاں بھی یہی حال تھا کہ شدید حزن وملال کہ یااللہ! خیر کونسی بڑی ہستی اٹھنے والی ہے کہ اتنا شدید زلزلہ اس کا پیش خیمہ ہے آخر بروز جمعہ خواب کی تعبیر آشکارا ہوگئی اور بذریعہ میسج یہ اندوہناک خبر ملی کہ امام المحدثین والمفسرین والمجاہد فی سبیل اللہ برکۃ الاکابر شیخ الحدیث ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب لاکھوں علماء وطلباء کو یتیم کر کے اس دار فانی سے رحلت فرما گئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

خیر آخر اٹھ کر ذات حق کی یادگار میں انکی ناصبور صبر نہ کیا آخر کاغذ قلم تھام کر ان خیالات کو قلم کی قید میں لانے لگا:

اعد ذکر نعمان لنا فان ذکرہ
ھو المسك لما یتکرر یتضوع

ذاتِ حق بھی ان مبارک ہاتھوں کی لاج رکھتی تھی

رات کے سوا دو بج چکے کل آفتاب غروب ہوا تو امت محمدیہ کی قسمت میں ایک نا قابل تلافی نقصان چھوڑ گیا وہ ہاتھ جب علماء مجاہدین کی مدد ونصرت کیلئے دعا مانگنے کیلئے اٹھتے تھے اور ذات حق بھی ان مبارک ہاتھوں کی لاج

رکھتی تھی وہ انسان جو دن کے اول حصہ میں اگر جامعہ حقانیہ کی مسند حدیث پر بیٹھ کر درس حدیث دیتا تھا تو پچھلے وقت صوبہ خیبر پختونخواہ کے دور دراز کا سفر کرکے کوہستان کے کسی پہاڑ کے دامن میں قوم پٹھان کے غیور فرزندوں کو درس جہاد دے رہا ہوتا۔

ایک عظیم سعادت کا حصول

اس انسان کا علم تفسیر میں ایسا رسوخ تھا کہ جب حکومت طالبان قائم ہوئی تو بہت سے گمراہ لوگوں نے افغانستان میں دورہ تفسیر کے عنوان پر گمراہی پھیلانے کی سازش کی مگر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کی خداداد فراست اس خطرہ کو بھانپ گئی اپنے تمام جعلی مفسرین کا بوریا بستر اگول کرتے ہوئے فرمان جاری کیا کہ امارت اسلامیہ اگر کوئی دورۂ تفسیر پڑھا سکتے ہیں تو وہ ڈاکٹر شیر علی شاہ ہیں چنانچہ آپ نے بلند پایہ علمی سعادت حاصل کی آپ کی ذات قدوہ سطوات ہی تھی کہ طالبان کی ہائی کمان کو آپ پر مکمل اعتماد تھا جو حکم فرما دیتے اس کو رد نہ کیا جاتا بندہ کے دل میں رہ رہ کر خیال آتا کہ آپکی اس مجاہدانہ زندگی اور قائدانہ کردار ہمہ جہتی صفات کو دیکھ کر اسلام دشمن لابی آپکو شہید ہی نہ کردے آپ کی وفات نے بتلایا کہ موت وحیات اس ذات حق کے قبضہ قدرت میں ہے۔

نسبت کا احترام

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ سے آپکی والہانہ محبت وعقیدت تھی ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ میں صوابی میں ایک پروگرام تھا جس میں حضرت ڈاکٹر صاحب مدعو تھے بندہ کو بھی بیان کا حکم ہوا تھا، بندہ کا بیان سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے فضائل ومناقب پر تھا بیان جاری تھا کہ حضرت اقدس اسٹیج پر تشریف لے آئے آپ جیسے علم کے سمندر کے سامنے مجھ جیسے تہی دامن کا جو حال ہونا تھا ظاہر ہے خیر بندہ نے ہمت نہ ہاری بیان مکمل کیا بعد از پروگرام حضرت اوکاڑویؒ کے حوالہ سے تعارف ہوا بہت شفقت فرمائی فرمایا حضرت تو ہمارے امام تھے پھر فرمایا عبدالعزیز نورستانی نے پشاور اور اس کے مضافات میں بہت اودھم مچایا ہوا تھا شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان نے مجھے فرمایا کہ حضرت اوکاڑویؒ سے وقت لیکر دیں میں نے مولانا زرولی خان سے رابطہ کیا انہوں حضرت سے مناظرہ کی تاریخ لے لی فرمایا حضرت تشریف لائے نورستانی کو وہ ذلت آمیز شکست ہوئی کہ فتنہ دب گیا اور مشوش قلوب واذہان کو راہ ہدایت پر شرح صدر ہوگیا ۱۴۳۵ھ میں اکوڑہ خٹک حاضر ہوا قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی دیر تک رئیس المناظرین حضرت اوکاڑوی کی تعریف فرماتے رہے یہ انکی تواضع کی دلیل ہے مکارم اخلاق کے ظہور کے یہی مواقع ہوتے ہیں بہت سے اکابر ومشاہیر تو ایسے دیکھے گئے ہیں جو اپنے نامور معاصر اور دیرینہ رفیق کے انتقال کے بعد زبان پر ان کا ذکر لانا بھی اپنی عظمت وخودداری کے خلاف سمجھتے ہیں مولانا کا حضرت کا محبت بھرے انداز

سے تذکرہ خیر فرمانا اور بندہ سے نسبتِ اوکاڑوی کی پاسداری کرتے ہوئے جامعہ حقانیہ کے دورۂ حدیث کے ڈیڑھ ہزار طلباء کے سامنے بیان کروانا ان کی شرافت نفس علوفطرت اور لطیف جذبات واحساسات کی بین دلیل ہے۔

اس ضمن میں فرمایا کہ کراچی میں ایک مسجد میں غیر مقلدین نے محنت کر کے کچھ پٹھانوں کو غیر مقلدین کرلیا اور بہت سے تشویش کا شکار ہوگئے فرمایا ان دنوں میں بھی کراچی میں تھا مجھے علم ہوا تو حضرت اوکاڑویؒ کو لیکر وہاں پہنچے حضرت کا نام ہی کافی تھا ان کا نام سنتے ہی غیر مقلدین مناظرہ پر نہ آئے اور راہ فرار اختیار کرنے میں ہی عافیت سمجھی فرمایا پھر کیا تھا میدان خالی تھا ہم فاتح تھے حضرت نے بھی تفصیلی خطاب فرمایا اور ہم نے بھی لمبی لمبی تقریریں کیں ،فرمانے لگے رات قیام کریں صبح دورہ کے طلباء سے بیان فرما کر جائیں یہ بات ذہن میں رہے کہ بندہ نے راولپنڈی سے اکوڑہ تک کا سفر موٹر سائیکل پر کیا تھا کپڑے غبار آلود تھے اور میں بھی شکل وصورت سے ایک درجہ حفظ کا طالب علم لگتا تھا مگر حضرت کی کشفی نظر سے نہ بچ سکا فرمایا بیان کر کے جائیں بندہ نے عرض کیا کہ اب تو آگے سفر طے ہے پروگرامات طے ہیں پشاور سے واپسی پر ان شاء اللہ تعمیل امر کرونگا چنانچہ واپسی پر جامعہ میں رکے حضرت نے اپنے ترمذی شریف کا درس موقوف فرما کر بیان کروایا۔

بندہ کی کیفیت بھی عجیب تھی ایک طرف حضرت کا علمی وروحانی دبدبہ دوسری طرف جامعہ کے دارالحدیث کی پرشکوہ عمارت پھر طلبائے حدیث کے نور برسائے چہرے بیان میں بہت کچھ کہا گیا جواب یاد نہیں البتہ ایک بات یاد ہے بندہ نے عرض کیا کہ حضرت الشیخ نے دورۂ تفسیر شیخ التفسیر امام العارفین حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے پڑھا اور حضرت اوکاڑویؒ بھی حضرت لاہور کے بیعت تھے اور بیعت کا واقعہ یہ ہے فرمایا میں اگرچہ غیر مقلدیت سے توبہ تائب ہوکر مسلک حقہ کو اختیار کر چکا تھا مگر پھر بھی پیری مریدی اور بیعت مرشد کو اچھا نہیں سمجھتا تھا اگر کوئی بیعت مرشد کو اچھا نہیں سمجھتا تھا اگر کوئی بیعت ہونے کی ترغیب دیتا تو اس کا مذاق اڑاتا ،۱۹۵۶ء کے لگ بھگ کی بات ہے میں مولانا عبدالحمید سیتاپوریؒ سے پڑھتا تھا ایک دن ایک بزرگ مولانا بشیر احمد پسروریؒ وہاں تشریف لائے سب طلباء ان سے مصافحہ کرنے کیلئے اُمڈ آئے ،میں بھی مصافحہ کرنے والے طلباء میں شامل ہوگیا تمام ساتھی مصافحہ کر کے واپس چلے گئے ،جب میں نے حضرت سے مصافحہ کیا تو حضرت نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرما کر بائیں ہاتھ سے پکڑ کر مجھے اپنے پاس بٹھالیا جب تمام طلباء مصافحہ سے فارغ ہوکر چلے گئے تو میرے طرف متوجہ ہوئے نام پوچھا اور فرمایا یہ حضرت اوکاڑوی شخص ایک بہت بڑے علاقے کو سنبھال سکتا ہے اور مجھے بار بار بیعت ہونے کی ترغیب دی میں جواب میں کہتا کہ بیعت کونسی ضروری چیز ہے لیکن حضرت کا اصرار بڑھتا رہا کہ تم ضرور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بیعت ہوجاؤ مولانا کے شدید اصرار پر میں نے بیعت ہونے کا وعدہ تو کرلیا لیکن پھر اسے بھول گیا ایک دن حضرت مولانا احمد علی لاہوری کا رسالہ خدام الدین پڑھ رہا تھا وہاں

حضرت نے اداریہ میں ظاہری اور باطنی آنکھوں کا تذکرہ فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ جب آدمی کی دل کی آنکھ کھل جاتی ہے تو وہ حلال وحرام میں تمیز کرسکتا ہے اور اگر کسی قبر کے پاس سے گذرے تو اس پر صاحب قبر کے احوال منکشف ہوجاتے ہیں فرمایا میں ان دنوں کمیٹی کے سکول واقع کمپنی باغ اوکاڑہ میں مدرس تھا۔ ابھی میں حضرت لاہوری کے مذکورہ بالا دعویٰ پر غور ہی کررہا تھا کہ ایک استاد جن کا نام رشید صاحب تھا تشریف لائے ان کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ یہ حرام کے پیسے ہیں اگر کسی نے لینے ہیں تو لے لے میں نے ان سے کہا کہ یہ نوٹ مجھے دے دو اس نے کہا یہ تو حرام کا مال ہے تم اسے کیا کروگے میں نے بتایا کہ میں حضرت لاہوری کا امتحان لینا چاہتا ہوں کہ آیا وہ حرام وحلال میں تمیز کرتے ہیں یا صرف دعویٰ ہی فرماتے ہیں اس سلسلہ میں تین چار استاد اور بھی میرے ساتھ شامل ہوگئے، ہم نے ایک ایک روپیہ اپنی جیب سے نکالا کچھ پھل حلال کے پیسوں سے خریدے کچھ حرام کے پیسوں سے اور حلال وحرام والے لفافوں پر نظر رکھی اور ساتھیوں کے ساتھ عازم لاہور ہوگیا

جب حضرت سے ملنے کی باری آئی تو ہم نے وہ پھلوں کے لفافے حضرت کے سامنے پیش کئے حضرت نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا حضرت ہدیہ ہے اسے قبول فرمالیں آپ نے ناراض ہوکر فرمایا: ہدیہ ہے یا امتحان لینے آئے ہو اور ان پھلوں میں سے حرام وحلال علیحدہ علیحدہ کرکے رکھ دیا ہم سب ساتھی بہت حیران ہوئے اور حضرت لاہوری سے درخواست کی کہ ہمیں بیعت فرمالیں واقعہ سنانے کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ شرح عقائد کے سبق میں ہمارے استاد مکرم حضرت مولانا شبیر الحق صاحب کشمیری (استاد الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان) نے جب کرامات کا مسئلہ پڑھایا تو حضرت لاہوریؒ کی یہی کرامت سنائی پھر فرمایا حضرت لاہوری تو نہ رہے مگر جنہوں نے یہ کرامت اپنی آنکھوں سے دیکھی وہ تو موجود ہیں انہی کی زیارت کرلو مراد حضرت اوکاڑوی تھے

چنانچہ ہم نے اس نیت سے حضرت کی فورا جاکر زیارت کی اس کے کچھ دنوں بعد حضرت بھی راہی دارالبقاء ہوگئے بندہ نے عرض کیا حضرت لاہوریؒ کی زیارت تو آپ نہ کرسکے حضرت ڈاکٹر صاحب کی زیارت کو سعادت سمجھو حضرت لاہوری کے تذکرہ پر حضرت ڈاکٹر صاحب پر عجیب رقت آمیز منظر طاری تھا رورہے تھے بعد از بیان رقت آمیز دعا کروائی اس کے بعد بار ہا سوچتا رہا کہ حضرت کے بارے میں جو بشارات کشفی طور پر جو دیکھی تھیں لکھ بھیجو مگر اپنی سستی اور شرم آڑے آتی رہے آہ! افسوس کہ آج حضرت ہم میں نہ رہے آپ کا دل خلافت اسلامیہ کے احیاء کیلئے بے تاب تھا اپنے رب کے حضور اس کو منوانے کیلئے پہنچ گئے ہم جسطرح حیات شہداء کے قائل ہیں اس طرح حیات صدیقین کے بھی قائل ہیں آپ اعلیٰ درجہ کے صدیقین میں سے تھے امید ہے ذات حق آپ کی قدردانی فرمائے گی اور آپکی دعاؤں کی برکت سے حالات کو پلٹا دیگی۔

ایک خواب اوراس کی تعبیر

گذشتہ دنوں ایک متقی پرہیز گار طالب علم نے خواب دیکھا کہ ملک پاکستان کی جلیل القدر قیادت وقت کے ایک بہت بڑے روحانی شخص کے ہاتھ پر بیعت ہوئی جب ایک بہت بڑے معبر سے تعبیر دریافت کی تو فرمایا ملک کے حالات دین کے حق میں بہتر ہونگے ان شاء اللہ حضرت ڈاکٹر صاحب جیسے اصحاب درد کی دعائیں امت مرحومہ کے حق میں قبول ہوچکی ہیں رات گذر چکی صبح قریب ہے حضرت پر بہت کچھ لکھا جائے گا بندہ آخر میں یہی کہتا ہے کہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے وسعت نظری، کامل مطالعہ، رسوخ فی العلم اور ذکاوت میں ان کی نظیر اس وقت ممالک اسلامیہ میں ملنی مشکل ہے والغیب عنداللہ ان جیسا آدمی برسوں بعد پیدا ہوتا ہے اور اب شاید برسوں بعد بھی پیدا نہ ہو۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ذات حق سے دعا ہے آپکو صدیقین کی صف میں شمار فرما کر ہمیں آپ کی برکات سے محروم نہ فرمائے آمین

برحمتك یا ارحم الراحمین

حافظ احسان الرحمٰن عثمانی

نائب مدیر ماہنامہ العصر پشاور

عظیم انسان کی بلند پایہ عظمتیں

29/اکتوبر 2015ء بروز جمعۃ المبارک بمطابق ۱۶/محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کو استاذ العلماء والمحد ثین ، شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدنی رحمہ اللہ پشاور کے پرائیویٹ ہسپتال (آر ایم آئی) میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔اناللہ مااخذ ولہ مااعطیٰ و کل شئی عندہ باجل مسمی......

تجھے کیا خبر تیری یاد نے ہمیں کیسے ستا دیا
کبھی چھین گئیں یہ خوشیاں،کبھی محفلوں میں رُلا دیا

حضرت شیخ عمر کے طبعی تقاضے کی بنا پر کافی عرصہ سے بیمار تھے،مگر علاج ومعالجہ کے بعد وہ اس میں بہت حد تک افاقہ محسوس کرتے تھے،تدریس اور دیگر معمولات برابر جاری رکھے ہوئے تھے،گاہے گاہے بیماری کے باوجود بھی آپ پورے نشاط اوراستقامت کے ساتھ اپنے تدریسی مشاغل سرانجام دینے میں مصروف عمل رہتے اوراس دوران کسی قسم کی سستی اور کاہلی کو برداشت نہیں کرتے تھے،بلکہ تدریسی مشاغل کے ساتھ ساتھ مختلف دوسری محافل ومجالس کوبھی برابر رونق بخشتے ۔میرے خیال کے مطابق یہی بلند ہمتی اوراولو العزمی آپ کواحادیث نبویہ سے براہ راست مدتوں کی مناسبت کی وجہ سے نصیب ہوئی اورآپ کے حق میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی تھی کہ نضّر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاھا واداھا کماسمعھا چنانچہ آپ سے وابستہ حلقہ احباب مجھ سے اتفاق کریں گے کہ آپ کے چہرہ پر ہمہ وقت احادیث نبویہ کی کرنیں محسوس ہوتی تھیں ، ملتے وقت آپ ایک ہنس مکھ ،خوش باش اور باغ وبہار شخصیت دکھائی دیتے تھے،گویا آپ اس شعر کے مصداق تھے......

اھل الحدیث طویلۃ أعمارھم
ووجوھھم بدعا الرسول منضرا

قدیم وجدید کا سنگم

اگرایک طرف آپ نے دارالعلوم حقانیہ اور دیگر علمی درسگاہوں میں یہاں کے فلسفیانہ،محققانہ اور منطقی طرز استدلال پر خوب گرفت حاصل کی تو دوسری طرف بین الاقوامی جامعات کے جدید اسالیب تدریس سے بھی خوب

آگاہی حاصل کی ۔اس سے گویا آپ مجمع البحرین بن کر دونوں قسم کے ماحول میں بغیر کسی تردد کے مقبول رہے ۔چند سال قبل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں آپ ایک استاذ کے دکتورہ کے مناقشہ میں مناقشِ خارجی کے طور پر فرائض سرانجام دینے کے لیے تشریف لائے،مجلس میں وطنِ عزیز کے کئی اساتذہ کے ساتھ سعودی عرب،مصر،فلسطین اوردیگر ممالک کے کئی دکاترہ تشریف فرما تھے،میں خود بھی اس مجلس میں حاضر تھا،دوران مناقشہ میں حاضرین کے چہروں کو پڑھ کر یقین کررہا تھا کہ آپ دل کی گہرائیوں سے حضرت شیخ کے علمی تفوق پر حیرت واستعجاب کا مظاہرہ کررہے ہیں اور جونہی مناقشہ اختتام پذیر ہوا تو سب نے اس درویش اور ملنسار کو پکڑا اوراپنے روایتی انداز کے مطابق ماتھے کو خوب چوما۔

جہاں گئے نمایاں رہے

جس سال آپ کے دکتوراہ کا مناقشہ ہورہا تھا تو رئیس جامعہ نے تمام طلبہ کو اپنی جانب سے عشائیہ دیا،کئی طلبہ نے رئیس جامعہ سے شکوہ کرکے یہ مطالبہ کیا کہ ہم بھی تو آپ کی رعیت میں ہیں،تو پھر کیوں یہ ترجیحی سلوک کیا جارہا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ آپ سب میرے بیٹے ہیں مگر شیر علی شاہ میرا وہ بیٹا ہے جس کا نان نفقہ میرے ذمہ ہے......

یہ اعجاز ہے حسن آوارگی کا کہ
جہاں بھی گئے داستاں چھوڑ آئے

ادب عربی میں اختصاص

ویسے تو حضرت شیخ کو مروجہ درسِ نظامی کی جملہ کتب میں دسترس حاصل تھا تاہم بطورخاص آپ کو تفسیر اورعلوم تفسیر،حدیث اورعلوم احادیث، ادب عربی اوراس کے متعلقات میں ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ جانے سے قبل بھی طبعی طور سے آپ کو عربی زبان بولنے اور لکھنے سے ایک خاص مناسبت حاصل تھی اور پھر وہاں کے ماحول میں مزید اس میں نکھار پیدا ہوا۔یہ آپ کی خصوصیت تھی کہ آپ کو عربی زبان کے بے شمار قصیدے، اشعار ازبر یاد ہوتے آپ بلاتکلف اس کو پڑھ کر حاضرین مجلس سے خوب داد حاصل کرتے ۔ ساتھ ہی فارسی زبان اوراردو اشعار سے بھی آپ نے نفیس انتخاب کرکے کئی چیزوں پر احاطہ حاصل کیا۔پٹھان معاشرہ میں پلنے بڑھنے کے باوجود آپ کی اردو کی تحریرات اورتقریرات میں غایت درجہ کا ادبی ذوق ، بلا کی چاشنی اوراس کے راہ ورسم سے آپ خوب واقف تھے۔شعروشاعری اورادب عربی سے آپ کے اس تعلق نے آپ کو قرآن فہمی میں ایک خاص مدد مہیا کی ،اوراس سے آپ پر علوم قرآن اوراس کے اعجاز کے رموز کھلے اورآپ نے بجا طور پر مفسر قرآن کا لقب حاصل

کیا، آپ ہی کا کہنا تھا کہ قرآن مجید کی تفسیر کے لیے دیگر متفق علیہ علوم سمجھنے کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی اور اردو زبان کی شعر وشاعری کا بھی نفیس ذوق ہونا چاہیے جس سے کتاب اللہ کی فصاحت وبلاغت سے خوب شناسائی ملتی ہے۔

علوم حدیث پر وسیع وعمیق نظر

آپ جب مسند حدیث پر رونق افزوں ہوتے تو بخاری شریف اور ترمذی شریف میں صرف فقہی مباحث کے بیان پر اکتفا نہیں فرماتے بلکہ طلبہ کو علوم الحدیث سے آگاہی جس میں بطور خاص اسمائے الرجال پر آپ خوب توجہ فرماتے۔ دوران درس راویوں کا تعارف، ان کی رحلات علمیہ، اساتذہ اور شاگردوں کے دلچسپ خاکے، بلند پایہ علمی کارنامے اور معاصرین میں ان کی علمی عظمت کو نہایت شگفتہ انداز میں طلبہ کے سامنے بیان کرتے۔ جرح وتعدیل کے اصول وضوابط، ائمہ محدثین کے علمی میدان میں کارہائے نمایاں بیان کرنے کے بعد اہل الحدیث اور اہل الرائے کے امتیازی خصائص کو خوب واضح کرتے۔ گاہے گاہے آپ سند کے عجائب وغرائب بیان کرنے کے ساتھ عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایمان افروز واقعات رونے کی ایسی کیفیت میں بیان کرتے جس سے پوری درسگاہ کی آنکھیں اشک بار ہو جاتیں۔

اسی کشمکش میں گزری میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز وساز رومی کبھی پیچ وتاب رازی

آفتاب ومہتاب کی بیک وقت ضوافشانیاں

مجھے بذات خود حضرت شیخ سے استفادے کا موقع 2001ء میں اس وقت میسر ہوا، جب آپ نے اس سال افغانستان میں طالبان حکومت کی پس وپیش کے باعث دارالعلوم حقانیہ کی بجائے شعبان ورمضان میں جامعہ عثمانیہ کے قریب جامعہ امداد العلوم میں دورہ تفسیر پڑھانے کا عزم کیا۔ میری خوش قسمتی رہی کہ اس موقع پر محدث کبیر حضرت مولانا محمد حسن جان مدنی شہیدؒ اصول تفسیر کے حوالے سے ایک گھنٹہ پڑھاتے اور بعد ازاں آپ پانچ، چھ گھنٹے کے دورانیہ میں اپنے مخصوص طبعی بے تکلفی اور مسحور کُن انداز میں قرآن مجید کا درس دیا کرتے، بظاہر تعبیرات سیدھی سادھی ہوتی مگر علوم ومعارف کا ایک دریا بہا دیتے۔ دونوں جبال علم سے ہمیں بیک وقت استفادے کا حظ وافر نصیب ہوا۔ قرآن مجید کے درس کے دوران اگر ایک طرف آپ لفظی ترجمہ، شان نزول، اسباب وواقعات کو بیان فرماتے تو ساتھ ہی اعجاز قرآن، عربی قواعد کی تطبیق، تفسیر القرآن بالقرآن وبالحدیث النبوی اور تاریخی پس منظر کے ساتھ ساتھ اپنے تجربات ومشاہدات کو خوب دلچسپی سے بیان فرماتے۔ علوم نبویہ کے تشنگان آپ پر ہمیشہ ٹوٹ پڑتے، اس دورہ تفسیر میں بھی طلبہ کے علاوہ کئی علما اور فضلا بھی آپ سے استفادہ کو اپنا شرف اور اعزاز سمجھتے۔

قرآنی آیات کی عصری تطبیق

دوران درس اگر ایک طرف آپ قرآن مجید کی لغت عربی میں نازل ہونے کی حکمتیں اور فصاحت وبلاغت کے مباحث چھیڑتے تو ساتھ ہی حضرت شیخ مولانا غلام اللہ خانؒ کے تفسیری ذوق کو ضرور اپناتے۔ گاہے گاہے اپنے محبوب استاذ حضرت شیخ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبداللہ درخواستی صاحب کے علمی نکات کو جہاد کی آیات میں ایسے عجیب پیرائے میں بیان فرماتے کہ جس سے طلبہ میں میدان جہاد کے حسین جذبہ کی آبیاری ہوتی۔ اتفاق سے ان دنوں میں افغانستان میں طالبان کے برسر اقتدار آنے اور ملا محمد عمر کی داستانیں ہر محفل ومجلس میں تازہ تھیں، آپ قرآن کی تفسیر کے دوران باقاعدگی سے ان کے تمام کارناموں پر سیر حاصل بحث فرماتے، عہد نبوی سے اس کو جوڑ کر حضرات صحابہ کی زندگیوں کی ایک جھلک اس کو کہتے رہے۔ 2002ء میں چارسدہ کے علاقہ ''حاجی آباد'' میں مشہور مداح رسول حاجی محمد امینؒ کے گاؤں میں سیرت النبی کانفرنس کا موقع تھا، حضرت والد مکرم کے ساتھ میں بھی حاضر تھا، اتفاقاً ان دنوں میں حضرت حاجی صاحب کے پوتے محمد اسحٰق افغانستان میں امریکہ کے ظلم وبربریت کا نشانہ بن کر جام شہادت پی چکے تھے۔ آپ نے اس موقع پر خطاب کا آغاز قرآن کی آیت یایھاالذین امنواتقوا اللّٰہ و کونوامع الصادقین سے کیا اور ساتھ ہی غزوہ موتہ کے حوالہ سے اپنی حسین اور دلکش آواز میں ترنم کے ساتھ وہ حدیث پڑھی، بعث رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جیش الامراء، فقال علیکم زید بن حارثہ، فان اصیب زیدفجعفر،فان اصیب جعفر فعبداللّٰہ بن رواحہ الانصاری،آپ نے ان واقعات سے یہ کھل کر اظہار فرمایا کہ کیا تم دیکھتے نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے ان صحابہ کرام کی شہادت کی نوید سنا رہے ہیں اور صحابہ خوش وخرم اور جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر میدان کارزار کی طرف جانے کے لیے پرتول رہے ہیں۔ اس موقع پر آپ نے کئی غزوات اور سرایا کا حوالہ دے کر حاضرین مجلس کو دل کی گہرائیوں سے فلسفہ جہاد سمجھایا۔ آپ نے حاجی صاحب کے اہل خانہ کو تعزیت کے ساتھ ساتھ مبارک بادی کے ایسے پھول پیش کیے کہ جس سے یقیناً ان کے غم وحزن کے لمحات یکسر خوشی میں بدل گئے۔

انکساری وملنساری

حضرت شیخ اپنے بلند مقام، علمی تفوق، کبار علماء کے استاذ ہونے کے باوجود نہایت ملنسار، درویش صفت اور تواضع وانکساری کے باب میں اپنی مثال آپ تھے۔ استفادہ کے دوران آپ اسوہ نبویؐ کا نقشہ پیش کر کے طلبہ سے اتنے قریب ہوتے جیسا کہ حدیث جبرئیل میں فاسندر کبتیہ الی رکبتیہ سے استاذ اور شاگرد کا قرب بیان کیا گیا ہے۔ آپ مااستنکرت من الاستفادۃ اور ومابخلت بالافادہ کا عملی مظہر تھے۔

ظاہری وجاہت

قدرت نے منور چہرے کے ساتھ مناسب قد وقامت اور خوب سلیقے سے نوازا تھا۔ ہمیشہ سفید قسم کا عمامہ نہایت بے تکلفی سے سر پر سجاتے، جو آپ کی شخصیت کے ساتھ ایسی جچتی کہ شاید دوسرے اشخاص کے ساتھ وہی پگڑی اس روشنی کا باعث نہیں تھی۔

مرجع خاص وعام

طلبہ اور تلامذہ کے علاوہ دیگر عوامی حلقوں میں آپ اسوۂ نبوی کے پرتو تھے۔آپ اپنے دولت کدے پر حاضر ہونے والے مہمان کی وقت کے مناسبت کے ساتھ ایک طرف خوب ضیافت میں سخاوت کا مظاہرہ کرتے تو ساتھ ہی ان کو توجہ دینے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑتے۔اخلاقِ حسنہ اور اخلاقِ کریمانہ آپ کی زندگی کا وہ جز لاینفك تھے کہ جس کی بنا پر آپ نے معاشرے کے ہر طبقہ کے دلوں کو گرویدہ بنایا تھا۔

ہر محفل میں میر محفل ہوتے

حضرت شیخ نے اگر ایک طرف اپنی زندگی کا گراں قدر متاع علوم نبویہ کی خدمت میں گزار کر ہزاروں تلامذہ اور سرمایہ خیر تیار کیا تو دوسری طرف اپنے دعوتی اسلوب کے ذریعے معاشرے میں بے پناہ خدمات سرانجام دیں۔خلوص وللّٰہیت کا پیکر ہونے کے باعث آپ کی ہر بات اور آواز لوگ دل کی گہرائیوں سے قبول کرتے ،آپ ہر محفل ومجلس میں وہاں کی مناسبت سے قرآن وحدیث اور اسلاف کی روشن تاریخ کو عصر حاضر کے حالات پر ایسے طریقے سے منطبق کرتے کہ اس کو قبول کرنے میں کوئی تامل نہ رہے۔ یہ آپ کی عظمت تھی کہ آپ جملہ مکاتب فکر میں یکساں طور پر مقبول تھے۔ بیشتر لوگ آپ کی ہدایات کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کرتے ۔عظمتوں کی اس داستان کی جب شام کے وقت غروب ہوئی اور سفر آخرت پر روانہ ہوئے تو خلقِ خدا نے عجیب مناظر دیکھے۔

کہاں سے تونے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے،تیری بے نیازی کا

حضرت شیخ نے اپنے مآثر علمیہ میں سب سے بڑا سرمایہ اپنے ہزارہا تلامذہ چھوڑے جو بحمداللہ قرآن وحدیث کی تعلیمات پھیلانے میں سرگرم ہیں اور یہ آپ کیلئے تعلیمات نبویہ کے مطابق مستقل صدقہ جاریہ ہے۔

اہم تصانیف

آپ نے تالیف الکتب کی بجائے تالیف الرجال پر زیادہ توجہ دی ۔تاہم بعض چیدہ موضوعات پر آپ کے علمی نقوش بھی تادیر علمی حلقہ میں آپ کی یادگار رہے گے،جن میں بالخصوص تفسیر حسن بصری، تفسیر سورۃ الکھف

،مکانۃ اللحیۃ فی الاسلام ،زبدۃ القرآن ،زاد المنتھی شامل ہیں۔آپ کی رحلت کے بعد کئی دنوں تک آپ کی قبر سے خوشبو کی مسلسل مہک آپ کی قرآن وحدیث سے مقبول وابستگی کی غمازی کرتی ہے ۔آپ کے جنازہ نے امام احمد بن حنبلؒ کی اس تاریخ کو دہرایا جو ہزار ہا عیسائیوں کے ایمان لانے کا سبب بنا۔آج بھی اگر میڈیا کا دینی طبقہ کے ساتھ رقیبانہ اوردین دشمنی کا رویہ نہ ہوتا تو یقیناً اس موقع کو مکمل کوریج دے کر دینی مدارس کے حقیقی پیغام کو دنیا بھر میں پھیلا کر اسلام کے امن وسلامتی کے جھنڈے کو لہراتا۔اس موقع پر ادارہ ماہنامہ العصر حضرت شیخ کے صاحبزادوں مولانا ڈاکٹر سید امجد علی شاہ صاحب اورمولانا سید ارشد علی شاہ صاحب اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی انتظامیہ کے ساتھ اس حادثہ فاجعہ میں برابر کے شریک ہیں۔حق تبارک وتعالیٰ ہم سب پر حضرت شیخ کے فیوضات جاری وساری فرمائے اوران کی قبر پر لامتناہی انوارات نازل فرما کر انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ہو اگر خود نگر، خود گرو خودگیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

مولانا شمشاد علی سعید
مدیر ماہنامہ ''السعید'' اوگی

شیخ التفسیر، محدث کبیر ڈاکٹر حضرت مولانا سید شیر علی شاہؒ
ایک علمی شخصیت

کس منہ سے بیاں ہوں تیرے اوصاف حمیدہ

نبی کریمؐ کا ارشاد پاک ہے العلمآء ورثة الانبیآء ''میری اُمت کے علماء انبیاء کے وارث ہیں''

مولانا حضرت شیر علی شاہ صاحب مرحوم ومغفور کا نام نامی نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا میں علمی ، تدریسی ، تحقیقی ، تقریری، ادبی ، جہادی ،اور روحانی کمالات کے حوالوں سے مشہور ومعروف تھا اور بجا طور پر آپ کو دینی مدارس ،علماء کرام ،اور دینی حلقوں کی آبرو باور کیا جاتا تھا۔

ایک ہمہ جہت شخصیت

حضرت شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام زبان پر آتے ہی ایک عجیب سا احساس دل میں اُجاگر ہوجاتا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ کسی ایک فرد کا نہیں بلکہ یہ احساس ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں کئی شخصیات کا ذکر ہورہا ہے۔حضرت شیخ مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے علم وحکمت کی لا تعداد صلاحیتوں سے نوازا تھا۔وہ علم وعمل کا بے کراں سمندر تھے،تفسیر ،حدیث ،فقہ، میں اگر ان کی نرالی شان تھی تو علم کلام ،منطق ،اور ادب وغیرہ میں عبور حاصل تھا۔دوسری طرف وہ تاریخ عالم میں بھی ید طولیٰ رکھنے والے اس کے ایک ایک گوشے اور ہر پہلو سے باخبر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اردو ،پشتو ،اور عربی زبان کے لاجواب ادیب و بے مثال خطیب تھے ۔وہ جب مجمع سے مخاطب ہوتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ایک سمندر موجزن ہو اور علم ومطالعہ کی وسعت اور حیرت انگیز قوت حافظہ سے سامعین پر ایک ایسا اثر طاری ہوجاتا کہ تقریر ختم ہونے پر انہیں احساس ہوتا کہ وہ کہاں بیٹھے ہیں

اِمَامُ الْهُدَىٰ الْمِصْقَعُ اللَّوْذَعِیّ ……… مُدَقِّقُ عَصْرٍ وَ عَضْبٌ صَقِيلُ

''ہدایت کے امام ،قادر الکلام خطیب ،بے انتہا ہوشیار ،زمانے کے مدقق ،صیقل شدہ تیز دھار شمشیر''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں خوشنویسی سے بھی خوب نوازا تھا وہ اردو اور خصوصاً عربی میں ایسا خوشخط تحریر فرماتے کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ یہ چھاپ شدہ خط ہے۔

ہر دیدار میں حسن کے نئے جلوے نظر آتے

راقم کی ان سے گو کہ اتنی زیادہ ملاقاتیں تو نہیں ہوئی اور نہ ہی اتنا طویل عرصہ ان کی رفاقت میں گزرا لیکن بہر حال ان سے اللہ تعالیٰ نے کئی مواقع پر ان کے گھر میں، جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں اور خود راقم کے گھر اوگی میں کافی ملاقاتیں ہوئی اس کے علاوہ وہ تین چار دفعہ ہمارے جامعہ دارالعلوم سعیدیہ بھی تشریف آئے، یعنی جتنی دفعہ بھی ان سے ملاقاتیں ہوئیں وہ آج تک دل پر نقش ہیں اور ہر ملاقات میں ان کی علیحدہ رویہ طرز تکلم، عزت افزائی، مہمانوں کے ساتھ ان کا مشفقانہ اور والہانہ پیار ومحبت کہ واقف ہو یا ناواقف جو بھی ان سے ملتا تو انہیں یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ میں پہلی بار ایک اجنبی کی حیثیت سے مل رہا ہوں یا وقت کے ایک اتنے بڑے انسان سے مل رہا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ کو ایسی صفات سے نوازا تھا جو بہت ہی کم لوگوں میں پایا جاتا ہے اس لئے ہر ملنے والا اپنی اجنبیت کا تصور ہی بھول جاتا اور وہ یہ سمجھتا کہ یہ تو اس محفل میں سب سے زیادہ میری طرف متوجہ ہے اور ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ میں ان کا برسوں سے شناسا اور واقف کار ہوں ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشآء

ہر ادا محبوبانہ

جب حضرت شیخؒ میرے گھر اوگی تشریف لائے تو مجھے اور ہمارے پورے گھرانے کو اس وقت جو خوشی ملی وہ بیان سے باہر ہے، اور تقریباً ایک گھنٹہ وہ ہمارے درمیان رہے اور ہمیں یہ احساس ہی نہ ہوا کہ یہ کوئی عام مہمان ہے یا یہ اتنی عظیم شخصیت کے مالک ہیں۔ میں آج بھی وہ وقت یاد کرکے ایک سکون سا محسوس کرتا ہوں اور دل میں ایسے عظیم شخصیت کی محبت اور بڑھ جاتی ہیں کہ واقعی جو اللہ کے دربار میں مقبولیت کا درجہ پاتے ہیں ان کی ہر ادا محبوبانہ ہوتی ہے اور ہر انسان سے پیار ومحبت سے پیش آتا ہے اور کسی پر اپنی شخصیت اور رتبے کا احساس بھی نہیں ہونے دیتا۔ وہ جب اپنے گھر میں ہوتے تو عام حالت میں اگر کوئی ان کے گھر چلا جاتا تو انہیں پہچاننے میں دِقت ہوتی اور پہلی دفعہ دیکھنے پر وہ سمجھتے کہ یہ تو حضرت شیخ نہیں بلکہ کوئی عام زمیندار ہے۔ اتنی سادہ زندگی، گھر کے چار دیواری کے اندر وسیع رقبہ میں اپنے کھیتوں میں فارغ اوقات میں ایک عام زمیندار لگتے تھے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

حضرت شیخ کی اگر ایک طرف یہ مشفقانہ اور کریمانہ اخلاق تھے، ان کی ایک الگ شخصیت تھی تو دوسری طرف وہ ظالم حکمرانوں اور فراعنہ وقت کے سامنے کسی خوف وخطر کو ذہن میں ہرگز نہ لانے والے، حق اور سچ کو ہر حال میں درست اور صحیح کہتے اور جھوٹ اور غلط کو کبھی حق و سچ نہ کہنے والے تھے۔ امریکہ اور روس کی مخالفت ایسے انداز میں کی کہ کبھی ان دنیاوی حکمرانوں سے خوف کا شائبہ بھی نہ آیا اور ڈنکے کی چوٹ پر ان کی مخالفت اور مجاہدین کی حمایت کرتے رہتے تھے۔

وَجَاهَدَ فِیْ اللّٰهِ حَقَّ الْجِهَادِ
مَقَالُ الْكَرِيم لِكُلِّ دَلِيْل

''آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کا حق ادا کیا اس سخاوت کے پیکر کا ہر قول ہم سب کیلئے وزنی دلیل ہے''

ان کے نزدیک حق کے معاملے میں عوام کا اشتعال اور دوستوں کی ناراضی وقتی چیزیں ہوتی تھیں اور کبھی اس کی پرواہ نہ کی کہ کوئی دشمنی کرے گا یا کوئی خفا ہو جائے گا۔مخالفت کی شدید طوفانوں میں بھی وہ گھبرانے نہ اپنے موقف کو تبدیل کرنے والے تھے۔کاش قوم ایسے عظیم شخصیت کی قدر ومنزلت سے ناواقف رہی۔حضرت امام احمد بن حنبلؒ تعالیٰ نے بادشاہ وقت کے جبر وتشدد اور ظلم وستم پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ...... '' دنیا کو ہماری مقبولیت کا اندازہ ہمارے مرنے کے بعد ہوگا''

ماہ شعبان ورمضان المبارک میں جب وہ دورۂ تفسیر پڑھاتے اور ایک مخصوص تعداد سے طلباء زیادہ ہو جاتے اور مزید گنجائش نہیں ہوتی تو وہ طلبہ کو ہدایت دیتے کہ وہ جامعہ دارالعلوم سعیدیہ اوگی حضرت مولانا سعید الرحمٰن خطیب صاحب کی مدرسہ جا کر وہاں درس میں شامل ہو جائیں۔حضرت خطیب صاحب سے ان کی جو محبت اور تعلق تھا وہ بھی قابل رشک ہوتا تھا۔

الحمد للہ یہ تھے ہمارے اکابر جنہوں نے ہمارے لئے زندگی گزارنے کی جو راہ متعین کی اس پر عمل پھیرا ہو کر اکابر کے آئینۂ کردار میں اپنی زندگی سنوارنے کی جستجو کریں تو ان شاء اللہ بہت ہی فائدہ ہوگا اور اس عارضی و فانی زندگی کے بعد نہ ختم ہونے والی زندگی بھی کامیابی سے ہمکنار ہوگی۔

عارفیؔ ممکن نہیں عنوان کوئی اظہار کا
کیا کہوں کیسی تمنا ، کیسی حسرت دل میں ہے

دارالعلوم سعیدیہ اوگی میں بھی حضرت شیخ کی موت کی خبر انتہائی درد وغم کی حالت میں سنی گئی ،فوری طور پر خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا گیا اور دارالعلوم سعیدیہ کے بانی ومہتمم شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اساتذہ کرام کی ایک وفد کے ساتھ جنازہ میں شریک ہوئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ مرحوم کی لغزشات سے درگزر فرما کر درجات عالیہ سے نواز کر ان کے جملہ لواحقین کو صبر جمیل کی دولت سے نوازے ،اور مرحوم کی دینی خدمات جلیلہ کو قبول فرما کر تا قیامت اس صدقہ جاریہ کو جاری وساری رکھے۔آمین ثم آمین۔

مولانا اسد اللہ حقانی

مدرس مدرسہ فریدیہ عمرزئی چارسدہ

حضرت شیخ الحدیثؒ کا کئی زبانوں پر عبور

یوں تو جامعہ حقانیہ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار اور منفرد اعزازات سے نوازا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جامعہ حقانیہ کو اپنے حبیب امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آب زر سے لکھنے کے قابل، گمراہ لوگوں کو راہِ راست پر لانے والے حکمت بھرے عظیم فرمودات وجوامع الکلم سے امت کو روشناس کرانے والی جو عظیم ہستیاں عنایت کی ہے شاید کہ اس اعزازِ باری تعالیٰ سے کوئی دوسرا جامعہ نوازا گیا ہو۔ امام الانبیاء کے فرمودات کی تشریحات وتعبیرات اور ان کو عملی جامہ پہنانہ جامعہ حقانیہ اور اس کے شیوخ کا طرۂ امتیاز ہے۔ ان قدوسی صفت ہستیوں میں حضرت شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنی مثال آپ تھے۔

حضرت شیخ الحدیث بحیثیت مدرس

حضرت کی مبارک زندگی کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنا کم از کم اس کم فہم کے لئے تو ناممکن ہے لیکن یہ چند سطور حوالہ قرطاس کرنا خریداران یوسفؑ میں جگہ پانے کی ایک سعی ہے۔ میں اپنے شیخ صاحبؒ کے متعلق صرف دو باتیں لکھنا چاہتا ہوں، حضرت کی فصاحت وبلاغت اور درس وتدریس کا نرالہ انداز کسی پر مخفی نہیں لیکن اس کے علاوہ میرے شیخ صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے وہ ملکہ عطا فرمایا تھا کہ کم از کم کے۔پی۔کے میں وہ ناپید ہے۔ ہمارے شیخ صاحبؒ اپنے مادری زبان پشتو میں درس دیا کرتے تھے، تاہم اثناءِ درس اچانک کوئی مہمان آجا تا اور حضرت شیخ صاحبؒ کی مہمان پر نظر پڑھ جاتی تو فوراً پشتو کے بجائے اردو میں شروع ہوجاتے اور یہ تو سب کو پتہ ہے کہ حضرت شیخ صاحبؒ کے پشتو درس میں تمام طلبا ہمہ تن گوش رہتے اور درس کے اختتام پر ہر کوئی کہتا (یار که ډاکټر صاحب ټوله ورز لګیا وی نو سړے نه تنګیګی) یعنی ڈاکٹر صاحب تمام دن پڑھاتے جائیں تو تنگی اور تھکاوٹ تو دور کی بات ہے ہر جملہ پر انسان مزید سرور، چستی اور تروتازگی محسوس کرتا ہے۔ لیکن جب اردو میں پڑھانے لگ جاتے تو پھر تو بات ہی کچھ اور ہوتی ایسا محسوس ہوتا جیسے شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ یا خاتم المحدثین حضرت کشمیریؒ مسندِ درس سے انورات بھرے الفاظ سامعین کی سماعتوں کے حوالے کررہے ہیں۔ ایسی روانی، ایسی سلاست کہ بندہ انگشتِ بدنداں رہتا اور دل ہی دل میں یہ کہتا جاتا کہ واہ حضرت......

ستا د خائست گلونه ڈیر دی

جولئی مے تنگه زه به کوم کوم ٹولومه

اور اگر حضرت کو پتہ چلتا کہ وارِدِ عربی ہے پشتو اردو نہیں سمجھتا تو حضرت فرماتے آج درس مہمان کی خاطر عربی میں ہوگا اور اس پیارے جملے کی سماعت پر پورا حال سبحان اللہ کی دلکش صدا سے گونج اُٹھتا۔اور پھر حضرت بے تکلف عربی اشعار اور قصص اور حالاتِ رواۃ اور اقوالِ شراح کو سمیٹ کر ایسی روانگی اور سرعت کیساتھ فصیح وبلیغ عربی میں درس دے جاتے کہ سامع یہ محسوس کرتا کہ حضرت شیخ نے رات بھر گویا اس سبق کا رٹہ لگایا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا تھا اس کے علاوہ فارسی زبان کی اپنی خوبصورتی اور پھر حضرت شیخ کے دلسوز انداز سے اس کا مزہ دوبالا ہوجاتا، اس کیساتھ کبھی کبھار ’ہندکو‘ بھی اتنی شیریں اور عجیب انداز میں بولتے کہ بندہ دنگ رہ جاتا۔ بہر حال حضرت کی زندگی کے ایک ایک پہلو پر بات کرنا اور ہر پہلو کو اجاگر کرنے کے لئے مستقل ایک ایک ضخیم جلد درکار ہے۔

شیخ الحدیث کا لقب

حضرت شیخ کے بارے میں آخری بات جس کے لکھنے پر اُنگشت اور قلم پر لرزہ طاری ہے کہ کہیں میرے قدوس صفت بزرگ شیوخ کہ واسطے سوءِ ادب نہ گردانا جائے کیوں کہ میرے لئے میرے تمام شیوخ انتہائی قابل قدر اور لائق صد تعظیم ہیں اور انکی خاطر اپنے جی کو ٹٹولتے ہوئے یہی محسوس کرتا ہوں کہ انکے لئے کسی قسم کی قربانی دینے کے لئے یَا بَتِ افْعَلْ کا مصداق بننے کی توقع رکھتا ہوں کیوں کہ انہیں کی توجہ اور دعاؤں کی بدولت دربدر ٹھوکریں کھانے اور عصیاں ونافرمانی کی سنگلاخ اور پُر خطر طریقِ ہائے ضلالت میں بھٹکنے کے بجائے عازمِ راہِ حق ہوئے ہیں، اپنے تمام شیوخ کا انتہائی ادب اور سپاس کیساتھ میرا خیال یہ ہے کہ 1947ء سے لیکر 1986ء تک کے۔پی۔کے میں فخر المحدثین شیخ المشائخ حضرت علامہ عبدالحق صاحب رحمہ اللہ، شیخ الحدیث کے لقب کے واحد حقدار تھے تو انکے بعد حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے لئے شیخ الحدیث کا لقب انتہائی موزوں ومناسب۔

اور اس بات کے شیوخِ حقانیہ بھی قائل ہیں اور دوسرے بھی، ایک دفعہ ایبٹ آباد میں ’’دورہ تفسیر‘‘ کے اختتامی پروگرام میں زبدۃ المحدثین امام الاولیاء حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب دامت برکاتھم کو مدعو کیا گیا تھا بندہ حضرت شیخ صاحب کی خدمت کے لئے کھڑا تھا ایک طالب علم نے کہا حضرت! کل یہاں شیخ صاحب آئے تھے تو باباجی نے فرمایا ڈاکٹر صاحب؟ تو اس نے کہا نہیں فلاں شیخ صاحب،تو حضرت باباجی نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ’’شیخ صاحب‘‘ ہم ڈاکٹر صاحب کو کہتے ہیں،دوسرے بزرگوں کے ساتھ نام لیکر تصریح کرتے ہیں۔

بہر حال! اللہ تعالیٰ میرے شیخ صاحب کے روحِ پاک پر لامحدود رحمتیں نازل فرمائے۔اور میرے بقیدِ حیات شیوخ کرام کو عمرِ خضر عطا فرمائے۔آمین

مولانا سعد الباقی حقانی

مسند حدیث کا چمکتا ہوا ستارہ

کل من علیها فان ویبقٰی وجه ربك ذوالجلال والاکرام

اس دار فانی کا وجود ان انفاس قدسیہ اور برگزیدہ ہستیوں کے دم قدم سے قائم ہے جنہوں نے اپنی ساری زندگی دینی تعلیم و تعلّم، اصلاح معاشرہ اور قرآن وسنت کی ترویج واشاعت کے لئے وقف کی ہوتی ہے۔ان ہستیوں میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے آسمان علم وفضل کا چمکتا ہوا ستارہ، مسند تفسیر وحدیث کا چہچہاتا ہوا عندلیب، رئیس الأتقیاء، زُبدۃ الصلحاء، بقیۃ السلف، استاذی واستاذ العلماء، امام المجاہدین، شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب المدنی نوّر اللہ ضَرِیْحَہٗ بھی تھے......

ہشت پہلو ہیرا

تھا امام الزاہدیں شیخ المشائخ بالیقین
داغ فرقت دے کے ہم کو شہر خاموشاں گئے
عبقریت جن کی تھی واللہ نمایاں مثل شمس
کاخ خاکی سے خدایا وہ عظیم انسان گئے

آپؒ کے تذکار گرامی کی سعادت حاصل ہونا قابل فخر اور لائق مبارکباد ہی نہیں، باعث برکت اور ذریعہ نجات بھی ہے۔آپؒ کے حضور لفظوں کے گلاب اور محبت کی سوغات نچھاور کرنا اور آپؒ کی عقیدت وعظمت میں معطر اور عشق میں ڈوبے ہوئے پھولوں کو اپنی دامن میں سمیٹ لینا، یہ سارے رنگ، یہ سارے اسلوب آپؒ کی محبت کا صدقہ ہے۔جس طرح سمندر کی موجوں کو کوزے میں، دریا کی لہروں کو قطرے میں جمع نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح آپؒ کی سیرت وعظمت مقام کو ایک نشست میں تمام وکمال بیان کرنا قطعی ناممکن ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو اپنا ایک خاص قرب عطا فرمایا تھا۔دینی علوم کی نشر واشاعت میں آپؒ خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔آپؒ کی ذات بابرکات کی مثال ایک ایسی ہشت پہلو ہیرہ جیسی ہے، جس کا ہر پہلو انتہائی جاندار، شاندار وتابناک اور قوی ومضبوط ہے کہ مجھ جیسے طفل مکتب کو یہ حق حاصل نہیں کہ ان پہلوؤں میں سے کسی ایک پر لب کشائی کرے۔یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے کہ آپؒ کی ذات کو ایسی صفات کا حامل بنایا۔آپؒ کے زندگی کے تمام گوشوں کو منظر عام پر لانے میں

زبان وقلم حرف عجز کا اظہار کرتے ہیں۔آ پکی شخصیت کا ہر پہلواس قدر روشن ہے کہ عقل انسانی اس پر انگشت بدنداں رہ جاتی ہے۔اس لئے میں حیران ہوں کہ آ پکے اوصاف کے کس پہلو سے ایک ناتمام ومختصر گفتگو کا آغاز کروں……

فدا ہوں آپ کی کس کس ادا پر

ادائیں لاکھ اور بیتاب دل ایک

مزاج وعادات

آپ علم وفضل ،زہد وتقوٰی اور اخلاص وللّٰہیت میں اپنے اسلاف کا کامل نمونہ تھے۔شریف مزاج اور شفقت کا اعلیٰ نمونہ تھے۔جودوکرم ،صبروتحمل ،استقلال واستقامت اور غیرت وحمیت میں اپنی نظیر آپ تھے۔آپؒ کا متوازن جسم ،بارعب چہرہ، گھنی داڑھی،ترنم خیز لہجہ غرض آپؒ کی ہر ادا روح اور جان کو بالیدگی اور ایمان کو تازگی بخشتی تھی۔سنجیدگی اور وقار ومتانت کے پیکر مجسم،حسن وجمال میں یکتا، پاکیزگی اور نفاست میں بے مثال،خوش لباس،خوش خصال اورخوش مقال ،فصاحت وبلاغت کے حامل۔جب محوتکلم ہوتے تو سماعتوں میں رس گھولتے،ہرمجلس کے میر محفل،اوصاف حمیدہ کے ایک عکس جمیل ،ایک ایسی ہمہ جہت اور ہشت پہلو شخصیت ،جن کے ہر وصف پر ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے۔آپؒ عبادت وریاضت اور دینی علوم کی جامعیت سے لبریز اور مسحورکن شخصیت تھے۔اوقات صلوٰۃ کی پابندی کا بھرپور اہتمام کرتے۔آپؒ عادات واطوار کے لحاظ سے نہایت نفیس اور سادہ مزاجی کے مالک تھے۔ ہرکسی سے خندہ روئی اورخندہ پیشانی سے پیش آنا آ پکی شخصیت کا خاصہ تھا۔اللہ تعالیٰ نے آ پکوگفتار کی شرینی، زبان کی نزاکتوں اورلطافتوں سےنوازا تھا۔آپؒ فرماتے : کہ علماء کرام اورائمہ دین کی شان میں گستاخی کرنا مناسب نہیں ۔ بلکہ ان کے ساتھ توہین آمیز رویہ اختیار کرنے سے بھی گریز کرنا چاہئے۔اگرکسی عالم سے علمی اختلاف ہوتو اسے علمی انداز میں رد کرنا چاہئے۔اوصاف وکمالات ،تواضع وانکساری اور خشیت الٰہی آپؒ میں بطریق احسن موجود تھیں۔آپؒ اپنا ہر کام بذات خود سرانجام دینے کے عادی تھے۔اپنے گھر کے ساتھ متصل کھیت میں بنفس نفیس اور بذات خود کام کرتے اور بطور لطیفہ کہتے کہ آج کل کے کام چور مزدور میرے جیسا کام نہیں کرسکتے۔

تربیت کا انوکھا انداز

طلباء کرام جب آپؒ کی خدمت میں کام کرنے کی غرض سے حاضر ہوتے ،تو ناراضگی کا اظہار فرماتے کہ تمہارا یہ وقت کام کرنے کا نہیں بلکہ پڑھائی کا ہے۔کبھی کبھار طلباء کرام بضد ہوکر آپؒ کے ہاں کام کرنے کی غرض سے جاتے تاکہ کام کے دوران آپؒ کے علمی اور قیمتی اقوال سن سکیں۔ایک دفعہ بندہ طلباء کرام کے ساتھ گندم کی کٹائی کرنے کے لئے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہواتو آپؒ نے اظہار ناراضگی فرمایا لیکن طلباء کرام نے عرض کیا کہ ہم اس خدمت کو باعث نجات وکامرانی سمجھتے ہیں،لہٰذا ہم نے گندم کی کٹائی شروع کی ۔آپؒ ہمارے ساتھ قریب بیٹھ

گئے۔ بندہ چونکہ گندم کی کٹائی سے واقف نہیں تھا اس لئے صحیح کٹائی نہ کرنے کی وجہ سے آپؒ کی نظر مجھ پر پڑ گئی تو آپؒ نے میرے ہاتھ سے درانتی لے کر مجھے گندم کی کٹائی سکھائی کہ اس طرح کٹائی کرو۔

تعلق و محبت

آپؒ علما و صلحا کا بہت احترام کرتے تھے۔ ہمارے خاندان (کاکا خیل میانگان) کے ساتھ آپؒ کا تعلق بہت پرانا تھا۔ ہمارے خاندان کے اکثر افراد نے آپؒ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا ہے۔ آپؒ کا ہمارے ہاں بڑے بے تکلفی کے ساتھ آنا جانا تھا۔ ایک دفعہ آپؒ میرے چچا مولانا حافظ رضا علی شاہ صاحبؒ کی وفات پر تعزیت کے لئے تشریف لائے تو بندہ نے دوران درس آپؒ کے شمائل ترمذی کے درسی افادات کو تدوینی شکل میں آپؒ کو دکھایا جو کہ اب رسالہ درر الفرید میں قسط وار شائع ہو رہے ہیں۔ تو آپؒ بہت خوش ہوئے اور بندہ کے لئے دعا فرمائی اور یہ فرمایا کہ الحمدللہ اب طلبا کرام پہلے کی بنسبت محنت زیادہ کر رہے ہیں۔ اور اب وہ اپنے اساتذہ کرام کے درسی افادات و امالی کو محفوظ کر کے اسے کتابی شکل دے رہے ہیں۔ واپسی کے دوران آپؒ نے فرمایا کہ مجھے ضرور یاد دلانا، میرے پاس شمائل ترمذی کا جو مواد موجود ہے میں آپ کو دے دونگا، تا کہ آپ اس سے مزید استفادہ کریں اور شمائل ترمذی کو بہتر انداز میں منظر عام پر لایا جاسکے۔

آپؒ کی مفسرانہ حیثیت

۱۳۷۸ھ کو آپؒ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ العالی کے ہمراہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی خدمت میں دورہ تفسیر کے لئے حاضر ہوئے اور بانی دارالعلوم حقانیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز کے فرمان کے مطابق دوران درس حضرت لاہوری صاحبؒ کے جملہ ارشادات و فرمودات کو حرف بحرف لکھ دیا۔ آپؒ فرماتے کہ الحمد للہ میں نے حضرت لاہوری صاحبؒ کے (۹۰) نوّے فیصد درس قرآن کو ضبط کر لیا تھا۔ حضرت کے درس سے فارغ ہوتے ہی آپؒ مسجد کے صحن میں پٹھان طلباء کو حضرت کا تمام درس پشتو زبان میں پڑھاتے۔ حضرت لاہوری صاحبؒ کے درسی افادات اور امالی کے ایک حصے کو آپؒ نے زُبدۃ القرآن کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔ اس کے بعد آپؒ نے امام الاولیاء شیخ المفسرین والمحدثین حضرت مولانا عبداللہ درخواستی صاحبؒ سے دورہ تفسیر کیلئے ان کی خدمت اقدس میں حاضری دی۔ حضرت درخواستی صاحبؒ چونکہ حافظ الحدیث تھے، اسلئے وہ تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث پر زیادہ توجہ فرمایا کرتے اور آیات سے مسائل کا استنباط فرمایا کرتے تھے، اسلئے آپؒ کو ان سے علوم نبویہ کا حظ وافر نصیب ہوا۔ حضرت الشیخؒ دوران درس تفسیر ائمہ دین کے درسی نکات کیساتھ ساتھ تفسیر حسن بصریؒ اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ کے ذکر کردہ نکات بیان فرماتے۔ آپؒ کا انداز تفسیر دلنشین ،آسان اور عام فہم تھا۔ آپؒ کے دوران درس ضرب الامثال ،اشعار اور برمحل لطائف سے حلقۂ درس کشت زعفران

بن جاتا۔ بندہ سمیت ہزاروں کی تعداد میں طلباء کرام، علماء کرام اور عوام الناس آپؒ کے درس تفسیر میں حاضر ہوتے اور علوم نبویہ کا حظ وافر حاصل کر کے لوٹتے۔

آپؒ کی محدثانہ حیثیت

آپؒ جامع المعقول والمنقول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو حظ وافر عطا کیا تھا۔ ظاہری علوم کے ساتھ باطنی علوم اور قدیم وجدید کے ساتھ دنیوی اموراور معاملات میں بھی کمال دسترس رکھتے تھے۔ تحریر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو تقریر کا ملکہ بھی عطا کر رکھا تھا۔ آپؒ کی ہر تقریر اور درس کئی کتب پر بھاری ہوتا تھا۔ دوران درس جب آپؒ بولتے اور امہات کتب کے حوالہ جات پیش کرتے تو یوں محسوس ہوتا کہ علم کا موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) کھل گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپؒ اپنے دور کے کوئی رسمی عالم یا محدث نہیں تھے، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت کی عملی تصویر اور اذا رُءوا ذکر اللّٰہ کے اصل مصداق تھے۔ آپؒ علی الاطلاق شیخ الحدیث تھے۔ آپؒ کا شمار برصغیر کے ان معدود چند شیوخ الحدیث میں ہوتا ہے جو کہ واقعتاً شیخ الحدیث کہلانے کے مستحق اور اس باوقار منصب کے مظہر اتم تھے۔ آسان، عام فہم اور بہترین اسلوب تدریس کی وجہ سے آپؒ طالبان حدیث کے مرجع ومصدر بنے ہوئے تھے اور ملک وبیرون ملک سے ہر سال ہزاروں تشنگان علوم نبویہ آپؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے آپؒ کے علوم ومعارف سے مستفیض ہوتے رہے۔ ۱۹۹۶ء میں جب بندہ نے میٹرک کا امتحان دے کر جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں درجہ اولیٰ میں داخلہ لے لیا، تو اسی سال کے دوران حضرت مفتی اعظم مفتی محمد فرید صاحبؒ نوّر اللّٰہ مرقدہ پر ۹/اکتوبر کو نماز کے فجر کے دوران فالج کا حملہ ہو گیا، جب لقوہ اور فالج کی وجہ سے زبان بند ہوگئی اور حضرت مفتی صاحبؒ درس دینے سے قاصر ہوگئے اور مجبوراً اپنے گاؤں زروبی میں رہنے لگے، تو دارالعلوم حقانیہ میں آپؒ نے تدریسی خدمات سرانجام دینے لگے۔ آپؒ کی زیر تدریس کتابیں ترمذی جلد اول اور بخاری جلد ثانی رہیں۔ آپؒ ان گنت صلاحیتوں اور خوبیوں کے مالک تھے۔ آپؒ نے اپنی زندگی کے آخری ایام اعصابی عوارض، علالت اور ضعف ونقاہت میں گزارے لیکن اس دوران بھی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ اپنا رشتہ استوار رکھا اور بیماری کے دوران تکالیف برداشت کر کے درس وتدریس میں مشغول اور منہمک رہے۔ مسند حدیث جیسے اہم منصب کے لئے خداوند قدوس نے جن نابغۂ رجال ہستیوں کا انتخاب کیا اس کہکشاں میں میرے انتہائی محبوب شیخ کی ہستی بھی تھی۔ آپؒ نے ہمیں ذوق حدیث سے آشنا کیا۔ آپ کے درس حدیث کے زمزمے تاحیات ہمارے کانوں میں گونجتے رہیں گے۔ درحقیقت مسند حدیث کی رونق اور زیب اور زینت آپؒ ہی سے وابستہ تھی۔ آپؒ نے دارالعلوم حقانیہ میں مسند حدیث کے عظیم محدث ہونے کی حیثیت سے احادیث النبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت اور درس وتدریس میں مشغول ہو کر اطراف واکناف کے ہزاروں طلباء کرام کو علوم نبویہ سے سیراب کیا۔

مجاہدانہ حیثیت

آپؒ عالم اسلام کے عظیم مجاہد تھے۔آپؒ کے جہادی کارنامے روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔آپؒ نے ضعف اور پیرانہ سالی کے باوجود بنفس نفیس جہاد افغانستان میں عملی کردار ادا کیا۔مختلف مواقع پر محاذ جنگ پر حاضر ہوکر طالبان افغانستان کی رہنمائی فرمائی۔آپؒ فرماتے ہیں کہ علماء افغانستان نے جب روسی استعمار کے خلاف جہاد کا اعلان کیا تو اس وقت جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پڑھنے کے دوران ہمارے شیخ ابوبکر جزائری نے دوران درس کہا! کہ علماء افغانستان دیوانے ہیں۔روس ایک عظیم سپر طاقت ہے اس سے امریکہ اور سب حکومتیں ڈرتی ہیں اور ان علماء کے پاس نہ اسلحہ ہے اور نہ دولت ہے، یہ اس بیل کی مانند ہے جو پہاڑ سے اپنے سینگ ٹکرا کر اپنے سینگوں کو پاش پاش کردے گا۔مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان کمزور مجاہدین کو اس عظیم سپر پاور پر غالب کردیا تو اس نے فرمایا: کہ واقعی مجاہدین کیساتھ اللہ تعالیٰ کی اعانت ونصرت شامل حال رہتی ہے۔آپؒ نے فرمایا کہ جہاد کا یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جہاد جاری رہنے کے ساتھ ہی غنائم اور غلاموں کا سلسلہ بھی جاری رہے گا، لہٰذا مدرسین حضرات اور دیگر اہل علم سے میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ وہ ان مسائل کو پس پردہ ڈالنے کی بجائے ان مسائل پر خوب سیر حاصل بحث کریں، عوام الناس کو ان مسائل سے خبردار کریں، تاکہ ان میں جذبہ جہاد بیدار ہوجائے اور جہاد ہی کی بدولت دنیا کے کونے کونے میں شعائر اسلام زندہ ہوں گے۔

حضرت مفتی اعظم مفتی محمد فرید صاحبؒ کے ساتھ صحبت ورفاقت

آپؒ کو حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ مدت دراز تک صحبت و رفاقت نصیب ہوئی تھی۔جب حضرت مفتی صاحبؒ جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں بعہدہ تدریس جلوہ افروز ہوئے تو یہ عنفوان شباب تھا، ان کا منور چہرہ سیادت و سعادت کے آثار سے معطر ومنور تھا اور اس عہد میمون میں جامعہ اسلامیہ کا ماحول، در ودیوار، عظیم الشان فقید المثال علماء ربانیین سے منور تھا۔بعد میں جب حضرت مفتی صاحبؒ استاذ المحدثین شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ بانی و رئیس دارالعلوم حقانیہ کی دعوت پر دارالعلوم حقانیہ میں تدریسی منصب پر فائز ہوئے، تو آپؒ کو بہت قریب سے ان کے سنن نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سلوک وبرتاؤ، سیرت وکردار، نہایت ہی سادہ وضع قطع، سادہ لباس، متانت ووقار کی زندگی نے حد درجہ متاثر کیا۔آپؒ فرماتے تھے کہ بندہ کو بفضلہٖ تعالیٰ بارہا حج کی سعادت نصیب ہوئی مگر حضرت مفتی صاحبؒ کے ظل سیادت وسعادت میں جو وجدا ور کیف نصیب ہوا، وہ تادم حیات آنکھوں کے سامنے رہے گا۔آپؒ کو تین بار حجاز مقدس میں حضرت مفتی صاحبؒ کی سنگت ورفاقت کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔پہلی بار ۱۹۷۳ء میں جب آپؒ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ لیا تھا، دوسری بار جب حضرت مفتی

صاحبؒ حج کیلئے تشریف لے گئے ،تو آپؒ مدینہ منورہ میں موجود تھے اور حضرت مفتی صاحبؒ کو مدینہ منورہ کے تمام مقامات مقدسہ پر لے گئے تھے۔تیسری مرتبہ حضرت امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہدؒ نے جو بعثۃ الحج الافغانیہ کو حضرت مفتی صاحبؒ کی سرپرستی میں بھیجا تھا، اس میں بھی آپؒ شریک رہے۔

مہمان نوازی وسخاوت

مہمان نوازی اور سخاوت میں آپؒ اپنی مثل آپ تھے۔خودداری آپؒ میں کھوٹ کھوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ تنگدستی کے باوجود اپنی ضرورت کسی کے سامنے ظاہر نہیں کی اور نہ فقیری کا سودا کیا۔اپنے محدود وسائل کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی گزاری۔اقرباء،رشتہ داروں اور طلباء کرام وغیرہ سے حسن سلوک کے قائل تھے۔مہمان نوازی چونکہ پٹھانوں کا شعار تھا۔آپؒ کی مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ جو زائرین ملاقات کیلئے جس وقت بھی آتے ،تو ان کی مہمان نوازی کرتے اور اچھی چیزوں سے مہمان کی تواضع کرتے۔آپؒ جود وسخا میں اپنی مثل آپ تھے۔ایک دفعہ ایک طالب علم آپؒ کے پاس آیا اور عرض کیا: کہ میں ایک ضروری کام کی وجہ سے چند ایام مدرسہ کے اسباق میں حاضر نہیں ہوسکا، جس کی وجہ سے میری غیر حاضری پر مدرسے نے غیر معین مدت تک میرا کھانا بند کر دیا ہے۔آپؒ نے جب اس طالب کا عذر سنا تو العذر عند کرام الناس مقبول کے مصداق کے مطابق آپؒ نے نہ صرف اس کا عذر قبول کیا بلکہ اپنی جیب سے پیسے دے کر فرمایا کہ اس پر اپنے لئے کھانے کا بندوبست کرو،اور اگر یہ پیسے ختم ہوجائیں تو مجھ کو اطلاع کر دینا، اور پیسے دے دوں گا۔

تحریر وتصنیف

اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو تدریسی فرائض کی شہرہ آفاق مقبولیت کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے ملکہ راسخہ سے بھی نوازا تھا۔آپؒ کی تحریروں میں سلاست،روانگی،شگفتگی کا امتیازی رنگ پایا جاتا ہے۔آپؒ کی تحریروں میں،تصنیف وتالیف میں اور مضامین کی بے ساختگی میں عالمانہ رنگ غالب تھا۔ جو آپ کی تصانیف میں جھلکتا ہے

موت العالِم موت العالَم کے مصداق آپؒ کی وفات عالم اسلام کیلئے عظیم داہیہ ہے۔آپؒ بھی ان بزرگ ہستیوں میں سے تھے، جو زندگی بھر ہزاروں پردوں میں چھپے رہنے کے باوجود بھی ظاہر اور نمایاں رہتے۔آپؒ کے انتقال کی خبر نے پورے علمی حلقہ کو سوگوار بنا دیا......

انجمن سے وہ کیا گئے کیفی　　　　رونقیں لے گئے ہیں محفل کی

ایک سچے باعمل عالم دین کی پہچان اس کے جنازے سے عیاں ہوتی ہے۔آپؒ کی جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کیلئے ملک کے کونے کونے سے علماء کرام ،طلباء کرام، زعمائے ملت اور ہزاروں متعلقین ومریدین کے قافلے جوق درجوق وقت مقررہ سے پہلے پہنچ گئے تھے۔اللہ تعالیٰ حضرت شیخ مرحوم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ اللّٰھم ارحمہ رحمۃ واسعۃ واسکنہ فسیح جنانہ وامطرہ شآبیب غفرانہ۔

مفتی عبدالصبور
مدرس جامعہ ابو ہریرۃ نوشہرہ

مقبول ومحبوب مفسر ومحدث

بندہ بروز جمعۃ المبارک صلوۃ العصر سے فارغ ہوکر مسجد سے نکل آیا کہ اچانک شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زیدمجدہم نے بندہ سے دردمندانہ لہجہ میں فرمایا شیخ الحدیث مولانا سید ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب المدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ انتقال کر گئے، اللهم اغفرله مغفرة ظاهر ة وباطنة لا تغادر ذنبا

بندہ نے فوراً انا لله وانا اليه راجعون، اللهم لا تفتنا بعده ولا تحرمنا اجره کا ورد شروع کی یہ مسنون عمل ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے والے بنادے آمین۔

خاندانی تعلق

مفسر کبیر محدث العصر حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے راقم الحروف کے والد محترم قدیم فاضل دارالعلوم حقانیہ فضیلۃ الشیخ مولانا ولی محمد صاحب مدظلہ سے دیرینہ قلبی تعلقات تھے، حضرت شیخؒ جب مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا میں مقیم تھے، تو وہ اور والد محترم "تهادوا تحابوا" (الحدیث) پر عمل فرماتے اور خصوصی ہدایا وتحائف ارسال خدمت فرماتے۔

پہلی ملاقات

راقم الحروف درجہ رابعہ میں جب پڑھتا رہا تو بحکم والد ماجد ہم دو بھائی مولوی عبدالقدیر صاحب زیدمجدہم اور راقم شیخ مکرم کے ملاقات کے لئے منبع العلوم میران شاہ حاضر خدمت ہوئے شیخ مکرم نے پر تکلف ضیافت سے نوازا اور ہم دونوں بھائیوں نے بخاری شریف اور ترمذی شریف کے مدلل مفصل متبرہن دروس حسن وار لہجہ میں سن لئے طلبہ کرام اور سب حاضرین نزول سکینہ کا مشاہدہ کرتے رہے اور وجد آفرین انداز میں دروس ضبط کرتے رہے اللهم ارزقنا علما نافعا۔

بعد میں حضرت شیخؒ نے دودھ پتی لب دوز لب سوز لبریز صفات پر مشتمل منگوالی اور فنجان چائے میں گلاب کے پتے ڈال دئے فرمایا یہ قوت حافظہ اور بینائی کے لئے مفید ہے ہم چھوٹے طالب علموں کو دست شفقت اور ضیافت مبارکہ دیکر ڈھیروں دعاؤں سے رخصت فرمایا جزاهم الله جزاء موفورا آمين

اجازت حدیث اور دعائے خدمت

راقم الحروف ایک مرتبہ حضرت شیخ اقدس علیہ الرحمۃ کے علمی مجلس میں مع احباب ورفقاء کے شریک ہوا، بندہ نے اجازت حدیث کی عاجزانہ درخواست پیش کی حضرت شیخؒ نے فورا بخاری شریف کی اول وآخر حدیث شروع فرمائی اور بندہ ساتھ ساتھ پڑھتا رہا اجازت حدیث کے فورا بعد دعا شروع کی محبت ومؤدت اور عاجزانہ انکسارانہ انداز میں ڈھیروں دعائیں دی، اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو علم حدیث درس حدیث عمل بالحدیث اور اشاعۃ حدیث سے منور ومعطر فرماوے الحمد للہ والشکر للہ اسی سال بندہ کو اکابرین مدرسہ نے دورہ حدیث میں صحیحین آخرین اور شمائل ترمذی کی اسباق حوالہ کیں اور بفضل اللہ تعالیٰ تا حال پڑھانے کی توفیق جاری وساری ہے

یادگار جنازہ اور تاریخی شرکت صالحین

ہمارے شیخ واستاد الکل فنا فی العلم قاضی حمید اللہ جان صاحبؒ فرماتے تھے کہ امام احمد بن حنبلؒ کا جنازہ جیل سے نکالا گیا اور جنازہ میں تاحد نگاہ لوگ تھے، آسمان سے آواز آئی، ھکذا جنائز أئمة السنة کہ سنت پر چلنے والے علماء کے جنازے اس طرح ہوتے ہیں حضرت شیخؒ مکرم کے جنازے میں طلباء قراء حفاظ علماء فقہاء مرشد صالحین حضرات کی اکثریت تھی، اور اکابرین صالحین سلف صالحین کے جنازوں جیسی واقعات کی یاد دلا دی۔

حضرت شیخؒ کی علمی عملی مساعی جمیلہ کی تعریف وتوصیف

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا باب ماجاء فی ثناء الناس علی ا لمیت لوگوں کی میت کی تعریف کرنا جس میت کے لئے صالحین کی ایک جماعت اچھا ہونے کی گواہی دے بشرطیکہ وہ گواہی دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ہو اوپری دل سے نہ ہو اور بغیر ریاء کے ہو نمائش کیلئے نہ ہو اور ریت رواج کی موافقت میں نہ ہو کیونکہ رواجی طور پر تو ہر مرنے والے کو پسماندگان کی دل جوئی کے لئے اچھا کہتے ہیں تو یہ شہادت اس میت کی ناجی ہونے کی علامت ہے یعنی قطعی بات تو نہیں کہہ سکتے مگر علامت ضروری ہے کہ یہ شخص جنتی ہے اسلئے کہ صالحین کے دلوں میں یہ باتیں غیب سے ڈالی جاتی ہیں ایہام کی جاتی ہیں اور انکی زبانیں غیب کی ترجمانی کرتی ہیں پس ان کا کہنا اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے۔

مفسرین محدثین مرشدین صالحین سب شیخ مکرمؒ کی تعریف توصیف میں اور ان کی علمی عملی تدریسی تبلیغی ارشادی اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے مساعی جمیلہ بیان کرنے میں رطب اللسان تھے، حضرت شیخؒ مفسر ومحدث وقت تھے، ولی کامل کامل مبلغ اسلام مصنف ومؤلف وقت تھے، اشاعت اسلام ترویج دین کیلئے ہر ممکنہ سعی خندہ پیشانی سے فرماتے تمام اہل اسلام کیلئے مخدوم اور معاملہ فہم فعال مگر انتہائی متواضع مزاج سنت پر فدا مرد درویش تھے اللہ تعالیٰ انکی تمام مساعی اور تمام افادات تالیفات خصوصا تفسیر الحسن البصر ی اور دیگر قلمی خدمات قبول فرمادیں اور پسماندگان کو ان کے مشن جاری وسنبھالنے کی توفیق فرمایں۔

قاری محمد یوسف ہزاروی

استاذ المحدثین وزینۃ المفسرین

استاذ المحدثین، زینۃ المحدثین، محدث دوراں، غزالی زماں، استاد العلماء ڈاکٹر شیر علی شاہؒ جن میں فرشتوں کا جمال علم کا بحر بیکراں، حدیث کی سند علم کا جلال، زہد واتقاء کی روشنی، مطالب ومعانی کا تقدس، حسب ونسب کا افتخار، سربلند وسرفراز، متقدمین کا شرف، متاخرین کی متاع، جن کے دامن میں فکر وشعور کی دولت تھی، جن کے یمین ویسار رحمتیں وبرکتیں متحرک تھیں، ایک عہد کی لازوال یادگار، ایک دور کا بھرپور تقدس، پیکر صدق ووفا، مکتب کا مان اور درسگاہ دین ودانش کا روشن مینار، صداقت کے پیامبر امانت کے داعی روشنیوں کے نقیب جن کے دم سے چمنستان اسلام کی بہاریں زندہ تھیں جن کے قول وفعل سے قرآن وسنت کی مہکار ہوا ہرا تھی جن کی زندگی قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مرقع تھی ایک ایک لمحہ پاکیزہ، ایک ایک یاد معصومیت کی عکاس مفسر قرآن اور محدث وہ جو دامن نچوڑیں فرشتے وضو کریں کتاب اللہ سے رفاقت سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

ع اب انہیں ڈھونڈ رہا ہے چراغ رخ زیبا لے کر

موت وحیات کا لامتناہی سلسلہ

ویسے تو اس دنیا فانی میں جو بھی آتا ہے اسے ایک دن جانا ہے آنے اور جانے کا یہ طویل سلسلہ نہ جانے کب تک چلے گا یعنی انتہاء کو پہنچے گا سوائے خالق کائنات کے کوئی نہیں جانتا ہاں اتنا ضرور ہے کوئی جا کر بھی نہیں جاتا ہے وہ ہمارے درمیاں ہی ہوتا ہے کبھی آنسوؤں کی شکل میں کبھی علم وعمل کی خشو کی شکل میں جو لوگ دلوں میں بس جاتے ہیں پھر انہیں موت بھی جدا نہیں کرسکتی یہ صورت حال کچھ حضرت اقدس حضرت شیخ الحدیث کی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت کی نشانی یہ بھی فرمائی کہ علم اٹھایا جائے گا صحابہ کرامؓ نے بطور تعجب سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم کس طرح اٹھایا جائے گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اہل علم کو اٹھالے جائے گا اس لئے ایک باعمل عالم کی موت جہان کی موت سے تشبیہ دی گئی۔

شجر سایہ دار سائبان امت

اس لئے حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شیخ الحدیثؒ کا وجود معطر اس قحط الرجال کے دور میں پوری امت کیلئے بہت بڑا سرمایہ تھا حضرت شیخ الحدیثؒ یادگار اسلاف عالم باعمل داعی اتحاد امت، قافلہ حق کے عظیم رہنما جن

کا وجود ہم جیسے بے بضاعتوں اور تہی دامنوں کیلئے ایک شجر سایہ دار اور سائباں کی حیثیت رکھتا تھا جن کی جبینوں پر ہمارے پاکیزہ اور قدسی صفات اکابریں واسلاف کے تابندہ ودرخشندہ نقوش ہم مطالعہ کرتے تھے آج ہماری آنکھیں ان نورانی پیشانیوں کے دیدار سے محروم ہیں اہل علم جو مرجعیت کی شان رکھتے تھے آج وہ بہت کم نظر آرہے ہیں اور وہ جو چلے گئے تو انکی جگہ لینے والا کوئی نظر نہیں آیا حضرت شیخ قافلہ انور شاہؒ وبخاریؒ ومحمود الحسنؒ وعبدالحقؒ کے درنایاب گوہر تھے حضرت شاہ ولی اللہ رحمت اللہ فرماتے ہیں جو لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پڑھتے پڑھاتے ہیں ان کو ہر وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض وبرکات پہنچتے رہتے ہیں حضرت شیخؒ کی ساری زندگی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک پڑھاتے ہوئے گزری اور شاید کوئی ایسا ملک ہو جہاں حضرت کے شاگرد موجود نہ ہو آپکی ساری زندگی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل عمل کرتے ہوئے گزری آپ سادہ بیان تھے مگر ساحر البیان تھے آپ امام بھی محدث، مجاہد مبلغ بھی تھے لیکن ایک عظیم سیاست دان بھی تھے صاف گوئی انہیں اپنے اسلاف سے ورثہ میں ملی تھی حق بات کہنے میں کبھی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں فرمائی جو محسوس کیا کرتے برملا اسکا اظہار فرماتے انکی نظر مخلوق پر نہیں بلکہ خالق پر تھی وہ مجاہدین کے سائبان تھے صف اول کے مجاہد بھی تھے وہ حضرت اقدس مولانا عبدالحقؒ سے والہانہ محبت کرتے تھے اسی وجہ سے حقانیہ میں زندگی کے آخری لمحات تک گذار دئے عام آدمی سے بھی خندہ پیشانی سے ملتے کہ پہلی ملاقات میں آدمی انکا ہوجاتا ہم جیسے خاک پاؤں کو بھی اتنی عزت دیتے کہ یہ ان کی ہی بلند اخلاقی اور صفات قدسی کا کرشمہ تھا کہ ذرہ کو آفتاب اور بحر ظلمات کو بھی آفتاب عالمتاب کی ضیا پاشیوں سے بقعہ نور بنا دیتے تھے انکے کون کون سے کمالات یادرکھے جائیں انکی جدائی میں آنکھیں اشکبار ہیں انکے علمی ادبی سیاسی وجہادی روحانی کمالات لکھنے کیلئے تو عمر نوح درکار ہے نہ ہم جیسے انکی حیات وخدمات پر کچھ لکھ سکتے ہیں بس اتنا ہی ہے کہ انکی یاد اور بچھڑنے پر آنسو ہی بہا سکتے ہیں۔

وہ دل ربا ہمارے پھر یاد آرہے ہیں — رو رو کے دل پکارے پھر یا دآرہے ہیں

حضرتؒ کی زندگی میں حضرت کی محفلوں میں — جودن کبھی گزارے پھر یاد آرہے ہیں

وہ بلبلوں کا جھرمٹ اور گلوں کی مسکراہٹ — گلشن کے سب نظارے پھر یاد آرہے ہیں

وہ بے مثال صورت وہ بے نظیر سیرت — الفاظ پیارے پیارے پھر یاد آرہے ہیں

انکا جنازہ ہی انکی عظمت بتانے کیلئے کافی ہے انکے جانے سے اہل علم یتیم ہو چکے ہیں علم وعمل کا گلستان ویران ہو چکا ہے کلیاں مرجھا گئیں دارالعلوم حقانیہ کے در و دیوار غمزدہ ہیں اصمان دنیا کو اب دیکھنے کا ایسا محدث کہاں ملے گا، جس میں بیک وقت ہزاروں کمالات موجود ہوں اللہ رب العزت سے دعا ہے اللہ پاک حضرت شیخ کی دینی وعلمی خدمات قبول فرمائے اور تمام پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے آمین۔

محمد فرید اسحاق

وادی علم کا اک اور ستارہ ٹوٹ گیا

شدت مرض اور اہتمام جماعت

آپ کی صحت اور مرض ایسا ہے کہ ہم آپ کو مسجد تک جانے کی اجازت نہیں دے سکتے، آپ بھی سمجھایئے کہ مسجد تک جانا ان کی جان کے لئے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے حضرت ڈاکٹر صاحب ٹھیک ہی تو فرما رہے ہیں اس حالت میں آپ کا ہسپتال سے باہر جانا مناسب نہیں'' ڈاکٹر اور خدام ہاتھ باندھے آپ کے سامنے کھڑے عرضیاں پیش کررہے تھے، مگر یہ اللہ کے ولی تھے کہ ان پر تو بس ایک ہی بات سوار تھی کہ ''نہیں میں نے آج نماز جمعہ مسجد میں باجماعت ادا کرنی ہے اور میں کروں گا۔

ارادے پختہ، لہجہ سپاٹ تھا اور ہوتا بھی کیوں نہ انہوں نے کبھی نماز قضاء کی ہی نہیں تھی تو آج کیسے نماز وہ بھی جمعہ کی نماز چھوڑ دیتے۔ ڈاکٹر اور خدام دیکھتے ہی رہ گئے۔ یہ ولی اللہ مسجد کی جانب چل دیئے۔ نماز جمعہ باجماعت ادا کی۔ اپنے متعلقین ومتوسلین اور دیگر سے ملاقاتیں کیں۔

سب ان کو اپنے بیچ پا کر بہت خوش تھے۔ اللہ کا شکر ادا کررہے تھے کہ مولا تو نے اپنے اس ولی اللہ کو صحت دے دی۔ ادھر ڈاکٹر منتظر تھے کہ بس ابھی حضرت بخیر وعافیت واپس آنے والے ہیں۔ انہیں کیا معلوم کہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے اسپتال سے نکلنا تو ایک بہانہ تھا۔ اصل میں ولی اللہ تو لمبے سفر پر روانہ ہونے کے لئے نکلے ہیں اور ایسا ہی ہوا نماز کی ادائیگی بمشکل کوئی ڈیڑھ گھنٹے بعد جب سورج مرجھائے چہرے کے ساتھ دور بہت اندھیر وادیوں میں غروب ہونے سے چند لمحے کی دوری پر تھا کہ ملک بھر میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ کہ'' عالم اسلام کی عظیم شخصیت، محدث، مفسر، اور عالمی مذہبی اسکالر دارالعلوم اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ انتقال کر گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) آہ، وادی علم کا ایک اور ستارہ ٹوٹ گیا۔

ایک عام زمیندار یا مفسر قرآن

یہ شعبان 1349ھ بمطابق 1930ء کو اکوڑہ خٹک کے زمیندار مولانا قدرت شاہ کے گھر پیدا ہونے والے شیر علی شاہ کی وفات نہیں تھی بلکہ دنیا سے رخصت ہونے والے یہ مفسر قرآن شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کی وفات تھی جن کا خلا صدیوں پر نہیں کیا جاسکے گا یہ وفات اس بچے کی وفات تھی جس نے ہل چلانے کے ساتھ ساتھ

اپنے عالم دین والد سے فقہ اور فارسی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور نظم فارسی کے جید استاد مولانا عبدالرحیم صاحب المعروف بہ ''قصابانو حاجی صاحب سے اس علم میں استفادہ کیا۔

یہ وہی شیر علی شاہ ہیں جنہوں نے تقسیم ہند کے بعد 1366ھ بمطابق 1947ء میں دارالعلوم دیوبند سے پاکستان ہجرت کرنے والے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے نو قائم شدہ دارالعلوم اکوڑہ خٹک سے 1953ء میں دورہ حدیث مکمل کیا اوراول پوزیشن لے کر اپنے اعلیٰ علمی سفر کا گویا اعلان کردیا، ابتدائی زمانہ علمی کے تحت آپ دارالعلوم اکوڑہ خٹک کے ابتدائی طالب علموں کی فہرست میں بھی نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

خدمات واخلاق

جس کی زندگی میں بلوغت کے بعد ایک نماز قضاء نہیں ہوئی اس کی خوبیاں اور علمی خدمات تاریخ بتاریخ بیان کرنے کے لئے صفحات کم ہیں۔ قصہ مختصر یہ کہ پشاور کے جی ٹی روڈ پر تاریخ کے سب سے بڑے جنازے جس میں کم وبیش ۴ لاکھ کے قریب لوگ شریک تھے یہ اس شخص کا جنازہ تھا جس نے تعلیم سے فراغت کے بعد جب ۱۱ شوال 1373ھ بمطابق ۱۳ اپریل 1954ء کو اپنی مادرعلمی وعملی تدریس شروع کی تو اس کا ماہنامہ مشاہرہ صرف ۳۰ روپے مقرر ہوا۔ یہی وہ شخص تھے جنہوں نے ۱۴ سال مدینہ منورہ میں دین اسلام پڑھا اور دارالعلوم کورنگی وجامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی میں ۲ سال علم کے دیئے جلائے۔ روشنیوں کے شہر سے نکلے تو اس کے چمکتے دمکتے ستارے نے قبائلی علاقہ جات کی سنگلاخ پہاڑیوں کے دامن میں میران شاہ کے اندر مصروف جہادی کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی کے مدرسے میں بطور شیخ الحدیث خدمات انجام دیں۔

دین اسلام کے اہم ترین رکن جہاد کے اتنے داعی تھے کہ آج بھی جہاد افغان میں شریک ہونے والوں میں آپ کا نام انتہائی معتبر سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان کی سرکاری اور علاقائی زبانوں کے علاوہ انگلش، عربی اور فارسی سمیت کئی دیگر زبانوں پر عبور رکھنے والے شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کو عرب وعجم کے اکابر علماء میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔

جس کی وفات کی خبر سے علمی حلقوں اور درسگاہوں میں صف ماتم بچھ گئی۔ وہ مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کے چہیتے، مولانا سمیع الحق، مولانا قاری سعید الرحمٰن علوی، مولانا موسیٰ خان بازی اور مولانا عبداللہ کاکاخیل جیسے جید علماء کے ہم سبق بھی تھے۔

عارضہ قلب میں جان آفرین کے حوالے کرنے والے 85 سالہ اس بزرگ نے اپنی زندگی کے ۶۰ سال دین اسلام کی اشاعت میں صرف کئے اور اصلاح وتقویٰ، اذکار واوراد، دعا وانابت تدبر وتفکر، دیانت وامانت، تحمل وبردباری فروتنی وتواضع، بے نفسی وعزلت نشینی ہمدردی وغم خواری، قدردانی وخودنوازی جیسی اعلیٰ صفات پائیں۔

ام المدارس سے لگاؤ

شدید علالت اور معمر ہونے کے باوجود آخری سانس تک دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس جاری رکھنے والے اس ولی کو اللہ تعالیٰ نے علم وعمل، فہم وفراست اور حلم وتدبر کی بے شمار خصوصیات سے نوازا۔ اکابر واسلاف پر اعتماد، ان سے محبت وعقیدت، ان کے متعین کردہ خطوط، صراط مستقیم اور صحیح اسلامی طرز فکر کی ذہن سازی اس درویش صفت شخص کا طرہ امتیاز رہا۔

علم وعمل، فہم وفراست، تحمل وبردباری اور صحیح اسلامی طرز فکر کے پیکر مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مجلس صوت الاسلام پاکستان کی سرگرمیوں سے ہمیشہ مطمئن دکھائی دیئے جس کا بین ثبوت 2006ء میں ایک بین المدارس تقریری مقابلہ میں مفتی ابوہریرہ محی الدین کی دعوت پر شرکت ہے۔ آپ نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مجلس صوت الاسلام پاکستان کی خدمات کو زبردست الفاظ میں سراہا اور مفتی ابو ہریرہ محی الدین کی کامیابیوں کے لئے ہمیشہ دعاگو رہے۔

مولانا شیر علی شاہ کی ۶۰ سال کے قریب تعلیمی وتدریسی زندگی کا دورانیہ اس پر شاہد ہے کہ ان کے دامن علم وعمل سے وابستگان میں سے کوئی بھی جادۂ حق سے انحراف کرتے نہیں دیکھا گیا۔ جہاں علم کا یہ خورشید منور جو علم ومعارف کی روشنی بکھیرنے کے بعد جمعہ کو ڈوبتے سورج کے ساتھ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ انہوں نے اپنی علمی زندگی سے جو مثالیں قائم کی ہیں انہیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا اور علمی سطح پر جو بھی چھاپ چھوڑی ہے اس کا نقش ہمیشہ علماء وطلباء کی رہنمائی کا کام انجام دیتا رہے گا اور ان کی خدمات جلیلہ بالخصوص حدیث، فقہ واجتہاد کے حوالے سے ہمیشہ یاد ہی رکھی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ اس ولی کامل اور دوریش صفت عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ قدس سرہ کو کروٹ کروٹ جنت کی خوشبو عطا فرمائے اور انکی علمی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین (بشکریہ ماہنامہ ایوان اسلام)

مولانا سیف اللہ
مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی

حضرت شیخ کی قرآنی بصیرت

الکرب	مجتمع	والصبر	مفترق
والقلب	محترق	والدمع	مستبق

اس رنگ وبو کے عالم میں تو ہر شے پر فنا کا آرا چلے گا، ہر چیز اپنا محدود وقت گذار کر فنا ہوگی کل من علیھا فان کا موجبہ کلیہ خدا تعالیٰ کے علاوہ ہر ہر فرد پر پورا پورا منطبق ہوگا یہ قدرت کی وہ حقیقت ہے جسے نسل انسانی کا ہر طبقہ قبول کرنے پر مجبور ہے مگر خلق خدا میں کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہوا کرتے ہیں جن کا وجود مخلوق کے لئے رحمت کا باعث ہوتا ہے جو اپنے وقت میں نہ صرف دین حق کے محافظ ہوتے ہیں بلکہ اس دین حق کے ماننے والوں کے عقائد ونظریات کے بھی محافظ ہوتے ہیں ایسی ہی خوش بخت جماعت کے ایک رکن استاد محترم ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ تھے استاد محترمؒ دین اسلام کے پاسبان اور اہل اسلام کے نہ صرف عقائد واعمال کے بلکہ ان کے جغرافیائی ونظریاتی سرحدات کے بھی نگہبان تھے،(رحمه الله رحمة الله واسعه)

بحر علم سے پہلی سیرابی

تقریباً سولہ سترہ سال پہلے کی بات ہے جب بندہ درجہ ثالثہ سے فارغ ہوا تو سالانہ تعطیلات میں دورہ تفسیر کی غرض سے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حاضر ہوا اس وقت جیسی عمر چھوٹی تھی تو احساسات وخیالات اس سے کہیں زیادہ چھوٹے تھے،اس حقیقت سے ناآشنا تھے کہ دورہ تفسیر پڑھانے کے لئے جو ہستی آتی ہے اسے دنیا تو محض شیر علی شاہ صاحب کے نام سے یاد کرتی ہے مگر وہ درحقیقت علم وعمل حکمت ودانش زہد واستغنا،صدق ووفا دینی حمیت وشجاعت جود وسخا کا پیکر مجسم ہے......

لیس علی الله بمستنکر	ان یجمع العالم فی واحد

بندہ ناچیز کی خوش قسمتی تھی کہ دورہ تفسیر میں طلبہ کے عظیم تر ہجوم کے باوجود اپنے سرپرست کی تگ ودو سے استاد محترم کے بالکل سامنے نشست پر بیٹھنے میں کامیاب ہوا اور دورہ تفسیر کے اختتام تک یہی نشست برقرار رہی،ظاہر ہے کہ استاد کی نظروں کے سامنے بیٹھے طالب علم کو لاپرواہی اور غفلت برتنے کی گنجائش کم ہوتی ہے اس لئے استاد محترمؒ کے پورے دروس کو سنا اور بڑے شوق سے سنا۔

مقبول عرش محبوبِ فرش

حقیقت یہ ہے کہ عبدیت وفنائیت، تعلق مع اللہ، اتباع سنت اور ہر ہر موقع پر رضائے الٰہی کی طلب وجستجو نے استاد محترمؒ کو اول عرش پر قبول ومقبول بنا کر پھر فرش پر ثم یوضع له القبول فی الارض ''پھر اسے زمین پر قبولیت دی جاتی ہے'' کا پورا پورا مظہر بنا دیا تھا یہی وجہ تھی کہ حضرت استاد محترمؒ کے دورہ تفسیر کے لئے دور دراز سے طلبہ امڈ امڈ کے آتے تھے اور کلام الٰہی کے معانی ومفاہیم، احکام وحکم سے شفائے قلب پا کر واپس چلے جاتے تھے۔

حضرت استاد محترمؒ کا درس تفسیر متنوع علوم وفنون پر مشتمل ہوتا تھا وہ جب نحو صرف، علم فصاحت وبلاغت ،عربی ادب ولغت، فقہ اور اصول فقہ، قرآن کریم کے اسلوب وطرز بیان میں پنہاں عمل وحکم بیان فرماتے تو حیرانگی کے ساتھ ساتھ یہ احساس بھی دامن گیر ہوجاتا تھا کہ شاید استاد محترمؒ اسی ایک فن کے امام ہیں بارہا سنا اور دیکھا کہ قرآن کریم کی کسی آیت سے متعلق اگر کسی فن کا مسئلہ متعلق ہوتا تو استاد محترمؒ طلبہ کے افادہ علمی کی غرض سے اس فن میں منتقل ہوجاتے اور زیر بحث آیت سے متعلق مختصر فنی بحث فرماتے جس سے ہم طلبہ کو بہت فائدہ ہوتا تھا۔

اصاغر نوازی اور طلباء کی حوصلہ افزائی

استاد محترمؒ کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ قریب بیٹھے طلبہ سے آسان آسان نحوی وصرفی سوالات پوچھتے تھے اور جواب ملنے پر خوش ہوکر بہت حوصلہ افزائی فرماتے تھے، اس سلسلے میں بہت باتیں یاد ہیں تاہم ایک مختصر قصہ ذکر کرتا ہوں ۔''سورۃ سبا'' کی تفسیر چل رہی تھی تو لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ (سورۃ سبا : ۱۵) میں سوال کا رخ میری طرف کر کے پوچھا کہ ''جنتٰن'' آیۃ سے بدل ہے جبکہ وہ مرفوع ہے اور جنتٰن کے آخر میں کسرہ ہے جبکہ بدل ومبدل منہ کا اعراب ایک ہوتا ہے؟ بندہ نے برجستہ جواب دیا کہ جنتٰن تثنیہ ہے اور اس کا رفع الف کے ساتھ ہوتا ہے جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور حوصلہ افزائی ایسی فرمائی جس کی شیرینی آج بھی محسوس کر رہا ہوں شاید شاعر نے استاد محترمؒ ہی کے لئے کہا تھا ......

نہ تنہا چشم محو لذت دیدار ہوتی ہے — کہ تسکین دل وجان ان کی ہر گفتار ہوتی ہے

مؤثر کتاب کی پر اثر تدریس

یہ حقیقت اہل نظر کے ہاں مسلم ہے کہ قرآن کریم نہ صرف مریض قلوب کے لئے نسخہ شفایاب بلکہ ہر بے عمل وبدعمل ، بے عقیدہ وبدعقیدہ اور ہر باغی وطاغی کی اصلاح کر کے اسے انابت وعبدیت کی راہ پر ڈالنے والی عظیم انقلابی کتاب ہے مگر اس کے پڑھانے والے کے لئے لازم ہے کہ اس کی فکری ونظریاتی اور عملی زندگی قرآن کریم کے مزاج ومذاق سے ہم آہنگ ہو بایں ہمہ اوصاف سے موصوف شخص کا درس قرآن انقلاب کا ضامن ہوتا ہے ہمارے

استاد محترمؒ ایسے ہی تھے ان کو نہ صرف قرآن کریم سے جنون کی حد تک عشق تھا بلکہ ان کی پوری زندگی قرآن پر عمل سے عبارت تھی یہی وجہ تھی ان کے درس قرآن میں شریک ہونے والے پر قرآن کے بابرکت پیغام کا سحر انگیزی کی حد تک اثر ہوتا تھا کم از کم بندہ ناچیز اپنی حد تک پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ استاد محترمؒ کے دورہ تفسیر کے بعد اپنے دل ودماغ میں علمی وفکری تبدیلیاں محسوس کیں اور بابرکت وانقلابی دروس سے دل کو جلا نصیب ہوئی اور فکر ونظر کو نیا رخ ملا۔

محدث عصر مفسر وقت میدان جہاد میں

استاد محترمؒ کو قدرت کی طرف سے حساس قلب عطا ہوا تھا جو اپنے رب تعالیٰ کی معرفت ومحبت سے سرشار تھا اور ان کا قلب اللہ تعالیٰ کے احکامات پر ان کی رضا ومنشا کے عین مطابق عمل کرنے کے جذبات سے معمور تھا، یہی وجہ تھی کہ سرزمین افغانستان پر جب روس نے شب خون مارا اور ان کے بعد امریکہ نے اپنا لاؤلشکر لے کر افغانستان میں کشت وخون کی ہولی کھیلی تو ہر بار استاد محترمؒ مظلوم کی حمایت ونصرت کے لئے بنفس نفیس حاضر ہوئے اور اپنی جان کو خاطر میں لائے بغیر وقت کے فرعونوں کے ساتھ نبرد آزما رہے اور ہر محاذ پر ان کے خلاف قائدانہ وعالمانہ کردار ادا کرتے رہے انہی اولوالعزم شخصیات کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ایک سپر طاقت پاش پاش ہوکر اپنے انجام بد کو پہنچا اور دوسری سپر طاقت اپنے انجام بد سے کچھ فاصلے پر ہے پاکستان میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ دینی تحریکات کا ساتھ دیا اور دینی مساعی وجہود میں حصہ لے کر احقاق حق وابطال باطل کا فریضہ ادا کیا۔

اہل حق کے جنازے یوں اٹھا کرتے ہیں

اخبارات ورسائل اور عینی شاہدین کے بیان کے مطابق حضرتؒ کی نماز جنازہ میں لاکھوں فرزندان توحید نے شرکت کی اور ایسے لوگوں کی بھی کمی نہ تھی جو حضرتؒ کی شخصیت یا واقفیت کی بناء پر نہیں بلکہ اپنی بخشش کی نیت سے نماز جنازے میں شریک ہوئے تھے، ملک کے بعض ممتاز کالم نگار نے لکھا کہ پاکستان کی تاریخ کا بڑا جنازہ تھا حضرت رحمہ اللہ کی نماز جنازہ کو دیکھ کر بجا طور پر امام عزیمت امام احمد بن حنبلؒ کا مقولہ یاد آجاتا ہے کہ اہل حق کے جنازے ان کے برحق ہونے کو آشکارا کریں گے، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت استاد محترمؒ کی حقانیت پر دنیا کو یہ منظر بھی دکھایا کہ جب استاد محترمؒ کو دفنایا تو منوں مٹی تلے سے خوشبو کی عجیب مہک پھوٹ پڑی جسے ہزار لوگوں نے محسوس کیا گویا حضرت نے اس امت کو اپنا آخری پیغام دیا کہ ہم جس راستے کے راہی تھے یعنی علوم نبوت کی نشر واشاعت حق کی حمایت باطل سے بغاوت، مظلوم کی فریاد رسی کا راستہ غلط نہ تھا لہٰذا اس راہ پر چلنے والوں کو دقیانوس انتہا پسند، جاہل اور متعصب کہنا غلط ہے۔ راقم کو حضرت استاد محترمؒ کے ساتھ اور بھی بہت سی یادیں وابستہ ہیں مگر ڈرتا ہوں کہ ''الحق'' کے قارئین میرے بے ربط جملوں سے مزید بدمزہ نہ ہوں اس لیے انہی معروضات پر اختتام کرتا ہوں۔

مولانا سعدالواحد حقانی

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

عادات وصفات

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان گنت صفات سے نوازا تھا ۔فصاحت اور بلاغت میں آپ کا ثانی نہیں تھا آپؒ کا وجود تمام عالم اسلام اور بالخصوص خیبر پختونخواہ کیلئے قابل فخر اور ایک زندہ عجوبہ تھا۔آپؒ کی طبعیت میں تحمل ،نرمی اور خوش اخلاقی کا پہلو نمایاں تھا۔تواضع وانکساری ،زہدوتقوی ،اخلاص وللّٰہیت سے لبریز خوددار ،غیرت منداور ایک جرأت مند شخصیت تھے۔ ہر کسی سے خندہ روئی اور ادب واحترام سے پیش آنا آپ کا خاصہ تھا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو حددرجہ علمی قابلیت عطا کی تھی ،مگر آپ کی بے تکلفی اور سادگی نے اس کو چار چاند لگادیئے تھے یوں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بار بار حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف فرمایا ،متعدد بار حج کی سعادت حاصل کی ایک دفعہ سرکاری حیثیت سے حج کرنے کو گئے اور جب وہاں کثیر تعداد میں سہولیات دیکھی تو عام افراد کے ساتھ فریضہ حج ادا کرنے میں شامل ہوگئے ۔اور ساتھ ہی فرمایا کہ ایسے حج کرنے کا کیا فائدہ جس میں آپ پر وہاں کا گردوغبار نہ پڑے اور آپ حرمین شریفین کے گردوغبار سے خاک آلود نہ ہوجائے۔اپنے دل میں عالم اسلام کی دکھ درد رکھنے کی وجہ سے دینی امور ومعاملات میں کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے اگر دین کے لباس میں کسی کو غلط کام کرتے دیکھتے تو اس کی اصلاح کو اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔نفاذ اسلام کیلئے مثبت طریقے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والوں میں سے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔آپؒ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔طلبہ کے ساتھ شفقت ومحبت اور حسن تربیت آپؒ کا طرّہ امتیاز تھا۔اس کٹھن اور پرآشوب دور میں ایسی عظیم شخصیات کا ہزاروں روحانی فرزندان کو سوگوار چھوڑ کر رحلت کرجانا عالم اسلام کے لئے عظیم علمی داہیہ اور ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔......

مضت الدهور وما اتين بمثله
ولقد آتی فعجزن عن نظرائه

ذہانت وفطانت

اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ شیر علی شاہ صاحب مرحوم کو حد درجہ ذہانت بخشی تھی۔آپؒ بیک وقت منقولات اور معقولات کے ماہر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو علوم ظاہری اور علوم باطنی کا حظ وافر عطا فرمایا تھا۔عربی، فارسی، اردو، پشتو، ہندکو ان تمام زبانوں میں تقریر وکلام کرنے کا ملکہ آپؒ کو حاصل تھا۔اکثر تاریخی و ادبی شخصیات کے سوانح وکلیات کے حافظ تھے۔آپؒ کی شخصیت علمی، ادبی، سیاسی اور تصنیفی موضوعات کی ایک سوغات تھی۔ ہر خاص وعام آپؒ کے انداز گفتگو، سنجیدگی، طرز بیان، نشست وبرخاست اور عملی تگ ودو سے مزین صفات کا قائل تھا۔

علمی مقام

آپؒ کی ذات گرامی علم وفضل کا نمونہ ہونے کے ساتھ ایک بحر بیکراں تھی، جامعہ دارالعلوم حقانیہ جیسے عظیم علمی درسگاہ میں آپؒ کا مسند حدیث کے منصب پر رونق افروز ہونا آپؒ کی علمیت کی واضح دلیل ہے۔انداز درس آسان، عام فہم اور حکیمانہ تھا۔مختلف امثال اور ادبی نکتوں کی بدولت آسانی کے ساتھ طالب علموں کو سبق ذہن نشین کرتے۔علوم وفنون میں جامعیت اور رسوخیت کے حامل عبقری شخصیت رکھنے والے وسیع الظرف انسان تھے، مقتضی الحال کے مطابق کلام کرنے والے، مختصر کلام کے ساتھ طالب علموں کو سمجھانے والے تھے۔

اخلاق کریمانہ

اپنے شاگردوں اور متعلقین پر انتہائی شفقت کرنے والے تھے۔جب کسی سے کوئی غلطی سرزد ہوجاتی تو اسے حکیمانہ انداز سے سمجھاتے، کسی کو ملامت اور شرمندہ نہیں کرتے۔آپؒ فرماتے: کہ قرآنی تعلیمات ہیں کہ عام بیان کیا جائے جس آدمی میں غلطی ہو وہ خود ضرور سمجھ جائے گا۔کسی ایک شخص کو نشانہ نہیں بنانا چاہئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَا لِیَ لَا اَعۡبُدُ الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ ’’اور مجھ کو کیا ہوا کہ میں بندگی نہ کروں اس کی جس نے مجھ کو بنایا‘‘ دیکھیں حبیب نجار اپنا ذکر کرتے ہیں کسی کو نشانہ نہیں بناتے اور یہی تنبیہ، ترغیب اور ترحیب کے اصول ہیں۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: مَابَالُ النَّاسِ کسی کا نام نہیں لیتے۔

اکابر کے ساتھ بے مثال عقیدت

آپؒ اپنے اساتذہ کرام اور اکابرین علماء دیوبند کے ساتھ حد درجہ محبت وعقیدت رکھتے تھے۔اپنے اساتذہ کرام کے علمی کارناموں اور ان کے ناموں کو زندہ رکھنے کیلئے چھوٹے بچوں کا نام، اسی سلسلے میں اپنے نواسے کا نام جلیل القدر استاذ کے نام پر ’’احمد علی‘‘ رکھا تھا۔ ہمارے خاندان کے تمام افراد نے آپؒ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا ہے۔آپؒ ہم پر حسن ظن اور اعتماد کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے ہمارے ہاں اکثر تشریف لاتے۔آپؒ

میرے دادا مولانا حافظ سعادت شاہ صاحبؒ کے بارے میں فرماتے کہ وہ ایک معتمد عالم دین تھا اور اپنی اولاد کو درس نظامی کے اکثر کتب خود پڑھاتے اور پھر ان کو ہمارے پاس لاتے تا کہ یہ مزید علم دین حاصل کرے ۔طلباء دین پر شفقت اور رحم دلی کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت ان کی علمی تشنگی کو دور کر کے ان کو سیراب کرتے ۔

علمی ذوق

بندہ کو جب پہلی دفعہ ادب عربی کے کتاب ''مختارات'' کے پڑھانے کے ذمہ داری سونپی گئی تو بندہ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔آپؒ ہر وقت اور ہر جگہ پر بغیر مطالعہ کے کتاب مذکور پڑھاتے ۔ایک دفعہ ایک جلسے کے دوران سٹیج پر اور اسی طرح مسجد فاطمہؓ کی تعمیر کے وقت پشاور جی ٹی روڈ پر بھی بندے کو کتاب پڑھائی ۔شروحات کی کثرت کی بناء پر فرماتے کہ جس شرح سے اپنے آپ کو پورا کر سکتے ہو تو پورا کرو ۔آپؒ غیبت کرنے سے پرہیز کرتے ۔ایک دفعہ کسی نے غیبت کرنے کی غرض سے عرض کیا کہ حضرت آج کل اردو شروحات کی بھرمار ہے ،تو باوجودیکہ آپؒ کی طبعیت عربی زبان کی طرف مائل تھی ۔آپؒ نے فرمایا یہ سب شروحات قابل قدر اور زمین کے پوشیدہ خزانے ہے اور اب وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا زمین نے اپنے خزانوں کو باہر نکال لیا ہے۔

جہادی اور سیاسی زندگی

آپؒ ہمہ گیر اور گوناگوں صفات کے حامل شخصیت تھے۔آپؒ بیک وقت ایک عالم ،محدث، مصنف،مبلغ ،سیاستدان اور ایک عملی مجاہد تھے ۔عملی طور پر جہاد کے سلسلے میں امارات اسلامی افغانستان کے صف میں انتہائی فخر کے ساتھ ڈٹ کر طالبان کا ساتھ دیتے رہے اور ان کے ساتھ والہانہ عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ۔ پاکستان تاریخ کے نشیب وفراز اور قربانیاں اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی وجہ سے وطن عزیز میں بے دینی اور بے راہ روی کو دیکھ کر دل بہت دکھتا تھا ۔جہاد سے حد درجہ شغف ہونے کی بناء پر حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار مجاہدین کو صبح وشام اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے اَللّٰهُمَّ انۡصُرِ الۡمُجَاهِدِيۡنَ فِیۡ كُلِّ مَكَانٍ الخ ۔

جامع الصفات شخصیت

آپؒ کی آواز وانداز میں بلا کی تاثیر تھی، گفتار وکردار کے آدمی تھے، بولنے پر آتے تو بڑے بڑے لوگ ہمہ تن گوش ہوجاتے ،کشمیری حافظے کے مالک تھے۔قرآن وحدیث میں ذکر شدہ مقدس مقامات کو بچشم خود دیکھنے کی وجہ سے موقع اور محل کے مطابق عجیب وغریب واقعات اور عربی وفارسی کے اشعار سناتے ۔ میدان تحریر میں قدم رکھتے تو قلم کا جادو چلتا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے ایسا خط لکھ جاتے کہ اس کے سامنے کمپیوٹر کا نستعلیق

شرما جاتا۔ذیل میں آپؒ کے علمی لطائف ، پرلطف باتیں اور ادبی نکتے افادہ کی خاطر ذکر کیئے جاتے ہیں، یہ آپؒ نے مختلف مجالس اور دروس کے دوران ارشاد فرمائے ہیں:

پیغمبر کو فرشتہ کہنا مناسب نہیں

فرمایا: پیغمبر کو فرشتہ کہنا مناسب نہیں ہے،اس لئے کہ فرشتے پیغمبر ہی کی خدمت کرنے پر مامور ہیں۔اسکی مثال ایسی ہے کہ ایک بوڑھی عورت نے ایک اعلیٰ پولیس آفیسر کو کہا کہ خدا آپکو تھانیدار (سپاہی) بنا دے۔

ضلع بنوں کی وجہ تسمیہ

ایک دفعہ بنوں سے تبلیغی جماعت کے کچھ لوگ آپؒ سے ملنے کے لئے آئے۔آپؒ نے فرمایا کی بنوں دراصل بنون تھا۔صحابہ کرامؓ کے آثار بھی یہاں پائے جاتے ہیں۔یہ لوگ بڑے بہادر، محنتی اور دیندار لوگ ہیں۔

عزیمت اولیٰ رخصت سے

فرمایا: ارشاد باری تعالیٰ: فَانۡکِحُوۡا مَا طَابَ لَکُمۡ مِنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ میں حکم مثنٰی پر آیا ہے کہ کم از کم دو شادیاں کرو لیکن وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَۃً رخصت ہے اور عمل عزیمت اولیٰ ہے رخصت سے۔

متخلفین تبوک کے نام یاد رکھنے کی ترکیب

فرمایا: غزوہ تبوک سے جو تین مخلص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رہ گئے تھے ان کے ناموں کو یاد رکھنے میں اشارہ لفظ ''مکہ'' ہے میم سے مراد مرارہ ابن ربیع ،کاف سے کعب ابن مالک ، ہا سے ہلال ابن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔اسی طرح ہابیل اور قابیل میں قاتل ومقتول پہچاننے کا آسان طریقہ قاتل کا لفظ ''قاف'' ہے کہ قابیل کے نام کے شروع میں قاتل کا لفظ ''قاف'' آیا ہے تو یہ قاتل ہے اور ہابیل مقتول ہے۔

بیوی کے حوالے سے لطیفہ

فرمایا: ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے پوچھا اَزۡوَجَتُکَ حَیَّۃٌ (کیا تمہاری بیوی زندہ ہے) تو اس نے جواب دیا کہ نَعَمۡ حَیَّۃٌ وَلٰکِنَّھَا حَیَّۃٌ تَسۡعٰی (کہ ہاں لیکن وہ اژدہا ہے جو دوڑتی رہتی ہے)۔

فرمایا: جب قرآن کریم میں یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کے ساتھ خطاب کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اے مؤمنو! اپنے دل کے کان متوجہ کرو کیونکہ مابعد میں یا تو خیر کے کرنے کا حکم ہوتا ہے اور یا شر سے منع کیا جاتا ہے۔

مستقر اور مستودع کی تفسیر

فرمایا: مستقر اور مستودع کی جامع تفسیر یہ ہے کہ جہاں سے انتقال کیا جائے تو وہ مستودع ہے اور جہاں پر قرار پکڑے تو یہ مستقر ہے۔

داڑھی نہ رکھنے پر داخلہ کی منسوخی

ایک دفعہ ایک طالب علم افغانستان میں میڈیکل کا داخلہ لینے کیلئے آپؒ سے تزکیہ لے کر اپنے ساتھ لے گئے لیکن وہ واپس آ گیا اور عرض کیا کہ مجھے آپؒ کا تزکیہ دینے کے باوجود وہاں داخلہ نہیں ملا آپؒ نے جب اس کو دیکھا تو فرمایا"وجه دې په وجهه کښ ده"یعنی داخلہ نہ ملنے کی وجہ آپ کے چہرے سے عیاں ہے اور وہ لوگ داڑھی نہ رکھنے والے کو داخلہ نہیں دیتے۔

خواب کی تعبیر

فرمایا: ایک دفعہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دریا پار کیا ہے اس کی کیا تعبیر ہے تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ علم کی نشانی ہے۔

فرمایا:

یقین دانم دریں عالم
لا مقصود الاھو
ولا موجود فی الکونین
ولا مطلوب الا ھو
چوں تیغ لا بدست آری
بیاتنہا چہ غم داری
میخوار غیر حق یاری
کہ لافتاح الاھو

مولانا مفتی محمد یحییٰ
مدرس جامعہ عثمانیہ پشاور

اور ستارہ ٹوٹ گیا!

سادات کی سعادت، شیروں کی شجاعت، علی کرم اللہ وجہہ کے علم وتقوی، شاھوں کے استغنا اور مدینہ منورہ کے انوارات وبرکات سے معمور ومنور ہستی، حضرت مولانا سید شیر علی شاہ مدنی زندگی کی اکیانوے بہاریں دیکھنے کے بعد ہم سے رخصت ہوگئے۔

آپؒ کو اللہ تعالی نے اتنی ہمہ جہت خوبیوں سے نوازا تھا کہ کوئی شخص ایک مرتبہ آپ کی صحبت میں چند لمحوں کے لیے بیٹھتا وہ آپ کی فصاحتِ لسان، قوتِ حافظہ، رقتِ قلب، دقتِ نظر، عاجزئ طبع اور وسعتِ علمی کا گرویدہ ہوئے بغیر نہ اُٹھتا۔ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے بندہ کو حضرت کی صحبت میں بارہا حاضری کی توفیق نصیب ہوئی اور ہر مرتبہ عقیدت ومحبت میں اضافہ ہوتا رہا۔ آپؒ کی صحبت میں گزرے لمحات کی چند یادیں محفوظ کرنے کے لیے قلم اِس نیت سے اٹھایا کہ خریدارانِ یوسف میں شامل ہوجاؤں۔

دورہِ تفسیر کی چند جھلکیاں

تفسیرِ قرآن کریم سے آپ کو خصوصی تعلق تھا۔ آپ عالمِ اسلام کی عظیم درسگاہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ہردل عزیز شیخ الحدیث بھی تھے، ادبِ عربی کے کہنہ مشق استاد اور فی البدیہ شاعر بھی تھے، نحو اور اصول فقہ میں بھی آپ کی مہارت مسلم تھی لیکن تفسیر سے آپ کا تعلق کچھ زیادہ ہی نرالا تھا۔ مدینہ منورہ کی پرنور فضاوں میں رہ کر آپ نے تفسیر میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ جلیل القدر تابعی حضرت حسن بصریؒ کے تفسیری اقوال کو اکٹھا کرنے کیلئے آپ نے بلا مبالغہ سینکڑوں تفاسیر کے ہزاروں صفحات کا مطالعہ کیا اور ان سے آپکے اقوال کو اکٹھا کر کے دنیا سے ناپید ونایاب ''تفسیرِ حسن بصری'' کو ایک مرتبہ پھر پیدویاب کیا۔ اس عظیم محنت کا تذکرہ کرتے ہوئے میں نے خود آپؒ سے سنا، فرمایا کہ میری ڈاڑھی کے بال تفاسیر کی ورق گردانی میں سفید ہوئے ہیں۔ اس سے قبل آپ حضرت لاہوری، حضرت درخواستی اور حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہم اللہ، کے دورہ تفسیر میں بھی شریک ہوکر اپنا تفسیری پیمانہ علم بھر چکے تھے۔ گزشتہ تقریبا ساٹھ سالوں سے دسیوں مرتبہ مختلف مقامات پر شعبان، رمضان کی چھٹیوں میں دورہ تفسیر پڑھایا۔ جن میں طلباء تفسیر کی شرکت قابل دید ہوتی۔ آپ خود بھی بڑا اہتمام فرماتے۔ اِس پسِ منظر سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تفسیر سے آپ کا تعلق کتنا گہرا تھا۔

۲۰۰۴ میں بندہ کو آپ کے سامنے دورہ تفسیر میں زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا موقع ملا۔ دارالعلوم حقانیہ کی قدیم مسجد کا ہال اور صحن دونوں طلبہ سے بھرے ہوتے۔ طلبہ نے ایک دو دِن قبل ہی اگلی صفوں میں اپنے لیے جگہ گھیر لی تھی۔ بندہ کو رفیق محترم مولانا محمود الحسن صاحب کی توجہ سے دوسری صف میں جگہ ملی۔ میرے اور حضرت شیخ کے درمیان صرف مولانا عدنان کا کاخیل پہلی صف میں بیٹھے تھے۔ صحن میں بیٹھے ہوئے طلبہ کو دورانِ درس حضرت کے دیدار کا شرف حاصل نہ ہوتا تھا اس لیے آپ نے اپنا مسند بجائے محراب کے مسجد کے شمالی دروازہ میں رکھوادیا تھا ۔دروازہ کے درمیان بیٹھتے جس سے ہال اور صحن دونوں جگہ کے طلبہ کو شرفِ دیدار حاصل ہوتا۔ مسلسل پانچ گھنٹے پڑھاتے سات بجے سبق شروع ہوتا ۔۱۲ اور کبھی ۱۲:۳۰ پر ختم ہوتا۔ درمیان میں بیس منٹ کا وقفہ کراتے جس میں خود تو عموماً مسند پر تشریف فرما رہتے اور طلبہ ضروریات سے فارغ ہوکر واپس آجاتے ہم پانچ دس طلبہ ہاتھ پاؤں دباتے اور آپؒ کے علمی چٹکلوں سے محظوظ ہوتے۔ اس خدمت کے دوران یہ احساس ہوتا کہ آپؒ کیسے جفاکش ہیں کیونکہ آپؒ کے ہاتھ پاؤں نرم ملائم نہیں تھے، بلکہ گٹھے ہوئے مضبوط اور قوی تھے، کیونکہ آپؒ ناز ونعم کی زندگی بسر نہیں کرتے تھے۔ مجاہدانہ زندگی بسر کرنے کے عادی تھے خود ہی اپنی زمینوں میں زراعت کرتے۔

رمضان شریف شروع ہوا تو طلبہ نے اوقاتِ درس تبدیل کرنے کی درخواست کی، آپؒ نے منظور فرمائی اور فرمایا کہ جو طلبہ دور سے آتے ہیں وہ جس وقت تک پہنچ سکتے ہیں اُن کی رعایت رکھ کر وقت مقرر کریں گے کیونکہ "الضعیف أمیر الرّکب" چنانچہ ۸:۰۰ بجے کا وقت طے پایا۔ تب آپ ۱:۰۰ بجے سبق ختم کراتے۔ ضعف اور پیرانہ سالی کے باوجود پانچ گھنٹے مسلسل درس اور رمضان میں گرجدار آواز میں نہ پیاس حائل ہوتی نہ بھوک اور تھکاوٹ۔ ہم بیٹھے بیٹھے تھک جاتے اور آپؒ پڑھاتے پڑھاتے نہ تھکتے۔ تقریباً چالیس دن کے دورہ میں انہوں نے کبھی چھٹی نہیں فرمائی اور نہ کبھی دیر سے سبق میں تشریف لائے۔ شروع میں ایک دو جمعے نہیں پڑھایا پھر جمعہ کو بھی پڑھاتے۔

کمر کی تکلیف کے باوجود آپؒ کا مسند زمینی تھا۔ ایک افغانی بابا جی روزانہ درس میں شرکت کے لیے آتے تھے، ایک دن وہ ایک عمدہ آرام دہ صوفہ اپنے ساتھ لائے اور وقفہ کے دوران آپؒ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ حضرت آپؒ کو تکلیف ہے آپؒ اس پر بیٹھا کریں۔ اُن صاحب کی دلداری کے لیے آپؒ نے ایک دن اس پر بیٹھ کر درس دیا لیکن طبعی کراہت اور جھجک کے آثار آپؒ کے چہرے پر نمایاں محسوس ہورہے تھے حالانکہ صوفہ زیادہ اونچا بھی نہیں تھا اور آپؒ معذور بھی تھے۔ اگلے دن آپؒ نے اسے ہٹانے اور زمینی مسند دوبارہ رکھنے کا حکم دیا اور اسی پر تشریف فرما ہوئے۔

طرزِ تفسیر

آپؒ درس میں احادیث مبارکہ، اقوالِ آئمہ تفسیر، عربی، اردو، فارسی و پشتو کے اشعار اور قواعدِ نحویہ ولغویہ اس

کثرت سے بیان کرتے کہ شروع میں ہم خام خیالوں کا خیال تھا کہ شاید حضرت نے مصحف کے حاشیہ پر اشارات لکھے ہیں لیکن جب قریب سے مصحف کو دیکھا تو اپنے گمان کی غلطی پر ندامت ہوئی آپؒ کے سامنے تذکرہ کیا تو مسکرا کر فرمایا: میں نے ایک مصحف میں کچھ اہم نکات بڑی محنت سے لکھے تھے لیکن ایک طالب علم نے مجھ سے وہ عاریتاً لیا اور غائب ہوگیا، اس کے کھو جانے پر مجھے بڑا دکھ ہوا اس کے بعد حافظہ سے ہی درس دیتا ہوں۔

حضرت حسنِ بصری کے اقوالِ تفسیر کو زیادہ نقل فرماتے۔ ان کے تذکرہ میں اکثر آبدیدہ بھی ہو جاتے۔قرآنِ کریم میں غور وتدبر اور تفکر وتذکر کی ترغیب دیتے ہوئے یہ واقعہ کثرت سے نقل کرتے کہ حسن بصری کی وفات کے بعد اُن کی اہلیہ سے پوچھا گیا: ''آپ نے انہیں کیسے پایا؟'' تو انہوں نے روتے ہوئے جواب دیا کہ: وہ جب قرآن کھولتے اور تلاوت شروع کرتے تو گریہ طاری ہوجاتا، آنسوؤں کی لڑی لگ جاتی، آواز بھاری ہوجاتی، اور زبان گنگ ہوجاتی۔'' یوں آپ پر تلاوت کرتے ہوئے خشیت الٰہی کا غلبہ ہوتا۔

آپؒ طرزِ تفسیر میں عموماً حضرت لاہوریؒ کے طریقے کو اپناتے جس کا مصطلح نام: تفسیر بالاعتبار والتاویل ہے۔ آپ سورہ فاتحہ کی بجائے آخری سورتوں کے تفسیر پہلے کراتے۔ پھر سورہ فاتحہ سے شروع کرتے۔ اکثر رکوعات کا خلاصہ بھی بیان فرماتے۔

تفسیر میں تفسیر القرآن بالقرآن پر بھی خصوصی توجہ دیتے۔ فرماتے کہ یہ تفسیر کی سب سے بہترین قسم ہے کیونکہ ''تصنیف را مصنف نیکو کند بیان''۔ اس میں آپ حضرت درخواستی کے طرز سے زیادہ استفادہ کرتے کیونکہ آپ کے بقول اُن کا درس زیادہ تر تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالحدیث پر مشتمل ہوتا۔ اسی طرح آپ اپنے استاد شیخ عطیہ سالم سے بھی استفادہ کرتے۔ جنہوں نے اپنے استاد شیخ امین الشنقیطی کی تفسیر اضواء البیان کا تکملہ سورہ مجادلہ کے بعد سے لکھا ہے، جو تفسیر القرآن بالقرآن کا اہم ترین مرجع ہے۔

قرآن سے گہری وابستگی کی بنا پر آپ درس، عام گفتگو اور بیانات میں قرآنی آیات سے بہ کثرت استدلال واستشہاد فرماتے۔ طلبہ کو بھی اس کی ترغیب دیتے اور عموماً اس سلسلے میں عبداللہ بن مبارکؒ کا واقعہ سناتے کہ ان کی ملاقات ایک ایسی بوڑھی عورت سے ہوئی تھی جو صرف قرآن کریم کی آیات سے گفتگو کرتی اور اس کے بیٹوں نے کہا کہ ہماری ماں گزشتہ چالیس سال سے صرف قرآن کریم کی آیات پڑھتی ہے اس کے علاوہ کوئی حرف زبان سے نہیں نکالتی۔ ہم نے کئی مرتبہ آپ کی شیرین زبان سے یہ واقعہ تفصیل سے سنا۔

حضرت درخواستی کی خدمت میں درخواست

ایک مرتبہ فرمایا کہ ''جب ہم حضرت عبداللہ درخواستیؒ کے ہاں دورہ تفسیر میں شریک تھے اُس دوران ایک طالب علم نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ کہے، جس کی وجہ سے حضرت درخواستی سخت غصہ

ہوئے اور مزید پڑھانے سے انکار کیا۔ میں نے معذرت نامہ لکھ کر چند طلبہ کو ساتھ لیا اور حضرت درخواستی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے وہ درخواست دیکھا تو غصہ کافور ہوگیا اور پوچھا یہ کس نے لکھا ہے میں نے کہا: حضرت میں نے لکھا ہے۔ آپ خوش ہوئے، دعا دی اور درس کا سلسلہ شروع کیا۔'' فرمایا کہ میں نے اس درخوست میں یہ آیت کریمہ لکھی تھی أفتھلکنا بما فعل السّفھاء منا اسی ایت کو دیکھ کر حضرت کا غصہ کافور ہوگیا اور سبق پڑھانا شروع کر دیا۔

ارضِ قرآن

ارضِ قرآن کے اکثر مقامات کا مشاہدہ کر چکے تھے اس لیے قصص الانبیاء کی تفسیر اس خوبی سے فرماتے کہ سننے والے یہ محسوس کرتے گویا وہ علاقہ اور منظر آنکھوں کے سامنے ہے۔ قومِ صالح کے تذکرہ میں فرمایا کہ حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے، میں انہیں مدائن صالح لے گیا۔ وہاں داخل ہوتے ہی حضرت شیخ القرآن پر گریہ طاری ہوا۔ زاروقطار روئے اور فرمایا کہ بس جلد ہی یہاں سے واپس نکلو۔ آپؒ خود بھی یہ تذکرہ کرتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے۔ اسی طرح افغان مجاہدین کا تذکرہ کرتے ہوئے ہوئے بھی آپ اپنے جذبات پر قابو نہ پاتے، آپ کے آنسو اُمڈ آتے۔ بالخصوص ملا عمرؒ کی سادہ اور مجاہدانہ زندگی کا تذکرہ بڑی رقت سے فرماتے۔

کیا 'بس' عربی میں مستعمل ہے؟

سورہ ناس کی تفسیر میں آپ نے یہ شعر پڑھا:

اوّل و آخر قرآن زچہ با آمدوسین
یعنی اندر دوجہاں رہبرِ ما قرآن بس

اور واقعہ سنایا کہ حضرت شیخ القرآنؒ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے، میں نے شیخ عطیہ سالم سے ان کی ملاقات کروائی، دورانِ ملاقات حضرت شیخ القرآن نے دینی تفسیر کا تذکرہ کیا اور وعدہ کیا کہ میں آپ کو ایک نسخہ ھدیۃً دوں گا۔ بعد میں میرے ذریعے وہ نسخہ بھجوا دیا۔ میں نے شیخ کو دیا تو انہوں نے سورہ ناس کی تفسیر کھولی اور مجھ سے عربی میں ترجمہ کرنے کا کہا۔ میں نے ترجمہ کیا، اُس میں شاہ عبدالقادرؒ کے حوالہ سے یہی بات درج تھی۔ شیخ نے کہا: 'بس' تو عربی میں مستعمل نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یہ عربی میں مستعمل ہے۔ عربی میں اس کا معنی حسب آتا ہے۔ آپ نے قاموس منگوایا اور تلاش کیا تو اس میں یہی معنی لکھا تھا۔

کلمات القرآن

دورۂ تفسیر کے دوران بندہ شیخ حسنین مخلوف کی کتاب ''کلمات القرآن'' سے استفادہ کرتا۔ اُس کے نکات اپنے بیاض پر نقل کرتا۔ ایک دِن وقفہ کے دوران حضرت کو کتاب دکھائی۔ آپ نے پسند فرمائی اور فرمایا: شیخ حسنین

مخلوف مصر کے بہت بڑے حنفی عالم تھے، مسجدِ نبوی میں اُن سے میری ملاقات ہوئی تھی، مجھ سے تفسیر ابن کثیر طلب کی، میں نے خرید کر ہوٹل میں اُن کے کمرہ میں پہنچائی۔ کافی علمی گفتگو ہوئی۔ چند دِن بعد مجھے تفسیر واپس کی۔ میں نے اُن سے تبرک کے طور پر اس کے شروع میں چند الفاظ لکھنے کی درخواست کی، آپ نے تقریباً دو صفحے تحریر کیے۔ اب بھی میرے پاس یہ نسخہ موجود ہے۔

جلال وجمال

آپ کا مزاج عموماً جمال کا ہوتا۔ طلبہ کی دل داری کے لیے علمی لطائف بھی سناتے، کبھی بوڑھی عورتوں کی باتیں ان کے لہجے میں بیان کرتے۔ لیکن کبھی کبھی جلال میں آجاتے۔ دورہ تفسیر کے ختم کے موقع پر تقسیم اسناد میں شرکاء سے کچھ بے ترتیبی ہوئی جس سے مسجد کی بے ادبی ہو رہی تھی چنانچہ آپ غصہ ہوئے، محفل برخواست کرنے اور تقسیم اسناد کا سلسلہ بند کرنے کا حکم دیا اور غالباً دعا کے بغیر یہ محفل ختم ہوئی۔ بندہ بھی اس موقع پر سند لینے سے محروم رہا۔ بعد میں مولانا محمود الحسن صاحب کے ذریعے سند حاصل کی۔

مسجدِ حرام میں حضرت سے ملاقات:

یکم مارچ ۲۰۱۳ء بروزِ جمعہ مسجد حرام کے صحن میں آپ سے ملاقات ہوئی اس نورانی فضا میں مغرب سے عشاء تک تقریباً دو گھنٹے آپ کی صحبت میں بیٹھنے اور پاؤں دبانے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے مسجد حرام کا پورا نقشہ اور اردگرد کے تاریخی مقامات کے بارے میں سمجھایا۔ معتمرین کا ہجوم زیادہ تھا: فرمایا: یہ حضرت ابراہیمؑ کی ہم مسکینوں پر بڑی مہربانی ہے کہ انہوں نے اپنی دعا رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ میں مِن تبعیضیہ استعمال کیا۔ اس لیے صرف مسلمانوں کے دلوں میں بیت اللہ کے ساتھ والہانہ محبت وعقیدت ہے اور یہاں حاضری ان کی دلی تمنا ہوتی ہے۔ اگر آپ "أفئدة النّاس" کہتے تو پھر ہر مذہب وملت کے لوگ یہاں آتے اور شاید پھر ہماری طرح کمزوروں اور مسکینوں کو یہاں کوئی جگہ نہ ملتی۔

آبِ زمزم کی کثرت کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ یہ حقانیتِ اسلام کا ایک زندہ معجزہ ہے۔ کروڑوں آدمی سینکڑوں سال سے اس سے پی رہے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ زمانے کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ فرمایا: ایک مرتبہ ہم عمرہ کرنے حاضر ہوئے تھے، اُن دِنوں چاہ زمزم کی صفائی ہو رہی تھی۔ اتنا پانی اس میں سے نکل رہا تھا کہ شارع خلیل پر سیلاب کی طرح زمزم کا پانی بہہ رہا تھا۔ ایک آدمی نے طواف کے لیے جانے کی اجازت چاہی۔ فرمایا: ہاں ہاں ضرور طواف تو وہ عبادت ہے جو روئے زمین پر صرف یہاں ہی ہوسکتی ہے مکہ مکرمہ کی حاضری میں زیادہ سے زیادہ طواف کیا کرو، ہم تو اب معذور ہیں تم جتنا زیادہ کر سکتے ہو کیا کرو۔

تمتع من شميم عرار نجد
فما بعد العشية من عرار

پنجاب کے ایک بابا جی پریشان بیٹھے تھے۔آپ نے فرمایا اس سے پریشانی کی وجہ پوچھو۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ وہ اپنوں سے بچھڑ چکے ہیں۔ نہ تو ان کے ساتھ اُن کا رابطہ نمبر ہے اور نہ ہی اُن کا پتہ معلوم ہے۔ نہ کوئی اور ذریعے جس سے اُن تک پہنچ سکیں۔آپؒ نے اُنہیں دلاسہ دیا اور دعا دی اور فرمایا تم بھی اخلاص سے دعا کرو۔فکر بالکل نہ کرو۔ یہاں ہر پریشان حال کی دعا قبول ہوتی ہے۔

مدینہ منورہ میں بندہ نے کسی سے سنا تھا کہ حضرت اس مرتبہ مدینہ طیبہ میں مستقل ٹھہرنے کی نیت سے آئے ہیں۔ ہمت کر کے آپ سے دریافت کیا کہ آپکے بارے میں یہ خبر سنی ہے کیا یہ درست ہے؟ آپ نے تھوڑی توقف کے بعد فرمایا: ''ہاں ارادہ تو ہے۔ بڑا عرصہ یہاں سے دور رہا اب جی چاہتا ہے کہ زندگی کے آخری دن مدینہ منورہ میں گزاروں'' اللہ تعالی کو دیارِ پاکستان میں آپ سے مزید خدمت لینا مقصود تھا اسلئے آپکا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔

بندہ کی یہ عادت تھی کہ بیت اللہ شریف سے قریب تر نماز پڑھنے کی کوشش کرتا اس لئے جب عشاء کی نماز کا وقت قریب آیا تو اجازت طلب کی ۔آپ نے بڑی طویل اور جامع ومانع دعا دی جس سے دل باغ باغ ہوا اور یوں محسوس ہوا کہ یہ ملاقات اور دعا اس سفر کی انتہائی قیمتی ملاقات تھی۔ اللہ تعالی آپکی وہ سب دعائیں قبول فرمائے۔

ستارہ ٹوٹ گیا

آپکی وفات سے چند دن قبل شب جمعہ کو جامعہ عثمانیہ کے درجہ خامسہ کے طالبعلم جنید نے سحری کے وقت خواب دیکھا کہ ''نوشہرہ کی طرف آسمان میں سبز رنگ کا ایک ستارہ دیکھا جو تھوڑی دیر بعد دھڑام سے زمین پر گرا اور کہا گیا کہ نوشہرہ کے قریب کئی گاؤں اسکی وجہ سے متاثر ہوئے۔ لوگوں کی آہ وفغاں کی آوازیں بلند ہوئیں۔'' جنید نے تعبیر الرؤیا میں اسکی تعبیر دیکھی تو لکھا تھا کہ ایک بڑے عالمِ دین رحلت کرینگے۔ جلد ہی آپ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

بندہ نے جنازہ میں شرکت کی تو جنازہ میں لاکھوں کی تعداد میں علماء، صلحاء اور طلبہ کے بے پناہ ہجوم کو دیکھ کر مجھے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مشہور جملہ یاد آیا: "قولوا لأهل البدع : بينناو بينكم يوم الجنائز"

ترجمہ: اہل بدعت سے کہہ دو ہمارے اور آپ کے مابین فیصلہ کن چیز جنازے کا دن ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرما کر انکی برکات سے ہمیں محروم نہ کرے۔

احتشام اللہ جان
ناظم سہ ماہی الزیتون مردان

مولانا شیر علی شاہ صاحبؒ
ایک عظیم محدث

عظیم محدث نامور اسکالر اور ممتاز مذہبی دانشور جناب مولانا شیر علی شاہ صاحب کے المناک انتقال کی خبر مردان میں سنی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت سے محروم رہا تاہم دوسرے دن سویرے سویرے جامعہ حقانیہ میں حاضری دی، دوستوں کے کہنے پر وہاں سے پیدل چل پڑا اور ۱۰ منٹ بعد مسجد فاطمہ پہنچ گیا جہاں مولانا مرحوم کی شخصیت سے متعلق ان کی تعزیت کے سلسلے میں تقاریر کا سلسلہ جاری تھا چند تقاریر سننے کے بعد وہاں سے روانہ ہوا اور ریلوے لائن عبور کر کے مسجد دلشاد بی بی میں داخل ہوا اور وہاں محدث کبیر اور عالم بے بدل مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی قبر پر فاتحہ آیت الکرسی سورۃ اخلاص درود شریف اور سورۃ الحشر کی آخری تین آیات کی تلاوت کی بعد میں قریب مدفون مولانا مرحوم کی اہلیہ محترمہ والدہ ماجدہ اور ہمشیرہ صاحبہ کی قبور پر بھی حاضری دی۔

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

خیر و برکت کا سبب

مولانا مرحوم میرے والد محترم مولوی عبدالقادر حقانی کے استاذ تھے میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب اکثر اوقات میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کے ساتھ ہم سفر رہتے تھے اور ہر لمحہ عصر کے وقت پابندی سے ہمیں درس حدیث دیا کرتے تھے۔ وہ درس وتدریس کے وقت اکثر اوقات عظیم علمی شخصیات اور علمی نکات ومسائل سے ہمیں آگاہ کیا کرتے تھے، نہ صرف مولانا عبدالحقؒ صاحب، بلکہ جملہ اساتذہ کرام اور طلبائے کرام حضرت مرحوم کے ساتھ بے پناہ محبت کرتے تھے اور آپ کا حد درجہ احترام کیا کرتے تھے میرے والد صاحب کے سند فراغت پر ڈاکٹر صاحب کا دستخط ثبت ہے جو ہمارے گھر کے لئے خیر و برکت کا سبب ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا مرحوم اپنی ذات میں ایک انجمن تھے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی صحبت سے جن عظیم ہستیوں نے علمی اور روحانی فوائد سمیٹ لئے ان میں مولانا مفتی محمد فریدؒ ،مولانا سمیع الحق صاحب ،مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب ،مولانا محمد ابراہیم فانی ،مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحبؒ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں ۔

ان حضرات کا موجودہ پرفتن دور میں بدل (Substitutec) ملنا یقیناً ناممکن اگرنہیں تو مشکل ضرور ہے ۔

میڈیا کا افسوسناک کردار

ڈاکٹر صاحب سچ مچ ہمارے اسلاف کا حقیقی عکس تھا ان کی زندگی اخلاص اورللّٰہیت سے عبارت تھے اللہ تعالیٰ نے مرحوم کوتقویٰ کی عظیم دولت سے مالا مال کیا تھا اور وہ ان گنت خوبیوں سے متصف ایک جامع الکمال انسان تھے چونکہ بدقسمتی سے ہمارے میڈیا پر فنکاروں لٹیرے سیاستدانوں یہودی لابی اور سیکولر حضرات کا مکمل کنٹرول ہے اس لئے مولانا مرحوم جیسی عظیم شخصیت کو میڈیا پر وہ کوریج نہ مل سکی جس کے وہ مستحق تھے کاش ! ان کی عظیم علمی اور مذہبی خدمات پر کئی پروگرامز پیش کئے جاتے تو یہ بڑی خدمت تصور ہوتی ۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

عرب وعجم میں مقبولیت

مولانا کی وفات کے سلسلے میں حال ہی میں ایک اعلیٰ سطحی سعودی وفد بھی اکوڑہ خٹک آیا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا مرحوم کی سعودی عرب کے عوام میں بھی مقبول تھے اور وہاں بھی ان کو انتہائی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ۔

مولانا مرحوم اسلامی جہاد کے سرخیل تھے ،اور مجاہدین اسلام آپ پر بجا فخر کرتے تھے ،آپ وطن عزیز میں نفاذ شریعت کے بڑے متمنی تھے اور نفاذ شریعت کے مساعی کے سلسلے میں اہل محفل اور ہر مجلس میں بنفس نفیس موجود رہتے تھے

ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ جیسی ہستیاں انتہائی نیک نامی اور مکمل عزت واحترام کیساتھ انسانی تاریخ میں زندہ وپائندہ رہیں گی اور تاریخ خود بھی ان عظیم انسانوں پر فخر کرے گی ۔

آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی مغفرت کرے ،ان کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے ، ان کی قبر مبارک پر انوار برسائے ان کو جنت الفردوس عطا کردے اور جملہ پسماندگان کو یہ عظیم صدمہ برداشت کرنے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے آمین ۔

قاضی محمد طیب حقانی عمرزئی

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی صحبت میں بیتے ہوئے چند ایام

جن دنوں میں دارالعلوم حقانیہ میں زیرِ تعلیم تھا اُن دنوں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ جامعہ منبع العلوم میرانشاہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر علوم نبویؐ کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ 1990ء میں جب دارالعلوم حقانیہ سے فراغت حاصل کر کے دستار بندی ہوئی تو (والد محترم قاضی فضل منانؒ حقانی متوفی 17 دسمبر 2015ء) نے ہمیں (قاضی محمد طیب و قاضی محمد قاسم) دورہ تفسیر کیلئے دوبارہ دارالعلوم حقانیہ بھیجا۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ یکم شعبان سے 20 رمضان تک دورہ تفسیر پڑھاتے، جس میں تفسیر کیساتھ مختلف علوم کے دریا بہاتے، بیک وقت انکے دورۂ میں تفسیر کے ساتھ لغت، حدیث، فقہ، اُردو، عربی، فارسی اشعار اور ایمان آفروز وسبق آموز قصص ہوتے اور لب ولہجہ اتنا دلنشین ودلگیر تھا کہ طلبہ تو طلبہ ہیں عوام کو بھی اس بحرِ عمیق سے انمول موتی حاصل کرنا چنداں مشکل نہ ہوتا۔ دورہ کے اختتام پر حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب نے آخری سورتیں پڑھا کر طلبا میں اسناد تقسیم کیئے۔

ڈاکٹر صاحب سے خاندانی تعلق

میرے چچا قاضی فضل دیان حقانیؒ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے ہم سبق تھے اور والد محترم قاضی فضل منان حقانیؒ اُن سے آگے تھے لیکن کافی اچھے تعلقات تھے۔ میرے دادا مولانا عبدالخالقؒ اور ڈاکٹر صاحبؒ کے والد مولانا سید قدرت شاہ صاحبؒ کے ساتھ دیرینہ دوستی تھی۔ جب دادا صاحب حقانیہ تشریف لاتے تو مولانا سید قدرت شاہ صاحبؒ کے ہاں ٹھہرتے، اور سید صاحب پٹھانوں کی روایات کے مطابق مہمان کے حقوق ادا فرماتے۔ پھر ہمارے دادا جی فوت ہو گئے تو والدِ بزرگوار اور عم محترم نے اس تعلق کو نبھائے رکھا۔ ایک دفعہ حضرت ڈاکٹر صاحب اپنے والدین کو حج کرانے لے گئے اتفاقاً اسی سال عم محترم قاضی فضلِ دیان حقانیؒ بھی حج کی سعادت حاصل کرنے گئے تھے اور ساتھ اپنے والد کی خاص پگڑی (شملہ) بھی لے گئے تھے وہاں سید قدرت شاہ صاحبؒ سے ملاقات ہوئی تو دل میں خیال آیا کہ یہ پگڑی ان کو دینی چاہیئے لہذا حرمِ مکی میں چند علماء کو جمع کر کے وہ پگڑی سید قدرت شاہ صاحب کے سر پر رکھ دی۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ اس واقعہ کو بڑی خوبصورت انداز میں بیان فرماتے کہ قاضی فضلِ دیانؒ نے میرے والد کی حرم شریف میں دستار بندی کرائی ہے۔

قاضی صاحبؒ کی مسجد میں ڈاکٹر صاحب کی تشریف آوری

1999ء میں جب اللہ کے فضل و کرم سے ہم نے اپنی مسجد میں ترجمہ قرآن مکمل کیا تو حضرت ڈاکٹر

صاحب اختتامی دعا اور معوذتین کی تفسیر کے لئے تشریف لائے تھے اور عوام سے ایک جامع خطاب بھی فرمایا تھا جو ہمارے لئے بڑی فخر کی بات ہے۔

اسی طرح جب ڈاکٹر صاحبؒ مدینہ منورہ میں تھے اس وقت عمرزئی کے حاجی انعام اللہ صاحب ڈاکٹر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، ان تعلقات کے بناء پر جب حاجی صاحب عمرزئی آتے تو ڈاکٹر صاحبؒ ان سے ملنے آتے اور پھر ہمارے والد محترم اور چچا سے ملنے ضرور ہمارے ہاں تشریف لاتے اور وہ وقت ہمارے لئے باعث صد افتخار ہوتا جب ایسی عظیم ہستی ہمارے گھر تشریف آوری فرما کر جلوہ افروز ہوتی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی بال بال کی مغفرت فرما کر اُن کو جنات عالیہ میں بلند تر مقام عطا فرمائیں۔آمین۔ آخر میں آپکے دو خطوط جو حضرت ڈاکٹر صاحب نے میرے چچا کے نام اپنے قلم سے تحریر فرمائے تھے پیش کئے جا رہے ہیں جسمیں ان کا بھرپور تعلق اور محبت ہمارے جملہ خاندان سے مترشح ہوتا ہے۔

مخدوم مکرم ومکرم حضرت قاضی فضل دیان صاحب

السلام علیکم !مزاج اقدس ! اللہ تعالیٰ آپ کو دارین کی سعادتوں سے سرفرازی بخشے اور حرمین شریفین کی زیارتوں سے بارہابار متمتع فرمادے دعاؤں میں تو آپ محترم کو یاد کرتا ہوں البتہ خطوط میں میری طرف سے کافی کوتاہی ہوئی ہے جسکی اصل وجہ رسالہ میں لیلا ونہاراً مصروفیت ہے میری طبعیت کئی دنوں سے کمزور ہے اور امجد بھی کئی دنوں سے بیمار رہا اب الحمد للہ روبصحت ہے آپ جیسے مخلص احباب کی دعاؤں کی اشد ضرورت ہے میرا رسالہ دو ہزار صفحات سے بڑھ گیا ہے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ غیبی مدد فرمادے امید ہے کہ آپ تعمیری مسئلہ سے فارغ ہوئے ہوں گے میری طرف سے والد مکرم اور محترم ومکرم قاضی فضل منان صاحب ومحترم قاضی فضل حسان ومحترم قاضی فضل رب صاحب اور عزیزم محمد طیب سلمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر بھتیجوں کو تسلیمات عرض ہے محترم ومکرم جناب الحاج مولانا عبدالحکیم شاہ صاحب اور محترم الحاج نور الحکیم شاہ صاحب اور عزیزم محمد نعیم صاحب سلمہ اللہ اور محترم اکرام اللہ صاحب اور رحمان اللہ اور زین اللہ صاحب اور بحسن اللہ صاحب کو بھی سلام مسنون عرض ہے۔از شیر علی شاہ

بگرامی خدمت محترم المقام حضرت الحاج قاضی فضل دیان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج اقدس! ہم خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اقدس آنمحترم کسی دعوت پر تشریف لے گئے تھے میرے ساتھ حاجی عبدالعزیز صاحب محلّہ اعظم گڑھ والے بھی تھے اگر مختلف عوارض کی وجہ سے مجھے گھر پہنچنا ضروری نہ ہوتا تو میں رات کو رہ جاتا آپ کی کریمانہ اخلاق سے قوی توقع ہے کہ حاضری کو منظور فرما کر کبیدہ خاطر نہ ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ حرمین شریفین میں آپ کے لئے دعائیں کرونگا اور آپ سے بھی توقع رکھوں گا۔ کتبہ شیر علی شاہ

جناب عنایت اللہ

اسلاف کا درخشندہ نمونہ

عالم کی فضیلت اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ خود آقائے نامدار حضرت محمدؐ نے فرمایا ہے کہ علما انبیا کے وارث ہیں۔ایک اور حدیث میں معلم کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ جبکہ جہاد و مجاہد کی فضیلتوں سے قرآن و احادیث بھری پڑی ہیں۔ شیر علی شاہ صاحب بیک وقت عالم دین بھی تھے معلم بھی، محدث بھی تھے اور مفسر و مجاہد بھی۔ محدث ایسے کہ وہ اپنے شیخ ،شیخ عبدالحق کے حقیقی معنوں میں جانشین ثابت ہوئے اور مفسر ایسے کہ وہ قرآن کے ایک ایک لفظ سے توحید ثابت کرتے ۔

کردار کے غازی

لیکن آپ کی جدوجہد صرف ممبر و محراب اور درس و تدریس تک محدود نہ تھی بلکہ آپ جدوجہد کرنے والے عملی انسان تھے۔ جب کبھی بھی مسلمانوں اور امت مسلمہ کو ضرورت پڑی آپ منبر و محراب سے نکل کر میدان عمل میں نکلے اور جو کچھ آپ قرآن وحدیث میں زبانی کلامی پڑھاتے ،مجاہد بن کر اسکی عملی صورت بنتے ۔ روس اور امریکہ کے خلاف جہادِ افغانستان اور افغان طالبان کی حمایت میں آپ کا کردار اظہر من الشّمس ہے۔مختصرا آپ کی تمام زندگی قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت تھی۔آپ مخلص، متقی، سیدھے سادے سچے، کھرے اور پیار ومحبت کرنے والے انسان تھے۔اللہ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں، آمین۔

گورا رنگ، متوازن قد، مضبوط بدن ، سفید گنجان داڑھی، بلند مگر شیرین آواز، تقوی کے پیکر ، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو، اسلاف کا درخشندہ نمونہ، علمائے دیوبند کے ترجمان، جہاد و عظیمت کے علمبردار اور سلیم الطبع وسلیم الفطرت شخصیت تھے۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تلمیذ خاص تھے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وفات کے بعد آپ کی قبر مبارک سے خوشبو جاری ہوئی تھی اور وہی مولانا غلام اللہ خان صاحب جو مولانا حسین علی کے شاگردِ خاص رہے تھے اور جو قرآن کے زیر وزبر سے بھی توحید ثابت کرتے تھے۔

سراپا خوشبو زندگی

کہتے ہیں کہ حضرت شیر علی شاہ صاحب کی قبر سے بھی خوشبو جاری ہوئی تھی ۔لیکن مجھے حیرت ہے ان

لوگوں پر جو صرف بعد از وفات آپ کی خوشبو محسوس کر رہے ہیں۔حالانکہ وہ تو زندگی بھر سراپا خوشبو تھے بلکہ خوشبو کے مینار۔آپ کی نور نے تو پورے عرب وعجم کو منور کیا ہے۔بھلا جو کوئی زندگی بھر قرآن واحادیث وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موتی بکھیرتے رہیں۔جن کی پوری زندگی قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور علم وعمل اور زہد تقوی سے عبارت ہو۔وہاں یہ بعید بھی نہیں۔آپ کی نیک صالح اور علما اولاد اور آپ کے ہزاروں لاکھوں شاگرد آپ کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ ہیں جن میں قائدین ،مجاہدین ،مفسرین،محدثین ،مبلغین اور مدرسین کی ایک کثیر تعداد شامل ہے۔جبکہ آپ کئی تحقیقی کتابوں کے مصنف بھی ہیں جن میں تفسیر حسن بصری پانچ جلدیں،تفسیر سورہ کہف،زبدۃ القرآن،زادلمنتھی شرح ترمذی اور مکانۃ اللحیہ فی الاسلام شامل ہیں۔تفسیر قرآن میں آپؒ کا زیادہ زور جہاد،توحید اور حق کے ساتھ ہر حال میں اٹھ کھڑے ہونے پر ہوتا تھا جبکہ دورۂ حدیث پڑھاتے وقت آپ زندگی کے ہر شعبے میں سنت نبوی کی پیروی پر زیادہ زور دیتے تھے۔علم وعمل کے ماہتاب،بقیہ السلف ،محدث ،مفسر،استاد العلما جناب علامہ شیر علی شاہ صاحب سے نہ صرف پاکستان و افغانستان کے ہزاروں لاکھوں علما وطلبا مستفید ہوئے ہیں۔1997ء میں مولانا سمیع الحق صاحب کی خواہش اور کوششوں سے ایک بار پھر حقانیہ آگئے اور تادمِ مرگ یہاں پر مسندِ حدیث سنبھالی۔زندگی کے آخری ایام میں آپ بخاری شریف (ثانی)اور ترمذی شریف(اول) پڑھاتے رہے تھے۔

پورا خطہ یتیم ہوا

آپ عربی ،فارسی ،اردو اور پشتو کے زبردست ادیب تھے۔آپ کی وفات سے جہاں دارالعلوم حقانیہ،اسی علاقے ،اسی خطے کے علما ،طلبا ومجاہدین یتیم ہوگئے وہاں مولانا سمیع الحق اور مولانا انوارالحق حقانی اپنے ایک ایسے ہر دلعزیز دوست اور بھائی سے محروم ہوگئے جنہوں نے زندگی بھر آپ کا ساتھ نبھایا۔مولانا انوارالحق حقانی سے میں نے آپ کی شخصیت اور علمی مقام ومرتبے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انتہائی اعلی الفاظ میں آپ کی دینی وتدریسی خدمات کو سراہا۔آپ نے فرمایا: آپ ایک عظیم محدث،ایک عظیم مفسر اور ایک عظیم انسان تھے جس نے ساری زندگی قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزاری۔آپ کے دورہ تفسیر میں ہزاروں طلبا شریک ہوتے تھے۔آپ انتہائی ذہین انسان تھے۔آپ کے شاگرد آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔آپ کے قبر سے خوشبو کا آنا بعید نہیں ہے کیونکہ امام بخاری کی قبر سے بھی خوشبو جاری ہوئی تھی۔

حضرت شیر علی شاہ صاحب کے جنازے میں لاکھوں لوگ شریک ہوئے۔زیادہ رش کی وجہ سے پانچ گھنٹے تک جی ٹی روڈ بلاک رہا کہ اللہ کے محبوبوں کے جنازے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔اللہ آپ کو جنت الفردوس میں اعلی مقام دیں،آمین۔ (بشکریہ :ہفت روزہ ''القلم'' 15/11/15)

محمد یوسف شاہ حقانی
مدرسہ فیض القرآن موضع ہارون تحصیل حضرو ضلع اٹک

میرے مشفق استاد ومربی

بندہ کی دارالعلوم حقانیہ سے فراغت 1964ء میں ہوئی دارالعلوم حقانیہ سے فارغ التحصیل اورشوریٰ کا ممبر ہونے کی وجہ سے اکثر دارالعلوم کے پروگراموں میں حاضری کی سعادت نصیب ہوتی رہتی ہے، مولانا عبدالحق کے شاگردوں دارالعلوم سے فیض یافتہ حضرات میں محدثین ،مفسرین مدرسین مبلغین،مفتیاں،مجاہدین، او رشیوخ طریقت کی ایک طویل فہرست ہے ان شاگردوں میں بندہ کے مشفق استاد اپنے شیخ واسلاف کے علم وتقویٰ تواضع وانکساری واخلاص میں انکے نمونہ ایک محدث مفسر خطیب ادیب اورایک فصیح وبلیغ قابل مدرس شیخ الحدیث والتفسیر ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کا اسم گرامی سرفہرست ہے فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم میں تدریس کا آغاز فرمایا ۱۹۵۹،۶۰ء میں بندہ وشیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب دامت برکاتہم نے آپ سے نفحۃ العرب،اصول الشاشی،شرح وقایہ اورکافیہ پڑھا تھا آپکو تعلیم کے زمانہ سے عربیت پر عبور حاصل تھا ادیب ہونے کے ساتھ بہترین خوش نویس بھی تھے اسلئے فراغت کے بعد دفتر میں اردو عربی خطوط کے جوابات اردو وعربی میں تحریر فرماتے اورشیخ الحدیثؒ کی عرب مہمانوں کی ترجمانی بھی فرماتے آپکے والد بزرگوار سادہ مزاج ایک نیک وصالح بزرگ تھے دارالعلوم تشریف لایا کرتے تھے ایک مسجد کی امامت بھی فرماتے اسکے قریب آپکی ذاتی زمین تھی استاد محترم خود زمینداری بھی کرتے بعض دفعہ مدرسہ کو تشریف لاتے تو زمینداری کا لباس اورآلات ...... وغیرہ ساتھ ہوتے۔

وکیل احناف

پھر آپ مدینہ یونیورسٹی تشریف لے گئے وہاں آپ نے کلیات الشرعیۃ کے بعد پی ایچ ڈی کی، حسن بصریؒ کے تفسیر اقوال جمع کرنا آپکا مقالہ تھا اوربفضل اللہ سب سے زیادہ جمع فرماکر جامعہ میں اول پوزیشن حاصل کی آپ کتاب پر عبور رکھنے والے مدرس تھے، اسلئے دوران سبق اگر کوئی استاد حنفیت پر رد کرتا تو اسکے ساتھ مدلل انداز میں بحث فرماتے آپکی وجہ سے جامعہ میں اساتذہ وطلباء میں حنفیت کا نام روشن تھا اورآپ مشارالیہ تھے۔

راقم الحروف پر شفقتیں

آپ بندہ کے مشفق استاد تھے اسلئے 1973-74-81ء میں تین حج کے اسفار میں مدینہ کے قیام میں بندہ آپکی صحبتوں وشفقتوں سے خوب مستفید رہا ان مجالس کی کارگذاری بڑی طویل ہے۔

حاضر جوابی کا ایک دلچسپ واقعہ

ایک دن فرمایا آج دوران سبق ایک استاد نے حنفیت کے بارے میں فرمایا کہ حنفی قعدہ صلوٰۃ میں انگلی سے اشارہ کرتے وقت پہلے رفع کرتے ہیں پھر وضع کرتے ہیں تو رفع توحید اور وضع شرک ہے فرمایا کہ میں نے استاد سے عرض کی کہ اگر رفع توحید ہے اور وضع شرک ہے تو پھر ساری نماز شرک سے بھری ہوئی ہے قیام توحید پھر رکوع شرک پھر قیام توحید سجدہ میں وضع شرک پھر سجدہ سے قیام توحید پھر سجدہ میں وضع شرک، تو استاد لاجواب ہوگئے۔

مولانا غلام اللہ خانؒ اور شیخ عطیہ سالم

الشیخ عبداللہ بن عبدالعزیز بن باز مادر زاد نابینا اور شیخ عطیہ سالمؒ (مدینہ کے قاضی) وغیرہ آپکے استاد تھے دونوں حضرات سے بندہ بھی مستفید ہوا ہے استاد محترم نے ایک مجلس میں فرمایا کہ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ مدینہ تشریف لائے تو میں نے انکی شیخ عطیہ سالمؒ سے ملاقات کروائی شیخ عطیہ نے شیخ القرآن کو فرمایا میں اپنے استاد علامہ شنقیطیؒ کی نامکمل تفسیر کو مکمل کر رہا ہوں تو شیخ القرآنؒ نے فرمایا میں بھی تفسیر لکھ رہا ہوں تو شیخ عطیہ نے فرمایا تفسیر مکمل ہوئی تو مجھے بھیجنا جب مکمل ہوئی تو استاد محترم نے شیخ عطیہ کو پہنچائی شیخ نے فرمایا کہ شیخ القرآن نے تفسیر کا اختتام کن کلمات پر کیا ہے تو حضرت استاد محترم نے آخری لکھا ہوا شعر سنایا:

اول وآخر قرآن زچہ با آمد وسین
یعنی اندر دو جہاں رہبر ما قرآن بس

استاد محترم نے عربی میں ترجمہ فرمایا تو شیخ عطیہ نے فرمایا کہ بس کا کیا معنیٰ ہے استاد نے فرمایا یکفی، شیخ عطیہ نے فرمایا بس عربی کلمہ نہیں ہے استاد نے فرمایا عربی کلمہ ہے دو دفعہ تکرار ہوا تو شیخ نے غصہ میں آکر لغت کی کتاب المنجد المباری سے نکالی تو اسمیں لکھا ہوا تھا البس بمعنیٰ یکفی شیخ عطیہ اس عجمی شاگرد کی عربی دانی پر بڑے خوش ہوئے اور انکی بڑی قدر فرماتے۔

عبداللہ درخواستی کی حرم میں آمد

عبداللہ درخواستیؒ کے آپ خصوصی شاگرد تھے آپکو کبھی شیر علی اور کبھی دیوانہ کہتے تھے 1973ء میں بندہ سفر حج پر مدینہ پہنچا حضرت درخواستی بھی مدینہ منورہ پہنچ گئے بندہ اس مجلس میں موجود تھا جب استاد محترم نے

حضرت درخواستی کوعرض کی کہ یہاں جامعہ میں احناف کے بارے میں یہ تاثیر پھیلایا گیا ہے کہ احناف میں شرک ہے اس لیے میں آپکو جامعہ لے جاتا ہوں وہاں بیان فرمائیں تا کہ ہم انکو دکھائیں کہ ہمارے اکابر دیوبند حنفی کس قدر موحد اور متبع سنت ہیں مگر حضرت نے فرمایا شیر علی میں نے عرب کا نقشہ ملتزم میں دیکھ لیا ہے مجھے پتہ ہے کہ کیا ہورہا ہے میں یہاں مسجد میں بیان کرونگا انکو یہاں بلاؤ پھر حضرت نے آٹھ دن مسلسل مغرب وعشاء کے درمیان بیان فرمایا استاد محترم نے ایک رات بندہ کی رہائش میں قیام فرمایا کہ وہ بیانات مرتب فرما کر بندہ کوالحق میں شائع کرنے کیلئے دے دئے، تا کہ پاکستان واپسی پر دارالعلوم پہنچا دوں حضرت درخواستی کے ملفوظات جو بندہ مرتب کررہا ہے ان میں آٹھ دن کی کارگزاری لکھ دی ہے ایک دفعہ بندہ کو سنایا کہ حضرت درخواستی بیمار تھے میں خانپور گیا ملاقات بند تھی مگر جب انکو میرا علم ہوا تو فرمایا کہ اس دیوانے کو آنے دو حاضر ہوا تو فرمایا او دیوانے مجھے اشعار سناؤ میں نے عربی اشعار حضرت کو سنائے ،استاد محترم شیر علی شاہؒ نے اپنے شیخ کی اقتداء میں پوری زندگی مجاہدین کی سرپرستی فرمائی ، رمضان شریف میں جب آپ نے دارالعلوم میں دورۂ تفسیر شروع فرمایا تو کراچی سے لیکر پشاور تک ہزاروں علماء ومدرسین شریک ہوئے ۔اللہ تعالیٰ ہمارے شیخ کی قبر کو منور فرمائے اور جوار قرب ورضاء میں جگہ عطاء فرمائے آمین ۔

مولانا شفیق الدین الصلاح
مدرس مدرسہ عربیہ صدیقیہ تیمر گرہ

آہ! ڈاکٹر صاحب بھی داغ مفارقت دے گئے

ہائے ہم سے ہوگئے ایک رہبر کامل جدا
کل تلک علم میں جن کے فیض کا چرچا رہا

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مرحوم کی ذات بابرکات اس زمانہ میں باعث خیر وبرکت تھی ،بڑے قوی النسب ،صاحب معرفت وکرامات تھے ،دیوبند ثانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں مسند حدیث پر بہت عرصے سے فائز تھے بڑے ہنس مکھ،زندہ دل اور عالی فکر ووسیع ظرف کے حامل تھے۔

الفاظ کے کہسار سے بلند تر

وہ ایک ایسی ہستی تھی ،جس کا تعارف کراتے ہوئے الفاظ کے ظروف اور پیمانے چھوٹے اور تنگ محسوس ہورہے ہیں اس عظیم انسان کی شخصیت پر تبصرہ پھیکا اور بے رنگ ہے جو لاکھوں انسانوں کے دلوں کی دھڑکن ہو غریبوں کا یار، بے سہاروں کا مددگار،مظلوموں کا ساتھی ہواس کیلئے عقیدت کا ہر پھول وگلدستہ کاغذ ہی لگتا ہے حقیقت چھپ گئی ہے اب ایک روایت نبھائی جارہی ہے جانے والے اکابر کی یاد میں انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے خصوصی اشاعتوں اور نمبروں کی۔

یقیناً اپنی گوناگوں صفات کی بناء پر اپنے رب ذوالجلال سے اپنی موت کیلئے ایک ایسا دن اور مہینہ مقرر کروایا جو برکات اور خوش قسمتی کا ذریعہ ہے اور اتباع حسینؓ کی علامت ہے۔

غیر متوقع آمد

دس سال پہلے مدرسہ عربیہ ظہور الاسلام تلہ گنگ (شاخ رائیونڈ) میں حضرت کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا رات کے وقت مدرسہ میں اچانک ایک فرشتہ صفت انسان کا داخلہ ہوا کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ ہستی کون ہے؟ مولوی اخلاق صاحب مہتمم مدرسہ نے جب حضرت کو دیکھا تو اچانک ان کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑی تب معلوم ہوا کہ یہ ایک عظیم انسان اور معزز شخصیت ہے مہتمم صاحب حضرتؒ کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوئے کہ اس جیسی فرحت وسرور پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا تھا، کہ ہمارے اس مدرسہ میں ایک عبقری معزز نووارد مہمان اور وہ بھی اچانک تو خوشی کی انتہاء نہ

تھی یہ خبر مدرسہ کے طلباء میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تمام طلباء جمع ہو گئے حضرت نے بیان فرما کر بعض عرب طلباء سے لغت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں گفتگو فرمائی بعد میں ایک فلسطینی طالبعلم کا کہنا تھا واللہ مارأیت في الباکستان أفصح منه" خدا کی قسم میں نے پاکستان میں ان سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا۔

خدا ترسی کا منبع اور رحمدلی کا سر چشمہ

حضرت محترم خدا ترسی کا منبع اور رحم دلی کا سر چشمہ تھے کئی دفعہ حضرت کے سبق میں بیٹھنے کا موقع ملا عجیب کیفیات تازگی اور طراوت محسوس ہوئی حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے کبھی حضرت کا دل بھر آتا آواز میں رونے کی سی کیفیت بن جاتی اور آبدیدہ ہو جاتے اکثر اوقات حضرت کو درس حدیث میں ایسی لذت اور سرور ہوتا کہ قریب والا بھی اس کو محسوس کرتا۔

مہمان نوازی اور تواضع

حضرت کی طبعیت میں بہت زیادہ عاجزی ،تواضع اور مہمان نوازی تھی ،اجازت حدیث کے سلسلہ میں خدمت اقدس میں حاضری ہوئی اس پیرانہ سالی اور علالت کے باوجود ایک عام آدمی کی دعوت پر نکاح کی تقریب میں تشریف لے گئے ہمیں ٹھہرنے کا حکم فرمایا جب کچھ تاخیر سے آئے تو اتنی معذرت کی کہ ہم بھی شرمندہ ہو گئے اجازت حدیث دیکر نیک دعاؤں کیساتھ رخصت فرما دیا۔

طلباء کے ساتھ بہت شفقت ومحبت فرماتے اپنے ساتھ کھانے پر بٹھایا کرتے ان کی قدر کرتے اور کبھی بے تکلفی ومزاح بھی فرمایا کرتے دل کو دل سے راہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ طلباء کو ان سے بے پناہ عقیدت ومحبت سخت گرمی اور لو میں نماز جمعہ حضرت کے پیچھے پڑھنے کے متمنی ہوتے اور جمعہ کی نماز حضرت کی مسجد ہی میں پڑھا کرتے احقر کو بھی متعدد باران کے ہاں حاضری کی توفیق ملی۔

ملنساری اور عالی اخلاق کا نمونہ

ملن ساری اور عالی اخلاق ان کے فطرت ثانیہ تھی شاہانہ اخلاق کی بناء پر ہر ایک کو یہ وہم ہوتا، کہ حضرت کو مجھ ہی سے زیادہ محبت والفت ہے مجھے ہی زیادہ قریب وعزیز رکھتے ہیں جب بھی دوران درس کوئی عرب تبلیغی مہمان آتا تو ان کی خاطر مدارت میں درس عربی اور اردو خوان مہمانوں کیلئے اردو میں دیا کرتے۔

تمام شعبہ ہائے دینیہ سے منسلک تھے ان کے سراہنے اور بڑی داد دیتے ان کی قیادت ہی میں سرگرم نظر آتے اعراض نہ فرماتے سب میں اجتماعیت یگانگت اور اتفاق کے تأثرات کو ذہنوں میں ڈالنے کیلئے کوشان رہتے تمام اہل شعبوں میں اتفاق واتحاد پیدا کرنے کی ترغیب وتاکید فرماتے اور ان کے اجتماع کو دین کے احیاء کا ذریعہ

بتلاتے آپ نے بنفس نفیس جہاد تبلیغ ،درس وتدریس،تصنیف وتالیف ،تصوف ،سیاست ،ردکفراور باقی تمام شعبہائے دینیہ میں شرکت کی اوراسمیں عظیم کارنامے سرانجام دیئے ان تمام کی بقاء کے لئے متمنی،امیدواراور بے چین رہتے ۔

آپ پر اسلام کی سربلندی اور دین کی نشر اشاعت کا بڑا غم اور فکر سوار تھا آپ کی دعاؤں میں تمام عالم انسانیت کا حصہ تھا مظلوم مسلمانوں کیلئے آہ وزاری کرتے ہوئے حضرت کو بارگاہ ایزدی میں کئی دفعہ سربسجود دیکھا گیا۔

جامع الصفات شخصیت کی جدائی

آج وہی شخصیت ہم سے جدا ہوگئی کاش وہ دوبارہ بھی آجائے ان کی وفات! ایک فرد کی جدائی ہی نہیں بلکہ علم وحلم ، جہد وعمل زہد وتقویٰ ،سخاوت وفیاضی خواری واستغناء اورصبر وتحمل جیسی صفات عالیہ کی موت وفنا ہے آپ ایک متبع سنت زندہ دل اور بے تکلف انسان تھے طلباء اور علماء کیلئے متاع جان کی حیثیت رکھتے تھے طلباء پر جان مال عرض سب کچھ نچھاور کرنے کیلئے آمادہ ہوا کرتے ایسی ہی شخصیت کا انتقال یقیناً امت مسلمہ کیلئے اور خصوصاً اہل پاکستان کیلئے ایک بڑا المیہ اور دردناک واقعہ ہے ،فضلائے حقانیہ اورطلباء دیوبند ثانی کیلئے ایک مفجع اور افسوسناک حادثہ ہے یوں لگتا ہے کہ اس چمن کے پھول مالی کے چلے جانے سے مرجھا گئے ہیں سب کے سب یتیم اور بے سہارا ہوگئے ۔

کسی معصوم کے سر پر نہ ہو جب سائباں کوئی
کھلونے ٹوٹ جاتے ہیں غبارے لوٹ جاتے ہیں

آج وہ مسند دارالعلوم حقانیہ بھی آہ وفزع میں مبتلا ہے وہ آشنا منبر بھی بے یار ومددگار ہوگیا وہ درودیوار بھی اس پر رونق محافل سے محروم ہوگئی کاش! انہیں کوئی دوسرا ڈاکٹر صاحب جیسی شخصیت ملے لیکن گاہے گاہے گاہے:

باغ باقی باغباں نہ رہا
اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا
کارواں تو ہے اور رہے گا
مگر ہائے وہ میرکارواں نہ رہا

خدا تعالیٰ حضرت اقدس کی قبر ومدفن کو نور سے بھر دے اوران کے انوارات سے تمام عالم انسانیت کو فیض یاب ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین

اوصاف وکمالات

سیرت، شخصیت وکردار، تواضع وانکساری
اور منفرد خصوصیات

جس سے جگر و لالہ کو ٹھنڈک ہو وہ شبنم
فولاد کے دل جس سے دہل جائے وہ طوفان

شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب
نائب مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ

رفیق سفر وحضر مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کا سانحہ ارتحال

اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا ایسی بنائی ہے کہ اس میں غم اور خوشی راحت اور تکلیف دونوں چیزیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں، یہاں خوشی مستقل ہے نہ غم دائمی، اس لئے یہاں غموں اور صدموں کا پیش آنا نہ کوئی اجنبی بات ہے نہ کوئی غیر معمولی چیز، لیکن بعض صدمے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا اثر پوری امت پر پڑتا ہے اور ان کے عالمگیر اثرات کی وجہ سے ان کا زخم مندمل ہونا آسان نہیں ہوتا پچھلے مہینے میں ایک ایسا ہی عظیم صدمہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہ نور اللہ مرقدہ کی وفات کا پیش آیا جس نے ہر اس شخص کو ہلا کر رکھ دیا جو ڈاکٹر صاحب کی شخصیت اور خدمات سے متعارف ہے۔

امت کا سائبان

ڈاکٹر صاحب ہمارے دور کی ان عظیم شخصیات میں سے تھے جن کے محض تصور سے دل کو ڈھارس اور روح کو اطمینان نصیب ہوتا تھا قحط الرجال کے اس زمانے میں بفضلہٖ تعالیٰ ان کا سایہ رحمت پوری امت کیلئے ایک سائبان کی حیثیت رکھتا تھا، علم وفضل کے شناوروں کی تعداد اب بھی شاید اتنی کم نہ ہو، عبادت وزہد کے پیکر بھی اتنے نایاب نہیں، لیکن ایسی شخصیات جو علم وفضل سلامت فکر ورع وتقویٰ اور اعتدال وتوازن کی خصوصیات کے ساتھ ساتھ امت کی فکر میں گھلتی رہتی ہو اور ان جیسے دردمند دل والے خال ہی خال پیدا ہوتے ہیں اور ان کی وفات کا خلا پر ہونا بہت مشکل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو انہی خصوصیات سے نوازا تھا اور ان صفات کا جامع اب دور دور کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔

ایک چمکتا ستارہ غروب ہوا

اس دنیا میں جو پیدا ہوا وہ قیامت تک رہنے کیلئے نہیں آیا، اللہ نے ہر بندہ کی تقدیر میں جو دن ورات مقرر فرمائے اسکے تکمیل کے بعد عالم ہو یا غیر عالم، بادشاہ ہو یا فقیر، مرد ہو یا عورت اس دار فنا سے دار بقاء کی طرف رخصت ہونا ہے فرق اتنا ہے کہ کسی کی موت سے ایک گھر کا نظام معطل ہو جاتا ہے اور کسی کی جدائی سے محلّہ گاؤں شہر متأثر ہوتے ہیں جبکہ اللہ کے مقرب بعض بندے ایسے ہوتے ہیں، جن کی خلا سے نہ صرف علمی دنیا بلکہ تمام مسلمان

کرب والم میں مبتلا ہوکر محرومیت کے احساس سے دوچار ہوجاتے ہیں، انہیں خوش نصیب حضرات میں سے شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ کا وجود مسعود بھی تھا جن کی وفات سے آسمان علم وعرفان کا ایک عظیم چمکتا دمکتا ستارہ غروب ہوا۔

عربی زبان کے ذریعے خدمتِ دین

اللہ تعالیٰ نے انہیں عربی زبان کی تقریر وتحریر کی وہ قدرت عطا فرمائی تھی جو بہت سے عرب اہل قلم کیلئے بھی باعث رشک تھی، اس منفرد صلاحیت سے انہوں نے اسلام کی وہ عظیم الشان خدمت کی جو عربی زبان آداب کے معاصر ماہرین میں سے شاید کسی نے نہ لیا ہوان کی فصیح وبلیغ عربی تحریروں نے عربوں کو دن کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور مغرب کی فکری یلغار سے سہمے ہوئے عرب ممالک میں دین کا پیغام اتنی خوداعتمادی اتنے یقین اور اتنے پر جوش انداز میں پہنچایا کہ آج بے شمار عرب مسلمان اپنی اسلامی بیداری کو ان کی تحریروں کا مرہون منت سمجھتے ہیں ان کی تحریر وتقریر میں جو اخلاص دردمندی اور دلسوزی کوٹ کوٹ بھری ہوئی تھی تفسیر حسن بصری انہیں کی روشن مثال ہے۔

مستقل مزاج پابند شریعت

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کی شائستگی باتوں کی حلاوت، عجز وانکساری اور ملنساری جیسی اعلیٰ خصوصیات دلوں کو ان کی طرف کھینچتی تھیں آپ کی صحبت میں آنے والے ہر فرد سے چاہے وہ اجنبی ہوتا یا شناسا یکساں خوش دلی اور خندہ پیشانی سے ملتے ذاتی نوعیت کی نشست ہو یا عمومی نشست آپ کی شخصیت کے رکھ رکھاؤ اور شائستگی میں ذرا برابر بھی فرق نہ آتا اس سے آپ کی مستقل مزاجی جیسی اعلیٰ خلق کا ثبوت ملتا ہے پابند شریعت اس قدر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کو کبھی بھی ترک کرنا گوارا نہیں کرتے۔

وسعت صدری

وسعت نظری محبت وشفقت کا پیکر تھے انہوں نے ذاتی زندگی کے معاملات سے لے کر اجتماعی معاملات تک ہمیشہ رواداری صبر واستقلال اور عجز وانکساری کو اپنا شعار بنائے رکھا وسعت نظری کا یہ عالم تھا کہ بلا کسی بغض وتعصب کے ہر اس فرد یا ادارے کی انہوں نے دل کھول کر ہمت افزائی کی جو دینی اور ملی خدمات کی انجام دہی میں مصروف عمل تھے۔

بچپن سے بڑھاپے تک

زندگی کی چالیس سال ان سے رفاقت میں گذری، بچپن سے لیکر وفات تک زندگی کی ہر موت پر ڈاکٹر صاحب کی دوستی ساتھ رہی درمیان میں کئی سال عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر بلاد عرب تشریف لے گئے

،جدائی کے ان ایام میں بھی محبت ومودت برقرار رہی اور ۱۹۹۷ء سے لیکر تاحال دارالعلوم کی مسند حدیث پر طلباء کرام کو قال اللہ وقال الرسول سے فیضیاب کرتے رہے،اسی دوران ڈاکٹر صاحب کیساتھ دلی دوستی محبت میں بدل گئی۔

روزانہ ان کیساتھ علمی نشست ہوجاتی اکثر سفر وحضر میں ساتھ رہتے کہیں پر کانفرنس ہوتی یا اجلاس ختم بخاری شریف ہوتی یا جلسہ اکثرا کھٹے جاتے یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ سفر سقر جیسے ہوتی ہے مگر ڈاکٹر صاحب کیساتھ سفر کا مزہ ہی کچھ اور تھا کتنا کٹھن سفر کیوں نہ ہو ڈاکٹر صاحب کی علمی ادبی مزاح لطائف وظرائف اور طنز ومزاح کی بدولت سفر راحت جان بن جاتی۔

قرآن کا عاشق زار

قرآن پاک اور حدیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ شغف والہانہ اور محبانہ تھی گویا ڈاکٹر صاحب کی تخلیق ہی اس کے واسطے کی گئی ہو۔جب سے ہمارے ہاں آئے تھے،ہر سال دورہ تفسیر اور دورہ حدیث پڑھاتے ان کی دورہ تفسیر کا چرچہ بہت جلد اندرون وبیرون ملک زبان زد وعام ہونے لگا امارات اسلامی افغانستان میں امیر المؤمنین کی خواہش پر مجاہدین کو دورہ تفسیر پڑھایا خوشی کی بات یہ ہے کہ مکمل دورہ تفسیر آڈیو کی صورت میں محفوظ ہے۔

تہجد کی پابندی

ڈاکٹر صاحب کے رگ وریشے میں خوف خدا بسا ہوا تھا کئی کئی گھنٹوں کا مسلسل سفر طے کرنے کے باوجود رات کے آخری حصے میں مصلی پر بیٹھ کر رب کریم کی بارگاہ میں ایسے عاجزی وانکساری کیساتھ دعا مانگتے کہ ہمیں رشک آتا ہاتھ اٹھاتے ہوئے رب کیساتھ راز ونیاز کی باتیں کرتے،اور ان کے آنکھوں سے مسلسل آنسوں رواں دواں ہوتے یہ منظر متعدد بار آنکھوں کے سامنے رہا۔

ماتحتوں کا خیال

ڈاکٹر صاحب کی انوکھی اور انفرادی خصوصیت ایک یہ بھی تھی کہ کھانے پر اپنے ڈرائیور کا بہت خیال رکھتے حالانکہ زمانہ حاضرہ میں ڈرائیور کو اپنے ساتھ کھانے پر بٹھانا ایک عار محسوس کیا جاتا ہے،ڈاکٹر صاحب کی شخصیت بالکل اس سے خالی تھی جہاں بھی جاتے پہلے ڈرائیور کو بلاتے پھر کھانا کھاتے کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ جب تک ڈرائیور نہ آجاتا کھانا تیار ہوکر بھی اس کا انتظار کرتے۔

نیا موضوع سخن

بہر حال بلاشبہ ڈاکٹر صاحب زمانہ حاضرہ کے ایک عظیم انسان تھے لیکن انہوں نے ۲۰۰۸ میں جب دوسری شادی کی تو ہمارے لئے گپ شپ کا ایک نیا موضوع پیدا ہوگیا ہم خوب چھیڑتے تھے لیکن ڈاکٹر صاحب ہر بات کا جواب مسکراہٹ سے دیتے۔

حدیث سے شغف

چند سالوں سے ڈاکٹر صاحب مسلسل امراض میں مبتلا تھے مگر زبان پر کبھی شکوہ نہیں کیا اور دارالعلوم میں درس حدیث کیلئے مسلسل تشریف لاتے اس سے پہلے کئی مرتبہ بیماری کچھ زیادہ بڑھی مگر درس حدیث کی برکت سے صحت یاب ہوجاتے وفات سے چند ہفتے قبل بھی درس حدیث کیلئے مسلسل ایک ہفتہ تشریف لائے۔

الحق خاندان سے شفقت محبت معیت

ڈاکٹر صاحب کی محبت ہمارے ساتھ بلکہ خاندان الحق کے چھوٹے بڑوں کیساتھ بے حد محبت وشفقت کا معاملہ فرماتے بستر مرگ پر پڑے ہوئے وفات سے چند گھنٹے قبل ان کا خط برادر مکرم شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب اور میرے نام جس کی ہر سطر ہمارے ساتھ ان کی دلی محبت کی گواہی دے رہی ہے ہر انسان کو رضا بالقضا پر عمل کرنا چاہیے، چنانچہ ڈاکٹر صاحب کی جدائی یقیناً ہمارے لئے اور دارالعلوم حقانیہ کے ہر فاضل کیلئے عظیم حادثہ ہے اللہ رب العزت ہمیں صبر جمیل کی توفیق دے، ابھی ہمارے دل زخمی تھے کہ جدائی کے لمحات میں مجھ سے ڈاکٹر صاحب کے متعلق کچھ لکھنے کا حکم کیا گیا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم حادثہ کی وجہ سے دل ودماغ کی کیفیت خدا جانتا ہے کہ کیا ہے؟ ایسی حالت میں قلم ساتھ دیتا ہے نہ دل، حالانکہ ڈاکٹر صاحب کے زندگی کا بیشتر حصہ رفاقت میں گزرنے کے باعث بہت سے واقعات لطائف اور نوادرات سننے اور دیکھنے اور مشاہدے میں آچکے ہیں فی الحال ان چند بے ترتیب جملوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

غمزدہ مدفن جاناں سے چلا آیا ہوں
دل پہ جو بیت رہی ہے وہ مگر کس سے کہوں
زندگی کیسے کٹے گی یہی اب سوچتا ہوں
درد میں ڈوب گئے شام وسحر کس سے کہوں
ان کی تربت پہ رہے بارش انوار مدام
اب رحمت ہو تسلسل سے گہربار مدام

اللہ رب العزت ڈاکٹر صاحب کے اہل وعیال اور سب متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ڈاکٹر صاحب کو علیین میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ امین

مولانا عبدالقیوم حقانی
مہتمم جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد نوشہرہ

مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحبؒ
منفرد خصوصیات اور امتیازات

آج قلم کو اس عظیم ہستی کا نثری مرثیہ کہنا پڑ رہا ہے جو ساری عمر قوم وملت کی غم گسار رہی' محدث جلیل شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کی وفات کا سانحہ صرف دارالعلوم حقانیہ' حقانی برادری' سرحد وبلوچستان یا صرف پاکستان، افغانستان کا سانحہ نہیں بلکہ عالمی سطح پر علمی اور مذہبی دنیا کا عظیم سانحہ ہے بڑا حادثہ ہے حضرت ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب اپنے وقت کے عظیم داعی' جلیل القدر محدث' متبحر فاضل' معروف ومحبوب خطیب اور صاحب بصیرت مدبر تھے، ان کی محدثانہ جلالت قدر مسلم تھی، علم حدیث اور فقہ وتفسیر میں ان کا پایہ بہت بلند تھا، تقریباً دو عشرے دارالعلوم حقانیہ میں ان کا علمی فیضان جاری رہا، درس وتدریس اور افاضۂ علم کے سلسلے قائم رہے ملکی اور قومی امور' جہادی معرکوں اور اصلاح انقلاب امت جیسے اہم مشن میں بھی ان کا بڑا حصہ رہا ہے علمی ودینی حلقوں' جامعات ومدارس' قومی وملی قائدین' علماء وزعماء اور صلحاء بلکہ عامۃ المسلمین میں ان کی حیثیت' معتدل المزاج عالم دین اور غیر متنازعہ تھی ان کے علم وعمل' تقویٰ ودیانت' فہم وفراست' اخلاق وسیرت اور استغناء وبے نیازی کا بڑا اثر تھا۔

ملک، قوم وملت اور جہادی حوالے سے افغانستان وپاکستان کے عوام کو ان سے اصلاح' قیام امن اور اصلاح انقلاب امت کی بڑی امیدیں وابستہ تھیں لیکن افسوس کہ موت نے اس کا موقع نہ دیا اور علم وعمل کی یہ شمع دفعۃً خاموش ہوگئی اس سانحہ سے علمی ومذہبی دنیا ایک جلیل القدر عالم سے محروم ہوگئی۔

خاص وصف

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کا ایک خاص وصف دعوت وتبلیغ اور تقریر وخطاب کے ذریعہ فروغ دین کی مخلصانہ مساعی کی جدوجہد تھی، وہ تقریر وتحریر کا فطری ذوق رکھتے تھے مواعظ اور اصلاحی اجتماعات میں بڑی دلچسپی لیتے تھے اسی مناسبت سے ملک بھر کے دینی مدارس' جامعات اور مذہبی جماعتیں انہیں خصوصیت سے مدعو کرتے تھے، رجب' شعبان میں جامعات کے ختمات بخاری کے لئے انہیں ملک بھر کیطویل اسفار کرنے پڑتے

تھے،تحریر کے حوالے سے ان کے مضامین بہت دلچسپ ہوا کرتے تھے۔ ماہنامہ الحق اور ماہنامہ القاسم کی فائلوں سے حضرت کے تمام مضامین' خطبات اور تقاریر مرتب کر کے گنجینۂ علم وعرفان کے نام سے القاسم اکیڈمی سے چھپ کر منظر عام پر آ گئے ہیں۔

مولانا عبدالحقؒ کے علوم ومعارف کے شارح

حقانی فضلاء اور حقانیہ کے حلقہ میں یہ بات برملا کہی جاتی ہے کہ شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہ صاحبؒ کو، محدث جلیل شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے علوم ومعارف پر پورا احتواء حاصل ہے وہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے علوم' مضامین معانی اور فکر کو لے کر اپنی زبان پر اور اپنی طرز میں اس طرح ادا کرتے ہیں کہ وہ لوگوں کے دلنشین ہوجاتے ہیں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے علوم ومعارف اور ان کی تعبیر وتشریح بہت سہل ہوا کرتی تھی مولانا سید ڈاکٹر شیر علی شاہ...... زمانہ کی زبان میں اس کی تعبیر وتفہیم کو انہی کے انداز میں تسہیل سے بیان کردیتے ہیں۔

حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحبؒ بڑے خطیب' ادیب اور اچھے مقرر تھے، عالمانہ استدلال کے ساتھ بڑے دلچسپ قصے اور لطیفے بھی بیان کرتے تھے جس سے اہل محفل کو بڑی دلچسپی ہوتی تھی اور ظریفانہ فقرے اس طرح ادا کرتے تھے کہ خود نہیں ہنستے تھے مگر دوسروں کو ہنسا دیتے تھے ان کی تقریروں میں کافی دلائل بھی ہوتے تھے اور سیاسی' علمی' تبلیغی اور واعظانہ ہر قسم کے بیان پر ان کو قدرت حاصل تھی ذہانت وطباعی اور بدیہہ گوئی ان کی تقریروں سے نمایاں تھی۔

دارالعلوم حقانیہ کے فیوضات کی زندہ جاوید مثال

پاکستان میں مسلمانوں کو محدث جلیل شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے سلسلہ علم وعرفان جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے جو علمی وعملی اور دینی وروحانی فیوض حاصل ہوئے، وہ خود اپنی مثال آپ ہیں، یہ پورا سلسلہ علم وعمل......

ایں سلسلہ از طلائے ناب است
ایں خانہ تمام آفتاب است

کا مصداق ہے اس سلسلہ میں آسمان علم وہدایت کے ایسے ایسے مہر وماہ پیدا ہوئے جن کی روشنی سے پورا عالم منور ہو رہا ہے اور آج سرحد وبلوچستان اور افغانستان اور ملک وبیرون ملک میں حقانی فضلاء کی صورت میں علم وعرفان کی جو روشنی بھی نظر آتی ہے وہ سب ہی ان ہی نفوس قدسیہ کا پرتو ہے ڈاکٹر سید شیر علی شاہ بھی اسی نورانی محفل کی ایک شمع فروزاں تھے جو اپنے شیخ مولانا عبدالحقؒ کے علوم ومعارف کے ترجمان اور انہی کے اعمال واخلاق کے روشن نشان تھے۔

ان کی ذات سے ایک مخلوق کو علمی کمال حاصل ہوا، جہاد کی میدانوں کی سیادت ملی، شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ اپنی صفات، خصوصیات، اداؤں، مزاج، طبعی نہاد اور روحانی رنگ میں منفرد تھے ان کے ساتھ ان کی خصوصیات بھی ختم ہوگئیں ......

ع وہ بات کوہ کن کی گئی کوہ کن کے ساتھ

بہت بڑا ستون گر گیا

موت کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہر وقت اس کا بازار گرم رہتا ہے لیکن بعض موتیں وہ ہوتی ہے جن سے ایک قوم اور ایک ملت کی پوری عمارت متزلزل ہوجاتی ہے حضرت ڈاکٹر صاحب کی وفات بھی انہی میں سے ہے ......

فما کان قیس هلكه هلك واحد

و لكنه بنيان قوم تهدما

ان کی موت سے دینی مدارس کے حوالے سے، درس وتدریس کے حوالے سے، وعظ وخطاب کے حوالے، جہادی مساعی، دعوت اتحاد اور اصلاح انقلاب امت کے حوالے سے ہماری قومی وملی عمارت کا بہت بڑا ستون گر گیا، حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی پوری زندگی اور زندگی کا ہر لمحہ قرآن وحدیث' علوم نبوت' جہاد اسلام اور ملک وملت کی خدمت میں گذرا، حتیٰ کہ آخری لحات میں بھی اس سے غافل نہیں رہے، جیسے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کے نام ان کے سانحہ ارتحال سے چند لمحے قبل لکھے گئے خط سے عیاں ہے۔ان کی پوری زندگی ایک سعی پیہم اور جہد مسلسل تھی۔ وہ ہمہ جہتی اشغال کے ساتھ علمی مذاق بھی رکھتے تھے ان کا کتب خانہ ان کے علمی ذوق کا شاہد ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کو اپنی عنایتوں اور رحمتوں سے شاد کام کرے۔(آمین ثم آمین)

موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے

خواب کے پردے میں بیداری کا ایک پیغام ہے

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی

ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

مفتی امداداللہ یوسفزئی
ناظم تعلیمات جامعہ الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ سے وابستہ چند یادیں

سرزمین اکوڑہ خٹک، صوبہ خیبر پختونخواہ کی تاریخ میں ایک نمایاں مقام کی حامل ہے، اس مقام کو برصغیر کی آزادی کی عظیم تحریک سید احمد شہید میں بھی مرکزیت حاصل رہی ہے، اکوڑہ کی جنگ میں کامیابی نے قافلہ سید احمد شہید کے حوصلوں کو جو توانائی بخشی تھی اسی نے پیش قدمی کے لیے ان کے جوش وخروش میں اضافہ کیا، جدید سائنس کی تحقیق کے مطابق کائنات ارضی کے روز اول سے باہم گفتگو میں استعمال ہونے والا انسانی کلام آج بھی فضاؤں میں محفوظ ہے، ہمارا بھی یہ یقین ہے کہ ان بزرگوں کے اس مقام پر قیام سے فضا میں جو عطر پھوٹی ہے اس کے اثرات آج بھی یہاں موجود ہیں، چنانچہ حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے ملفوظات میں ملتا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے: ''جامعہ حقانیہ کی صورت میں علوم ومعارف کا فیضان، مجاہدین بالاکوٹ کی ہی برکات کا نتیجہ ہے''۔ مولانا کی فراست بھی قابل داد ہے کہ انہوں نے اس مبارک مقام پر ایک گلشن سجا کر طلبائے علم کو ظاہری علوم سے سیراب ہونے کے ساتھ ساتھ، مشام جاں کو باطنی فیضیابی کے مواقع فراہم کیے۔

بندہ کو دو بار حضرت مولانا کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے، پہلی بار رمضان کے مہینے میں رفیق سفر وحضر، برادرم مولانا عطاء الرحمٰن شہید اور مولانا مفتی عبدالسمیع شہید رحمہ اللہ کے ساتھ حضرت کی قدیم رہائش گاہ پر حاضر ہوا، حضرت نے افطار کی دعوت دی تو ایک دوسرے مقام پر ہامی بھر لینے کی بنا پر ناچار عذر کرنا پڑا، تب سو روپے مرحمت فرمائے (یاد رہے کہ اس دور میں یہ بڑی رقم شمار ہوتی تھی) اور فرمایا: ''یہ آپ لوگوں کا زادراہ ہے، اور یہ تو لوگوں کے لیے کچھ بھی نہیں، آپ اس سے کہیں زیادہ اعزاز کے مستحق ہیں''۔ بندہ نے دعا کی درخواست کی تو فرمایا: ''اللہ تعالی سے ہمیشہ بہت اچھی امیدیں رکھا کرو، اللہ نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا ہے، جب اللہ نے شیطان کی دعا قبول فرما کر اسے لمبی زندگی عطا کی ہے تو ہماری دعاؤں کو بطریق اولی قبول فرمائے گا''۔

دوسرے موقع پر وفاق المدارس العربیۃ کی جانب سے دارالعلوم حقانیہ میں امتحانی نظم کے قیام کے لیے مفتی نظام الدین شامزئی اور مفتی ولی درویش رحمہما اللہ کی معیت میں حاضری ہوئی، مولانا سمیع الحق مدظلہ کی قدیم رہائش گاہ (جو کتب خانے کے اوپر ایک جانب تھا) میں ہمارا قیام تھا، ایک روز امتحان کے ختم پر ہم اپنے کمرے میں کھانے کے لیے بیٹھے ہی تھے کہ ایک خادم دوڑتا ہوا آیا کہ حضرت آپ سے ملاقات کے لیے تشریف لا رہے ہیں،

لیکن انتہائی ضعف کی بنا پر گاڑی سے نیچے اترنا دشوار ہے، فرما رہے ہیں: ''خود حاضر ہونا چاہتا ہوں، لیکن تکلیف کی بنا پر سیڑھیوں سے اوپر آنا مشکل ہے''۔ ہم کھانا چھوڑ کر چپلوں کے بغیر ہی نیچے کی جانب دوڑے، حاضر ہوئے تو حضرت نے نہایت عاجزی سے فرمایا: ''میں نے بہت گستاخی کی، بے ادبی کی، آپ علما ہیں، مجھے آپ کے پاس آنا چاہیے تھا، لیکن اس عذر کی وجہ سے آپ کے پاس نہیں آسکا''۔ پھر ادارے میں خدمت کے سلسلے میں کمی کوتاہی سے درگزر کرنے کا کہہ کر لجاجت کے ساتھ ہم سے دعا کی درخواست کرنے لگے، ان کے مطالبے سے ہم کانپ گئے، عرض کیا کہ دعائیں تو ہمیں آپ سے لینی ہیں، آپ ہمارے بزرگ اور بڑے ہیں، ہمارے اصرار پر حضرت دعا فرما کر تشریف لے گئے۔

حضرت کو اللہ نے بہت سی نعمتوں سے مالا مال کر رکھا تھا، وہ اپنے حلقے سے انتخابات میں کامیابی حاصل کر کے قومی اسمبلی کے ممبر رہے ہیں، ان کے ادارے کو اللہ نے عالمی شہرت سے نوازا ہے، ان کا جنازہ اکوڑہ کا تاریخی جنازہ شمار ہوتا ہے، ان کے پاس مال ودولت کی فراوانی تو نہ تھی، لیکن علم وتقوی کا کمال حاصل تھا، مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ بھی انہیں کے ایک جانشین اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے تھے، درس وتدریس کے ساتھ عوامی رابطوں میں چوبند، متواضع اور درویش صفت شخص تھے، ادنی مطالبے پر کہیں بھی کسی نوعیت کے دینی پروگرام میں پہنچنے کی کوشش فرماتے تھے۔

فنائیت کی ایک عجیب مثال

ہمارے ایک دوست مولانا عباد الرحمٰن صاحب نے سنایا کہ ایک بار دارالعلوم حقانیہ کے دفتر میں مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ بیٹھا تھا، میں نے عرض کیا کہ مولانا شیر علی شاہ صاحب سے ملاقات کی خواہش ہے تو مولانا فرمانے لگے: ''وہ تو کہیں ''قدوری شریف'' کے ختم میں گئے ہوں گے، اس لیے کہ کسی کی دعوت کو ٹھکرانا ان کے لیے بہت دشوار ہوتا ہے''۔ درحقیقت یہ مولانا کی تواضع، للّٰہیت اور خدمت دین کے لیے ہر دم جانفشانی کی قوی دلیل ہے۔

عنایتیں اور شفقتیں

مولانا سے اکوڑہ خٹک، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن اور دیگر مقامات میں ان گنت ملاقاتیں رہی ہیں، کبھی خیال گزرتا ہے کہ صوبہ خیبر پختونخواہ میں بڑے بڑے بزرگ، اولیا وعلمائے کرام گذرے ہیں، ماضی قریب میں مولانا عزیر گل رحمہ اللہ، مولانا احمد رحمہ اللہ، ہمارے علاقے کے مولانا امین گل باباجی رحمہ اللہ اور جہانگیرہ کے مولانا عبدالحنان صاحب رحمہ اللہ وغیرہ، ان سب بزرگوں کا اپنا مقام ہے، لیکن مولانا کو اللہ تعالی نے جو فصاحت

وبلاغت، فی البدیہ عربی پر عبور، اور گوناگوں صلاحیتیں دے رکھی تھیں، اس وقت صوبہ سرحد میں انکی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

ان کی محبتوں کے کیا کہنے! بندہ پر ان کی عنایات کے دسیوں واقعات ہیں، کہاں تک لکھے جائیں! شیخ عطا کی شہادت کے موقع پر فرمانے لگے: ''کراچی میں ہمارے دو دوست تھے: امداداللہ اور عطاء الرحمٰن، اب ایک تو چلا گیا لیکن دوسرا باقی ہے، ہمیں تو کوئی کام ہوتا ہے ان سے کہتے ہیں''۔ میرے پاس ان کے کئی خطوط موجود ہیں، بعض میرے اور شیخ عطا کے نام مشترکہ اور بعض محض میرے نام ہیں، طلبا کے داخلوں کے متعلق اور یوں بھی نجی کاموں کے سلسلے میں خط وکتابت فرماتے تھے، ایک دو بار مختلف کاموں کے سلسلے میرا بھی جانا ہوا تو وہ جس محبت واپنائیت کے ساتھ پیش آئے الفاظ ان کی تعبیر سے قاصر ہیں۔ میرے چھوٹے بھائی اسد اللہ مرحوم کی تعزیت پر مولانا زرولی خان مدظلہ تشریف لا رہے تھے تو مفتی صاحب کے خاص استاذ مولانا عبدالحنانؒ (جہانگیرہ) اور مولانا بھی تشریف لائے۔

مولانا عطاء الرحمان شہید کا نماز جنازہ

شیخ عطا کی شہادت کے موقع پر ہم ان کی میت لے کر گاؤں سے تھوڑے فاصلے پر پہنچے، مدرسے میں نماز جنازہ ہونا طے تھی، اس اثنا میں کسی کی تقریر کی آواز سنائی دی تو میں نے برادرم مولانا انعام اللہ سے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ مولانا شیر علی شاہ صاحب تشریف لا چکے ہیں، قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ مولانا ہی خطاب فرمارہے ہیں، میری رائے تھی کہ اب جنازہ بھی مولانا ہی پڑھائیں، اس لیے کہ ان جیسی بزرگ ہستی کی موجودگی میں کسی اور کا آگے پڑھانا مناسب نہیں، دیگر ساتھیوں کی بھی یہی رائے ہوئی، چنانچہ مولانا نے ہی شیخ عطا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت شیخ کی اصل پہچان

مولانا کو اللہ تعالی نے ہر ایک کے لیے محبت والفت کا وافر حصہ عنایت فرمایا تھا، بلاشبہ وہ دارالعلوم حقانیہ کی ایک ایسی شخصیت تھے جن کے تعارف کا ذریعہ ان کا ''علم'' کے سوا کچھ نہ تھا، دنیاوی ساز وسامان اور دولت وجائیداد اتنی نہ تھی، البتہ وراثت نبوی سے ''حظ وافر'' پایا تھا، یہی ان کی قبولیت ومقبولیت اور مرکزیت کا سبب تھا، ان کی نماز جنازہ کے موقع پر خلق خدا کے ہجوم اس کا واضح ثبوت ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی جب اپنے کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو حضرت جبریل علیہ السلام کو بلاکر فرماتے ہیں کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ جبریل بھی ان سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور آسمان کے فرشتوں میں اس کا اعلان کرتے ہیں تو سارے فرشتے بھی اسے اپنا محبوب بنالیتے ہیں، پھر زمین پر لوگوں کے دلوں میں بھی اس شخص کی محبت ڈال دی جاتی ہے اور خلق خدا بھی اس سے محبت کرنے لگتی ہے۔ مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ اس آسمان سے اتری محبت کا ایک مظہر تھے، ان کے جنازے کا آنکھوں دیکھا حال بتاتا ہے کہ اللہ تعالی کے ہاں ان کی کس قدر قبولیت مقبولیت تھی اور آسمانی فیصلے کے نتیجے میں انسانی قلوب میں بھی اس کا کس قدر فیضان تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ دین کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں، اور اس کیلئے رجال کار بھی پیدا فرماتے ہیں، سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوعنبہ خولانی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یزال الله یغرس فی هذا الدین غرسا یستعملهم فی طاعته (سنن ابن ماجة ص:۲، قدیمی)

''اللہ تعالیٰ اس دین (کے باغ) میں ہمیشہ پودے لگاتے رہے گا، جنہیں اپنی اطاعت (اور اپنے دین کی خدمت) میں استعمال کرے گا''۔

افراد پر مدار نہیں

ہمارے مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمہ اللہ کی شہادت کے موقع پر مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ تعزیت کے لیے تشریف لائے تو تعزیتی بیان کے دوران کہی گئی ان کی ایک بات سے ہمیں بہت حوصلہ اور اطمینان ملا، فرمانے لگے: ''اللہ تعالیٰ نے دین کا مدار افراد پر نہیں رکھا، افراد سے اللہ دین کی خدمت کا کام لیتے ہیں، دین کا مدار افراد پر ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دنیا سے جانے کے بعد دین مٹ جاتا، اللہ نے دین کی خدمت کے لیے اپنا یہ بندہ پیدا کیا تھا، اللہ ان جیسے اور سپاہی پیدا فرمادے گا''۔ بلاشبہ مولانا کی وفات سے دارالعلوم حقانیہ میں خلا آیا ہے، لیکن ہمیں یقین ہے کہ اللہ اپنی قدرت سے اس خلا کو پر کرنے پر بھی قادر ہے، اللہ تعالیٰ دارالعلوم کو بھی مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ کا بدل اور دین کی خدمت کرنے والے نئے سپاہی فراہم کرے، آمین!

مولانا گل رحمٰن،

مدرس جامعہ ابوہریرہ

مجھے یاد ہے ذرا ذرا

محبت بھری ادائیں، شفقتیں وتواضع، عاجزی وانکساری، اپنے شیخ سے محبت، فنائیت، شیخ کے خاندان کے اکابر واصاغر سے والہانہ تعلق اور اصاغر کی تشجیعات

۱۹۹۷ء سے مجھے استادِ مکرم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہٗ کی صحبت، خدمت اور رفاقت کی سعادت حاصل رہی ہے، ان کی دیکھا دیکھی قلم کاغذ بھی ساتھ رہتا ہے اور ڈائری بھی، اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق ڈائریوں میں کچھ باتیں لکھ لیا کرتا ہوں۔ حضرت حقانی صاحب کی معیت میں جب کبھی بھی شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہٗ کے ساتھ سفر ہوا یا ملاقات ہوئی یا کوئی نشست، تو احقر نے ان کے حوالے سے بھی اپنے کچھ مشاہدات اور آنکھوں دیکھے واقعات اور یادداشتیں لکھ رکھی تھیں۔ چند لمحے فرصت کے ملے تو وہی یادداشتیں نقل کر کے مرتب کر لی ہیں۔ افادۂ عام کے لئے نذرِ قارئین ہیں...... (گل رحمٰن)

سادگی اور رواداری

شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہؒ بڑے بے تکلف سادہ اور وضع قطع کے لحاظ سے بھی بہت بھولے بھالے نظر آتے تھے، عام گفتگو میں کبھی بھی عالمانہ ٹھاٹھ باٹھ یا مدرّسانہ شان وشوکت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ احقر ابھی جامعہ ابوہریرہ میں نووارد اور پہلے درجے کا ادنیٰ طالب علم تھا، اور حسبِ ضرورت وقتاً فوقتاً گاڑی کی ڈرائیونگ بھی کر لیا کرتا تھا۔

مخاطب کے ذہنی سطح کے مطابق گفتگو

سن اور تاریخ تو یاد نہیں مگر اندازۃً تیرہ چودہ سال قبل کی بات ہے مانسہرہ میں جلسہ ختم ہوا تو شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ نے فرمایا: میں نے بھی تمہارے ساتھ اکٹھے جانا ہے، تمہیں راستے کا ساتھی مل جائے گا اور مجھے گاڑی کی لفٹ مل جائے گی، رات گئے تک جلسہ جاری رہا، واپسی پر حضرت الشیخ ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر میرے ساتھ بیٹھ گئے، چند لمحے بعد حضرت کو اندازہ لگ گیا کہ رات بیت گئی ہے ڈرائیور کا عنفوانِ شباب ہے، اللہ نہ کرے کہ اسے اونگھ آجائے اور گاڑی حادثے کا شکار ہو جائے، حضرتؒ نے اپنی گفتگو کا رُخ میری طرف موڑ لیا،

حضرتؒ نے اپنے عظمتِ مقام اور رفعتِ شان کی بلندیوں سے بہت نیچے اُتر کر عوامی سطح پر گفتگو شروع کردی۔ لطائف، ظرائف، ڈرائیوروں کے قصے، گاڑیوں کی باتیں، نوجوان ڈرائیوروں کی حرکتیں، چند ہی لمحے گذرے تھے کہ احقر کی طبیعت کھل گئی، ہشاش بشاش ہوگیا، اب میرا یہ تصور ہی ختم ہوگیا کہ میں ایک عظیم شیخ الحدیث، ایک بہت بڑے محدث، اور ایک عظیم سپہ سالار اور میدانِ جہاد کے جرنیل کے ساتھ بیٹھا ہوں بلکہ اپنے لب ولہجہ اور اپنی ذہنی سطح کی ایک محفل ہے، لاری اڈہ کا ماحول ہے ڈرائیوروں کی نشست ہے، درجہ اولیٰ کے طلبہ کی جماعت ہے، اب میں نے بھی باتوں میں حصہ لینا شروع کردیا، کھل کھلا کر ہنسنے بھی لگا، میرے ذہن سے سفر کی صعوبت اور طوالت کا بوجھ ختم ہوگیا، مجھے ایسے لگا جیسے میں اپنے کسی ہم عمر بے تکلف دوست کے ساتھ سیر وتفریح کے لئے نکلا ہوا ہوں۔ مانسہرہ سے کامرہ پہنچے، شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہؒ نے استاذِ مکرم مولانا عبدالقیوم حقانی سے کہا: گل رحمٰن' بڑی اچھی ڈرائیونگ کرتا ہے، بڑا اچھا بچہ ہے، اس کی ضیافت کرنی چاہئے، حضرتؒ نے وہاں کے ایک معروف ہوٹل کے سامنے گاڑی رُکوادی، اور مرغ پیس کا آرڈر دے دیا، استاد جی حضرت حقانی صاحب نے کہا: گل رحمٰن تمہارے ساتھ ہمارے بھی وارے نیارے ہوگئے ہیں۔

بہرحال! اس طویل داستان سے غرض ایک بات عرض کرنی ہے ہم اکوڑہ خٹک پہنچ گئے حضرتؒ کو اپنے گھر اُتار دیا، اور ہم جامعہ ابوہریرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ احقر نے (اپنی ناقص ذہنی سطح کے مطابق) استاد جی حضرت حقانی سے کہا: استاد جی! آپ نے تو کہا تھا کہ مولانا شیر علی شاہؒ بڑے عالم، جید مدرس اور بہت بڑے شیخ الحدیث اور بڑے بزرگ ہیں۔ یہ کیسے بزرگ ہیں، چار گھنٹے اکٹھے سفر کیا، میں نے تو اس کی کوئی بزرگی نہیں دیکھی، نہ ذکر، نہ درود شریف اور نہ تسبیحات' وہ تو سارے راستے میں بچوں کی، ڈرائیوروں کی، اور کاشتکاروں کی باتیں کرتا رہا، پتہ نہیں اس سے طالب علم سبق کیسے پڑھتے ہوں گے اور یہ سبق کس طرح پڑھاتے ہوں گے؟

حقانی صاحب نے فرمایا: گل رحمٰن! مولانا شیر علی شاہ صاحب نے اپنے عظمتِ مقام' رفعتِ شان' بزرگی و تقدس اور کمالِ ولایت کو لطائف وظرائف اور سامعین کے ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کرنے کے پردے میں چھپا رکھا ہے۔ خدا گواہ ہے اُس وقت حقانی صاحب کا یہ ارشاد بھی میری سمجھ سے بالاتر تھا۔

مشن سے جنون کی حد تک محبت

طالبان دورِ حکومت میں بڑی سطح پر فتوحات اور کامیابیوں پر گوجرانوالہ میں ایک بہت بڑی جہادی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا۔ استاد جی مولانا حقانی مدظلہم بھی مدعو تھے، سخت سردی کا موسم تھا، ہم لوگ خالق آباد سے طویل سفر کرکے رات گیارہ بجے جلسہ گاہ میں پہنچ گئے، شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہؒ کا بیان جاری تھا، وہ بیان سے فارغ ہوئے تو سٹیج پر ملاقات ہوگئی۔ حقانی صاحب نے عرض کیا: حضرت! کب پہنچے؟ فرمایا: کوئی پون گھنٹہ قبل پہنچا۔ میرے

اصرار پر آتے ہی بیان کا موقع دے دیا، آہستہ سے حقانی صاحب کے کان میں کہا: اگر گنجائش ہو تو میری واپسی تمہارے ساتھ ہو جائے بشرطیکہ گاڑی میں ایک شخص کی گنجائش ہو۔

حقانی صاحب نے عرض کیا: حضرت! آپ کی ہمارے ساتھ واپسی اور سفر ہمارے لئے سعادت ہے، افتخار ہے۔حقانی صاحب نے پوچھا: حضرت! آنا کن کے ساتھ ہوا؟ فرمایا: کانفرنس میں آنا ضروری تھا، جہاد کانفرنس تھی، ٹیکسی ڈرائیوروں سے رابطہ کیا کوئی بھی نہ ملا، بالآخر لاہور کا ڈبہ (بس) آرہا تھا، اشارہ دیا: رُک گیا، کنڈکٹر نے کہا: باباجی! گاڑی میں جگہ نہیں ہے چھت پر بٹھا کر لے جائیں گے۔ میں نے کہا: غنیمت ہے۔فوراً چھت پر چڑھ گیا، اور ربّ نے پہنچادیا۔سردیوں کا موسم تھا، ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، ویسے بھی سردی سے لوگ ٹھٹھر رہے تھے اور جب چھت پر آدمی بیٹھ جائے، بڑھاپا بھی ہو، اور تیز ہواؤں کا سامنا بھی، تو چھت پر بیٹھنے والے کا کیا حشر ہوگا؟ مگر ایک جذبۂ جہاد تھا جس نے یہ تمام صعوبتیں برداشت کرنے پر حضرتؒ کو آمادہ کر رکھا تھا۔اس کے بعد حضرتؒ نے سٹیج سیکرٹری سے کہا: حقانی صاحب کو فوراً بیان کا وقت دو کہ ہم نے واپس جانا ہے۔حضرت حقانی صاحب کے بیان کے بعد واپسی ہوئی۔ حضرتؒ کی خوش طبعیاں، بذلہ سنجیاں، بے تکلفیاں اور ظرائف و لطائف، چھ سات گھنٹے کا طویل سفر لمحوں میں گذر گیا۔احقر ڈرائیونگ کرتا رہا، میری خوش نصیبی یہ کہ چھ سات گھنٹے کے طویل سفر میں حضرتؒ کی توجہات کا منظورِ نظر اور تمام تر گفتگو کا مخاطَب میں رہا۔

اصاغر نوازی اور تواضع کی انتہاء

علاقہ بھر کے معروف بزرگ استاذ' استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد داؤد صاحب (خان ٹاؤن) جن کے ہاں جلسہ تھا جامع مسجد سعدیہ اندر باہر بھری ہوئی تھی اندرونی ہال' برآمدہ اور بیرونی صحن میں بھی قدم رکھنے جگہ نہیں تھی، استاذِ مکرم شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی کا بیان جاری تھا کہ مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحبؒ تشریف لے آئے، لوگ راستہ دینے لگے، ڈاکٹر صاحب مسجد کے دروازے کے ساتھ آخر پر ایک کونے میں چپکے سے بیٹھ گئے، حضرتؒ کے خدام اور منتظمین نے درخواست کی کہ اندر تشریف لے چلیں، فرمایا: نہیں، حقانی صاحب کا بیان شروع ہے ان کی تقریر میں خلل ہوگا۔کافی دیر تک باہر بیٹھے اور تقریر سنتے رہے۔حقانی صاحب کا بیان ختم ہوا تشریف لائے، چہرے پر بڑی بشاشت تھی، تقریر کے لئے بلائے گئے تو فرمایا: حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کا عالمانہ' فاضلانہ اور مؤثر بیان آپ نے سن لیا، مولانا حقانی مدرس' مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے خاصے ادیب اور محبوب خطیب بھی ہیں، ان کے بیان کے بعد کسی دوسرے کی تقریر نہیں جمتی، آپ لوگ ان کی تقریر سے محظوظ ہوتے رہے، میں حضرت مولانا قاری محمد داؤد کے حکم و اصرار پر مختصر معروضات عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اس روز ہم نے یہ دیکھا کہ سفیر اسلام، المجاہد الکبیر، محدثِ جلیل مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ کے دل میں

اپنے چھوٹوں کے لئے کتنا بڑا مقام ہے اور وہ اپنے چھوٹوں کا کس قدر احترام کرتے ہیں۔ مولانا حقانی حضرتؒ کے شاگرد تو نہیں ہیں مگر ان کی شاگردوں کی جگہ پر ہیں، مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ نے ان کا کس قدر اکرام فرمایا، ان کی تقریر کے دوران سٹیج پر جانا بھی گوارا نہ کیا اور ان کی تقریر کے اختتام تک جلسہ گاہ کے ایک کونے میں چپکے سے بیٹھے اور بیان سنتے رہے۔

قرابت داری اور صلہ رحمی کا احساس

تاریخ تو یاد نہیں اندازاً کوئی دس گیارہ قبل کا واقعہ ہے احقر حضرت الاستاذ مولانا عبدالقیوم حقانی کے ساتھ سفر پر تھا، فون کی گھنٹی بجی، مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ نے فرمایا کہ مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب سے بات کرنی ہے، میں نے فون استاذِ مکرم مولانا حقانی کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا: حضرت! مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہم رابطے میں ہیں۔ حقانی صاحب نے فون لیا، تو حضرت فرما رہے تھے، حقانی صاحب! تم سفر میں ہو اور میں تمہارے درِدولت پر حاضر ہوں، حقانی صاحب نے عرض کیا: حضرت حکم فرمایئے، فرمایا: فلاں تاریخ تم نے میرے ساتھ چنگلئی (بونیر) جلسہ پر جانا ہے، ان لوگوں کا اصرار ہے کہ حقانی صاحب کو ساتھ لانا ہوگا۔ ڈائری دیکھ لو اس کے لئے وقت نکالنا ہے اور اسے میرا ذاتی جلسہ سمجھو، مقررہ تاریخ پر پھر ٹیلی فون آیا، مولانا شیر علی شاہؒ فرما رہے تھے حقانی صاحب! آج بھی حسبِ سابق تمہارے درِدولت پر حاضر ہوں، اور تم پھر سفر میں ہو، جلدی تشریف لایئے، مزید تاخیر نہیں ہونی چاہئے، حقانی صاحب نے عرض کیا: حضرت! چند لمحے بعد پہنچ رہا ہوں اکٹھے چلیں گے، فرمایا: میرے ساتھ خواتین ہیں اور میں جا رہا ہوں، آپ میرے پیچھے آجائیں۔ حقانی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ مولانا شیر علی شاہ صاحبؒ نے کبھی بھی کسی جلسہ میں شرکت کے لئے اس قدر تاکید نہیں کی، پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہوں کہ حضرت بڑی تاکید کر رہے ہیں اصرار پر اصرار، بلکہ خود تشریف لا کر مجھے دعوت دی اور اب ساتھ لے جانے کے لئے تشریف لے آئے ہیں ہمیں فوراً جانا چاہئے، تاخیر نہ ہو جائے، بعض اوقات ادنیٰ تاخیر باعث شرمندگی بن جاتی ہے۔

ہم لوگ چنگلئی پہنچ گئے، راستے میں ڈاکٹر صاحب رابطے میں تھے کہاں پہنچے ہو؟ فلاں راستہ اختیار کرو، ہدایات دیتے اور رہنمائی فرماتے رہے۔ وہاں پہنچے تو ڈاکٹر صاحب سراپا انتظار و استقبال تھے، حقانی صاحب کا استقبال و اکرام فرمایا، گویا کہ ہم ان کے ہاں ان کے اپنے گھر میں ان کے ذاتی پروگرام میں شریک ہو رہے ہیں۔ دسترخوان بچھایا گیا چائے و دیگر مفرحات سے دسترخوان سجایا گیا، حضرت الشیخ خود بھی بڑے سجے سجائے ہوئے تھے، مجھے تو پس منظر کا علم نہیں تھا مگر حقانی صاحب آثار و قرائن سے سمجھ گئے کہ یہ گھرانا حضرت ڈاکٹر صاحب کا نیا ہونے والا سسرال ہے، جلسے کا پروگرام ان کے سسر کا ہے، حضرت کی نئی شادی کو ابھی چند ماہ گذرے ہیں، اس لئے حضرت دولہا بن کر آئے ہیں۔ حقانی صاحب بھی بار بار انہیں ''دولہا میاں'' کہہ کر مخاطب ہو رہے تھے۔

حضرت کو اپنے قرابت داروں اور صلہ رحمی کا بڑا احساس تھا جلسہ شروع ہوا حضرت الشیخ کی صدارت تھی، حقانی صاحب سے فرمایا: میرے سسرال کے لوگوں سے آپ کی کوئی پرانی ناراضگی چلی آ رہی ہے خدارا! سب کچھ دل سے نکال دو، پرانی کدورتیں ختم کر دو، دل میں کوئی خلش باقی نہ رہے تو تقریر مخلصانہ ہوگی اور بیان مؤثر رہے گا۔

حقانی صاحب نے عرض کیا: حضرتؒ! ان لوگوں کو ویسے وہم سا ہے، مجھے ان لوگوں سے کوئی گلہ نہیں ہے اب تو آپ کا رشتہ جڑ گیا ہے یہ ہمارے سروں کے تاج اور آنکھوں کے تارے ہیں۔ حقانی صاحب کا بیان شروع ہوا، شیخ صاحب ٹکٹکی باندھے ان کی باتیں غور سے سن رہے تھے، جلسہ کے بعد ان لوگوں نے جلوس کا اہتمام بھی کر رکھا تھا، شیخ صاحبؒ نے حقانی صاحب سے کہا: آپ چلیں، آپ کو اجازت ہے۔ آپ کی ذمہ داریاں بھی متنوع ہیں، میں نے تو جلوس میں بھی شرکت کرنی ہے، میرے تو گھر کی بات ہے۔

ہاں! اس موقع پر بھی دسترخوان پر وہی بے تکلفی، وہی لطائف، وہی ظرائف چلتے رہے جو حضرتؒ کی طبعی افتاد تھی۔ حقانی صاحب نے نئے نکاح کی بات چھیڑی جواب میں سارا پس منظر اور تمام تر مراحل بیان کر ڈالے، ساس نے جو خواب دیکھا تھا وہ تفصیل سے سنا دیا، ان کے بڑے صاحبزادے مولانا امجد علی شاہ نے جو مخلصانہ کردار ادا کیا تھا اس پر اپنی خوشی ومسرت کا اظہار کیا اور ان کے لئے ڈھیروں دُعائیں کیں۔

وہ گویا فرشتے تھے

ایک روز دن کے تقریباً گیارہ بجے اچانک دیکھا کہ حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب اور حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی جامعہ ابوہریرہ تشریف لائے۔ میں نے دوڑ کر حضرت حقانی صاحب کو اطلاع دی وہ کتب خانے سے نیچے آ گئے اضیاف کا استقبال کیا، مہمان خانہ میں بٹھایا، ہمیں اضیاف کے لئے چائے وغیرہ کا کہا اور خود اضیاف کے ساتھ بیٹھ گئے، تینوں حضرات کی طویل مشاورت ہوئی، دو ڈھائی گھنٹے کے بعد جب اضیاف چلے گئے تو حضرت حقانی صاحب کے چہرے پر مسرت، خوشی اور فرحت وانبساط کے آثار نمایاں تھے، میں نے عرض کیا: حضرت ڈاکٹر صاحب اور ہزاروی صاحب تشریف لائے تھے اور طویل مشاورت ہوئی کوئی خاص بات تھی؟ ارشاد فرمایا: ہاں! حضرت ہزاروی صاحب حکیم و دانا بزرگ ہیں، صرف ذاکر وشاغل ہی نہیں دینی تعلیمات کے حوالے سے مردِ کامل ہیں، انہوں نے اولاً ڈاکٹر صاحب کے ساتھ طویل مشاورت کی دونوں باہمی مشورہ کے بعد میرے پاس تشریف لائے، حضرت ہزاروی صاحب کی حکیمانہ گفتگو نے دل موہ لیا، ڈاکٹر صاحب نے اپنے تجربات' مشاہدات بیان فرمائے اور دل کھول کر اپنا موقف بیان کیا، دورانِ گفتگو ایک موقع ایسا بھی آیا کہ ان حضرات کی باتیں ایسی لگیں گویا ملهم مِن اللّٰہ ہیں ساری باتیں الہامی ہیں ......

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضرت ڈاکٹر صاحب گوکہ حضرت ہزاروی مدظلہم کی تجویز وتحریک پر سرگرمِ عمل تھے مگران کے تجربات اور مشاہدات حقائق پر مبنی تھے۔ انہوں نے مجھے کامیابی' کامرانی اور فتح مندی کی شاہراہ پر ڈال دیا، مجھے علمی' دینی' تدریسی' تصنیفی' تنظیمی اور اشاعتی کام کے لئے اطمینان وسکون کی فضائیں مہیا کردیں۔ و اجرھم علی اللہ۔ وہ گویا فرشتے تھے جو اللہ کی طرف سے میری مدد اور نصرت کے لئے بھیجے گئے تھے۔

دعاؤں کا خصوصی اہتمام

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ نے ''زبدۃ القرآن'' کے نام سے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تفسیری افادات لکھنا شروع کئے، کتاب مکمل ہوئی، شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی نے تکمیل پر مبارکباد دی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: آپ کی تبریک وتحسین اور تائید وتصویب پر شکرگزار ہوں، اب مرحلہ طباعت، اشاعت، تعارف اور علمی حلقوں میں اس کے پہنچانے کا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ القاسم اکیڈمی اس کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ حقانی صاحب نے فرمایا: لبیک' ہمارے لئے سعادت ہے، افتخار ہے، اپنے حالات اور وسائل کا حجم ہمیں معلوم ہے، اور اپنی بھی ڈھیروں کتابیں طباعت کی منتظر ہیں مگر آپ کی خواہش اور تمنا، ہمیں اپنی تمناؤں اور خواہشات سے زیادہ عزیز ہیں، کیا عجب کہ آپ کے دل سے دُعا نکلے اور ہمارا کام بن جائے، مسودات میں نے وصول کرلئے، القاسم اکیڈمی کی نشر واشاعت اور پریس کے اُمور کے ذمہ دار ساتھی حضرت مولانا سید محمد حقانی فاضل حقانیہ و مدرس جامعہ ابوہریرہ کے حوالے کردیے کتاب چھپ کر آ گئی تو حضرت بے حد خوش تھے، فرمایا: امام لاہوریؒ کی روح بھی خوش ہوگی، فرمایا: القاسم اکیڈمی کے کارکن اور خدام لائق صد تبریک وتحسین ہیں کہ فروغِ علم، ترویج تفسیر کے کاموں میں ذاتی دلچسپی لیتے ہیں، فرمایا: نشر واشاعت، تحریر وتصنیف اور قلمی کاموں کے حوالے سے القاسم اکیڈمی اور اس کے بانی وسرپرست مولانا عبدالقیوم حقانی کے لئے خصوصیت سے دُعاؤں کا اہتمام کرتا ہوں۔

آنکھوں کا نور دل کا سرور

جامعہ اسلامیہ کلفٹن کراچی کا سندھ کی سطح پر دینی مدارس کے طلبہ کا تقریری مقابلہ تھا، مولانا عبدالقیوم چیف جج بھی تھے اور بطورِ خطیب کے مہمانِ خصوصی بھی، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ صدرِ جلسہ تھے، احقر بھی ایک خادم کی حیثیت سے حقانی صاحب کی رفاقت وخدمت کی سعادت سے سرفراز تھا، مخدومزادہ مولانا حافظ محمد قاسم صاحب بھی جامعہ احسن العلوم کراچی سے تشریف لاکر اپنے والد کی خدمت کی سعادت حاصل کر رہے تھے۔ شیخ

التفسیر حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ نے حقانی صاحب کو اپنے قریب بلایا اور فرمایا کہ آپ سے خصوصی مشورہ کرنا ہے۔ میری تفسیر (تفسیر الحسن البصری) کمپوزنگ کے مراحل سے گذر کر اشاعت کے لئے تیار ہے، شایانِ شان چھپے، کاغذ عمدہ ہو، طباعت معیاری ہو اور بیروت طرز کی حسن طباعت سے مرصع ہو، میں چاہتا ہوں یہ کام آپ کریں اپنے اداروں سے کرائیں تو یقیناً میرے دل کے لئے سرور اور آنکھوں کا نور بنے گا۔

حقانی صاحب نے عرض کیا: حضرت! میرے لئے تو آپ کے ارشاد کی تعمیل سعادت ہے مولانا سید محمد حقانی جو القاسم اکیڈمی کے رُکن بھی ہیں، جامعہ حقانیہ کے فاضل بھی اور جامعہ ابوہریرہ کے مدرس بھی ہیں، ہمارے تمام اشاعتی اُمور اور پریس کے کاموں کی تمام ذمہ داریاں وہی نبھاتے ہیں، اس حوالے سے انہیں بھرپور تجربہ بھی حاصل ہے وہ آغازِ کار سے تکمیل اور انتہاء تک تمام اُمور کی خودنگرانی کرتے ہیں، حضرت نے حقانی صاحب کی باتیں سنیں تو فرمایا: مجھے تو ویسے بھی آپ پر اعتماد ہے، مگر آپ کی واضح گفتگو سے مزید اعتماد بڑھ گیا ہے۔ کراچی سے واپس ہوں گے تو میں مسودات آپ کے حوالے کردوں گا، چنانچہ واپسی پر حقانی صاحب نے ساری ذمہ داریاں مولانا سید محمد حقانی کے سپرد کریں، کتاب چھپ کر آگئی پورے ملک میں اس کی عمدہ اشاعت اور شاندار طباعت کی دھوم مچ گئی، حضرت ڈاکٹر صاحب بے حد خوش ہوئے اور ہر ملنے والے سے اپنی کتاب، حقانی صاحب کی دلچسپی، مولانا سید محمد کی محنت کا ذکر کرتے، قلیل ترین مدت میں سارا ایڈیشن نکل گیا۔

اور اب دوسرے ایڈیشن کی تیاریاں شروع تھیں، حضرت کی توجہات ادھر مبذول تھیں، دوسرے ایڈیشن کے شدید منتظر تھے کہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ مجھے یاد ہے جب حضرت کے پاس تفسیر الحسن البصری کا پہلا نسخہ طبع ہوکر پہنچا تو دوگانہ تشکر امتنان بجالائے، حقانی صاحب کو تشکر وامتنان کا فون کیا اور دیر تک مشفقانہ دعاؤں سے نوازتے رہے۔ آنے جانے والے اور ملاقاتیوں سے اپنی تازہ کتاب کا تعارف بھی کراتے اور اکیڈمی کے اشاعتی کردار کو بھی سراہتے۔

ایک روز فرمایا: تفسیر الحسن البصری کی عمدہ طباعت میری دلی خواہش تھی الحمد للہ کہ مولانا حقانی اور مولانا سید محمد نے میری توقعات سے بڑھ کر عمدہ زیورِ طباعت سے آراستہ کر کے اسے شاندار طریقہ سے منظر عام پر لانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

کیا عجب، تمہارا یہ حسنِ تعلق میری نجات کا وسیلہ بن جائے

شرعاً مسنون داڑھی کتنی ہے؟ داڑھی رکھنے کا حکم کیا ہے اور داڑھی منڈانے اور کتروانے والے کا شرعاً حکم کیا ہے؟ حضرت ڈاکٹر صاحب نے عربی میں اس پر ایک مدلل، محقق اور مختصر مگر جامع رسالہ تحریر فرمایا۔ مولانا عبدالقیوم حقانی کی تجویز وتحریک پر القاسم اکیڈمی کے رُکن مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا،

مولانا حقانی نے تصحیح بھی کی اور بغلی سرخیاں بھی لگائیں، مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ نے خود بھی نظر ثانی فرمائی۔ ''اسلام میں داڑھی کا مقام'' اکیڈمی سے چھپ کر منظر عام پر آ گیا۔ مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ نے دیکھا تو بے حد خوش ہوئے القاسم اکیڈمی کے اشاعتی کردار کو سراہا، فرمایا: میں نے صرف اپنے دل میں اس کے اردو ترجمہ کی تمنا کی تھی ابھی زبان پر نہ لایا تھا کہ تم لوگوں نے چھاپ کر میرے سامنے رکھ دیا، کیا عجب کہ تمہاری یہ محبت، حسنِ عقیدت، حسنِ تخیل اور حسن تعلق میرے لئے آخرت میں بخشش اور نجات کا ذریعہ بن جائے۔

مادرِ علمی سے لپٹے رہتے ہیں

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا عطاء المہیمن صاحب جامعہ ابوہریرہ تشریف لائے، ان کی آمد کے موقع پر شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق بھی ان سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ جامعہ کے کتب خانے میں اکابر کی ملاقات ہوئی، مولانا عطاء المہیمن نے جامعہ ابوہریرہ کے قیام، ترقی و استحکام کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی کرامت قرار دیا، ارشاد فرمایا کہ سایہ دار درخت کے نیچے کسی بھی پودے کی چھوٹی سی کونپل بھی نشوونما نہیں پاتی، مگر یہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شجر سایہ دار کی برکت ہے کہ نہ صرف یہ کہ جامعہ ابوہریرہ کی کونپل کو پھوٹنے دیا بلکہ جامعہ حقانیہ کے مبارک سایہ میں اُبھری بھی، تناور بھی ہوئی اور شجر ثمر آور بھی بن گئی۔ شیخ الحدیث مولانا انوار الحق نے فرمایا: میں جامعہ ابوہریرہ کو دارالعلوم حقانیہ کی صرف ایک شاخ ہی نہیں، اس کی درسگاہ اور جامعہ حقانہ کا ایک جزو لاینفک یعنی لازمی حصہ سمجھتا ہوں۔ شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ نے فرمایا: ہم لوگ جامعہ ابوہریرہ کو جامعہ حقانیہ ہی کا ایک جزء سمجھتے ہیں۔ یہاں کے تمام اساتذہ حقانی فضلاء ہیں۔ مولانا عبدالقیوم حقانی اپنی مادر علی جامعہ حقانیہ سے جڑے بلکہ لپٹے رہتے ہیں، انہیں اپنی مادرِ علمی سے نہ صرف محبت و نسبت ہے بلکہ جنون کی حد تک عشق بھی ہے، جس کی برکتیں عیاں ہیں، مزید برکتیں بھی ظاہر ہوں گی۔

حسن اعتماد اور تشجیعات

جامعہ اشاعت القرآن گلستان ٹاؤن' راولپنڈی کے مہتمم حضرت مولانا قاری فضل ربی مدظلہ کی دعوت پر ختم بخاری کی تقریب تھی، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ نے صحیح بخاری کی آخری حدیث پڑھائی، مولانا عبدالقیوم حقانی بھی مدعو تھے، حقانی صاحب نے مفصل خطاب فرمایا، اضیاف کے لئے دسترخوان سجایا گیا، علماء اولیاء اور صلحاء سے دسترخوان کو رونق ملی۔ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب حقانی صاحب کے ساتھ خصوصی مشاورت میں مصروف رہے، احقر بھی قریب میں بیٹھا ساری باتیں سن رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے حقانی صاحب کو ملکی سطح پر اپنی بنائی جانے والی تحریک سے آگاہ کیا، مشن کے حوالے سے ان پر اعتماد کرتے ہوئے پرزور مخلصانہ دعوت دی، اور یہ بھی

فرمایا: سرحدٗ پنجابٗ سندھ اور بلوچستان میں آپ میرے ایک فعال نمائندے کے طور پر کام کریں گے اللہ نے آپ کو قلم بھی دیا ہے اور زبان بھی، اور ماہنامہ رسالہ بھی، مجھے یقین ہے آپ کے ذریعہ یہ مشن آگے بڑھے گا، شیخ الحدیث مولانا مفتی حمید اللہ جان، شیخ الحدیث مولانا فضل محمد صاحب، اور دیگر مشائخ وزعماء آپ کی بھرپور سرپرستی کریں گے، حقانی صاحب نے عرض کیا: حضرت ایک تو میری طبعی افتاد، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کی ہے، دوسرا جامعہ ابوہریرہ کے تمام اُمور کی تمام تر ذمہ داری میرے سر ہے، میسر وقت میں شرح صحیح مسلم پر کام کر رہا ہوں جس کے لئے میں نے اسفار بھی کم کردیئے ہیں، تحریکی کام ہمہ وقت توجہ چاہتا ہے، شرح صحیح مسلم کا کام ادھورا رہ جائے گا، جامعہ ابوہریرہ کے کام میں خلل آئے گا۔ درس وتدریس کا نقصان اس پر مستزاد، سب سے بڑی بات یہ کہ میرا مزاج تحریکی نہیں، تدریسی اور تصنیفی ہے، آپ کے دیئے ہوئے مشن میں آگے نہیں بڑھ سکوں گا، اللہ نہ کرے کہ آپ کے دل کو ٹھیس پہنچے اور آپ کے دیئے گئے بڑے ہدف میں میں ناکام رہوں۔

بہرحال! حقانی صاحب آخر تک اعذار وعوارض اور انکار پر اصرار کرتے رہے شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ نے فرمایا: آپ استخارہ کرلیں، یہ بڑا کام آپ کی جھولی میں ڈال رہا ہوں، حقانی صاحب نے حضرت کے اصرار اور بار بار استخارے کی تاکید پر عرض کیا: حضرت مجھے تو آپ کی دُعا مطلوب ہے، آپ میرے محبوب اور مطلوب آئیڈیل ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ آپ کی توجہ اور دعاؤں میں میرا حصہ بنتا رہے، جیسے تیسے بھی بن پڑا میں قلمی حوالے سے، تحریر وتقریر کے حوالے سے آپ کی حمایت کرتا رہوں گا، لیکن عہدہ اور منصب قبول کرنا میرے لئے بہرحال مشکل ہے، گفتگو تفصیلی تھی، دونوں طرف سے محبت، اخلاص، شفقت اور خدمت کے جذبات کا اظہار تھا اور میں راز ونیاز کی اس تمام تر گفتگو کا ہمراز تھا............ ع وہ بھی کیا راز ہے جس کا کوئی ہمراز نہ ہو

عیادت اور بیمار پرسی کا اہتمام

جامعہ ابوہریرہ کے دفتر میں مصروفِ کار تھا، سامنے دیکھا مہمانوں کی کار آکر رُکی، نظر پڑی دیکھا تو شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب گاڑی سے اتر رہے ہیں، ان کے ساتھ ان کے بڑے صاحبزادے مولانا امجد علی شاہ بھی اُتر آئے ہیں، میں نے استاذِ مکرم مولانا حقانی کو اطلاع کردی موصوف پہنچ گئے، مولانا امجد علی شاہ لپک کر آگے بڑھے، مولانا حقانی سے عرض کیا: حضرت والد مکرم کو آپ کی علالت کی خبر سے بڑا رنج ہوا، مجھے کہا: چلو چلتے ہیں۔ مولانا حقانی کی بیمار پرسی کرلیں گے، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ نے فرمایا: تمہاری علالت کا پرسوں سے سنا تھا، دُعائیں کرتا رہا، آج عزیزم امجد علی شاہ سے کہا: مجھے حقانی صاحب کے پاس لے جاؤ عیادت بھی ہوجائے گا اور کچھ درپیش بعض اہم اُمور پر باہمی مشاورت بھی ہوجائے گی، اللہ کا شکر ہے آپ کو اچھی حالت میں پایا اللہ شفا دے، عافیت دے اور قوم وملت اور علومِ نبوت کی خدمت کے زیادہ سے زیادہ مواقع عطا فرمادے۔ (آمین)

انسانی ہمدردی کی نادر مثال

مولانا عبدالقیوم حقانی کے ایک دوست پشاور سے اغواء کر لئے گئے، اغواء کاروں نے پانچ کروڑ کا مطالبہ کر دیا۔ مولانا حقانی نے مجھے ساتھ لیا، ڈاکٹر صاحب کے سامنے ساری صورتِ حال رکھ دی، ڈاکٹر صاحب موصوف کو بڑا دکھ پہنچا، فرمایا: چلو چلتے ہیں، وزیرستان جانا پڑے یا افغانستان میں بھی تمہارے ساتھ جاتا ہوں تحقیق کریں گے، اللہ کریم مدد کرے گا، حقانی صاحب نے عرض کیا: حضرت! اب نہیں آپ دورۂ حدیث کے اسباق پڑھا رہے ہیں طلبہ کے اسباق کا ناغہ ہوگا، صحیح صورتِ حال بھی ابھی تک واضح نہیں کہ وہ کہاں ہے کن کے پاس ہے اور اغواء کار کون ہیں؟

دوسرے روز حضرتؒ نے پیغام بھیجا، میں تمہارے ساتھ ہر وقت ہر جگہ جانے کے لئے تیار ہوں، اور اس سلسلہ میں جو قربانی بھی دینی پڑے مجھے خوشی ہوگی۔ حقانی صاحب نے ہم لوگوں سے کہا: دیکھو! اس درویش خدامست کو، کس قدر خلوص ہے، کس قدر والہیت ہے، انسانی ہمدردی کا کیا جذبہ ہے، ظلم اور جبر واستبداد کے خلاف خود میدانِ عمل میں اُتر رہے ہیں۔ حقانی صاحب نے عرض کیا: فی الحال صورتِ حال واضح نہیں ہے، چند روز بعد پھر شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ نے پوچھا: کیا بنا؟ حقانی صاحب نے عرض کیا: بات جوں کی توں برقرار ہے۔ فرمایا: میرے لئے کوئی عذر مانع نہیں ہے جو ممکنہ خدمت' تعاون اور جس حد تک ہو سکے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ حقانی صاحب نے حضرت کی عمر' عوارض، امراض اور مشاغل کے پیش نظر ہم خدام سے کہا کہ حضرت کو تکلیف دیے بغیر حضرت ہی کی توجہ اور دعا سے یہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔ حقانی صاحب نے عرض کیا: حضرت آپ کی بھرپور توجہ اور دُعا مطلوب ہے، آپ جس بے قراری سے مسئلہ میں دلچسپی لے رہے ہیں، اللہ کریم آپ کی دُعاؤں کی لاج رکھے گا، اور مسئلہ ضرور حل ہوجائے گا۔ پھر یہی ہوا کہ مسئلہ حل ہوگیا، حضرت کو خبر پہنچی ، بہت خوش ہوئے، حقانی صاحب سے فرمایا: تمہاری بے چینی اور بے قراری میرے لئے ناقابل برداشت تھی، تمہارے تعلیمی، تصنیفی اور تدریسی اُمور متأثر ہو رہے تھے، اللہ کا شکر ہے اللہ پاک نے عُسر کو یُسر سے بدل دیا۔

شرح صحیح مسلم کی تکمیل کی فکر

کراچی کے مولانا ضیاء الدین پیرزادہ شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کی خدمت میں حاضر تھے، انہوں نے حقانی صاحب سے فون پر رابطہ کیا۔ حقانی صاحب نے فرمایا: مولانا پیرزادہ حضرت ڈاکٹر صاحب کے کراچی کے حوالے سے بہت قریبی ساتھی اور مخلص خادم ہیں، حضرت کو بھی ان سے شفقت ومحبت کا خصوصی تعلقِ خاطر ہے، وہ

حضرت کے پاس ہی چلئے چلتے ہیں، پیرزادہ صاحب سے ملاقات بھی ہوجائے گی انہیں جامعہ ابوہریرہ لے آئیں گے، اور حضرت کی زیارت، عیادت کی سعادت کے ساتھ ساتھ ان سے دُعائیں بھی مل جائیں گی۔

ہم لوگ حضرت کے دولت کدے پر پہنچ گئے پردہ کراکے حضرت سے ملاقات کرائی گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے حقانی صاحب کو دیکھا تو بے حد خوش ہوئے اور بڑے بے تکلف ہوگئے، ملکی صورتِ حال' دنیائے کفر کے ناپاک عزائم اور دینی قوتوں کے اتفاق و اتحاد کے حوالے سے تفصیلی گفتگو فرمائی، پیرزادہ صاحب نے حقانی صاحب کے ساتھ آنا تھا، انہیں تحائف دیے۔

حقانی صاحب سے شرح صحیح مسلم کے کام کے بارے میں دریافت فرمایا، کام کی رفتار کا رسن کر بڑے مطمئن ہوئے، فرمایا: یہ آخری جلدیں مجھے نہیں پہنچی بھجوادیں، فرمایا: شرح صحیح مسلم کا کام بہت ضروری ہے، اسفار کم کردو، غیر ضروری مشاغل ترک کردو، شرح صحیح مسلم پر بھرپور توجہ دو، اللہ نہ کرے کہ یہ کام نامکمل رہ جائے، میری تو دلی دُعا ہے اور یہی تمنا ہے کہ اللہ پاک تکمیل کی توفیق عطا فرمادے۔ یہ جامعہ ابوہریرہ کی طرح جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور حقانی برادری کے لئے ایک قابل افتخار کارنامہ و بہت بڑا اِعزاز ہے۔

متاعِ سفر

حقانی صاحب کراچی کے دینی مدارس کے سالانہ اجتماعات میں خطاب کے حوالے سے مدعو تھے، مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کو بھی کراچی میں مختلف مقامات پر خطاب کرنا تھا۔ ہم لوگ ائرپورٹ سے باہر نکل رہے تھے۔ میں نے کراچی ائیرپورٹ پر دیکھا شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب تن تنہا تشریف لا رہے ہیں، ہاتھ میں رومال کی گٹھڑی ہے، ایک عظیم محدث، ایک عظیم جرنیل، اور عظیم مذہبی پیشوا، ہاتھ میں نہ بریف کیس، نہ شاندار قیمتی بیگ، نہ بکسہ، نہ خوبصورت شاپر، سادگی، تواضع اور بے تکلفی کا یہ منظر آپ پڑھ کر حیران ہوں گے۔ ہاتھ میں رومال کی ایک گٹھڑی ہے اسے بغل میں دبائے ائیرپورٹ سے باہر نکل رہے ہیں، مجھے جستجو تھی کہ گٹھڑی میں کیا ہے؟ جامعہ اسلامیہ کلفٹن میں چند لمحے ایک کمرے میں یکجا گزارے، مجھے وہی تجسس تھا کہ حضرت کی گٹھڑی دیکھوں گا، اندر کیا کیا سامانِ سفر ہے، آخر ایک موقع ایسا بھی آیا کہ حضرت نے کپڑے بدلنے تھے، گٹھڑی کھولی گئی دیکھا تو اندر کپڑوں کے دو جوڑے تھے، جسے رومال میں باندھ کر گٹھڑی بنادی گئی تھی۔

یہ تھا وقت کے عظیم خطیب' محدث و مفسر' مجاہد و رہبر' جرنیل' درویش خدامست' مردِ قلندر حضرت ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ کا زادِ راہ یا متاعِ سفر۔

مولانا محمد فیاض خان سواتی
مہتمم جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

تواضع اور انکساری کا پیکر

عالم اسلام کے نامور عالم دین اور پاکستان کی علمی دنیا کے بے تاج بادشاہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی اس دنیائے فانی سے رحلت فرما کر عالم برزخ کی طرف سدھار گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون، انکی نماز جنازہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ادا کی گئی۔

ع ہے یہ شامِ زندگی صبح دوامِ زندگی

جامع الصفات شخصیت

ڈاکٹر صاحب گوناگوں صفات کے حامل انسان تھے، وہ مدینہ یونیورسٹی کے ان نامور فضلاء میں شامل تھے جنہوں نے اس کے قیام کے بعد ابتدائی سالوں میں وہاں تعلیم حاصل کر کے سند فراغت حاصل کی تھی اور تقریباً بارہ سال وہاں تعلیم حاصل کرتے رہے، فراغت کے بعد پاکستان کے کئی مدارس میں تدریس کرنے کے بعد پھر مدت العمر اپنے مادر علمی دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، وہ مجاہد اسلام شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کے چہیتے شاگردوں اور وفادار محبین میں سے تھے، جو بیک وقت ایک کہنہ مشق مدرس، حق گو خطیب، نکتہ رس مصنف اور عربی، فارسی، پشتو، اردو اور دیگر بعض زبانوں پر عبور رکھنے والے مایہ ناز عالم دین تھے، تحریکی اور مجاہدانہ ذوق کے حامل ہونے کے ساتھ تصوف سے بھی گہرا قلبی و عملی لگاؤ رکھتے تھے۔

سب سے نمایاں صفت

ان کی سب سے نمایاں صفت جس نے احقر کو متاثر کیا وہ ان کی تواضع، انکساری اور طبعی سادگی تھی، وہ حضور نبی اکرمؐ کی حدیث مبارکہ من تواضع للہ رفعه اللہ جس نے اللہ کیلئے تواضع اختیار کی اللہ نے اسکو بلند کیا اور البذاذة من الایمان سادگی ایمان کا حصہ ہے جیسی احادیث کا عملی نمونہ تھے، جس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

جامعہ نصرت العلوم میں تشریف آوری

کہ میں نے انہیں تین بار جامعہ نصرۃ العلوم کے پروگراموں میں دعوت دی جو انہوں نے بخوشی قبول

فرمائی، اس سلسلہ میں ان سے گزارش کی گئی کہ ہم آمد و رفت کیلئے سواری کا بندوبست کریں گے لیکن انہوں نے ہر بار صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ ''میں خود ہی آجاؤں گا'' چنانچہ ایک بار بخاری شریف کے آخری سبق کیلئے، دوسری مرتبہ جامعہ کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر اور پھر تیسری مرتبہ میرے والد ماجد مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ فاضل دارالعلوم دیوبند، بانی جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کی وفات کے بعد انکے تعزیتی جلسہ میں مہمان خصوصی کے طور پر تشریف لائے، اور بہت علمی اور عمدہ بیانات سے بہرہ ور فرمایا، ان کی آواز میں ایک قدرتی کڑک تھی جو عمر رسیدگی میں بھی قائم رہی، جب وہ جامعہ نصرۃ العلوم کے پہلے پروگرام میں تشریف لائے تو انکی کیفیت قابل دیدنی تھی، جامعہ کے مرکزی گیٹ سے ایک بابا خستہ لباس میں اپنے کندھے پر ایک گٹھڑی اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوا، ہم میں سے کسی نے ان کو نہ پہچانا تو انہوں نے والد صاحبؒ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو خود آکر بتایا کہ میں ''شیر علی'' ہوں، اللہ اکبر۔ ایسے لوگ اب کہاں میسر آئیں گے، میرے والد ماجدؒ کے ساتھ ان کے دیرینہ تعلقات تھے، جسکا اظہار انہوں نے تعزیتی جلسہ کی تقریر میں ان الفاظ کیساتھ بیان فرمایا تھا کہ ''حضرت صوفی صاحبؒ ایک نابغہ روزگار شخصیت تھے، میں جب حضرت لاہوریؒ کے ہاں دورہ تفسیر پڑھ رہا تھا تو جمعہ کی رات حضرت صوفی صاحبؒ اور ان کے ساتھ حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب ہمارے پاس آیا کرتے تھے اور ہمارے کمرے میں آرام فرمایا کرتے تھے اور ہماری حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔'' ڈاکٹر صاحب موصوف کی اس پوری تقریر کا خلاصہ ماہنامہ نصرۃ العلوم کی خصوصی اشاعت ''مفسر قرآن نمبر'' ص ۸۰۶ تا ص ۸۰۷ میں درج ہے، جامعہ نصرۃ العلوم میں ''بخاری شریف'' کے اختتام پر انہوں نے بڑی علمی اور پرمغز تقریر ارشاد فرمائی اور سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر بھی بڑی ولولہ انگیز اور جذباتی تقریر کی جس میں انہوں نے مجاہدین اسلام کی کھل کر حمایت کی اور امریکہ اور اس کے ہمنواؤں کو کھری کھری سنائیں، بعد ازاں جامعہ کے ''مہمان خانہ'' میں ان کیساتھ کافی بے تکلفانہ گفتگو بھی ہوئی، احقر کیساتھ بہت ہی زیادہ شفقت فرمایا کرتے تھے، زندگی میں ان کے ساتھ کئی بار نشست اور خوشہ چینی کے مواقع میسر آئے۔

مجلس علماء اسلام کی تاسیسی اجلاس میں شرکت

جب عم مکرم امام اہل السنۃ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ نے دیوبندی جماعتوں پر مشتمل ''مجلس علماء اسلام'' کے نام سے جماعت تشکیل دی تو اس کا جو ابتدائی اجلاس گکھڑ میں منعقد ہوا تھا اس میں کئی بزرگ اور چند ہی لوگ مشاورت کیلئے مدعو تھے، احقر بھی اس میں شریک ہوا تھا اور ڈاکٹر صاحب موصوف بھی اکوڑہ خٹک سے طویل سفر کر کے تشریف لائے ہوئے تھے، انہوں نے اس موقع پر بہت ہی قیمتی مشوروں سے حاضرین کو نوازا تھا، شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق حفظہ اللہ تعالیٰ قابل ستائش ہیں کہ انہوں نے

ڈاکٹر صاحبؒ جیسے انمول ہیروں کی مدت العمر قدر کی اور انہیں ہر ممکن سہولیات میسر فرمائیں، دوسری طرف ڈاکٹر صاحبؒ نے بھی اپنے شیخ اور شیخ کی اولاد اور اولاد کی اولاد تین پشتوں سے مکمل وفاداری نبھائی، اس کا صحیح اندازہ اور مشاہدہ اس وقت ہوا جب حضرت مولانا سمیع الحق نے اپنے دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ''تحفظ مدارس دینیہ'' کے عنوان سے کل پاکستان عظیم الشان کانفرنس منعقد کی تھی احقر اس میں شریک ہوا تھا اور ڈاکٹر صاحبؒ سے بھی شرف ملاقات حاصل ہوئی تھی، ان کے شاگردوں کا ایک وسیع سلسلہ دنیا کے کئی بر اعظموں میں پھیلا ہوا ہے، خصوصاً افغانستان تو ان کا دوسرا گھر تھا، جہاں ان کے شاگردوں نے ہی دنیا کی دو سپر طاقتوں کو ناکوں چنے چبوائے، ان کے صدقات جاریات رہتی دنیا تک ان کے لئے رفعت درجات کا ذریعہ ہونگے، اللہ رب العزت انکی جملہ خدمات کو شرف قبولیت بخشے اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، احقر ان کے تمام متعلقین، محبین، ادارہ اور شاگردوں سے دلی تعزیت کرتے ہوئے ان کی اچانک وفات کو علمی دنیا میں ایک بہت بڑے خلاء سے تعبیر کرتے ہوئے ان کیلئے بارگاہ الٰہی میں ہمہ وقت دست بدعا ہے، اور دل کی کیفیت کچھ یوں ہے......

بجھا چراغ اٹھی بزم کھل کر رو اے دل
وہ لوگ چل بسے جنہیں عادت تھی مسکرانے کی

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں
جوئے خون آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شامِ فراق
میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہوگئیں

حافظ محمد ضیاء الدین پیرزادہ
جامع مسجد سی پی بیرار سوسائٹی عالمگیر روڈ کراچی

حضرت شیخ کے ساتھ میری رفاقت کی سرگزشت

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بڑے چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے

ایک قابلِ تقلید ونمونۂ مثالی شخصیت

اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ دین ہر اعتبار سے کامل ومکمل، آخری، ابدی وسرمدی دین ہے جو بہر صورت بمطابق مشیتِ الٰہی باقی رہے گا۔

اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ نے ہر دور میں دین کے ہر شعبہ کے لئے مناسب وموزوں افراد واشخاص کا انتخاب فرمایا ہے۔ جیسے محدثین، مفسرین، فقہاء، متکلمین، قراء، مجدّ دین، مصلحین، مبلغین واعظین اور مجاہدین۔ غرض یہ کہ جس کام ومقصد کے لئے جو افراد زیادہ اہل وموزوں تھے اللہ پاک نے وہ کام اُن کے ذمہ وحوالہ کیا۔ ایک جماعت کے متعلق بطور پیشنگوئی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ حق پر اور حق کے لئے لڑتی رہے گی، کسی کی مخالفت یا علیحدگی انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گی، وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت وطعنہ زنی کی پرواہ نہیں کرینگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر فرد کی عمر وعمل کی حد وانتہا مقرر کر رکھی ہے۔ ایک اجل مُعیّن ومقرر ہے، جو آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔

آج ہم نے جس عظیم ہستی کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے قلم اُٹھایا ہے، اُنکی شخصیت، حالات، علمی مقام، علمی خدمات، کرامات وکمالات پر اہلِ علم ومتعلقین اظہارِ خیال فرماتے رہیں گے اور وہ قلم وقرطاس کی زینت بن کر منصّہ شہود پر آتا رہے گا۔ اور اِن شاء اللہ تعالیٰ مختلف مدارس وجامعات سے شائع ہونے والے جرائد، مجلّات ورسائل میں اُس عظیم مجاہد، زاہد ودرویش کی زندگی پر مضامین، مقالات اور خصوصی شمارے شائع ہو کر منظرِ عام پر آتے رہیں گے۔ اور حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے متعلق مضامین ومقالات سے خود صاحبِ مضمون ومقالہ نگار کی شان تو بلند ہو سکتی ہے تاہم حضرت کا مقام اور اُن کی ہستی ان چیزوں سے کہیں زیادہ اعلیٰ وارفع ہے۔

حضرت شیخ مرحوم سے پہلی شناسائی

ہم نے حضرت ڈاکٹر صاحب کا نام ۹۰ء کی دہائی میں سن رکھا تھا مگر ملاقات کا موقع نہ ملا۔ تا آنکہ جولائی ۲۰۰۳ء میں اپنی عربی تالیف مخزن العلم والأدب پر تقریظ لکھوانے کی غرض سے پہلی مرتبہ اکوڑہ خٹک حاضری ہوئی۔ اسی پہلی اور یادگار ملاقات نے دلکش نقش ثبت کردیا اور اتنا متأثر کیا کہ حضرت سے والہانہ محبت ہوگئی اور ہمیشہ کے لئے اُن کا شیدائی ہوگیا۔ عجیب یادگار ملاقات تھی، زبان وبیان سے اس کی صحیح ترجمانی نہیں ہوسکتی، کیفیات کی ترجمانی زبان سے ویسے بھی مشکل اور بڑی حد تک ناممکن ہوتی ہے۔

زندگی میں پہلی مرتبہ ایسی شخصیت کو دیکھا تھا جو حدیث کی بلند پایہ کتب پڑھا کر گھر جاتے ہوئے اپنی زمین کی کھیتی باڑی میں ایک عام کاشتکار ومحنتی کی مانند مصروف رہتا ہو۔

اور پھر اس فقیر وعاجز کے ساتھ بغیر کسی سابقہ تعارف وشناسائی کے جتنا اکرام کا معاملہ کیا اُس نے احقر کو ہمیشہ کے لئے اُن کا دیوانہ بنادیا اور یقیناً کسی ماہر ترین عامل کا تعویز بھی اتنا مؤثر نہیں ہوسکتا، نہ ہی کوئی مجرب وظیفہ اتنا اثر کرسکتا، جتنا اثر حضرت کی اسقدر سادگی، عاجزی، تواضع وانکساری نے کیا۔ اُن کی حد درجہ خاکساری وانکساری نے اُنہیں محبوب بنادیا۔ وقت کیساتھ ساتھ یہ تعلقات بڑھتے اور مستحکم ہوتے رہے، گویا کہ ہم نے اپنا مطلوب اور گوہر مقصود پالیا تھا۔

پھر مرور زمانہ کے ساتھ یہ احقر حضرت کی توجہات' الطاف وعنایات اور احسانات کے زیرِ بار ہوتا چلا گیا۔ اور حضرت رحمہ اللہ نے خصوصی شفقتوں سے اتنا قریب کردیا تھا کہ اب صدمۂ فراق کے احساس نے ماؤوف کردیا ہے، وقتاً فوقتاً اُن کا چہرہ مبارک نظروں کے سامنے آتا ہے تو پھر اُن کی یاد ستاتی ہے۔ غرضیکہ حضرت رحمہ اللہ سے احقر کا دوطرفہ تعلق کافی گہرا، اور مضبوط تھا۔

ہماری دعوت پر کراچی آمد

۱۴/اگست ۲۰۰۳ء کو ہماری دعوت پر عربی تالیف مخزن العلم والأدب کی تقریب رونمائی میں شرکت کے لئے کراچی تشریف لائے ہم حضرت کو لینے ایئرپورٹ گئے تو جہاز سے اتر کر بہت جلد باہر تشریف لائے، ایک ہاتھ میں عصا دوسرا خالی، کوئی سوٹ کیس، اٹیچی یا بیگ ندارد، ہم نے یہ سمجھ کر کہ شاید حضرت جلدی میں اپنا سامان بھول آئے پوچھا کہ حضرت آپ کا بیگ وغیرہ کہاں ہے؟ تو حضرت نے اپنی بغل کی طرف اشارہ فرمایا، معلوم ہوا کہ دھوتی میں کپڑے کا ایک جوڑا موجود ہے۔

دوسری شب یعنی ۱۵/ اگست کو تقریب تھی اُس موقعہ پر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب پر اپنے خیالات و

تأثرات جس پُر خلوص اور بھرپور انداز میں پیش کئے وہ ریکارڈ پر موجود ہیں ۔ یہ اُنکی انتہائی محبت ،شفقت وکرم نوازی تھی کہ ہمارے تصور وخیال سے بھی کئی گنا بڑھ کر پُر زور مقالہ پیش کر دیا۔

پروگرام سے فراغت کے بعد باوجود اصرار کے گھر میں سونے کے بجائے یہ کہہ کر مسجد میں سونے کو ترجیح دی کہ میں طالبِ علم ہوں، مسجد میں ہی قیام کروں گا۔صبح نہانے کیلئے بھی مسجد کے واش روم کو استعمال کیا اور اصرار کے باوجود کپڑے دھونے کیلئے نہ دیئے، فرمانے لگے اپنے گھر پہنچ کر دُھل جائیں گے۔

۲۰۰۶ء میں ہماری سابقہ اہلیہ بیمار ہوئیں ، حضرت نے دورانِ سبق دورہ حدیث و دورہ تفسیر میں بھی خصوصی اہتمام کے ساتھ دُعا کرائی ، غالبًا یہ شعبان کا مہینہ تھا۔

۲۷ رمضان المبارک ۲۸/ ستمبر ۲۰۰۸ء کو احقر کی اردو تالیف ''حق و باطل کی پہچان'' جس پر حضرت نے گرانقدر تقریظ لکھی تھی، اُس کی تقریب رونمائی میں شرکت فرمائی اور زبردست پذیرائی فرمائی۔

بعدازاں ماہِ رمضان میں ختم قرآن کی تقریب میں دعوت پر تشریف لاتے اور تین دن قیام رہتا۔نمازِ فجر کے بعد حضرت کے پُر اثر و پُر مغز بیان سے مصلیانِ مسجد خوب مستفید ہوتے، خوب رونق لگی رہتی ۔ یہ سلسلہ چند سال رہا، تا آنکہ علالت کی وجہ سے سفر ممکن نہ رہا۔

اس اثناء میں حضرت سے صحبت و رفاقت میسّر رہی اور بہت کچھ حاصل ہوا۔

باوجودیکہ حضرت سن رسیدہ، بیمار اور ضعیف تھے، انہیں خاص کر دورانِ سفر خادم کی ضرورت تھی مگر صرف اس اس لئے کہ بلانے والے پر بوجھ نہ ہو کبھی اشارۃً بھی اس کا اظہار نہیں کیا، بلکہ پیشکش کے باوجود منع کر دیا۔

راولپنڈی تشریف آوری

نومبر ۲۰۰۸ء میں احقر کا نکاح پڑھانے کیلئے اکوڑہ خٹک سے راولپنڈی تشریف لائے ، اور انتہائی جامع الفاظ و انداز میں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کینٹ ایریا میں نکاح پڑھایا اور رخصت ہوئے۔

ہماری پہلی بچی پنڈی میں تولد ہوئی ، اُس موقع پر مبارکباد دینے اہلیہ سمیت پنڈی تشریف لائے اور دعاؤں سے نوازا۔

کراچی جب بھی آنا ہوتا احقر کو موقع بہ موقع زیارت و خدمت کا شرف حاصل ہوتا ، بلکہ یہ احقر کراچی میں گویا حضرت کا میزبان ہوتا۔

ایک مرتبہ احقر کی پنڈی آمد پر حضرت صاحب رحمہ اللہ، اکوڑہ سے تشریف لائے اور احقر کو ساتھ لیکر مرحوم میجر جنرل ظہیر الاسلام عباسی کے گھر گئے اور اُنکی اولاد سے تعزیت فرمائی ، مرحوم کے لئے بڑی دعا فرمائی۔

ایک مرتبہ حضرت کے ہاں اکوڑہ حاضری ہوئی گرمی کا موسم تھا، رات وہیں قیام کیا صبح سویرے حضرت

دھوتی لیکر آئے اور فرمایا مولانا دھوتی پہن کر اس ٹیوب ویل کے نیچے خوب اچھی طرح نہالیں تازہ اور اچھا پانی ہے۔ گرمی ختم ہوگی اور تازہ دم ہو جائیں گے۔

آخری ملاقات

حضرت سے زندگی کی آخری ملاقات اِس سال ۱۴/اگست ۲۰۱۵ء بروز جمعہ ہوئی، اس روز بھی حضرت نے گاڑی بھیج کر پنڈی سے بلوایا، ظہرانے کا انتہائی پُر تکلف اہتمام فرمایا، حالانکہ خود علیل و صاحبِ فراش تھے۔کھانے سے فراغت پر حضرت نے باصرار وہیں قیلولہ و آرام کروایا۔ رخصت ہوتے ہوئے حضرت نے تحائف دیئے۔ بوقتِ عصر وہاں سے نکلتے ہوئے دل میں احساس و ادراک ہوگیا تھا کہ شاید اب زندگی میں دوبارہ ملاقات نہ ہو سکے۔ اظہار نامناسب سمجھا، تاہم خادمِ خاص کو کمرے کی دیوار پر نصب حضرت کی سندات کو اپنے موبائل پر ارسال کرنے کے لئے کہہ دیا، اور انہوں نے اُن کی تصاویر بھیج دیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

بوقتِ عصر حضرت مولانا عبد القیّوم حقانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں اُن کے جامعہ ابوھریرہ روانہ ہوئے۔ رات شاندار طعام و قیام کے بعد صبح کچھ ناشتہ بھی اُن کے پاس ہوا، بعد ازاں کچھ دوسرے علماء اپنے ساتھ لے گئے، بعض مقامات پر مختلف ادارے دیکھنے کا موقع ملا اور خوشی ہوئی۔

حضرت رحمہ اللہ کی شفقت و برکت سے ایک مرتبہ دار العلوم حقانیہ کے دورہ حدیث کے طلبہ سے خطاب کا موقع ملا، حضرت نے دورانِ سبق اپنا درس موقوف کر کے مجھے حکم دیا کہ طلبہ سے کچھ خطاب کروں، کون کون سے واقعات و احسانات شمار کراؤں۔ غرضیکہ حضرت کے ساتھ ۲۰۰۳ء سے تادمِ وفات برابر تعلق رہا، اور اس دوران جلوت وخلوت میں بار ہا رفاقت وصحبت رہی۔

حضرت سے آخری بار رابطہ، وفات سے پہلے جمعہ کی شب ہوا، مدرسہ علامہ سید محمد یوسف بنوری ٹاؤن حاضری ہوئی، مولانا فضل محمد یوسفزئی دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات ہوئی، دورانِ گفتگو میں نے فون پر رابطہ کر کے حضرت مولانا فضل محمد صاحب سے بھی بات کروائی۔

دو محسن شخصیات

یوں تو حضرت نے بار بار کئی طرح کے احسانات کیئے، خصوصاً حضرت نے احقر کی عربی اور اردو تالیف پر جو گراں قدر جامع اور بے مثال تقریظ لکھی اور تقریب رونمائی میں حوصلہ افزائی و بھرپور پذیرائی فرمائی ہے اگر اس کی مکافات میں حضرت کی شان پر کئی ضخیم کتب بھی لکھی جائیں تب بھی حق ادا نہ ہو سکے گا، کوئی بھی شریف النفس اور اصیل اپنے محسن کے احسان کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ یقیناً اور بھی کئی شخصیات کے احسانات ہونگے مگر میں دو

ہستیوں کے احسانات کو ہمیشہ یاد رکھوں گا، وہ خود بھی یاد رہیں گے، ایک یادگارِ اسلاف فخر المحد ثین ہمارے محسن وشفق مربی اُستاذ العلماء حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیۃ اور دوسرے ہمارے محبوب ومربی ومحسن استاذ العلماء شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سیّد شیر علی شاہ صاحبؒ یہ دونوں بڑے اور عظیم محسن ہیں۔

سفرِ آخرت

آپ کا سفرِ آخرت عوام وخواص سب کیلئے اور بالأ خص علما و دینی خدمات سے وابستہ ذمہ دار حضرات کیلئے دعوتِ غور وفکر، باعثِ جستجو اور لمحہ فکریہ ہے کہ کسی قسم کی تشہیری مہم تو درکنار ذرائع ابلاغ سے خبر بھی نہ ہونے کے برابر، کوئی اہم پُرکشش منفعت بخش عہدہ ومنصب نہیں، نہ ہی کسی فرد یا ادارے کی طرف سے وسائل کی فراہمی، نہ خصوصی ٹرین، نہ ہی چھٹی کا دن' پھر بھی اتنا بڑا جنازہ جو کئی میل تک پھیلا ہوا ملکی تاریخ کا تاریخی جنازہ، اتنا بڑا مجمع اور جمِّ غفیر اس سے قبل نہ دیکھا گیا، پھر شرکاء کی غالب اکثریت علماء، طلباء، صلحاء، محدّثین، مفسرین، مبلغین، قراء، حفاظ، معلمین، مجاہدین اور دین کا درد رکھنے والے حضرات۔ ایسے لاکھوں افراد کہاں سے اور کیسے جمع ہو گئے،

آخر وہ کونسی وجوہات تھیں جو اتنی مخلوق کو کھینچ لائیں۔ وہ خصوصیات، خوبیاں اور صفات جنہوں نے لاکھوں کو انکا گرویدہ بنا دیا، شیدائی وفدائی بنا دیا وہ حضرت کی للّٰہیت، اخلاص، تواضع وانکساری، خاکساری، غریب پروری، سخاوت و فیاضی، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل، ضعفاء، فقراء، مساکین، مستضعفین اور مفلوک الحال لوگوں کی اعانت ہمدردی وحمایت، اور مشکل سے مشکل ترین حالات میں حق پر استقامت، احیاء واقامت وغلبۂ دین کیلئے عزیمت کے باعزت راستہ کو اختیار کرنا، کسی قسم کی ترغیب وترہیب کی پرواہ کئے بغیر بلا خوفِ لومۃ لائم اپنے صحیح و درست موقف کا برملا اظہار، انتہا درجہ کی سادگی، زہد وقناعت، عمومی وعوامی طرزِ زندگی، ہر شخص بلا کسی تردد ورکاوٹ کے جب اور جہاں چاہتا ملاقات کرتا، اپنا کام کراتا، بلکہ بسا اوقات گھر سے مدرسہ اور مدرسہ سے گھر آمد ورفت کے دوران لوگ اپنے کاموں کیلئے راہ چلتے اپنے ساتھ لے جاتے، سیکڑوں کے جھگڑے ختم کرائے، سیکڑوں افراد وخاندانوں، تنظیموں تحریکوں کے اختلافات ختم کرائے' صلح ومصالحت کرائی، یہ ایسی خوبیاں اور اوصاف تھے جنکی وجہ سے وہ محبوبِ خلائق بن گئے۔ حمایت واعانتِ حق انکی زندگی کا اہم وعظیم تر مشن تھا جو انہوں نے بہرصورت بخوبی نبھایا۔

اصل اور سب سے مشکل کام حق پر استقامت ہے اور وہ بھی نامُساعد اور مشکل تر حالات میں تو اور بھی مشکل ہے اور استقامت ہی اصل اور بڑی کرامت ہے بلکہ برتر از ہزار کرامت ہے۔ ارشادِ ربّانی فاستقم كما أمرت اور ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شَيَّبَتني هُودٌ وأخواتها اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی قل امنتُ بالله ثم استقم اس کی اہمیت کو بخوبی واضح کررہے ہیں۔

محبِّ وطن خیر خواہ ملت

وہ ملک وملت کے حقیقی خیر خواہ تھے، ملک کی ترقی وخوشحالی کے متمنی تھے۔ وہ مملکت خداداد کے سچے خیر خواہ تھے، وہ ہر طرح کے ظلم و جبر، استعماری واستحصالی نظام کیخلاف تھے، اور سخت نالاں تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اس ملک کی بقاء، ترقی واستحکام وخوشحالی اُسکے مقصدِ قیام (نظریہ پاکستان) پر عمل میں مضمر ہے۔ اسکے بغیر ان اعلیٰ مقاصد کا حصول ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے۔

وہ دنیا بھر میں اسلام ومسلمانوں کی محکومیت، مغلوبیت، مظلومیت ومقہوریت پر ہمیشہ نالاں، حزین وغمگین رہتے، مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا سُن کر دل تڑپ جاتا، بے چین و بے قرار ہو جاتے۔ ایسے حالات کو سُن کر برداشت کرنا اُن کیلئے کسی طرح سوہانِ روح سے کم نہ تھا، اسی وجہ سے وہ خبریں سننے اور اخبار پڑھنے سے کوسوں دور و نفور رہتے، اُن کے دردِ دل کو صرف اہلِ دل ہی سمجھ سکتے تھے۔

وہ مسلمانوں کی موجودہ دردناک حالت، اور انکی ذلت وپستی پر ہمیشہ کُڑھتے تھے۔ اسی لئے وہ ملک میں نفاذِ اسلام اور غلبہ واستحکام مسلمین کیلئے ہر ممکن و ہر طرح کوشاں رہے۔ دین اسلام کا غلبہ اُن کی دلی تمنا وتڑپ تھی۔ اور جہاد سے اُن کی لازوال محبت بھی یقیناً اسی مقصدِ عالی کے حصول کے لئے تھی، وہ جانتے تھے کہ اس مقصدِ عظیم کا حصول بغیر جہاد کے ناممکن ہے۔

جہاد افغانستان کے داعی وشیدائی

۲۰۰۱ء میں افغانستان پر کفار ومشرکین اور ملحدین ومنافقین کی یلغار کے نتیجہ میں وہاں سے امارتِ اسلامیہ کے سقوط کے بعد جہاد کے بڑے بڑے دُعاۃ و نام لیواؤں نے خاموشی میں عافیت سمجھی، بعض نے روپوشی اختیار کی، بعض نے دوسری لائن اختیار کرلی، اور بعض نے تو حُلیہ اور نعرہ بھی تبدیل کرلیا، اور اپنے کو معتدل و روشن خیال باور کرانا شروع کیا۔ ایسے حالات میں بھی حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے موقف پر جمے اور ڈٹے رہے، اور اسی کی اشاعت اور پذیرائی میں لگے رہے۔ مداہنت اور مصلحت پسندی کو اپنے قریب نہ آنے دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ پر کامل توکل رہا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں تمام اَعداء کے شر سے ہر طرح محفوظ رکھا، تمام تر کوشش وخواہش کے باوجود حکمران بھی اُن پر ہاتھ نہ ڈال سکے۔

ہمارے حضرت رحمہ اللہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد اور شیخ اُسامہ بن لادن رحمہما اللہ تعالیٰ کے قریبی ومعتمد ترین احباب میں سے تھے، اور وہ دونوں حضرات مرحوم ڈاکٹر صاحب کو عزت واحترام اور بنگاہِ توقیر دیکھتے تھے، وہ بڑے غیور تھے، اور غیرتمند اللہ کا محبوب ہوتا ہے جیسے کہ ارشاد نبویؐ ہے إن الله يحبُّ من عباده الغيور

وہ اہل حق کی ہر جماعت وتنظیم سے مخلصانہ، وناصحانہ تعلق ومحبت رکھتے، انکی تائید وتصویب وحوصلہ افزائی وقدر افزائی فرماتے۔ اسی طرح وہ باطل کی ہر شکل ونمونہ سے نفور وکوسوں دور تھے۔ گویا یہ انکی سرشت وطبیعت تھی اور یہی اوصاف انکا طرہ امتیاز تھے۔ ''وہ امتِ مسلمہ کے مابین اتحاد واتفاق کے داعی وساعی تھے''

انتشار وخلفشار پر دل گرفتہ ہوتے

وہ ماہِ رمضان اور عیدین کے چاند سے متعلق صوبائی ومرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کے اختلاف سے پیدا شدہ انتشار وخلفشار پر بہت نالاں اور دل گرفتہ ہوتے، اُنکی تمنا وخواہش تھی کہ ملک بھر کے تمام مسلمان ایک ہی تاریخ و دن کے اعتبار سے اپنے دینی و مذہبی شعائر بجالائیں، وہ چاہتے تھے کہ زمانہ حال کے اکتشافات وآلاتِ جدیدہ اور دیگر ذرائع و وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے علمائے کرام اس کا متفقہ حل نکالیں۔ اور یقیناً جدید ترقی یافتہ آلات و وسائل سے اس سلسلہ میں کافی راہنمائی اور مدد مل سکتی ہے۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے جانے سے قبل ہی اپنی زمین میں سے مسجد و مدرسہ تعمیر کر کے جنت میں پیشگی اپنے گھر اور صدقۂ جاریہ کا مستقل بندوبست وذریعہ بھی بنالیا تھا۔

اُن کا جنازہ اتنا بڑا نہ ہوتا، اُنکی قبر سے خوشبو نہ بھی آتی تب بھی ہمیں اُن کی ولایت پر یقین اور اُن سے بھرپور محبت تھی ان باتوں سے اس میں مزید اضافہ ہوا ہے۔

تمام تعریفیں اُس پروردگار کیلئے ہیں جس نے حضرت سے متعلق ہمارے حُسنِ ظن کو ہمارے گمان وتصور سے زیادہ سچا اور صحیح ثابت کر دکھایا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس کے بالاخانوں میں درجاتِ عالیہ اور اپنے محبوبین اور مقربین کا قرب و جوار نصیب فرمائے۔ اُن کے احساناتِ عظیمہ کا بدلہ وہی دے گا جس کی رضاجوئی کے لئے وہ سب کچھ کرتے رہے۔

ربِّ هب لی مذلّة وانكساراً — وأنلنی تواضعاً وافتقاراً
وأذقنی حلاوةً وَّ اصطباراً — واجعل لی بالمدينة قراراً
أحبُّ الصالحين ولستُ منهم — لعلَّ الله يرزقنی صلاحاً

الٰہی وہ ہستیاں کس دیس میں بستی ہیں
جنہیں دیکھنے کو آج آنکھیں ترستی ہیں

مولانا محمد اسماعیل حقانی

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ...... کچھ یادیں کچھ باتیں

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے ڈاکٹر صاحب کا نام سب سے پہلے ایک اخبار میں پڑھا تھا، جب میں ساتویں جماعت کا طالب علم تھا یہ وہ دن تھے جب ڈاکٹر صاحب جمعیت علمائے اسلام کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کا الیکشن لڑ رہے تھے، ان کے نام کے ساتھ مولانا کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر کا سابقہ دیکھ کر مجھے حیرت آمیز مسرت ہوئی کیونکہ میرے اس وقت کے اسکولی ذہن کے لئے یہ بات بہت غیر معمولی اہمیت کی حامل تھی کہ کوئی عالم دین دینی علوم کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ کسی یونیورسٹی کا بھی ڈگری یافتہ ہوسکتا ہے، چونکہ جمعیت علمائے اسلام سے بچپن سے ایک تعلق خاطر ہے اس لئے ڈاکٹر صاحب سے عقیدت ومحبت کا تخم اسی وقت سے دل کی نرم زمین میں پڑ گیا اور جوں جوں وقت گزرتا گیا اور ان کے اوصاف وکمالات علم میں آتے رہے ان سے عقیدت میں ترقی ہی ہوتی رہی ڈاکٹر صاحب کی زندگی کا بیشتر حصہ علوم اسلامیہ کی تدریس میں گزرا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس میدان میں خاصی شہرت ومقبولیت عطاء فرمائی۔

خیبر پختونخوا کے آفتاب ومہتاب

الحمدللہ خیبر پختونخوا میں علماء کی کمی نہیں ہے بڑے بڑے ماہرین فن مختلف مدارس میں داد تحقیق حاصل کررہے ہیں، لیکن اس دور اخیر میں اس خطے کے دو علماء کو خاص طور پر جو شہرت ملک اور بیرون ملک میں حاصل ہوئی وہ کم علماء کے حصے میں آئی ہوگی ان میں ایک شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان شہیدؒ اور دوسرے ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ، دونوں پختونخواہ (نہ کہ خیبر پختونخوا) میں علم حدیث میں طلبہ کے لئے مرجع کی حیثیت اختیار کرگئے تھے اور بلا مبالغہ پشتون بیلٹ کے ہزاروں تشنگان علم نے ان سے اپنی علمی پیاس بجھائی۔

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کو سارے مروجہ علوم وفنون پر کامل دستگاہ حاصل تھی لیکن تفسیر، حدیث اور علوم عربیت ان کے ذوق کا اصل میدان تھے، تفسیر میں انہوں نے وقت کے دو جلیل القدر مشائخ حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہم اللہ سے کسب فیض کیا تھا۔

حضرت درخواستی کو راضی کرنے کا یادگار واقعہ

حضرت درخواستی رحمہ اللہ کا دورہ تفسیر چل رہا تھا کسی طالب علم نے کوئی چٹ بھیجی، جس میں غالباً امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی شان رفیع میں سوء ادب کا پہلو نکل رہا تھا حضرت درخواستی رحمہ اللہ اس گستاخی پر سخت ناراض

ہوئے اور اعلام کر دیا کہ بس آئندہ سبق نہیں ہوگا ،اعلان سنتے ہی طلبہ میں تشویش کی لہر دوڑ گئی اب کیا کیا جائے ؟ نہ جانے ماندن نہ پائے رفتن‘‘ والی کیفیت ہوگئی طلبہ نے مشورہ کر کے اپنے میں سے ایک ذہین اور ہونہار ساتھی کا انتخاب کیا کہ وہ عربی میں معافی نامہ لکھ کر حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کرے ،طالبعلم نے عربی میں درخواست لکھی معافی کی التجاء کی اور قرآن کریم کی آیت سے اقتباس کرتے ہوئے اختتام یوں کیا ، اتھلکنا بما فعل السفھاء منا (الآیة) حضرت نے اگلے دن درس شروع کرتے ہوئے فرمایا بھائی کہتا ہے کہ سبق شروع کر دو یہ نو خیز طالبعلم وہی تھے جس کو بعد میں دنیا نے شیخ الحدیث ڈاکٹر شیر علی شاہ کے نام پہچانا۔

کامیاب طرز تدریس

ایک مرتبہ مولانا مفتی زرولی خان صاحب مدظلہ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا ، کہ اگر ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ آج بھی ’’مختصر المعانی‘‘ پڑھانا شروع کر دیں تو میں بخاری شریف کی تدریس چھوڑ کر ان کی شاگردی اختیار کرلوں گا، ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کا انداز تدریس نہایت آسان اور عام فہم ہوتا تھا ،وہ تفسیر اور حدیث کے درس میں طویل طویل تقریروں سے احتراز کرتے تھے اپنی علمیت جتانے سے زیادہ طلبہ کی ذہنی سطح اور استعداد پیش نظر ہوتی تھی ،چند سال قبل انہوں نے اپنی فرمائش پر ہدایۃ النحو اور اصول الشاشی کا دوبار درس دیا ،جس کی ریکارڈنگ موجود ہے کوئی صاحب ہمت اگر ان کو مرتب کرے تو طلبہ کے لئے مفید ہوگا ،

نفاذِ اسلام کے متمنی

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ اعلاء کلمۃ اللہ کا والہانہ جذبہ رکھتے تھے ،اسلامی نظام کا نفاذ ان کی آرزو تھی ،یہی وجہ تھا جس نے انہیں افغان طالبان کی مکمل حمایت پر آمادہ کیا اس سلسلے میں وہ ہر اس شخص یا تحریک کی حمایت کے لئے تیار ہو جاتے تھے جس میں انہیں اخلاص نظر آتا۔

اس سلسلے میں بعض حلقوں کی طرف سے ہدف تنقید بھی بننا پڑا لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی ، لال مسجد کی تحریک شروع ہوئی تو وہ اس کے بھی پر جوش حامیوں میں سے تھے ،اور چاہتے تھے، کہ حکومت کے ساتھ تصادم کے بغیر یہ تحریک اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔

کل تک جو ذات اپنے علمی جواہر پاروں سے طلبہ کے دامنوں کو بھرتی رہی اور جو اپنی گرج دار آواز سے لوگوں کے سینوں کو گرم کرتی رہی آک وہ منوں مٹی کے نیچے محو خواب ہے۔

مولانا ظہور احمد، رستم

حقانی علوم اور لاہوری عرفان کا سنگم

تیری خوشبو نہیں ملتی تیرا لہجہ نہیں ملتا
ہمیں شہر میں کوئی تیرا جیسا نہیں ملتا

زمانہ بڑی تیزی کے ساتھ اہل اللہ اولیاء صلحاء سے محروم ہورہی ہے وہ منظر ابھی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوا کہ امیر المؤمنین فی الحدیث علامہ عبدالحق صاحب امام المحدثین شیخ علامہ نصرین الدین غورغشتوی کے قبر پر تقریر فرمارہے تھے علامہ نصیر الدین غورغشتویؒ کے مقام کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ آج ہم سے سرحد کے شاہ ولی اللہ رخصت ہوگئے جبکہ امام لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری نکات وروحانی کمالات کے ترجمان اور امیر المؤمنین فی الحدیث مولانا عبدالحقؒ صاحب کے محدثانہ شان وتواضع کے امین علامہ ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کے قبر پر تقریر کیلئے احقر کا نام پکارا گیا تو قلب وذہن نے آواز دی کہ آج ہم سے سرحد کے امام لاہوری رحمہ اللہ رخصت ہوگئے امام لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ جس شان سے نکلا تھا اسی شان سے اسکے روحانی وتفسیری نکات کے امین کا جنازہ بھی اسی شان کے ساتھ نکلا اور جسطرح امام لاہوری رحمہ اللہ کے مرقد منور سے خوشبو آرہی تھی وہی منظر وشان شیخ الحدیث علامہ ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کے قبر سے چھلک رہا تھا۔

علم وعمل کا مہتاب

میدان علم وعمل کا یہ ماہتاب جس جگہ ہوتے میر محفل اور رونق محفل ہوتے تھے حضرت امیر المؤمنین فی التفسیر شیخ القرآن شاہ منصوری کے دورہ تفسیر کی اختتامی تقریب میں مہمان خصوصی ہوتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالہادی شاہ منصوریؒ کا بہت بڑا عظیم مقام ہے اس تقریب کا منظر بیان سے باہر ہے

تجھ سے ملتی ہے جہاں کو وسعتِ فکر و نظر
علم کے دریا کا سر چشمہ ترے دیار ودر

مادر علمی سے وفا

کمال تواضع رفعت علم وعمل کی وجہ سے عوام وخواص علماء میں حد درجہ محبوب تھے سارے جہاں میں اسکے علم

وکمالات کی دھوم تھی مسجد نبوی ومسجد حرام سے لیکر احسن العلوم کراچی ومیران شاہ سے ہوتے ہوئے دارالعلوم حقانیہ میں مسند حدیث پر اپنا علمی سکہ جمایا تھا دنیا بھر کے مدارس آپ کو اپنے لئے ایک اعزاز وباعث افتخار سمجھتے تھے کہ آپ ہمیں بھی اپنی خداداد صلاحیتوں میں حصہ دیں مگر قربان جاؤں شیخ الحدیث علامہ ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کی مقام سے آپ نے سب مدارس پر جامعہ حقانیہ کو مقدم رکھا علامہ ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب ایک خدمت شناس اور احسان شناس عظیم شخصیت تھے آپ نے دارالعلوم حقانیہ کو اپنے لئے واجب قرار دیا تھا آپکو یہ احساس تھا کہ میرا علمی پروان یہاں سے پیدا ہوگیا ہے یہی احساس شناسی اور خدمت شناسی کا تذکرہ حضرت شیخ الحدیث علامہ سمیع الحق صاحب سے بھی آخری مکتوب گرامی میں واضح کر چکے ہیں کہ میرے جسم کا ایک ایک بال آپ کا شکر گزار ہے اور میرا جی چاہتا ہے کہ میری زندگی کی آخری سانس بھی دارالعلوم حقانیہ کی نذر ہو اور یہاں دارالحدیث سے میرا جنازہ اٹھے۔

خصوص فن ہے دلیل کمال صاحب فن
مقام مرگ وہی ہے جہاں خلوص نہیں

مولانا سمیع الحق کی رفاقت

آپ نے ہر جگہ اپنی مادر علمی حقانیہ اور شیخ الحدیث ابن شیخ الحدیث بین الاقوامی شہرت یافتہ محدث جلیل حضرت علامہ شیخ الحدیث علانہ سمیع الحق دامت برکاتہم کے عظمت کو پاس رکھا ایک دفعہ یہ دونوں عظیم شیوخ میری عیادت کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہمیں اپنی میزبانی کا شرف عطا فرمایا، ہمارے ہجرہ میں عصر کی نماز استاد العلماء علامہ سمیع الحق دامت برکاتہم کی اقتداء میں ادا کی تو علامہ سمیع الحق دامت برکاتہم نے ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کو فرمایا آپ دعا فرمائے کہ اللہ تعالیٰ یہ حجرہ سرسبز وشاداب آباد رکھے یہ امیر المومنین فی الحدیث علامہ عبدالحق صاحب اور امیر المومنین فی التفسیر علامہ شیخ القرآن عبدالہادی شاہ منصوریؒ کا ہجرہ ہے شیخ الحدیث حضرت علامہ سمیع الحق دامت برکاتہم کے محبت بھرے کلمات اور ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کی دعائیہ الفاظ سے بہت خوشی وروحانی سکون ملا۔ ہماری دعا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث علامہ سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کو اس عظیم درد وجدائی پر صبر عظیم اور اسکی بہتر نعم البدل عطاء فرماوے، اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث علامہ سمیع الحق دامت برکاتہم کو مادر علمی دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ کی آبیاری کی مزید توفیق عطا فرماویں (بقول شمس العلماء علامہ شمس الحق افغانی کہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مؤسس ومہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی شخصیت کی تعمیر وتشکیل اور تکمیل میں مولانا عبدالحقؒ کا اپنا کردار ایک حصہ اور تین حصے مولانا سمیع الحق اور انکے ماہنامہ الحق کے ہیں بنیاد کا پتھر ص ۱۸۹)

خدمات دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم حقانیہ ایک عظیم شخصیات ساز ادارہ ہیں داالعلوم حقانیہ نے ڈاکٹر علامہ سید شیر علی شاہ صاحب جیسا بین الاقوامی محدث اور شیخ الحدیث علامہ عبدالحلیم دیر بابا جی جیسا عظیم محدث اور ولی اللہ پیدا کیا ہے دارالعلوم حقانیہ جیسے عظیم ادارہ نے مفتی اعظم پاکستان فقیہ اور شیخ الحدیث مفتی سیف اللہ حقانی جیسا فقیہ اور شیخ الحدیث علامہ مغفور اللہ دامت برکاتہم جیسا گمنام ولی چلتا پھرتا قرآن قرون اولیٰ کی نشانی ایک عظیم محدث ولی کامل پیدا کیا ہے دارالعلوم حقانیہ کے خوشہ چینوں میں مخدوم مکرم حضرت شیخ الحدیث علامہ ابراہیم فانیؒ جیسا عظیم محدث ، عارف کامل ولی کامل ......خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھی مرنے والے میں اور ہمارے انتہائی مشفق ومہربان بین الاقوامی شہرت یافتہ مصنف وخطیب میدان خطابت میں عطا اللہ شاہ بخاری کے ثانی اور تصانیف کی دنیا میں دور حاضر کے حضرت تھانوی جامع شریعت وطریقت پیکر صدق ووفا حضرت شیخ الحدیث علامہ عبدالقیوم حقانی دامت برکاتہم شامل ہیں رب کریم شیوخ حقانیہ کو اپنی حفاظت میں رکھیں ،اللہ تعالیٰ ہمارے حٔانیہ کو سدا بہار پھول کی طرح سدا بہار رکھے۔

طریق عشق میں گو کاروان پہ کاروان بدلا
نہ ہم نے راہ بدلا نہ میر کاروان ہادی وحق کو بدلا

انجمن سے وہ پرانے شعلہ آشام اٹھ گئے
ساقیا محفل میں تو آتش بجام آیا تو کیا؟
تھا جنہیں ذوق تماشا وہ تو رخصت ہوگئے
لے کے اب توُ وعدۂ دیدارِ عام آیا تو کیا؟

حضرت مولانا مفتی منصور احمد

ایک چراغ اور بجھا

ایک مردِ درویش ،حلیہ بالکل سیدھا سادہ ،سر پر ہلکا خوبصورت عمامہ ،چہرے پر وقار اور نور کی جھلک ،آنکھیں بڑی اور دلکش لیکن شرم وحیا سے جھکی ہوئیں اور ایک ایسی خصوصیت جو انہیں ہزاروں میں ممتاز کردے بارعب، پراثر ،دل ربا اور پاٹ دار آواز میں عربی بولیں تو منہ سے موتی جھڑیں پشتو میں خطاب کریں تو مجمع ہمہ تن گوش رہے اور اردو بولیں تو ایسی تجوید کے ساتھ کہ خود اردو کو اپنے تلفظ پر ناز ہو۔

بے شمار نسبتوں کے امین

ذاتی اوصاف جمیلہ سے ہٹ کر عالی سند دیکھیں تو بلندی کی وجہ سے سر سے ٹوپی گر جائے ،محدث جلیل استاذ المحد ثین حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید جو خود شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ علیہ کے شاگرد ہی نہیں عاشق زار تھے ،عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث اور ایسے محدث اور مدرس کہ آپ کے شاگردوں کو تو آپ پر فخر رہے گا ہی لیکن یقیناً مسند حدیث بھی آپ پر ناز کرتی ہوگی۔

چھیاسی سال عمر لیکن عزم جوان اور حوصلے بلند محنت جفاکشی اور معمولات کی پابندی ایسی کہ نوجوان شرمندہ ہوجائیں علوم نبوت کے کوہ گراں تو فریضہ جہاد کے عاشق زار اسلام کی عظمت پر جان قربان کرنے والوں پر دل وجان سے نثار ہر وقت ان سے ملنے ان کے ساتھ چلنے اور ان کیلئے لکھنے اور بولنے کے لئے مستعد اور تیار زندگی جتنی سادگی سے گزاری جنازہ اتنا ہی عظیم الشان بلاشبہ سروں کے نہیں لیکن دلوں کے حکمران۔

پہلے پہل ان کا نام کہاں دیکھا

بہت پرانی بات ہے لیکن آج بھی کل کی طرح ہی یاد ہے تیس سال تو یقیناً گذر چکے جب راولپنڈی کی جامع مسجد صدیق اکبرؓ میں ہم حفظ کے طالب علم تھے ،روزانہ رات کو نماز عشاء کے بعد پابندی سے مرشدی پیر طریقت حضرت اقدس مولانا عزیز الرحمان ہزاروی دامت برکاتہم کا درس ہوتا۔سامنے ایک عربی کتاب کھلی ہوتی اور آپ بڑی دل سوزی سے عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کی تلقین فرماتے ۔ایک دن تجسس کے ہاتھوں مجبور ہوکر درس کے بعد کتاب کا معائنہ کیا تو وہ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف ''ریاض الصالحین'' کا عرب سے شائع

شدہ نسخہ تھا اور پہلے صفحہ پر کچھ اس سے ملتا جلتا جملہ تحریر تھا استاذ محترم مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب زید مجدھم نے مدینہ منورہ میں ہدیۃً عطا فرمائی بس یہی پہلی بات ہے جو آپ کے حوالے سے اپنی یادداشت کے دریچوں میں جھانکنے سے اس وقت ذہن میں آ گئی۔

یاد نہیں آتا کہ اس کے بعد آپ کی زیارت پہلی مرتبہ کب ہوئی لیکن ایک واقعہ خوب یاد ہے جس نے آپ کی عظمت کے نقوش دل کی گہرائیوں میں پیوست کر دئے ہوا یوں کہ بندہ برادر عزیز مولانا محمد مقصود احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور برادر محترم مفتی محمد مسعود احمد زید مجدہم اور اپنے والد محترم دامت برکاتہم العالیہ کے ہمراہ اکوڑہ خٹک میں رہنے والے اپنے قریبی عزیزوں کے گھر گئے جن سے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے گھریلو مراسم تھے ہم تینوں بھائی اس وقت کراچی میں درس نظامی کے ابتدائی درجات کی کتابیں پڑھتے تھے۔

حضرت رحمہ اللہ تعالی کی خدمت میں کھیتوں میں حاضری

بہر حال بڑوں کا مشورہ یہ ہوا کہ حضرت کی خدمت میں حاضری دی جائے ان کے گھر سے معلوم کروایا تو پتہ چلا کہ آپ اپنے کھیتوں میں تشریف لے گئے ہیں اور وہیں ملاقات ہوسکتی ہے، ہم سب ان کے کھیتوں میں پہنچ گئے جہاں درختوں کے ایک جھنڈ کے درمیان چند چارپائیاں بچھی ہوئیں تھیں جو صاحب وہاں موجود تھے ان کو تعارف کروا کر حضرت سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا، چند منٹ بعد ہی حضرت اس حلیے میں تشریف لائے کہ بیلچہ یا کدال آپ نے اٹھا رکھی تھی اور عام کسانوں کی طرح آپ کے سارے کپڑوں پر مٹی لگی ہوئی تھی، یقین نہیں آتا تھا کہ ہماری آنکھوں کے سامنے اس وقت تفسیر الحسن البصریؒ پر مدینہ یونیورسٹی سے ڈاکٹریت کی ڈگری حاصل کرنے والے نامور عالم اور دنیا کی مختلف زبانوں پر ماہرانہ دسترس رکھنے والے ادیب تشریف فرما ہیں واقعی وہ اسلاف امت کے علوم کے ساتھ ان کے سادہ مزاج اور بے تکلفانہ طرز زندگی کے بھی امین تھے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہم تینوں بھائیوں نے عمامے باندھ رکھے تھے جب حضرت والد صاحب دامت برکاتہم نے یہ تذکرہ کیا کہ الحمد للہ! یہ تینوں بھائی کراچی مدرسے میں پڑھتے ہیں تو آپ نے اپنے مخصوص انداز میں خوب خوشی کا اظہار فرمایا بے پناہ حوصلہ افزائی فرمائی اور قیمتی دعاؤں کے ساتھ یہ بھی فرمایا آپ کو بہت مبارک ہو حضرت حسن بصریؒ نے وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا(الفرقان: ۷۴) "اور اللہ کے وہ نیک بندے یوں دعا مانگتے ہیں کہ ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک پہنچا اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے" کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ اس آیت میں آنکھوں کی ٹھنڈک سے مراد یہ ہے: "انسان اپنے گھر والوں کو اور اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول دیکھے۔"

دارالعلوم کراچی میں ایک ملاقات

وقت گزرتا گیا جب بندہ جامعہ دارالعلوم کراچی میں مدرس تھا تو امارات اسلامیہ افغانستان کی طرف سے ممتاز افغان علماء کے ایک وفد نے ملک بھر کے دینی مدارس کا دورہ کیا۔اس وفد کی قیادت اور ترجمانی حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ ہی فرمارہے تھے اور اس سلسلے میں نماز عصر کے بعد جامعہ کے سبزہ زار میں بزرگ اساتذہ کرام کے سامنے آپ نے جو مختصر لیکن انتہائی مؤثر تقریر فرمائی تھی وہ آپ کی غیرت دینی اور حمیت اسلامی کا شاہکار تھی۔

سیرت طیبہ کی کتابوں میں ہم نے پڑھا ہے کہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اتنے اچھے تھے اور آپ کا لوگوں کے ساتھ برتاؤ اتنا بہترین تھا کہ آپ سے تعلق رکھنے والا یہی سمجھتا تھا کہ شاید میں ہی آپ کی نظر میں سب سے زیادہ اہم اور محبوب ہوں یہی بات ہم نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے امتی کی زندگی میں بھی دیکھی آپ کے جنازے میں مختلف علمائے کرام ہی نہیں آپ کے عمومی شاگرد بھی آپ سے تعلق کی ایسی ہی داستانیں سنارہے تھے جن سے پتہ چلتا تھا کہ شاید وہ ہی حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے زیادہ قریب تھے بلاشبہ یہ اخلاق نبوت کا پرتو اور اعلی انسانی صفات کے اثرات ہیں۔

حضرتؒ کے جنازے میں شرکت کی سعادت

الحمدللہ تعالیٰ! ہمیں آپ کے جنازے میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی اور یہ جنازہ اتنا عظیم الشان تھا کہ اس علاقے کی تاریخ میں اس کی شاید ہی کوئی مثال مل سکے چشم تصور سے دیکھا کہ اسلاف کرام میں سے امام احمد بن حنبلؒ اور امام بخاریؒ کے جنازوں کا جو حال آج تک کتابوں میں پڑھتے آئے ہیں شاید وہ بھی ایسے ہی جنازے ہوں گے ایسی ہستیوں کے جنازوں میں مرحوم شخصیت کیلئے تو دعائے مغفرت ہوتی ہی ہے لیکن اصل امید اور لالچ تو اپنی بخشش کی ہوتی ہے......

اکابرین دیوبند رحمہم اللہ کی طرح آپ نے ہمیشہ شہادت کی تمنا اور آرزو کی، برادر عزیز مولانا محمد مقصود احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر آپ نے رسالے میں اشاعت کے لئے جو تحریری تأثرات عطا فرمائے، اس کے چند جملے یہ ہیں............مقصود شہید ایک دفعہ مجھے تنہائی میں کہنے لگے کہ اب تو میں نے اسلام کی سربلندی کیلئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرنے کا ارادہ کیا ہے، میں نے کہا کہ الحمدللہ بہت ہی مبارک ادارہ ہے۔اور اس پرفتن دور میں رجال صادقین، مخلصین کی پشت پناہی، معاونت ایک عالم کیلئے اہم فریضہ ہے، آخر دم تک مولانا موصوفؒ اپنے اس پاکیزہ معاہدہ پر قائم رہے اور مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ "کے زمرہ میں شامل ہوکر شہادت عظمیٰ منصب پر فائز ہوئے" رحمه الله رحمة الابرار مع جميع الشهداء والشهيدات

ورزقه فی حیات الفردوس صحبة النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین وحسن اولئك رفیقا

کتبه شیر علی شاه

خادم اهل العلم بجامعة دارالعلوم الحقانیه اکوڑه خٹك ۱۸-۵-۱۴۲۹ھ

حضرت اقدس ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے وہ بلاشبہ صدیوں تک پر ہونا مشکل ہے کہ آپ کی شخصیت اس شعر کا بالکل صحیح مصداق تھی

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

علم اٹھتا جارہا ہے

یہ صرف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ہی بات نہیں گزشتہ پندرہ بیس سالوں کے درمیان پاکستان کے جو اکابر اہل علم رحلت فرما گئے ان کے ناموں کی فہرست پر ایک نظر ڈالیں تو خود بخود ذہن میں زبان نبوت سے نکلا ہوا یہ فرمان تازہ ہوجاتا ہے: إن الله لا یقبض العلم انتزاعاً ینتزعه من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤساء جهالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلو واضلوا(متفق علیه) ’’اللہ تعالیٰ علم کو آخری زمانے میں اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں کے دل ودماغ سے اسے نکال لے بلکہ علم کو اس طرح اٹھائے گا کہ علماء کو اس دنیا سے اٹھالے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا اور سردار بنالیں گے ان سے مسئلے پوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے لہٰذا وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے‘‘

اس حدیث پاک کو نقل کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ اہل علم اس دنیا سے ختم ہوگئے کیونکہ اس دین نے قیامت تک رہنا ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت تک ایسے خوش قسمت اور سعادت مند رجال کار پیدا فرماتے رہیں گے جو اس دین کی خدمت اور تحفظ کے لئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کرکے اپنے اسلاف کی روایات کا تسلسل باقی رکھیں گے لیکن جوں جوں قیامت قریب آتی جائے گی ایسے اہل فضل وکمال کی تعداد گھٹتی جائے گی ،اس لئے جو بڑے آج ہمارے درمیان موجود ہیں ان کو غنیمت سمجھ کر ان سے استفادے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے کہ کل یہ چراغ بھی بجھ جائیں گے اور تاریکیاں مزید پھیل جائیں گی ۔

اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سمیت ہمارے تمام اساتذہ اور مشائخ مرحومین کے درجات بلند فرمائے ان کے صدقات جاریہ کی حفاظت فرمائے اور ان کے بعد ہمیں کسی قسم کے فتنے میں پڑجانے سے محفوظ فرمائے (آمین)

مولانا شفیق احمد ملکانوی

منفرد شخصیت

شیخ التفسیر والحدیث ماہر علوم وفنون ادیب شہیر دولت علم وفن کا خزانہ اور پیکر سادگی وتواضع ان تمام کا مختصر عنوان شیر علی شاہ تھا جو نسبی اعتبار سے عالی خاندان سے تھے اور حضرت بھی اور مولانا بھی ! گزشتہ کل تک جنہیں ہم مدظلہم لکھتے اور کہتے رہے اب انہیں رحمہ اللہ لکھا اور کہا جا رہا ہے وائے نصیب ! ہم سے بہت دور ہو گئے رحلت فرما گئے اور راہی بقاء ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خواص امت کا ملجاو ماویٰ

یہ جانے والے کئی خوبیوں صفات اور مزایا سے متصف تھے اس ذات والا، صفات میں عمدگی ایسی کہ مسند تدریس کو ان سے زینت تھی خوبی یہ کہ تقویٰ ورع اور عمل انکا اوڑھنا بچھونا تھا عظمت اس قدر کہ لوگوں کے دلوں پر حکمرانی تھی اور کشش اتنی کہ خواص امت کا ملجأ وماویٰ تھے اس انسان کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے تہ خاک سلادیا۔

خاک بر فرق دولت دنیا
من فشاندم خزانہ بر سر خاک

نسبتوں کے دوش بردار

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ اکابر واساطین کی مبارک اور بہر اعتبار لائق قدر نسبتوں کے امین تھے اور ہاں یہ بھی جی لگتی بات ہے کہ انہوں نے ان پاکیزہ نسبتوں کے حامل ہونیکا اور زندگی کے ہر گام پر اور اپنے ہر قول وکردار سے بڑوں کی ان نسبتوں کے دوش بردار ہونے کا ثبوت دیا ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

سائبانِ امت

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ اپنے خاندان اپنے ادارہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ، حقانی برادری اور دیگر چند افراد کیلئے نہیں بلکہ جماعتوں اور پوری ایک امت کیلئے سائباں تھے، وہ دنیا سے کیا گئے ایک آسمان برکنار ہو گیا مسند الہند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات پر جو پر درد مرثیہ کہا گیا پہلے اسے ملاحظہ کریں مومن خان دہلوی مرحوم کہتے ہیں...... دست بے داد اجل سے بے سروپا ہو گئے

فقر ودیں فضل وہنر لطف وکرم علم وعمل

کیا کسی قدر حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کی وفات پر یہ مرثیہ صادق نہیں آرہا

حاصل عمر نثار رہ پارے کردم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

خلا ہی خلا نظر آتا ہے

ایک عالم ربانی کا عالم بقا کو سدھار جانا کچھ کم المیہ نہیں قحط الرجال کے اس دور میں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کا کوچ کر جانا بڑا خلا پیدا کر گیا کتنا علم اٹھ گیا امت کتنی روشنی سے محروم ہوگئی دنیائے دوں کے اس ظلمت کدہ میں کتنی تاریکیوں کی گھٹا چھا گئی حسرتوں اور محرومیوں کے کتنے بادل محیط ہو گئے لاریب ہر زمانے میں بڑے بڑے راہی بقا ہوئے ان پر بڑے بڑے مرثیے بھی پڑھے گئے اشک بار رونا بھی رویا گیا لیکن یہ بھی ایک حقیقت رہی ہے کہ ماضی میں ایسے اندوھناک مواقع کے پیش آنے پر ادھر ادھر شمال جنوب اور مشرق ومغرب جس طرف بھی نگاہ دوڑائی جاتی کوئی نہ کوئی ایسی شخصیت ضرور نظر آجاتی تھی جو سامان تسلی بنتی نظر آتی تھی مایوسی اور قنوطیت کی فضا نہ بن پاتی تھی اور اب اپنے میں معدودے چند ایک کے تاحد نگاہ خلا ہی خلا نظر آتا ہے بالکل چٹیل میدان ہے یا اسفا علی اسفا

گذری بہار عمر خلیقؔ اب کہیں گے سب
باغ جہاں سے بلبل ہندوستان گیا

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی اس راقم آثم نے تقریر بھی سنی ہے ان کی مجلس کی صحبت بھی اٹھائی ہے وہ ایک عظیم انسان تھے، ہنس مکھ تھے بذلہ سنج تھے مگر انہوں نے علم کی توقیر پر آنچ نہیں آنے دی......

لو كانت الدنيا تدوم لواحد
لكان محمد فيه مخلدا

خلق خدا بسمل ہے

حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ پر یہ مرحلہ آیا مگر سید قدرت شاہ صاحبؒ عرف غازی ملا کے بیٹے اور ذات پاک کے شیر علی شاہ نام کے کسی شخص پر یہ مرحلہ نہیں آیا اور شمشیر اجل صرف شیر علی کی گردن پر نہیں چلی بلکہ موت کا یہ مرحلہ علم پر آیا شمشیر اجل علم پر چلی تب ہی تو دیر تک کا کہرام بپا ہے حدیث پاک میں ہے:

ان اللّٰه لا يقبض العلم انتزاعا ولكن يقبض العلم بقبض العلماء

اللہ تعالیٰ علم کو ایسے نہیں مٹاتے کہ سینے اور صحیفے صاف کردئے جائیں بلکہ سنت اللہ یہ ہے کہ علم کا صفایا علماء کے راہی بقا ہونے میں ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ پر موت کے طاری ہونے سے مرحلہ تدفین کے بعد تک کیا

یونہی خلق خدا گھائل تھی بسمل تھی اور نیم جان تھی حقیقت یہ ہے کہ موت العالم موت العالم کا منظر

مرگ مجنون سے عقل گم ہے میرؔ
کیا دیوانے نے موت پائی ہے

اللہ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلی مراتب نصیب فرمائے (آمین) اور تقسیم میراث نبوت آپ کیلئے صدقہ جاریہ بنے اور آپ کی اولاد آپ کیلئے ولد صالح یدعوا لہ کا مصداق ہو مجھ کم سواد اور ہیچمداں میں اتنا لکھنے کا کہا دماغ تھا اور کیا سلیقہ! البتہ عقیدت کے ناطے چند سطور لکھنے کا سواد ضرور تھا مگر نوبت بایں جارسید! بقول حضرت میر تقی میر......

لکھتے رقعہ لکھے گئے دفتر
شوق نے بات کیا بڑھائی ہے

عرشِ اعلیٰ پر بپا ہے حشر فریاد و فغاں
ہائے رخصت ہوگیا دنیا سے وہ شیخ زماں
بن گیا ماتم سرا اُف دیوبندی میکدہ
کون ہوگا ساقی مہوش برائے تشنگاں

ڈاکٹر مولانا حافظ صالح الدین حقانی
چیئرمین، شعبہ اسلامیات عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

نشان عظمت ماضی

نہیں تیری طرح کوئی وفاؤں کے نبھانے میں

اس دنیا میں کسی کو دوام نہیں، جانا تو ہر ایک کو ہی ہے لیکن موت موت میں فرق ہے۔موت اگر کسی کے آنگن میں آئے تو ایک ہی مرتا ہے لیکن عزرائیل علیہ السلام اگر کسی نابغہ روزگار شخصیت کے دروازے پر دستک دے دے تو ایک نہیں پوری قوم کا جنازہ اٹھتا ہے۔

بروز جمعہ بتاریخ ۳۰ اکتوبر، ۲۰۱۵ء موبائیل فون پر اکثر احباب کی طرف سے ایک ہی خبر آنا شروع ہوئی کہ شیخ الحدیث استاذی حضرت علامہ مولانا سیّد ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب انتقال فرما گئے ہیں. انّا للّٰه و انّا الیه راجعون،اللّٰھمّ اجرنی فی مصیبتی وخلف لی خیرا منھا اوردتو دل ہی دل میں کرتا رہا یہاں تک کہ اس حقیقت کی تصدیق اپنے شاگرد رشید مفتی رحیم داد سے کرا کر درد والم کی کیفیت کا سلسلہ شروع کرایا۔آنسوؤں کے ایک بے اختیار سمندر کی شروعات ہوئی ۔ رات کو بستر پر کروٹیں بدل بدل کر دورہ حدیث والے سال کی یادیں، صحیح بخاری(جلد ثانی) اور سنن الترمذی کے دروس،حضرت کی فصاحت و بلاغت، بہترین تطبیقات،ضرب الامثال اور روزانہ درس کے بعد حضرت کی دارالعلوم والی کوارٹر میں خصوصی نشست، کی یادوں میں محو تھا کہ منادی نے صبح کی نماز کے لیے اذان دی،فرض پڑھنے کے بعد خادم سمیت دار العلوم روانہ ہوا،اشراق کے وقت دارالعلوم حقانیہ پہنچا، تھوڑی ہی دیر میں حضرت کی لاش مبارک کو زائرین کے آخری دیدار کے لیے طلبا اور خدام کے ایک جمّ غفیر کے ساتھ لایا گیا۔راقم نے دیدار اور طویل مراقبہ کے بعد دار العلوم کی زیر تعمیر تہہ خانے کی طرف رخ کیا تاکہ مہتمم و استاذ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق کے ساتھ تعزیت کیا جائے،جو ہی ہال پر نظر پڑی جناب مہتمم صاحب ایک کرسی پر جلوہ افروز ہیں جناب عبد القیوم حقّانی صاحب کے ہاتھ میں مائیک ہے پوری دنیا سے اکابر علماء، ممتاز دانشور حضرات ،صحافی ، بیرونی مما لک کے سفیر،قبائلی عمائدین اور طلباء کرام تشریف لا رہے ہیں حضرت حقانی صاحب تین تین منٹ کا موقع مقررین کو دے رہے ہیں ۔اسی گفتگو میں ہم نے حضرت کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات ایک دوسرے کے ساتھ شیر بھی کیے۔آج ایسے ہی چند لمحات ’’الحق‘‘ کے قارئین کے ساتھ شیئر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

پہلی شناسائی

راقم الحروف نے ۱۹۹۹ء میں جب موقوف علیہ مدرسہ انوار محمدیہ بازار شہیدان مردان میں شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد خاص استاذی ومرشدی شیخ الحدیث، بقیۃ السلف مولانا مطلع الانوار صاحب دامت برکاتھم کے ساتھ مکمل کیا۔تو بندہ کی ذاتی میلان اسی ہی مدرسہ میں دورہ حدیث کا تھا،لیکن جب استخارہ کیا گیا اور حضرت کوخواب سنایا گیا توانھوں نے فرمایا،''میری ذاتی رائے بھی یہی تھی جو کہ استخارے میں بالکل واضح ہوئی کہ آپ مرکز علم، دیوبند ثانی جامعہ حقّانیہ اکوڑہ خٹک جائیں کیونکہ وہاں جو کچھ آپ کو حاصل ہوگا وہ برکات آپ کو کسی بھی جگہ حاصل نہیں ہوسکتیں اور مزید فرمایا شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ میرے جلالین کے استاذ تھے،میری خواہش یہی ہے کہ آپ اس موقع کو ضائع نہ کریں،ساتھ ہی شیخ الحدیث جناب مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتھم کے نام ایک تفصیلی خط بھی دیا......المختصر جامعہ حقانیہ میں درجہ دورہ حدیث میں داخلہ مل گیا اور احاطہ مدنیہ کے چوتھی منزل کمرہ ۱۲۳ میں اقامت اختیار کی۔

جامعہ حقانیہ کے آنکھوں دیکھے برکات کاادراک واعتراف

علماء امت کا تو اس حقیقت پر اجماع ہے کہ جامعہ حقانیہ روحانی انوار و برکات کا ایک عظیم مرکز ہے اور ہر طالب علم اپنی حیثیت کے مطابق علم وعمل کی خوشبو لے کر اس کو پوری دنیا کے اندر بانٹنے میں مصروف عمل ہوتا رہتا ہے۔کوئی میدان ایسانہیں ہوگا جس میں اس مادر علمی کا سپاہی اپنے حصے کا کام نہیں کررہاہو من شاء فلیجرّب۔

ڈاکٹر صاحبؒ کا مروّجہ دنیوی تعلیم ڈاکٹری کی طرف عدول: ایک منفرد انوکھا واقعہ

روزانہ درس ''صحیح البخاری'' کے بعد راقم کا اپنے چند اور ساتھیوں سمیت آپ کے کمرے میں ایک خصوصی نشست کا بلا ناغہ اہتمام ہوا کرتا تھا۔حضرت تھوڑی سا سکھ کا سانس لیکر ہمارے انفرادی سوالات کا جوابات اور کچھ ملفوظات عرض فرمایا کرتے تھے۔میری ایک کمزوری تھی جو کہ اب بھی ہے کہ ہر چیز کو قید تحریر میں لانے اکا اہتمام کرتا ہوں (حضرت کے دروس اور دیگر اصلاحی بیانات کا وافر ذخیرہ اب بھی موجود ہے)استاذ محترم جب موڈ میں ہوا کرتے تھے تو بعض عجائب وغرائب اور اپنی انفرادی تجربات سے ہمیں بہرہ ور فرمایا کرتے تھے۔

لفظ ڈاکٹر پر دلچسپ لطیفہ

''یہ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ کی ۲۴ تاریخ کا واقعہ ہے کہ استاذ محترم کا کراچی کے ایک سفر سے واپسی ہوئی ہے جس میں آپ کے ساتھ اُستاذ محترم شیخ الحدیث مولانا حسن جان شہیدؒ سمیت دیگر علما بھی تھے۔جب راقم نے آپ سے سفر کی عافیت کی بابت پوچھا تو فرمایا الحمدللہ بہت دلچسپ سفر رہا۔ہاں دوران سفر جہاز میں ہمارے ایک

ساتھی کو شدید سر کا درد لاحق ہوا۔لیکن مولانا حسن جان کا اللہ بھلا کریں انہوں نے اپنی ہینڈ بیگ سے انجکشن نکال کر اپنے ہاتھوں سے لگایا اور تھوڑی ہی دیر میں اس کو کافی افاقہ ہوا۔۔یار مجھے انجکشن لگانا نہیں آتا ہے اور مولانا حسن جان کو آتا ہے......پھر فرمایا چند ہفتے پہلے گھر میں ایک بوڑھی خاتون ہاتھ میں کچھ دوائی پکڑے آگئی اور کہنے لگی مجھے ڈاکٹر صاحب سے یہ ادویات چیک کرانی ہیں۔جب مجھ سے ملاقات کرائی گئی تو میں نے معذرت کرلی اور کہا کہ ابئی زه هسپتالی ڈاکٹر نه یم ،پی ایچ۔ڈی ڈاکٹر یم یعنی محترمہ: میں پی ایچ۔ڈی ڈاکٹر ہو،انگریزی ادویات سے کوئی واقفیت نہیں ہے۔و علی کلّ حال،دل ہی دل میں کہنے لگا کاش؛اگر اس فن کی کچھ شُد بُد ہوتی تو خدمت کا یہ موقع بھی ضائع نہ ہونے دیتا' حضرت کی ان دونوں واقعات کو غنیمت سمجھ کر میں نے عرض کیا کہ ''شیخ صاحب! میں اس ہی کمرے کے اندر آپ کو اس فن کی ا۔ب۔ت سکھانے کے لیے تیار ہوں......

اس کے بعد حضرت والا سے بہت قریبی مراسم پیدا ہوئے۔آپ نے سفر اور حضر میں ساتھ رہنے کے مواقع دیے، ہر موقع پر کمال درجے کا شفقت فرماتے رہے...... یہاں تک کہ میری دورہ حدیث سے فراغت پر میرے انفرادی دستار بندی کے لیے میرے دیگر اساتذہ جناب شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ باباجی صاحب، جناب دیر باباجی صاحب جناب حافظ شوکت صاحب سمیت آپ بھی تشریف لائے۔

مجھے دیگر وصایا کے ساتھ آپ نے فرمایا تھا کہ مولانا تحقیقی ایشو کو مدنظر رکھ کر کسی بھی یونیورسٹی سے علوم اسلامیہ میں ایم فل اور پی ایچ۔ڈی ڈگریاں حاصل کرنے کی جستجو ضرور کروں ان شاء اللہ عالمی سطح پر اللہ تعالیٰ آپ سے دین متین کا کام لے گا۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

آپ کی دعا میرے حق میں لفظ بہ لفظ قبول ہوئی اور آج اللہ تعالیٰ عالمی سطح پر ناچیز سے دین متین کی خدمت لے رہا ہے۔

ایک مجازی عاشق کو منظوم عربی کلام میں حضرت شیخ کی نصیحت کا ایک واقعہ:

یہ ۲۰۰۵ء کی بات ہے کہ میں اسلام آباد سے آرہا تھا میرے ساتھ ایک دوست بھی گاڑی میں تھا جو مجنون جیسے مجازی عشق میں سرگرداں تھا۔میں نے اسے کہا کہ آپ کے مرض کا علاج تو میں نہ کرسکا البتہ میرے ایک شیخ ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب جامعہ کے شیخ الحدیث اور ہمارے بزرگ ہیں ان سے بذریعہ فون وقت لیتا ہوں اگر انہوں نے وقت دیا تو راستے میں آپ کو ملواؤں گا۔حضرت کو جب فون کیا تو فرمایا ضرور تشریف لائیں اور رات کا کھانا اکٹھے کھائیں گے۔

جوں ہی ہم پہنچے حضرت نے کمال درجے کی شفقت کا مظاہرہ فرمایا۔ضیافت کے بعد ''عاشق'' کی

داستان کو تفصیل سے سننے کے بعد ان کو ایسی نصیحت کی اور جنّت کے حوروں کا ایسا تعارف کرایا کہ یہ نوجوان اس ہی مجلس میں تائب ہوا اور جب ہم اجازت لینے والے تھے تو مجھ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ ڈائری نکالیں تا کہ جاتے جاتے ایک تحفہ دوں اور راستے میں اس کا ترجمہ اپنے ساتھی کو بھی کریں۔آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے مندرجہ ذیل اشعار لکھ دیے......

یامعشر العشاق بالله خبروا — اذا هل عشق بالفتى كيف يصنع

يداوى هواه ثم يكتم سره — ويخضع فى كل الامور ويخشع

إذا لم يجد صبراً لكتمان سره — فليس له شيء سوى الموت ينفع

سمعناو أطعنا متنا فبلغوا — سلامى الى من كان للوصل يمنع

میری ایک کتاب پر کلمات تبریک وتحسین کی بابت کمال شفقت کا ایک عظیم مظاہرہ

مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دعوتی منہج اور آپ کے احسانی خصوصیات سے استفادے کی نیت کو مدنظر رکھ کر ۱۵۵ صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ جب لکھا اور حضرت کے سامنے پیش کر دیا تو انہوں نے کمال شفقت کا اظہار فرمایا اور ایک عمدہ تقریظ تحریر فرمائی۔

حرف آخر

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے شیخ و مرشد نوّر اللہ مرقدہ کا سانحہ ارتحال امت مسلمہ کے لیے اور بالخصوص حضرات علماء کرام، مجاہدین عظام، طلبہ کرام، دینی و مذہبی جماعتوں اور مدارس خصوصاً مادر علمی حقّانیہ اکوڑہ خٹک کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے۔ اس حالت میں حضرت الشیخ کے سایہ کا ہم سے اٹھ جانا جب کہ امّت کا شیرازہ ہر طرف بکھرا ہوا ہے، جو سب پر سائبان کی طرح تھا، جس سائے کے نیچے ہر ایک اپنے آپ کو ایک مرکز سے وابستہ اور منسلک سمجھتا تھا۔ اب جہاں جامعہ حقانیہ کے در و دیوار اُداس اُداس اور حضرت کے اہل خانہ ومتوسّلین غمزدہ ہیں تو وہاں ہر آدمی کا دل اس جان لیوا فراق سے مضطرب، چہرہ افسردہ اور آنکھیں پرنم ہیں......

کہاں سے لائے گی دنیا تیرا ثانی زمانے میں — نہیں تیری طرح کوئی وفاؤں کے نبھانے میں

اگر کہا جائے کہ آپ اس قحط الرجال میں بلا شبہ اسلاف و اکابر کی یادگار، تقوی و طہارت، عجز و انکسار، خشیت و خدا خوفی، زہد و اخلاص، فضل و کمال، معصومیت اور سادگی، تحقیق اور علم و عمل کے اعتبار سے گویا قرون اولیٰ کے قافلے کے بچھڑے ہوئے ایک مسافر تھے جو اپنی حیات مستعار کے ایام پورے کر کے اپنے پیش رو قافلے سے جا ملے تو بے جا نہ ہوگا۔

ڈاکٹر محمد سلیم شاہ

اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

ایک درویش صفت عالم دین

علامہ اقبال نے فرمایا ہے......

نہ شیخ شہر نہ شاعر نہ خرقہ پوش اقبال
فقیر راہ نشین است دل غنی دارد

میں نے اس شعر کا صحیح مصداق اپنی زندگی میں مولانا شیر علی شاہ (مرحوم) کو پایا ہے۔ وہ تمام علم وفضل کے باوجود ایک حقیقی عاجزی کرنے والے عالم تھے۔ انہوں نے کبھی اشارتاً بھی یہ نہیں کہا کہ وہ بہت علم وفضل والے ہیں، حالانکہ وہ ذہانت اور علم کے اعتبار سے اپنے اقران میں یکتا تھے۔

پہلی ملاقات

ان سے میری پہلی ملاقات اسوقت ہوئی تھی جب وہ دارالعلوم حقانیہ میں استاد تھے اور میں اکوڑہ خٹک ہی میں فنون کا طالب علم تھا۔ مولانا سید شیر علی شاہ اپنے اساتذہ میں سب سے کم عمر استاد تھے، وہ اکوڑہ خٹک کے ہی رہنے والے تھے اور سادات خاندان سے ان کا تعلق تھا۔

بحیثیت سماجی وسیاسی کارکن

وہ اکوڑہ خٹک کے اندر لوگوں کی خوشی غمی میں شرکت کرتے تھے اور اتفاق سے 1969 میں انتخابی مہم کا آغاز ہو گیا اور جمعیت علمائے سلام کے اکابرین نے شیخ الحدیث مولانا عبد الحق کو قومی اسمبلی کا انتخاب لڑنے کیلئے مجبور کر دیا تو وہاں کے مقامی علما میں مولانا سید شیر علی شاہ ہی تھے جو دن رات حضرت شیخ الحدیثؒ کی انتخابی مہم چلاتے رہتے تھے، اس سلسلے میں ان کو بہت بڑی قربانی بھی دینی پڑی۔ مخالفین نے ہر قسم کا دباؤ آزمایا لیکن مولانا صاحب ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے مؤقف سے پیچھے نہیں ہٹے اور 1970 کے انتخابات میں مولانا عبد الحقؒ نے تمام امیدواروں کو شکست دے کر کامیابی حاصل کی۔ انکے بڑے مخالفین میں اسوقت جناب اجمل خٹک صاحب تھے جنکے بارے میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تحصیل نوشہرہ سے اجمل خٹک، جنکو اسوقت کے نیشنل عوامی پارٹی کی اندھی حمایت حاصل تھی، ہار جائے گا لیکن مولانا عبد الحقؒ کی عظمت اور مولانا سید شیر علی شاہ کی محنت کے سامنے وہ بھی ہار گئے اور وہ سیٹ مولانا کے نام ایسے ہو گئی کے بعد میں بھی بہت سارے لوگ صرف اسی وجہ سے نوشہرہ میں انتخاب لڑنے سے گریز کرتے تھے کہ وہاں مولانا عبد الحق کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ اور جب صوبہ سرحد (موجودہ

خیبر پختونخواہ) کے اسوقت کے وزیر اعلیٰ جناب نصر اللہ خٹک سے ایک مرتبہ انکی پارٹی کے سربراہ نے شکست کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ ''آپ نے مجھے پیغمبر کے مقابلے میں کھڑا کر دیا تھا''

تعلق اور وابستگی

مولانا سید شیر علی شاہ سے اسکے بعد میرا تعلق اسوقت قائم ہوگیا جب وہ جامعہ اسلامیہ کی كلية الشريعة کے طالب علم تھے۔ سعودی عرب نے پاکستان کے دس علمائے کرام کو تکمیل علم کیلئے مدینہ یونیورسٹی میں بلایا تھا، دارالعلوم حقانیہ نے اس سلسلے میں مولانا سید شیر علی شاہ کا نام پیش کر دیا۔ چنانچہ وہ اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ چلے گئے۔ میں جب 1975 میں بنوری ٹاؤن کے مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں دورہ حدیث سے فارغ ہوگیا اور اتفاق سے دورہ حدیث میں اول پوزیشن حاصل کی تو بہت سارے اساتذہ اور خیر خواہوں نے کہا کہ میں اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ میں داخلہ کی درخواست دوں، اور اسی طریقے سے وہاں پر میری علم کی تکمیل ہو جائے گی، چنانچہ میں نے مولانا سید شیر علی شاہ صاحب کو ایک خط لکھا اور ساتھ ہی وفاق کے نتیجے کی ایک کاپی ارسال کر دی، مولانا کا جواب انتہائی تسلی بخش تھا۔ اس لئے میں نے تہیہ کر کے اپنے کاغذات مدینہ یونیورسٹی بھجوا دیے۔ ابھی میں رمضان کی تعطیلات میں گاؤں آیا ہوا تھا کہ شوال کے آخر میں جب واپس اپنے مدرسہ مظہر العلوم کراچی پہنچ گیا، تو وہاں کے ناظم نے ایک خط پکڑایا جو مدینہ منورہ سے آیا تھا۔ جب خط کھولا تو اشعار بالقبول یعنی مدینہ یونیورسٹی میں داخلے کی خوشخبری تھی۔ میں نے مدینہ جانے کی تیاری شروع کر دی اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں مدینہ منورہ پہنچ گیا۔

ضرورت کی اشیاء اور رقم دے دی

مولانا شیر علی شاہ دیگر ساتھیوں کے ساتھ حج کیلئے مکہ مکرمہ گئے تھے۔ انکی واپسی کے بعد جب میں ان سے ملا تو انہوں نے میری ضرورت کی بہت ساری اشیا اپنی طرف سے فراہم کر دیں اور کچھ رقم بھی تھمائی اور کہا کہ اسکی ضرورت پڑے گی اور تاکید کی کہ آپ نے یہاں عربی سیکھنی بھی ہے اور لکھنی بھی ہے اور اسمیں کبھی بھی سستی نہیں کرنی۔ چنانچہ كلية الدعوة واصول الدين میں میرا داخلہ ہوگیا اور وہاں سے استفادہ کیا۔ مولانا شیر علی شاہ صاحب سے عموماً حرم نبوی اور کبھی کبھی یونیورسٹی میں ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔

ہمارے سرپرست

وہ اسوقت ہمارے سرپرست تھے اور اگر انکی سرپرستی نہ ہوتی تو ہمیں بہت تکلیف اٹھانی پڑتی مگر یہ سب کچھ ان کی سرپرستی نے آسان کر دیا۔ یہ سال 1976 كلية الدعوة میں ہمارا پہلا سال تھا، جبکہ مولانا شیر علی شاہ صاحب کا آخری سال تھا۔ سال کے آخر میں جب مولانا كلية الشريعة سے فارغ ہو گئے تو انکو ماجستیر (ایم اے تفسیر) میں داخلہ مل گیا۔ ہم کبھی کبھی شہر میں ان کی رہائش گاہ پر جا کر ان سے ملتے تھے اور مدینہ منورہ سے متعلق بہت سارے نصائح ان سے حاصل کرتے رہتے تھے۔

مدینہ منورہ کے عاشق

مولانا مدینہ منورہ کے ایک صحیح عاشق تھے۔ مدینہ منورہ میں مختلف قسم کے مکانوں میں وہ فیملی کے ساتھ رہ چکے تھے، لیکن مدینہ کے درودیوار کے قدردان تھے۔ کبھی بھی انہوں نے شکایت نہیں کی کہ مکان چھوٹا ہے یا ضروریات سے کم ہے۔ آخر میں انہوں نے ایک خاندانی ضرورت کے پیش نظر اپنے اہل وعیال کو واپس بھیج دیا اور خود مدینہ منورہ کے شہر کے اندر کبھی کسی رباط اور کبھی کسی مکان میں رہتے تھے تاکہ مدینہ منورہ کے ایک شہری کی حیثیت ان کو حاصل رہے۔ ہم تو ''لیسانس''، یعنی گریجویشن کی ڈگری لیکر واپس فیصل آباد آگئے لیکن مولانا ''ماجستیر'' ہی میں تھے اس لئے وہ وہیں رہ گئے۔

عاشق صادق کی ثابت قدمی

اس دوران وہاں کے باشندوں پر مختلف قسم کا اتار چڑھاؤ آگیا، لیکن مولانا ایک صحیح عاشق مدینہ کی طرح اسمیں ثابت قدم رہے۔ آخر میں انکو حرم مدینہ میں تفسیر قرآن پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی جو وہ پشتو زبان میں سرحدی پٹھانوں اور افغانوں کیلئے کرتے رہتے تھے۔ سعودی عرب کی پالیسی تبدیل ہونے پر انکو ریالوں میں بڑی تنخواہوں کی آفر ہوئی مگر انہوں نے ایک بھی قبول نہیں کی، آخر کار انہوں نے سعودی ذمہ داروں کو یہ پیشکش کی کہ مجھے صرف ایک ہزار ریال دیا کریں اور حرم نبوی میں ترجمہ قرآن پشتو کے درس کی اجازت دیں اور کہا کہ یہ میرے لیے سب کچھ ہے۔ لیکن سعودی حکومت کی سخت پالیسی کی وجہ سے انکی یہ پیشکش مسترد ہوگئی تو مولانا سب کچھ چھوڑ کر پاکستان کے تعلیمی اداروں میں آگئے۔

مدینہ منورہ سے دارالعلوم حقانیہ تک

مولانا صاحب کی پاکستان میں دارالعلوم حقانیہ سے عقیدت بہت تھی لیکن جس ادارے بحوث علمی والدعو و الارشاد کی طرف سے وہ پاکستان میں بحیثیت استاد مبعوث ہوئے تھے، چنانچہ وہ کراچی آگئے اور آخر کار میرانشاہ میں ایک مدرسے میں شیخ الحدیث مقرر ہوگئے۔ دارالعلوم حقانیہ کے مولانا سمیع الحق صاحب کو جب انکے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ میرانشاہ میں اگئے ہیں تو سعودی کلچرل آفس میں درخواست دی کہ مولانا شیر علی شاہ صاحب کو دارالعلوم حقانیہ میں مقرر کیا جائے۔ اور اسی طرح انہوں نے مولانا شیر علی شاہ صاحب کا تبادلہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کرایا۔ دار العلوم حقانیہ میں انکے آنے سے ایک رونق پیدا ہوگئی۔ افغانستان سے لیکر صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا)، بلوچستان اور بقیہ پاکستان کے طلبہ نے دورہ حدیث اور تخصص میں ان سے استفادہ کرنا شروع کیا۔ وہ آخر دم تک دارالعلوم سے وابستہ رہے۔ رمضان اور دیگر تعطیلات کے موقع پر دارالعلوم حقانیہ میں درس قرآن دیا کرتے تھے، حتی کہ انکا جنازہ بھی دارالعلوم حقانیہ ہی سے اٹھا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

مولانا محمد طفیل قاسمی
مدیر سہ ماہی المظاہر کوہاٹ

ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ کی رحلت: کرنے کے چند کام

حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہؒ بھی دارالبقا سدھار گئے، اس ذوق و مزاج کے اکابر اب گنتی ہی کے رہ گئے ہیں جنہیں دیکھ کر دیو بند کے قرنِ اول کے بزرگوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، آپ بیک وقت ایک مثالی مدرس، باکمال محدث، نکتہ رس محقق اور دبنگ مجاہد کے اوصاف سے متصف تھے، آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر لکھا جا رہا ہے، اللہ کرے یہ سلسلہ دراز تر ہو، تاہم ہمارے حلقوں میں بزرگوں کے نجی و ذاتی زندگی اور کشف و کرامات پر زیادہ ترکیز ہوتی ہے اور ان کی زندگی کے ہمہ گیر سماجی و علمی اثرات کی افادیت و آفاقیت کو بھرپور طریقے سے نہیں کھولا جاتا۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے حوالے سے آپ کے متعلقین و پسماندگان کے سامنے چند گزارشات پیش کرنے کی جسارت کی جاتی ہے، امید ہے ان سے اعتنا برتا جائے گا۔

حضرتؒ کے دروسِ تفسیر و حدیث سننے والے بخوبی جانتے ہیں کہ ان میں متعلقہ موضوع کے ضمن میں اکثر اوقات باریک علمی نکات، تفسیری، حدیثی و فقہی اصول، تاریخی و ادبی شذرات اور عربی، فارسی، پشتو و اردو کے علمی لطائف سامنے آتے تھے۔ ان دروس کی ترتیب و تدوین کے ساتھ ساتھ اس منتشر علمی ذخیرے کو مستقل موضوعاتی ترتیب سے جمع کرنا بھی اہم اور ایم فل یا پی ایچ ڈی مقالے کی سطح کا دلچسپ کام ہوگا، جو خدمت کا متقاضی ہے۔

حضرتؒ کے عوامی خطبات جس بہتری داعیانہ اسلوب اور اصلاح عام کے جذبہ سے معمور ہوتے تھے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں، ان خطبات کے جمع و ترتیب اور تخریج و تدوین کی طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے۔ بندہ کو حضرتؒ کے ختم بخاری کی تقریر سننے کا موقع ملا ہے، اس قسم کے علمی محاضرات کو تلاش کر کے لکھنا اور علیحدہ سے مرتب کر کے تخریج و تحقیق کے ساتھ پیش کرنا علمی حلقوں پر احسان ہوگا۔

مختلف کتب پر حضرت کی تقاریظ، مقدمات اور مکاتیب حضرت کی اصاغر نوازی، شفقت، حوصلہ افزائی اور بصیرت و حکمت کے شاہکار نمونے ہیں۔ ان سے متعلق مختلف اخبارات و رسائل میں اشتہارات چھپوا کر ان کی نقول حاصل کر کے ترتیب و حواشی کے ساتھ سامنے لانا بھی نئی نسل کی بہترین علمی و ادبی نشوونما کے لئے کارگر ہوگا۔ ان میں حضرت کی نجی ڈائریاں بھی شامل ہوں تو ایک عہد کی تاریخ مرتب ہو جائے گی۔

حضرتؒ کا امتیازی وصف ''کلمہ حق'' کے اظہار میں کسی عارضی مصلحت، خوف و مداہنت اور لومۃ لائم سے

بے پرواہی تھے، حالات جتنے بھی سخت ہوئے، آپ کی محبت جہاد اور طاغوتی قوتوں کے خلاف حق کی نصرت میں ذرہ برابر کمی واقع نہیں ہوتی۔نسل نو میں عارضی مفادات، مصالح اور خود ساختہ رواداری نے خوف، مداہنت وتساہل کے جن جراثیم کو پنپنے کا موقع دیا ہے، ایسے اکابر کی زندگی کا یہ تابناک پہلو ان کی رہنمائی کا سامان مہیا کر سکتا ہے۔اکابر کی تحریکی کاوشوں کا یہ منہج اگر اپنی حقیقی ساخت و سانچے کے ساتھ منظر عام پر آئے، تو حکمت وبصیرت کے نئے درواہوں گے۔ جہاد، اعتدال اور حکمت کا حقیقی مفہوم ومقام سمجھ آئے گا اور قربانی کے نام پر اپنا سر پھوڑنے اور حکمت کے نام پر اپنی خودی بیچنے کے دونوں رویوں سے نسل نو کو بچانے کا سامان مہیا ہوگا۔

حضرتؒ کی زندگی محض مدرسے کی چار دیواری یا درسگاہ تک محدود نہ تھی، بلکہ اس کے معاشرے اور سماج پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں، آپ کی تواضع، للّٰہیت، سادگی، جفاکشی اور خدا خوفی سے مخلوق خدا کو ایک طویل عرصے تک حق وصداقت کا نور ملتا رہا ہے، سینکڑوں لوگوں کے عقائد واعمال کی اصلاح ہوئی ہے، اہل دانش کی فکر ونظر کو جلا ملی ہے اور بہت سوں کے دنیاوی ودینی ترقی کے راستے کھلے ہیں۔ایسی شخصیت کے سماجی تعلقات، ان میں تنوع اور ان کے ہمہ گیر اثرات ایک مبسوط مقالے کا موضوع ہے جو مستقل توجہ کا طالب اور حضرت کے منتسبین پر قرض ہے۔

ہمارے نوجوان فضلاء معاشرے سے اپنے مقام واحترام کے جو عاجلانہ توقعات وابستہ کر کے میدان میں قدم رکھتے ہیں اور پھر متوقع نتائج سے شدید مایوسی پر ان کی خدمات کا دائرہ جس تنگی کا شکار ہو کر اپنی ذات میں بند ہو جاتی ہے اور وہ اپنے رویوں سے اپنے اور سماج کے درمیان جس نہ پاٹ سکنے والے دریا کو جنم دے دیتے ہیں، یقیناً حضرت کی زندگی کا سماجی پہلو اور مجاہدات ان کے لیے سرمۂ بصیرت اور سماج میں مؤثر کردار ادا کرنے کے حوالے سے رہنمائی کا ذریعہ بنیں گے۔

اگر وسائل اجازت دیں تو حضرت کے افادات، ملفوظات اور خطبات کو بروشرز اور سی ڈیز کی صورت میں تعلیم یافتہ طبقے تک پہنچانے کا انتظام بھی کیا جائے کہ یہ بہترین صدقہ جاریہ ہے۔

اسباب کی دنیا میں یہ کام کسی فرد واحد کے بس کا نہیں، اکیڈمی کا محتاج ہے اللہ کرے کہ حضرت کے پسماندگان اور تلامذہ میں سے کوئی اس کا بیڑا اٹھالے۔اللہ تعالیٰ حضرت کی کامل مغفرت فرما کر ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے افادات سے بہرہ ور ہونے کی توفیق دے۔(آمین)

ملا مسکین
ضرب مومن کراچی

شجر سایہ دار

بقیۃ السلف کی رحلت ایک عظیم سانحہ

استاذ العلماء، بقیۃ السلف، شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب بھی خلد آشیانی ہوگئے۔ انا للّٰہ وا نا الیہ راجعون۔ ویسے تو اس جہان ہست وبود میں جو بھی آتا ہے، جانے کے لیے ہی آتا ہے، ہر ذی روح بلکہ ہر مخلوق کے لیے فنا مقدر ہے۔ یہاں ہر روز کروڑوں انسان پیدا ہوتے اور کروڑوں تہ خاک چلے جاتے ہیں۔ کسی کے آنے جانے سے میخانہ عالم کے ہنگامے کم وبیش نہیں ہوتے، مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا وجود گلشن ہستی کے لیے رنگ ونور کا استعارہ ہوتا ہے اور جن کے جانے پر جام و پیمانہ مدتوں رویا کرتے ہیں۔ اس دور میں بھی اکا دکا ایسے لوگ موجود ہیں جن کی ذات ہزاروں لاکھوں لوگوں کے لیے ایک شجر سایہ دار کی حیثیت رکھتی ہے جس کی چھاؤں میں غم وآلام زندگی کی کڑی دھوپ کے ستائے لوگ پناہ ڈھونڈتے اور راحت پاتے ہیں۔ حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں تھا جن کی ذات سے محبتوں اور عقیدتوں کا ایک جہاں وابستہ تھا۔ خاص طور پر صوبہ خیبر پختونخوا کے دینی حلقوں، علماء، طلبہ اور دعوت و عزیمت کے قافلے سے تعلق رکھنے والوں کے لیے آپ کی ہستی ایک چشمہ شیریں کی طرح تھی جس سے سب کو بقدر حظ ونصیب سیرابی ملتی تھی۔

ڈاکٹر صاحب کی مقبولیت

مولانا کے جنازے میں جس طرح ایک انبوہ عظیم اکوڑہ خٹک کی بستی میں امڈ آیا اور ماضی کے بزرگوں کے جنازوں کی یاد تازہ ہوگئی، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا کو کتنی مقبولیت اور شان محبوبیت سے نوازا تھا۔ مولانا کی وفات پر اہل خیبر پختونخوا کا دکھ ان چڑیوں کے دکھ جیسا ہے جن سے اچانک وہ شجر چھین لیا گیا ہو جہاں ان کا بسیرا ہوتا تھا۔

ایندھن کے لیے کل جو یہاں کٹ کے گرا ہے چڑیوں کو بہت پیار تھا اس بوڑھے شجر سے اسی سال

نئے تعلیمی سال کے افتتاح کے موقع پر راقم بھی مخدوم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی خصوصی شفقت کے نتیجے میں جامعہ حقانیہ میں حاضر ہوا۔

ایک باغ و بہار شخصیت

جامعہ کے وسیع وعریض دارالحدیث ایوان شریعت میں تقریب تھی۔ ہال ملک بھر سے آئے ہوئے نئے اور پرانے تشنگان علم اور دیگر مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اسٹیج پر صوبے بھر اور افغانستان سے آئے ہوئے ممتاز علماء کرام اور افغان جہاد کے نامور کمانڈر تشریف فرما تھے۔ مجمع کی کثرت کے باعث ہوا کو گزرنے کی مجال نہیں تھی اور سخت گرمی اور حبس کے اثرات شرکاء کے چہروں پر بہتے پسینوں کی صورت میں ظاہر تھے۔ اتنے میں ایک طرف سے وہیل چیئر پر ایک بزرگ کے آنے کے لیے راستہ بنایا جانے لگا۔ اسٹیج سے یہ خوشخبری سنائی گئی کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحب بھی علالت کے باوجود تقریب میں شرکت کے لیے تشریف لارہے ہیں تو سب شرکاء کے چہرے یک دم خوشی سے جھلملا اٹھے۔ پورے مجمع نے انتہائی والہانہ انداز میں کھڑے ہوکر ان کا استقبال کیا۔ آپ کی ایک بہار آفرین مسکراہٹ نے گرمی، حبس، تھکاوٹ اور زیادتی وقت کے احساسات مٹادیے۔ تقریب کے آخر میں ایمانی جذبات سے لبریز آپ کے خطاب نے تو گویا سماں باندھ دیا۔ بقول شاعر:

یوں مسکرائے جان سے کلیوں میں پڑ گئی
یوں لب کشا ہوئے کہ گلستان بنا دیا

تب مجھے سمجھ آئی کہ دلوں پر حکمرانی کیا ہوتی ہے اور ایمان و یقین کے جذبات جب کسی انسان کی رگ و پے میں سرایت کر جائیں تو تاثیر کی کرشمہ سازی کیسے کیسے جلوے دکھا جاتی ہے۔

علم و آدب، اصلاح وارشاد اور جہاد و عزیمت کا جامع

مولانا شیر علی شاہ کی رحلت پورے عالم اسلام اور ملک بھر کے لیے بالعموم اور پاک افغان خطے کے لیے بالخصوص ایک بڑا سانحہ ہے۔ مولانا کی ذات علم وادب، اصلاح وارشاد، جہادو عزیمت اور جرات و بہادری سمیت ہر لحاظ سے ایک معتبر و مستند حوالہ سمجھا جاتا تھا۔ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کا تعلق سادات خاندان سے تھا، آپ نے جامعہ حقانیہ سے ابتداء سے دورہ حدیث تک کی تعلیم حاصل کی۔ 1955 میں سند فراغت حاصل کرنے کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی خواہش پر جامعہ حقانیہ سے منسلک ہوئے۔ 1973 میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں سے پی ایچ ڈی کی ڈگری سمیت شعبہ قضا میں ایم فل کیا۔ آپ کا شمار مدینہ یونیورسٹی کے ممتاز طلبہ میں ہوتا تھا جہاں سے آپ نے گولڈ میڈل بھی حاصل کیا۔ 11 سے 12 سال جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تعلیم

حاصل کرنے کے بعد کراچی تشریف لائے اور دارالعلوم کورنگی و جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال میں 2 سال استاذ الحدیث کی حیثیت سے منسلک رہے۔

1996 میں دوبارہ جامعہ حقانیہ سے منسلک ہوئے اور استاذ الحدیث کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے، بعد ازاں شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید کے انتقال کے بعد شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہو گئے اور آخر دم تک اس منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ انہوں نے شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری اور حافظ الحدیث مولانا عبد اللہ درخواستی سے قرآن مجید کی تفسیر پڑھی۔ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کے ہم سبق ساتھیوں میں جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم مولانا سمیع الحق، مولانا قاری سعید الرحمٰن علوی، مولانا موسیٰ روحانی البازی اور مولانا عدنان کاکاخیل کے والد مولانا عبداللہ کاکاخیل و دیگر نامور علماء شامل تھے۔

کئی زبانوں پر عبور ومہارت

مولانا کو انگلش، عربی، فارسی و دیگر زبانوں پر کمال مہارت حاصل تھی۔ مرحوم کو اپنے وقت کے عرب وعجم کے اکابر علماء سے خصوصی نیاز مندی حاصل تھی اور تمام اکابر علماء ان سے نہایت احترام سے پیش آتے تھے۔ مرحوم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور دیگر دینی و جہادی تنظیموں کی سرپرستی کرتے رہے۔

آپ پاکستان اور افغانستان کے ہزاروں علماء ومشائخ کے استاذ تھے۔ آپ نے تدریس کے ساتھ ساتھ افغانستان میں روس کے خلاف جہاد میں بنیادی حصہ لیا۔ آپ نے تفسیر و حدیث اور دیگر علوم میں کئی اہم کتابیں لکھیں۔ مولانا جیسی جامع الصفات شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کی وفات سے دینی وعلمی دنیا میں جو خلاء پیدا ہوگیا ہے، شاید مدتوں اسے محسوس کیا جاتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی بال بال مغفرت فرمائے اور ہمیں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس خاک کے ذروں سے ہے شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار

مولانا فضل قادر حقانی

آہ ڈاکٹر صاحب! تجھے یاد کرے گا زمانہ

کہنے کو تو گل ہوا فقط ایک ہی چراغ
سچ پوچھئے تو بزم کی رونقیں چلی گئیں

نہ ہی کسی چینل پر موت کی خبر بریک ہوئی اور نہ ہی پرنٹ میڈیا پر عوام کو مطلع کیا گیا لیکن پھر بھی یہ ایک تاریخی جنازہ تھا ملک کے کونے کونے سے لوگوں کا ایک ایسا سیلاب اُمڈ آیا کہ نظر کو یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ حقیقی منظر نامہ ہے یہ انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جو غم اور افسوس کا شکار تھا وہ اپنے شیخ اور مربی کی اس جدائی پر خون کے آنسو رو رہا تھا علمی دنیا یتیم ہوگئی اور ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کی صورت میں ایک تابندہ ستارہ ہمیشہ کیلئے ڈوب گیا۔

شہنشاہ تدریس امام الجہاد

ڈاکٹر صاحب کے جنازے میں شریک جم غفیر نے اس بات کو ثابت کردیا ہے کہ دلوں پر حکمرانی کرنے والے لوگ دنیا سے چلے جانے کے بعد ظاہر ہوجاتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب کی سانحہ ارتحال سے پاک افغان خطہ علمی لحاظ سے یتیم ہوگیا ہے اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ غم اور تازہ ہوتا جائے گا۔ڈاکٹر صاحب ایک جامع الکمالات اور فصیح اللسان شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نامور خطیب ،ادیب ،جید مدرس ،مشفق استاد اور عملی لحاظ سے مجاہد بھی تھے۔ جہاد افغانستان میں ڈاکٹر صاحب کا کردار ہر دور میں مرکزی اور اہم رہا ہے یہی وجہ ہے کہ آج بھی دنیا بھر کے مجاہدین حضرت شیخ کو اپنا مربی اور امام الجہاد سمجھتے ہیں مختصر یہ کہ افغانستان میں امارت اسلامیہ کی نفاذ میں تن من اور دھن کی قربانی دینے والوں میں ڈاکٹر صاحب کا نام سرفہرست ہے اور رہے گا۔

خوش مزاج مہمان نواز

ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایسی فصاحت اور بلاغت دی تھی کہ بڑے بڑے اہل لسان بھی اس خداداد صفت پر انگشت بدنداں ہوجاتے تھے عربی فارسی اردو پشتو اور انگریزی پر ڈاکٹر صاحب کو کمال درجے کا عبور حاصل تھا اس کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر صاحب خوش مزاجی اور مہمان نوازی میں اپنے مثال آپ تھے ایک مشفق استاد الحدیث ہونے کی وجہ سے ہر وقت ان کے ہاں مہمانوں کا جم غفیر رہتا تھا انہوں نے زندگی کا ایک بڑا حصہ مدینہ منورہ میں

گزارا تھا عالم اسلام کی اس عظیم شخصیت نے تقریبا ساٹھ سال سے زائد عرصہ قال اللہ اور قال الرسول کے مبارک ترین مشغلے میں صرف کئے ہنس مکھ چہرہ اور نرم مزاجی میں ثانی نہیں رکھتے تھے عاجزی اور انکساری ان کے رگ رگ میں بسی ہوئی تھی۔

نسبت کی لاج

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے مرتے دم تک منسلک رہے اور باوجود ضعف و بیماری کے جامعہ میں پابندی کے ساتھ درس حدیث دیتے رہے ڈاکٹر صاحب کی دلی تمنا تھی کہ موت جامعہ میں آجائے لیکن شاید اللہ کو ایسا منظور نہ تھا اور آخر کار عالم اسلام کی یہ عظیم محدث اور عالمی سکالر ۲۹ اکتوبر بروز جمعہ اس فانی دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دار آخرت کو چلے گئے آج ہر ایک آنکھ اشک بار ہے اور تمام ملت اسلامیہ غم سے نڈھال ہے ہر دل سے یہ آہ! نکل رہی ہے کہ ڈاکٹر صاحب تجھے یاد کرے گا زمانہ۔

ڈاکٹر صاحب کی جنازے میں لاکھوں افراد کی شرکت اور دفن ہوجانے کے بعد قبر کی خوشبو نے اس بات کو ثابت کردیا کہ اسلاف کے نقش قدم پر چلنے والے لوگ اللہ کے مقبول بندے ہوتے ہیں

تیرا سخن تیرا کردار قابل تقلید
تیرا وجود تھا حسن و خلوص کا پیکر

مولانا مفتی فدا محمد
مدرس دار العلوم رحمانیہ مینئی (صوابی)

ایک عہد ساز شخصیت

دنیا میں آئے دن ہزاروں انسان آتے رہتے ہیں لیکن اس عالم فانی میں کچھ شخصیات ایسی بھی آتی ہیں جو جانے کے بعد لاکھوں انسانوں کو اپنے فراق کے ایسے غم دے جاتی ہیں جو کبھی بھرتے نہیں محفلوں میں مسلسل ان کے تذکرے ہوتے رہتے ہیں ان کی یادیں مسلسل دلوں میں تازہ رہتی ہیں۔

ان ہی دینی عظیم ہستیوں میں ایک روشن نام حضرت اقدس شیخ الحدیث والقرآن ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ کا ہے جو اپنی ذات میں ایک انجمن تھے اور ماضی قریب میں ایک عرصہ دراز تک اپنی طویل متاع گراں مایہ دینی رہنمائی کے ساتھ اصلاح امت کی زبردست خدمات انجام دیتے رہے انہوں نے اپنی جوانی اور بڑھاپا تمام تر صلاحیتوں اور قوتوں کے ساتھ اسلام کی سربلندی پر لگایا۔

جامعیت کا فیضان

حضرت شیخ بیک وقت ایک پختہ کار عالم باعمل، عظیم مبلغ، کہنہ مشق مدرس، عظیم مفسر، بے بدل محدث تجربہ کار رہنما شیرین زبان خطیب اور ایک معاملہ فہم مجاہد تھے، علماء اور عوام الناس میں یکساں مقبولیت کے مالک تھے عوام، خواص، طلباء، علماء صوفیاء کرام دعوت وتبلیغ والے حضرات اور میدان جہاد میں برسرپیکار مجاہدین اور دیگر دینی تحریکیں سب کی حضرت شیخ رحمہ اللہ سے نہ صرف وابستگی رہی بلکہ حضرت کو اپنے اکابر میں سے شمار کرتے تھے اور حضرت شیخ تمام تر مصروفیات کے باوجود سب کی مشفقانہ سرپرستی فرمایا کرتے تھے اور وقت فارغ کرکے ان کی حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے چنانچہ پشاور کے عظیم روحانی پیشوا عارف باللہ حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہم خلیفہ مجاز حضرت مولانا اشرف سلیمانیؒ نے خانقاہ کا افتتاح حضرت شیخؒ سے کروائی حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی کی نظر پورے خطے میں حضرت شیخ پر پڑی کیونکہ وہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کو اپنا رہنما سمجھتے تھے تبلیغی جماعت کے امیر حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب مدظلہ العالی اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کے درمیانی قریبی روابط تھے، حاجی عبدالوہاب صاحب بعض ضروری پیغامات حضرت شیخ رحمہ اللہ کو پہنچایا کرتے تھے خط وکتابت کے ذریعے بھی رابطہ رہتا تھا مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کے امتحانات کے سلسلے میں بسا اوقات حضرت شیخ کو دعوت دیا کرتے تھے حضرت شیخ

رحمہ اللہ باوجود مصروفیات اور ضعف کے وقت نکال کر پوری توجہ اور اہتمام کے ساتھ امتحان لینے کیلئے تشریف لیجاتے آپ ایک عظیم محدث اور مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مایہ ناز اور شیرین زبان خطیب بھی تھے جب آپ سٹیج پر جلوہ افروز ہوتے تو آپ کی ہشاش بشاس اور نورانی چہرے کی تابانیوں سے آنکھیں سیر نہیں ہوتیں۔

پہلی زیارت

حضرت شیخ رحمہ اللہ کا نام تو ویسے پہلے سے سنتے رہتے تھے لیکن سب سے پہلی بار آپ سے ۱۹۸۹ء میں میری ملاقات اس وقت ہوئی جب آپ طلبائے کرام کی دعوت پر دارالعلوم حقانیہ بیان کیلئے تشریف لائے تھے اس وقت آپ بنوں میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے ممبر حقانیہ پر جلوہ افروز ہوئے ساتھ آپکا فرزند ارجمند حضرت مولانا امجد علی شاہ صاحب بھی تھے بیان سے پہلے حضرت مولانا امجد علی صاحب نے بہترین لہجے میں تلاوت فرمائی اور بعدازاں آپ نے بیان شروع کی حضرت نے سادہ عام فہم مگر اثر انگیز بیان فرما کر چلے گئے۔

میدان سیاست میں

۱۹۹۰ء میں آپ جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے انتخابات میں مقابلہ کیلئے اتر آئے اکابرین جمعیت نے آپ کو مجبور کیا اور بالآخر آپ مقابلہ کیلئے تیار ہوئے دوران انتخابات سیاسی جلسوں میں آپ کے ساتھ شرکت کا بڑا موقع ملتا تھا اور آپ کے بیانات محظوظ ہوتے رہتے تھے بعض طلباء نے عجیب وغریب نظمیں بنائی تھیں جن میں حضرت کے صفات ،خدمات اور قابلیت کے تذکرے تھے ابھی تک ان نظموں کے بعض حصے ذہن میں گونج رہے ہیں آپ کے سیاسی بیانات بھی تنقید سے خالی ہوتے تھے اور فکر آخرت پر مبنی ہوتے تھے۔

اصاغر نوازی

۱۹۹۹ء میں جامعہ دارالعلوم رحمانیہ کی دعوت پر آپ شعبہ بنات کی امتحان کیلئے آئے اور ہماری بڑی حوصلہ افزائی فرمائی امتحان کے بعد آپ نے تأثرات لکھے جس میں آپ نے جامعہ دارالعلوم رحمانیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ولنعم ما قیل قد یوجد فی النھر مالایوجد فی البحر اس جملے سے ہمیں بڑی خوشی ہوئی اور حوصلہ افزائی بھی امتحان لینے کے بعد آپ مسند حدیث کی اجازت طلب کی گئی آپ نے بڑی فراخدلی سے کام لیتے ہوئے دورہ حدیث کے طالبات اور معلمین سب کو اجازت حدیث دے دی جس سے بندہ ناچیز کو بھی یہ سعادت حاصل ہوئی بس اس کے بعد تو حضرت شیخ سے ایک مسلسل رابطہ قائم رہا آپ اکثر وبیشتر ختم بخاری کیلئے تشریف لاتے آپ

کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقبولیت عامہ دی تھی کہ آپ کا نام سنتے ہی اطراف واکناف سے ایک جم غفیر جمع ہوجاتا کہ ہمیں سنبھالنا مشکل ہوجاتا ختم بخاری کے دوران ایک طرف تو آپ علمی مباحث چھیڑتے دوسری طرف عوام الناس کے فائدے کیلئے ایسی مفید اور اصلاحی ارشادات بیان فرماتے جوان کے لئے ایک مشعل راہ بن جاتا۔

ذکر ایک کرامت کا

میں نے ایک مرتبہ حضرت کی کرامت اپنی آنکھوں سے دیکھی میں اور حضرت مہتمم صاحب دعوت ختم بخاری کے حوالے سے آپ کی ملاقات کیلئے آپکے دولت کدہ پر حاضر ہوئے اللہ کی شان اچانک ایسی زوردار طوفانی ہوا شروع ہوئی کہ بس قیامت کا منظر لگ رہا تھا ہم اندر بیٹھے تھے زوردار ہوا کا شور ہم سن رہے تھے ہم نے آپ سے ختم بخاری کیلئے تاریخ لے لی اور دعا کا مطالبہ کیا آپ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھا کر ہمارے لئے اور مدرسے کیلئے دعائیں کیں ساتھ ساتھ موسم کی بہتری کیلئے دعا شروع کی بس ایک دم ہوا ایسی رک گئی جیسا کہ چلتے ہوئے پنکھے کا سوئچ نکال کر رک جاتا ہے اور ہوا ختم ہوجاتی ہے میں نے ایسے طوفانی ہوا کو اچانک رکتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

ظرافت اور تواضع

ایک مرتبہ حضرت شیخ ختم بخاری کیلئے تشریف لا رہے تھے حضرت اور دارالعلوم حقانیہ کے دیگر شیوخ بھی ساتھ تھے سفر میں خدمت کی سعادت مجھے حاصل تھی وہ منظر مجھے خوب یاد ہے کہ راستے میں آپ دل لگی اور خوش مزاجی کررہے تھے آپ کی باتوں سے شرکاءِ مجلس ہنس رہے تھے شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ صاحب دامت برکاتہم کا ہنس مکھ اور نورانی چہرہ اب بھی میرے سامنے ہے کہ وہ ہنستے ہنستے بے قابو ہوجاتے کبھی علمی باتیں اور کبھی لطائف سناتے لیکن انداز ایسا تھا کہ کوئی ہنسے بغیر نہ رہ سکتا تھا میں نے اکابر کی ایسی مجلس ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ومحبوب کے صدقے میرے شیخ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ اور بلند مقام نصیب فرمادیں اوران کے تلامذہ اور متعلقین کوان کی نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرماویں۔

إن للّٰہ ما اَخَذَ ولہ ما اعطیٰ وکلّ شیء عندہ بأجل مسمّٰی

جناب ابرار خٹک
اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج نوشہرہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ☆

ان کا جنازہ دیکھ کر بے ساختہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا جملہ یاد آیا تھا ''ہم حق پر ہیں، اس کا فیصلہ ہم نہیں، ہمارے جنازے کریں گے''۔

غالبؔ نے بوجوہ کہا تھا:

ہوئے مر کے ہم جو رسوا، ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا

شیخ کی موت، جنازہ اور قبر دیکھ کر ہر دل میں خواہش اٹھی کہ موت ہو تو ایسی، جنازہ ہو تو ایسا اور قبر ہو تو ایسی.......شوقِ دیدار، آرزوئے محبوب، بارگاہِ خداوندی میں باریابی کی طلب......

خلق ٹول به مبارك شه راته وائی
چه اشنا میں خیژوی په دار د زلفو

معنی خیز جملہ

رمضان کا مہینہ تھا، مسجدِ اعظم گڑھ حال مسجدِ فاطمہؓ میں شیخ مولانا شیر علی شاہ صاحب قرآن کی تفسیر کر رہے تھے۔ بدھ کا دن تھا، ہفتہ وار بازار لگا ہوا تھا، ہم میلے کا شور سن رہے تھے۔ قاضی صاحب درس کے دوران توقف کر کے فرمانے لگے: ''شیخ صاحب تفسیر کر رہے ہیں اور لوگ قرآن سے لاتعلق معاملاتِ دنیاوی میں مگن اپنے اپنے خوابوں کی تعبیر ڈھونڈ رہے ہیں'' کتنا معنی خیز جملہ تھا، اس کی تہہ تک اس وقت پہنچے جب لاابالی ہی نہیں قاضی بھی اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

لفظ میرے، مرے ہونے کی گواہی دیں گے:

شیخ سے پہلی ملاقات استاذی سراج الاسلام سراجؔ کی ''دانش گاہ'' پر ہوئی تھی۔ سراج الاسلام سراجؔ

☆ (میری خواہش ہوگی کہ اس خاکے میں حضرت مولانا شیخ شیر علی شاہ صاحبؒ کیلئے محض شیخ کا نام استعمال کروں، دیگر علمائے باصفا کے لیے بھی یہی انداز پسند کروں گا تا کہ تحریر میں حرمت و عقیدت کے ساتھ ساتھ بے تکلفی کا پہلو بھی غالب نظر آئے)

کی ''دانش گاہ'' علم و حکمت کے موتیوں سے سجی ہوتی ،لیکن رستے پر گزرنے والوں کو پتا ہی نہ تھا کہ یہاں جوہری کی دکان ہے اور وہ خاتم طائی بن کر لعل و جواہر تقسیم کرتے رہتے ہیں ،مگر خریدار......؟

دراین دیار کہ گوہر خریدن آئین نیست
دکان کشودہ ام وقیمت گوہر گوئم

شیخ ان کی بیمار پرسی کے لیے آئے تھے،وہ رخصت ہو رہے تھے اور میں داخل ؛کاش اس بزمِ علم و دانش میں سامع و ناظر کی سعادت مجھے بھی ملتی۔مبتدی سیراب ہی نہ ہو سکا۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

استاذی سراج الاسلام سراج کی کتاب په شاه د مرسلانو می اربونه سلامونه پر شیخ کا تبصرہ ''خاصے کی چیز'' ہے اس میں تبصرے سے کہیں زیادہ خود ان کے دل کی آواز کا رنگ جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔وہ عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قافلے سے تعلق رکھتے تھے جنھوں نے ہر اس زمین کو چومنا چاہا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک تاریخی روایات میں نقش نظر آئے۔

پائے بوسی کی تمنا میں ترے نقشِ قدم
کہیں مل جائیں تو آنکھوں سے لگانا ہے مجھے

عشق و محبت ،علم وعمل کے لحاظ سے شیخ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضاؤں میں پروان چڑھے تھے کیونکہ وہ مدینہ یونیورسٹی کے منتہی تھے۔ان فضاؤں سے انھیں عشق تھا جہاں حضرت بایزید بسطامیؒ اور جنید بغدادیؒ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے۔

لکھتے ہیں: کله به مي بے اختياره د وجد په حالت کی (بعضی) بيتونه په زوره او په ترنم شروع کړل نو د کو رټول واړه به راجمع شول ، او د هغوی وجدانی کيفياتواو مد و جزر او انفعالی کيفياتو دا سر گندوله چه د پيغمبر صلی الله عليه وسلم د منور او معتبر حياتِ طيبه واقعات د موزون کلام په ذريعه د زړونو مړاوی احساسات راتازه کوی"

قطرے میں دجلہ

دارالعلومِ حقانیہ کے جلسہ ہائے دستار بندی میں کئی باران کو دیکھنے اور سننے کا موقع ملا۔اس جلسے میں نور و برکت ،جلال و جمال،وضع داری و یگانگت ،تمناؤں ،رقت و فخر و انبساط کی ولولہ انگیز کیفیات ہوتی ہیں۔علومِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار چہروں ، جسموں پر عیاں نظر آتے ہیں،جس کے سامنے بڑے بڑے کانوکیشنز

(Convocations) اپنی وقعت کھو بیٹھتے ہیں مگر اس کے لیے اس آنکھ کی ضرورت ہوتی ہے جو" قطرے میں دجلہ کا نظارہ" کرسکے۔

دستار بندی کا جاذب منظر

یوں تو اس جلسے کا ہر رنگ بے مثال ہوتا ہے مگر جب طالبان کی پگڑیوں پر علمائے باصفا، شفقت و برکت بھرے ہاتھ رکھ کر دعاؤں کے ساتھ ان کو رخصت کرتے ہیں تو اس بصیرت افروز منظر کی تاب صرف دل کی آنکھ ہی لاسکتی ہے کہ ظاہر کی آنکھ میں یہ عمق و وسعت کہاں؟....جو رنگ پگڑی اور بابرکت ہاتھ میں ہے وہ گولڈ یا گولڈن میڈل کو گلے میں ڈالنے اور کاغذ کا ٹکڑا لینے/ دینے یا تھما دینے میں کہاں؟

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم کہ مسجد فاطمہؓ کی تعمیر ہورہی تھی تو شیخ خود اس میں مزدوروں کی طرح جت کر کام کرتے رہے کہ مسجدِ قباو نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں تازہ ہوں۔

درس کی تیاری

درس وتدریس کے لیے تیاری کا یہ عالم کہ ایک دفعہ میرے استاذ محترم ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان نے شیخ کی خدمت میں ایک دعوت نامہ پیش کرنے کے لیے ان کی خدمت میں بھیجا۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو فرزندِ شیخ نکل آئے۔ آنے کا مقصد اور ملاقات کی مدعا ظاہر کی تو جواب ملا" اس وقت ملاقات ممکن نہیں کہ وہ درس کی تیاری کررہے ہیں ۱۱ بجے حقانیہ میں ملاقات کے لیے آئیں"۔ سبق کی تیاری Lesson planning کی ایسی خوبصورت مثال کہیں نہیں دیکھی۔ اسلاف کی روایت کو زندہ کرنے کی سعیات کیں تو آج ان صفحوں تک جا پہنچے جن کی ہم جیسے تمنا ہی کرسکتے ہیں۔ مجھے بے ساختہ ایک عرب کا تبصرہ یاد آیا جو کسی صاحب نے سنایا تھا۔ ایک محفل میں عجم کے علماء کے معیارِ علم پر بات ہوئی تو کسی نے شیخ کا نام لیا، عرب بے ساختہ پکار اٹھا ھوَمنّالیسَ منکم وہ ہم میں سے، آپ میں سے نہیں"

سراپا عاجزی وتواضع

بستر علالت پر بھی صبر واستقامت کی عجب مثال پیش کرتے رہے کہ وہ ہر لحاظ سے مطمئن رہے۔ طالبان مدارس ان کے گرد ایسے جمع ہوتے گویا شہد کی مکھیاں چھتے کے گرد جمع ہورہی ہوں۔ قدر ومنزلت، شوق وآرزوئے دیدار وملاقات، محبت ومئودت کا یہ عالم کہ عظیم محدثین کی یادیں تازہ ہوجاتیں۔ شیخ دعا فرماتے تو مخصوص کیفت طاری

ہوجاتی ،عاجزی ،مسکینی ، رنگِ راز و نیاز ،ادائے دلبرانہ، مقامِ ناز؛رقّت ومناجات کی ملی جلی کیفیات میں جذبات ڈھل جاتے ،ہر لفظ ہر دل کی آواز بن جاتا اور ہر سسکی عرش کو گھیر لیتی۔دعا مانگنا تو کوئی ان سے سیکھتا؛سراپا عاجزی،زہدواتقا کی مسکینی،ہر احساس کومجسم،ہر کیفیت کومظہر بنا کر بارگاہِ الٰہی میں پیش کردیتے!!

حمیت وغیرت کا جلالی اظہار

کبھی کبھی ان کے لہجے میں عجب رعب ودبدبہ ظاہر ہوتا،جس سے کڑکتی بجلیوں کی چھاتی بھی دہل جاتی، آواز میں بیابانی ہوا کی تندی تھی جو سماعت کے رستے سے دل کی رگوں کو چیر دیتی ،گفتار میں فصاحت و بلاغت کی گھلاوٹ، جذبات کو گرفت میں لے لیتی۔ان کی شخصیت بندۂ صحرائی و کہستانی کا حسین امتزاج تھی۔رنگ ونور کا مرقع، گھنے آبرو،چمکتی آنکھیں، ابھرے بازو،سڈول اعضا،کھلا،دمکتا چہرہ، کشادہ پیشانی،''وہ حسن جسے دیکھ کر ہر آنکھ ہوعاشق'' درویشوں کا انداز،صوفیا جیسا بانکپن اورمجاہدوں جیسی گھن گرج

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

اہلیانِ باصفا ،درویشانِ خدامست ایک ایک کرکے اٹھ رہے ہیں اور ہم گنہگار اور روسیاہ پر زمین تنگی محسوس کررہی ہے۔وہ بصیرت کی جس آنکھ سے عالمی طاقتوں کی مکاریوں ،منافقتوں،ظلم و جبر کی داستان کو حاضرین اور بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ، اس کا الگ رنگ ہوتا،اقبال کے اس شعر کی باریکیوں کو وہ جتنا جانتے تھے،بہت کم ہیں جواس کی گہرائیوں میں اترسکیں؟

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
ملّا کو ان کے کوہ ودمن سے نکال دو

شاہ ولی اللہ کے علمی اورسید احمد شہید کے جہادی روایت کے امین

ان کا مطالعہ وسیع اورمشاہدہ عمیق تھا۔درس وتدریس ہو کہ مجالس علم و دانش،انوار و برکات کے متلاشی رہتے ،اور وہی فضا وسماں باندھ بھی لیتے، سراپا معاملات تھے کہ عبادات کے تناظر میں معاملات کی تشکیل خودکرتے رہے۔معاشرتی مسائل کے حل کیلئے بسر وچشم اپنے دروازے واکرتے ،معاملات کو درست کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا تھا کہ اس سرزمین پرشاہ ولیؒ اللہ اورسید احمدؒ شہید بریلوی کی روایت کے امین رہے۔روحانی علاج،ذکر واذکار،تصوف و راہِ سلوک کے متلاشیوں کے بھی راہبر ٹھہرے تھے کہ حرقہ پوشی اور یدِ بیضائی کی باریکیوں کے شناور رہے تھے۔ان کے ہاں جمال کا پہلو خاص انفرادیت کا حامل تھا مگر تھے وہ سراپا جلال......جانِ محفل ہوتے،شفیق مرنج و

مرنجاں، جہاں آپ ہوتے وہاں ہر شخص سامع و ناظر ہی رہ جاتا کہ متکلم فصاحت و بلاغت کا سرچشمہ ہوتے اور کسی اور کے ہاں اس کا ہلکا سا شائبہ یا رنگ اگر ہوتا بھی تو شیخ کے سامنے خود ماند پڑ جاتا۔

حقانیہ کے علم خیز اور روحانیت انگیز فضائیں

حقانیہ کی گود چراغ ہائے مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ بھری رہی، خرقہ پوشوں اور علومِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقانِ باصفا، مدرسینِ بے مثل و بے ریا کو ان علوم کی درس و تدریس اور یہاں کے در و دیوار سے عجب عشق رہا ہے۔ روحانی ربط و اشتیاق کا حیرت انگیز عالم یہاں دیکھا جاسکتا ہے جس میں وارفتگی کی عجب کیفیات ہوتی ہیں، جس کو صرف محسوس ہی کیا جاسکتا ہے کہ الفاظ اس کا احاطہ نہیں کرسکتے اور قلم کو ترجمانی کا یارا نہیں۔ افسوس کہ یہ درویشانِ خدامست ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہیں، قد آور درخت، گھنے سائے اور کڑی دھوپ۔ درخت جڑوں سے اکھڑ رہے ہیں، سایے رخصت ہو رہے ہیں اور ہر طرف کڑی دھوپ کا راج؛ معاشرہ گھنے سایوں سے محروم ہوتا جارہا ہے۔

کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس کے مارے
کوئی آبلہ پا وادیِ پرخار میں آوے

دل دردمند ہے

بلا شبہ عالم کی موت سے عالم کی موت واقع ہوئی، ہر آنکھ اشک بار، ہر دل صد پارہ، قاری عبداللہ صاحب کی رقت انگیز لفظوں میں وہ درد محسوس کرلیا تھا جو پہلے فانیؔ اور اب شیخ کی رحلت پر دل کی عمق سے اٹھا تھا، یارانِ باصفا ہی نہیں درویشانِ خدامست بھی رخصت ہوگئے؟

''شیخ کی رخصتی ایسی نہیں جسے بھلایا جاسکے، ان کی کمی ہی نہیں ضرورت بھی ہمیشہ محسوس کی جائے گی کیونکہ وہ رنگِ سکون و اطمینان تھے، ان کے اٹھنے سے عشقِ بلاخیز کے قافلے کا ایک اور سخت جاں رہبر چلا گیا، اب ان کو وادیوں اور منزلوں کے دور ہی میں یاد رکھا جائے گا کہ وہ خود تاریخ بن گئے ہیں، تاہم ان شاء اللہ منزل سامنے آئے گی تو وہ خود بخود ابھر کر سامنے آئیں گے''۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

عمران علی محمود حقانی

اخلاق کا ہمالیہ، سخاوت کا قلزم

دوست نزدیک تر از من بمن ست ویں عجب تر کہ من از وے دورم
چہ کنم با کِہ تواں گفت کہ او در کِنارِ من ومن مہجورم

ہر ادا مدنی

جیسا کہ صاحب قلم مناظر احسن گیلانیؒ کی تصانیف اور علمی کارنامے دیکھ کر اکابرین میں سے کسی نے ان کی تصنیفات کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ مناظر احسن گیلانیؒ کے سارے ہی مناظر احسن ہیں، اسی طرح ہمارے شیخ حضرت علامہ ڈاکٹر سید شیر علی شاہ نوّر اللہ مرقدہ کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرت شیخؒ کی تمام عادات واخلاق مدنی تھے کیونکہ حضرت شیخؒ کی زندگی اور ہر ادا اسوۂ رسول اور مدنی اخلاق میں رنگی ہوئی تھی اور آپ کی زندگی سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ اور عکس تھی۔

دو یادگار واقعات

حضرت کی ہر ادا دلربا تھی البتہ دو واقعات جو میرے دل ودماغ میں ہمیشہ تازہ رہیں گے ان کا تذکرہ ضرور کروں گا۔ پہلا واقعہ: ان میں سے پہلے واقعہ کی روداد کچھ یوں ہے کہ ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۰۱۱ء کی بات ہے بندہ دیوبند ثانی دارالعلوم جامعہ حقانیہ میں دورہ حدیث کا طالب علم تھا۔ ایک دن حضرت شیخؒ فرشتہ صورت معمول کے مطابق دارالحدیث میں تشریف لائے اور مسندِ حدیث پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنی شانِ محدثانہ میں موتی بکھیرنے لگے۔ تو درمیان میں باب الشغار کی بحث آگئی۔ شغار کا معنی ہے ’’آنٹے سانٹے‘‘ کا نکاح یعنی کوئی اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح دوسرے آدمی کے ساتھ کردے اس معاملہ پر کہ وہ دوسرا آدمی اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح اس کے ساتھ کردے اور احدالعقدین دوسرے کا عوض ہوجائے اور اس کے علاوہ کوئی اور مہر نہ ہو۔ بہرحال حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے ممانعت فرمائی ہے جب حضرت شیخؒ نے مسئلہ کی وضاحت بیان کی تو ساتھ میں یہ بھی بیان فرمایا کہ یہ مصیبت (شغار) افغانستان میں بہت رائج ہے اور فرمایا کہ ہم نے اس بارے میں حضرت امیر المؤمنین ملا محمد عمرؒ کو بھی خصوصی طور پر آگاہ کیا تھا کہ جب بھی امارت اسلامی قائم ہوگئی تو سب سے پہلے اس ناسور کو افغانستان کی سرزمین سے ختم کروگے۔ حضرت شیخؒ کا یہ فرمانا تھا کہ میرے سامنے بیٹھے ہوئے ایک افغانی طالب علم نے گستاخی

کرتے ہوئے کچا کچ بھرے دارالحدیث میں دورانِ سبق حضرت شیخ کو آواز دی اور بلند آواز سے کہا کہ افغانستان میں اس قسم کی کوئی رسم نہیں، گویا کہ اس گستاخانہ آواز کا مطلب یہ تھا کہ حضرت شیخ نعوذ باللہ جھوٹ بول رہے ہیں اور ہمارا ملک افغانستان اس قبیح رواج سے پاک وصاف ہے۔ کسی فارسی شاعر نے ایسے ہی موقع پر فرمایا تھا۔

بیک نا تراشیدہ در مجلسے   برنجہ دلِ ہوش منداں بسے

اگر برکہ بر کنند از گلاب   سگے دروے افتد کند منجلاب

جیسا کہ حضرت کی خصوصی عادت تھی کہ وہ باطل اور ناحق بات پر غصہ ہوتے اس بات پر بھی حضرت کو بہت غصہ آیا کیونکہ حضرت شیخ کی کافی عمر جہاد کے سلسلے میں افغانستان میں بیت چکی تھی اور حضرت شیخ کو خوب معلوم تھا کہ یہ وبا وہاں بہت عام ہے۔ حضرت شیخ نے اس پر شدید غصے کا اظہار فرمایا اور کہا کہ ایک کام وہاں ہو رہا ہے تو تم کیوں اس کی صفائی میں باطل کوشش کر رہے ہو، جب ایک مرض تمہاری قوم میں موجود ہے تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے۔ عجب اتفاق یہ ہوا کہ اس سال ہمارے ساتھ دورہ حدیث میں تقریباً سو سے زائد افغانی طلبا شریک تھے تو نیچے بیٹھے ہوئے ان افغانی طلباء کرام کے رقعے آنا شروع ہو گئے کسی نے لکھا تھا میری بہن کا نکاح اس طرح کیا گیا ہے اور کسی نے لکھا تھا میرا اپنا عقد اسی طور پر ہوا ہے غرض اپنے ہی گھر سے اس کے خلاف گواہیاں آنے لگی تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ تمہارے اپنے ملک والے تمہارے خلاف گواہی دے رہے ہیں اب اس کے جواب میں کیا کہتے ہو وہ طالب علم خاموش رہے جبکہ اس طالب علم کی اس گستاخی پر ہر طالب علم غیض وغضب سے بھر گیا اور یقیناً اسکی خوب پٹائی کر لیتے لیکن اس کی قسمت اچھی تھی کہ ہجوم کی وجہ سے کسی کو پتہ نہ چلا کہ کس نے آواز دی ہے۔ چونکہ یہ افغانی طالب علم مجھ سے آگے نشست پر بیٹھا تھا اس لئے میں نے اس سے کہا کہ جیسے ہی حضرت شیخ سبق بند کر دے جا کر حضرت شیخ سے اس بے ادبی اور گستاخی کی معافی مانگ لو، لیکن حضرت شیخ کے ان مدنی اخلاق پر فدا ہو کہ گھنٹہ ختم ہوتے ہی حضرت شیخ خود اس طالب علم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بھائی غصہ کی حالت میں کچھ کہہ دیا ہو تو ناراض نہ ہو معافی چاہتا ہوں۔

اسلاف کی سنت تازہ کردی

اس طرح ہمارے شیخ سید شیر علی شاہ مدنیؒ نے اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنیؒ کی یاد تازہ کر دی کیونکہ حضرت سید حسین احمد مدنیؒ کو درسِ حدیث کے دوران کسی نے رقعہ لکھ کر بھیج دیا تھا کہ آپ نعوذ باللہ حرامی ہے یعنی آپ اپنے باپ سے نہیں ہے۔ حضرت شیخ حسین احمد مدنیؒ بجائے اس کے کہ غصے کا اظہار فرماتے خط کو اطمینان سے پڑھا اور پھر دوسری نشست میں طلباء کرام سے فرمایا کہ کسی نے اس طرح کا رقعہ بھیج دیا ہے تمام مجلس میں ہیجان برپا ہو گیا اور ہر طالب علم غیض وغضب سے بھر گیا آپ نے فرمایا خبردار کسی کو غصہ کرنے

کی ضرورت نہیں، میرا حق ہے کہ میں اس کی تسلی کروں ۔فرمایا میں ضلع فیض آباد قصبہ ٹانڈہ محلّہ الہٰ داد کا رہنے والا ہوں اس وقت بھی میرے والدین کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں خط بھیج کر یا جا کر سمجھ لیا جائے ۔ العظمة لله، بردباری اور صبر کی انتہاء ہے اگر جی میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو سامنے رکھ لیا جائے جس کا مفہوم یہ ہے۔'' کہ پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ بہادر وہ ہے کہ غصّے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے اور اپنے نفس کو مغلوب کردے۔'' کسی شاعر نے انہی نفوسِ قدسیہ کے بارے میں فرمایا ہے۔کہ

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا دلِ دشمناں رانکردندتنگ
تراکے میسّر شودایں مقام کہ بادوستانت خلافست وجنگ

دوسرا واقعہ

اور دوسرا واقعہ جس سے ہمارے شیخؒ کی جود وسخاوت، زہد وقناعت، عشقِ رسول اور حبِّ دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خوب پتہ چلتا ہے۔اس کی روداد کچھ یوں ہے کہ کبھی کبھار بندہ کو ساتھیوں سمیت حضرت شیخؒ کی مسجد میں جانے اور مجلس میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوتی تھی۔

مدنی مہمان

ایک دن ہم عصر کے وقت حضرت شیخؒ کی مسجد میں پہنچ گئے اتنے میں حضرت شیخؒ بھی وہیل چئیر پر نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے آئے نماز کے بعد معمول کے مطابق مجلس شروع ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ مجلس میں دو طالب علم حضرت شیخؒ کے سامنے دوزانوں بیٹھ گئے مصافحہ کے بعد حضرت شیخؒ سے اپنا تعارف کروایا، پتہ چلا کہ وہ دونوں طالب علم اصل کے اعتبار سے افغانی ہیں لیکن مدینہ منورہ میں مقیم ہیں اور وہاں کی شہریت ان کو حاصل ہوگئی ہے جبکہ جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی کے طالب علم ہیں۔ہمارے شیخؒ کو مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کے درجہ میں محبت تھی اس لئے حضرت شیخؒ مزے لے لے کر ان سے وہاں کے حالات دریافت کرتے رہے اور وہ طالب علم سناتے رہے جبکہ حضرت شیخؒ بھی وہاں بیتے ہوئے ایام کی داستان سناتے رہے اور اپنی پرانی یادیں تازہ کرتے رہے یہ باتیں کافی دیر تک چلتی رہی۔

پگڑی اتار کر طلباء کو دے دی

چونکہ حضرت شیخؒ کی یہ مجلس عصر سے مغرب تک ہوتی تھی اس لئے اختتامِ مجلس پر ان دو ساتھیوں میں سے ایک نے کہا حضرت اگر آپ ہمیں کچھ ہدیہ دیدیں تو بڑی مہربانی ہوگی، حضرت شیخؒ نے مسکراتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈال دی اور فرمایا کہ مجھ فقیر سے کیا ہدیہ لو گے جیب سے پیسے نکال کر ایک ہزار کا نوٹ جب پہلے طالب علم کو دینے لگے تو اس طالب علم نے کہا کہ حضرت میری مراد پیسے نہیں تو حضرت نے فرمایا کیا چاہتے ہو؟اس طالب علم

نے انتہائی ادب سے کہا کہ اگر حضرت اپنی پہنی ہوئی پگڑی اتار کر ہمیں عنایت فرمائیں تو خصوصی نوازش ہوگی چونکہ حضرت سچے عاشقِ رسول تھے اور مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کی فرمائش تھی کیسے ٹال سکتے تھے بڑی خوشی سے حضرت شیخ نے اپنی پگڑی اتاری اور اس طالب علم کو عنایت فرمادی۔ اور پھر نواسے سے کہا کہ جا کر گھر میں دیکھو میری کتابیں تو ختم ہوچکی ہیں لیکن میں نے اپنے لئے چند کتابیں رکھی ہیں وہ لے آؤ اس نے گھر سے حضرت شیخ کی تصنیف شدہ کتابوں میں سے غالباً تفسیر سورہ کہف، وغیرہ کتابیں لائیں حضرت نے اپنے ہاتھوں سے وہ کتابیں ان دونوں کو ہدیہ دیدیں اور مجلس میں موجود مقامی طلباء حسرت بھری آنکھوں سے دیکھتے رہے کہ یہ طالبعلم کتنے خوش نصیب ہیں جنہیں حضرت شیخ کی استعمال کی ہوئی پگڑی بھی ملی اور حضرت شیخ کی لکھی ہوئی کتابیں بھی حضرت شیخ ہی کے ہاتھوں سے ملی اور جس وقت حضرت شیخ نے پگڑی اتاری تو مجلس میں شریک طلباء کرام میں سے جنہوں نے پگڑیاں باندھی تھیں سب نے اپنی اپنی پگڑیاں اتار کر حضرت کی خدمت میں پیش کی اور سب کی خواہش یہی تھی کہ حضرت کی پگڑی تو ہمیں نہ مل سکی چلو ہماری پگڑی اگر قبول فرمالیں تو بھی ہمارے لئے سعادت کی بات ہوگی، لیکن حضرت شیخ نے کسی ایک سے بھی قبول نہیں کی اور انتہائی عاجزی سے فرمایا کہ گھر میں دوسری پگڑی ہے وہ پہن لونگا۔

مؤمنانہ فراست وبصیرت

حضرت شیخ بڑے ہی باریک بین اور مدنی اخلاق کے پابند تھے آج جب سوچتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ حضرت نے کسی ایک طالب علم سے پگڑی کیوں قبول نہیں کی وجہ یہ تھی کہ اگر حضرت شیخ کسی ایک سے قبول فرمالیتے تو باقی طلباء کرام کی دل شکنی ہوتی کہ ہماری پگڑی کیوں قبول نہ فرمائی۔ بہرحال حضرت شیخ کی پوری زندگی اسوۂ حسنہ کا نمونہ تھی اور آپ اخلاق وعادات میں سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پابند اور دلدادہ تھے اور آپ کی ہر ایک ادا سے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو مہکتی تھی اور آپ خُلقِ عظیم کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے اور ساری زندگی حدیث کی خدمت میں گزاری تھی یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حدیثِ یار کی خدمت کا یہ صلہ دیا کہ آپ کی نمازِ جنازہ میں لوگوں کے ٹاٹے مارتے ہوئے سمندر نے شرکت کی جن میں ملک کے عظیم مشائخ، زعماء، علماء طلباء عوام وخواص شریک ہوئے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ کو بخش دیا ہوگا اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء کیا ہوگا اور سرورِ عالم سردارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی نصیب ہوئی ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بدلہ یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے تدفین کے بعد دنیاوالوں کے لئے آپ کی یہ کرامت ظاہر فرمادی کہ اس مردِ قلندر، عاشقِ رسول کی قبر سے خوشبو کی لپٹیں جاری فرمادی جو لوگوں کی دل ودماغ کو معطر کرتی رہی۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں اور حضرت شیخ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں اور کروٹ کروٹ پر راحتیں نصیب فرمائیں، اور ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں حضرت کے تلامذہ، محبین ومتعلقین کو حضرت شیخ کے حق میں صدقہ جاریہ کے طور پر قبول فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت شیخ جیسا عشق ومحبت اور نبوی اخلاق نصیب فرمائیں اور دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائیں۔ آمین

مولانا شوکت علی حقانی
فاضل ومدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

دیوبند ثانی (حقانیہ) کا روح رواں

چند ایسی نوشین ہستیاں بھی آدم تا ایں دم اس دار فنا کو اپنی مقدر کے ساتھ آتی چلی گئیں۔جنکی فراق ابدی پر سوگواران کے علاوہ عالم ارض وسماء زار وقطار روتے رہے اور جنکی آرزومند وعشاق صدیوں تک انکو پا نہ سکے۔جنہوں نے دار فنا میں فتح یابی پا کر دار بقاء کو رحلت کر کے حیات برزخی بھی نعمتوں اور فرحتوں والی پائی بلکہ ایک بیاباں کی راگ بھی ان کی جسد خاکی کو چھو کر خوشبو بکھیرتی ہے۔

تو چہ دانی میوہ را تاثیر شیریں کجا است
زانکہ درزیرزمین شیرین لباں خسپندہ اند

ایسے اوصاف والے لوگون میں عالم اسلام کی عظیم مفکر، حق وراستی کا علم بردار، مجاہد کبیر استادی ومربی شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب جعل اللہ الجنة مثواہ جنہوں نے گزشتہ ماں اکتوبر کے ۳۰ تاریخ ۲۰۱۵ء بمطابق ۱۷محرم الحرام ۱۴۳۷ھ بروز جمعۃ المبارک بسبب طویل علالت داعی اجل کو لبیک کہا۔

میں اس قابل نہیں کہ حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت ومنقبت تحریر میں لانا تو بس کی بات نہیں۔یہ فقط شیخ صاحب سے شوق عقیدت ومحبت میں خریداران یوسف علیہ السلام کی طرح اس بوڑھی عورت کی ایک نظیر ہے تاکہ سینکڑوں مضمون نگاروں کے ساتھ الحق نمبر کی صفحات کو اپنی لغزیدہ قلم پر آبدیدہ آنکھوں سے آنسو ٹپک ٹپک کر غزل غم سے پر کرنے میں تنافس کرلوں۔

نام رکھنے میں عجیب تطبیق

والدین نے شیخ صاحب کا نام ''شیر علی شاہ'' رکھا اور سید تو پہلے خاندانی تھے۔ویسے بھی اسم کا مسمی پر اثر ہوتا ہے لیکن اس سے درکنار آپکے نام رکھنے میں من جانب اللہ عجیب اتفاق وتطبیق یہ تھی کہ وادی اکوڑہ خٹک ماضی کے جھرکوں میں شہروں کا مرکز رہا ہے۔جہاں اس وادی میں دو شیروں ''سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید نے دشمنان اسلام کے خلاف تلوار سونپ کر پڑاؤ ڈالا تھا۔ان دونوں میں سے ایک کے نام میں پہلا سید اور دوسرے کے نام میں پہلا لفظ شاہ آتا ہے اور شیخ صاحب بھی سید اور شاہ تھے۔تو نام میں شیروں کیساتھ مطابقت آئی۔

دوسرا یہ کہ حضرت شیخ صاحب ایسی ہستی (شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ) کے تربیت یافتہ تھے جنکی تشبیہ شیخ الحدیث حضرت علامہ موسیٰ خان روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ نے آپکی وفات کے موقع پر بمقام منئ شیر کے دوسو ناموں سے تحریر فرمایا، جو فتح الصمد کے نام سے شائع ہو چکا ہے، تو گویا کہ شیروں کی سرزمین میں جنم لے کر شیرنی (حقانیہ) کی گود میں پل کر متصف بالاسد شخصیتوں کے سایہ میں تربیت پا کر یقیناً حضرت شیخ صاحب بھی ہر شعبہء دین ودنیا میں بالعموم اور شعبہء جہاد میں بالخصوص شیر تھے۔

اسد علی: چوتھا یہ کہ نام میں دوسرا لفظ علی ہے اور علی اسد اللہ تھے تو حضرت شیخ صاحب اسد علی ثابت ہوئے۔

بادشاہ: نام میں آخری لفظ شاہ ہے تو حضرت شیخ صاحب بھی حقیقی معنوں میں بادشاہ تھے جنہوں نے ساری زندگی اپنی رعایا (امت مسلمہ) کی غم وفکر میں گزار کر کسی طاقت سے مرعوب نہیں ہوئے اور شیخ صاحب کی بادشاہت کا اقرار جنازے کے موقع پر لاکھوں مجمع کے سامنے ایک بڑے صحافی حامد میر نے کرتے ہوئے کہا کہ اصل حکمران یہ تھے جنہوں نے دلوں پر سلطنت کر کے ہر خاص وعام کو اپنی طرف کھینچے ......

نام کا شیر کردار کا شیر　　　　تھے وہ کفر کیلئے بے نیام شمشیر

یا تو نام رکھنے میں اللہ نے آپکے والد محترم کو القاء قلبی کیا تھا اور یا اللہ نے حضرت شیخ صاحب کو آپکے گھر میں ایک عجوبہ نازل فرمایا تھا۔

جامعہ اسلامیہ کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب رحمہ اللہ سے تحریر سنبٹ پڑھی۔ اکوڑہ خٹک کے ایک چھوٹی سی مسجد میں شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا عبدالحق صاحب سے کافیہ پڑھی۔ قاضی حبیب اللہ صاحب سے صرف ونحو میں فیض حاصل کیا۔

نجی زندگی

شیخ صاحب رحمہ اللہ بھی اپنے والد صاحب کی مانند ایک سادہ لوح اور نفیس الطبع انسان تھے بچپن سے لڑکپن تک شیخ صاحب رحمہ اللہ ہر کام میں چابک دست تھے خواہ وہ سماجی امور میں تگ ودو تھی یا عائلی زندگی سے متعلق کوئی کام تھا۔ بہادری ومشقت کے ساتھ بلاشرم انجام دیتے تھے۔ حتیٰ کہ کھیتی باڑی میں گندم کٹائی، آب پاشی، وغیرہ خود اپنے ہاتھوں سے آستین چڑھا کر کر دیتے۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی جفاکشی اور بلند ہمتی کے بارے میں آپ کے ایک رفیق محترم عزیز الرحمٰن حیدری حقانی نے مجھے کراچی کے سفر کے موقع پر میرپور خاص میں ایک واقعہ سنایا کہ ہم دونوں اور حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ دارالعلوم کی خدمت کیلئے علاقہء چھچھ اور اسکے اردگرد بستیوں میں جب دوڑ شوڑ لگاتے تھے تو تقریر کرنے کے لئے میں شیخ صاحب رحمہ اللہ کو کہہ دیتا اور رات کسی مسجد میں گزارتے تھے اسی طرح ایک رات ہم حضرو کے جامع مسجد میں لیٹے تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے ایک طرف مجھے اور دوسری طرف

مولانا انوارالحق صاحب کو لٹایا اور خود درمیان میں لیٹ گئے۔ پھر ہم دونوں کے اوپر وہ گھاس پوس ڈال کر سردی سے بچنے کا بندوبست کیا پھر خود اپنے آپ کو ڈھانپ کر سو گئے۔ یہ روداد خود شیخ صاحب نے مجھے بھی اپنے مسجد میں سنائی تھی۔ تو ظاہری بات ہے کہ پٹھان عرفاً ایسے شخص کو ''کام کے شیر'' سے پکارتے ہیں۔

تعلیم علوم حدیث

علوم حدیث کی تحصیل کے لئے شیخ صاحبؒ نے جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، مفتی اعظم فقیہ العصر مفتی محمد فرید رحمہ اللہ، شیخ الحدیث امام المتکلمین صدر المدرسین حضرت مولانا عبدالحلیم زروبوی، حضرت مولانا عبدالغفور سواتی اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ تعالی کے سامنے زانوائے تلمذ ٹیک دیئے۔

تحصیل علوم تفسیر

تفسیر القرآن کے حصول کے لئے شیخ صاحب رحمہ اللہ علیہ کو اپنی مربی ومحسن نمونہ تقویٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے اپنے فرزند قائد ملت حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ العالی کی رفاقت میں شیخ الحدیث حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے پاس بھجوا دیئے یہ وہ زمانہ تھا جب آتش جواں تھا۔ جہاں انہوں نے دونوں کو اپنے کمرے کے اندر ایک کوٹھی میں رہائش دیگر خوب ناز وخیال سے نوازے۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ گاہے گاہے اپنے استاد حضرت مولانا احمد لاہوری رحمہ اللہ کا تذکرہ کرکے اظہار محبت کرتے۔ آخری ایام مرض میں آپکی عیادت کے لئے جب میں اپنے محسن ومربی حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی کے ساتھ گئے تو مفتی صاحب وجہ بیماری پوچھنے پر آپ رحمہ اللہ نے فرمایا آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ''ایک بڑھاپا سو بیماری''، پھر دورہ تفسیر کے بارے میں ماضی کی وہ گھڑیاں یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے دورانیہ درس کے بعد جب پٹھانوں کو تکرار کرتا تھا تو لاہوری رحمہ اللہ اپنے دروازے کی چوکاٹ پر کھڑے ہوکر فرمایا کرتے تھے کہ میں پٹھانوں کو تکرار کرتا تھا تو لاہوری رحمہ اللہ اپنے دروازے کی چوکاٹ پر کھڑے ہوکر فرمایا کرتے کہ میں پٹھانوں کا درس سنتا ہوں۔

تخصص فی التفسیر اور عشق مدینہ

شیخ صاحب رحمہ اللہ کا محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت کی بناء پر شدت سے مدینہ منورہ جانے کا آرزومند تھے کئی بار جہد وجہد کرنے کے بعد آخر کار بفضل خدا اساتذہ کرام کی دعاوں اور اپنے جگری یار قائد ملت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی وساطت پر جامعہ مدینہ سعودی عرب میں آپکو داخلے کی

سعادت نصیب ہوئی۔تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے سردار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوچوں میں دیر تک ٹھہرنے کی خاطر قصدا اپنے آپ کو فیلوں کی فہرست میں شمار کیا۔ یہ عشق کی وہ انتہاء تھی حالانکہ جامعہ مدینہ (سعودی عرب) سے علم تفسیر میں شیخ الحدیث رحمہ اللہ گولڈ میڈلسٹ تھے۔

کرو عشق صدق دل سے تو پاوگے سرفرازی

تو مجنون بن کے رہ جیت جا وگے عشق کی بازی

یہ تھے طالب علمی کے آخری ایام جو شیخ صاحب رحمہ اللہ کی علمی صلاحیتیں ، ذہانت وفطانت اللہ کا دیا ہوا عطیہ تھا۔اس لئے شیخ صاحب رحمہ اللہ کی حیات طیبہ کا اکثر حصہ علوم دینیہ میں بحیثیت معلم کی گزری۔فقہ، حدیث،تفسیر،علم ادب،صرف ونحو،علم بلاغت وغیرہ میں زمانہ حال کے ایک بحر اور بلند پایہ شخصیت تھے اللہ نے آپ کے واسطے ہزاروں فرزندان توحید کو علوم قرآنیہ وعلوم نبویہ سے مملوالصدور کر کے اطراف عالم میں دینی واسلامی روح پھونک دی۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ ان علوم کے ذریعے فرق باطلہ قادیانیت ،منکرین حدیث ، اہل حدیث کی نشاندہی کر کے قولا ،فعلا ،وعملا اپنے اسلاف واکابر کی صحیح مسلک ، وعقیدہ ،نظریہ ،کو اپنا کر انکی اقدار کو بالا رکھا۔عصر حاضر ہی دینی ترویج کیلئے شیخ صاحب رحمہ اللہ کی ذات مبارکہ ایک مجسم تحریک تھی ۔اس وجہ سے شیخ صاحب رحمہ اللہ کی عام مجلس میں بھی خاص وعلوم کی جم غفیر درس کا منظر پیش کرتے ۔آپ رحمہ اللہ کی علمی ضیاء پاشیوں سے بچے ، نوجوان، بوڑھے مردوزن سب مستفید ہوتے رہے ۔ مدارس للبنات میں سینکڑوں طالبات شیخ کی عملی عطور سے معطر ہوتی رہیں۔

مختصرا شیخ صاحب رحمہ اللہ فقہ پڑھانے میں ایک فقیہ، حدیث پڑھانے میں ایک محدث عصر،تفسیر کا درس دینے میں ایک مفسر قرآن ،علم ادب میں قوی ملکی رکھنے کی حیثیت سے ایک ادیب تھے۔

دوران درس موقع مناسبت سے بعض ملفوظات ،محاورات ، لطائف کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار فارسی وعربی کے سبق آموز اشعار سنا کر طلباء میں ذوق علم ادب پیدا فرماتے ۔اس بابت گزشتہ سال دارالعلوم حقانیہ میں درس ترمذی کے بعد شیخ صاحب رحمہ اللہ کے برخوردار سید امجد علی شاہ صاحب نے مختلف اشعاراوران کے اوزان وغیرہ بیان کیں ۔تو شیخ صاحب نے طلباء کو فرمایا۔کہ ہم اکثر آپس میں حروف تہجی کے اعتبار سے بیت بازی کرتے ۔اور یہ کبھی گھنٹوں تک جاری رہتے تھے۔اورفرمایا کہ ایک دفعہ یہاں سے ضلع کرک تک چار گھنٹے ہم بہت بازی کرتے رہے۔مزید فرمایا کہ مدینہ سے (شیراز تک) گاڑی میں سفر کے دوران ڈرائیور سے لوڈ سپیکر لے کر بہت بازی کی تو وہ ڈرائیور بھی ہمارے ساتھ بھی بیت بازی میں شریک ہوئی۔

اماکن تدریس

مدینہ منورہ سے سند فراغت کے بعد شیخ صاحب نے مسند تدریس کا شرف دوبارہ حاصل کیا کچھ عرصہ دارالعلوم کراچی میں تقی عثمانی صاحب کے اصرار پر درس دینے لگے۔ پھر اپنے قدیم ہمسایہ مفتی زرولی خان صاحب کے پاس احسن العلوم گلشن اقبال کراچی میں بحیثیت معلم رہے۔ بعد ازاں اپنے رفیق پردیس کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی صاحب نے آپ کو اپنے مدرسہ (منبع العلوم) میرانشاہ وزیرستان بلائے جہاں شیخ صاحب نے تدریس کے ساتھ جہادی سرگرمی میں برابر شریک رہے۔ آخر میں اپنے مادر علمی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے درس حدیث کا کے لئے بلایا۔ یہاں شیخ صاحب سالانہ تدریس کے ساتھ ساتھ رمضان المبارک میں دورہ تفسیر سے ہزاروں طلباء کرام کی علمی پیاس بجھاتے رہے۔ علاوہ ازیں تخصص فی الحدیث میں بھی شیخ صاحب یدطولی رکھتے تھے۔ تادم آخر شیخ صاحب یہاں پر مسند حدیث پر فائز تھے۔ ایک موقع پر محدود وقت کے لئے امداد العلوم پشاور صدر میں بھی علوم قرآنیہ کے خوشبو سے آس پاس کے علاقوں کے طلباء کو معطر کرتے رہے۔ ایک عرصہ صوبہ تخار افغانستان میں مجاہد کبیر امیر المومنین ملا محمد عمر کی فرمان اور اساتذہ اور رفقاء کے مشورے پر وہاں جا کر دارالحدیث میں بھی آپ کے مبارکہ پر قال اللہ کی صدائیں گونجتی رہیں۔

انداز وطریقہ تدریس

شیخ صاحب رحمہ اللہ کی تدریس کا انداز محدثانہ تھی۔ درس میں ایک قسم کی روانگی، میانہ روی اور توازن کے ساتھ ساتھ کمال وبرکت یہ تھی کہ سالہا سال بلا کسی تکلف اور معقول اعذار کی بناء پر کئی دن تعطیلات کے باوجود ایک ہفتہ قبل شیخ صاحب رحمہ اللہ اسباق پر اختتامی دعا فرماتے۔ یہ اپنی منہ بولی بات نہیں بلکہ ہر سال اکثر طلباء اس پر گویا تھے اور یہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی کرامت تھی۔

عملی میدان جہاد

میرے جیسے ضعیف العلم شیخ صاحب رحمہ اللہ کی شعبہ جہاد میں کارکردگی وکارناموں پر کیا رقمطرازی کرے لیکن جذبہ قلم ابھر کر جہاد کا تذکرہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کیساتھ ساتھ لازم وملزوم سمجھتا ہوں کیونکہ قتال مع الکفار شیخ صاحب رحمہ اللہ کے خون وخمیر میں رچ بس تھی۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی ذات مبارکہ اشد علی الکفار کی مصداق تھی بلکہ رگ رگ سے ہر لمحہ، ہر وقت۔ ہر تقریب۔ ہر درس، ہر سفر، اور ہر حضر میں جہاد کی صدائیں گونج کر باطل قوتوں کی صفوں میں تہلکہ مچادی تھی۔ یقیناً شیخ صاحب رحمہ اللہ زمانۂ حال کے امام المجاہدین تھے جنکے ہاتھ مبارک ہر ہزاروں جوان حصول سند حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سمیت بیعت علی الجہاد کر کے کفر کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

افغان ، روس جنگ اورافغان امریکہ جنگ میں امیر المومنین مجاہد کبیر ملا محمد عمر رحمہ اللہ، اسامہ بن لادن اوردیگر رفقاء مولانا جلال الدین حقانی صاحب ، مولانا یونس خالص صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ارتباط واعتماد میں شیخ صاحب رحمہ اللہ کی کاوشیں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ، زبان مبارکہ پر تقریری کی شکل میں قلم پر تحریر کی صورت میں ، اورتلوار وبندوق پرعمل کی شکل میں ،''جہاد افغانستان'' (امارت اسلامی افغانستان) شیخ صاحب رحمہ اللہ کی مرہون منت ہے ۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ بنفس نفیس خود کئی معرکوں میں مسلح شریک ہوتے رہے اور ہرقسم کی اسلحہ چلانے کی مہارت بھی رکھتے تھے ۔جس کا اقرار شیخ صاحب رحمہ اللہ نے گزشتہ سال جامعہ دارالعلوم حقانیہ وزارت جو سعودی کے آئے ہوئے مہمانوں کے سامنے عربی خطاب کے دوران ہتھیلیوں کو مٹھی کر کے ہلا ہلا کر ان الفاظ میں کہاانا ضعیف لکن متدرب فی انطلاق الاسلحة الخ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ آپکی پر ولولہ خطاب پر مسکرائے ۔علاوہ ازیں مجاہدین کو پیغام رسانی اوران کا اس کے پاس آنا اورمشورے لینا،ان کیساتھ مالی معاونت،ان کی حوصلہ افزائی ودلجوئی کرنااور جہاد ومجاہدین اسلام کی تائید میں تاکید کے ساتھ بلاخوف وخطرحق گوئی پر لب کشائی سے کبھی بھی دریغ نہیں کیا، جہادی تصانیف پرنہایت موثر ومعنی خیز تقریظ لکھ کرمصنف کو دلدادہ کرتے ۔مجاہدین کی سرخروئی میں شہداء اسلام کے لئے لیل ونہار دعا کرتے اور بالخصوص افغانستان میں امارت اسلامی کے دوبارہ منظم ہونے کے انتہائی آرزومند تھے ۔ زندگی کی آخری ایام میں بھی شیخ صاحب رحمہ اللہ نے حضرت خالدبن ولید کی وہ ارمان تازہ کی ۔ جب میں اپنے استاذ محترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ آپ کی عیادت کے لئے گئے تومجلس کے درمیان میں شیخ صاحب رحمہ اللہ نے بہت سوز کے ساتھ منہ مبارک پر یہ کلمات کہے کہ میں نے توتلوار کی موت کو پسند کی تھی لیکن اللہ کومنظور نہ تھا۔

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جوان زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

تصانیف

چونکہ شیخ صیب کے حیات طیبہ درس وتدریس کیساتھ ساتھ اکثر خط وکتابت اوروعظ وخطابت میں ادھر ادھر مقامی وبیرونی اسفار میں گزری اس لئے تصنیفی خدمات کم مگرعمدہ تھی۔تصانیف میں سے زبدۃ القرآن ،حسن بصری، زاد االمنتھی ، تفسیر سورۃ الکھف ،اسلام میں داڑھی کامقام،اورحول حرکۃ طالبان شامل ہے۔

مزاج شریف

بظاہر شیخ صاحب رحمہ اللہ کی طبیعت سنجیدہ تھی خاص کر عالم کفر کیلیئے شیرلیکن عالم اسلام عالم اسلام کیلیئے شیر

شیریں (میٹھا دودھ) تھے بالخصوص علماء وطلباء کرام کے ساتھ شیر وشکر تھے اور ہر ایک یہ محسوس کرتا کہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی میرے ساتھ دوستی ہے متانت، تواضع وانکساری، استحکام واستقلال، صبر وتحمل، شفقت ولطافت، خوشحال حالی ونیک سیرتی، جرات ومردانگی، فرض شناسی ووفاداری، استغناء وقناعت، اور حق گوئی وصداقت آپکی طبیعت میں نفوذ کر چکی تھی۔

کچھ یادیں

شیخ صاحب رحمہ اللہ کی ارمان بھری یادیں میرے مخدوش ذہن میں ایک دوسرے سے سبقت لیتے ہیں لیکن چند گزری ساعتوں کو زیب قرطاس کر کے اکتفاء کرتا ہوں۔

اپنے اساتذہ کرام سے محبت

۲۱ اپریل ۲۰۱۴ بروز پیر بوقت 09:30 بجے شیخ صاحب علاج کے لئے آر ایم آئی پشاور کو تشریف لے جارہے تھے تو میں بھی ساتھ بیٹھ کر اپنے لئے یہ سفر سعادت سمجھا۔ میں نے دھیمی آواز کیساتھ شیخ صاحب سے آپکے استاد محترم حضرت مولانا عبدالغفور سواتی صاحب رحمہ اللہ کے حالات، انکی ادا، سادگی انداز درس، علمی خدمات، کرامت وعادت، حتی کہ حسن خاتمہ تک بیان فرمایا۔

قرآنی زبان سے لگاو

شیخ صاحب رحمہ اللہ مدنی تھے اور مدنی زبان عربی بولنے میں فصیح تھے طلباء کرام کو دوران درس عربی شروح کی ترغیب دیتے تھے، اور کس کا آپ کے ساتھ عربی میں تکلم یا تحریر پر خوش ہوتے تھے۔

ہائے ...... گزشتہ سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر جب میں نے پیر کے دن آپکو فون پر مبارک باد دینا چاہا تو شیخ صاحب فوراً عربی میں تکلم کرنے لگے۔ میرے اوسان خطا ہوئے لیکن کچھ ٹوٹا پوٹا عربی بولنے لگا۔ پھر فرمایا کہ کم از کم آٹھ سال گزارو تاکہ اچھی طرح عربی سیکھ لو۔ اس درد دینے پر پھر اگلے دن میں عربی زبان میں تکلم کرنے پر میں سے سبقت کی تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نہایت خوش ہوئے اور خوب گپ شپ لگایا۔

وہ مسیحا بھی تھے۔ یہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کے ان الوداعی ایام اسباق کی آہوں بھری یادیں ہیں جب عید الاضحیٰ تعطیلات کی آخری دن بعد درس دارالحدیث سے نیچے تشریف لائے تو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب (دیر باباجی مدظلہ العالی) نیچے سیڑھیوں میں مصافحہ کر کے فرمایا کہ میری آنکھوں کو دم کریں تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے دم کر کے فرمایا کہ اب مجھے دم کریں اور ساتھ ہی طلباء کرام نے دم خوردہ کیلئے ایک دوسرے سے سبقت لے رہے تھے پھر شیخ صاحب رحمہ اللہ نے ایک دفعہ خوش طبعی کر کے دیر باباجی مدظلہ کو فرمایا پہلے کبھی تین روپے دیتے

اب وہ بھی نہ کئے اس پر دیر بابا جی نے مسکرا کر فرمایا کہ اب بھی لے لیں تو پچاس روپے کا نوٹ جیب سے نکال کر شیخ صاحب رحمہ اللہ کو دیا۔

وہ متبع السنۃ ہستی

شیخ صاحب رحمہ اللہ اپنے اسلاف کے مانند متبع السنّت تھے اور ایک عام مجلس میں بھی سامعین کو اتباع سنت کی ترغیب دیتے۔ اس بابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (نکاح سے متعلق گزشتہ سال ۱۶ مارچ ۲۰۱۴ء بروز بوقت ۱۲:۳۰ دوپہر صالح خانہ چراٹ کے باشندہ حاجی تاج محمد صاحب کا شیخ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ایک چھوٹی نشت ہوئی میں بھی ساتھ تھا اور اسی دوران کچھ عرب مہمان بھی شیخ صاحب رحمہ اللہ کی رہائش پر کھانے میں مصروف تھے شیخ صاحب رحمہ اللہ کے اصرار پر ہم بھی بیٹھ گئے تو خیر خیریت دریافت کرنے کے بعد شیخ صاحب رحمہ اللہ نے حاجی صاحب سے انکی فوت شدہ بیوی کے متعلق پوچھا تو حاجی صاحب آبدیدہ ہوئے اس پر شیخ صاحب رحمہ اللہ نے حوصلہ افزائی کر کے دوسری نکاح کی ترغیب دینے میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی نکاح دوم کا واقعہ سنایا جس سے حاجی صاحب کی آبدیدہ آنکھیں خشک ہو کر چہرے اور آنکھوں میں خوشی کی لہریں دوڑیں۔

وہ ہنسی خوشی محافل

یہ ماہ اگست ۲۰۱۴ بروز بدھ بوقت ۱۱:۳۰ دار العلوم حقانیہ میں تعلیمی سال کے افتتاح کے دن وہ چند لمحوں کی شرین محفل تھی جب میں اور مولانا اسرار ابن مدنی بحکم استاد محترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کے پاس گئے جب حجرے کو واپس آپہنچے تو گاڑی اترنے سے قبل شیخ صاحب رحمہ اللہ کا نظر تلمیذ رشید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ حضرت مولانا مجاہد حسینی رحمہ اللہ پر لگ کر فرمایا:

هائے ! زۀ دَ خوزیدو نه یم او تۀ دَ پاسیدو نه ئے

پھر شیخ صاحب رحمہ اللہ کو مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ اتنی دیر سے آئے تو جواباً شیخ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تم تو جوان ہو تم تو جوان ہو اتنی دو دفعہ فرمایا تو استاد محترم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ العالی مسکراتے ہوئے اپنی انگلی سے مولانا مجاہد حسینی صاحب رحمہ اللہ کو بازو پر مس کر کے فرمایا ہاں میں جوان ہوں دوسری شادی کس نے کی ہے۔ یہ تھی ہنسی مزاح کی محفل۔

کہیں تھی علمی گفتگو تو کہیں محفلیں رنگیں
بتا دوں سچ کہانی میں یہ کوئی خواب نہیں

آہ وہ ٹھنڈی لہروں والی رات ہجرا اپنی باری لے کر گزر گئی اور میری ذہن میں چکر کر وہ پر حزن یادوں کو دل

کے سامنے رکھ کر قلم کو لکھنے پر مجبور کر دیا جب میں مادر علمی کی خدمت کیلئے ٹنڈو آلہ یار (سندھ) میں مولانا عبدالمالک رحمہ اللہ کی مسجد میں تھا تو وہاں سے شیخ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ فون پر رابطہ کر کے حال احوال سنائے تو شیخ صاحب ہنس پڑے اور فرمایا کہ گھومو پھرو۔ یہ ایک علیحدہ علم ہے دنیا دیکھو گے ہم بھی اسطرح آس پاس علاقوں میں دارالعلوم کیلئے چلتے پھرتے تھے۔ ان چند کلمات سے میرے حوصلے بلند ہو کر کمر و قدم اور دل و دم میں تازگی ہوئی۔

آخری سسکیاں

وہ ایک کشتیاں تھے جنہوں نے علم و عرفان کی کشتی میں ہزاروں راکبین علم کو ایک منزلِ مقصود تک اپنے ساتھ ساحل پر عبور کیے اور کئی محبان علم آپ رحمہ اللہ کے ساتھ عملی سفر کے ان آرمان کو دلوں میں لئے رہ گئے۔

کہاں ہے وہ صدیوں کا متاع؟ جنہوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے کارخانہ علم میں ہر سال تشنگان علوم کو علمی پیاس بجھا دیتے......؟

کہاں گم ہوئی وہ تلوار بے نیام جنہوں نے کفری صفوں میں ماتم برپا کی تھی......؟ کہاں بجھ گئی وہ شمع علم جنکی ضیاء پاشیوں سے شرق و غرب منور ہوئے......؟ کہاں ہے وہ غزل خواں بلبل جس سے گلستان حقانیہ میں صبح سویرے قال اللہ قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نغموں سے سامعین لطف و سرور لیتے......؟

کدھر چلے گئے وہ شہسوار علم جنکے علمی رفتار سے ہر سمت میں اپنی ترویج ہوئی؟ کہاں ڈھونڈھوں وہ سادہ لوح وسفید رش بابا جنکی نفس خاموشی اور دیدار سے بھی اللہ یاد آتے؟ پھر سے کب آئے گا وہ مقتداء زمانہ جنکی اقتداء میں خاص وعام کی ایک جم غفیر تھی؟ کہاں پناہ ہوئے وہ متقی پیر جنکے ہاتھ پر بیعت علی الجہاد ہوتی؟ کہاں تلاش کروں وہ پشتباں جسکی منہ بولی باتوں اور مشوروں پر مجاہدین سہارا لے کر دشمنان دین کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے؟ کیسے پاؤ وہ مسیحا جن کے دم درود کے ماسوا نفس صحبت سے بھی ایک مریض کو روحانی سکون ملتی؟ کیا ملیں گے وہ خوگر و دردمند جنہوں نے امت مسلمہ کی صحیح سوچ و فکر کیلئے توحید و رسالت کا حق ادا کرنے میں بے لوشا خدمت کی۔

کیا پھر سے جلے وہ چراغ محفل جن کے ارد گرد رفقاء و شرکاء مجلس حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، مولانا مغفور اللہ صاحب، مولانا عبدالحلیم صاحب شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب، حضرت مولانا مفتی سیف اللہ صاحب، اور دیگر علماء و تشنگان عشق جمع ہو کر ہنسی مزاح کر کے ذہنی تھکاوٹ دور فرماتے۔

مولانا شکیل احمد حقانی

دارالعلوم جامعہ حقانیہ کے باغ و بہار شخصیت

ہوا جن کو لگنے نہ دیتی تھی بلبل
وہی گل ہوائے خزاں کھا رہی ہے

اُستاذ العرب والعجم شیخ التفسیر والحدیث حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً ایک عبقری شخصیت کے مالک تھے، اُن کی وفات پر جتنا بھی افسوس اور غم کیا جائے کم ہے۔ دورانِ درس حضرت سے بار بار یہ پشتو شعر سنا تھا:

باد م د زړۀ خزان تالا کړو
بویه چه بیا سپرلے رازی سپړی گلونه

یعنی خزان نے میرے دل کے باغ کو ویران کر دیا، بہت مشکل ہے کہ دوبارہ موسم بہار آ کر اس میں پھول کھلیں۔

اسی طرح فرماتے تھے: سل دِ اومره، یو دِ مۀ مره یعنی سو مرے، ایک نہ مرے۔ یہ دونوں باتیں حضرت ڈاکٹر صاحب پر بہت اچھی طرح صادق آتی ہیں۔ اِس عظیم حادثہ پر علماء اور طلباء یتیم ہو گئے۔

امام احمد بن حنبل کا مشہور قول ہے کہ ہمارے جنازے ہماری مقبولیت کی دلیل ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کا جنازہ تاریخ پاکستان میں ایک بہت بڑا اور عظیم الشان جنازہ تھا، یہ عنداللہ اُن کی مقبولیت کی واضح دلیل معلوم ہوتی ہے ان شاء اللہ۔

دارالعلوم حقانیہ میں بطور شیخ الحدیث آمد

ڈاکٹر صاحب کا دارالعلوم حقانیہ میں بطورِ شیخ الحدیث تشریف لانا بہت عجیب اور تاریخ ساز داستان ہے، واقعہ یہ ہوا کہ جب سال ۱۹۹۶ء میں فقیہ العصر، عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب نوراللہ مرقدہٗ پر فالج کا حملہ ہوا اور آپ اس بیماری کی وجہ سے اپنے آبائی گاؤں زروبی چلے گئے تو اگلے تعلیمی سال (۱۹۹۷ء) میں جب دورۂ حدیث شریف کے لئے طلبائے حدیث دارالعلوم کی طرف آتے تھے تو سب کے چہروں پر افسردگی اور بے اطمینانی کے آثار نمایاں ہوتے تھے۔ (راقم الحروف کے دورۂ حدیث پڑھنے کا بھی وہی سال تھا)، روزانہ جب طلباء جمع ہو جاتے اور اُستاذِ محترم، مہتمم جامعہ حقانیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم العالی گھر سے تشریف

لاکر طلباء کی افسردگی دیکھ لیتے تو اگر چہ خود بھی افسردہ ہوجاتے لیکن ساتھ ہی طلباء کوتسلی دلاتے کہ تم دعا کیا کرو، دارالعلوم کے لئے شیخ الحدیث کا مسئلہ ان شاء اللہ حل ہوجائے گا، ہم نے مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب سے رابطہ کیا ہوا ہے، ان شاء اللہ وہ یہاں تشریف لائیں گے۔ (اُن دنوں میں ڈاکٹر صاحب ''دارالعلوم منبع العلوم'' میران شاہ، وزیرستان میں بطورِ شیخ الحدیث تعینات تھے)۔ چنانچہ آخرکار ایسا ہی ہوا اور دارالعلوم حقانیہ کی روٹھی ہوئی بہار دوبارہ لوٹ آئی حضرت ڈاکٹر صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ کے طور پر تشریف لائے۔ دورۂ حدیث کے طلباء کے چہرے مسرت سے چمک اُٹھے اور اُن کے دل خوشی سے جھوم گئے۔ راقم الحروف نے ڈاکٹر صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے دورۂ حدیث سے قبل چار مرتبہ بالترتیب ۱۴۱۰ھ، ۱۴۱۴ھ، ۱۴۱۵ھ اور ۱۴۱۷ھ سالوں میں دورۂ تفسیر پڑھا ہے۔ و الحمد للّٰہ علٰی ذٰلك اللہ تعالیٰ نے حضرت ڈاکٹر صاحب نوراللہ مرقدہٗ کو قرآن فہمی اور حدیث شناسی کی جس عظیم نعمت سے سرفراز فرمایا تھا وہ اُن ہی کا حصہ تھا۔ حنفیت میں پختگی آپ کا وصفِ خاص ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کے اثبات کے لئے قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے استدلالات فرماتے تھے۔ فصاحت اور بلاغت کے جواہرات بکھیرنے میں آپ کو بہت ہی اعلیٰ ملکہ حاصل تھا۔

آسان فہم اسلوب تدریس

آپ دورانِ درس تفسیر وحدیث کے مشکل سے مشکل ابحاث کو نہایت آسان تعبیر کے ساتھ سمجھا دیتے تھے، آپ کے اسباق کے دوران طلباء بہت ہی ہشاش بشاش رہتے تھے۔ بات سمجھانے میں مزید آسانی پیدا کرنے کے لئے مختلف ضرب الامثال اور واقعات پر مشتمل مثالیں پیش فرماتے۔ دورانِ درس ہم نے حضرت سے بعض قاعدے اِس طرح سیکھے ہیں کہ وہ ہم کسی طرح نہیں بھول پاتے۔

قرآن سے شغف

قرآن مجید میں خصوصاً سورۂ یوسف، سورۂ کھف، سورۂ حج اور سورۂ نور کی تفسیر اپنے مخصوص اور انوکھے موثر انداز میں ایسا بیان فرماتے کہ طلباء کے دل میں اچھی طرح اِن سورتوں کی تفسیر دل نشین ہوجاتی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات بیان کرتے ہوئے تقدیر کے متعلق اقوال سنا دیتے کہ اذا جاء القدر عمی البصر اور رضائے مولیٰ از ہمہ اَولیٰ وغیرہ واقعۂ افک بیان کرتے وقت اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شانِ عظیم ظاہر فرماتے، مشہور محدّث حضرت طاؤس رحمہ اللہ کا یہ قول ضرور یاد کرتے کہ وہ جب اُم المومنین سے روایت کرتے تو اِس طرح اُن کا نام نامی لیتے: حدّثتنی الصدّیقة بنت الصدّیق، المبرّاة فی السمٰوٰت، حبیبةُ حبیبِ اللّٰہ أم المؤمنین عائشة رضی اللّٰہ عنها اور رورو کر یہ اشعار سناتے:

ما نجی اللّٰہ و الرّسول معًا   من کلام الوریٰ فکیف أنا

قیل انّ الالٰہ ذو ولدٍ قیل انّ الرّسول قد کھنا

دنیا تو نبی کو بھی کہتی رہی دیوانہ اے ذوق محبت میں دنیا کی نہ پروا کر

اِن خاص مواقع پر حضرت کو اپنا دل سنبھالنا مشکل ہوجاتا تھا۔

وجدانی کیفیات

حرمین شریفین کا ذکر ہو یا اللہ جل شانہٗ سے خوف کرنے کی بحث شروع ہوجاتی تو آپ پر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبتِ شدیدہ ایسی غالب آجاتی کہ آواز بند ہوجاتی، خود بھی پرنم ہوجاتے، اور سامعین کو بھی ساتھ رُلا دیتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی لیتے تو ''رحمت کون و مکان'' اور ''زینت کائنات'' جیسے الفاظ کے ساتھ ذکر فرماتے۔ اپنے شیخ اور ''بانی دارالعلوم حقانیہ'' کا نام جب لیتے تو زینۃ المحدّثین حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہٗ کے نام سے یاد کرتے۔

قرآنی جغرافیہ: آپ کا مشاہدہ

فرماتے کہ قرآن مجید میں جتنی بھی اہم جگہوں کے نام آئے ہیں میں نے اکثر کو دیکھا ہے، مثلاً اصحابِ کہف کے غار جہاں جہاں اور جس جس ملک میں بھی مشہور ہیں سب کو میں نے دیکھا ہے، البتہ ''کوہِ طور'' کو نہیں دیکھا ہے۔

ذوق لطیف کی آبیاری

آپ اپنے تلامذہ کو عربی زبان سیکھنے کی پرزور ترغیب دلاتے، اہم کتابیں خریدنے اور ساتھ رکھنے کی بھی ترغیب دیتے۔ فرماتے کہ دیوان رحمان بابا، دیوان خوشحال خان، دیوان علی خان اور دیوان حافظ الپوری کو پڑھا کرو، اِن کتابوں میں علم کی کافی باتیں پاؤ گے۔

حمیدہ اوصاف برگزیدہ اخلاق

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار خوبیوں اور اعلیٰ نبوی اخلاق سے نوازا تھا۔ حق گوئی و خود داری، جرأت و بہادری اور فصاحت و بلاغت آپ کی نمایاں خداداد صفات ہیں۔ عاجزی اور انکساری انگ انگ اور روئیں روئیں میں رچی بسی تھی۔ راقم الحروف نے آپ کی سادگی اور انکساری کے جو واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں اُن میں سے صرف دو واقعات پیش کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

جب آفتاب علم زمین کا مہمان ہوا

(۱) امانگڑھ، نوشہرہ میں ایک نوجوان نے اپنی شادی کے موقع پر حضرت ڈاکٹر صاحب سے آکر عرض کیا کہ

حضرت! میری یہ خواہش ہے کہ آپ میری شادی کے موقع پر ہماری مسجد میں بیان فرمائیں۔حضرت نے فرمایا کہ میں ضرور آؤں گا۔ چنانچہ حضرت شیخ صاحب مغرب کی اذان سے پہلے عام گاڑی سے اکیلے ہی امان گڑھ پہنچے۔ آپ سفید چادر پہنے ہوئے اور وہ نسخۂ قرآن مجید بغل میں لئے ہوئے تھے جس پر تفسیری فوائد درج تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ حضرت! ہم تو سمجھ رہے تھے کہ آپ کے فرمانے کے مطابق آپ اپنی گاڑی سے تشریف لائیں گے اس لئے ہم نے آپ کے لئے کسی گاڑی کا انتظام نہ کیا۔فرمایا کہ وہ ڈرائیور کہیں چلا گیا تھا اس لئے میں خود ہی آیا۔ بیان فرمانے کے بعد ہم ساتھیوں نے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کھانا کھایا۔اس کے بعد میزبان گھرانے کے دو تین نوجوان آئے اور عرض کیا کہ حضرت! آئیں حجرہ چلتے ہیں۔ پوچھا: کس لئے؟ اُنہوں نے کہا کہ وہاں ہم نے آپ کے لئے بستر ہ ٹھیک کیا ہے تا کہ وہاں آرام فرمائیں۔فرمایا کہ نہیں، میں تو یہاں مسجد ہی میں آرام کروں گا۔ جب اُنہوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ میں یہاں طلباء کے ساتھ خوش ہوں اور یہاں مسجد ہی میں آرام کروں گا۔ چنانچہ مسجد ہی میں زمین پر یہ علم وعمل کا عظیم خزانہ اور عاجزی وانکساری کا مجسمہ آرام فرما ہوا۔ ہمارے بستر ے بھی حضرت کے آس پاس تھے تو جب رات کے وقت سوتے سوتے آپ کروٹ بدلتے تو بے اختیار زبان مبارک سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه اور سُبْحَانَ اللّٰه وغیرہ کے الفاظ نکلتے تھے۔۔۔۔۔ ہماری نیند ہے محو خیالِ یار ہو جانا

عظیم مدرس کا باعظمت طرز عمل

(۲) راقم الحروف نے بعض وہ عبارات حضرت ڈاکٹر صاحب کے سامنے لانے کیلئے کاغذ پر لکھ کر دے دینے کی جسارت کی جو کہ آپ سبقت لسانی کی وجہ سے کسی اَور طرح پڑھتے تھے۔ ساتھ ہی نہایت نیازمندی سے عرض کیا تھا کہ حضرت! ہم اگر کچھ نہ کچھ قرآن وسنت کو جانتے ہیں تو وہ آپ ہی کا فیض ہے۔حضرت نے اس قدر انکساری اور بے نفسی کا اظہار فرمایا کہ جس کی مثال اِس زمانہ میں ملنا مشکل کیا، ناپید ہے۔ چنانچہ دورۂ تفسیر کے دوران ہی تمام طلباء کے سامنے بلا جھجک کے فرمایا کہ میں بعض الفاظ اَور طرح پڑھتا تھا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ایک صاحب کو کہ اُس نے اِس طرف میری توجہ دلائی۔ فرحمہ اللّٰہ تعالیٰ ورفع درجاتہٖ فی جنّٰت الفردوس

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت ڈاکٹر صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے طفیل ایسی ہی سادہ اور بے نفسی کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کی اولادِ امجاد، تمام تلامذہ اور عقیدت مندوں کو آپ کے لئے باقیات صالحات اور صدقات جاریات بنائے، آپ کے علوم و معارف اور فیوضات کو اولاد اور شاگردوں کے ذریعے تا قیامت جاری و ساری رکھے۔ نیز عالم اسلام کی عظیم اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم جامعہ حقانیہ کو بیش از بیش ظاہری و باطنی ترقی عطا فرما کر اَشرار کی شر سے تا قیامت محفوظ رکھے۔ آمین

مفتی محمد صابر حقانی
استاد الحدیث جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم، لورالائی

چار حیرت انگیز خصلتیں

2015ء کی فروری کے اواخر میں ایک کتاب چھپوانے کے سلسلے میں کراچی جانا ہوا ایک دن شعبہ تالیف وتصنیف کراچی یونیورسٹی میں اپنے محسن اور استاد ڈاکٹر سید خالد جامعی کی خدمت میں حاضر تھا کہ بندہ کے ایک جاننے والے، ظفر اقبال نے مجھے یہ پیغام سنا دیا کہ حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب قدس اللہ اسرارہم العزیزہ ان دنوں علاج کے سلسلے میں کراچی تشریف لائے ہیں پیغام سنتے ہی میں ملاقات کے لئے بے چین ہوکر ان سے پوچھنے لگا: حضرت کہاں تشریف فرما ہیں؟ تو وہ بتانے لگے کہ دن ہوتے وقت تو ان کا کوئی مخصوص اور مقرر رہائش گاہ نہیں بلکہ وہ طے شدہ شیڈول کے مطابق بڑے بڑے مدارس میں ان کے آمد سے استفادہ کرنے کی نیت سے منعقدہ تقریبات میں جلوہ افروز ہورہے ہیں جبکہ رات کو وہ جامعہ اسلامیہ سکاؤٹس کالونی گلشن اقبال میں رہائش پذیر ہیں۔

یہ عصر کا وقت تھا میں فوراً وہاں سے اٹھ کر جامعہ اسلامیہ پہنچا اور حضرت کے بارے میں پوچھا جواب ملا کہ حضرت تو اس وقت شہر میں مختلف تقریبات میں مصروف ہیں البتہ رات کو آرام فرمانے کے لئے وہ یہاں تشریف لاتے ہیں البتہ کل حضرت یہاں جمعہ کا خطاب فرمائیں گے۔

چنانچہ بہت انتظار بسیار کے بعد حضرت کی معیت میں نماز پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی لوگ جوق درجوق شرکت کرنے کے لئے آرہے تھے نماز جمعہ سے فراغت کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ بہت زبردست ہجوم ہے اور حضرت سے مصافحہ کرنے کی نیت سے لائنیں لگی ہوئی ہیں کافی انتظار کے بعد حضرت سے ملاقات کروانے کے منتظم خاص سے میں نے عرض کیا کہ میں بھی جامعہ حقانیہ کا فاضل اور حضرت کا ایک ادنی سا شاگرد ہوں۔

چنانچہ اس وقت مجھے حضرت کے کمرہ خاص میں ان سے ملاقات کرنے کی سعادت حاصل ہوگئی۔

پہچاننے کے بعد حضرت نے مجھے اپنے ساتھ دایاں جانب بٹھایا حضرت کے مبارک ہاتھوں کو دباتے دباتے چار باتوں کا مشاہدہ میرے لئے زبردست خوشی اور اکابر کی صحبت سے سبق یافتہ ہونے کے لمحات تھے:

۱) کراچی کے مختلف علاقوں اور مدارس سے آئے ہوئے بڑے لوگوں ،علما ،صلحاء کی جماعت کی محبت اور عقیدت: جس کو بیان کرنے سے "نطاق البیان "بے بس ہے میر یپاس وہ الفاظ یقیناً نہیں جن سے میں اپنا یہ آنکھوں حال بیان کرسکوں۔

۲) حضرت کی بے پناہ شفقت: جو انتہائی علالت اور کمزوری کے باوجود اتنے جم غفیر سے مصافحہ کرتے ہوئے بجائے تنگ ہونے کے آپ کے جبین پر نور ،فرحت اور سرور کے آثار ظاہر ہوکر آپ کی شادمانی اور وسعت ظرفی کا عکاسی کررہے تھے۔

۳) اسی ملاقات میں مختلف وفود سے مختلف علمی تحقیقاتی مسائل اور موضوعات پر مدلل اور محقق قرآن وسنت کی روشنی سے مستنیر گفتگو جو ہمارے لئے اگر چہ تعجب خیز موقع تھا لیکن خود حضرت کیلئے تو یہ ایک معمول کی ایک گفتگو تھیں یوں دکھائی دے رہا تھا کہ علم وعرفان کا ایک سمندر موجزن اور شفقت وخلوص کا ایک آفتاب نصف النہار پر ہے۔

۴) اسی ملاقات کے دوران بندہ کی موجودگی میں حضرت نے ضرورت محسوس کرنے پر مختلف زبانوں میں ایسے انداز میں وفود حاضرہ کو اپنے سینے کے انوار وعلوم سے استفادہ کرنے کا موقع دیا جو حیرت کا ایک عالم تھا لوگ حضرت کے تعمق،تبحر، ادبیت ،اور پروفیشنلٹی کو دیکھ کر حیران تھے۔

لیکن افسوس صد افسوس کہ انتہائی کم عرصہ گذرنے کے بعد علم کا یہ سمندر بے پایان خاک میں بہہ رہا ہے: موسم بہار کے بیش قیمت پھولوں پر خزان آنا اگر چہ اجنبی نہیں لیکن جتنا بھی اسے افسوسناک قرار دیا جائے کم ہے۔

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بڑے چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے

صاحبزادہ حافظ محمد عبداللہ
مدیر قاسم نانوتویؒ لائبریری بنوں

ایک محبوب شخصیت

عالم اسلام کے عظیم اسکالر، محدث کبیر، فصاحت و بلاغت کے بے تاج بادشاہ، محرک جہاد افغانستان شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ بھی راہی آخرت ہو گئے۔

اِک مجموعۂ کمالات ہستی

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت ایسی دلنواز حیات افروز، باغ و بہار اور ایسی بھاری بھرکم تھی کہ اس کی خصوصیات کا ایک مختصر مضمون میں احاطہ کرنا ممکن نہیں ان کی ذات اپنے شیخ اپنے مربی شیخ وقت ابوالاخلاص شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجسم یادگار تھی علم حدیث تو خیر ان کی خاص موضوع تھا جس میں اس کا ثانی ملنا مشکل ہے لیکن اپنے شیخ کی طرح وہ ہر علم وفن میں معلومات کا خزانہ تھے ان کی پاکیزہ شعری مذاق، اکابر واسلاف کے تذکروں سے ان کا شغف، علماء دیو بند کے ٹھیٹھ مسلک پر تصلب کے ساتھ ان کی وسعت نظر اور رواداری، دین کے لئے ان کا جذبہ اخلاص وللّٰہیت، زندگی میں نفاست، سادگی اور بے تکلفی، ان کا ذوق مہمانی، ان کی باغ و بہار علمی مجلسیں ان کے عالمانہ لطائف وظرائف ان میں سے کونسی ایسی چیز ہے جسے بھلایا جا سکتا ہو؟

اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو عربی تقریر وتحریر کا جو ملکہ عطا فرمایا تھا، وہ اہل عجم میں شاذ ونادر ہی کسی کو نصیب ہوا ہوگا، خاص طور پر ان کی عربی تحریریں اتنی بے ساختہ، سلیس، رواں اور شگفتہ ہیں کہ ان کے فقرے فقرے پر ذوق سلیم کو حظِ وافر ملتا ہے اور ان میں قدیم و جدید اسالیب اس طرح جمع ہوکر یک جا ہو گئے ہیں کہ پڑھنے والا جزالت اور سلاست دونوں کا لطف ساتھ ساتھ محسوس کرتا ہے۔

زیارت وخدمت سے سرفراز ہوا

اسی بے پناہ شہرت کی وجہ سے راقم الحروف کے دل میں ڈاکٹر صاحب کی زیارت وملاقات کا شوق پیدا ہوا، اسی دوران جامعہ المرکز الاسلامی بنوں فقہی کانفرنس میں تشریف لائے تھے، ابوجی کے ساتھ وہاں جانے کا موقع ملا تو ڈاکٹر صاحب کی زیارت وملاقات نے ان کا گرویدہ بنا لیا چنانچہ یہ عقدیت محبت میں بدل گئی، اسی دورے میں

ابو جی نے ڈاکٹر صاحب کو درخواست کی کہ یہاں جامعہ دارالھدی کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا ہے اگر ہمارے ساتھ تشریف لے جائیں تو آپ کی از حد شفقت وعنایت ہوگی چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے بخوشی دعوت قبول کر کے ہمارے جامعہ میں تشریف لائے جامعہ کی قبولیت عامہ وتامہ کیلئے دیر تک دعائیں کرتے ہوئے۔ڈاکٹر صاحب کی مقبول دعاؤں ہی کی برکت سے جامعہ روز بروز ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔

راقم الحروف کو اس بات کا افسوس ضرور ہے کہ ڈاکٹر صاحب سے باضابطہ طور پر شرف تلمذ کی سعادت سے محروم رہا حالانکہ اسی عرض سے امسال دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ بھی لیا تھا مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا ہاں یہ بات میرے لیے تسکین قلب کا ذریعہ ہے کہ اگر باضابطہ طور پر شرف تلمذ سے محروم رہا تو باضابطہ طور پر خدمت کا موقع ضرور نصیب ہوا ہے ایک مرتبہ ڈاکٹر صاحب جامعہ حلمیہ درہ پیزو میں ختم بخاری شریف کیلئے تشریف لائے ہوئے تھے۔

شام کے بعد ڈاکٹر صاحب سے والدمحترم کی معیت میں خصوصی ملاقات ہوئی ڈاکٹر صاحب چارپائی پر تشریف فرما تھے چنانچہ راقم کو ان کے پاؤں دبانے کا دیر تک شرف حاصل رہا دوران خدمت دل ودماغ کی عجیب کیفیت تھی رخصتی کے وقت ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازہ۔زندگی کے یہ لمحات راقم اپنے لیے باعث سعادت اور نجات دارین سمجھتا ہے

نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت

یہ بات بھی میری لیے خوشی کا باعث ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے وفات کے وقت میں دارالعلوم میں تھا آخری زیارت کا موقع بھی نصیب ہوا، جنازے میں بھی شرکت کی توفیق ملی عظیم فقیدالمثال جنازے کا منظر میں کیا بیان کرو یہ ایک ناقابل فراموش جنازہ تھا انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جو کسی اَن دیکھی روحانی کشش کے زیر اثر کھنچا چلا آیا تھا ہر آنکھ اشک بار اور ہر دل مغموم تھا۔یہاں آکے پتہ چلا کہ سلطانی اور درویشی میں مرتبے اور مقام کا کیا فرق ہے۔اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث کے روحانی مراتب بلند اور ارجمند فرمادے اور اُن کے علمی ذوق وروحانی فیوض وبرکات سے ہمیں مستفید ومستفیض فرمائے۔(امین)

مولانا حافظ یحییٰ احمد حقانی

نہ بھولنے والی شام

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے
جن کو تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

دل خون کے آنسو رو رہا ہے یا اللہ یہ کیا ہوا اب تک حضرت اقدس شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچویؒ (نانا جی) کی جدائی سے دل پارہ پارہ ہے جدائی کے زخم تازہ ہیں کہ بروز جمعہ ۱۶ارمحرم الحرام ۱۴۳۷ھ 30 اکتوبر 2015 کو سورج اپنے آب وتاب سے طلوع ہوا اور عصر کو غروب ہونے سے پہلے پہلے آفتاب علم کا چراغ علوم نبویہ کا درخشاں ستارہ غروب کر گیا۔

خیبر پختونخواہ کی شومئی قسمت کہ ایک ہی سال میں دو عظیم شخصیتوں (قاضی عبدالکریمؒ) (علامہ سید ڈاکٹر شیر علی شاہؒ) کا دارالفناء سے دارالبقاء کو کوچ کرنا دو عظیم دینی واصلاحی علوم نبویہ کے مراکز (نجم المدارس کلاچی) (دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) کو یتیم کرنا جن کی خلا صدیوں بعد پر کرنا بھی مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

زندگی جن کے تصور سے جلا پاتی تھی
ہائے کیا لوگ تھے جو دام اجل میں آئے

بے مثال مدرس

علم وعمل کا امام زہد وتقویٰ، تواضع وانکساری کا پیکر اور صفت فرشتہ نما انسان حضرت سید ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ کا کیا کہنا۔ ویسے تو دارالعلوم حقانیہ کا ہر استاد ہر مدرس ہر شیخ ہیرو اور ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں لیکن حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کا تکلم اور درس وتدریس فصیح وبلیغ اور بیان نرالی ہوتی تھی۔ غبی سے غبی تر طالب علم بھی حضرت شیخ شیر علی شاہؒ کے اسباق کو بآسانی سمجھ سکتا تھا۔ حضرت شیخ صاحبؒ بخاری شریف وترمذی شریف کے سبق کے دوران نصیحت آموز واقعات سے بھی مستفید فرماتے طلباء دورہ حدیث کو فرماتے کہ اگر اب آپ نے دورہ حدیث کے سال تہجد کی نماز شروع نہ کی تو پھر ساری عمر نہیں پڑھ سکو گے اور فرمایا کرتے تھے کہ علماء کرام تہجد کی نماز اپنے آپ پر لازم سمجھیں۔

ع ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است

اللہ پاک نے شیخ صاحبؒ کو بے شمار خوبیوں سے مالامال کیا ہوا تھا۔ اتنے بڑے محدث و مفسر اور شیخ لیکن تواضع وانکساری کے کامل مجسمہ تھے کہ ہم جیسے نالائق طالب علم حضرت اقدسؒ کے سامنے بے تکلف بول سکتے۔

نسبت کی لاج

2004ء میں راقم الحروف جب دورہ حدیث شریف کیلئے حاضر خدمت ہوا اور الحمد اللہ ٹیسٹ میں کامیاب ہوکر دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ مل گیا۔ تو حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت میں مدرسہ عربیہ نجم المدارس کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان سے آیا ہوں قاضی عبدالکریم صاحبؒ کا نواسہ ہوں۔ میرے والد صاحب مولانا حافظ گلاب نور صاحب حقانی نے 1972ء میں یہاں امیر المحد ثین مولانا عبدالحق صاحبؒ سے دورہ حدیث پاک پڑھا تو بڑے خوش ہوئے اور فرمایا کہ قاضی صاحبان تو ہمارے اکابر ہیں اور آپ تو بڑے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور گاہے بگاہے حال احوال پوچھتے رہتے۔ حضرت شیخؒ کا درس ہر طالبعلم بڑی ذوق وشوق سے سنتے اور حضرت شیخ انداز اتنا سہل تھا کہ ہر مشکل مسئلہ ہر طالب علم کے سمجھ میں بآسانی آجاتا۔

حضرت شیخؒ نے حضرت مولانا اعظم طارق شہید کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دن میں (ڈاکٹر شیر علی شاہؒ) اسمبلی ہال میں گیا جب مولانا اعظم طارق شہیدؒ نے مجھے دیکھا تو دوڑ کر میرے پاس آئے اور کہا حضرت کیا حکم لے کر آئے ہیں۔ آپ حکم فرماتے میں (اعظم طارق) خادم ہوکر وہاں حاضر خدمت ہو جاتا ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں میں نے کہا مولانا کوئی خدمت کوئی حکم نہیں پہلی بار اسمبلیوں میں علماء کرام کی کثیر تعداد تشریف فرما ہیں ان کو ایک نظر دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ بہر حال حضرت شیخؒ نے تنقید یا اعتراض کی بجائے ان کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

نور کے منبر پر بیٹھنے والے

روایات میں آتا ہے کہ روز محشر کے میدان میں یہ ملا یہ مولوی یہ قرآن کے خادم یہ دینی مدارس میں قال اللہ و قال الرسولؐ پڑھنے پڑھانے والوں کو اللہ تعالیٰ نور کے ممبر پر بٹھائیں گے۔ یہ دنیا دار سرمایہ دار اور بے دین طبقہ ان علماء حق کی شان اور مقام دیکھ کر کہیں گے کہ کیا یہ وہ ملا ہیں جنکو دنیا میں ہم ذلیل اور نکمے اور چٹائیوں پر بیٹھنے والے کمزور سمجھتے تھے یہ وہ لوگ ہیں جنکو ہم دہشت گرد، تخریب کار کہہ کہہ کر ہماری زبانیں نہیں تھکتی تھی۔

سید اسرار احمد نعمانی
رستم مردان

عرب وعجم کی مایہ ناز علمی کہکشاں

ہمارے بعد بہت روئے ہم کو اہل وفا   اپنے مٹنے سے مہر وفا کا نام مٹا
ہمارے بعد ہمارے ہی تذکرے ہونگے   ہمارے بعد ہی محسوس اک کمی ہوگی

ماہ نومبر کے آخری دن کی سورج کی چند سانس افق پر موجود تھی موبائیل پر میسج آیا کہ دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ کا ایک چمکتا ستارہ اس دنیا سے غروب ہوا شیخ العلماء امام المجاہدین مرد قلندر مرد درویش دارالعلوم حقانیہ کا روح رواں حضرت العلامہ ڈاکٹر سید شیر شاہ طویل علالت کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے حضرت شیخ الحدیث کی ناگہانی موت کا روح فرسا خبر نے قلب وجگر کو اندوہ میں ڈال دیا فضیلۃ الشیخ حضرت العلامہ شیر علی شاہ طویل علالت کے بعد خالق حقیقی سے جاملے حضرت شیخ الحدیث کی ناگہانی موت کا روح فرسا خبر نے قلب وجگر کو اندوہ میں ڈال دیا

پیکر حسنات مجموعہ کمالات

علوم نبوت کے مہمانوں کا مشفق استاد حدیث، علماء امت کا مشفق رہنما مجاہدین اسلام کا دلیر قائد، علماء حق کی عزت وآبرو، علماء حق کا ترجمان، راہ وفا کے جانثار، علم اسلام کے عظیم قابل فخر سپوت، اسلاف کی عملی تصویر، محبت و خلوص کے پیکر، پیکر صدق وفا، قرون اولی کی سادگی کا انمول نمونہ، عجز وانکساری کا پیکر، نمونہ اسلاف، یادگار اسلاف، ولی کامل عارف کامل عابد وزاہد، تقی ونقی محدث کبیر، فقاہت ابوحنیفہؒ وسیرت ابوحنیفہؒ کی ایک جھلک شریعت و طریقت کا مرقع حضرت العلامہ ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحبؒ کے فیض دنیاوی سے ہم محروم ہوکر وہ امام ابوحنیفہؒ امام بخاریؒ، امام شاہ ولی اللہؒ، امام غزالیؒ، علامہ محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند علامہ محمود الحسنؒ، خاتم الحدیث حضرت انور شاہ کشمیریؒ، علامہ ظفر احمد وشبیر احمد عثمانیؒ، شیخ العرب والعجم حجرت مدنیؒ، اسوۃ المحدثین علامہ نصیر الدین غورغشتویؒ پاکستان کے امام بخاری حضرت مدنیؒ کے علوم کے ترجمان حضرت شیخ الحدیث علامہ عبدالحق محفل میں جانب خلد برین تشریف لے گئے۔

فرش سے ماتم اٹھا وہ طیب و طاہر گیا
عرش پر دھول مچی وہ مؤمن صالح ملا

محدث کبیر حضرت العلامہ شیخ شیر علی شاہؒ جیسی نگانہ روزگار جامع محاسن شتیٰ شخصیات روز روز پیدا نہیں ہوتیں، خالق کائنات نے کائنات کی بقا جس نفوس قدسیہ کی دامن سے وابستہ رکھی ہیں، وہی فرشتہ سیرت اولیاء نایاب ہورہے ہیں۔

فضیلۃ الشیخ علامہ ڈاکٹر سید شیر علی شاہ نوراللہ مرقدہ کی موت سے اہل علم کی بنیادیں ہلی نہیں بلکہ اہل علم کی بنیادوں میں دراڑیں پڑگئی ہیں فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کی رحلت سے اتنا خلا پیدا ہوگیا ہے جسے پورا ہونا مشکل سے فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ کی موت سے علم کی نہیں کئی علوم کے باب ہمیشہ کیلئے بند ہوگئے۔

پیدا ہوں دل جسکے فغان سحری سے
اس قوم میں مدت سے وہ درویش ہے نایاب
دست بے داد اجل سے بے سر وپا ہوگئے
فقر ودین ،فضل وہنر لطف وکرم ،علم وعمل

زمین اور آسمان رویا

حضرت العلامہ شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ جیسی نفوس قدسیہ اولیاء کرام کی سانحہ ارتحال پر زمین وآسمان روتی ہیں جس طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ارشاد ہے سورۃ الدحان میں: فما بکت علیھم السمآء والارض وما کانوا منظرین

حصول علم کے لئے پیادہ سفر

فضیلۃ الشیخ حضرت العلامہ ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ کے ساتھ ایک سفر میں راقم الحروف اپنے والد مولانا ظہور احمد رستم کے ساتھ تھا فضیلۃ الشیخ نے فرمایا آپ کے گاؤں رستم سے گزرتے ہوئے اکوڑہ خٹک تک پیدل آچکا ہوں، والد نے شان نزول کا استفسار کیا تو فرمایا ضلع بونیر میں ایلے نامی گاؤں میں اصول کا دورہ پڑھ رہا تھا، دوران دورہ اپنی ساری جمع پونجی ختم ہوچکی تھی، واپسی کا کرایہ نہیں تھا آمد ورفت بھی بڑی مصیب کے ساتھ ہوتی تھی صبح کا نماز پڑھ کر پیدل سے رخصت سفر باندھا ملندری، رستم، گڑیالہ، اسی راستہ پر یار حسین تک آ گیا، مغرب کی اذانیں ہورہی تھی، دن بھر کی سفر سے چور چور تھا، تھکان کی انتہا تھی، سر پر بستر ہ کا بوجھ بھی تھا، آگے راستہ انتہائی گنجان اور خطرناک اور کسی سے شناسائی نہیں، ایک زمیندار نے مجھے دیکھا فرمایا! بیٹے کہاں جارہے ہوں؟ میں نے اکوڑہ خٹک بتادیا، فرمایا! ابھی تو بہت راستہ باقی ہے سفر کا وقت بھی نہیں ابھی تو بہت دیر ہوچکی ہے آپ میرے ساتھ رات گزارو صبح پھر جاؤ گے سفر کے تھکان کا مارا ہوا تھا حامی بھرلی اللہ تعالیٰ اس زمیندار کو جنت الفردوس عطا فرماویں، اس نے کھانے

میں چاول دہی مرغ پیش کر دیئے، اس وقت کے مرغ اور چاول خاص لوگوں کیلئے ناپید ہوتی تھی مگر اس خدا ترس نے میری وجہ سے بہت مشقت اٹھائی اور میرے اِکرام کا بہت خاص خیال رکھا، صبح جانے کا وقت پوچھ لیا، میں نے کہا: اذان ہوتے ہی میں روانہ ہو جاؤں گا۔ اس نے کہا: الحمدللہ گھر میں بھینس پال رکھی ہے، صبح اذان سے پہلے چائے تیار ہوگی ،اذان سے پہلے چائے لایا اور پھر وہاں سے گاؤں روانہ ہوا، میرے دل سے آج بھی اِس زمیندار کیلئے دعائیں نکلتی ہیں۔

شیخ سعدی کا اعزاز

دورانِ سفر نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شروع ہوا تو عجیب وغریب حکایات بیان فرمائے، فرمایا! کہ ایک صاحب نے خواب دیکھا (انکا نام بھول چکا ہوں) نعت خوانی کی مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود موجود ہے بڑے بڑے نعت خواں شریک مجلس تھے شیخ سعدیؒ ،کو کثرت ہجوم کی وجہ سے چپل کی جگہ میں بیٹھے ہوئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ سعدیؒ کو وہاں سے بلا کر اپنے ساتھ محراب میں بٹھا کر فرمایا کہ شیخ سعدیؒ کے اس نعت کا کوئی بھی شاعر مقابلہ نہیں کرسکتا:

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

حاجی محمد امین اور عبداللہ نوشہروی

فضیلۃ الشیخ علامہ ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ نے مزید فرمایا پشتو شعراء میں حاجی محمد امین اور لبید سرحد مولانا عبداللہ نوشہروی سے بہت متاثر ہوں بلکہ اس کے کلام میں روحانی سکون عجیب کیفیت نصیب ہوتی ہے،لبید سرحد عبداللہؒ کی مثال تو ماضی میں نہیں ملتی اور مستقبل میں تو ناممکن ہے مولانا عبداللہؒ جیسا تخیل کسی میں نہیں دیکھا انتہائی عمیق انداز سے نعت تخلیق کرتا ہے اس کا پوتا ہمارے ساتھ ہے کبھی کبھی اس پر دارالحدیث میں نعت پڑھواتا ہوں طبیعت میں جلال تھا ختم نبوت کی تحریک میں ہم جیل میں تھے میں نے عبداللہؒ کو فرمایا حفاظت دین کی خاطر جیل جانا سنت یوسفؑ ہے اور آج ہم بھی ختم نبوت کے تحفیظ کیلئے پابند سلاسل ہے تو عبداللہؒ جلال میں آگئے فورا فرمایا جیل میں غیرت مند لوگ آتے ہیں یہ بے غیرتوں کی جگہ نہیں ہے اور پیغمبر کائنات میں سب سے زیادہ غیرتی ہوتا ہے پھر عبداللہؒ نے بڑے سوز سے ایک رباعی سنادی وہ رباعی حضرت شیخ کو یاد تھی اس نے ہمیں چند اشعار سنا دیئے۔

ایم ایم اے پر تنقید

ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ نے فرمایا میرا دلی تمنا اور آرزو تھی بار بار ایم ایم اے کے حکومت کو کہہ دیا کہ

ٹرانسپورٹ میں حکومت کی طرف حاجی محمد امینؒ اور مولانا عبداللہ کی نعت کی کیسٹیں سرکاری سطح پر دی جائے تاکہ عوام کچھ تبدیلی محسوس کریں اور عوام آرام کے ساتھ سفر کریں مگر افسوس وہ اپنا نظریہ بھول چکے ہیں اس موقع پر حضرت شیخ انتہائی رنجیدہ ہوئے فرمایا ہماری آرزو کچھ اور تھی اور اسکے خیالات کچھ اور ہیں۔

حق بات پہ کٹتی ہے تو کٹ جائے زبان میری
اظہار تو کرجائے گا جو ٹپکے گا لہو میرا

کرامت بعد الوفات

حضرت شیخ الحدیث علامہ ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کی زندگی قابل رشک تھی ، کیونکہ انکی نشست برخاست اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے وقف تھی اور اللہ تعالیٰ کی دین کی خدمت عزت وعظمت کی باوقار زندگی گزاری اور جب رخصت ہونے لگے تو اپنے اسلاف کی یادیں تازہ کردی زندگی بھی ایک شان کے ساتھ گزاری جنازہ بھی ایک شان کے ساتھ نکلا اور قبر میں بھی ایک شان کے ساتھ خوشبوئے جنت کی لہروں سے دنیا کو معطر فرمایا حضرت الشیخ کی کرامات بعد الوفات پر اہل دنیا ورطہ حیرت میں ڈوبا ہوا اور انگشت بدنداں ہیں،

کس شان سے جنازہ جارہا ہے

کتابوں میں اور اپنے علماء کرام سے اسلاف کی نماز جنازہ کا سنا تھا مگر حضرت شیخ الحدیث علامہ ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ کی جنازہ کے منظر کو دیکھ کر امام احمد بن حنبلؒ کی یاد تازہ کردی روزنامہ مشرق لکھتا ہے پاکستان کی تاریخ میں ایسا عظیم الشان نماز جنازہ کسی کا نہیں ہوا ہے پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑے جنازہ کا شرف علامہ شیر علی شاہ کو نصیب ہوا روزنامہ مشرق کہتا ہے تقریبا ۱۲ لاکھ سے زیادہ اور ۱۵ لاکھ کے قریب لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوئے تھے۔

الوداع اے شیخ

رحیم اللہ یوسفزئی کہتا ہے ایسے جنازے بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوتے حضرت شیخ الحدیث علامہ ڈاکٹر سید شیر شاہؒ بادشاہ نہیں تھے مگر جنازہ ایسا ہوا کہ بادشاہوں کے بھی نہیں ہوتے ، جنازہ کے موقع پر حضرت شیخ الحدیث کی جسد مبارک کو میں دیکھ رہا تھا کہ لاکھوں کی تعداد میں عوام ،طلبائے کرام ،علمائے کرام ،شیوخ حضرات ،صلحاء، اولیاء، محدثین ،مفسرین شامل تھے اور اپنے محبوب شیخ کو الوداع کہہ رہے تھے، لاکھوں کی تعداد میں حضرت کو پروٹوکول دے کر رخصت کررہے تھے، آج علامہ سید شیر علی شاہؒ تن تنہا نہیں اپنے ساتھ ہزاروں محبتیں ،عقیدتیں آنسو لیکر جارہے ہیں۔

مولانا عبدالمنان حقانی
فاضل جامعہ دارالعلوم حقانیہ

وہ درُوں میں سوزِ جگر رکھنے والے پاسبان

یہ جہاں کیا ہے!، بس ''آمدند ورفتند'' کی تماشہ گاہ، اور ''کُلُّ مَنْ عَلَیْھَافَانٍ'' کا منظرنامہ ہے۔ جہاں حق تعالیٰ کے تکوینی امر ''کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ'' سے کوئی فردِ بشر مستثنٰی نہیں، اپنے وقت پر سب ہی گئے اور سب ہی کو جانا ہے۔ اور اس طرح کیوں نہ ہو کہ یہ دنیا ''اقامت گاہ'' نہیں، بلکہ ''محض گذرگاہ'' ہے، اور مؤمن کی منزل مقصود تو ''وصل بحق'' ہے جو آخرت ہی میں ممکن ہے۔

لَہٗ مَلَکٌ یُنَادِيْ کُلّ یَوْمٍ لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابنَوْا لِلْخَرَابِ

''رب تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ اس امر پر مقرر ہے، کہ ہر روز یہ صدا لگاتا ہے، اے بنی آدم!
مرنے کیلئے جیتے رہو اور ویرانے کیلئے تعمیر کرتے رہو''

امت کا سائبان

لیکن جانے والوں میں کچھ ایسے خوش بخت ہستیاں بھی ہوتی ہیں کہ قافلہ ہستی کیلئے مینارہءِ نور ہوتی ہیں، ایوان علم اُن کے بہار آفرین وجود سے گل لالہ بن جاتا ہے، زندگی اُن کے نقش و پا سے راستے ڈھونڈتی ہے، بے کس و درماندہ افراد اُنکے سایہء عاطفت میں پناہ لیتے ہیں، وہ شمع کی مانند خود پگھلتے ہیں مگر مخلوق خدا پر ضوفشانی کرتے ہیں، خود جلتے ہیں مگر دوسروں کو جِلا بخشتے ہیں۔ وہ اُمّت کیلئے سائبان ہوتے ہیں۔ اُن کے آئینہ رخ زیبا میں یادخدا کی تصویر جھلکتی نظر آتی ہے، اِذَا رُؤُوْا ذُکِرَاللّٰہ، اگر رب ذوالمنن کے سامنے ناز کریں تو آسمان سے صدائے لبیک آتی ہے، گڑگڑائیں تو عرش الٰہی کانپ جاتا ہے۔ دنیا سے یہ بھی جاتے ہیں مگر اس شان سے جاتے ہیں کہ کہ ہر چہار سو صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ آسمان و زمین نوحہ کرتے ہیں، زمانہ تاریخ کی کروٹ بدل دیتا ہے۔

اِک رہنما م دیدہ ور

آہ! ان مبارک ہستیوں میں ہمارے شیخ، شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ المدنی، رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تھے، جو ہمیں سوگوار چھوڑ کر اس دارِفانی سے رحلت فرما گئے۔ مادرِعلمی دارالعلوم حقانیہ کی دارالحدیث سے جو سحر آفرین آواز آتی تھی، ہمیشہ کیلئے بند ہوگئی، طلبہ اپنی یتیمی پر نوحہ کناں ہوئے کہ میر قافلہ بچھڑ گئے۔ تحریک طالبان کی ''امارت

اسلامیہ'' پر سکوت مرگ طاری ہوا کہ عرب وعجم میں انکا صحیح معنوں میں ترجمان، عظیم مشفق اور دستِ راست رخصت ہوئے، عالم اسلام مغموم ہوا کہ ملت ایک دیدہ ور رہنما سے محروم ہوگئی ۔'' اِنّ للّٰہ ماأخذ ولہ ماأعطی و کلّ شیئٍ عندہ بأجلٍ مسمیً''۔

یوں تو پورے ملک میں مقتدر علمی شخصیات انگلیوں پر گنی جاسکتی ہیں، حق تعالی ان کا سایہ باعافیت تادیر قائم رکھے، اور ملک وملت انکی علمی ودینی خدمات سے سرشار رہے، آمین۔ لیکن ملت کو درپیش مسائل کے مختلف میدانوں میں ہمہ جہتہ قائدانہ صلاحیتوں کے مالک ہستیاں، بہت کم پیدا ہوتے ہیں......

ع بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ہمارے حضرت رحمہ اللہ تعالی نے اپنے پیشرو اکابر کے خلا کو ایسے طور پر پُر کرکے دکھایا کہ دنیا عش عش کر کے اٹھی مگر آپکے جانے سے دینی وعلمی دنیا میں جو ایک خاص قسم کا خلا پیدا ہوگیا، مدتوں اسے محسوس کیا جائے گا۔

نواسۂ حسین کا ہر جلوہ حسن تھا

حق تعالی شانہ نے آپ کو اس قدر ظاہری وباطنی کمالات سے نوازا تھا جسکا صحیح ادراک اہل دل ہی کر سکتے ہیں۔ عرب وعجم کے اہل علم انکے فضل وکمال، انکے تدین وتقوی، انکے اخلاص وعزیمت اور انکی شہامت ونجابت کے معترف تھے۔ طلبہ دین انکے تفسیری وحدیثی، فقہی وکلامی معارف پر سر دھنتے تھے۔ جبکہ حکام وقت انکی حمیت وغیرت، انکی جرأت واستقامت اور انکی حق گوئی وبے باکی سے خائف تھے۔ اور احباب ان کے حسن صورت، حسن سیرت اور حسن مصاحبت ومعاشرت نیز حسن تبسم پر گرویدہ تھے۔

آپ رحمہ اللہ تعالی نے اگرچہ باقاعدہ اہل'' خانقاہ'' کی طرح بیعت وارشاد کا طریقہ نہیں اپنایا تھا، مگر آپ کو حق جل مجدہ نے ولایت کے اعلی مقام سے نوازا تھا،''وَ لَا أُزَكِّي عَلَى اللّٰهِ أَحَدًا''، آپ اپنے شیخ الشیخ حضرت مدنی رحمہ اللہ جیسے بہت کچھ ہونے کے باوجود انکساری اور تواضع کے پیکر تھے۔ اسی لئے نام نمود اور شہرت سے گریزاں تھے۔ عام مسلمانوں خصوصًا اہل علم اور طلبہ دین میں گھل مل کر انکی طرح رہنا پسند فرماتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی: ''اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الأَبرَارَ الأَتقِيَاءَ الأَخفِيَاءَ''(الحاكم في المستدرك) ''بے شک اللہ تعالی اُن نیکوکاروں کے ساتھ محبت فرماتے ہیں جو پرہیز گار اور (لوگوں میں گھل مل کر رہنے کی بوجہ) گمنام ہوں'' کے مطابق گویا آپ ''تَقِيٌّ خَفِيٌّ''، یعنی ''گمنام ولی'' اور ''محبوبِ خدا'' تھے۔

آپ قدس سرہ کو حق تعالی شانہ نے عبدیت ومحبوبیت کا اعلی مقام ومرتبہ عطا فرمایا تھا، اور انکی یہ محبوبیت عطیہء آسمانی ''ثمّ يُوضَعُ لهُ القَبُولُ فِيُ الاَرُضِ'' تھا۔ محبوبیت بین الخلق کا اندازہ نماز جنازہ میں توقع سے زائد تعداد میں خلق خدا کی شرکت سے لگایا جاسکتا ہے۔

دنیا نے آپ کی رحلت پر دیکھا کہ خلقت کی کتنی بڑی تعداد نے رب کریم ورحیم کے سامنے مغفرت کی کی سفارش کی، جبکہ حق تعالیٰ نے تو چند مسلمانوں کی شہادت پر بھی مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے اور اس سے بڑھ کر تعداد میں مردان باوفا تا قیامت ان کے حق اسطرح کی سفارشیں اور مغفرت کی دعائیں کرتے رہیں گے، اُمیدِ قوی ہے کہ بفضلہ تعالیٰ یہ سفارشیں روز قیامت بھی کارآمد ثابت ہونگی۔ آمین۔

عنداللہ مقبولیت کی علامات

آپ کی عنداللہ مقبولیت ومحبوبیت اور خاتمہ بالخیر کی علامات میں سے ایک بہت بڑی نشانی داعیٔ اجل کو لبیک کہنے سے کچھ قبل جمعہ مبارک کی بابرکت گھڑیوں میں رب رحمٰن ورحیم کے سامنے سربسجود ہونا، اور جمعہ کے دن راہیٔ آخرت ہونا ہے۔ وَ لَا أُزَكِّيْ عَلَى اللّٰهِ أَحَدًا

قَرُبَ الرَّحِيْلُ الى دِيَار الآخرَة　　　فَاجْعَلْ اِلٰهِي خَيْرَ عُمْرِيْ آخِره

"آخرت کی طرف کوچ کا وقت قریب آ لگا ہے، الٰہی میری عمر کا بہتر حصہ آخری حصہ کو بنائیے"۔

حق تعالیٰ کے مقبول اور نیک بندوں کو مرنے کا غم نہیں، وہ تو مرنے کی خوشی میں جیتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ"(الطبراني) ''موت مومن کا تحفہ ہے۔''

حق تبارک وتعالیٰ شانہ کا نظام قدرت وحکمت بھی عجیب ہے کہ بعض حضرات بزمِ جہاں میں تو دیر سے آتے ہیں مگرانکو نشست ''صدّيقين أوّلين'' کے پہلو میں دی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

" اِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِيْ آخِرِهٰذِهِ الْأُمّةِ قَوْمٌ لَهُم مِثْلُ أجْرِ أَوّلِهِم، يأمُرونَ بالمَعْرُوفِ و يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ويُقاتِلُونَ أَهْلَ الفِتَنِ"(البيهقى فى دلائل النبوة)

''اس امت کے آخر میں کچھ لوگ ہوں گے جن کو اجر امت کے پہلوں کا سا دیا جائے گا، یہ لوگ ''معروف'' کا حکم دیں گے، برائیوں سے روکیں گے، اور ''اہل فتنہ'' سے لڑیں گے۔''

یعنی ''امر بالعروف''، ''نہی عن المنکر'' اور'' فتنہ پردازوں سے برسر پیکار رہنا'' یہی تین وصف ایسے ہیں جو پچھلوں کو پہلوں سے ملا دیتے ہیں۔ ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ بھی انہی ''الآخرون السابقون'' میں تھے، جو ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ''لَهُم مِثْلُ أجْرِ أَوّلِهِم'' کے شرف وافتخار سے نوازے گئے، اور جن کی پوری زندگی ''اہل فتن'' سے جہاد و پیکار میں گذری۔

ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ اِن اوصاف کے حامل تھے ہی کہ زمانہ اور اہل زمانہ کے بڑے نبض شناس تھے، اور فتنہ انگیز اور اسکی فتنہ انگیزی کو کبھی برداشت نہ کر سکے۔

دیو بند کی نسبت

آپ رحمہ اللہ تعالی اکابر علماء اہل سنت والجماعت کی خصوصیات اور کمالات کے جامع تھے،اور علی وجہ البصیرت مسلک دیوبند کے ترجمان،اور مذہب حنفیت کے شیدائی تھے۔آپ نے دعوتی اسفار میں دنیائے عرب وعجم کو ’بِالأُدِلَّةِ المُقْنِعَة‘ یہ باور کرایا کہ مسلک دیوبند ایک معتدل ،زیغ سے خالی اور اہل سنت والجماعت کے طریق پر گامزن مسلک ومشرب ہے،جو’’جَعَلْنَاکُمْ أُمَّةً وَسَطًا‘‘ کا مصداق اور زندہ نمونہ ہے،اس جیسا مسلک پوری دنیا میں شاید کوئی اور ہو کیونکہ آپ عالمِ عرب وعجم کو مختلف پہلوؤں سے دیکھ چکے تھے۔

علماء دیوبند کی ایک خصوصیت جو دوسروں سے اُن کو ممتاز بناتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کی جدوجہد کا محور ایک میدان نہیں رہتا، بلکہ وہ اپنے وقت اور حوصلے کے مطابق ہر میدانِ عمل میں سبقیت کے گھوڑے دوڑاتے ہیں۔

کمالات کا سنگم

میدانِ علم کے ساتھ سیاستِ ملک وملت کا امتزاج بھی ہمارے اکابر کی خصوصیت ہے، ان میں بطورخاص شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ قابل ذکر ہیں،جو بہ یک وقت شارح حدیث بھی تھے،شیخ طریقت بھی تھے،داعی الی اللہ بھی تھے اور مجاہد آزادی بھی تھے۔حضرت مدنی رحمہ اللہ کے یہ تمام خصوصیات ان کے باکمال شاگردوں میں اس طرح منتقل ہوئی کہ جو جہاں پہنچ گیا وہیں سب میادین آباد ہوئے۔

ہمارے حضرت رحمہ اللہ تعالی کی زندگی کے مشاغل میں غور کیا جائے تو بھی ہر میدان میں منفرد نظر آتے ہیں۔اور کیوں نہ ہو وہ بھی تو حضرت سیدالطائفہ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالی،حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق حقانی رحمہ اللہ تعالی اور مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر رحمہم اللہ کے مایہ ناز تلامذہ میں سے تھےاور دیوبندیت کی سِلسِلَةُ الذَّهَب کی منور کڑیوں میں پروئے ہوئے تھے۔

آپ رحمہ اللہ نے اپنے اکابر دیوبند کی نسبت کی ہمیشہ لاج رکھی ،انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قدیم طرز کے مدارس اور مساجد کیساتھ تادمِ اخیر وابستہ رہے اور دامنِ زہد کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ کے عہدِ خداوندی کو عِلمًا، وعقیدةً، پیش نظر رکھا، باوجودیکہ خاندانی لحاظ سے آپ صاحب ثروت کنبہ سے تعلق رکھتے تھے اور دنیا مختلف روپ بدل کر آپ سامنے اپنی ظاہری زیب وزینت اور شان وشوکت کیساتھ مختلف جہات سے نمودار ہوئی ،لیکن مادیت پرستی سے متاثر ہوئے بغیر زاہدانہ بودوباش کو خرافانہ طرز زندگی پر ہمیشہ ترجیح دی۔

فقیری کو ترجیح

نیز باوجودیکہ آپ کا شمار جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے رئیس شیخ علامہ عبداللہ ابن باز رحمہ اللہ تعالی کے

ممتاز تلامذہ میں ہوتا تھا، اندرون اور بیرون ملک کسی بھی بڑے منصب کا حصول ان کے لیئے دستِ چپ کا کام تھا، آپ چاہتے تو کسی بھی بڑی یونیورسٹی کے چانسلر کے عہدے سے لے کر قاضی القضاۃ تک کے عہدے پر جلوہ افروز ہونا، اسیطرح بیرون ملک سفیر کے منصب سے لے کر کسی تعلیمی ادارے کے ''رَئِیس ''اور بڑے ''مُشرِف '' یا'' الدُّکتور '' بننا ان کیلئے آسان تھا۔لیکن آپ نے علی وجہ البصیرت ہر قسم کی دنیوی ترقی پر تدریسی مشغلہ کو ترجیح دی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ مسجد، مدرسہ، اور تدریس سے ہٹ کر کسی بھی قسم کے دنیوی منصب کو ان پر ترجیح دینا شانِ علم ومعرفت کے خلاف ہے، اور نتیجہ اسکا دونوں جہاں میں خذلان ہے، جس پر تجربہ شاہد ہے۔(عافانااللہ تعالی)

آپ اللہ تبارک وتعالی پر یقینِ کامل کا سہارا لیتے ہوئے ہر طاغوت کے سامنے سد سکندر بن کر ڈٹے رہے، کفری قوتوں سے خوف و ہراس کو اپنے پاس آنے نہ دیا، کیونکہ کہ آپ کو یقین تھا کہ کفر کی ظاہری شان وشوکت اور مادی اسباب کی حیثیت رب جبار وقہار کے سامنے مکھڑی کے گھر، جالے جیسی بھی نہیں۔ جبکہ حق تعالی اپنے دوستوں کی غیبی مدد کا وعدہ ''اِنْ تَنصُرُوا اللّٰہَ یَنصُرکُم''، ''اِن یَّنصُرکُمُ اللّٰہُ فَلَاغَالِبَ لَکُمْ'' ازل میں فرما چکے ہیں، اور ''اِنَّ اللّٰہَ لَایُخلِفُ الْمِیْعَاد'' بنابریں وقت کے ہر عالمی طاغوت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں پسپائی پر مجبور کر دیا، اور خود کبھی ان سے لرزہ براندام ہوئے اور نہ اس کامرانی پر عجب یا فریب خوردنی کا شکار ہوئے۔ اسی قوتِ یقین کا صلہ تو یوں ہی تھا، کہ آپ مُوَفَّقٌ مِنَ اللّٰہِ تَعَالی تھے، دستِ قدرت نے غیب سے ہمیشہ ان کی دستگیری فرمائی۔

ہمارے حضرت اُمّت کو درپیش جملہ مسائل میں بالعموم اور چند میدانوں میں بالخصوص امتیازی کردار کے غازی تھے، یعنی: تدریس، تحفظ ختم نبوت اور جہاد، اور بالخصوص زندگی کے آخری سالوں میں تو گویا ہر گھڑی ان کاموں کیلئے وقف تھی۔

سوزِ جگر، قلبِ مضطر

دراصل آپ اسلامی تعلیمات اور شعائرِ اسلام سے متعلق ضمیر کے اندر ایک سوزِ جگر رکھتے تھے، جو آپ کو مسلمانوں کی موجودہ زبون حالی، اس کے اسباب اور مستقبل میں اس سے نجات جیسے اُمور کا دِھیان وتوجہ دلاتا، اور آپ اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ مسلمانوں کیلئے سابقہ شان وشوکت تک رسائی اور موجودہ زبون حالی سے قرآن وحدیث کی صحیح تعلیمات، ان پر عمل اور جذبہ جہاد کے احیاء میں مضمر ہے۔

لِمِثلِ ھٰذَا یَذُوبُ القَلْبُ مِنْ کمدِ　　　اِنْ کانَ فِي القَلْبِ اِسلَامٌ واِیمَان

''اس جیسی زبون حالی کو دیکھ کر دل غم واندوہ سے پگھل جاتا ہے، بشرطیکہ دل میں ایمان واسلام کی شمع روشن ہو''

آپ کے درسِ قرآن وحدیث سے ملک وبیرون ملک کی فضائیں معطر تھی۔ یومیہ دروس، سالانہ اور چہل روزہ دوروں کے نہ ختم ہونے والے مسلسل دورانیے معمولِ زندگی سمجھے جاتے تھے۔

ختم نبوت کا سپاہی

ختم نبوت کے کام کے ساتھ گویا ان کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔مناظرہ بازی جس سے طبعی طور آپ بہت دور تھے ،لیکن تحفظ ختم نبوت کے میدان میں ایسے دندان شکن مناظروں کی تاریخ رقم کی کہ مرزا ملعون کے پیروکار تا حشر یاد رکھیں گے۔ (لعنهم الله)

نام کا اثر

خاتمہ برلطیفہ: تجربہ شاہد ہے کہ نام کا اثر مسمی پر نمایاں ہوتا ہے، ہمارے حضرت والا بھی اسم بامسمی تھے ،آپکے اسم گرامی ''شیرعلی شاہ'' کے اجزاء ترکیبیہ تین ہیں: ''شیر''،''علی'' اور ''شاہ'' ،جبکہ چوتھا ''مدنی'' ہے ۔اور ہر ایک میں صفتِ فضل وکمال کی طرف رمز پائی جاتی ہے .مثلاً:

شیر: میں اشارہ ہے شجاعت ،بسالت ،جرأت مندی اور داشمنانِ اسلام کا آپ سے خائف ومرعوب ہونے، اور دستِ قدرت کا غیب سے مدد کرنے کی طرف ۔نکتہ: شَیر اور شِیر (شین پر زیر اور یائے معلوم کیا تھ)چونکہ لکھنے میں ایک جیسے ہیں،اور قاعدہ ہے کہ ''مثلین ومتجانسین'' میں سے ایک کے ذکر سے دوسرے کا معنی بھی مراد لیا جا سکتا ہے، بنابرین یہاں شَیر ذکر ہو کر شِیر کا معنی مراد لینے کی گنجائش ہے، پس شِیر بمعنی دودھ یا شیرین یعنی مٹھاس میں اشارہ ہے محبوبیت اور شیرین زبانی کیطرف ۔ نیز بہر دو صورت جدال بالموعظة الحسنه کی طرف بھی اشارہ ہے۔کہ آپ ختمِ نبوت کے بہترین مناظر ،حنفیت کے وکیل اور مسلک دیوبند، نیز افغان ''طالبان'' کے بلند پایہ ترجمان تھے۔

علی: میں اشارہ ہے، حسب ونسب یعنی سیادت، علم اور ولایت کی طرف ، کہ آپ کے جدامجد حضرت علی رضی اللہ عنہ، علم کے باب اور تصوف کے اکثر سلاسل کا محور ومرکز تھے۔ نیز آپ کے شیخِ تفسیر سید الطائفہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ بھی علم ولایت کے اعلی مقام پر فائز تھے۔

شاہ: بمعنی آقا، آغا، میں اشارہ ہے، سیادت، قیادت، علمی جاہ وجلال ،محبوبیت اور دلوں پر حکمرانی کی طرف

مدنی: مدینہ سے منسوب ، میں اشارہ، آقائے مدنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس اور مدینةالرسول صلی الله علیه وسلم کیساتھ فرط محبت اور مدنی پیغاموں خصوصًا ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: أَخْرِجُوا الیَهُودَ مِنْ جَزِیْرَةِ العَرَبِ کی پاسبانی ونفاذ، کیطرف ہے۔جن صفاتِ فضل وکمال کی طرف حضرت والا کے اسم گرامی میں رموز پائی جاتی ہیں، حق تعالی شانہ نے آپ کو اُن تمام ظاہری وباطنی کمالات سے نوازا تھا۔

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

رحمه الله تعالی رحمةً واسعةً وأكرم نزله ووسّع مَدخلَه و يرحم الله عبدًا قال:آمينا

محمد شاہ زیب عارف

شیر کامل

مذکورہ بالاعنوان سے شاید آپ چونک گئے ہوں گے مگر حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس سے بہتر عنوان نہیں سوجھتا،حضرت شیخ الحدیث ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ جب مسند حدیث پر براجمان ہوتے تو یوں محسوس ہوتا کہ گویا شیر اپنی سلطنت میں بیٹھا ہو پھر حضرت کا نام شیر علی شاہ ذہن میں آتا تو دل کی عجیب حالت ہوجاتی اب جب وہ کیفیت اور منظر یاد آتا ہے تو سینے پر سانپ لوٹ جاتے ہیں ہائے کیا دن تھے وہ......

تصوراتی تخیل

ہوسکتا ہے کہ اس معاملے میں میرے سہیم اور بھی ہوں بہرحال "وللناس فیما یعشقون مذاهب"

اگر میرے شیخ کو چشم تصور سے دیکھنا ہو تو اپنی آنکھیں بند کرکے ذہن میں یہ نقشہ جمائے''سرخ وسفید رنگت ،کتابی چہرہ (اذا رؤو ذکر اللہ) کا مصداق متناسب الاعضاء اور بھرپور جسم ستواں اور کھڑا ناک ،کشادہ روشن پیشانی ،آنکھوں پر کالا چشمہ،سر پر بے ترتیب سفید پگڑی (جو محرابی طرز کی پگڑی سے کہیں زیادہ جچتی ہو) ہاتھ میں عصا'' یہ نقشہ جما کر اسکے ماتھے پر لکھئے حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ۔

دیار حبیب کی محبت

ایک مصری ادیب نے کہا تھا کہ مجھے تمام شہروں میں سب سے زیادہ پسند لکھنو ہے اسلئے کہ وہ ابوالحسن علی ندوی کا شہر ہے تو بالکل یہی بات میں اکوڑہ خٹک کے بارے میں نے کہوں گا بلکہ میں نے تو دارالعلوم حقانیہ کو بھی حضرت ڈاکٹر صاحب کی وجہ سے پہچانا اور بالآخر حضرت کی محبت ہمیں کشاں کشاں کھینچ لائی۔

دل دردمند،فکر ارجمند زبان ہوشمند

حضرت ڈاکٹر صاحب نصف صدی کی روایتوں کے امین تھے اور بقول حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم صاحب دامت برکاتہم آپؒ زینت المحدثین تھے بلکہ میرے خیال میں آپ مولانا شبلی کے الفاظ میں دل دردمند،فکر ارجمند اور زبان ہوشمند کے حامل تھے جنہوں نے کئی دہائیوں سے دارالعلوم حقانیہ کی مسند ارشاد سے قال اللہ اور قال الرسول کے زمزموں کو بلند کیا اور آخر کار یہ حسرت لیے اس دار فانی سے کوچ کر گئے کہ میری موت کا بلاوا اس حال میں آئے کہ میں مسند حدیث پر بیٹھ کر درس حدیث دے رہا ہوں۔

جان دی دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ہر ادا دلربا

حضرت ڈاکٹر صاحب کی کون کون سے صفات اور کمالات کا ذکر کیا جائے انکے علمی رسوخ واتقان اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں انکی علمی فتوحات پر خامہ فرسائی کی جائے یا انکی جہادی خدمات اور امارات اسلامیہ افغانستان سے ان کے قلبی تعلق کو اجاگر کیا جائے یا انکے درسی مہارت اور ملکہ کو موضوع بحث بنایا جائے یا علاقہ میں ان کی سماجی اور ملی خدمات کو ذکر کیا جائے ؟ یقیناً آپکی ذات اس لائق ہے کہ اس پر پی ایچ ڈی (Phd) کے مقالے لکھے جائیں۔

حالات کے تقاضوں سے باخبر

ہاں البتہ حال کے امر شرعی کو خوب جانتے تھے جس بات کو حال کا تقاضہ شرعی سمجھتے اسے ببانگ دہل کہتے پھر اس پر ڈٹ جاتے اور لومۃ لائم کی پرواہ نہ کرتے پولیو کے قطروں کا مسئلہ ہو یا جہاد افغانستان کا معاملہ، حدود آرڈیننس ہوں یا شریعت بل ہر معاملے میں آپ نے شرعی مؤقف کو واضح کیا اور متردد اذہان کی رہنمائی فرمائی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب اپنی لازوال خدمات اور ہزاروں عقیدتمندوں اور شاگردوں کے بیچ ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

محمد اسرار حقانی ارمڑ
فاضل جامعہ حقانیہ

اصاغر نوازی کی مثال

ایک ملاقات میں گفتگو کے دوران حضرت شیخ نے فرمایا: یہ غالباً سن ۱۹۷۰ء کی بات ہے اہلیان ارمڑ نے غیرت دینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کو کامیاب کرایا تھا۔ بات چیت جاری تھی کہ اتنے میں چائے آگئی احقر نے عرض کیا حضرت اسکی ضرورت نہیں تھی۔ فرمانے لگے تم مہمان ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فلیکرم ضیفہ مہمان کا اکرام ہونا چاہئے۔ ارمڑ کے قدیم حقانی فضلاء مولانا لطیف اللہ جان حقانی مدظلہ اور مولانا حاجی مکرب خان کا پوچھا فرمایا مدینہ منورہ میں قیام کے دوران حمداللہ جان حقانی مدظلہ کا تذکرہ ہوا فرمانے لگے دونوں میرے شاگرد ہیں، حاجی مکرب خان اور اس کے بھائی حاجی مظرف خان میرے پاس آیا کرتے تھے اور میرا بہت اکرام کرتے تھے، ان کے والد صاحب مدینہ منورہ میں حکمت کا کام کرتے تھے اس وجہ سے حکیم صاحب کے نام سے مشہور تھے باتوں باتوں میں احقر نے عرض کیا حضرت! طلب علم کے لئے کراچی جانے کا ارادہ ہے وہاں جامعہ عربیہ احسن العلوم میں داخلہ لینا ہے آپ مہتمم صاحب کے نام سفارشی مکتوب عنایت فرمائے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے کمال شفقت کر کے مہتمم جامعہ حضرت الاستاد مولانا مفتی زرولی خان صاحب کے نام تحریر لکھ کر عطا فرمایا اور حضرت کی دعا لیکر رخصت لی۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے اس پاکیزہ، خوبصورت، عمدہ اور نفیس مکتوب کو کاپی تبرک بآثار الصالحین کی نیت سے محفوظ کر دی ہے۔ اس پہلی ملاقات سے میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا عقیدتمند اور پرستار بن گیا اور اسی دن سے عزم مصمم کر لیا کہ فنون کے بعد علوم تفسیر اور علوم حدیث شیخ الحدیث صاحب سے حاصل کرونگا۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ۲۰۰۱ء میں حضرت شیخ سے تفسیر قرآن کا درس لیا۔ اسکے بعد مرکز علم وعرفان، عالم اسلام کی عظیم آزاد اسلامی یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں داخلہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہاں حضرت شیخ صاحب سے بخاری شریف جلد ثانی اور ترمذی شریف جلد اول کا درس لیکر ۲۰۰۲ء میں دستار فضیلت سے نوازا گیا فللہ الحمد والمنۃ اسی سال محقق العصر مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ سے اجازت فی الحدیث لینے کے لیے حضرت شیخ صاحب نے عربی میں خوبصورت خط تحریر فرما کر عنایت فرمایا، اسی خط کی کاپی میرے

پاس محفوظ ہے۔میرے دورہ حدیث شریف کے ہم درس ساتھی مولانا عبداللہ حقانی ارمڑ بھی رفیق کار تھے اس خط میں احقر کے نام کے ساتھ اس کا نام بھی مندرج ہے۔

فراغت کے دوسرے سال۲۰۰۳ء میں دیگر مخلص احباب کے تعاون سے ایک دینی درسگاہ کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے افتتاح کے لئے حضرت شیخ کو دعوت دی گئی حضرت تشریف لائے اورسحر انگیز بیان کیا جس کا تذکرہ اب بھی اہلیان ارمڑ کرتے ہیں۔احقر نے کچھ لکھنے کے لئے ڈائری پیش کی حضرت نے دارالعلوم کی تعمیر وترقی کے لئے دعائیہ کلمات تحریر فرمائے۔جو محفوظ شدہ ہے۔

ایک مرتبہ رفیق مکرم مولانا شوکت علی صاحب ارمڑ (مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) نے فون کرکے بتایا حضرت شیخ صاحب کو''زبدۃ القرآن'' نامی کتاب کی اشد ضرورت ہے احقر نے اپنی لائبریری میں ڈھونڈنا شروع کردیا بفضل اللہ وکرمہ ایک کی بجائے دو نسخے مل گئے مجھے بہت خوشی ہوئی کہ اس سے حضرت اپنی پسند کا نسخہ لے لیں۔

مولانا شوکت علی صاحب راوی ہے کہ جب میں نے یہ دونوں کتابیں حضرت کی خدمت میں پیش کیں ۔تو حضرت شیخ صاحب اتنے خوش ہوئے کہ تمہارے لیے دعائیہ کلمات نوشتہ قرطاس فرمائے جو بندہ کے لئے سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت کی ایک ایک شفقت جب یاد آجاتی ہے تو دل بے قرار ہوجاتا ہے اورآنکھیں آنسو سے بھرجاتی ہیں۔آج بروز پیر ۷ دسمبر ۲۰۱۵ء حضرت شیخ صاحب کے مرقد کے جوار میں بیٹھ کراس تحریر کو مکمل کرتاہوں اوردعا کرتاہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت شیخ کے مشن پر قائم ہونے اوراس کو جاری رکھنے کی توفیق عطافرمائیں۔آمین

آسمان تیری لحد پر شبنم آفشانی کرے

اک جنازہ جارہا ہے دوش عظمت پر سوار

پھول برساتی ہے اس پر رحمت پروردگار

قومی، ملی، سیاسی خدمات
اور مجاہدانہ کارنامے

کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا
طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو

مولانا مسعود اظہر
مدیر ہفت روزہ ''القلم''

استاذ المجاہدین کی یاد میں!

اللہ تعالی مغفرت کاملہ اور درجات عالیہ نصیب فرمائے ہمارے زمانے کے ایک بڑے آدمی چلے گئے حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب المدنی انا للّٰہ واناالیہ راجعون

وہ خاندان سادات سے تھے یعنی سید بادشاہ تھے اور اب تو سید العلما بھی تھے دور دور تک ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا اللہ تعالی کا فضل دیکھیں کہا اکوڑہ خٹک کے اس فقیر مزاج سید بادشاہ کو وفات کے لئے سید الایام یعنی جمعہ کا دن عطا فرما دیا جگر مرحوم نے بڑی عجیب بات کہی ہے:

یہ حسن ہے کیا، یہ عشق ہے کیا، کس کو ہے خبر؟ اس کی لیکن
بے جام ظہور بادہ نہیں، بے بادہ فروغ جام نہیں

یہ شعر بہت گہرا ہے تفصیل مانگتا ہے اور تشریح بھی بس ایک اشارہ کرتا ہوں حسن ہو مگر اسے عشق اور عاشق نہ ملے تو ایسا حسن گھٹ مرتا ہے مرجھا جاتا ہے اور اگر عشق ہو مگر اسے حسن نہ ملے تو وہ جل مرتا ہے اور ناکامی سے بکھر جاتا ہے کتنے افراد ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس علم بہت ہوتا ہے مگر ان کے علم سے کام نہیں لیا جاتا، کئی باصلاحیت افراد ساری زندگی اس میدان کو ترستے ہیں جہاں ان کی صلاحیتوں کا سورج چمکے، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوتا ہے کہ کسی کو قدر بھی عطا فرمائے، ساتھ قدر دان بھی قیمتی بھی بنائے اور ساتھ خریدار بھی عطا فرمائے حسن بھی بخشے اور حسن کے قدر دان بھی حضرت شاہ صاحب کی کامیاب اور محنت بھری زندگی پر غور کرنے کی ضرورت ہے تاکہ بہت کچھ سیکھا جاسکے یہ کامیاب اور محنتی حضرات بڑے کام کے ہوتے ہیں، زندگی میں بھی آپ کو بہت کچھ سکھاتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی بہت مفید اسباق سکھاتے رہتے ہیں۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

ایک صحافی نے حضرت شاہ صاحب کا اکوڑہ خٹک میں جنازہ دیکھا تو بے اختیار بول اٹھا کہ میڈیا کی طاقت کا شور مچانے والے جھوٹے ہیں ہاں واقعی کسی اخبار میں اس جنازے کا اعلان نہیں چھپا کسی ٹی وی چینل پر جنازے کے وقت اور مقام کی تشہیر نہیں ہوئی اور تو اور حضرت کی وفات کی خبر میڈیا پر جنازے سے پہلے نہیں آئی تو پھر یہ لاکھوں افراد کیسے آ گئے؟ انسانوں کا یہ سیل رواں کہاں سے امڈ آیا؟

آج کل تو جو عالم میڈیا پر نہ آئے لوگ اسے عالم نہیں سمجھتے، جو مجاہد میڈیا پر نہ آئے لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ یا تو مر گیا ہے یا اس کا کام ختم ہو چکا ہے میڈیا پر آنے کی دوڑ میں لوگ معلوم نہیں کیا کیا کرتے ہیں؟ بہت کچھ غیر شرعی اور بہت کچھ باعث ندامت، مگر حضرت ڈاکٹر صاحب میڈیا سے دور ہو کر بھی لوگوں کے دلوں کے قریب تھے انہوں نے جاتے جاتے یہ سبق مجاہدین کو بھی دیا اور علما کو بھی کہ میڈیا کے سحر سے نکلو کام کرو، کام محنت سے کرو، محنت، شہرت اور تشہیر کسی مومن کے کام نہیں آتی، نہ دنیا میں نہ آخرت میں، اخلاص کام آتا ہے اور محنت کام آتی ہے اللہ تعالی کا حضرت شاہ صاحب پر بڑا فضل رہا اور اس فضل کا سلسلہ موت کے دن پر بھی نظر آیا جمعہ کو وفات پانا ایک مومن کے لئے حسن خاتمہ کی ایک علامت ہے ترمذی کی روایت ہے، ارشاد فرمایا:

ما من مسلم یموت یوم الجمعة او لیلة الجمعة الا وقاہ اللہ فتنة القبر

جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات وفات پاتا ہے اسے اللہ تعالیٰ قبر کے فتنے سے بچا لیتے ہیں (ترمذی)

جمعة المبارک کے دن یا رات کی وفات پر اور بھی کئی روایات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ:

(۱) جمعہ کے دن کی موت عذاب قبر سے بھی حفاظت ہے اور سوال قبر سے بھی

(۲) جمعہ کے دن مرنے کا فائدہ ایک مسلمان کو قیامت کے دن بھی ہوگا

(۳) جمعہ کے دن مرنے والے مسلمان قیامت کے دن ایک خاص علامت کے ساتھ آئیں گے

حکیم ترمذی فرماتے ہیں کہ جو مسلمان جمعہ کے دن مرتا ہے تو اس سے وہ پردے ہٹا لیے جاتے ہیں جو اس کے اور ان نعمتوں کے درمیان ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تیار فرمائی ہیں کیونکہ جمعہ کے دن جہنم کی آگ نہیں بھڑکائی جاتی اس لئے آگ کی طاقت جمعہ کے دن وہ کام نہیں کر سکتی جو باقی دنوں میں کرتی ہے اللہ تعالی جب کسی مومن کی روح جمعہ کے دن قبض فرماتے ہیں تو یہ اس مومن کے لئے سعادت اور اچھے انجام کی علامت ہے۔

یہ تمام احادیث اگرچہ سند کے اعتبار سے زیادہ مضبوط نہیں مگر اہل تحقیق اور اہل علم نے انہیں قابل اعتبار اور قابل اعتماد قرار دیا ہے جمعہ کے دن کی موت انسان کے اپنے اختیار میں نہیں مگر یہ کونسا ضروری ہے کہ سعادت وہی ہوتی ہے جو اپنے اختیار سے حاصل کی جائے اللہ تعالی شکور ہے قدر فرمانے والا ہے وہ جب اپنے کسی بندے یا اس کے اعمال کی قدر فرماتا ہے تو پھر اس کی جھولی ہر طرح کی سعادتوں سے بھر دیتا ہے اختیاری بھی اور غیر اختیاری بھی۔

حضرت ڈاکٹر شاہ صاحب باوجود اس کے کہ ایک محقق، مفسر، محدث، اور مصنف تھے اور آپ کا اصلی میدان تعلیم اور تدریس تھا آپ جہاد اور شہادت کے عاشق زار تھے چنانچہ رب شکور جل شانہ نے آپ کو اپنی ملاقات کے لئے جمعہ کا مبارک دن عطا فرمایا جو کہ خود ایک طرح کی مقبول شہادت ہے حضرت شاہ صاحب نے دو تفسیریں

تحریر فرمائیں دونوں عربی میں ہیں ایک بار سورۃ الکہف پر ان کی تفسیر پڑھتے ہوئے ایسا وجد اور مزا آیا کہ اس تفسیر کے اردو ترجمہ کا خیال آنے لگا اللہ کرے مجھے توفیق مل جائے یا کسی کو بھی زیادہ مشکل کام نہیں ہے مگر علم، تذکیر اور تحقیق سے لبریز ہے دوسری تفسیر حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے تفسیری اقوال کی جامع ہے یہ آدھی حضرت شاہ صاحب نے جمع فرمائی ہے اور آدھی ان کے ایک عرب رفیق نے حضرت حسن بصری کو رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں اگرچہ وہ تابعی ہیں مگر پلے بڑھے حضرات صحابہ کرام کے ساتھ ہیں اور علمی روحانی مقام بھی ان کا بہت اونچا ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ کے شیدائی تھے حضرت ڈاکٹر شاہ صاحب کی زندگی کے کئی قیمتی سال حضرت امام حسن بصری کے احوال و اقوال کی معطر مجالس میں گذرے اس صحبت کا اثر تھا کہ جہاد فی سبیل اللہ کی محبت آپ کے رگ و پے میں اتری ہوئی تھی۔ وہ ہمارے زمانے میں جہاد فی سبیل اللہ کی حقانیت اور دعوت کی بہت ثقہ دلیل تھے انہیں جہاد اور مجاہد کے لفظ سے ہی اتنا پیار تھا کہ ہر مجاہد کی معاونت اور تائید کے لئے ہمیشہ تیار ہو جاتے انہوں نے بڑے عظیم المرتبت مشائخ کی صحبت پائی تھی قرآن مجید کی تفسیر حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری سے پڑھی حضرت لاہوری آیات جہاد کی بہت والہانہ تفسیر فرماتے اور اپنے طلبا کے دلوں میں جہاد فی سبیل اللہ کی پاکیزہ محبت کا بیج بو دیتے تھے حضرت لاہوری کے ہاں تعلیم کے دوران حضرت شاہ صاحب کی ملاقات حضرت اقدس مولانا عطا اللہ شاہ صاحب بخاری سے بھی ہوئی ان کی صحبت، ان کے بعض اشعار اور ان کے جوتے اٹھانے کا واقعہ بہت مزے لے کر سنایا کرتے تھے۔

آپ کی رفاقت میں دعوتی اسفار

حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کو اللہ تعالی نے بہت سی نمایاں خوبیوں اور صفات سے نوازہ تھا بندہ نے الحمدللہ ان کی خدمت میں کافی وقت گزارا ہے بہت لمبے اور طویل سفر ان کی باشفقت رفاقت میں نصیب ہوئے ان کی سرپرستی میں جہاد کی محنت اور دعوت کی بھی بارہا توفیق ملی ان کی میزبانی کا شرف بھی حاصل ہوا اور ان کی مہمانی کا بھی اس لئے ان کی صفات اور خوبیوں پر مکمل تفصیل اور شرح صدر سے لکھ سکتا ہوں مگر صرف ایک بات پر اکتفا کرتا ہوں جو ہمارے لئے سبق آموز بھی ہے اور مفید بھی وہ یہ کہ حضرت ڈاکٹر صاحب اتنے بلند مقام ہونے کے باوجود بہت آسان بزرگ تھے اور دوسری بات یہ کہ وہ سستی یعنی کسل سے بہت دور تھے۔

آسان ہونا اللہ تعالی کی بڑی نعمت اور اس کا بڑا فضل ہے ان کے ساتھ سفر بھی آسان تھا اور حضر بھی ان کے ساتھ بولنا بھی آسان تھا اور بیٹھنا بھی کسی کا قول ہے ہر انسان نوکدار ہوتا ہے کوشش کر کے خود کو دوسروں کے لئے آسان بناتے رہو اور اپنی نوکیں گول کرتے رہو۔

ایک بار تو بہت سخت محنت تھی، تقریبا دس دن تک بندہ ان کا ہم سفر بھی تھا اور ڈرائیور بھی نہ کھانے پینے کا کوئی باقاعدہ نظم اور نہ نیند کے لئے پورا وقت مگر ان کی صحبت نے ہر معاملہ میں آسانی پیدا کی وہ جب جاگتے جاگتے

تھک جاتے تو نیچے سر جھکا کر آنکھوں میں سرمہ لگاتے اس سرمے کے ساتھ ان کی آنکھوں سے چند بوندیں ٹپکتیں اور وہ اگلے کئی گھنٹوں کے لئے تروتازہ ہو جاتے۔

الحمد للہ دس دن کی محنت کامیاب رہی اور کراچی میں حضرت مولانا جلال الدین حقانی کا مفصل دورہ ہوا اور جہاد کی دعوت اونچی فصیلوں تک جا پہنچی اور رکاوٹوں کے کئی قلعے فتح ہو گئے محبت بہت لذیذ چیز ہے مگر اس کی لذت تب دو آتشہ ہو جاتی ہے، جب کسی مرحلے پر اس میں تلخی ستم اور کچھ ناراضگی آ جائے وہ تلخی جب دور ہوتی ہے تو محبت ہمیشہ کے لئے پائیدار ہو جاتی ہے۔

زندگی میں کبھی اس بات کا وہم اور وسوسہ بھی نہ گذرا تھا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب سے کبھی دوری ہو گی مگر محبت کو پائیدار ہونا منظور تھا کراچی میں بندہ پر مظالم کا ایک سلسلہ شروع ہوا بہت تکلیف دہ، مکروہ اور سخت مظالمان سب کو الحمد للہ سہہ لیا مگر ایک ظلم بڑا بھیانک ہوا وہ یہ کہ غلط فہمیوں کا ایک جال بچھا کر حضرت ڈاکٹر صاحب اور ہمارے درمیان کچھ دوری اور تلخی کا بندوبست کر لیا گیا ہاں! وہ دن اور راتیں بہت اذیت ناک تھے یہ اذیت نہ تو اس بدنامی کے خوف سے تھی جس کو بہت محنت سے پھیلایا جا رہا تھا اور نہ ہی اپنی حمایت اور جماعت کے کم اور کمزور ہونے کا خوف تھا یہ خوف تب ہوتا جب لوگوں کو اپنی ذات کی طرف دعوت دی ہوتی یا اپنی ذات کے لئے کوئی دعوی گھڑا جاتا الحمد للہ محض اللہ تعالی کی توفیق سے ہمیشہ مسلمانوں کو اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا ہے ہمیشہ جہاد فی سبیل للہ کی دعوت دی ہے اور ہمیشہ دین کی طرف آنے کی آواز لگائی ہے پریشانی اور رنج کی بات یہ تھی کہ حضرت ڈاکٹر صاحب تک اصل صورتحال نہ پہنچ سکی اور وہ خفا ہوئے یہ میرے لئے بڑا صدمہ تھا بلکہ کراچی کے اس پورے سانحے کا واحد صدمہ اور واحد نقصان تھا باقی جو کچھ ہو رہا تھا وہ سب برداشت تھا اور جو لوگ الگ ہو رہے تھے ان کی علیحدگی میں ہمارے لئے دکھ، نقصان یا افسوس کی کوئی بات نہیں تھی۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں ایک خط معافی نامہ، محبت نامہ اور وضاحت نامہ

اللہ تعالی کی رحمت دیکھیں اور حضرت شاہ صاحب کی وسعت ظرفی دیکھیں کہ عین اسی دن اس خط کا ایسا جواب آیا کہ دل کے زخم دور ہو گئے اور محبت کی مٹھاس کو اس وقتی تلخی نے دو آتشہ بنا دیا، اس وقت بندہ نے حضرت کے اس خط کو نہ ہی شائع کیا اور نہ عام کیا کیونکہ مقصد عوامی حمایت حاصل کرنا نہیں ایک ولی بزرگ کی ناراضگی کو دور کرنا تھا جو الحمد للہ دور ہو گئی، پھر الحمد للہ باہمی محبت وسلام و پیام کا غائبانہ سلسلہ چلتا رہا، ایک بار انہوں نے فرطِ محبت میں ایک پرچی پر فارسی شعر بھی لکھ بھیجا تلاش بسیار کے باوجود وہ معطر پرچی نہ مل سکی مگر ان کا والا نامہ مل گیا ہے آج کی مجلس کا اختتام حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے اسی نوازش نامے پر کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بگرامی خدمت، مخدومی المکرم، صاحب المجد والھمم، بارك اللّٰہ فی حیاتکم الغالیه، وتقبل جھدکم الطیب فی سبیل الاسلام والمجاھدین

السلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاته

مکتوب گرامی باعث صد مسرت و ابتہاج ہوا۔ ذرہ نوازی کا تہہ دل سے سپاس گذار ہوں۔ مجھے خود ان ناگفتہ حالات کی وجہ سے حد درجہ قلق و اضطراب لاحق ہے۔ الحمد للہ آں محترم کے والا نامہ سے تمام رنج وغم دور ہوا، زندگی کا پتہ نہیں، میری صحت بہت کمزور ہے، کمر میں شدید درد کی وجہ سے آپریشن کیا۔ اب تک درد باقی ہے، نماز کرسی پر پڑھتا ہوں، نیچے بیٹھنے سے قاصر ہوں۔

حاملین مکتوب سامی کے ذریعے آپ کی صحت و سلامتی کا علم ہوا۔ للّٰہ الحمد وله المن کہ آنجناب بخیر و عافیت ہیں اور آپ کے والدین کرام دامت برکاتہم اور اخوان کرام سلمہم اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں۔ القلم کا مؤقر جریدہ موصول ہو رہا ہے، آں محترم سے بھی یہی استدعا ہے کہ صمیم قلب سے عفو و درگزر فرما کر اپنے مستجاب دعاؤں میں یاد فرمائی سے نوازا کریں۔ آپ کے والدین کرام، اہل بیت اور اخوان وخلان کی خدمت میں طلب عفو و درگزر کا مضمون واحد ہے۔

مولانا سمیع الحق کی ڈائری اور علمی منتخبات

مولانا سمیع الحق کے سحر نگار قلم سے ان کے بدوِ شعور سے اب تک لکھی جانے والی ذاتی ڈائریوں کی تلخیص اور خوب صورت انتخاب، جس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور خود شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کے معمولات، مشاہدات، احوال، اعزہ واقارب، گرد و پیش، عرب وعجم کے علماء وزعماء، قائدین سے ملاقاتیں اور اسفار، دارالعلوم حقانیہ میں تعلیمی، روحانی، سیاسی سرگرمیاں، واردین وصادرین، ملکی و بین الاقوامی سیاسات پر پُرمغز تبصرے اور تجزیے، مولانا کے منتخب کردہ علمی نکات، ادبی لطائف، تاریخی عجائب، مطلب خیز اشعار، معارف وحکم، تصوف وسلوک، دعوت و جہاد، ایک جہان دیدہ کی یادداشتیں، تقریباً پون صدی پر مشتمل تاریخ اور یادِ ایام کا حسین مرقع

ازقلم: **مولانا سمیع الحق**

ضبط وترتیب: **مولانا عرفان الحق حقانی**

مفتی سید عدنان کا کاخیل

آہ! مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنی رحمہ اللہ علیہ

60 سال سے زاید عرصہ قال اللہ اور قال رسول اللہ کے مبارک ترین مشغلہ میں صرف کر کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب المدنی بھی خلد آشیاں ہوگئے۔ خوش خلق، شیریں دہن، ہر دم فعال اور متحرک رہنے والے اور اب گزشتہ کچھ عرصہ سے ملک بھر میں ختم بخاری کے حوالے سے سب سے زیادہ سفر کرنے والے حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب فقط ایک جید مدرس اور صاحبِ قلم ادیب نہ تھے بلکہ تحریکات، تنظیمات اور جوش و ولولہ کی دنیا کے بھی سرخیل تھے۔ افغان جہاد اور افغان طالبان سے غیر معمولی محبت و عقیدت تھی اور افغانستان کے دینی حلقوں میں استاذ الکل کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ افغانستان میں جب طالبان کا دور تھا تو مولانا کو دورہ تفسیر کے لیے خاص طور پر مدعو کیا جاتا تھا اور طالبان کی مرکزی قیادت کے حضرات بھی ذوق وشوق سے مولانا کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کرنا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔

عربی اور فارسی پر قدرت

زندگی کا ایک بڑا حصہ مدینہ منورہ میں گزارا تھا، اس لیے عربی میں اہلِ زبان کی سی فصاحت و بلاغت تھی۔ فی البدیہہ عربی تقریر کرتے تھے اور خوب کرتے تھے۔ قدیم طرز کے پڑھے ہوئے تھے جب فارسی بھی ہمارے دینی نصاب کا لازمی حصہ ہوا کرتی تھی، اس لیے فارسی تحریر و تقریر پر بھی عبور تھا۔

ایک خاص خصوصیت

مولانا کی ایک خاص خصوصیت ان کا مشہور زمانہ خوبصورت اور پاکیزہ خط تھا۔ اس قدر خوبصورت لکھتے تھے کہ یوں لگتا تھا جیسا موتی پروئے ہوئے ہوں۔ غضب کے مہمان نواز تھے۔ سارا دن مہمانوں، شاگردوں اور علما کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ ہر کسی کو اکرام کے ساتھ بٹھاتے، کھلاتے اور رخصت کرتے۔ اگر کوئی مہمان کسی عجلت کی بنا پر کھانے کے لیے نہ ٹھہر سکتا ہو تو نقد رقم عنایت فرماتے کہ راستے میں میری طرف سے کھالینا۔

پانچ روشن ستارے

اس عاجز کے خاندان کے ساتھ اپنے قریبی مراسم کا ہمیشہ تذکرہ کرتے اور ان قدیمی تعلقات کا انتہائی پاس رکھتے۔ اس بات کا ہمیشہ ذکر کرتے کہ میرا مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ تمہارے والد مولانا عبداللہ کا کاخیل نے کرایا تھا۔ جس زمانے میں والد صاحب مرحوم، مولانا حسن جاں شہید اور ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب دامت برکاتہم مدینہ

یونیورسٹی سے پڑھ کر فارغ ہو چکے تھے، اس کے بعد حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب پڑھنے کے لیے مدینہ یونیورسٹی تشریف لے گئے تھے۔ اپنے زمانہ طالب علمی میں سلفی علما کے ساتھ اپنے مناظروں کی دلچسپ داستانیں بہت مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے۔ حضرت والد صاحب مرحوم، حضرت مولانا شیر علی شاہ، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، حضرت مولانا حسن جان شہید اور حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب ان پانچ حضرات کا مشہور ومعروف گروپ تھا جس نے بچپن، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپے تک اپنی دوستی ومحبت کو خوب نبھایا۔ اب اس جماعت میں سے فقط حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم حیات ہیں۔ اللہ تعالی حضرت کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔

خصوصی توجہات وتشجیعات

راقم الحروف نے اپنی رسمی تعلیم کے زمانے میں موقوف علیہ یعنی درجہ سابعہ کے سال حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کے پاس جامعہ حقانیہ میں دورہ تفسیر کیا تھا۔ حضرت نے کمال شفقت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے رہائش کے لیے جامعہ کے اساتذہ کو الاٹ شدہ اپنا کوارٹر عنایت فرمایا۔ حضرت کی نشست کے قریب ہی بیٹھنے کی جگہ متعین فرمائی اور پورے دورۂ تفسیر میں خصوصی محبت کا معاملہ فرماتے رہے۔ ہم نے کچھ عرصہ سے اپنے آبائی علاقے زیارت کا کا صاحب میں ایک سیرت کانفرنس کرانے کا معمول شروع کیا ہے۔ حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب کو اس کی صدارت کے لیے مدعو کیا تو ان دنوں شدید بیمار تھے اور آمد ورفت مکمل طور پر بند تھی، بڑے شوق سے تشریف لائے اور بھرپور بیان فرمایا اور مجھ سے کہا صرف تیری وجہ سے آیا ہوں ورنہ آج کل کہیں آجا نہیں رہا۔ اسی طرح ایک معاملہ میں ہمیں مولانا شیر علی شاہ صاحب کے بیان کی ضرورت پڑ گئی۔ استاذ محترم حضرت مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب دامت برکاتہم نے اس عاجز کے ذمے لگایا کہ مولانا کا بیان لینا ہے۔ مولانا نے بلا تامل بیان لکھ کر دے دیا۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت ہوسکتا ہے کہ ایک اور بیان کی ضرورت بھی پڑ جائے اور تو دوبارہ کراچی سے کیسے آؤں گا؟ تو اپنے لیٹر پیڈ سے دو صفحے نکال کر سادہ کاغذ پر اپنے دستخط ثبت فرمائے اور کہا میری طرف سے تم کو اجازت ہے جو بیان لکھنا چاہو لکھ کر اخبار میں دے دینا۔ شاید وہ دستخط شدہ سادہ کاغذ اب بھی میری کتابوں میں کہیں پڑا ہوگا۔

حضرت کی ایک ایک شفقت یاد آتی ہے تو آنکھیں نم ہوجاتی ہیں۔ والد صاحب مرحوم سے اپنی دوستی اور تعلق کی جس طرح لاج رکھی، آج کے زمانے میں اسکا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ جب کبھی میں اکوڑہ خٹک میں ان دو حضرات یعنی حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی اکٹھی مجلس میں موجود ہوتا تو کئی بار دونوں حضرات نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ تم کو دیکھ کر مولانا عبداللہ کاکاخیل صاحب کی یاد تازہ ہوجاتی ہے اور اللہ تعالی نے ہمیں انکی اولاد کو مدرسوں اور تعلیم تعلم کے رستہ پر چلتا ہوا دکھادیا۔ اس پر دونوں حضرات اپنی بے پایاں مسرت کا اظہار فرماتے۔ اللہ تعالی حضرت کی بال بال مغفرت فرمائے۔ جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید الاولین والآخرین۔ (بشکریہ: ضرب مومن 30/10/2015)

مولانا عبدالباقی حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

علم اور جہاد کا سنگم

حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے قدرتوں اور حکمتوں کا مظہر ہے اور کائنات میں اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک بڑا خزانہ ہے پھر معاشرہ میں بعض انسان ایسے ہیں جن کے ایک وجود میں اللہ تعالیٰ نے بہت نعمتوں کو جمع کیا ہوتا ہے۔

اسلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ: وان تعدو نعمة الله لا تحصوها (الاية)
''اگر آپ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہتے ہیں تو شمار نہیں کر سکتے''

علماء دین کی ذمہ داری انسانوں کی معاشرتی رشد واصلاح ہوتی ہے تو بعض علماء کو اللہ تعالیٰ نے معاشرے کی رشد واصلاح اور پھر اس معاشرے میں دین کی اشاعت وخدمت کا عجیب مہارت دیا ہے کبھی کبھی علماء کی خدمت کے میدان میں اکیلے اہل علم ہوتے ہیں اور کبھی کبھی صرف عوام اور کبھی دونوں ہوتے ہیں ذلك فضل الله يوتيه من يشاء بعض علماء دونوں میدانوں میں ایک عجیب خدمت سرانجام دیتے ہیں اور اس خدمت سے دونوں طبقے مستفاد ہوتے ہیں جیسے کہ اس دور میں اس اعلیٰ مواصفات کی مصداق شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنی صاحب تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ ایک ایسی ہستی تھی کہ آجکل اس معاشرہ میں اس کا کوئی بدل نہیں خصوصاً علمی اور جہادی میدانوں میں آپ کی رحلت سے ایک خلاء سامنے آگیا جسکا جبیرہ موجود نہیں۔

موصوف کمالات اور اوصاف کا سرچشمہ تھے اس کے تمام اوصاف بیان کرنا ہمارے بس میں نہیں لیکن بطور مشت نمونہ خروارے کے اسکی عملی اور جہادی زندگی کا تذکرہ کرتا ہوں۔

میدان علم میں

حضرت موصوف میدان علمی میں افق کا ایک بے مثال ستارہ تھے صاحب استعداد اور قوی حافظہ کے مالک تھے میرے علم کے مطابق اس میدان میں ان کے معادل وہمسر نہیں تھا۔

انداز تدریس

حضرت کا انداز تدریس نہایت مختصر اور جامع تھا اور یہ آپکے کمال مہارت کی دلیل تھی بہت زیادہ معلومات اور علمی مواد نہایت مختصر الفاظ میں پیش فرماتے، میں حضرت کا باقاعدہ شاگرد نہ تھا لیکن جب بھی دارالعلوم حقانیہ آتا تو آپکے درس میں برکت کی خاطر شریک ہوتا اور بالخصوص دورہ تفسیر میں اسی ترتیب کے مطابق کئی بار مستفید ہو چکا ہوں والحمد للہ علی ذالك

علماء کی حوصلہ افزائی

کسی بھی میدان میں کام کرتے وقت انسان کو حوصلہ افزائی کی اشد ضرورت ہوتی ہے موصوف کے پاس جب بھی علماء آتے اپنے علمی مشکلات سامنے رکھتے ان کو وہ حل فرماتے تھے،تصنیف کے میدان میں جب کوئی کتاب لکھتا اور تقریظ کیلئے پیش کرتا تو حضرت انکا انتہائی حوصلہ افزائی فرماتے اور بڑے شوق سے تقریظ لکھ دیتے بندہ نے جب پہلی مرتبہ" حفظ الاسرار" نامی رسالہ لکھا اور تقریظ کیلئے پیش کیا کہا حضرت! ہم طلباء اور علماء میں ایک مرض ہے جس کا ہم علمی میدان میں علاج کرنا چاہتے ہیں لہٰذا اگر آپ اس رسالہ پر نظر شفقت فرما کر اس پر تقریظ فرمائیں تو یہ ہمارے لئے باعث سعادت ہوگی یہ چونکہ ابتدائی تصنیف تھی اور زیادہ معیاری نہ تھی لیکن حضرت نے اس پر ایسی بہترین تقریظ فرمائی کہ میں حیران رہ گیا،اور اسی حوصلہ افزائی کی برکت سے بندہ کو مزید لکھنے کا حوصلہ ملا بالفرض اگر حضرت حوصلہ افزائی نہ فرماتے تو شاید بندہ مزید لکھنے کی ہمت نہ کرتا۔

پھر جب بندہ نے "السیاسة والادارة فی الاسلام "یعنی اسلام کا نظام سیاست وحکومت نامی کتاب لکھا تو حضرت نے باوجود اپنی مصروفیت کے اسکو انتہائی شوق سے مطالعہ کر کے تقریظ تحریر فرمائی کئی سال مسلسل طلباء کو میرے کتاب کے مطالعہ کی ترغیب دیتے تھے یہ ان کی کمال جود پھر دلالت ہے۔

ایک سال پہلے ایک کتاب جو"اسلام میں بندیوں اور متہمین کے حقوق واحکام" نامی کتاب پیش کیا بڑے شوق سے وعدہ کیا لیکن بہت علالت کی وجہ سے میں نے آپ کو اس کتاب کی یاد نہیں دلائی اور یہ علالت بھی مسلسل تھی اللہ تعالی کو یہ منظور نہ تھا وہ فانی دنیا سے رحلت کر گئے اور تقریظ باقی رہ گیا،ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن اسی طرح جو بھی تقریظ کیلئے کتاب لاتے تو تہہ دل سے اس پر تقریظ فرماتے اور مصنف کی حوصلہ افزائی فرماتے۔

اجتماعات اور جلسوں میں اپنے علمی تجربے اور اخلاص کی بنیاد پر لوگوں میں بڑا تغیر لاتے تھے،جو علماء سعودی عرب کو جاتے تو علماء تزکیہ کے عرض پیش کرتے تو بغیر معرفت کے ان کو بڑے اخلاص سے تزکیہ خط لکھتے اوران علماء کو جو مشکلات تھیں وہ حل فرماتے حالانکہ یہ تزکیہ خط عموماً پوری معرفت اور جانچ پڑتال کے بعد لکھا جاتا

ہے جو علماء وطلباء سے آپکے کمال اخلاص وشفقت ومحبت پر دلالت کرتا ہے مختصر یہ کہ علمی افق بڑے ستارے سے محروم ہوگیا۔

تواضع سادگی اور بے تکلفی

حقیقت یہ ہے کہ تواضع علم کا اثر مرتبہ ہوتا ہے جیسے ''اُثر'' میں آتا ہے کلما ازددت علما ازددت تواضعا ''جتنا تمہارا علم زیادہ ہوتا ہے اتنا تمہارا تواضع میں اضافہ ہوتا ہے''یعنی ڈاکٹر صاحب جتنا علم کے لحاظ سے بڑے تھے اتنا آپؒ میں تواضع اور سادگی زیادہ تھی اور وہ اس حدیث شریف کا مصداق تھا من تواضع للہ رفعه اللہ زیادہ تواضع کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اتنا اونچا مقام دیا تھا لوگوں کیساتھ اچھی زندگی گزارتے اور ہر کسی سے بے تکلف ملاقات فرماتے تھے، ہر عام وخاص کی دعوت کو قبول کرتے اور مہمان کی خدمت خود کرتے تھے، پروگراموں کو جانا آپؒ کی زندگی کی معمول اور زینت تھی۔

میدان جہاد میں

علماء کے منصبی فرائضوں میں اشاعت دین اور تحکیم دین ہے کہ معاشرہ میں دین حاکم اور الٰہی نظام قائم ہوجائے دوسری تعبیر پر جہاد کے طریقہ پر اسلامی حکومت قائم ہوجائے، اگر ہم مولانا مرحوم کی زندگی پر نظر ڈالے تو اسلامی نظام اور نظام حاکمیت کے خاطر جہاد اور مجاہدین کے ساتھ بے مثال محبت کرتے اور اس راستہ میں آپ کے عظیم خدمات ہیں اور یہ خدمات وقت کے صد علماء کے بس وطاقت سے باہر ہے آپ کا ہر تقریر جہاد کے موضوع وفضائل پر ملمع ومزین تھا مجاہدین کی ہر صف آپ کے مشوروں ودعاوں ونصیحتوں پر مضبوط تھا بہت سے مسلمانوں کی توجہ جہاد کی طرف لائے تھے اس راستہ میں ہزاروں مجاہدین وطلباء کے لاکھوں مسلموں کے مرشد گذار ہیں اور ان کی جہاد کا ذریعہ بن گیا تھا، آپ اس حدیث کے مصداق ہے من جهز غازيا فقدغزى اور جس طرف سے جہاد کے آثار نمایاں ہوتے تھے تو اس کی تقویت کرنے کی کوشش کرتے اور ان مجاہدین کے بڑوں سے ملاقات کرتے اور ان کی حوصلہ افزائی اور مدد فرماتے۔

افغانستان میں اسلامی امارت کے ساتھ تعلق

افغانستان میں روس کے خلاف جہاد کرنے میں حضرت ڈاکٹر صاحب کا بڑا کردار تھا ہزاروں مجاہدین کے جذبہ جہاد میں بہت اضافہ کیا تھا ان کے جہاد کرنے میں آپ کا حصہ ہے خصوصا مولوی جلال الدین حقانی صاحب کیساتھ انتہائی ہمدردانہ تعلقات تھے۔

جب افغانستان میں عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نور اللہ مرقدہ کی قیادت میں طالبان کی اسلامی

تحریک شروع ہوئی تو موصوف کی تمام خدمات، جذبات صلاحیتیں اور ہمدردیاں اس تحریک کے ساتھ تھی اور عملا کئی بار علماء کیساتھ افغانستان کو سفر کیا اور امیر المؤمنین کیساتھ خاص تعلقات رکھتے تھے۔

جب افغانستان میں اسلامی امارت قائم ہوئی تو بہت خوشی ومحبت سے امارت کے امراء اور بزرگوں سے ملتے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے تھے مجاہدین کیساتھ بہت محبت رکھتے تھے اور درسگاہ، مسجد بازار اور جلسوں میں امیر المومنین مرحوم اور اسلامی امارت کے تذکرے کرتے تھے اور لوگوں کو امارت اسلامی کی ترغیب دیتے تھے ہر جگہ لوگوں کو یہ دعوت دیتے کہ وہاں بھی افغانستان کی طرح امارت اسلامی قائم ہوجائے، کاش کہ آپ کے قریب ایسے علماء ہوتے کہ آپ کے جذبے اور نظریے کو تقویت دیتے کاش آپ کے ساتھ حالات نے موافقت کیا ہوتا تو آپ کے فیض بہت عام ہوتے۔

پہلا خط (محاذ) اور قرآن کریم کی تفسیر

میں جب آپ کے جہادی سوچ کا تصور کروں تو حیران ہونے کے ساتھ ساتھ میں اپنے نفس میں ناراض ہوتا ہوں کہ کاش اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی ایسی استعداد اور جذبہ دیا ہوتا اور اس پر میں غبطہ کرتا ہوں اسلئے کہ آپ جہادی جذبہ کا ایک انمول نمونہ کہ اول خط محاذ پر مجاہدین کو بہت پیار ومحبت واخلاص سے تخار ولایت میں قرآن مجید کی تفسیر پڑھائی اگر اس جگہ میں اس وقت کا کسی کو اندازہ ہوجائے تو وہ خود یہ فیصلہ کرے گا، کہ ڈاکٹر صاحبؒ کا عظیم جذبہ تھا اور مجاہدین کے ساتھ بے حد محبت رکھتے تھے اور یہ اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے کہ امارت اسلامی افغانستان کے کامیابی اور استحکام کے بے حد شوقین تھے رحمة الله رحمة واسعة۔

محترم جہاد کے جذبہ سے مالامال تھے حالات اور حوادث زمانہ سے متاثر نہیں ہوتے بعض علماء آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو سادہ کہتے تھے جو حوادث زمانہ اور حالاتوں سے متاثر ہوتے تھے، پھر وہی علماء کرام نے جنازہ میں اسکی سادگی دیکھی ہوگی اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کے جنازہ میں بہت غیر عادی لوگ تھے یہ جہاد کی برکت وکرامت تھی اور یہ آپ کے جہاد وعلم کے قبول ہونے کی ترجمانی کرتا ہے۔

شیخ ابن باز رحمۃ اللہ سے ملاقات کا واقعہ

میں آپؒ کیساتھ بہت کم وقت رہ چکا ہوں مگر اس کم وقت میں میرے ساتھ بہت اچھی باتیں دل میں جمع ہوئی ہیں آخر آپؒ کیساتھ رفیق ہونے کے طور ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں۔

ایک سال امارت اسلامی نے چند علماء بشمول ڈاکٹر صاحب حج کو بھیجا جس میں حضرت مولانا محمد حسن جان شہید نور اللہ مرقدہ حضرت حمد اللہ جان صاحب ڈاگئی دامت برکاتہم العالیہ مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ العالی

وغیرہ علماء تھے، حسن اتفاق میں سے بھی اسی سال حج کو گیا تھا، وہاں مکہ مکرمہ میں امارت اسلامی کے بزرگ حضرات نے سعودی عرب کے بڑے مفتی ابن باز مرحوم صاحب سے ملنے کیلئے وقت لیا کہ اسلامی امارت کے نمائندگی میں کچھ علماء مفتی صاحب کو اسلامی امارت کے صورتحال سے واقف کریں اور اسکی توجہ اپنے طرف مائل کریں اس ملاقات میں میں بھی شامل تھا، سارے وفد نے ملاقات کیا۔

جب وہاں گئے تو حضرت ڈاکٹر صاحب اور مولانا محمد حسن جان شہیدؒ مفتی ابن باز صاحب کے قریب بیٹھ گئے ،ڈاکٹر صاحب نے تعارف اور مذاکرہ شروع کیا جس میں اسلامی امارت کی ضرورت و اہمیت اور کارنامے ایسے الفاظ میں تشریح کئے گئے کہ مجھے موت تک اسکی لذت بخشی کہ میں نے اپنی تمام عمر میں ایسے تعبیرات نہیں سن چکے تھے ان باتوں میں یہ بات بھی بیان فرمائی ، کہ اسلامی امارت کے قیادت میں دس ہزار حجاج حج کو آئے ہیں اور کلهم اصحاب اللحی یعنی سارے حجاج کے چہروں پر داڑھی جیسی مبارک سنت تھی، ابن بازؒ نے بڑی تعجب سے فرمایا "کلهم اصحاب اللحی" تو ڈاکٹر صاحب نے جواب میں فرمایا کہ نعم : کلهم اصحاب اللحی۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے اپنے قیمتی الفاظوں اور بے مثال تعبیرات سے ابن بازؒ کی ذہن سازی کی جس پر موجودہ حضرات بہت خوش ہوئے اور معمول کے مطابق کل سعودی عرب کے نشریات میں بہت مثبت اور دلجوئی کا بیان نشر ہوا جس کی وجہ سے امارت اسلامی سے بہت جماعتوں کو فائدہ ہوئی اور سعودی عرب کے عوام وخواص کی ذھن کو امارت اسلامی سے بہت جماعتوں کو فائدہ ہوا اور سعودی عرب کے عوام وخواص کی ذہن کو امارت اسلامی کی طرف مائل کیا ابن بازؒ کے مثبت بیان کا اندازہ اس شخص کو ہوتا ہے جو سعودی عرب کے شاہی نظام اور ابن باز کے مقام ومرتبہ سے باخبر ہو۔

عمر کے آخری پندرہ سال

جب افغانستان میں اسلامی امارت امریکہ اور اسکے متحدین کی وجہ سے ساقط ہوئی تو اس وقت تمام فضا بدل گیا جیسے جہاد کی یاد میں فضیلت بیان کرنا، اور اس نظریے کی طرف دعوت معاشرہ میں بہت مشکل ہوگئی حتی کہ ایسا جرم بن گیا کہ اس کی وجہ سے جیل میں ڈالنا اور مارنا اور بے جرم مارنا لازمی ہوگیا، بے دین لوگوں کی بازار گرم گرم تھی اور دیندار طبقہ بلکہ خاص کر مجاہدین پر زمین تنگ ہوگئی عوام کا تو کیا کہنا کہ وہ کمزور ہمیشہ کیلئے اپنی تلوار کو ہاتھ سے گراتے ہیں بلکہ علماء، مدرسین اور بہت سے مہتممین نے حوصلہ ہارلیا اور بات اس حد تک پہنچ گئی کہ اچھے مجاہدین طلباء کو کسی نے مدرسہ میں درس دینے کی اجازت سے انکار کرتے تھے ایسے حالاتوں کا سامنا پڑا کہ دشمن نے مجاہدین کو مسجد، گھر، رشتہ پہاڑ ،اور غار میں بھی نہیں چھوڑتے یہ اسلام کی تاریخ میں ایک استثنائی وقت اور حالت تھی۔

مجاہد جب بھی قصد کرتے اپنے اساتذہ کرام سے ملاقات کی یا مدرسہ میں دینی تعلیم سیکھنے کی تو ان کو یہ حالات اجازت نہیں دیتی کہ جائے اور اپنی خوشی سے اپنا مقصود حاصل کرلیں ،ایسے حالاتوں میں ایک ڈاکٹر صاحب

مرحوم تھا کہ مجاہدین کو دیکھنے اوران کے پاس چلنے پر خوش ہوتے اور حالات سے متاثر نہیں ہوئے تھے،اس سخت حالات میں ڈاکٹر صاحب جہاد کی دعوت لوگوں کو دیتے تھے اور مجاہدین کے حوصلوں کو بلند فرماتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب کا جرأت ، بہادری ، جہاد کا جذبہ،مجاہدین کیساتھ محبت،اس راہ میں قربانی دینا دشمن کے باتوں کیوجہ سے رعب میں نہ آنا اپنی استقامت ہاتھ سے نہ دینا اور اللہ تعالیٰ کی دین کی حاکمیت کیلئے ہر قسم کی حالات میں اپنا جدوجہد جاری رکھنا یہ وہ اونچی صفات ہیں کاش ہر عالم اس کو اپنا لیں والله ولی التوفيق والقادر على ذالك

تلك عشرة كاملة

خلاصہ یہ کہ ڈاکٹر صاحب نے علمی اور جہادی میدانوں میں واقعتاً اپنی ذمہ داری سر تک پہنچائی ہے اور وقت کے آنے والے علماء کیلئے ایک درس چھوڑا البتہ علمی اور جہادی میدان میں ایک ایسا خلا سامنے آیا جسکا کوئی جبیرا نہیں لاسکتے ڈاکٹر صاحب جیسے حوصلہ ہمت اخلاص اور جہادی جذبہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دے اور آپؒ کو اللہ تعالیٰ اس پر جنت الفردوس نصیب فرماویں آمین یارب العالمین ۔

وصلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وّاله وأصحابه أجمعين

مولانا محمد اسماعیل ریحان
روزنامہ اسلام کراچی

حضرت شیخؒ کی مؤمنانہ فراست اور مجاہدانہ کردار

ابھی جامعہ حمادیہ کے بانی حضرت مولانا عبدالواحد صاحب کی رحلت کا صدمہ تازہ تھا کہ جمعہ، 30 اکتوبر کی شام یہ خبر پورے ملک میں نہایت رنج وغم کے ساتھ سنی گئی کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب دنیا سے رخصت ہوگئے۔ نمازِ جنازہ اگلے دن صبح طے تھی۔ پورے ملک سے عقیدت مندوں اور وابستگانِ مادرِ علمی کے قافلے جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے لیے نکلنا شروع ہوگئے۔

عنداللہ مقبولیت

31 اکتوبر کی صبح اکوڑہ خٹک کا دامن حاضرین کو سمیٹنے سے قاصر تھا۔ اس قدر ہجوم تھا کہ ٹولیوں کی شکل میں وہاں پہنچنے والے ایک دوسرے سے بچھڑے بغیر نہ رہے۔ جب مرحوم کے صاحبزادے حضرت مولانا امجد علی شاہ مدظلہ نے نمازِ جنازہ کی تکبیر اولی کہی تو نمازِ جنازہ کی صفیں 5 کلومیٹر تک پھیلی ہوئی تھیں۔ محتاط ترین اندازے کے مطابق شرکائے نمازِ جنازہ کی تعداد 6 سے 7 لاکھ تک تھی۔ اس لیے جو حضرات اسے ملک کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ کہہ رہے ہیں، ان کا خیال کچھ غلط معلوم نہیں ہوتا۔ نمازِ جنازہ کے بعد حال یہ تھا کہ ایک دوسرے سے جدا ہوجانے والے حضرات کے موبائل حرکت میں تھے۔ کالوں کی کثرت کی وجہ سے کچھ دیر کے لیے وہاں سروس ہی جام ہوگئی تھی۔ اہلِ ایمان کا اس طرح جوق درجوق مرحوم کو شرعی طریقے سے الوداع کرنے کے لیے پہنچنا، مرحوم کی عنداللہ مقبولیت ومحبوبیت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

تعلقات کا وسیع دائرہ

حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب کی عمر 86 سال تھی، سادات خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ والدین زمین دار تھے۔ مولانا مرحوم خود بھی طویل العمری کے باوجود اپنی طبعی سادگی اور جفاکشی کی وجہ سے زمین داری میں دلچسپی لیتے تھے۔ سادگی کا یہ حال تھا کہ مسجد کی تعمیر میں خود مزدوروں کی طرح کام کرتے ہوئے ذرا بھی عار نہ تھی۔ انتہائی مصروفیت کے باوجود ملاقاتیوں کو کھلا وقت دیتے اور نہایت خندہ پیشانی سے ان کی سنتے، اپنی سناتے۔ کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ اکابر کے حالات وواقعات نقل کرکے کبھی محفل کو زعفران زار کردیتے اور کبھی حاضرین کی آنکھوں میں آنسو چھلکا دیتے۔ پشتو، اردو اور عربی کے علاوہ فارسی اور انگلش بھی بہت اچھی جانتے تھے۔ ان کے تعلقات کا دائرہ عالم عرب تک وسیع تھا۔

مؤمنانہ فراست مجاہدانہ جرأت

وہ ملکی حالات سے لے کر عالم اسلام کے مسائل اور بین الاقوامی سیاست پر بھی گہری نگاہ رکھتے تھے۔ انہوں نے ملک میں اسلام اور اہلِ دین کے خلاف کی جانے والی ہر سازش کو بروقت سمجھا اور اس کے تدارک کیلئے قائدانہ کردار ادا کیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے سچے عاشق تھے۔ختم نبوت کے محاذ پر کبھی پیچھے نہیں رہے۔ بڑھاپے کے باوجود مجلس تحفظ ختم نبوت کے جلسوں میں دور دراز کے اسفار کرتے رہے۔ وہ پاکستان کے مخلص اور ملک وقوم کے مفادات ومضرات سے بخوبی آگاہ تھے۔انہوں نے کبھی شرانگیزی، تشدد اور اشتعال پر مبنی کاموں کی حمایت نہیں کی، بلکہ ایسی حکمت وبصیرت کے ساتھ جس میں مومنانہ جرات بھی جھلکتی تھی، اسلام کے ہر شعبے کا دفاع کیا۔

افغان جہاد میں ناقابل فراموش کردار

جہادِ افغانستان میں ان کا مقام کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اپنی حکمت وبصیرت سے انہوں نے جہادِ افغانستان کو پایہ تکمیل تک پہنچانے، وہاں خانہ جنگی کے خاتمے اور ایک اسلامی حکومت کے قیام کی اہم ترین ذمہ داریوں کو بخوبی نبھایا۔ وہ مجاہد لیڈروں کے استاذ تھے۔ ان کے بہترین شاگرد افغانستان کے دینی، سیاسی وعسکری میدان میں ملت کی قیادت اور اہلِ حق کی نمایندگی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔حضرت شیخ الحدیث ان کے لیے ایک جہاں دیدہ قائد کی حیثیت رکھتے تھے۔ طالبان امارتِ اسلامیہ کے دور میں وہ پاکستان اور افغانستان کے درمیان بہترین رابطہ کاری کی سند سمجھے جاتے تھے۔

مشعل راہ

مادری زبان پشتو ہونے کے باوجود انہیں اردو زبان و بیان پر قابلِ رشک عبور حاصل تھا۔عمر رسیدگی کی حالت میں بھی ان کی آواز توانا تھی۔ درسِ حدیث علمی جواہر سے پر ہوتا۔ نہ صرف متون حدیث، بلکہ شروح اور متعلقہ ابحاث کی دیگر کتب کی بھی ان گنت عبارات ازبر تھیں۔ اس ضمن میں اکابر کے ارشادات اور واقعات سے وہ مشکل مسائل کو بے حد منقح اور انتہائی آسان کر کے پیش کر دیتے تھے۔

وہ اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے ملک کو سیکولرازم کے رنگ میں رنگتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔اس لیے اپنی تقاریر میں جب اسلام مخالف قوتوں پر تنقید کرتے تو معلوم ہوتا کہ ایک شیر کی گرج سنائی دے رہی ہے۔حضرت مولانا دنیا سے تشریف لے گئے، مگر ایک ایسی زندگی جی کر دکھا گئے جو ہمارے لیے مشعلِ راہ رہے گی۔ ان سطور کی وساطت سے ہم ان کے علمی ونسبی ورثا اور اکابر جامعہ حقانیہ سے تعزیت کرتے ہیں کہ واقعی شیخ سے جدائی بہت حزن انگیز ہے۔ اللہ تعالی ہمیں ان جانے والے اکابر کے بتائے ہوئے راستے پر قائم رکھے اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے، آمین! (بحوالہ ضرب مؤمن 11/18/15)

قاری نوید مسعود ہاشمی

علم، جہاد اور تقوی کا حسین امتزاج

عالم ربانی، مجاہد حقانی شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب بھی اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، کراچی میں حضرت کے انتقال کی خبر ملی تو دل تھام کے رہ گیا، بے شک شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ علم کا سمندر اور تقوی و جہاد کا حسین امتزاج تھے۔

دارالحدیث سے میدان کارزار تک

اس خاکسار کی حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ سے متعدد نشستیں ہوئیں۔۔کبھی کراچی سے قندھار تک اور کبھی میرانشاہ سے خوست اور پشاور سے کابل تک کے اکٹھے سفر بھی ہوئے، میں نے انہیں اکوڑہ خٹک کے تاریخی مدرسے دارالعلوم حقانیہ میں طالبان حدیث کو درس حدیث دیتے ہوئے بھی دیکھا، بلاشبہ شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحب اخلاص و وفا کے پیکر، محبت اسلام سے سرشار اور اعلائے کلمۃ اللہ کے تصور کو تسلسل کیساتھ اجاگر رکھنے والے مرد حق تھے۔

تواضع کے پیکر

افسانوی کردار کے حامل کمانڈر مولوی جلال الدین حقانی سے لیکر مرحوم امیر المومنین ملا محمد عمر تک، کو میں نے ان کے استقبال کیلئے کھڑا ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا، وہ دینی علوم کا سمندر اور تقوی و جہاد کی مضبوط چٹان ہونے کے باوجود ایک مٹی ہوئی شخصیت کے مالک تھے، غرور اور تکبر کی بیماریاں انہیں چھو کر بھی نہیں گذری تھیں وہ انسانیت سے پیار کرنے والے ایک منفرد عالم دین تھے۔

کوئی بھی عام انسان، عالم، طالب علم یا چھوٹی سطح کا مذہبی کارکن انہیں بڑی آسانی سے مل بھی سکتا تھا، ان سے مشورے بھی کرسکتا تھا، وہ ہر ایک پر شفقت کر کے اپنے لئے روحانی مسرت محسوس کرتے، وہ جہادی میدانوں کے شہسوار رہے، جامعہ منبع العلوم میرانشاہ کے بانی مہتمم اور شیخ الحدیث بھی تھے، یاد رہے کہ جامعہ منبع العلوم کمانڈر جلال الدین حقانی کا قائم کردہ مدرسہ تھا، شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ فرقہ واریت کے سخت مخالف اور امت مسلمہ کے اتحاد کے بہت بڑے داعی تھے، پاکستان میں عملی طور پر نفاذ اسلام ان کا خواب تھا اور اس مقصد کے حصول کیلئے وہ ساری عمر پرامن کوششیں کرتے رہے۔

حق گوئی و بیبا کی

وہ لگی لپٹی رکھنے کے عادی نہ تھے، بات کو گھمانا پھرانا بھی نہیں جانتے تھے، اس لئے ہمیشہ مثبت رویوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہے، انہیں عربی، اردو، فارسی اور پشتو شاعری پر بھی عبور حاصل تھا، وہ مذہبی محفلوں اور مذہبی جلسوں کی جان تھے، وہ انسانی حقوق کی ادائیگی میں کبھی تساہل سے کام نہ لیتے، وہ ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے میری ان سے جب بھی ملاقات ہوئی، اگر وہ بیمار بھی تھے تب بھی انہیں خوشی سے مسکراتے ہوئے ہی پایا، وہ جو کہا جاتا ہے کہ ایک عالم کی موت پورے جہان کی موت ہے۔۔ شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ پر پوری طرح سچ ثابت ہوتا ہے۔ واقعتاً مولانا شیر علی شاہ اک ایسے مرد قلندر تھے کہ جن کا فیض پوری دنیا میں جاری ہے، آپ ہزاروں علما کے استاد تھے۔ آپ کے شاگرد دنیا کے کونے کونے میں دین کی دعوت کو عام کرنے میں مصروف ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ صرف خیبر پختونخواہ ہی نہیں، بلکہ پاکستان بھر کے علمی حلقوں میں نہایت نمایاں مقام رکھتا ہے، جہاں کے ہزاروں طلبا آپ سے والہانہ محبت کرتے تھے، میں نے ہمیشہ حضرت کو موت کیلئے تیار پایا، مرنے سے وہ کبھی نہیں ڈرے، بلکہ وہ تو شہادت کے متلاشی تھے، اور شہادت کی تلاش میں وہ افغانستان کے جہاد میں بھی شریک رہے۔

حب الوطنی سے سرشار

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کو اپنے ملک کی مٹی سے بڑی محبت تھی، پاکستان کا امن اور سالمیت انہیں اپنی جان سے بڑھ کر عزیز تھی، اسلام کے نام پر پاکستان میں بدامنی پھیلانے والوں کی انہوں نے ہمیشہ حوصلہ شکنی کی، لیکن ساتھ ہی پاکستان کو سیکولر بنانے کی کوششیں کرنیوالے لادین عناصر کو بھی، وہ پاکستان کا دشمن سمجھتے تھے، وہ ایک ایسے درویش صفت عالم دین تھے کہ تمام دینی تحریکیں انہیں اپنا سرپرست سمجھتی تھیں، حق گوئی و بے باکی ان کا خاص وصف تھا، اسے ڈنکے کی چوٹ پر بیان کرنا ان کا شعار تھا، وہ انتخابی سیاسی پارلیمنٹ کے ذریعے پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کرنے کے خواہاں تھے، اور علم، جہاد، تقوی اور سیاست کو ساتھ لے کر چلتے بھی رہے مگر پاکستان کی مروجہ اور بوسیدہ جمہوری سیاست نے انہیں ہمیشہ مایوس کیا، سیاست کو وہ دین کا حصہ سمجھتے تھے مگر اس سیاست کو جس سیاست کے ذریعے قوم کی خدمت اور پرچم اسلام سربلند رہے، انہوں نے کبھی دنیا کو راضی کرنے یا دنیا کمانے کیلئے نہ کبھی دین فروشی کی اور نہ ہی نظریات فروشی کی، اللہ پاک حضرت شیخ الحدیث کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

مولانا حافظ محمد صدیق ارکانی
استاد حدیث جامعہ احتشامیہ جیکب لائن کراچی

مسند تدریس سے میدانِ کارزار تک

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فاضل اجل جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے قابل فخر شیخ الحدیث والتفسیر جہاد افغانستان کے مقتدی اور پیشوا افغان طالبان وامارت اسلامیہ افغانستان کے راہنما اور حدیث من تواضع للہ رفعہ اللہ کے مصدق استاد مکرم حضرت العلام والفہام مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ گذشتہ ۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۵ بروز جمعہ اپنے مالک حقیقی سے جاملے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

تدریسی خوبیاں

جن طلبہ نے حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ان کو بخوبی اندازہ ہوگا کہ حضرتؒ کا اسلوب درس اور طریقہ تدریس کتنا سہل دلکش اور نرالہ تھا ذیل میں حضرتؒ کے اسلوب تدریس کی ایک جھلک پیش کی جارہی ہے۔

(۱) حضرت کی تقریر نہ مختصر ہوتی تھی اور نہ اس تطویل لاطائل بلکہ عالمانہ فاضلانہ محققانہ اور پر مغز ومعتدل ہوتی تھی خیرا لامور اوسطھا

(۲) حکیم الامت مجدد ملت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ متوفی ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء فرماتے ہیں کہ شیخ سعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ ۱۲۹۱ء زبردست شاعر ہونے کے باوجود شاعر کی حیثیت سے مشہور نہیں ہیں بالکل اسی طرح حضرتؒ عربی فارسی کے قابل فخر شاعر ہونے کے باوجود بحیثیت شاعر معروف نہیں ہیں اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ درسی کتب میں جہاں کہیں شعر کا ایک مصرعہ یا ٹکڑا آجاتا ہے حضرتؒ تو پھر اسی وزن قافیہ پر اپنے اشعار سنادیا کرتے تھے۔

(۳) دوران تدریس مختلف امور کی تعریف نہایت فصیح عربی میں ادا کرتے تھے اور اردو تقریر کے دوران نہایت آسان عربی اصطلاحات ومحاورات بیان کرتے تھے جس سے عربی تکلم کی راہ ہموار ہوجاتی ہے۔

(۴) حضرتؒ پشتو اردو فارسی انگریزی اور عربی پر یکساں دسترس رکھتے تھے جس زبان پر بولنا شروع کردیں ایسا لگتا ہے کہ یہ انکی مادری زبان ہے تاہم شیخی کبھی نہیں مارتے۔

(۵) علوم نقلیہ تفسیر وحدیث اور فقہ کیطرح منطق وفلسفہ اور علوم عقلیہ پر ید طولیٰ حاصل تھا حضرتؒ نے دارالعلوم کراچی میں ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء کو ہمیں سلم العلوم نامی کتاب پڑھائی اور راقم نے تقریر بھی قلمبند کی جو آج تک بنام بحر الفنون شرح سلم العلوم موجود ہے جس انداز سے حضرتؒ نے منطق کی یہ کتاب پڑھائی اور عمدہ تشریح فرمائی اسکی حلاوت ولذت اہل علم میں حاصل کر سکتے ہیں کاش یہ مسودہ طبع ہوجاتا تو حضرتؒ کی علمی صلاحیت کی ایک جھلک آجاتی۔

(۶) حضرتؒ دوران تدریس اکابرین دیوبند کے نام آداب واحترام سے لیتے اور باعتماد انداز سے اسکے حوالے دیتے۔حضرت حدیث من تواضع لله رفعه الله کے عین مصداق تھے حضرتؒ جب درس کے اختتام کے بعد باہر نکلتے تو ایک جم غفیر ساتھ ہوتا تھا اور اختتام راہ تک علمی مذکراہ رہتا ایسا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طلبہ کے دلوں میں انکی محبت ڈالدی۔

جہاد افغانستان میں کلیدی کردار

دسمبر ۱۹۷۹ میں روس نے افغانستان پر حملہ کیا اور اسی دوران جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی کے ایک جوان فاضل مولانا ارشاد احمد شہید نے ۶ شوال المکرّم ۱۴۰۵ھ ۲۵ جون ۱۹۸۵ء حرکة الجهاد الاسلامی العالمی کے نام سے ایک جہادی تنظیم تشکیل دی جس نے جہاد افغانستان میں بنیادی اور کلیدی کردار ادا کیا حضرتؒ شروع سے آخر اس جماعت کے سرپرست رہے اور ہر ممکن تعاون کرتے رہے جسکی طویل کہانی ہے،اکتوبر ۱۹۹۴ء میں ملا محمد عمر مجاہدؒ متوفی ۲ فروری ۲۰۱۵ء نے افغانستان میں امارت اسلامیہ افغانستان کے عنوان سے خلافت راشدہ کے طرز پر خلافت کی ابتداء کی اور پانچ سال تک کامیاب اور قابل رشک حکمرانی کی حضرتؒ نے شروع سے آخر تک افغان مجاہدین اور امارت اسلامیہ کی وہ مدد کی جو تاریخ میں سنہرے حروف کیساتھ لکھے جانے کے قابل ہے۔ وقتا وفوقتا وہاں جاکر درس قرآن ودرس حدیث دینا ٹکراؤ کی شکل میں صلح کا فریضہ سرانجام دینا انکی نمائندگی وترجمانی کرنا مالی مدد کی راہ ہموار کرنا انکی آواز کو اطراف عالم تک پہنچانا اور انکی ہر ممکن سرپرستی وپشت پناہی کرنا وغیرہ اپنی خدمات جلیلہ کیوجہ سے امارت اسلامیہ افغانستان نے تین پاکستانی علماء کو افغانستان کی اعزازی نیشنلٹی عطا کی جو یہ ہیں۔

(الف) حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ تاریخ شہادت ۳۰ مئی ۲۰۰۴ء۔

(ب) حضرت مولانا شیخ الحدیث حسن جان شہیدؒ ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ ۱۶ ستمبر ستمبر ۲۰۰۷ء۔

(ج) شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ بن مولانا سید قدرت شاہ صاحب۔

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندہ گاہ صبر جمیل کی دولت سے نواز کر ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

مولانا سعید الحق جدون حقانی
مصنف ومحقق

تحریک آزادی میں حضرت شیخ کا کردار

مولانا سعید الحق جدون دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ کے خصوصی شاگرد ہیں، حضرت نے زندگی کے آخری ایام میں اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی اپنی خودنوشت تاریخ پر مشتمل رجسٹر مولانا سعید الحق جدون کے حوالہ کیا، اب وہ یونیورسٹی کی طرف سے حضرت شیخ کی حیات وخدمات پر مقالہ لکھ رہے ہیں، اس سے پہلے انھوں نے حضرت شیخ صاحبؒ کی افادات پر مشتمل دو کتابیں لکھی ہیں ، ایک ''امام ابوحنیفہؒ پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' اور دوسری ''شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحب کی درسگاہ میں''۔ موجودہ مسودہ سے حضرت شیخ صاحبؒ کی حیات کے مختلف پہلوؤں نمایاں ہوتے ہیں تحریک پاکستان کے حوالے سے آپکی خدمات اس مضمون میں پیش خدمت ہیں ...... (مدیر)

دنیا میں بہت ساری نامور اور مقبول شخصیات موجود ہیں اور اپنے اپنے حلقوں میں ان کی نہایت قدر کی جاتی ہے، مگر یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اس خطے میں شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ کا شمار مسلمانوں کی مقبول ترین اور عظیم شخصیات میں ہوتا تھا۔ یہ خطہ کیا بلکہ پورے عالمِ اسلام میں مرحوم کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپؒ کی نماز جنازہ میں لوگوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے دنیا نے اِن کی مقبولیت کا اندازہ لگایا۔ آپ کی شخصیت علمی ،عوامی ، جہادی اور سیاسی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ وہ ''جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک'' میں احادیث کے بلند پایہ استاد تھے، ایک 'صاحبِ قلم ادیب اور جہاندیدہ مفکر تھے ، تجربہ کار مدرس' اور دور اندیش انسان تھے، نڈر مجاہد اور نامور عالم دین تھے۔ آپ کی وفات کے بعد میدانِ سیاست کے شہسواروں نے اپنی تقاریر میں آپ کو ایک دوررس سیاستدان کا خطاب دیا، ارباب مدارس نے آپ کو دینی مدارس کا ترجمان اور سرپرست گردانا، افغان جہاد میں بہترین کردار کی وجہ سے مجاہدین کا خیال تھا کہ حضرت شیخ نہ صرف یہ کہ ایک نڈر اور تجربہ کار مجاہد بلکہ استاد المجاہدین تھے، عوام الناس نے موصوف کو ایک بہترین خطیب، واعظ اور مقرر کی حیثیت سے پہچانا' ہم جیسے طالب علموں نے حضرت کو بخاری اور مسلم پڑھاتے ہوئے دیکھا۔ اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ ہمارے استاد ایک تجربہ کار مدرس اور فقید المثال محدث تھے' مولانا صاحب کے ان ہمہ جہت صفات کو دیکھ کر یوں لگتا ہے کہ وہ اس

شعر کے اصل مصداق تھے......

لیس علی الله بمستنکر

ان یجمع العالم فی واحد

ایک دفعہ میں نے حضرت شیخ صاحبؒ کے سامنے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں آپ کے حالاتِ زندگی پر تحقیقی کام کرنا چاہتا ہوں تو موت سے چند دن پہلے مجھے بلوایا، میں اور محترم بابر حنیف صاحب دونوں حاضر خدمت ہوئے، حضرت کے داماد مولانا ضیاء الرحمان پہلے سے موجود تھے، انھوں نے آپکو ہمارے آنے کی اطلاع دی، حضرت نے آنے کی اجازت دی، ہم خدمت میں حاضر ہوئے، تو دعا وسلام کے بعد حضرت نے کچھ دیر مختلف موضوعات بالخصوص مرض اور صحت پر بحث فرمائی، اس کے بعد میں نے آپکی زندگی کے حوالے سے مختلف سوالات شروع کئے۔

حضرت شیخ صاحب نے ایک رجسٹر مجھے دے دیا جس میں آپ نے اپنی سوانحِ حیات تحریر فرمائی تھی پھر فرمایا: بیٹا! اس رجسٹر میں میری تاریخ ہے یہ میری ذاتی خواہش نہیں ہے کہ میں اپنی تاریخ لکھ لوں، لیکن میرے بیٹے مولوی ارشد حفظہ اللہ تعالی نے بارہا اصرار کی کہ آپ اپنی سوانحِ حیات کا ضروری حصہ لکھ لیں، ان کی وجہ سے یہ تاریخ لکھی ہے۔ یہ تاریخ میں نے آج تک کسی کو نہیں دی ہے یہ آپ لے لیں اور کام کی چیزیں اس سے نکال لیں۔ آپ جو کچھ لکھتے ہیں مجھے دکھادیں۔'' یہ استاد محترم سے آخری ملاقات تھی، آپ نے ڈھیروں دعائیں دے کر ہمیں رخصت کیا، ہمیں کیا پتہ تھا کہ یہ حضرت شیخ صاحب سے آخری ملاقات ہوگی، اس کے بعد میں نے ایک باب تیار کر کے ان کی خدمت میں بھیج دیا، کچھ حصے پر انھوں نے نظر ثانی کی، لیکن جلد ہی فرشتہ اجل ان پہنچا اور آپ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ فرحمة الله علیه رحمة واسعه

پہلی بار سٹیج پر

اس رجسٹر کے مطالعے سے بہت زیادہ باتوں کے بارے میں علم ہوا، جس میں ایک اہم بات یہ کہ شیخ صاحب نے پاکستان کی آزادی میں بھرپور کردار ادا کیا ہے، تحریک پاکستان کے وقت حضرت شیخ صاحب کم عمر تھے لیکن پھر بھی نہ صرف یہ کہ تحریک آزادی کے جلسوں میں شریک ہوتے بلکہ بڑے بڑے سرکردہ قائدین کے سامنے سٹیج پر کھڑے ہو کر آزادی کی نظمیں سناتے اور لوگوں میں آزادی کی جوش وخروش پیدا کرتے، آزادی کے قائدین نے ان کو ان نظموں پر داد دی، ان جلسوں کی روداد حضرت شیخ نے ان الفاظ میں سنایا'': 1945 اور 1946 میں مختلف مکاتب فکر لوگ اور سیاسی پارٹیاں بڑے بڑے جلسے کرتے تھے، مسلم لیگ کے سٹیج پر مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا مفتی محمد شفیع اور پیر مانکی نوشہرہ کے مولانا شاکر اللہ نمایاں تھے، جبکہ دوسری طرف خدائی خدمت گاروں کے جلسے ہوتے تھے۔

سرخ پوش رہنما باچا خان کی طرف سے خراج تحسین

ان دنوں (46-1945) میں خدائی خدمت گار اور مجلس احرار ایک دوسرے کے دست و بازو تھے، اس وجہ سے میں خدائی خدمت گاروں کے جلسوں اور جلوسوں میں شامل ہوتا، اکوڑہ خٹک میں دربار مسجد کے سامنے میدان میں خدائی خدمتگاروں کا بڑا جلسہ ہوا جس میں خان عبد الغفار خان کی صدارت میں کافی لوگوں نے تقریریں کیں، مجھے قاضی عبدالودود اسیر نے ایک نظم سنانے کا حکم دیا، میں سٹیج پر کھڑا ہوا اور یہ پشتو نظم لوگوں کو سنایا۔

میوے د آزادی هغه زوانان خوړلے شی

پخپله د خپل باغه چی زاغان شړلے شی

میری یہ نظم سن کر باچا خان نے مجھے کمر پر تھپکی دی اور کہنے لگے کہ ہمارے اس ملک کو ہماری قوم کے یہی بچے فرنگیوں سے آزاد کرائیں گے، ہمیں ایسے بچوں کی ضرورت ہے، جو جذبہ آزادی سے سرشار ہوں۔ (مسودہ خود نوشت سوانح حیات، غیر مطبوعہ، ص:۱۳)

اس مسودہ میں ایک اور مقام پر شیخ صاحب نے لکھا ہے: ’’اگست 1947 سے چند دن قبل پیر سباق میں خدائی خدمتگاروں کا ایک فقید المثال جلسہ ہوا، جس میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی، انقلابی شعرا انقلابی نظمیں سنا رہے تھے، پاکستان کی تحریک میں نہ صرف یہ کہ مسلمان شامل تھے بلکہ پیر سباق کے سکھ بھی نکل آئے تھے، سکھ مقررین اور شعرا نے بھی اس جلسے میں تقریرین کیں اور نظمیں سنائیں۔ مقررین کی تقریروں کے بعد باچا خان نے بہت دردناک انداز میں تقریر کی جس سے تمام حاضرین جلسہ کو رلایا اور کہا کہ اگر پاکستان بن گیا تو ایک مسئلہ بہت سنگین ہوگا وہ یہ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا قتل عام ہوگا اور یہاں ان بیچارے غیر مسلموں کا، یہ دریا آپ کو مُردوں سے بھرا ہو نظر آئیگا۔ واقعی تقسیم کے بعد سینکڑوں سکھوں اور ہندوں کو قتل کیا گیا، ہم نے عصر اور مغرب کے درمیان تقریبا ساٹھ مردوں کے لاشوں کو دریا کابل میں بہتے ہوئے دیکھا (مسودہ خود نوشت سوانح حیات، غیر مطبوعہ، ص: 15)

پاکستان بننے کے بعد ہندو مسلم فسادات کا آنکھوں دیکھا حال

شیخ صاحب نے جو حالات اپنے آنکھوں سے دیکھے، ان الفاظ میں بیان کیا: تقسیم ہند کے وقت ہم شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ سے کافیہ پڑھ رہے تھے۔ اکوڑہ خٹک کے ہندو اور سکھ باشندوں کو ہندوستان پہنچانے کیلئے سرکاری طور پر بندوبست کیا گیا۔ یہاں ان کے گھروں پر لوگوں نے ہلہ بول دیا۔ اچانک حضرت کی نگاہ کھڑکی کی طرف اٹھی جب دیکھا تو یہ حالت دیکھی کہ لوگ ہندوں اور سکھوں کے گھروں اور دکانوں سے سامان لوٹ کر اپنے گھروں کو لے جارہے تھے۔ حضرت کے آنکھوں میں آنسو آئے، انا للہ وانا الیہ رجعون اور استغفراللہ کے کلمات

پڑھ کر فرمانے لگے، یہ لوگ انتہائی ظلم کر رہے ہیں ۔حضرت تو ایک دور اندیش انسان تھے ۔انکی نگاہیں مسلمانان ہند کی طرف متوجہ تھیں کہ یہاں پاکستان میں لوگ ان ہندو اور سکھوں پر ظلم وستم کرتے ہیں،تو وہاں ہندوستان میں وہ لوگ اس کے بدلے میں مسلمانوں پر ظلم وزیادتی کرینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہاں ہندوستان میں مسلمان ہندوں اور سکھوں کے ظلم وتشدد کا نشانہ بنے ۔مسلمانوں کی عورتوں پر سکھوں نے قبضہ کیا۔جن میں سے بہت سی عورتیں آج بھی اس ملک کی آزادی کی خاطر سکھوں اور ہندوں کی ملکیت میں ہیں (مولانا شیر علی شاہ کی درسگاہ میں،ص:31)

خلاصہ کلام یہ کہ پاکستان کی آزادی میں مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے،آپ نے پاکستان کی آزادی میں نہ صرف یہ کہ خود حصہ لیا، بلکہ دوسروں کے مردہ جذبے کو اپنے نظموں سے بیدار کیا، مسلمانوں اکابرین اور سرکردہ لیڈروں نے تحریک پاکستان کے جلسوں میں مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کے ملی نغموں کو خوب سراہا اور ان کو داد دی، ہندو مسلم فسادات کا آپ نے خود مشاہدہ کیا،اور مسلمانوں پر ظلم وبربریت کے کئی دلخراش واقعات کو بچشم خود دیکھا، چنانچہ جب آپ کسی مجلس میں پاکستان کا تذکرہ کرتے تو آبدیدہ ہوکر فرماتے کہ یہ وہ پاکستان ہے، جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نام پر آزاد ہوا ہے؟ جس میں آج کلمہ گو لوگوں کے لئے رہنے کا جگہ نہیں ہے۔

ان حقائق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کی خدمات صرف ایک عالم، مفسر اور محدث کی حیثیت سے نہیں ہیں، بلکہ تحریک پاکستان میں بنیادی کردار ادا کرنے کی وجہ سے آپ پاکستانی قوم کے محسن بھی ہیں۔جن کا سانحہ ارتحال پوری پاکستانی قوم کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ کہ ایک طرف تو یہ قوم ایک دردِ دل رکھنے والے عظیم راہنما اور ولی اللہ سے محروم ہوگئی اور دوسری طرف اس انتشار وافتراق کے عالم میں وحدتِ امت کے علمبردار عظیم شخصیت کی نیم شب کی دعاوں اور برکتوں سے محروم ہوگئی حالانکہ ان بزرگوں کی دعائیں امت کے لئے باعثِ رحمت و برکت اور فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے درجاتِ عالیہ کو بلند فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے، اور ہمیں بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایسے اکابر کے حالات سے امت کو روشناس کرانا ایک عظیم دینی و ملی خدمت اور سعادت ہے جس سے ماہنامہ الحق بہرہ ور ہورہا ہے، جو کہ اس خدمت پر لائقِ تحسین وتبریک ہے۔

بندہ اور بندہ کے ایک ساتھی محترم مولوی بخت شید نے بھی حضرت شیخ کی حیات و خدمات پر تفصیلی مقالہ لکھنا شروع کیا ہے۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ اس کو اپنی مرضی کے مطابق پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللھم لا تحرمنا اجرہٗ ولا تفتنا بعدہٗ

مولانا اُسید الرحمٰن سعید
مدرس جامعہ المنظور الاسلامیہ لاہور کینٹ

گلشن قاسمی کا ایک اور دیا بجھ گیا

موت سے کس فرد بشر کو انکار ہے۔ ہر ذی نفس نیا س کا ذائقہ چکھنا ہے لیکن بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی عرصہ تک اپنی یاد دلاتی رہتی ہیں۔ شیخ الحدیث واستاذ المجاہدین حضرت مولانا سید ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب بھی انہیں شخصیات میں سے ایک تھے۔

حضرت والا حق گوئی و بے باکی، حریت پسندی، جرات وبسالت، بلند ہمتی، اولوالعزمی و استقامت، قناعت وایثار، خوش مذاقی وخوش اخلاقی جیسے اوصاف کے پیکر مجسم تھے۔ حضرت شیخ الحدیث تبحر علمی کے ساتھ ساتھ تقوی ،للّٰہیت منکسر المزاج اور سادگی جیسی صفات میں اپنے اکابر واسلاف کے درخشندہ نمونہ تھے۔ حضرت کا تعلق اس قافلہ حق سے ہے جنہوں نے نام ونمود سے کوسوں دور رہ کر نہ صرف نصف صدی سے زائد عرصہ تک علوم نبوت کی تدریس میں شاندار خدمت انجام دی بلکہ ظُلم واستبداد کے تاریک ایوانوں میں زلزلہ برپا کیے رکھا۔

آپ کے دو معشوق

حضرت کی زندگی پر سرسری سی نظر دوڑائی جائے تو دو چیزوں کے ساتھ آپ کی محبت اور لگاؤ نمایاں نظر آئے گا۔ (۱) حدیث رسولؐ (۲) جہاد اور مجاہدین ، جہاں تک حدیث کی بات ہے تو جامعہ حقانیہ کے درودیوار گواہ ہیں کہ انہوں نے اس موضوع پر اتنا کام کیا ہے کہ آج درس نظامی کا مبتدی سا طالب علم بھی آپ کے نام کیساتھ ’’شیخ الحدیث‘‘ کے لاحقے کو ضروری سمجھتا ہے، شاید آپ جیسے لوگوں کے متعلق ہی آقا مدنیؐ نے فرمایا تھا۔ نضر الله عبداً سمع مقالتی الخ علاوہ ازیں ہر سال سینکڑوں طلباء کا ملک کے دور دراز علاقوں سے ہزاروں میل کا سفر طے کر کے آپؒ سے حدیث پڑھنے کے لیے دارلعلوم جامعہ حقانیہ کا رخ کرنا جہاں پر آپ کا حدیث رسولؐ سے شغف اور لگاؤ بتلاتا ہے وہاں پر آپ کی علمی جلالت کا منہ بولتا ثبوت بھی ہے۔ اس کے علاوہ شاہ جیؒ کی جہاد اور مجاہدین سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کے دفاع میں ہر وقت مضطرب اور بے قرار رہتے تھے۔ تحریر وتقریر میں دیگر موضوعات کے علاوہ آپؒ کا خاص الخاص موضوع جہاد ہی تھا۔ سخت ترین حالات میں بھی اگر کسی نے علم جہاد کو بلند

کر کے آقا مدنیؐ کے فرمان "افضل الجهاد من قال كلمته حق عند سلطان جائر" پر عمل کیا ہے تو وہ حضرت کی شخصیت تھی ۔ جہاد اور مجاہدین کے خلاف بھونکنے والوں کا رستہ جس قوت واستقامت کیساتھ انہوں نے روکا وہ اس جدوجہد میں منفرد وممتاز تھے۔جب بھی جہاد پر اعتراض کیے گئے تو انہوں نے اپنی زبان کے ساتھ تلوار سے زیادہ سخت کام لیا۔اس موقف پر ان کی زبان کی کاٹ دیکھنے کے لائق ہوتی۔ وہ کسی سے مرعوب ہوئے نہ خوفزدہ اور نہ کبھی اس مسئلہ پر کسی مصلحت کا شکار ہوئے۔لگتا ہے غیرت ایمانی ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، ساری زندگی جس انداز سے انہوں نے اسلاف کی روایات کو نبھایا وہ انہی کا حصہ تھی۔غرض یہ کہ حضرت شاہ جیؒ اپنی بہت سی خوبیوں اور صفات میں اپنے بزرگوں اور اساتذہ کی روایات کے امین تھے۔شاعر نے آپ جیسے لوگوں کے متعلق ہی کہا ہوگا۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میؔر سے صحبت نہیں رہی

آج حضرت تو ہمارے درمیان موجود نہیں رہے لیکن ملک اور بیرون ملک ہزاروں کی تعداد میں اتنے شاگرد چھوڑ گئے ہیں جو نہ صرف موقع بموقع امت کی کمان کرتے رہیں گے بلکہ وہ آپؒ کی یاد بھی تازہ کرتے ہیں گے۔آج حضرت شاہ جی کی روح ہم سے مخاطب ہو کر پکار رہی ہے کہ

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بڑے چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے

روز و شب، شام وسحر لوگ چلے جاتے ہیں
نہیں معلوم، تہہ خاک تماشا کیا ہے؟

مفتی محمد فہیم اللہ
لیکچرار گورنمنٹ کالج چارسدہ

گلِ گلستاں جاتا رہا!

بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں، جن کا بچھڑنا صرف ایک خاندان، علاقے یا ملک کے لوگوں کے لیے نقصان وزیاں نہیں ہوتا، بلکہ اُن کے بچھڑنے سے گویا پوری امت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ جاتا ہے اور اُن کے جانے سے روحانی طور پر ایک ایسا خلا پیدا ہوجاتا ہے، جس کو بھرنا مشکل ہی نہیں ، بلکہ ناممکن ہوجاتا ہے۔ ایسی ہستیوں کی یادیں زندگی کے ہر موڑ پر دلوں کو گرماتی ہیں، ہر نشست وبرخاست میں، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ان کی نورانی ادائیں آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں، وہ مرکر بھی ہمیشہ کے لیے دلوں میں زندہ رہتی ہیں۔

ایسی ہی ایک نابغہ رُوزگار شخصیت ، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنیؒ کی بھی تھی، جن کے جانے سے صفِ ماتم بچھ گئی، افسردگی کے بادل امڈ آئے اور مجلسیں ویران ہوگئیں۔ یہ ۳۰ ر اکتوبر ۲۰۱۵ء کی ایک بدنصیب شام تھی (اگر چہ اُن کے لیے اپنے حقیقی محبوب سے ملاقات کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے عظیم نعمت اور خوشخبری ہوگی)، جب ڈاکٹر صاحب لاکھوں روحانی فرزندان کو سوگوار چھوڑ کر اس دارِفانی سے رحلت کر گئے۔ إنالله وإنا إليه راجعون!

ڈاکٹر صاحب صرف اس صوبے کے نہیں ، بلکہ پورے ملک کے عظیم مفسرینِ قرآن میں سے ممتاز حیثیت رکھنے والے تھے۔علمِ حدیث میں آپ جامعہ حقانیہ کی رونق اور دارالحدیث کی زینت شمار ہوتے تھے۔ اُن سے براہ راست علمِ تفسیر وحدیث حاصل کرنے والے علما وطلبا کی تعداد لاکھوں میں ہے۔

اِس پرفتن دَور میں قرآن کی خدمت کرنے والے اس عظیم مفسر کو اگر موجودہ دَور کے اعتبار سے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے لقب سے نواز کر حبر الامة کہا جائے تو اس میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہوگی۔قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کی وضاحت کے لیے عربی زبان کے مشہور شعرا کے کلام سے ایسی دلیل پیش کرتے کہ سننے والا حیران رہ جاتا کہ یہ مفسر اور محدث ہے یا عربی زبان کا کوئی مشہور ادیب اور شاعر۔آپ کو فارسی، اُردو، پشتو اور عربی کے ہزاروں اشعار اَزبر تھے اور اِن کا برمحل استعمال کوئی آپ سے سیکھتا۔ایسا لگتا کہ یہ شعر گویا شاعر نے اسی موقع کے لیے ہی کہا ہے۔عربی محاورات اور ضرب الامثال پیش کرتے تو ساتھ ساتھ مدینہ منورہ اور دیگر عربی ممالک میں گزارے ہوئے وقت کی کوئی داستان بھی سُنا دیتے ،جس سے عربوں کی ثقافت پر کامل دسترس کا بھی اندازہ ہوجاتا۔ مادری

زبان تو پشتو تھی، لیکن فارسی ،عربی اور اُردو پڑھنے لگ جاتے تو کسی کو ذرہ برابر شک نہیں ہوتا تھا کہ یہ اکوڑہ خٹک کے ایک پٹھان گھرانے کا چشم و چراغ ہے۔

امت کے لئے تڑپ اور درد

اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کے سینے کو قرآن وحدیث اور علومِ نبوی کے لیے کھول رکھا تھا، بالکل اسی طرح اُن کے دل کو امت کے غم و درد سے لبریز کردیا تھا۔ وطنِ عزیز میں داخلی بدامنی ہو یا سیاسی بے چینی، کشمیر و افغانستان کے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم ہوں یا شام و مصر و فلسطین کے حالات؛ سبھی کے بارے میں پریشان رہتے اور ہر درس کے بعد اِن سب مسلمانوں کے لیے دُعا گو رہتے۔اکثر و بیشتر مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کو یاد کرتے رہتے اور موجودہ دَور میں نفاذِ اسلام کے لیے مثبت طریقے سے کوششیں کرنے والوں کو سراہتے اور اُن کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے۔

حق گوئی و بے باکی

ڈاکٹر صاحب دل کے بڑے پاکیزہ تھے۔ جو بات دل میں ہوتی ،وہی زبان پر رہتی۔اگر کسی سے کوئی گلہ شکوہ ہوتا تو مناسب انداز میں اُس کا اظہار بھی کرتے ،خاص کر مذہبی امور میں کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے۔آپ بالکل مولانا حسن جان مدنی شہید رحمہ اللہ کی طرح برملا حق بات کہنے والے تھے۔اگر دین کے لباس میں کسی کو غلط کام کرتے دیکھتے تو اُس کی اصلاح کو اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔اگر کسی سیاسی یا جہادی لیڈر و رہنما سے کسی بات پر اختلاف ہوتا تو برملا کہتے کہ یہ کمزوری ختم کردو تو اچھا ہوگا۔ دل میں نفرت اور ناراضگی لے کر پھرنے والوں میں سے نہیں تھے۔اختلاف کرنے والے بھی اگر آپ کے آستانے پر آتے اور اپنی غلطی تسلیم کرلیتے تو اُن سے شیر و شکر ہو جاتے۔

خندہ پیشانی اور مہمان نوازی

اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہ صرف ''شیرین زبانی'' کی نعمت سے نوازا تھا، بلکہ آپ کے دل کو ایمان اور اخلاص کی مٹھاس بھی دی تھی۔آپ چاہے اُس کے پرانے دوست یا شاگرد ہوتے یا پہلی مرتبہ ملاقات کرنے والے کوئی مہمان ؛ایسی بے تکلفی سے ملتے جیسے اُن سے برسوں کی شناسائی اور تعلق ہے۔ضیافت اور مہمان نوازی تو علما کا خاصہ ہے ہی،لیکن اُن کی ضیافت سب سے عجیب تھی،تکلف سے پاک ہونے کے باوجود جو کچھ پیش کرتے تو اُس سے مہمان کا دل بھرنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔

سیاسی نشیب وفراز کی بصیرت

تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والوں میں سے تھے۔ پاکستانی تاریخ کے نشیب وفراز اور قربانیاں اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں،اِس لیے بے دینی اور بے راہ روی کو دیکھ کر دل بہت دُکھتا تھا۔ چونکہ انگریزوں اور ہندوؤں کے ظالمانہ تسلط کا زمانہ کچھ حد تک مشاہدہ کرلیا تھا،اس لیے جہاد سے حد درجہ شغف تھا۔ مجاہدینِ افغانستان اور چیچنیا و بوسنیا اور کشمیر کے مظلوموں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا آپ کا شیوہ تھا۔

سفر آخرت

دل کا عارضہ لاحق ہونے کی بنا پر آخری عمر میں وہ انتہائی علیل تھے۔ڈاکٹروں نے زیادہ باتیں کرنے سے منع بھی کیا تھا،لیکن درس کا بے حد شغف ہونے کی وجہ سے دارالحدیث تشریف لایا کرتے تھے۔ جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد اُسی ہی دن ۳۰/اکتوبر ۲۰۱۵ء کو عصر سے کچھ قبل داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر ہمیشہ کے لیے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔کہتے ہیں کہ اہل اللہ کی پہچان اُن کی موت کے بعد ہوتی ہے۔لاکھوں کی تعداد میں عقیدت مندوں نے آہوں اور سسکیوں میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔تدفین کے کچھ ہی دیر بعد قبر کی خوشبو نے فضا کو معطر کیا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخِ زیبا لے کر

مولانا عبدالرزاق عزام الحقانی

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب خالق حقیقی سے جا ملے۔

کتنا بے کیف ہے سارا جہاں تیرے بغیر
گلشن ہستی میں آئی خزان تیرے بغیر

ابتدائی حالات

آپؒ کے فراق سے دل شکستہ ہیں۔اور آنکھیں پرنم ،کل تک جن کے نام کے ساتھ حفظہ اللہ کی دعاء زبان پر مچلتی تھی آج انکو رحمہ اللہ کی دعاء دیتے ہوئے دل لرزنے لگتا ہے آپؒ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ کے نیک معزز سادات خاندان سے تعلق رکھنے والے تھے والد صاحب قدرت علی شاہ زمیندار تھے مرحوم خود بھی کھیتی باڑی کرتے تھے۔

آپؒ نے جامعہ حقانیہ سے ابتداء سے دورہ حدیث تک کی تعلیم حاصل کی ۔1955 میں سند فراغت حاصل کرنے کے بعد 1973 کو جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی تشریف لے گئے اور وہاں سے حضرت حسن بصریؒ کے تفسیر پر تفصیلی حاشیہ لکھنے سمیت شعبہ قضاۃ میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کی بارہ سال جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد کراچی تشریف لے آئے اور دارالعلوم کورنگی و جامعہ احسن العلوم میں دو سال استاد الحدیث کی حیثیت سے منسلک رہنے کے بعد میران شاہ میں معروف جہادی کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی کے مدرسے میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہو گئے۔

علمی ہمسفر

1990 میں بانی دارالعلوم حقانیہ نمونہ اسلاف مولانا عبدالحقؒ کی خواہش پر جامعہ حقانیہ سے منسلک ہوئے اور مرتے دم تک منصب جلیلہ شیخ الحدیث کی منصب پر فائز رہے علمی ہم سفر آپ کے ہم سبق ساتھیوں میں سے شیخ المشائخ مولانا سمیع الحق صاحب حفظہ اللہ ہے جو دیوبند ثانی جامعہ حقانیہ کے مہتمم اور ابھی آپؒ کے مسند حدیث کے جانشین ہے مولانا سمیع الحق کے بارے میں آپ فرماتے کہ دنیا میں مولانا سمیع الحق لوگ سیاسی شخصیت کے رو سے جانتے ہیں لیکن دراصل مولانا سمیع الحق ایک علمی پہاڑ ہے جو کئی کتابوں کے مصنف ہے۔نمونہ طور پر مولانا سمیع الحق صاحب کے تصنیفات میں خطبات مشاہیر دس ضخیم جلدوں میں شمائل کے شرح زین المحافل ، بخاری ثانی اور ترمذی ثانی کے مخصوص حصوں کے شروح و دیگر کتابوں کے شروح شامل ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے والد گرامی حضرت شاہ ولی اللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اپنے دور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ تھے ہم حضرت علامہ کے بارے میں بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ علامہ شیر علی شاہ ہمارے دور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ تھے۔آپؒ کے ولایت میں سے یہ بطور نمونہ ہیں کہ آپؒ کے جنازہ کیلئے پانچ لاکھ کے قریب انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر انتہائی محبت سے آئے تھے اور قبر سے بطور ولایت عجیب خوشبو تا حال جاری اور یہ بھی کہ وفات سے چند لحظہ پہلے مولانا سمیع الحق صاحب کے نام آبدیدہ خط لکھا تحریر میں لکھا تھا کہ میرے دلی تمنا تھے کہ زندگی کے آخری لمحات تک جامعہ حقانیہ میں درس کرلو اور جامعہ ہی میں روح قبض ہوجائے۔مولانا سمیع الحق سے مطالبہ کیا تھا کہ میرے زیر درس کتابیں بخاری، ترمذی کو شیوخ پر تقسیم کی جاتی تاکہ طلبہ کے اسباق ضائع نہ ہوجائے اور التجاء کی تھی کہ شیوخ الحدیث اور طلبہ میرے صحت یابی کیلئے دعائیں فرمائے اور یہ کہ اللہ مجھے زندگی کے آخری لمحات میں کلمہ طیبہ کی توفیق عطاء فرمائے، کلمہ طیبہ سے میرے قبر منور فرمائے اور اللہ مجھے عذاب قبر سے محفوظ فرمائے اور شافع المشفعین محمد رسول اللہؐ کے ہاتھوں سے حوض کوثر کے پانی سے مجھے سیراب فرمائے۔آج عالم اسلام کے ایک ایک فرد آپ کی یاد اور غم میں افسردہ ہے......

جان کر منجملہ خاصان مے خانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

ہمہ جہت شخصیت

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے کمالات تو بہت ہیں آپؒ ایسے مقام کو پہنچے ہوئے تھے کہ یہ جملہ زبان زد عام وخاص تھا کہ ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے وہ صحابہ کرامؓ کے قافلے کے بچھڑے ہوئے ساتھی ہوں۔

ہر میدان کے مرد میدان

مولانا صاحبؒ فقط ایک جید مدرس وصاحب قلم وادب نہ تھے بلکہ تحریکات، تنظیمات اور جوش کی دنیا میں بھی سرخیل تھے افغان جہاد اور افغان طالبان سے غیر معمولی محبت وعقیدت تھی اور افغانستان کے دینی حلقوں میں استاذ الکل کے حیثیت سے جانے جاتے تھے افغانستان میں طالبان کا دور حکومت میں آپ کو دورہ تفسیر کیلئے خاص طور پر مدعو کیا جاتا تھا اور طالبان کے مرکزی قیادت بھی ذوق وشوق سے آپؒ کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کرنا اپنی سعادت سمجھتے تھے آپؒ کا امیر المومنین حضرت اقدس ملا محمد عمر مجاہد نور اللہ مرقدہ سے

انتہائی محبت تھے اور انکے قریبانہ دوست تھے ملا محمد عمر مجاہد کے وفات کے بعد آپؒ نے نیا امیر المومنین ملا اختر محمد منصور حفظہ اللہ سے بیعت کی۔

یہ تو چند ایک موٹی موٹی خدمات ہیں ورنہ آپ کی خدمات اور کارناموں کی فہرست بہت طویل ہے ہم نے محض انگلی کٹا کر آپؒ کے معتقدوں میں نام لکھوانے کی غرض سے یہ چند باتیں عرض کر دی ہیں۔

یہ مشن جاری رہے گا

آخر میں بس ایک اہم بات کر کے بات کو ختم کرتے ہیں غزہ احد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دشمن نے یہ غلط افواہ پھیلا دی کہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے ہیں اور قریب تھا کہ ان کی ہمت جواب دے جاتی کہ یکا یک حضرت انس بن نضرؓ نے ایک آواز لگا کر مسلمانوں کے گرتے حوصلوں کو سنبھال لیا اور ان کے دل و دماغ میں بجلیاں دوڑا دیں ......وہ آواز یہ تھی اے مسلمانو اگر حضورؐ جا چکے تو تم حضورؐ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے جس مشن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے آگے بڑھو اور تم بھی اس مشن پر جانیں قربان کر دو۔ بعد میں اللہ نے سورۃ آل عمران کی آیات اتار کر باقاعدہ مسلمانوں کی نظریہ سازی فرمائی۔

وما محمد الا رسول ـــــالایہ

''کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک رسول ہی ہیں جس طرح دیگر رسول اور پیغمبر دنیا سے تشریف لے گئے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک دن جانا ہی ہوگا'' لیکن مسلمانوں کو ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد الٹے پاؤں نہیں ہونا چاہئے اور ساتھ ہی یہ صاف اعلان کی کہ خبردار جو الٹے پاؤں پھر گیا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا بلکہ صرف اور صرف اپنا ہی نقصان کرے گا۔ بے شک حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ بھی دیگر انسانوں کی طرح ایک انسان تھے اور انہوں نے بھی ایک دن جانا ہی تھا سو وہ جا چکے اب ہم نے کیا کرنا ہے؟ جی ہاں آگے بڑھ کر ان کا مشن سنبھالنا ہے اور جس مشن پر وہ جان نچھاور کر گئے اسی مشن پر تن من دھن سب کچھ وار کر اسے پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے یہی آپؒ اور اکابر سے وفا ہے اور یہی طرز صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے اور یہی قرآن کی دعوت ہے جو مذکور ہوا۔

مولانا حافظ محمد شفیق

حضرت شیخ کے ساتھ بیتے لمحات

۱۳۱ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو صبح جب میں مادر علمی جامعہ عربیہ میں اپنے تدریسی فرائض سرانجام دینے کے لئے جوں ہی داخل ہوا تو مجھے ایک غم ناک خبر دی گئی جس نے دل ودماغ کو ہلا کر رکھ دیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں انا لله وانا اليه راجعون !

اس خبر کا سننا تھا کہ میرے دل ودماغ کی سکرین پر آپ کے ساتھ بیتے ہوئے چند لمحے اور یادیں اُبھرا ُبھر کر سامنے آنے لگیں اور میں تصوراتی طور پر آپ کی عظیم اور غیر متنازع شخصیت کے سیرت وکردار کے چمن میں کھوگیا۔ میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ مجھے حضرت شاہ صاحب کی صحبت میں بیٹھنے کی چند گھڑیاں نصیب ہوئیں فالحمد لله على ذالك ۔

حضرت شاہ صاحبؒ سے ملاقات اوراس کا سبب

یہ ملاقات جولائی ۲۰۰۴ء کے اواخر میں آج سے گیارہ سال پہلے ہوئی جب حضرت مولانا حافظ عطاء الرحمان مدنی صاحب مہتمم جامعہ عربیہ نے جامعہ کے زیر انتظام شائع ہونے والی صحیح بخاری کی مشہور اردو شرح ''معین القاری'' کے لئے ڈاکٹر صاحب کی تقریظ لینے مجھے اکوڑہ خٹک بھیجا تفصیل نذر قارئین ہے۔

میں صبح تقریباً سات بجے اکوڑہ خٹک پہنچا مدرسہ کے مرکزی گیٹ کے پاس ہی طلبہ سے پتہ چلا کہ حضرت شاہ صاحبؒ گھر (جو کہ تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع تھا) سے مدرسہ پہنچ کر مرکزی گیٹ کے پاس ایک کمرہ میں کچھ دیر بیٹھتے ہیں اور پھر دارالحدیث میں درس کے لئے تشریف لے جاتے ہیں میں اسی کمرہ میں بیٹھ کر آپ کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد آپ تشریف لے آئے میں نے سلام عرض کیا تعارف کرایا اور آنے کا مقصد بتایا چونکہ حضرت مہتمم صاحب کا حضرت شاہ صاحب سے پہلے ہی رابطہ تھا اس لئے زیادہ تفصیل کی ضرورت محسوس نہ ہوئی حضرت شاہ صاحب دارالحدیث میں تشریف لے گئے جہاں بیٹھ کر ہزاروں علماء حفاظ اور قراء نے حضرت شاہ صاحب کے قیمتی جواہر پاروں اور ملفوظات سے اپنے دلوں کو منور کیا مجھے بھی اس دن آپ کے قیمتی ارشادات تقریباً دو گھنٹے تک سننے کا شرف حاصل ہوا، آپ کا درس عربی اور پشتو میں تھا اردو کے چند جملے بھی تھے جو مختلف اوقات میں استعمال

کیے، غالباً عام طور پر بھی اسی طرح عربی اور پشتو میں پڑھاتے تھے۔

عام دنوں میں آپؒ تین گھنٹے سے زیادہ درس دیتے تھے اس دن آپ نے یہ کہہ کر کہ آج گوجرانوالہ سے مہمان آیا ہے آج اتنا ہی پڑھیں گے کچھ دیر بعد درس ختم کر دیا۔

مہمان نوازی

درس کے اختتام پر آپ واپس اپنے اس کمرہ میں تشریف لے آئے جہاں درس سے پہلے بیٹھتے تھے میں بھی آپ کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا چند منٹ کے بعد آپ گھر کی طرف روانہ ہوئے گھر پہنچ کر آپ نے مجھے مہمان خانہ میں بٹھایا اور خود اندر چلے گئے، حضرت شاہ صاحب پہلے پانی لائے تاکہ میں ہاتھ دھولوں پھر ناشتہ لے آئے میں دل میں شرمندگی محسوس کر رہا تھا کہ آپ میرے لئے خود گھر سے چیزیں لا رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے صبح ناشتہ کرلیا تھا تم کرو لیکن میری دل جوئی کے لئے آپ نے چند لقمے میرے ساتھ تناول فرمائے میں چونکہ گوجرانوالہ سے رات بھر سفر کر کے وہاں پہنچا تھا اس لئے آپ نے ناشتہ کے بعد فرمایا کہ کچھ دیر آرام کرلو۔

ظہر تک میں نے آرام کیا پھر ظہر کے وقت اٹھ کر نماز کی تیاری کی اور آپ کی ہی امامت میں نماز ظہر ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا نماز ظہر کے بعد آپ گھر تشریف لے گئے اور گھر سے اپنے ذاتی لیٹر پیڈ پر حضرت مہتمم صاحب کے نام لکھا ہوا خط اور ۴ صفحات پر مشتمل تقریظ مجھے عنایت فرمائی اگر چہ آپ نے خود حضرت مہتمم صاحب کو خط میں تقریظ میں حذف واضافہ کی اجازت عنایت فرمائی تھی میں نے پھر بھی موقع غنیمت سمجھتے ہوئے دونوں تحریریں پڑھیں اور جہاں اردو تلفظ کی اصلاح کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت شاہ صاحب سے درخواست کی تو آپ نے وہ الفاظ درست کر دیئے۔

اس کے بعد دوپہر کا کھانا آیا دسترخوان پر میرے اور حضرت شاہ صاحب کے علاوہ ان کے بڑے بیٹے مولانا امجد صاحب جو کہ مہتمم صاحب کے مدینہ یونیورسٹی کے ساتھی بھی ہیں وہ بھی موجود تھے (کھانے میں زندگی میں پہلی بار زیتون کا پھل کھایا۔)

سخاوت وفیاضی

کھانے سے فراغت کے بعد آپ نے مجھے جامعہ کے لئے اپنی تفسیر، تفسیر حسن بصریؒ اور کچھ دیگر کتب عنایت فرمائیں۔

میرا مقصد بھی پورا ہو چکا تھا اور حضرت شاہ صاحب نے بھی کسی جرگہ میں شرکت کرنا تھی میں دعاؤں کی درخواست کرتے ہوئے اجازت لے کر واپس آ گیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا علمی مقام ومرتبہ

حضرت شاہ صاحب بلا شبہ اپنے علم وتقویٰ ،اثر ورسوخ ،حلقہ احباب اور شاگردوں اور عقیدت مندوں کے لحاظ سے پاکستان کے چند گنے چنے اہل علم بزرگوں میں سے تھے ، بلکہ میں تو سمجھتا ہوں بعض خصوصیات میں کوئی بھی آپ کے ہم پلہ نہیں تھا حضرت شاہ صاحب کے علمی مقام کے حوالہ سے صرف تین باتوں کا حوالہ دوں گا ۔

(۱) حضرت شاہ صاحب نے مسلمانوں کے دوسرے بڑے روحانی مرکز مدینہ منورہ میں موجود مسلمانوں کی سب سے بڑی علمی وروحانی درس گاہ مدینہ یونیورسٹی میں حضرت حسن بصریؒ کی تفسیری روایات پر اعلیٰ اعزازی نمبروں کے ساتھ پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی جو آپ کی علمی قابلیت پر بین ثبوت ہے ۔

(۲) تفسیر حسن بصریؒ: تفسیر حسن بصریؒ آپ کے زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے ۔حضرت حسن بصری کے تفسیر اقوال پر کام پہلے غالبا مدینہ یونیورسٹی کے کسی استاذ نے شروع کیا لیکن کچھ کام ہوا اور زیادہ رہ گیا ،وہ حضرت شاہ صاحب نے مکمل کیا یہ تفسیر جامعہ احسن العلوم کراچی نے شائع کی ہے پانچ جلدوں میں ہے یہ تفسیر اور اس کے مقدمہ میں مدینہ یونیورسٹی کے شعبہ تفسیر کے استاذ اور شاہ صاحب کے اس تحقیقی کام کے نگران اور دیگر شیوخ کے تاثرات آپ کی علمی جلالت شان کا واضح ثبوت ہیں ۔

(۳) بڑے مدارس دینیہ جہاں دورہ حدیث کا اہتمام ہے وہ سال کے آخر میں صحیح بخاری شریف کی آخری حدیث کے درس کے لئے نامور بزرگ اہل علم حضرات کو دعوت دینے کا شوق رکھتے ہیں ۔

دو تین سال پہلے ہندوستان کی قدیم اور عظیم ترین دینی اور روحانی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کی سالانہ تقریب کا موقع تھا تو دارالعلوم دیوبند کی انتظامیہ نے حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب سے رابطہ کیا کہ ہماری خواہش ہے کہ آپ ہماری سالانہ تقریب کے مہمان خصوص بنیں آپ نے فرمایا میں بیمار ہوں اور وہیل چیئر پر ہی سفر کرتا ہوں اور اکیلا کہیں جا بھی نہیں سکتا تو انتظامیہ دیوبند نے دوبارہ رابطہ کیا کہ آپ اپنے ساتھ جتنے افراد بھی اپنی ضرورت کے لئے ساتھ لائیں ہم سب کے اخراجات برداشت کرنے کو تیار ہیں حضرت شاہ صاحب ہندوستان گئے اور دارالعلوم دیوبند کے ساتھ مزید کئی دینی اداروں کی تقریبات میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرمائی حضرت شاہ صاحبؒ کے لئے اس تقریب میں شرکت یقیناً آپ کی جلالت شان پر دارالعلوم دیوبند کی سند ہے ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی قومی وملی خدمات

خیبر پختونخوا ہ خصوصا افغانستان اور پاکستان کی مذہبی شخصیات اور سیاسی قائدین عموما آپ کی تدریس اصلاحی اور قومی خدمات سے خوب واقف ہیں اور امید ہے کہ آپ کے تلامذہ اور عقیدت مند تھوڑے ہی عرصہ میں

آپ کی شخصیت کے متعلق تفصیلی معلومات منظر عام پر لے آئیں گے میں صرف دو واقعات کی طرف اشارہ کرتا ہوں

(۱) ایک واقعہ تو میں ذکر کر چکا ہوں کہ جب میں ملاقات کر کے واپس آنے لگا تو آپ تقریبا چار بجے کسی جرگہ میں جا رہے تھے اور غالبا واپسی اگر جلد بھی ہوئی تو عشاء کے قریب ہوئی ہوگی آپ اندازہ لگائیں آج سے گیارہ سال پہلے آپ کی عمر تقریبا ۷۴ سال تھی اس عمر میں دن میں اتنی مصروفیات اور جوانوں کی طرح مفاد عام کے کاموں میں شرکت آپ کی مجاہدانہ زندگی پر واضح شہادت ہے۔

(۲) آپ کی قومی خدمات کے ضمن میں دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب 1998ء میں افغانستان پر امریکی حملہ سے پہلے حکومت پاکستان نے طالبان حکومت کے ساتھ معاملات مذاکرات سے حل کرنے کے لئے سرکاری وفد بھیجا تو میری معلومات کے مطابق اس وفد میں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب اور آئی ایس آئی کے سابق جنرل محمود صاحب اور اس وفد میں حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ شامل تھے شاہ صاحبؒ کو ایک تو فارسی اور عربی دونوں زبانوں پر عبور کی وجہ سے بطور ترجمان ساتھ لے جایا گیا لیکن طالبان حکومت کے اعلیٰ عہدے داران میں بھی بعض حضرات شاہ صاحبؒ کے شاگرد تھے اس اثر ورسوخ کی وجہ سے بھی آپ کو ساتھ لے جایا گیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ اور معین القاری (شرح صحیح البخاری)

قارئین کرام! جب نظم جامعہ کی طرف سے ۲۰۰۱ء میں معین القاری شرح صحیح البخاری پر کام کا آغاز ہوا تو ابتداء میں احادیث کے متن کے طور پر صحیح البخاری کا وہی نسخہ زیر استعمال تھا جو مدارس میں پڑھایا جاتا ہے جس پر نہ تو اعراب ہیں اور نہ ہی احادیث اور ابواب پر نمبر لگے ہوئے ہیں تو حضرت شاہ صاحبؒ نے مشورہ دیا کہ آپ حضرات ڈاکٹر دیب مصطفیٰ، البغا والا نسخہ استعمال کریں اس میں اعراب بھی ہیں اور احادیث اور ابواب پر نمبر بھی لگے ہیں اس کے بعد تو حضرت شاہ صاحبؒ کے حکم پر ہی اس نسخہ کو متن کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

مزید یہ کہ آپ نے تقریظ میں معین القاری کے بارے میں اپنے جن قلبی محبت بھرے جذبات کا اظہار فرمایا ہے آپ جیسی علمی شخصیت سے ایسے تاثرات نظم جامعہ اور اساتذہ جامعہ کے لئے جہاں بڑے حوصلہ کا سامان ہے وہاں معین القاری کے علمی مقام اور معیار کی صحت پر سند بھی ہیں اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب کو اس کا بہترین اجر عطاء فرمائے۔ (آمین)

حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ تقریظ معین القاری، جلد ۱، ۳، ۵ کے آخر میں رائے گرامی قدر کے عنوان سے موجود ہے۔ (ماہنامہ ''چراغ اسلام'' گوجرانوالہ دسمبر ۲۰۱۵ء)

اعترافِ عظمت وکمال

مشاہیر اہل علم اور مشائخ کی نظر میں

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زور بازو کا
درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی

ضبط وترتیب: محمد جان اخونزادہ حقانی

ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کا علمی مقام ومرتبہ علمائے عرب کی نظر میں

☆ ڈاکٹر عبدالعزیز بن محمد بن عثمان (استاذ تفسیر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ)

☆ شیخ عمر بن محمد فلاتہ (مدرس حرم نبوی و جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ)

☆ شیخ ابوبکر بن جابر الجزائری (مدرس مسجد نبوی، عظیم مفسر وداعی)

☆ علامہ عبداللہ بن محمد علوش (دمشق شام)

مولاناؒ کی کتاب تصنیف تفسیر حسن بصریؒ پر لکھی گئی عربی تقاریظ کا اردو ترجمہ

محترم جناب ڈاکٹر عبدالعزیز بن محمد بن عثمان

(جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں درجاتِ عالیہ میں تفسیر کے استاذ، محقق، نقاد، باکمال مفسر اور تفسیر حسن بصری کے نگرانِ مقالہ)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف المرسلين، وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين۔

امابعد! امام حسن بصری کی ذات میں ان علوم وافکار کا اجتماع ہوا، جو ان کے سوا کسی اور میں نہیں ہوا۔اس لیے وہ بنفس نفیس ایک کامل امت ہیں، جنھوں نے بھلائی کی ان خصلتوں کو حاصل کیا، جو ان کے معاصرین میں سے کسی نے حاصل نہیں کیا۔ان کی خوش بختی تھی کہ انھوں نے اپنی زندگی کا ایک حصہ ان منتخب اور چنیدہ شخصیات کے ساتھ گزارا، جنھوں نے زمانے کی پیشانی کو زینت بخشی،اور کائنات کی ظلمتوں کو بکھیر دیا۔آپ ان کے صاف وشفاف سرچشمے سے سیراب ہوئے، اوران کے بلند پایہ اخلاق کو اپنا لیا۔آپ حضر وسفر، بالخصوص سفر جہاد میں ان کے رفیق رہے، جہاں نفوس صاف ہوتے ہیں، اور انسانی روح دنیا اور اس کے خواہشات سے آزاد ہوجاتی ہے، اور جہاں حیاتِ انسانی (فتح یا شہادت) کی دو کامیابیوں میں سے ایک سے واضح طور پر عبرت حاصل کرتی ہے۔اس وجہ سے یہ نفوس زندگی کے اس مقصد کو جان لیتے ہیں، جس کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ بلکہ امام حسن بصری تو

محمدی شجرِ سایہ دار کے کوکھ میں پلے بڑھے، جہاں آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پڑوس میں اپنا بچپن گزارا۔اللہ تعالی نے آپ کی شخصیت میں اس مبارک پڑوس کی برکت کو منتقل کیا۔

امام حسن نے اپنی زندگی علم کے لیے وقف کی۔تحصیلِ علم میں آپکی پرنور بصیرت، ثاقب فکر،مضبوط عزم اور زہدو پرہیزگاری نے بھی آپکو خوب مدد دی۔یہ تمام صفات آپکی علمی بلندی اور تعمیر شخصیت میں ایک بڑی بنیاد تھیں۔

اگر چہ ان کے زمانے میں اسلام کا رقبہ کا پھیل کر وسیع ہوگیا،علوم کے کئی شعبے بنے، جن میں سے بعض اصیل اور بعض دخیل تھے،مختلف مسالک اور فرقوں کی کثرت ہونے لگی،تاہم امام حسن بصری کے پاس وہی اصلی حصہ محفوظ رہا، جس پر وہ حاوی رہے، یہاں تک ان کو اسکے دقائق اور مخفی گوشوں پر بصیرت حاصل ہوگئی؛ اسلئے وہ علم کا ایک موسوعہ (Encyclopedia) تھے۔ اس وجہ سے مختلف فرقوں اور متضاد رجحانات رکھنے والوں نے آپ کی نسبت اپنی طرف کی اور پھر اس نسبت کی لوگوں میں تشہیر کرنے لگے۔دراصل آپکی شخصیت میں سب کچھ جمع ہوگیا تھا، اس طرح سے کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اپنے زمانے میں آپ کی شخصیت اپنے معاصرین کے مقابلے میں عالم اسلام کی سب سے بڑی شخصیت تھی۔اس لیے حسن بصری پوری امت کی شخصیت ہیں۔وہ کسی فرقہ یا جماعت کیساتھ خاص نہیں، جو ان کی فکر پر قبضہ جمالے اور ان سے دوسروں لوگوں کی نسبت ختم کریں۔ بلکہ لوگ انکے عالمانہ اور واعظانہ میدان (سے استفادے میں) میں برابر سرابر ہیں۔وہ آپکے افکار کے سائے میں بیٹھتے ہیں،تو اس سے وہ چیزیں حاصل کرتے ہیں، جن سے انکے افکار کی تعمیر ہوتی ہے اور دلوں میں رقت ونرمی پیدا ہوتی ہے۔پھر وہ (اس سائے) سے جب جاتے ہیں تو انکے دلوں میں اسکی طرف دوبارہ آنے کا جذبہ موجزن ہوتا ہے۔

امام حسن بصری علوم قرآن کے ایک عظیم سمندر تھے۔آپ نے قرآن کے علوم،قراآت اور تفسیر سے حد درجے اشتغال رکھا۔آپ ان قراآت کے راویوں میں سے بھی ہیں، جن کا ایک بڑا حصہ آپ نے صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا۔اس حوالے سے آپ کی ایک درس گاہ بھی تھی، جس میں اکابر علماء نے ان قراآت کا حصول کیا۔

جہاں تک آپ کی عظیم علمی درس گاہ کی بات ہے، تو اس نے علم تفسیر کے حوالے نمایاں مقام حاصل کیا۔آپ نے تفسیر کا علم علمائے صحابہ رضی اللہ عنہم سے حاصل کیا، پھر اس کو اپنے واعظانہ انداز سے مربوط کیا۔ یہ واعظانہ رجحان آپ کی شخصیت کی پہچان ہے۔ بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس زمانے کے وعظ کے بارے میں کوئی گفتگو کر ہی نہیں سکتا، جب تک وہ فنِ وعظ کے امام حسن بصری کا ذکر نہ کرے۔درحقیقت امام حسن بصری نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ستھری اور پاکیزہ زندگی کا مشاہدہ کیا تھا کہ کیسے وہ تمام کے تمام آخرت کے کامیابی کی طرف دوڑے، اور اس دنیا کو انھوں نے آخرت تک جانے کے ایک عبوری مرحلہ بنایا۔اس کے بعد آپ نے ان پے بہ پے آنے والے فتنوں کا مشاہدہ کیا، جب لوگ دنیاوی دوڑ دھوپ میں ایک دوسرے سے بازی لینے کی کوشش کررہے

تھے، اور اس کے مال متاع کے حصول میں جلد بازی کر رہے تھے۔ آپ نے اپنے وعظ میں صحابہ اور اپنے دور کے ان دو متضاد رجحانات کا تقابل کیا۔ یہی سے آپ کی آواز اس کوشش کے لیے گونجنے لگی کہ کس طرح لوگوں کو ان کے ماضی قریب میں گزرے ہوئے سلف صالحین کی سیرت کی طرف واپس لوٹایا جائے۔ ان کو یاددہانی کرائی جائے کہ آخرت کی زندگی اصل زندگی ہے، اور یہ کہ دلوں کے لیے آخرت سے لولگانا، اور اس کے لیے سخت دوڑ دھوپ اور محنت ضروری ہے، جیسا کہ ان کے سلف یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا۔

علم تفسیر مختلف مراحل سے گزری۔ اس میں لکھنے والے گونا گوں شخصیات ہیں۔ تاہم پھر بھی ہمیں اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ حوادث زمانہ سے تفسیر حسن بصری کا جو حصہ بچ گیا ہے، اس کو جمع کیا جائے۔ یہ تفسیر بہت سی قدیم کتابوں کے اندر بکھری ہوئی پڑی تھی، کیونکہ یہی وہ تفسیر ہے جس نے راہ سلوک کی حکمتوں کو اپنے اندر سمیٹا اور خدا تک جانے والوں کے لیے راستہ روشن کیا۔

اللہ تعالی نے اس کام کے لیے ابنائے اسلام میں سے دو محققین کو چنا، جنھوں نے بہت محنت کی، اور حسن بصری کے نفائس۔ جو مختلف کتابوں کے اندر ہیں۔ کی تلاش میں خود کو بہت تھکایا، یہاں تک کہ انھوں اس کو ایک مستقل تحقیقی تصنیف اور کم وبیش پوری تفسیر کی صورت میں مرتب کیا۔ اس کے ساتھ انھوں نے امام حسن بصری کی تفسیری روایات کی شرح اور وضاحت بھی کی۔ اللہ تعالی ان دونوں حضرات کو جزائے خیر دے، اور ان کے کیے ہوئے کام سے بندگانِ خدا کو فیض یاب کرے، اور اسے ان دونوں کے حق میں مقبول بنائے۔

اگرچہ امام حسن بصری اپنی زندگی میں حق کی وہ آواز تھے، جس نے لوگوں کو ان کے صاف وشفاف سرچشمے کی طرف مائل کیا؛ تاہم آپ کی وفات کے بعد بھی مرورِ زمانہ سے آپ کا جو تفسیری ذخیرہ بچ گیا ہے، وہ صاحبِ بصیرت داعیانِ حق کے لیے ایک توشہ ہے۔ کیونکہ وہ ایک ایسی شخصیت ہیں جنھوں نے اپنا ایک دینی منہاج بنایا، پہلے خود اس پر پکا ایمان لایا، اس کا مکمل یقین حاصل کیا، پھر اس کے حق میں ایک سنگِ گراں ثابت ہوئے، جس کے ساتھ تیز آندھیاں آ کر ٹھکراتیں، تو وہ آندھیاں بکھر کر ختم ہوجاتیں، لیکن وہ اپنی جگہ ڈٹے رہتے۔ آپ اپنے زمانے کے فتنوں پر تبصرہ کرتے وقت ان فتنوں کو سامنے لاتے جس سے آپ اپنی دلیل کو مضبوط کرے اور اپنے فکر کی شاہراہ کو روشن کرے، اپنی دعوتِ دین کو تقویت فراہم کرے، اور اس چیز کا اثبات کرے جس کو آپ دین میں حق سمجھتے ہیں، اور لوگوں کے اخلاق کے لیے مینارۂ نور۔

اپنے ہم زمانہ لوگوں کو ان سے پہلے لوگوں کی حالت یاد دلانے کیلئے کافی ہوگا کہ ہم انکا یہ قول نقل کریں:

'بخدا اگر تم میں سے کوئی ایک قرن اول کے کسی شخص کو پاتا، اور ان سلف صالحین کو دیکھتا، جن کو میں نے دیکھا ہے، تو وہ غم اور پریشانی کی حالت میں صبح وشام کرتا، اور خوب جان لیتا کہ تم میں سے جو (دین کے معاملے

میں) بہت محنت کرنے والے ہیں، وہ (ان کے مقابلے میں) کھیل کود والے ہیں، اور سخت جد وجہد والے تو (محض دین کو) چھوڑنے والے ہیں۔ اگر میں خود اپنے آپ سے مطمئن ہوتا تو میں آپ کو نصیحت کرتا، لیکن خدا جانتا ہے کہ میں اپنے آپ سے (بھی) مطمئن نہیں ہوں'۔ اللہ تعالی امام حسن بصری پر رحم کرے اور ان بڑے اعزاز واکرام سے نوازے، جب کبھی ان کے مواعظ کی روشن کرنیں دلوں میں زندگی کی لہر دوڑائے۔

شیخ عمر بن محمد فلاتہ: (عظیم محدث، حرم نبوی کے مشہور مدرس، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے شعبہ دار الحدیث کے مہتمم اور جنرل سیکرٹری)

الحمد لله رب العالمين، وصلى الله وسلم وبارك على أشرف خلقه وأفضل أنبيائه ورسله سيد نامحمد، وعلى آله وصحبه۔

اما بعد! مدینہ یونیورسٹی کے میٹھے اور صاف شفاف سر چشمے سے سیراب ہونے کی غرض میں نے علامہ ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کو یونیورسٹی کے دورانِ قیام میں کئی سال تک دیکھا ہے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں آپ کے اخلاق وتواضع سے متاثر اور علم کے حصول میں ثابت قدمی کا معترف ہوں۔

میں نے آپ کو دیکھتے ہی اندازہ لگایا تھا کہ آپ تمام طلبہ میں ایک یکتا طالب علم ہیں۔ مجھ پر یہ بات کھل گئی کہ اس کی حالت ایک متواضع عالم کی طرح ہے۔ وہ نیک علما، فضلا کے اخلاق کو اپنانے کی شدید خواہش رکھتے ہیں۔ اللہ تعالی نے آپ کے بارے میں میرا اندازہ درست ثابت کر دیا۔ پہلے آپ نے مجھے کلیہ میں اپنے پاس ہونے کی خوش خبری سنائی، پھر ماسٹر سے فراغت کی خوشخبری۔ اور آخر کار انھوں نے مجھے تفسیر حسن بصری پر اپنے ڈاکٹریٹ کے مکمل ہونے کی خوش خبری سنائی۔ میں آپ کے مناقشے میں حاضر ہوا۔ مقالے کے مواد اور مناقشے کے نتیجے سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالی نے انھیں کس قدر بڑی توفیق دی کہ انھوں نے اس تفسیر کا دوسرا حصہ مکمل کیا، جس کا ایک حصہ ان کے ساتھی ڈاکٹر عمر یوسف کمال نے مرتب کیا تھا۔

امام حسن بصری حضرت ام سلمہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے شاگرد اور ان کے صحبت یافتہ ہیں۔ اس کے علاوہ آپ علم تفسیر کی شخصیات میں سے ایک عظیم شخصیت اور بزرگ تابعین میں سے ایک بزرگ ہستی بھی ہیں۔ آپ کی تفسیر کا شمار قدیم، اہم ترین اور عظیم تفسیروں میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالی کی توفیق سے ڈاکٹر شیر علی شاہ اور ان کے ساتھی نے اپنے عزم وہمت اور اخلاص اور تقوی کی برکت سے اس کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کے لیے فراہم کیا، اگر چہ یہ دینی مصنفین کے عظیم موساعات (Encyclopedias) کے اندر موجود تھا۔

اللہ تعالیٰ اس کے مولف کو جزائے خیر دے، اور اس کے کام کو قبولیت عطا کرے، اسکو انکے نیکیوں میں شمار کرے، اکوڑہ خٹک پشاور میں مرکز البحوث الاسلامیہ کو بھی نیک بدلہ دے کہ انھوں نے اس عظیم کتاب اور بڑی علمی سوغات کو

شائع کیا۔اللہ ان کی سب حضرات کی محنتوں سے اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم (۱۲۔۱۰۔۱۴۱۲ھ ہجری، مسجد نبوی میں نماز عشاء کے بعد)

جناب شیخ ابوبکر بن جابر الجزائری: (مسجد نبوی شریف کے مدرس، عظیم مفسر وداعی)

الحمد لله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى

امابعد! مجھے صالح فرزند ڈاکٹر شیر علی شاہ، فاضل مدینہ یونیورسٹی، مدینہ منورہ نے اپنے نافع اور عظیم کام کی خبر دی، کہ انھوں نے تابعین کے عظیم سرخیل، مفسر قرآن اور رہنما واعظ، اللہ ان سے راضی ہو اور انھیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، کی تفسیر کا دوسرا حصہ مکمل کیا ہے۔

ڈاکٹر شیر علی شاہ نے ان دنوں امتِ مسلمہ کے لیے ایک بہت عمدہ تحفہ پیش کیا ہے۔ درحقیقت آپ نے ان کو علم کے سرچشمے اور وعظ وارشاد کی بہتی ندیاں پیش کی ہیں؛ کیونکہ عظیم تابعی حضرت حسن بصری مفسر، محدث، فقیہ، نحوی، رہنما واعظ اور ناصح تھے۔ آپ کی وہ تفسیر جو آسمان کے چمکتے تاروں کی طرح کل تک مختلف مصادر ومراجع میں بکھری ہوئی تھی، اللہ کے فضل وکرم اور پھر ڈاکٹر شیر علی شاہ کی محنت اور جدوجہد سے آفتابِ ہدایت بن گیا، جو علمِ تفسیر، وعظ وارشاد اور علم وحکمت کے ہر طالبِ علم کے افق میں طلوع ہوتا ہے۔ میں ڈاکٹر شیر علی شاہ کو اس کام پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ہمیں بھی مبارک ہو کہ اس کام کی وجہ سے ہمیں علوم ومعارف کا وہ آفتاب بھی مل گیا، جس کو امام حسن بصری نے طلوع کیا ہے، اور جس پر کئی صدیاں گزرنے کی وجہ سے تاریکی چھا گئی تھی۔ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ اور ان کے ساتھی عمر یوسف کمال نے اس کو تاریکی سے نکالا۔

اللہ تعالی ان دونوں کو جزائے خیر سے نوازے، اور ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے، جیسا کہ انھوں نے ہمارے ساتھ احسان کا معاملہ کیا، اور امام حسن بصری اور آپ دونوں پر سلام ہو، جب تک تارے چمکتے رہے، اور جب تک مجھ جیسے گناہ گار خدا سے توبہ کریں اور اس کی طرف رجوع اختیار کریں۔ (۸۔۸۔۱۴۱۳ھ، مدینہ منورہ میں)

علامہ عبداللہ بن محمد علوش (دمشق، شام)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام نبينا محمد الأمين، وعلى آله وصحبه وأجمعين۔ **امابعد!** میں نے تفسیر حسن بصری، جس کی تالیف وتحقیق ڈاکٹر شیر علی شاہ اور ڈاکٹر عمر یوسف کمال نے کی ہے، کی موضوعات کا بہت سی جگہ ورق گردانی کی۔ میں نے اسے ایک ایسی کتاب پایا جو علم سے بھرپور اور خیر ونور سے منور ہے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ طالبان علم ومعرفت اور فقہ کے لیے مرجع بن سکے۔ میں اللہ تعالی سے سوال کرتا ہوں کہ اسے مفید بنائے، اور ایسے بہترین اعمال کو زیادہ کرے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۱۲ شوال، ۱۴۱۲ ہجری، مدینہ منورہ)

حضرت علامہ محمد اسفند یار خان
رئیس جامعہ دارالخیر گلستان جوہر کراچی

جامع الصفات شخصیت

حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ

خالق دو جہاں نے جب سے یہ کائنات تخلیق کی ہے اس وقت سے ہی حق و باطل کے مابین جنگ جاری ہے اور یہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ رب العالمین اس زمین و آسمان اور اس پوری کائنات کو نیست و نابود نہیں فرما دیتے۔ انسان کی پیدائش سے لے کر آج تک دنیا بھر کے انسان دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں' ایک گروہ وہ ہے جو ابلیس اور اس کی ذریت کی پیروی کر کے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو شیطان کے بندے بنانے پر تلا ہوا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں دوسرا گروہ وہ ہے جو انبیاء کرامؑ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گمراہوں کو اس راستے کی جانب رہنمائی کرنے کا فریضہ سرانجام دینے میں اپنی زندگیاں صرف کر دیتا ہے جو راستہ بھٹکے ہوئے بندوں کو اپنے رب سے ملاتا ہے اور اس حقیقت سے تو بچہ بچہ واقف ہے کہ علماء دیوبند نے ہمیشہ حق کی پیروی اور ترجمانی کی ہے۔

ہمارے اسلاف کی قربانیوں اور شبانہ روز محنت و کاوشوں کا ہی نتیجہ ہے کہ آج اس خطے میں دین اسلام اپنی اصل شکل میں موجود ہے اور عوام الناس کی اکثریت قرآن وسنت کی حقیقی تعلیمات سے آشنا ہے ورنہ اہل باطل کی سرتوڑ کوششوں کے نتیجے میں یہاں ہر سو شرک و بدعت کا ہی راج ہوتا اور عوام اسلام کے نام پر ''دین الٰہی'' اور ''دین پرویزی'' جیسے خود ساختہ مذاہب کی پیروی پر مجبور ہوتے۔ آج اگر اس ملک میں اہل حق کی اکثریت ہے تو یہ فقط علماء حق کی قربانیوں کا ہی ثمر ہے۔ علماء حق کے اسی قافلے کے ایک سرفروش مجاہد کا نام حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ تھا جو اپنی دینی خدمات کی بدولت کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

احسن سیرت اور احسن صورت کا مرقع

خالق کائنات نے انہیں حسن صورت اور حسن سیرت دونوں سے خوب نوازا تھا۔ مولاناؒ علم کا ایک ایسا بحر بیکراں تھے کہ جب وہ علم کے دریا بہانے پر آتے تو تشنگان علم کے قلوب کے حوض تر بتر ہو جاتے اور طالبان

حق کی عقول کے جام یوں لبریز ہو جاتے کہ حیرت سے ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ جاتے مگر اس بحر العلوم کی لہریں اسی طرح اہل ساحل کو سیراب کرتی رہتیں۔

رفاقتیں اور محبتیں

مولاناؒ کے ساتھ میرا تعلق کوئی دو چار روز یا دو چار برس کی بات نہیں، نہ ہی ان کی شخصیت ایسی تھی جسے ایک مختصر سے مضمون میں بیان کیا جاسکے، اس کے لئے تو ایک ضخیم دفتر کی ضرورت ہے، ان کی حیات کا ہر گوشہ ایک طویل مضمون کا متقاضی ہے۔ ان کی زندگی کے کٹھن سفر میں بارہا ایسے مواقع بھی آئے کہ جہاں بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں مگر آفرین ہے مولاناؒ کی مستقل مزاجی پر، کہ ان کے پائے استقامت میں کبھی لغزش نہیں آئی اور وہ ہمیشہ دشمنان اسلام کے سامنے کوہ ہمالیہ بن کر ڈٹے رہے۔

ع حق مغفرت کرے، عجب آزاد مرد تھا

خالق کائنات نے واضح طور پر اعلان فرمادیا۔ و فی التنز یله العزیز، کل نفس ذائقة الموت ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر خاتم الانبیاء علیه الصلوٰ ۃ والتسلیم تک اپنی محبوب ہستیوں کو موت سے ہمکنار کر کے رب کائنات نے یہ بتا دیا کہ جو شخص بھی دنیا میں آیا ہے اسے یہاں سے ضرور رخصت ہونا ہے، کسی کو پہلے تو کسی کو بعد میں۔ یعنی ''آج وہ، کل ہماری باری ہے''۔ باوجود اس کے کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے پھر بھی بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کی موت کا یقین نہیں آتا، ان ہی میں سے ایک میرے بھائی حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تھے جنہیں مرحوم لکھتے ہوئے آج نہ جانے کیوں قلم کانپ سا جاتا ہے گویا کہ وہ مرے نہیں، زندہ ہیں اور یہ کچھ ایسا غلط بھی نہیں کیونکہ جو لوگ خود کو دین پر قربان کر دیتے ہیں، جو قرآن پر مر مٹتے ہیں، جو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو اپنی زندگی کا محور بنا لیتے ہیں، جن کی زبان چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی سے تر رہتی ہے، جو دین کے لئے دنیا کو ٹھکرا دیتے ہیں، جو اپنی زندگی، اپنی خواہشات، لذات اور آسائشات کے بدلے جنت کا سودا کر لیتے ہیں اور جو اپنی حیات کو موت پر قربان کر دیتے ہیں، وہ مرتے کب ہیں؟ بلکہ اس جہان فانی سے دارالبقاء کی جانب کوچ کر جاتے ہیں، اس مختصر سی زندگی سے منہ موڑ کر حیات جاوداں سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔

جامعیت کا منبع

مولاناؒ نے جس طرح اپنی زندگی دین کی سربلندی کے لئے وقف کر رکھی تھی اور جس طرح دین حق کی تبلیغ وترویج، جہاد فی سبیل اللہ اور خدمت میں لگے رہے، ان کی راہ میں نہ جوانی کی امنگیں وخواہشات حائل ہو سکیں، نہ

پیرانہ سالی رکاوٹ بن سکی۔ وہ کون سا میدان ہے جس میں مولاناؒ نے اپنے جوہر نہ دکھائے ہوں؟ خطابت کا آغاز کیا تو دیکھتے ہی دیکھتے سامعین کے دلوں کی آواز بن گئے، مبلغ بنے تو تادم آخر قلوبِ مُردہ کو جِلا بخشتے رہے، درس وتدریس کا انداز ایسا منفرد کہ دریا کو کوزے میں بند کر کے طلبا کو سیراب کر دیتے، مواعظ ایسے پر اثر کہ نہ جانے کتنوں کی زندگیاں بدل گئیں، دشمنان اسلام کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو ان کے پیروکاروں نے روس اور امریکا جیسے سپر پاورز کو عبرتناک شکست سے دوچار کر دیا۔ انھوں نے اپنی ساری زندگی اتحاد بین المسلمین اور نفاذ شریعت کے لیے وقف کر رکھی تھی، گویا کہ ان کی حیات کا نصب العین ہی یہی تھا اور ان دو مقاصد کے حصول کیلئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ سب کچھ برداشت کر لیتے تھے مگر شریعت کے خلاف کوئی بات گوارا نہ تھی یعنی وہ عالم باعمل ہونے کے حوالے سے ایک بہترین نمونہ تھے، حیرت انگیز بات تو یہ کہ ایک طرف تو ان کی اس قدر مصروفیات تھیں جبکہ دوسری جانب تحقیق، تصنیف، ادب جیسے کل وقتی کاموں میں بھی ایک ممتاز حیثیت کے حامل تھے، حمد اور نعتیہ کلام کے ذریعے رب العالمین اور رحمت اللعالمینؐ سے اپنی محبت کا اظہار بھی کرتے رہتے تھے۔ اللہ رب العالمین نے مولاناؒ کی زندگی میں وہ برکت عطا فرمائی تھی جو اس کے نیک بندوں کا ہی خاصہ ہے۔

حکمت وظرافت

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حکمت وظرافت بہت کم یک جا ہوتی ہیں، عام طور پر جن کی طبیعت میں حکمت غالب ہوتی ہے ان میں ظرافت نہیں ہوتی اور جن کی طبیعت میں ظرافت غالب ہوتی ہے ان کا حکمت سے زیادہ واسطہ نہیں ہوتا لیکن مولاناؒ میں یہ دونوں صفات بدرجہ اتم موجود تھیں، حکمت ان کی شان تھی تو ظرافت ان کی پہچان تھی۔ بذلہ سنجی وخوش طبعی گویا کہ ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔

یہ سوچ کر عقل حیراں رہ جاتی ہے کہ ایک شخص جس پر اس قدر بھاری ذمہ داریاں ہوں اور ہر طرف مسائل ہی مسائل ہوں، وہ اس قدر بذلہ سنج وہنس مکھ کیسے ہو سکتا ہے؟ مگر مولاناؒ کی انفرادیت وکمال یہی تھا کہ وہ جب وعظ ونصیحت فرماتے تو ہنستوں کو رلا دیتے اور جب بذلہ سنجی پر آتے تو ایسے ایسے روتوں کو ہنسا دیتے جنہیں ہنسانا خود ایک کارِ محال تھا۔ حاضر جواب ایسے کہ بڑے بڑوں کی بولتی بند کرا دیتے لیکن ساتھ ہی ساتھ زہد وورع، للہیت اور درویشی کے حوالے سے بھی ایک ممتاز شخصیت کے حامل تھے اور ان تمام کمالات وخصوصیات کے باوجود انکساری وتواضع کا پیکر تھے۔ ایسی بلند پایہ شخصیت کے لیے سب کے سامنے اپنی ہستی کی نفی کرنا کوئی آسان کام نہیں لیکن محسوس یہ ہوتا ہے کہ جیسے ان کے لیے یہ مشکل ترین کام کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا تھا۔

مولاناؒ اپنے اسلاف واکابر کی یادگار تھے، زہد واستغنا کی دولت سے مالا مال تھے۔ انہیں اپنے اکابر سے

محبت وعقیدت ہی نہیں، عشق تھا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جو لوگ اکابر سے سچی محبت وعقیدت رکھتے ہیں' اپنے بزرگوں' اساتذہ اور علماء کرام کا دل سے ادب کرتے ہیں اور ان کی پیروی کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نہ صرف انہیں بلکہ ان کی اولادوں کو بھی دنیا وآخرت کی کامیابیوں وکامرانیوں سے نوازتا ہے۔ مولاناؒ محبت وشفقت اور عجز وانکساری کا پیکر تھے جو بڑوں کے سامنے اونچی آواز سے بولنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

کہتے ہیں کہ جو درخت جس قدر پھل دار ہوتا ہے اسی قدر جھکتا چلا جاتا ہے نیز وہ پتھر مارنے والوں کو بھی پھل سے محروم نہیں رکھتا۔ مولاناؒ میں یہ دونوں خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ تواضع وانکساری میں وہ ہمارے اسلاف کے پیروکار تھے اور دشمنوں کے بھی دوست تھے۔ پتہ نہیں مولاناؒ کس مٹی کے بنے تھے کہ خواہ ذاتی دشمنیاں ہوں یا سیاسی' مولاناؒ کو کبھی انتقام پر مجبور کرنا تو درکنار برانگیختہ بھی نہ کر پائیں۔ بقول شاعر

فروتنی است دلیلے رسید گان کمال
چوں سوار بمنزل رسید پیادہ شود

حسن کے جلوے بے شمار

مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ فقط ایک شخصیت کا نام نہیں تھا بلکہ وہ اپنی ذات میں انجمن تھے۔ ان کی خدمات پر روشنی ڈالنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ ان کی دینی خدمات بیان کی جائیں یا سیاسی سرگرمیوں کو قلم انداز کیا جائے' ان کے جواہر خطابت کو موضوع سخن بنایا جائے یا دین پر جانثاری کے قصے بیان کئے جائیں' ان کے حسن سیرت کی داستانوں کو طشت از بام کیا جائے یا پھر ان کے مجاہدانہ طرز حیات کے گوشہ ہائے دلنشیں کو آشکارا کیا جائے۔ محو حیرت ہوں کہ مولاناؒ کی ہنگامہ خیز زیست کے کس پہلو کو صفحہ قرطاس کی زینت بناؤں اور کس سے صرف نظر کروں؟

اللہ تعالیٰ مولاناؒ کے درجات بلند فرمائیں اور ان کی سعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائیں اور ان کے شاگرد طالبان کو مزید ہمت واستقامت عطا فرمائیں تاکہ وہ روس کی طرح امریکا اور اس کے اتحادیوں سے افغانستان کو پاک کر کے ایک مرتبہ پھر وہاں مکمل طور پر شریعت نافذ کر سکیں، آمین۔

حضرت مولانا عبدالحلیم (دیر باباجی)
استاد الحدیث جامعہ دارالعلوم حقانیہ

میرے محسن میرے دوست

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ ہشت رنگ شخصیت تھے انکے بارے میں لکھنا بقول ڈاکٹر صاحب مرحوم کے کارے دارد متنبّی، نے ایسے اشخاص کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

مضت الدهور وما اتين بمثله

ولقد اتى فعجزن عن نظرائه

جب میں مدرسہ حسام الدین کوہاٹ سے دارالعلوم حقانیہ آیا اس وقت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ یہاں پڑھاتے تھے پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے دو افراد کو داخلہ دینے کی پیشکش آئی تو قرعہ فال ڈاکٹر صاحب کا نکل آیا اور برسوں کی خواہش پوری ہوگئی اور مدینہ منورہ میں واقع عظیم اسلامی یونیورسٹی کے لئے عازم سفر ہوئے اور تقریباً ۱۸ سال وہیں رہے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگوں کو قرآن وحدیث کے دروس دیتے رہے اور موسم حج میں منیٰ، مزدلفہ، عرفات اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگوں کو شعائر اسلام اور مناسک حج کی تعلیم دیتے رہے چونکہ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے بلاغت کلام سے نوازا تھا ہر وقت لوگوں کا ہجوم ہوتا اور فصاحت کیساتھ لوگوں کے دلوں میں باتوں کو اتارتے تھے، اللہ تعالیٰ نے پختون بیلٹ میں جن چند علماء کو قبولیت عامہ سے نوازا تھا ان میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، شیخ الحدیث حسن جان شہید، مفکر اسلام مفتی محمودؒ اور حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب شامل ہیں۔

حضرت کے ساتھ میری رفاقت دوستوں کی طرح تھی آپس میں ہنسی مذاق بھی کرتے تھے کبھی کبھار انکے گھر جاتے تو بہت خوش ہوتے اور اکرام واعزاز سے نوازتے ڈاکٹر صاحب بھی ہمارے گھر آتے اور خوشی سے کھانے کی دعوت قبول کرتے دارالحدیث کے راستے میں ملاقات ہوتی تو بڑی محبت اور گرم جوشی سے ملتے۔

ڈاکٹر صاحب رفیق ہونے کے ساتھ میرے استاد بھی تھے میں نے محیط الدائرہ ان سے پڑھی ہے اور پڑھانے کا انداز عجیب ہوتا جب بھی پڑھنے کیلئے جاتا تو وہ اپنے کھیتوں میں مصروف ہوتے مجھے دیکھتے تو کام کو موقوف کر کے کھیت میں بیٹھ جاتے اور مجھے سبق پڑھاتے میں نے موطا امام مالک میں ان سے اجازت حدیث حاصل کی ہے۔

میرے اور انکے درمیان ایک قدر مشترک اور بھی تھی، کہ ہم دونوں لاہوریؒ کے شاگردوں میں سے تھے

حضرت ڈاکٹر صاحب کو استاد لاہوری کے ہاں کمال قربت حاصل تھی اور ہم دونوں اکھٹے ہوکر حضرت کے واقعات بیان کرتے اور محظوظ کرتے آپ حضرت لاہوریؒ کی بہت سے صفات میں عکس جمیل تھے حضرت لاہوریؒ وقت کے اہتمام کے بہت پابند تھے ٹھیک وقت مقررہ پر درس کے لئے مسجد میں جلوہ افروز ہوتے ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ پانچ منٹ کے تاخیر سے آئے تو عذر بیان کیا کہ ایک بوڑھی عورت مسئلہ معلوم کرنے کے لیے آئی تھی تو اس لئے تاخیر ہوئی ڈاکٹر صاحب بھی ہمیشہ ٹھیک آٹھ بجے دارالعلوم کے دارالحدیث میں مسند پر جلوہ افروز ہوتے اور تلاوت کلام پاک سے درس حدیث کی ابتداء فرماتے حضرت ڈاکٹر صاحب کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ سلم العلوم کا مطالعہ راستے میں آتے ہوئے فرماتے ہیں حضرت میں افہام وتفہیم کا مادہ زیادہ تھا خوش مزاج اور خوش مذاق آدمی تھے، ہر وقت لوگوں کے جمگھٹے میں گھرے ہوتے ۔ جب سرزمین حجاز پر قدم رکھا تو شہرت کی بلندیوں پر پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے عرب وعجم میں قبولیت نصیب کی، عظیم محدث اور خطیب تھے تمام طبقات میں پسندیدہ شخصیت تھے اپنے اساتذہ کے گرویدہ تھے مولانا احمد علی لاہوریؒ مولانا عبداللہ درخواستی اور مولانا غلام اللہ خان کے انداز فکر کو کماحقہ اپنایا، اپنے اولین مربی ومرشد جامعہ حقانیہ کے مؤسس مولانا عبدالحق صاحب کے نام گرامی کو بڑے عجیب انداز سے ذکر کرتے اور فرماتے زینۃ المحدثین مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً اور گلشن حقانیہ سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔

کبھی کبھار ہم آپس میں ملتے تو میں عموما بیس روپیہ کا ہدیہ پیش کرتا اور بہت خوش ہوجاتے وفات کے بعد جب میں نے انکے چہرہ کو دیکھا تو محسوس ہورہا تھا کہ مسکرارہے ہیں اسی وقت فارسی شاعر کے دوشعر یاد آگئے اور انہی اشعار کے وہ مصداق تھے:

یاد داری کہ وقت زارن تو
ہم خندان بود ند وتو گریان
ایخنان ذی کہ وقت مردن تو
ہمہ گریان بودند وتو خندان

اخیراً حیات بھی مبارک اور رحلت ووفات بھی مبارک عاش سعیداً ومات سعیداً

مولانا مجاہد الحسینی
مصنف، ادیب، محقق

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ کا سفر آخرت

اللہ کی ذات خالق کائنات ہے اس کا نظام ایسا ہے جس کے مطابق ہر چیز فنا ہوجاتی ہے اور اس میں نہ مخلوق کی مداخلت کارگر ہوسکتی ہے اور نہ ہی خالق کائنات کے فیصلے میں کوئی تغیر وتبدل ہوسکتا ہے نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ ملک میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس نے موت وحیات کا سلسلہ اس لئے قائم کیا ہے تاکہ انسان کے عمل وکردار کی حقیقت معلوم کی جائے کہ ان میں سے کون اچھے اور احسن کام کرتا ہے اور کون بدعملی وبدکرداری کا مظاہرہ کرتا ہے۔

ان کا دائرہ فیض وسیع تھا

اس نظام قدرت کے تحت اس کائنات کے بے شمار انسان اللہ کے دئے گئے وقت کے مطابق سفر اختیار کررہے ہیں انہی مسافرین آخرت میں سے پاکستان کی ایک جلیل القدر اور منفردانہ خصوصیات وکمالات کی حامل شخصیت شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ (جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) کی ذات گرامی تھی ڈاکٹر صاحب مختلف علوم وفنون میں زبردست دسترس اور مہارت کے حامل تھے جامعہ اکوڑہ خٹک (صوبہ خیبر پختونخوا) کے منصب شیخ الحدیث پر فائز ہونا بذات خود بڑا اعزاز ہے کیونکہ حقانیہ یونیورسٹی اسلامی علوم ومعارف کی ایک منفرد اور مثالی تعلیم گاہ ہے اس چشمہ فہم وادراک سے سیراب ہونے والے صرف صوبہ پختونخوا سے ہی متعلق نہیں ہیں بلکہ اس کا دائرہ فیض رساں مملکت افغانستان وایران تک وسیع ہے آپ نے ایران میں ختم بخاری شریف کے طلباء سے فارسی میں خطاب کیا تو سامعین ان کے تبحر علمی سے بے حد متاثر ہوئے چنانچہ ان کا ایران کے حلقہ اہل سنت والجماعت کے ساتھ گہرا تعلق خاطر تھا۔

تحریکات کے سرپرست، کتب کے مصنف اور مدارس کے پاسبان

اس طرح خلافت اسلامی کی نشأۃ ثانیہ کے بانی خلیفہ ملا عمرؒ اور انکے رفقاء انقلاب اسلامی میں سے اکثر جامعہ حقانیہ اور شیخ الحدیث ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ کے شاگردان رشید اور انکی صحبت سے فیض یافتہ ہیں ڈاکٹر سید شیر علی

شاہؒ کئی بلند پایہ کتب کے مصنف اور ان کے کئی تحقیقی مقالات تھے، نیز مختلف دینی اور سیاسی جماعتوں کے رہنماوں خصوصا دینی مدارس کے مہتمم حضرات کیساتھ انکے گہرے مراسم تھے اور ان کی روح افروز عقیدت واحترام کا مرکز تھے۔

اتحادِ امت کے نقیب

مخدوم ومحترم ڈاکٹر شیخ الحدیث سید شیر علی شاہؒ کی زیارت اور شرف ملاقات کا راقم الحروف فقیر کو چند مرتبہ اعزاز حاصل ہے ایک مرتبہ اس فقیر کے درویش خانے پر رونق افروز ہوئے تو بڑی فکر مندی اور دل سوزی کے ساتھ علماء حق کی باہمی کشمکش اور دھڑے بندی کے نقصانات کی نشاندہی کی، دوران گفتگو اس فقیر نے خصوصی طور سے علمائے کرام کے گروپوں کے ساتھ ختم نبوت کے مقدس نام سے کئی گروپوں اور تنظیموں کا نام لے کر تذکرہ کیا تو ڈاکٹر صاحب نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ جامعہ حقانیہ کے مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب اپنے مزاج اور رجحان کے اعتبار سے لچکدار پہلو رکھتے ہیں سنجیدہ اور صلح جو ہیں لیکن دوسری جانب کے رہنما سیماب فطرت اور غیر مستقل مزاج ہیں ان حضرات کے مابین اتحاد واتفاق کی راہ ہموار کرنے کی کوشش جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔ پھر شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ نے سرد آہ بھرتے ہوئے فرمایا کہ:

''ختم نبوت کے نام پر یہ جداگانہ تنظیمیں درحقیقت پاکستان میں قادیانیت کے لئے راہ ہموار کررہی ہیں اور اس فتنے کے فروغ کا افسوسناک ذریعہ بن رہی ہیں اس خلفشار اور کشمکش کے اسباب ومحرکات پر نگاہ ڈالتا ہوں تو ان میں کوئی نظریاتی خرابی یا عقیدے میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں پاتا ان کے عقائد صحیح ہیں ان کا ہدف بھی ایک ہی ''فتنہ قادیانیت'' ہے بایں ہمہ جدا جدا ختم نبوت کی تنظیمیں سرگرم عمل دیکھ کر میری تو نیند کافور ہوجاتی ہے اور دل کی دھڑکنیں تیز ہوجاتی ہے۔ سوچتا ہوں کہ پاکستان میں کوئی ایسا رجل رشید موجود نہیں جو ختم نبوت کے مقدس مشن پر باہمی نزاع کی فضا ختم کرا کے وحدت واتفاق کے حلقے میں لاسکے اور بلا وجہ گروپ بازی کے شیطانی ہتھکنڈوں سے بچا کر امت مسلمہ کو حضور خاتم الانبیاء ومرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کا تحفظ کرانے کی سعادت پائے۔ انہوں نے فرمایا کہ مذہبی جماعتوں کو متحد کرنے کے سلسلے میں جو بھی کوشش کرے گا، میں اس کے ساتھ ہوں، یہ کوشش موجبِ خیر وبرکت اور ذریعہ نجات واخروی ہے۔''

حضرت شیخ الحدیث ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ کی خدمت میں راقم نے عرض کیا کہ آپ اگر اجازت دیں تو اس سلسلے میں ختم نبوت کے نام کی تنظیموں کے رہنماوں کو اس مقدس مقصد کے حصول کی دعوت دی جائے ان میں سے جو اس اجلاس میں شمولیت پر آمادہ ہوں ان پر مشتمل فیصل آباد یا لاہور میں عظیم الشان اجتماع کا اہتمام کرکے

واحد ختم نبوت تنظیم کا اعلان کیا جائے ،دوران گفتگو راقم نے یہ بھی عرض کیا کہ ختم نبوت نام کے متحدہ محاذ کی پہلے بھی کوشش کی گئی ہے اور قیام پاکستان کی تاریخ میں مذہبی جماعتوں بالخصوص ختم نبوت کے زیر عنوان کسی اتحاد کی نہیں بلکہ ان تنظیموں کے کسی ایک میں ادغام کی ضرورت ہے ،مذہبی جماعتوں کی جانب سے ''شغل محاذ سازی'' کے سارے تجربے بری طرح ناکام ہوگئے ہیں ،عصر حاضر میں کئی دیگر سیاسی جماعتیں باہمی اتحاد کی سعی لاحاصل کررہی ہیں ،حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فرمان کے مطابق فكّ كل نظام کہ غلط نظام ختم کر کے اور اپنی تنظیمیں توڑ کر نئی ایک مؤثر تنظیم معرض وجود میں لانے کی ضرورت ہے۔

یکا یک اندھیرا اچھیل گیا

عرض یہ کہ حضرت شیخ الحدیث ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ کی خدمت میں جو معروضات پیش کی گئی تھیں ان کے مطابق لائحہ عمل ابھی مرتب ہونے کو تھا کہ یہ افسوسناک خبر موصول ہوگئی کہ پاکستان کی عظیم دینی ،علمی وعملی اور علوم عصرِ حاضر پر محققانہ دسترس رکھنے والی شخصیت سفر آخرت اختیار کر گئی ہے اور پاکستان کے علاوہ افغانستان اور ایران کے لاکھوں علماء کرام ملی اور سیاسی رہنماؤں اور دینی مدارس کے طلباء نے ان کے جنازے میں شرکت کر کے زبردست خراج عقیدت واحترام پیش کیا ہے اور ان کے لئے جنت الفردوس میں مقام علیین پر فائز کرنے کے اللہ کے حضور دعائیں کی ہیں حضرت شیخ الحدیث ڈاکٹر مولانا سید شیر علی شاہؒ دور حاضر میں اللہ کی نعمت اور ولی کامل تھے۔

ان کی وفات سے یوں محسوس ہوا کہ یکا یک تیز روشنی بجھ گئی اور ماحول گھرے ظلمت کدے میں ڈوب گیا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیثؒ کی دینی علمی اور ملی خدمات کو شرف قبولیت سے نواز کر انہیں اپنے خاص جوار رحمت میں بلند مقام عطاء کرے اور ہم سب کو ان کی روشن کردہ علمی دینی علمی اور ملی خدمات کو شرف قبولیت سے نواز کر انہیں اپنے خاص جوار رحمت میں بلند مقام عطا کرے اور ہم سب کو ان کی روشن کررہ علمی دینی اور روحانی شمع تابناک رکھنے کی توفیق سے نوازتا ہے۔آمین

پیر طریقت مولانا محمد عزیز الرحمان ہزارویؒ
بانی ومہتمم دارالعلوم زکریا ترنول اسلام آباد

امیر المومنینؒ کے بعد
شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہؒ بھی داغ مفارقت دے گئے

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ جمعرات ۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ کو بعد از نماز عصر حرم نبوی شریف اپنے آقا حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں حاضری کے لئے عزیز عتیق الرحمٰن سلمہ کے ساتھ روانہ ہوا تو یکدم خیال آیا کہ اپنے مربی ومحسن ومشفق استاذ گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خیریت ان کے داماد حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب سے دریافت کروں اس خوش نصیب داماد نے آخری لمحات تک خدمت کا حق ادا کیا اور اکثر وبیشتر حضرت قدس سرہ سے بذریعہ فون ملاقات اور دعائیں لینے کا وسیلہ بنتے رہے فجز اہ اللہ خیرا سامنے روضہ اقدس اور بقیع شریف ....فون ملایا تو محترم مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب نے حضرت کو فون دیا حضرتؒ نے حسب عادت شریفہ انتہائی پیار ومحبت سے سلام قبول کیا اور روضہ اقدس پر صلوٰۃ وسلام اور دعاؤں کا عاشقانہ انداز سے حکم فرمایا اور ساتھ ہی دعاؤں کا سلسلہ شروع فرمادیا اور میری اولاد کے لئے بھی ہمیشہ کی طرح خصوصی دعائیں کیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اور عزیز اویس سلمہ کا پوچھا کہ اویس مولانا کیسے ہیں ...... بندہ نے عرض کیا آپ کا صلوٰۃ وسلام پیش کرنا اور آپ کے لئے دعائیں کرنا میرے لئے سعادت ہے بس یہ آخری گفتگو تھی جو وصال سے تقریباً اکیس گھنٹے قبل ہوئی مولانا نے بتایا کہ طبعیت اچھی ہے اور کل پرسوں ہسپتال سے گھر تشریف لے جائیں گے بہت خوشی ہوئی۔

جب وصال کی خبر ملی

صلوٰۃ وسلام اور دعاؤں کا سلسلہ جاری تھا کہ سید الایام جمعۃ المبارک بعد نماز جمعہ تقریباً ڈھائی بجے ایک مدنی دعوت میں دسترخوان پر دو تین نوالے لئے تھے کہ ہری پور سے عزیز مولانا صلاح الدین صاحب کا فون آیا حضرت شیخ کا پتہ ہے...... وہ تو اللہ کو پیارے ہوگئے پھر کیا تھا کھانا وہیں اور ہم سارے سن کر سکتے میں رہ گئے اور اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کا ورد جاری ہوگیا ماضی کی طرف دل ...... حضرتؒ کی عظیم مجاہدانہ، علمی، روحانی اور عاشقانہ

سنت سے مزین مبارک زندگی اوران کی اپنے اوپر اپنی اولاد اور اقارب پر شفقتوں بھری یادیں تڑپانے لگیں احقر نے فورا مولانا ضیاء الرحمان صاحب کو فون کیا غالبًا یہ وصال کے بعد ان کو پہلا فون مدینہ منورہ سے موصول ہوا ان کی حالت غیر تھی احقر خود مغموم ان کو صبر کی تلقین کرتا رہا کہ یہی راستہ اہل ایمان کا ہے اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ محترم مولانا نے حضرت کے سفر کے آخری دن یعنی سید الایام جمعہ المبارک کے معمولات بھی بتلائے۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے اٹھے

بعض ناعاقبت اندیش لوگ اولیاء اللہ سے دور رہتے ہیں انکی قدر ومنزلت کو پہچانتے نہیں اس لئے دانستہ یا نادانستہ ان کی مخالفت بھی کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ موت کے وقت اور موت کے بعد ان محبوبوں کا شہرہ ایسا کرواتے ہیں کہ دنیا والے حیرت میں رہ جاتے ہیں یہی حال ہمارے اس درویش ولی اللہ کا ہوا جس کی تعریف حامد میر صاحب اور بی بی سی کے مشہور نمائندے رحیم اللہ یوسف زئی اور دیگر حضرات بھی اپنے کالموں میں کئے بغیر نہیں رہ سکے چنانچہ حامد میر صاحب کا روزنامہ جنگ میں ایک کالم بعنوان ''ایک درویش کا سفر آخرت'' انتہائی منصفانہ اور مبنی بر حقیقت تھی۔

حضرت نے وفات کے دن مخدوم ومکرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہ، صاحبزادہ امجد علی شاہ صاحب اور دیگر حضرات کو جو پانچ خطوط لکھے ہیں وہ بھی ان کی عنداللہ مقبولیت کی دلیل ہیں۔

حضرت کی قبر مبارک سے خوشبو

تدفین کے دن بعد نماز عشاء محترم مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب کا فون آیا کہ حضرت کی قبر مبارک سے خوشبو مہک رہی ہے کچھ دیر بعد اسی طرح فون عزیز مولانا محمد قاسم بن محترم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب سلمہ کا بھی آیا کہ خوشبو کی وجہ سے لوگوں کا جم غفیر ہے اور ہجوم کی وجہ سے قبر شریف کے گرد جنگلہ لگایا گیا۔

عنداللہ علماء دیوبند کی مقبولیت

الحمد للہ کہ اہل سنت والجماعت دیوبند کے بہت سے اکابرین امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے حضرت شیخ مولانا شیر علی شاہ صاحب تک کی قبور سے جنتی خوشبو کی مہک سے ان اکابرین کے حقانی عقائد کی تصدیق ہوگئی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی خاک پا بنائے اور قیامت میں ان کے ساتھ حشر فرمائے آمین۔

حضرت شیخؒ سے تعارف وتعلق

۷۰۔۱۹۷۱ء کی بات ہے کہ احقر اپنے عظیم محسن مجاہد ملت حضرت ہزاروی نور اللہ مرقدہ کی سیاسی مہم میں

خادمانہ شریک تھا یہ میرے درس نظامی کا آخری سال تھا مجھے یہ شوق تھا کہ میرا دورۂ حدیث شریف دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ میں ہو، جماعتی مہم کی وجہ سے کچھ تاخیر ہوئی تو مجاہد ملت حضرت ہزارویؒ نے میرے لئے حضرت اقدس مولانا عبدالحق صاحبؒ کو سفارشی خط لکھا پھر انہوں نے اور دیگر اساتذہ کرام نے حضرت ہزارویؒ کی محبت میں احقر کو بے حد شفقتوں سے نوازا، ان میں استاذ مکرم حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحبؒ بھی تھے جن کے پاس اس وقت مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد، ابن ماجہ اور نسائی شریف کتب حدیث تھیں اس کے بعد پھر حضرت سے ایسا تعلق ہوا جو الحمد للہ آخر تک رہا اور حضرت شیخ کی اولاد میں مولانا سید امجد علی شاہ صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی اور حضرت مولانا سید ارشد علی شاہ صاحب فاضل دارالعلوم حقانیہ فاضل عالم ہیں اللہ تعالیٰ ان کو حضرت جیسا بنادے اور حضرت کی اہلیہ محترمہ، صاحبزادیوں، دامادوں، بھائی، خاندان اور تلامذہ متعلقین جملہ افراد کو صبر واجر عطاء فرمائے۔

مولانا عبدالمعبود
مصنف ''تاریخ مکہ'' و ''تاریخ مدینہ

ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کی جدائی

محدث کبیر جلیل القدر مفسر، عظیم مصلح علم وعمل کا بدر منیر حقانیہ کے افق پر روپوش ہوگیا شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ العزیز کا پروردہ، جامعہ حقانیہ کا مسند نشین عالم اسلام کا ہیرو دنیائے فانی کو خیر باد کہہ کر عالم جاودانی میں راحت گزیں ہوگیا مجاہدین کا سپہ سالار وغم خوار علماء کا پشتی بان احناف کا عظیم ترجمان طلباء کا شفیق وانیس معلم عالم جاوید کو سدھار گیا شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کا ہم مکتب ہم سبق ہم سفر ان کی علمی عظمتوں کو آشکارا کرنے والا دیرینہ جگری دوست ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گیا۔

عرب وعجم کی مسلمہ علمی شخصیت

آہ! ڈاکٹر علامہ وفہامہ شیر علی شاہ قدس سرہ بیک وقت جامعہ حقانیہ، شیرانوالہ دروازہ لاہور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ کی متنوع علمی نمونہ بھی تھے ڈاکٹر صاحب ممدوح منقول ومعقول بلکہ جملہ اسلامی علوم میں کامل رسوخ کے حامل اور عرب وعجم کی مسلمہ علمی شخصیت تھی۔

وہ بیک وقت محدث مفسر نامور خطیب کہنہ مشق مدرس اور عظیم المرتبت مصنف تھے قرآنی اسرار ورموز ہوں یا علوم حدیث کی نکتہ آفرینیاں فلسفہ اور علم الکلام کی موشگافیاں ہوں یا علم فلکیات کی پیچیدہ اور پراسرار کیفیات ڈاکٹر شیر علی شاہ نور اللہ مرقدہ کو سب پر عبور حاصل تھا وہ سب علوم میں یکساں طور پر مہارت کاملہ کے حامل تھے۔

ہر میدان کے شہسوار

جب وہ طلباء میں قرآنی علوم ومعارف کی موتی بکھیر رہے ہوتے تھے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ مولانا محمد مظہر نانوتوی اور علامہ شبیر احمد عثمانی کی روح ان کے قالب میں سرایت کرگئی جب وہ دورۂ حدیث کے منتہی طلباء کو بخاری شریف کی تشریح وتوضیح اور روایات کی تدفین وتنقیح سے روشناس کررہے ہوتے تو سامعین خیال کرتے کہ علامہ انور شاہ کاشمیری ان کی زبان سے تکلم کررہے ہیں جب ڈاکٹر صاحب موصوف فلسفہ وکلام کی ابحاث پر گوہر فشانی کرتے تو قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی کی یادتازہ ہوجاتی تھی

علامہ شیر علی شاہ قدس سرہ وجاھدوا فی سبیل اللّٰہ حق جھادہ کی عملی تصویر تھے، وہ اسلام کی سربلندی

کی خاطر سپر پاور سے بے دریغ ٹکرانے والا سرفروش مجاہد، وہ اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر جان جوکھوں میں ڈال کر سر بکف، میدان جہاد میں چٹان بن گیا وہ امیر جیش مجاہدین کے شانہ بہ شانہ طورا بورا کی سنگلاخ وادیوں میں صحرانوردی کرنے والا دنیا سے رخصت ہوگیا۔

آج حقانیہ کے درودیوار اداس ان کی جدائی پہ نوحہ وکناں ہیں آج مسند حدیث ان کی جستجو میں سرگرداں ہے آج حقانیہ کے طلباء فضلاء اور علماء اس نابغہ روزگار محقق محدث مفسر کا مثیل پانے سے قاصر ہیں لیکن کل من علیھا فان کے خدائی فیصلہ کے سامنے سب ہی سرنگوں ہیں اور راضی برضا کا ورد سب کے لبوں پر ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کا ابرِ فیض

حضرت علامہ ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ نے جامعہ حقانیہ سے حفظ کی سند وصول کی ان کے عالم وفاضل ہونے کا اعزاز جامعہ حقانیہ کا مرہون منت ہے ان کی ڈاکٹریت کی آفاقی ڈگری جامعہ حقانیہ کی رہین منت ہے ان کی عظمتوں کے پھیرے جامعہ حقانیہ کی کاخ فقیری ہی نے سر بلند کئے اور پھر عالم اسلام پر سایہ فگن ہوگئے وہ جو کچھ بھی تھے جامعہ حقانیہ ہی کے علمی کمالات کا مظہر اور فیضان نظر تھا حسبی اللہ جل مجدہ نے لازوال عزتوں اور رفعتوں سے سرفراز فرمادیا۔

جنازہ

شیخ الحدیث حضرت علامہ شیر علی شاہ قدس سرہ العزیز کا جنازہ پاکستان ہی کی تاریخ نہیں بلکہ تاریخ عالم کا عظیم الشان جنازہ تھا ایسا فقید المثال جنازہ شاید چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہوگا اس جنازہ نے صدیوں پرانی حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے جنازہ کی یاد تازہ کردی۔شرکاء جنازہ علماء صلحاء مشائخ قدردان مخلصین محبین شمع توحید ورسالت کے پروانے دیوانے ہم سفر مجاہدین سماجی سیاسی کارکن اور کلمہ گو مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا اس جم غفیر نے دنیا کو یہ تاثر دیا ہے کہ انسانوں کے دلوں پر حکمرانی کرنے والا فقیر اور درویش اس شان آن اور بان سے دنیا کو الوداع کہتا ہے جس پر شاہان دنیا کو بھی رشک آتا ہے،خوش نصیب اور خوش بخت ہیں وہ حضرات جنہیں اللہ کے محبوب ومقبول مرد حق آگاہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی اور بدنصیب ہیں وہ حکمران اور سیاسی زعماء جنہیں اللہ کے ولی کے سانحہ ارتحال پر زبان سے تعزیت کے دو بول ادا کرنے کی توفیق بھی نہ ہوسکی اور میڈیا کے کارپردازوں کو ناچ گانے کی نشریات سے فرصت نہ مل سکی کہ وہ اس المیہ کی خبر بارڈ کاسٹ کرسکیں اور مدیران اخبارات نے بھی اس عظیم سانحہ کو درخور اعتنائی نہ سمجھا۔

لیکن نشریات کے فقدان کے باوجود جنازہ میں اس قدر عظیم اجتماع حضرت اقدس مرحوم کی کھلی کرامت تھی کہ لاکھوں لوگ شریک ہوکر اپنے لئے ذخیرہ آخرت محفوظ کرلیں۔

مولانا عزیز الرحمان

ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی

شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ صاحبؒ نابغہ روزگار شخصیت!

علمی اور دینی حلقوں کی نامور شخصیت جید عالم دین اور قلندر صفت مولانا شیر علی شاہ صاحب ۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۵ جمعۃ المبارک کے دن شام تقریباً ۳ بجے وفات پاگئے إنا للّٰہ وإنا الیہ راجعون ان للہ ماا عطیٰ و کل شئی عندہ باجل مسمی اللھم اغفر لہ وارحمہ واکرم مثواہ آمین

مولانا رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل دینی غیرت وحمیت اور تواضع وخاکساری کی صفات وکمالات سے آراستہ قیمتی اثاثہ تھے جو طویل علالت کے بعد ہزاروں شاگردوں رفقائے طریق حق اور لاتعداد عقیدت مندوں کو غمزدہ چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئے۔

عملی، فکری اور نظریاتی قائد

آپ کو علوم عقلیہ ونقلیہ دونوں پر کمال کا عبور حاصل تھا پاکستان کے علاوہ افغانستان سے بھی ہر سال طلبہ کی بڑی تعداد آپ سے شرف تلمذ حاصل کرنے کے لئے جامعہ حقانیہ پہنچتی رہی علمی کمالات کے علاوہ مرحوم تواضع اور خاکساری کا بھی پیکر تھے اور اپنی شیرین گفتاری سے ملنے والے کو گرویدہ بنا لیتے تھے۔

جب روس نے حملہ کر کے اپنی فوجیں افغانستان میں اتاریں اور سرخ کفر کی اس جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے عیور افغان قوم جہاد کا پرچم لے کر سر بکف ہوگئی تو مولانا نے بھی فکری اور نظریاتی محاذ میں اس مقدس جہاد میں جوش وخروش کے ساتھ حصہ لیا تقریباً پندرہ سال کی طویل جدوجہد اور بے مثال قربانیوں کے بعد بالآخر روسی فوج اس جہاد کے سامنے ٹھہر نہ سکی اور رسوائی کے ساتھ پسپا ہوگئی۔

طالبان کے ترجمان

جس کے بعد ملک کے بڑے حصہ پر طالبان کی حکومت قائم ہوگئی جس کے ذمہ داران مولانا کو سرپرست کی نظروں سے دیکھتے تھے کہ جذبہ جہاد سے سرشار مولانا ملک اور بیرون ملک عرب ممالک میں، ان کے بہترین ترجمان تھے مولانا کی وفات کا صدمہ پاکستان کے علاوہ افغانستان کے عوام نے بھی شدت سے محسوس کیا، چنانچہ اگلے دن ۱۱ بجے صبح ملک کے مختلف حصوں سے جمع ہونے والے اس جم غفیر میں جو اپنی تعداد کے لحاظ سے کئی کلومیٹر تک پھیلا ہوا تھا افغانستان سے بھی شرکاء کی بڑی تعداد شریک تھی۔ رب کریم مرحوم کو اپنے جوار میں مراتب عالیہ سے سرفراز فرمائے ان کے پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے اور ان کے نسبی وروحانی باقیات صالحات کو ملک وملت اور علمی ودینی حلقوں کے لئے مفید ونافع بنائے آمین۔

مولانا پیر محمد سیف اللہ خالد نقشبندی

صدر و مہتمم جامعہ منظور الاسلامیہ لاہور کینٹ

ایک نابغہ روزگار شخصیت

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحبؒ ایک نابغہ روزگار شخصیت کے مالک تھے۔حضرت کی وفات موت العَالِم موت العالَم کا مصداق تھی۔آپ نے اپنی انتھک محنت اور للّٰہیت کی بناء پر وہ مقام حاصل کیا جو بڑے بڑے وسائل رکھنے والے علماء اور شیوخ کے پسماندگان نہ حاصل کر سکے۔آپ کی زندگی اور کامیابی ہر اس انسان کے لئے نمونہ ہے جو خداداد صلاحیتوں کا صحیح استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کے پیغام پر خود عمل کرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو امن، سلامتی اور خوشیاں دینا چاہتا ہے آپ نے محنت اور اساتذہ کی خدمت کر کے وہ مقام حاصل کیا جس کے لیے دینی مدارس کے طلبہ اور اساتذہ کرام کوشاں ہیں، کاش کہ دینی مدارس کے طلبہ اور اساتذہ دیانتداری سے اس پر توجہ دیں کہ دنیاوی تعلیم والے اور دنیادار ظاہری اسباب ووسائل کی ترقی میں کتنے آگے نکل چکے ہیں اور مزید ترقی پذیر ہیں۔لیکن ہم دین والے اتنا تو کہتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد ایسے ایسے تھے لیکن عملاً ان کی زندگی کی کوئی جھلک ہماری زندگی میں نہیں۔حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی ساری زندگی اپنے آباؤ اجداد (یعنی علماء) کی میراث کے حصول کے لیے صرف کردی اور وہ سرخرو ہو کر دنیا سے گئے ۔الحمدللہ پاکستان ہی نہیں بیرون پاکستان بھی بے شمار لوگ ان سے محبت کرتے تھے۔ان کے بارے میں بہت کچھ لکھا اور کہا جائیگا ضرورت اس بات کی ہے کہ جس طرح انہوں نے بے سروسامانی کے عالم میں دین حق کی خدمت اور ترجمانی کی آج بھی ان سے محبت اور تعلق کا ثبوت یہ ہے کہ ہم ان کی طرح اشاعت دین اور خدمت خلق میں وہی طریقہ اختیار کریں جو ان کا طرہ امتیاز تھا اور ملک اور بیرون ملک دین متین کی خدمت میں پیش پیش رہے اور انتہائی نا مساعد حالات میں بھی انہوں نے پرچم اسلام کو سرنگوں نہیں ہونے دیا اور علماء کی جمعیت کو پارہ پارہ ہونے سے بچائے رکھا آج اگر علماء، طلباء اور دیندار طبقہ اپنی ذاتی زندگی میں حضرت شاہ صاحبؒ کی زندگی کو نمونہ بنا کر منزل کی طرف بڑھیں گے تو وہ وقت دور نہیں انشاء اللہ العزیز ہم منزل کو پالیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت بھی ہمارا راستہ کھوٹا نہیں کر سکتی۔ یہ سب کچھ ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم غفلت اور لاپروائی برت کر بہت بڑے نقصان سے دوچار ہو رہے ہوں۔

اللہ جل شانہ حضرت شاہ صاحبؒ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطاء فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطاء فرمائے۔امین!

شیخ التفسیر مفتی محمد اسحاق پلندری

ضبط و تحریر: حافظ محمد وقاص

میرے محسن میرے دوست

حضرت شیخ التفسیر دامت برکاتہم نے حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نوّر اللہ مرقدہ کے بارے میں غم و اندوہ میں ڈوبے اپنے جذبات کے اظہار و بیان کے ضمن میں ارشاد فرمایا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور میرے وہ بزرگ اور قابل فخر ساتھی تھے، جو میرے قلب حزیں میں متمکن و جا گزیں ہیں، اور اس وقت تک متمکن و جا گزیں رہینگے جب تک یہ دل زندہ اور موجود ہے، اِن شاء اللہ العزیز، ہم نے ۱۹۷۲ء سے لیکر تکرر ۱۹۷۶ء تک چار سال کا طویل عرصہ مدینہ منورہ کے نورانی ماحول میں قلبی محبت اور دلی تعلق و یگانگت کے گہرے روابط کے ساتھ گزارا، والحمدللہ جل و علا، چار سال کا یہ عرصہ ہم نے اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ کے کلیہ الشریعہ میں ہم کلاس اور ہم درس کے طور پر گزرا، جہاں ہم عموماً رات کو عشاء کی نماز کے بعد کلیہ کے وسیع و عریض دالان کی پُر فضا و پُر نور میں باہمی تکرار کیا کرتے تھے، ہمارے ساتھ تین چار ساتھی اور بھی ہوا کرتے تھے،لیکن تکرار عام طور پر حضرت شاہ صاحب ہی کروایا کرتے تھے،اور چھٹیوں کے دنوں میں ہمارے باہمی تکرار کی یہ مبارک و مسعود مجلس مسجد نبوی کے نورانی ماحول میں ہوا کرتی تھی، جہاں کافی دیر تکرار کرنے سے جب تھکاوٹ ہو جاتی تو ہم کچھ دیر کے لئے باہر جا کر قہوہ پیا کرتے تھے،اس وقت مہر و محبت اور خیر برکت کا ایک خاص سماں ہوا کرتا تھا،شام کے وقت میرا (حضرت شیخ التفسیر مدظلہم کا) مسجدِ نبوی میں درسِ قرآن کا حلقہ ہوا کرتا تھا، جو بابُ الرَّحمۃ کی پچھلی جانب مغرب کے بعد سے لیکر عشاء کی اذان تک ہوا کرتا تھا،جس میں برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش وغیرہ کے مختلف ملکوں سے تعلق رکھنے والے ،اردو بولنے اور سمجھنے والے لوگ کافی بڑی تعداد میں شریک اور شامل ہوا کرتے تھے،عربی زبان کی ایک کہاوت ہے،المعاصرۃ اصل المنافرۃ، یعنی ہم عصر اور ساتھی ہونا ،منافرت اور چپقلش کی جڑ اور بنیاد ہوتا ہے،ساتھی ساتھی کے علم و فضل کا اعتراف نہیں کرتا، بلکہ عموماً اس کے عیب ہی چننے ہی کی کوشش کرتا ہے،لیکن حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کا معاملہ اس سے یکسر مختلف تھا، میں (حضرت مدنی حفظہم اللہ) عام طور پر ساتھیوں سے گفتگو کے دوران کہا کرتا ہوں کہ وہ میرے ساتھی نہیں تھے، بلکہ میں ان کا ساتھی تھا، کیونکہ وہ عمر میں بھی مجھ سے بڑے تھے،اور علم و فضل میں بھی بڑے تھے،اور تقوٰی اور پرہیز گاری میں بھی مجھ سے کئی گنا بڑے تھے لیکن اس کے باوجود مرحوم میرا اس

طرح احترام کرتے تھے جس طرح کہ کسی بڑی شخصیت کا احترام کیا جاتا ہے،اور میری (حضرت مدنی ظلھم اللہ کی) تفسیر کے بارے میں مرحوم نے جو تقریظ تحریر فرمائی،وہ دیکھ کر میں حیرت اور استعجاب میں ڈوب کر رہ گیا،میرے (حضرت مدنی ظلھم اللہ) تصور میں نہیں تھا کہ مرحوم میرے بارے میں اس طرح کی وقیع ،پُرزور اور پُر مغز تقریظ تحریر فرمائیں گے،یہ دراصل مرحوم کے صدق واخلاص،للّٰہیت وبےنفسی اور اصاغر نوازی کا ایک نمونہ اور مظہر تھا،مرحوم کی یہ تقریظ جو دوسرے اکابر اہل علم کی تقاریظ کے ساتھ ایک مستقل کتابچے میں طبع شدہ موجود ہے۔اور تقریظ کے آخر میں فی البدیہہ اشعار سے میری تفسیر قرآن کی تحسین فرمائی۔وہ اشعار حسب ذیل ہیں

كتابك عمدة التبيان تاج
من الرحمان فى الدارين عندى
قرائته تزيد القلب نورا
وفيه بهجة الثقلين عندى
وكم طالعت من كتب و لكن
كتابك قرّة العينين عندى
جزاك الله يا حبّى وعينى
اصبت الخير فى الكونين عندى

دعا جو،ودعا گو،اخوک فی اللہ،شیر علی شاہ،

۱۴۱۷/۱/۳۰ھ

دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا ہے کہ اللہ تعالی مرحوم کو کروٹ کروٹ اپنی خاص رحمتوں اور عنایتوں سے نوازے،ان کو جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے،اور ان کے انتقال سے پیدا ہونے والے خلاء کو اپنی رحمت بےعنایت سے پر فرمائے،امین ثم امین یا رب العلمین،ویا ارحم الراحمین ،واکرم الاکرمین،

عجب نیست برخاک اگر گل شگفت
کہ چندیں گل اندام در خاک خُفت

مولانا محمد ازہر
مدیر ماہنامہ ''الخیر'' کراچی

ایک عالم ربانی کی جدائی

حمد وستائش اس ذات کیلئے جس نے کارخانہ عالم کو وجود بخشا اور درود وسلام اس کی آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے حق کا بول بالا کیا۔

گزشتہ مہینے کا سب سے اندوہناک علمی حادثہ ملک کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ (اکوڑہ خٹک) شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ کا سانحہ رحلت ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیرعلی شاہ رحمہ اللہ کا تعلق سادات خاندان سے تھا۔آپ رحمہ اللہ کے والد قدرت علی شاہ رحمہ اللہ زمیندار تھے، مولانا مرحوم خود بھی اوائل عمر میں کھیتی باڑی کرتے رہے مگر پھر تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے اور دارالعلوم حقانیہ میں ابتداء سے دورہ حدیث تک تعلیم حاصل کی۔اور ۱۹۵۵ء میں تعلیم سے فراغت کے بعد جامعہ حقانیہ سے اپنی تعلیمی وتدریسی سفر کا آغاز کیا اور کم وبیش ۶۰ سال تک سند تدریس وارشاد کو رونق بخشی، اس عرصہ میں پاکستان اورافغانستان کے ہزاروں علماء ومشائخ نے آپ سے استفادہ کیا۔

میڈیا کا افسوسناک رویہ

جس دن حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا اسی دن (۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ جمعۃ المبارک) پاکستان تحریک انصاف کے سربراہ جناب عمران خان کی اپنی اہلیہ کو طلاق دینے کی خبر منظر عام پر آئی، ہمارے الیکٹرانک،سوشل اور پرنٹ میڈیا نے دونوں خبروں کے بارے میں جس طرز عمل کا مظاہرہ کیا وہ ہماری اخلاقی زبوں حالی،فکری انحطاط، ظاہر پرستی اور شہرت پسندی کا آئینہ ہے۔اگر ہمارے میڈیا کے ذمہ داران میں علم دوستی اور جوہر شناسی کا فقدان نہ ہوتا تو انہیں حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے مقام ومرتبہ کا ضرور اندازہ ہوتا کہ وہ پاکستان کے علمی حلقوں کا وقار اور مسلمانوں کا فخر تھے ان کے المناک جدائی کا نقصان ایسا تھا کہ پوری قوم کو اس سے آگاہ کیا جاتا، ان کی غیر معمولی تعلیمی وتدریسی خدمات پر پوری قوم نوحہ خواں ہوتی اور ملک وملت کیلئے ان کی پرخلوص وبے پایاں خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کرتی۔مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ جیسے افراد قوموں

کی پیشانی کے جھومر ہوتے ہیں ۔ جو خود نمائی اور شہرت اور اس کے اسباب سے دور رہتے ہوئے ہزاروں افراد کی زندگیوں میں انقلاب بپا کر دیتے ہیں۔

قدیم روایات جدید کمالات کے حامل

ہمارے میڈیا نے غالباً انہیں ''ایک مولوی'' سمجھ کر نظر انداز کیا ہوگا لیکن شائد اسے معلوم نہ تھا کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ کو انگریزی کے چند جملے بول مصنوعی رعب ڈالنے والوں سے کہیں زیادہ انگلش آتی تھی ۔ وہ اپنا مافی الضمیر پوری فصاحت وبلاغت کے ساتھ انگلش ،عربی ،فارسی ، اردو، اور پشتو میں بیان کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔ انہوں نے عرب وعجم کے اکابر اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ مدینہ یونیورسٹی (سعودی عرب) سے شعبہ قضاۃ میں ایم فل ، بعد ازاں پی ایچ ڈی کر ڈگری حاصل کی ۔ جدید موضوعات اور فنون پر مہارت کے باوجود دینی مدارس میں درس وتدریس کو اپنی زندگیوں کا نصب العین بنایا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ استاد المحدیثین حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کے مایہ ناز شاگرد اور دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر فرزند تھے اور دارالعلوم کے بزرگ اساتذہ کرام کے علم وعمل ،تقویٰ وطہارت، سادہ معاشرت ، بےنفسی اور علم دوستی کا نمونہ تھے ، عام طور پر یونیورسٹیوں سے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں لینے والے اپنا قبلہ مقصود تبدیل کر لیتے ہیں۔ مگر حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے آخر وقت تک بوریہ نشینوں سے اپنا تعلق استوار رکھا۔

ایک مقدس تمنا

وفات سے ایک روز قبل انہوں نے دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے نام اپنے آخری مکتوب میں تحریر فرمایا کہ ''میری تمنا تھی کہ دارالعلوم حقانیہ کی مسند تدریس پر درس کے دوران ہی میری زندگی کی آخری سانسیں رکیں۔'' حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی یہ تمنا ان کے اخلاص وللّٰہیت اور فنا فی العلم ہونے کی عکاس ہے ، مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد آپ نے جامعہ دارالعلوم کراچی ، جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی اور منبع العلوم میران شاہ میں تدریسی خدمات انجام دیں ،مگر آپ رحمہ اللہ کی تدریسی زندگی کا آغاز اور اختتام جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں ہوا ، جو آپ رحمہ اللہ کی مادر علمی اور یوں بالآخر یہ حقیقت صادق آئے۔

آخر گل اپنی سرفِ درِ میکدہ ہوئی
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

انگلش ، اردو ، فارسی ، میں مہارت کے علاوہ آپ عربی زبان کے بہترین مدرس اور مقرر تھے۔ کسی تکلف کے بغیر اسباق کی تقریر عربی میں فرماتے ، صاحبزادہ مولانا احمد حنیف کی روایت ہے کہ اس سال حضرت رحمہ اللہ نے

فرمایا کہ میں تمام اسباق عربی ہی میں پڑھاوں گا۔ چنانچہ نئے تعلیمی سال سے اپنے ذوق کے مطابق عربی ہی میں اسباق پڑھا رہے تھے۔

مسند تدریس سے میدان کارزار تک

کسی زمانہ میں علامہ اقبال رحمہ اللہ نے شکوہ کیا تھا کہ ''کہ ملا کا اذاں اور ہے مجاہد کی اذاں اور'' حضرت مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ ان ''ملاؤں'' میں شامل ہیں جنہوں نے خانقاہوں سے نکل کر رسم شبیری ادا کی اور تدریس کی مسندوں کو آباد رکھنے کیساتھ حق و باطل کے معرکوں میں بھی حق کا فریضہ انجام دیا۔ حضرت رحمہ اللہ نے افغانستان میں روس کے خلاف جہاد میں بھر پور حصہ لیا۔ افغانستان اور پاکستان کے مجاہدین انہیں اپنا روحانی رہنما سمجھتے تھے۔ افغانستان میں ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ سمیت صف اول کے تمام رہنما تفسیر اور دیگر علوم دینیہ میں حضرتؒ کے خوشہ چیں تھے۔ افسوس کہ آپ رحمہ اللہ کی رحلت سے مسند علم بھی ویراں ہوگئی اور میدان ہائے کارزار بھی افسردہ اداس۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ کی جدائی بلا شبہ ایک دل فگار حادثہ ہے لیکن ان کی رحلت پر ہمارے میڈیا نے جس بے حسی، بے ذوقی بلکہ علم وعلماء دشمنی کا ثبوت دیا یہ وہ بذات خود ایک سانحہ سے کم نہیں۔ اس دن محترم عمران خان صاحب کی اہلیہ کا مطلقہ ہوجانا ان کے خاندان کیلئے اہم خبر اور قابل افسوس سانحہ تھا لیکن الیکٹرانس سوشل اور پرنٹ میڈیا نے جس طرح اس واقعہ کو اچھالا، اس کی جزئیات کو کھنگالا۔ دوراز کے احتمال سے نکال کر ناظرین وقارئین کو ذہنی انتشار میں مبتلا کیا، موصوفہ کے حال اور ماضی کو اجاگر کیا اس سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ پوری دنیا میں طلاق کا یہی ایک انوکھا واقعہ پیش آیا ہے۔ اگر اس کی تفصیلات سے دنیا کو آگاہ نہ کیا گیا تو دنیا ایک بہت ضروری علم سے محروم ہو جائیگی جبکہ دوسری طرف علم کا ایک سورج اپنی ضیاء پاشیوں سے ایک کو منور و تابان کر کے غروب ہو گیا تو ہمارے میڈیا نے اسے اتنی اہمیت بھی نہ دی جتنی کسی ایکٹریس کے ہیر سٹائل تبدیل کرنے کو دی جاتی ہے۔ جو اخبارات میں پورے کا پورا رنگین صفحہ کسی نوخیز ایکٹریس کی تصویر کے لئے وقف کر دیتے ہیں، انہیں وقت کے عظیم محدث ومفسر کی رحلت کی ایک کالمی خبر دینے کی بھی توفیق نہ ہوئی۔ روزنامہ ''اسلام'' کے سوا تمام اخبارات نے ''عمرانی سانحہ'' کی لیڈ یا سپر لیڈ لگائی یہی وجہ ہے کہ اب نسل نو کے لئے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، محمد بن قاسم رحمہ اللہ، صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ، نورالدین زنگیؒ، علامہ اقبالؒ، محمد علی جوہرؒ اور دوسرے اکابر اجنبی بنتے جارہے رہیں۔ اب ایکٹر، کھلاڑی اوران کی بیویاں قومی وملی ہیروز کی جگہ لے رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائیں۔

ایک خاموش حکم کی تعمیل

تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ پوری قوم علم دوستی اور جوہر شناسی کی وصف سے محروم ہوگئی ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی نماز جنازہ میں ہزاروں کی تعداد میں علماء کرام مشائخ عظام سیاسی شخصیات اور حکام کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان شریک ہوئے جو حضرت مولانا رحمہ اللہ سے محبت وعقیدت کا مخلصانہ تعلق رکھتے تھے، سرحدوں پر سخت پابندی کے باوجود افغانستان سے بھی ہزاروں علماء مشائخ اور مجاہدین نے آپ رحمہ اللہ کے نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ دارالعلوم حقانیہ کے قریب جنازگاہ میں تاحد نظر انسانوں کا ایک سمندر تھا جو قدرت کے ایک خاموش حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔

ع عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

بعض صحافیوں کو اس پر تعجب ہوا کہ دور افتادہ مقام پر ایک خاک شین ودرویش کا ایک ایسا جنازہ، ایسے جنازے تو جہاں گیروں اور تخت نشینوں کو بھی نصیب نہیں ہوتے اس استعجاب کا جواب حقیقت شناس لوگوں نے بہت پہلے دیا ہے۔

بعد از وفات، تربت مادر زمین مجو
در سینہ ہائے مردم عارف مزار ماست

حق جل شانہ حضرت ڈاکٹر صاحب کو اپنی رحمت بے پایاں سے سرفراز فرما کر اعلیٰ علیین میں قرب خاص نصیب فرمائیں۔ آمین

حیف کس کی موت پر نوحہ کناں دارالعلوم
یاس وغم درد و الم کا ہے نشان دارالعلوم
شیخ نے جن کو چنا تھا بہر تنظیم امور
اس کی فرقت پر ہے اب ماتم کناں دارالعلوم

مولانا محمد اکرم کاشمیری
مدیر مسؤل ماہنامہ الحسن لاہور

شیخ الحدیث حضرت مولانا
ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کی رحلت ایک عظیم سانحہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث اور ممتاز عالم دین آفاقی شہرت کے حامل محدث جامعہ الاسلامیہ مدینہ منورہ کے تربیت یافتہ اور ہزاروں علماء ومشائخ کے محبوب استاد حضرت مولانا شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ نوراللہ مرقدہ گزشتہ دنوں جمعۃ المبارک کی آخری ساعت میں اس دنیا ناپائیدار کو الوداع کہتے ہوئے عالم حقیقی اور جاودانی کی طرف رحلت فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

عالم اسلام ایک سایہ سے محروم ہوا

مولانا کی رحلت صرف دارالعلوم حقانیہ ہی کے لیے نہیں بلکہ ہزارہا دینی مدارس اور جامعات کے لیے یقیناً ناقابل تلافی نقصان ہے۔ یہی نہیں بلکہ عالم اسلام اور دنیا بھر کے مسلمان اہل علم وذوق اس عظیم ہستی کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئے ہیں۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اہل علم دنیا سے بڑی تیزی کے ساتھ اٹھتے چلے جائیں گے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا قرآن وحدیث کا علم بھی اٹھ جائیگا۔ قرآن وحدیث باقی نہیں رہیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن بھی باقی رہیگا اور حدیث بھی موجود ہوگی لیکن اس کے جاننے والے اور اس پر عمل کرنے والے نہیں رہیں گے۔

آج جب ہم اس قحط الرجال کے دور میں اپنے دائیں بائیں نظر ڈالتے ہیں تو دور دور تک ہمیں یہ شمع فروزاں نظر نہیں آتے ۔علماء کرام کا نہ صرف یہ کہ وجود اٹھتا جارہا ہے بلکہ ان کے علوم وفیوضات کے چراغ بھی گل ہوتے جارہے ہیں۔ کسے خبر تھی کہ دارالعلوم حقانیہ کا یہ عظیم چراغ بھی گل ہوجائیگا۔

عجز، انکساری اور شفقت

ڈاکٹر صاحب کا شمار یقیناً ان چند ہستیوں میں ہوتا ہے جن پر عالم اسلام کو یقیناً فخر تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو

اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ان میں سے ایک آپ کا عجز وانکساری بھی تھا۔طلباء کے ساتھ آپ کا معاملہ انتہائی مشفقانہ ہوتا تھا۔جب تک کسی طالب علم کی تسلی نہ ہوجاتی ڈاکٹر صاحب مسلسل اس کی تشنگی کو دور کرنے کے لیے اپنی تمام تر توانیاں صرف فرمادیتے تھے۔سنا ہے کہ حضرت مدنی (شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ) اپنے ایسے بعض ممتاز ذہین اور محنتی طلباء کے لیے وقت مقرر کردیتے تھے کہ اس وقت میں فلاں طالب علم کے سوال کا جواب دینا ہے۔ایسے ہی طلباء میں اس مدیر ''الحسن'' کے ماموں ممتاز عالم دین حضرت مولانا مفتی نذیر حسین رحمہ اللہ بھی تھے جو شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی نوراللہ مرقدہ حضرت مدنی کے اس طریقہ کار کو من کل الوجوہ اپناتے تھے۔

خانوادہ شیخ الحدیث سے تعلق ومحبت

یہ حضرت شیخ الحدیث وبانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ حضرت مولانا عبدالحقؒ کے دامن عقیدت سے وابستہ تھے اور ان سمیت دارالعلوم حقانیہ کے تمام ذمہ داران اور مسئولین کا تہہ دل سے ادب واحترام کرتے تھے۔خصوصاً دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ عالی کے ساتھ انتہائی پیار وشفقت کا معاملہ فرماتے تھے اوران کے علم تقویٰ اور زہد کے بھی قائل تھے۔اس کا اندازہ آپ اس خط سے بھی لگاسکتے ہیں جو حضرت ڈاکٹر صاحبؒ نے مولانا کو آخری لمحات میں لکھا تھا جسکی تفصیل مولانا سمیع الحق صاحب کے مضمون میں ملاحظہ فرمائیں۔

ناقابل فراموش ہستی

حضرت شیخ الحدیث ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نوراللہ مرقدہ کے بارے میں لکھنے والے لکھتے رہیں گے اور پڑھنے والے پڑھتے رہیں گے ڈاکٹر صاحب کا وجود مسعود کوئی ایسی ماضی نہیں ہے جس کو بھلایا جاسکے۔

جوں جوں وقت گزرتا چلا جائیگا ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور کی یادوں کے گلدستے سے آنیوالی مہک میں اضافہ ہوتا رہیگا۔

ایک مشہور صحافی جناب حامد میر نے ان کے انتقال پرملال پر جس محبت بھرے اور والہانہ انداز حقیقت پر مبنی ایک کالم روزنامہ جنگ کی قریبی اشاعت میں لکھا ہے وہ نابالغ میڈیا کے لئے ایک تازیانہ تربیت ہے۔

جناب حامد میر نے اپنے اس کالم میں 'ایک درویش کا سفر آخرت'' کے نام سے حضرت ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کے بارے میں بڑے واضح اور عقیدت مندانہ جذبات کا اظہار فرمایا ہے جو پڑھنے کے قابل ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت ایک بین الاقوامی حیثیت رکھتی تھی ان کا انتقال یقیناً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا مصداق ہے موت العالم موت العالم۔

جامعہ اشرفیہ میں تعزیت

جامعہ اشرفیہ میں حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور کے رفع درجات ایصال ثواب اور پسماندگان کے صبر جمیل کے لیے بارہا طلباء شیوخ اور مدرسین سے دعائیں کرائی گئیں۔اس موقع پر جامعہ کے مہتمم اور شیخ الجامعہ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب دامت برکاتہم عالیہ نے دعا کراتے ہوئے علماء اور اہل علم کے مقام کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلاً بیان فرمایا اور یہ فرمایا کہ مولانا ڈاکٹر شیخ الحدیث شیر علی شاہ صاحب کو علماء ربانیین میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔اس تعزیتی مجلس سے حضرت مولانا فضل الرحیم (نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور) نے بھی خطاب فرمایا اور ہر دونوں حضرات نے مولانا سمیع الحق شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک اور مولانا انوار الحق (نائب مہتمم واستاد الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) دلی تعزیت کا اظہار بھی فرمایا انہوں نے فرمایا کہ ہمیں انتہائی دکھ اورافسوس ہے کہ دارالعلوم حقانیہ ہی نہیں بلکہ پاکستان بھر کے مدارس دینیہ یتیم ہوگئے۔اللہ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر صاحب کی مغفرت فرمائے۔ان کے درجات بلند فرمائے اوران کے نسبی وروحانی پس ماندگان کوصبر جمیل عطاء فرمائے۔

(ماہنامہ ''الحسن''، ج ۳۰ ،ش ۱۱ نومبر 2015)

ہائے وہ طرز تکلم آہ وہ رنگ بیان
ہائے وہ پُرکیف وہ پرتاثیر ادائے ابتسام
اب کہاں وہ رخ انور سراپائے جمال
تشنہ کاموں کے لئے تھے ساقی بادہ بجام

سید محمد کفیل بخاری
ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان

مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب ۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۷ ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۵ جمعۃ المبارک کو طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے ،انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ خیبر پختونخواہ کے ایک زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے ان کے والد ماجد سید قدرت شاہ صاحب اپنے علاقے کے معروف زمیندار تھے لیکن علماء سے تعلق وصحبت کے فیض سے دین داری اور تقویٰ کی نعمت سے مالا مال تھے اپنے بیٹے شیر علی شاہ کو دین پڑھایا اور آخرت کا اجر عظیم کمایا مولانا شیر علی شاہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے اولین فضلاء اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے عمر عزیز کے تقریباً ساٹھ برس تفسیر وحدیث کی تدریس میں صرف کئے اور اپنی مادر علمی میں ہی شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے مدینہ منورہ تشریف لے گئے ،اور مدینہ یونیورسٹی سے تفسیر میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

منبع کمالات وحسنات

مولانا سید شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت ہنس مکھ، وسیع القلب ،وسیع النظر، وسیع المطالعہ مہمان نواز، متواضع ،منکسر المزاج اور پیکر اخلاق تھے ،وہ زبردست خطیب تھے ،عربی اردو فارسی کے سینکڑوں اشعار اور اکابر کے اقوال واقعات حفظ واز بر تھے، بلا تکلف بلا تکان بولتے اور موتی رولتے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت انہیں اپنے والد ماجد سید قدرت شاہ سے ورثہ میں ملی تھی انہوں نے اپنے زمانہ طالبعلمی میں دارالعلوم حقانیہ میں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خطاب کو مرتب کر کے شائع کیا اور پھر اس تعلق ومحبت کو زندگی کے آخری سانس تک باقی رکھا۔

حضرت شیخ مرحوم مجلس احرار اسلام کی دعوت پر سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر اور لاہور میں تشریف لائے اور زبردست علمی وتحریکی خطبات ارشاد فرمائے مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ابن امیر شریعت قائد احرار حضرت پیر جی پیر سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کے قریب ہی رہائش تھی ،حضرت پیر جی مدظلہ تقریباً دس بارہ

سال مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے ہر وقت کا ملنا اور محبت وخلوص سے پیش آنا ان کا وصف تھا کلمہ شہادت کا ورد کرتے ہوئے سفر آخرت کو روانہ ہوئے موت بھی عالیشان اور جنازہ بھی عالیشان ۔انسانوں کا ایک سمندر تھا جو ان کی نماز جنازہ میں اُمڈ آیا تھا وہ اسی خراج تحسین کے مستحق تھے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطاء فرمایا۔

مدینۃ الحبیب کی مہکتی یادیں

مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ اپنی علالت کی وجہ سے نماز جنازہ میں شریک نہ ہوسکے لیکن مدینہ منورہ میں ان کے ساتھ قیام کی یادوں کو تازہ کرتے رہے انہوں نے حضرت کے فرزند مولانا امجد علی شاہ صاحب کو فون کر کے اظہار تعزیت کیا ،انہوں نے کہا کہ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو علم دین حاصل کیا وہ اس کا عملی نمونہ تھے حق تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے (ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان' دسمبر ۲۰۱۵ ص ۷)

مولانا مفتی محمد زبیر
مذہبی اسکالر ونائب مہتمم جامعہ الصفہ سعید آباد کراچی

اِک چراغ اور بجھا

آج کے اس پرفتن دور میں جہاں نت نئے فتنے سر اٹھاتے رہتے ہیں ان فتنوں کی راہ میں آڑ اور سد ورکاوٹ کا کردار ادا کرنے والی شخصیات امت مسلمہ کی سب سے بڑی ضرورت ہیں ایسی کسی شخصیت کا جدا ہوجانا امت اور عالم اسلام کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ ایک ایسی ہی ہمہ جہت شخصیت تھے، آج کا دور اختصاص اور اسپیشلائیزیشن کا دور ہے مگر حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ کو اللہ نے جامعیت کی شان عطاء فرمائی تھی۔

تنہا اپنی ذات میں انجمن

ان کی خدمات کے مختلف دائرے تھے ایک دائرہ تفسیر قرآن کا ہے چنانچہ تفسیر قرآن میں انکی تدریسی اور تصنیفی خدمات کو دیکھا جائے تو انہیں بلا تکلف شیخ القرآن، مفسر اور شیخ التفسیر کہا جاسکتا ہے۔ انکی عظیم دینی خدمات کا دوسرا اہم دائرہ ''حدیث نبوی،، کا ہے چنانچہ اس باب میں انکی خدمات کو دیکھا جائے تو دور حاضر میں حدیث کی ایسی مثالی بلکہ بے مثال خدمت اکابر محدثین کیلئے بھی قابل رشک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تفسیر وحدیث میں انکے لاکھوں بالواسطہ وبلا واسطہ شاگردوں کا ایسا طویل سلسلہ قائم ہوگیا ہے کہ انشاء اللہ تا قیام قیامت ان کا فیضان جاری رہے گا۔ ان کی خدمات کا ایک دائرہ وعظ وارشاد، اور تبلیغ ودعوت کا بھی ہے اس دائرہ میں اہل علم کیلئے ایک قابل غور بات یہ ہے کہ عموما دیکھا یہ گیا ہے کہ مدارس کی اندرونی فضاء اور درسگاہ کے ماحول میں پڑھنے پڑھانے والا فرد عوام الناس میں بھی کتابی زبان استعمال کرتا ہے جس سے عوام الناس کوئی خاص استفادہ نہیں کرپاتے مگر اس لحاظ سے حضرت رحمہ اللہ مستثنیٰ شخصیات میں شامل ہیں انکا عوامی بیان بھی اتنا آسان، عام فہم، موثر اور دلچسپ ہوتا تھا کہ جو شخص بھی ایک بار حضرت کا بیان سنتا وہ ان کا گرویدہ ہوجاتا۔

سوز دروں

انکے بیان میں کئی سیاستدانوں، صحافیوں حتی کہ بالکل دنیادار اور سیکولر افراد کو بھی آبدیدہ ہوتے دیکھا بلکہ حضرت رحمہ اللہ کی عام مجلسی گفتگو بھی اتنی پرتاثیر ہوتی کہ ہر شریک محفل اسکا خاص اثر محسوس کرتا تھا۔

زیاراتِ مدینہ کا انسائیکلو پیڈیا

احقر کو تخصص کے زمانے میں اپنے پہلے سفر عمرہ کے دوران مدینہ منورہ میں حضرت رحمہ اللہ کے ساتھ کچھ وقت گذارنے اور انکے ساتھ زیارات مدینہ کا موقع ملا فجر کی نماز کے بعد ہمارا قافلہ حضرت رحمہ اللہ کی قیادت میں زیارات مدینہ کیلئے نکلتا حضرت مختلف جگہوں کا تعارف احادیث کے عربی متون سنا کر کراتے۔ چونکہ حضرت رحمہ اللہ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں دوران تعلیم ایسے اہم مقامات مدینہ پر باقاعدہ حدیث، کتب سیرت طیبہ اور قدیم تاریخی وجغرافیائی کتب اور نقشوں کی مدد سے تحقیق فرمائی تھی اس لئے انکے ساتھ زیارات مدینہ کے یہ اسفار نہایت ہی مفید اور دلچسپ ہوتے تھے۔ان اسفار اور ہوٹل میں حضرت رحمہ اللہ کی نجی مجالس میں واضح محسوس ہوتا تھا کہ حضرت رحمہ اللہ کے سینے میں ایک اعلی درجہ کے سچے عاشق رسول کا دل دھڑکتا ہے۔

وہ ان مجالس میں اپنے زمانہ طالبعلمی کے بڑے دلچسپ واقعات سناتے اور بتاتے تھے کہ کس طرح بعض طلبہ اور اساتذہ ان سے مناظرے کرتے اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کئی ایسی مباحث جن میں جمہور علماء دیوبند کے موقف کے برخلاف کوئی بات کہی جاتی اس پر انکا دل کیسے کڑھتا تھا؟ اس کیلئے وہ زمانہ طالبعلمی میں مسجد نبوی میں آکر اللہ کے حضور گھنٹوں گڑگڑاتے اور اللہ سے مانگتے رہتے۔

خصوصیات وامتیازیات

حضرت رحمہ اللہ کئی گونا گوں خصوصیات وصفات کے مالک تھے۔طبیعت میں نہایت سادگی تواضع اور انکساری تھی۔کبھی کسی معاملے میں تکلف نہ فرماتے مہمان نوازی کا خصوصی ذوق تھا۔انکی بے شمار علمی خصوصیات کے ساتھ ساتھ خطاطی اور عربی ادب میں بلا کی مہارت تھی حرمین شریفین میں عام عربوں سے ایسی فصیح عربی بولتے کہ عام عرب بھی ان کے لہجے اور فصاحت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے اور وہ فوراً پوچھنے لگ جاتے کہ شیخ کہاں سے ہیں؟رسا ذہن کے مالک تھے آیات قرآنیہ واحادیث کے علاوہ ہزاروں عربی اشعار ازبر تھے اور علماء کی مجالس میں ایسے برمحل عربی اشعار بلکہ پورے پورے دیوان سناتے کہ عرب وعجم کے اکابر علماء بے ساختہ عش عش کر اٹھتے۔

سراپا وفا

دارالعلوم حقانیہ سے والہانہ محبت فرماتے اور اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ اور انکے خانوادہ اور ادارہ سے انکی وفا حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہم کے نام ہسپتال سے انکے دودن پہلے خط سے ظاہر ہوتی ہے بلکہ اس سے زیادہ کیا وفا ہوسکتی ہے کہ تادم اخیر دارالعلوم سے منسلک رہے اور جنازہ دارالعلوم سے ہی اٹھا۔

تدریس وتحریک کا توازن

حضرت رحمہ اللہ کی ایک اور اہم خصوصیت کا تذکرہ بھی ضروری ہے عموماً دیکھا یہ گیا ہے کہ تدریسی علماء اپنے تدریسی وتصنیفی مشاغل کی بناء پر باہر کی سرگرمیوں سے لاتعلق رہتے ہیں مگر حضرت رحمہ اللہ اپنی بھرپور تدریسی وتصنیفی سرگرمیوں کے باوجود مجاہدین اور خصوصاً جہاد افغانستان سے جس طرح تعلق رکھتے تھے وہ ایک مستقل تاریخ ہے اسی لئے انہیں کئی حلقے ''امیر المجاہدین،، اور'' امام المجاہدین،، کا لقب دیا کرتے تھے۔ اور جہاد سے اسی والہانہ تعلق کی بناء پر مختلف ادوار میں کئی جہادی تنظیموں نے انہیں اپنا باقاعدہ ''سرپرست،، بنایا۔

عوام وخواص کا مشترک المیہ

مختلف دینی شعبوں میں انکی ان عظیم خدمات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت کی رحلت بیک وقت علماء ،طلبہ مجاہدین اور عوام الناس کا مشترکہ حادثہ ہے مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کی تفسیر وحدیث ،عربی ادب ،تدریسی ،تبلیغی اور جہادی خدمات کا وسیع دائرہ جہاں ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں وہاں مرحوم کی یہ خدمات مدارس کے علماء وطلبہ کیلئے لائق تقلید نمونہ ہیں۔ کچھ عرصہ قبل حضرت کے خادم خاص مکہ مکرمہ کے قاری عبد الواحد صاحب حضرت کو علاج کی غرض سے کراچی لائے جہاں وہ نجی ہسپتال میں زیر علاج رہے اس دوران جامعہ الصفہ سعید آباد کراچی میں علماء وطلبہ سے انہوں نے عربی اور اردو میں تاریخی خطاب فرمایا جو انشاء اللہ علمی حلقوں میں ہمیشہ یادگار رہیگا انکے سامنے جامعہ کے قرآنی کمپیوٹر طلبہ نے جب اپنی قرآنی مہارت کا مظاہرہ پیش کیا تو حضرت اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے خطاب ختم کر چکے تھے دوبارہ مائیک لے کر خطاب فرمایا اور رأیت جدیدا کہہ کر فرمایا کہ آج کراچی میں میری آخری رات ہے میرے اس دورے کے آخر میں طلبہ کا یہ مظاہرہ میرے سفر کا ختامه مسك،'' خوشبودار خاتمہ'' ہے۔ پھر انہوں نے ان طلبہ کو انعامات سے نوازا اور اپنی بھرپور تحسین اور مسرت کا اظہار فرمایا۔ سچ یہ ہے کہ حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ جیسی شخصیت صدیوں میں پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالی امت کو انکا نعم البدل عطاء فرمائیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو آج ان شخصیات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

انور زیب قاسمی

متعلم دورہ حدیث، جامعہ حقانیہ

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کی یاد میں

بحر العلوم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کے علوم کے امین فخر المجاہدین زینت المحدثین استاذ العلماء محبوب العلماء شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مرقدہ علمی ودینی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں ماشاء اللہ بہت مثالی انسان تھے بڑے آدمی تھے ،ثقہ اور متبحر عالم تھے بلکہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی اصطلاح میں عالم ربانی تھے مقبول اور محبوب مدرس تھے شب بیدار ولی تھے بے باک وبے لوث مجاہد تھے صاحب ادراک وفصیح مقرر اور بے انتہا موثر خطیب تھے عمیق اور روشن نظر مفسر تھے اکابر کی اسناد اور نسبتوں سے سرشار محدث تھے ارض القرآن اور لغت کے شاندار محقق تھے جامع اور نافع مزاج کے مالک تھے۔

نام ان کا مہکتا رہے گا

یہ اللہ کا قانون ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حیات اور موت کے خالق ہیں کچھ لوگوں کی موت ان کے ارام کیلئے ہوتی ہے کام ان کا چلتا ہے نام ان کا مہکتا رہتا ہے عمل ان کا جاری رہتا ہے اجر ان کا بڑھتا رہتا ہے اور وہ خود اللہ تعالیٰ کی ضیافت اور رحمت میں چلے جاتے ہیں یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی زندگی محنت اور مشقت عبادت اور شرعی اصولوں کے زنداں میں گزارتے ہیں وہ جو زمین پر آخرت کے کسان بن کر رہتے ہیں وہ جو دین کی خاطر قربانی دیتے ہیں ان میں ایک استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب المدنی تھے آہ حضرت اقدس سید شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ بھی تشریف لے گئے إنا للہ وإنا الیه راجعون لوگ کہتے ہیں ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی صاحب وفات پاگئے وہ بھلا کب مرسکتے ہیں جو لاکھوں دلوں کی دھڑکنوں پر راج کرتے ہیں جو بادشاہی میں فقیری کرتے ہیں ایسے جبال العلوم کبھی مرتے نہیں بلکہ ان کا کردار ان کا نام زندہ رکھتا ہے۔

اور ان جیسی ہستیوں کا اٹھ جانا صرف ایک گھرانے کیلئے نہیں بلکہ عالم اسلام کیلئے حادثہ سمجھا جاتا ہے لیکن کاش اگرچہ ہم ان کے فیض سے محروم ہوگئے لیکن ان کا اس دنیا سے جانے پر ہمیں اعتراض نہیں کیونکہ شاعر نے کیا خوب کہا ہے

لو كانت الدنیا لواحد

لكان رسول اللهؐ فیه مخلدا

اگر ہوتا دواما رہنا دنیا میں
رہتے ہمیشہ جہاں میں رسول خداؐ

لیکن اللہ کا قانون چلا آرہا ہے کہ ایک علم کا سورج غروب ہوتا ہے تو بڑا خلا پڑ جاتا ہے تو رب کائنات خود اپنے محبوب بندوں میں سے کسی ایک کو چن کے سورج کے مانند طلوع کردیتا ہے لیکن آج جو عظیم ہستی میرا موضوع سخن بن چکا ہے دنیا اس کو امام المحدثین امام المجاہدین کے نام سے موسوم کرتی ہے جس کی ذہانت وخطابت میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ کا استقلال اور خطابت میں جار اللہ زمخشری رحمہ اللہ کی بلاغت ٹپکتی ہے۔

اوصاف اسلاف کے امین

وہ شاہ ولی اللہ کے فلسفہ جنید بغدادی رحمہ اللہ کے تصوف امام احمد بن حنبلؒ کی حق گوئی شاہ اسماعیل شہیدؒ کا جذبہ جہاد اور شیخ الہندؒ اور شیخ الاسلام حضرت مدنی کی حمیت دینی کے حاصل تھے جس کے درس میں بیٹھنے کو بڑے بڑے علماء اپنے لئے باعث مسرت وافتخار سمجھتے تھے، جس کے علم کا یہ حال تھا کہ جامعہ احسن العلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب بھی اسی بات کہنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ اگر شیخ الحدیث ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی صاحب مختصر المعانی پڑھانا شروع کردے تو میں بخاری شریف چھوڑ کر اسکی شاگردی اختیار کروں گا۔

حضرت مولانا عبدالحقؒ کی فرد شناس نگاہ

جس کی علم کا یہ حال تھا کہ قرآن کی ہر ہر آیت سے توحید ثابت کیا کرتے تھے تو پھر میں کہ سکتا ہوں اپنے محسن شیخ اور استاد کے بارے میں کہ وہ صرف مفسر نہیں تھے بلکہ سید المفسرین تھے اور صرف محدث نہیں تھے بلکہ امام المحدثین تھے صرف عالم نہیں تھے بلکہ استاذ العلماء اپنی اوصاف حمیدہ کو دیکھ کر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب جیسے صاحب بصیرت اور دور اندیش انسان سے کیسے پس پردہ رہ سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ بانی دارالعلوم حقانیہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے ان کو دارالعلوم حقانیہ میں آنے کی دعوت دی اور شیخ الحدیثؒ کے مسند پر فائز ہوگئے۔

صرف یہ ہی نہیں بلکہ آپ کی حوصلہ وعزم کوہ ہمالیہ کی طرح مضبوط، دل آب زم زم کی طرح پاک وصاف نظر آفتات کی طرح روشن علم کی طرح وسیع فکر دریاوں کی طرح رواں، مزاج پھولوں جیسی نازک وشگفتہ، مجلس میں صاحب علم وکمال، پیشانی پر شرافت کا عکس، آنکھوں میں ایمان کا نور، اور زبان پر نعرہ حق کا پیغام دیتے ہوئے امام حنبلؒ کے جنازے کی یاد تازہ کرتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، اللہ سے التجاء ہے کہ ہمیں انکی طرح ایک مرد مجاہد نعم البدل میں دیدے اور انکی قبر اقدس کو انوارات سے مملوء فرمادے۔ آمین

حافظ ساجد انور

مرد مجاہد......مرد درویش

مرض الوفات

شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ واقعۃ ایک ولی اللہ تھے ان کی سادگی، درویشی اور فقر واستغناء مشہور تھی۔ رحلت کے وقت ان کی عمر 87 سال تھی۔ 29 اکتوبر 2015ء جمعہ کے دن پشاور کے ایک اسپتال میں انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

مرحوم دارالعلوم حقانیہ میں احادیث کی تدریس کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے۔ حتیٰ کے انہوں نے مرض الوفات میں ہسپتال سے جو خطوط لکھے ان میں سے ایک خط دارالعلوم حقانیہ نوشہرہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے نام تھا، جس میں سے انہوں نے اپنے ذمے پیریڈز اور کتب کی تقسیم کے لئے دیگر اساتذہ کرام کے نام تجویز کئے تھے، تاکہ ان کی بیماری کے سبب طلبہ کے اوقات ضائع نہ ہوا اور احادیث کی تدریس کا سلسلہ جاری وساری رہے۔

مرحوم مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ نے سوگوران میں ہزاروں شاگرد چھوڑے ہیں۔ بلا شبہ ان کے جنازہ میں بہت بڑی خلقت نے پاکستان بھر کے مختلف علاقوں سے اور افغانستان سے بھی ان کے شاگرد جنازے میں شرکت کے لئے آئے تھے۔

تعلیم وتدریس

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ نے مولانا عبدالحق مرحوم کے ساتھ اکوڑہ خٹک میں تدریس کا آغاز کیا تھا اور بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے مدینہ یونیورسٹی تشریف لے گئے تھے جہاں انہوں نے حسن بصری رحمہ اللہ کے تفسیری منہج پر پی ایچ ڈی کی تھی۔ مدینہ یونیورسٹی کے ساتھ اس نسبت کی وجہ سے انہیں ''مدنی'' بھی کہا جاتا تھا۔ مدینہ یونیورسٹی سے واپسی کے بعد مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ نے کراچی اور میران شاہ کے بعض مدارس میں تدریس کی اور کچھ عرصہ بعد اکوڑہ خٹک تدریس کے لئے واپس تشریف لے آئے۔

میران شاہ اور اکوڑہ خٹک میں مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ کی تدریس کے دوران افغانستان میں روس کے خلاف جہاد کا سلسلہ تھا، اس عرصہ میں نامی گرامی مجاہدین اور علماء نے ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ افغانستان کے طالبان مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ سے اس تعلق پر فخر کیا کرتے تھے۔

پاکستان کے اندر عسکریت اور تشدد روکنے میں مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ نے بھر پور کردار ادا کیا۔ لال

مسجد کی تحریک کے دوران تشدد روکنے کا ذکر ہو یا پھر پولیو ورکرز پر حملوں کا معاملہ ہو مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ نے ہمیشہ اعتدال کا رویہ اختیار کیا۔

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ سے میری نیازمندی کا تعلق اس وقت سے قائم ہوا جب میں اکوڑہ نوشہرہ میں درجہ خاصہ کا طالب علم تھا۔1966ء میں میں نے مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ کی کئی نشستوں میں شرکت کی۔ بارہا شرف زیارت نصیب ہوا۔ میں نے ہمیشہ انہیں ایک عالم باعمل اور مجاہد انسان پایا تھا۔ مجھے طالبان کے دور حکومت میں مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ کی تحریک پر افغانستان جانے کا موقع ملا تھا۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی تأمل نہیں ہے کہ دیوبند مکتب فکر کے معتدل علماء میں مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ کا مقام سب سے اعلیٰ وارفع تھا، ان کا قد کاٹھ بھی بہت بلند تھا۔

قدردانی مہمان

جمعیت طلباء عربیہ کی صوبائی ذمہ داری کے دوران ایک مرتبہ ایک مہم کے لئے مدارس میں اساتذہ وطلباء سے ملاقاتوں کے لئے ایک وفد کی صورت میں دارالعلوم حقانیہ گئے۔ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ موقوف علیہ کے درسگاہ میں تھے۔ میں نے اپنے وزیٹنگ کارڈ کی پشت پر اپنا تعارف اور آمد کا مقصد لکھ کر بھیجا۔ ابھی درس کا آغاز ہی ہوا تھا کہ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ نے کتاب بند کردی اور طلباء سے فرمایا کہ آج جمعیت طلباء عربیہ کے صوبائی ذمہ داران آئے ہیں۔ آج ہم ان کی گفتگو سنیں گے اور اس موقع پر قاری فضل اکبر صاحب منتظم صوبہ جمعیت طلبہ عربیہ نے خطاب فرمایا۔

آخر میں مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست کی گئی۔ ان کا ایک جملہ آج تک میری سماعت میں گونجتا ہے۔ کہ ''اللہ تعالیٰ اس جمعیت کو ہمیشہ قائم ودائم اور پھلتا پھولتا رکھے۔''

وسعتِ نظری

میں نے مختلف مواقع پر ابواعلیٰ مودودی کے لئے کلمہ خیر ان کی زبان سے سنا۔ ایک موقع پر مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک سال حج کے موقع پر میں منیٰ میں بعض اردنی علماء کے ہمراہ ڈاکٹر عبداللہ عزام شہید سے ملاقات ہوئی۔ دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایک سے زائد بار ابواعلیٰ مودودی کے بارے میں دریافت کیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرب قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی یہ بھی ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا اور علم کا اٹھنا علماء کے اٹھنے کے صورت میں ہوگا۔ خدا تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

مفتی سید امیر زمان حقانی
جامعہ رحمت کائنات اٹک شہر

علم وعمل کے آفتاب ومہتاب

نہیں ہے پیر میخانہ مگر فیضان باقی ہے
ابھی تک میکدے سے بوئے عرفان نہیں جاتی

مادر علمی جامعہ حقانیہ کے مشائخ عظام کی رحلت ،یقیناً ابنائے حقانیہ کے ناتواں کندھوں پر بوجھ ،اور ظل شفقت سے محرومی بہت بڑے المیہ سے کم نہیں ۔لیکن کیا کریں؟ شخصیات کی رخصتی پر صبر اور نظریات کو زندہ جاوید رکھنا اور رضاء بالقضاء کا درس تو ان اکابرؒ نے دیا۔تقدیر کے فیصلوں کا تدبیر کے فیصلوں پر غالب آنا ہمارے مشائخ عظام نے سمجھایا ہے

تقدیر کے پابند ہیں نباتات و جمادات
مؤمن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

حضرت شیخ مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ ایک عظیم بحر ذخار تھے جامع المعقول والمنقول بین الاقوامی شخصیت جو کہ عرب وعجم کے ہاں مسلم تھے جو تدریس کے ساتھ ساتھ تحریکوں کے شہسوار بھی تھے۔تفسیر میں امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوریؒ ،اور حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ کے جانشین تھے۔حدیث میں محدث کبیر مولانا عبدالحقؒ کے علوم وفیوض سے مالا مال ،مزاج میں کبھی مولانا عبدالحقؒ کا جمال تو کبھی متکلم عصر مولانا عبدالحلیم صدر صاحبؒ کا جلال۔سخاوت ،شجاعت ،ضیافت ،محنت ،مشقت ،شفقت، تبحر علمی ،ذاتی کمال ۔قرآن وحدیث ،آثار ،اقوال اور اشعار کے نکتہ نکتہ سے استدلال ۔حریت آزادی میں حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مدنیؒ کے فکر کا امین ہونے میں بے مثال ،شیخ انور شاہ کشمیریؒ کی حنفی تحقیق وتدقیق کا ایک سلسلہ لازوال ،مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کا سپاہی وجنرال

اولئك ابائی فجئنی بمثلهم
اذا جمعتنا يا جرير المجامع

حضرت شیخ کی ولادت با سعادت یکم جنوری 1931 مولانا سید قدرت اللہ شاہؒ کے گھر ہوئی ۔ ناظرہ، فارسی پڑھنے کے بعد 1947 میں جامعہ حقانیہ کے ابتداء میں ابتدائی طلباء کرام کا شرف حاصل کیا۔اور 1954 میں

دستار فضیلت، 1959 میں احمد علی لاہوری اور 1961 میں حضرت عبد اللہ درخواستیؒ سے دورہ تفسیر کا شرف تلمذ حاصل کیا۔ 1973 میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ ماچسٹر فائنل سورہ کہف میں کی اور تحقیقی مقالہ P.H.D حضرت حسن بصری کی تفسیری روایات پر کی۔ 1988 میں مملکت خداداد پاکستان تشریف لائے تو دو سال دارالعلوم کراچی میں بحیثیت عربی استاد تقرر رہوا۔ 1990 میں جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے کتاب کے نشان قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔ دو سال احسن العلوم کراچی میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ اسکے بعد چار سال عظیم جہادی کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی صاحب منبع العلوم میران شاہ میں محبت اور خدمت سے حضرت شیخ کو نوازا۔ جب حضرت المرشد قطب العالم مفتی اعظم محدث شہیر مفتی محمد فریدؒ پر فالج کا حملہ ہوا۔ اور ایک خلا پیدا ہوا۔ تو میں سلام پیش کرتا ہوں شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب، شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب کو کہ ان حضرات نے اس عظیم مسند کیلئے حضرت شیخ کو مناسب سمجھا۔ اور بہت بڑے اعزاز واکرام سے حضرت شیخ صاحب کو مادر علمی جامعہ حقانیہ لاکر دار الحدیث (ایوان شریعت) میں علم وفضل کے گرجدار آواز سے مزین فرمایا۔

خدم الحدیث وقد ترحل خادما　　فکانه نهر الفیوض یسیل

ما هو چه خوانده ایم فراموش کرده ایم　　الا حدیث یاد که تکرار میکنم

بالآخر علوم کے اس سمندر نے 30 اکتوبر 2015 جمعہ کے دن داعی اجل کو لبیک کہا......

آئے تھے چمن میں تیرے سیر گلشن کر چلے

سنبھال مالی باغ اپنا ہم تو اپنے گھر چلے

ہفتہ کے دن لاکھوں متعلقین، تلامذہ نے عظیم اساتذہ کرام کے عظیم شاگرد داور عظیم شاگردوں کے عظیم استاد حضرت شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہ کا جنازہ پڑھا اور ہم نے سنا تھا حضرت امام بخاری کی قبر سے خوشبو کا آنا۔ امام احمد علی لاہوریؒ کی قبر سے خوشبو کا آنا۔ اور آج ہم نے حضرت شیخ کی قبر سے خوشبو کی لہر سونگھ لی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت شیخ صاحبؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما (آمین)

اتفاق بلبل گل بارها خواهد شدن

درمیاں ما شماں سیر بوستان بانصیب

حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

ہزاروں دلوں کی دھڑکن
حضرت شیخ صاحبؒ

قدرت کا کرشمہ عجیب ہے کہ جب قلم ہاتھ میں نہیں ہوتا اور سوچ وفکر کے دریا میں غوطہ زن ہوتا ہوں تو ذہن کے دریچوں میں ماضی کے بہت سارے واقعات ولطائف موجزن ہوتے ہیں اور الفاظ وتعبیرات کا ایک سیلاب موجیں مارتا ہے کہ روکنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ لیکن جب لکھنے کے لئے پرعزم ہوکر بیٹھتا ہوں تو سب کچھ غائب ہوکر قلم وقرطاس ایک طرف رکھتے ہوئے یاس وناامیدی کا شکار ہوکر غمگین ہوجاتا ہوں لیکن فوراً ذہن میں ولاتا یئسوا من روح الله گردش کرتے ہوئے پرامید ہوجاتا ہوں اور دیر آید درست آید کا مقولہ بھی حوصلہ افزائی میں مزید چار چاند لگا دیتی ہے۔

مرجع الخلائق شخصیت

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایسے اشخاص پیدا فرمائے ہیں جو مرجع الخلائق ہوتے ہیں انہیں لوگوں میں حضرت الاستاد مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی رحمہ اللہ بھی تھے۔ حضرت الاستاد کی زندگی پر قلم اٹھانا کچھ آسان نہیں کیونکہ وہ ایک جامع اور عبقری شخصیت تھے اور ایک عظیم شخصیت پر لکھنے کیلئے ایک عظیم لکھاری کی ضرورت ہوتی ہے جسطرح ایک کتاب میں نظر سے گزرا تھا کہ مولانا ابوالکلام آزاد پر لکھنے کیلئے دوسرے ابوالکلام آزاد کی ضرورت ہے'' اسی طرح ڈاکٹر صاحب کی بھی ایسی شخصیت تھی۔ ان کی یاد میں آج آنکھیں نمناک، دل فگار، ان کی آواز کانوں میں ابھی تک گونجتی ہے اور ان کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے چند الفاظ زیر قلم لاتا ہوں۔

کہاں میں اور کہاں نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

حضرت لاہوریؒ کے سبق کا پشتو میں تکرار

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے درس کے ختم ہونے کے بعد میں پٹھان طلباء کو پشتو میں سارے سبق کا تکرار کرتا تھا کبھی کبھار حضرت اپنے خلوت خانے سے نکل کر صحن میں ہم کو دیکھ لیتے تو سننے کیلئے کھڑے ہوجاتے ہم طلباء ادباً واحتراماً کھڑے ہوجاتے تو حضرت فرماتے کہ بیٹھ جاؤ میں تمہارا درس پشتو میں سننا چاہتا ہوں۔"

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ فرماتے کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ دورۂ تفسیر میں شریک طلباء کرام کو علماء کرام کی جماعت کہتے جب کوئی عام آدمی شرکاء تفسیر کے درمیان بیٹھتا تو ان کو اٹھا کر فرمادیتے کہ "علماء کو جگہ دینا یہ میرے سارے درس کو سن کر قلمبند کرتے ہیں ان کو جگہ میں وسعت دیدو"

حضرت درخواستیؒ کی مفسرانہ شان

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی سے بھی قرآن سیکھا تھا وہ فرماتے تھے کہ حضرت درخواستی رحمہ اللہ کے درس قرآن کی شان بڑی عجیب اورنرالی تھی چونکہ وہ حافظ القرآن والحدیث تھے تو اکثر تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القران بالحدیث پر توجہ دیتے اورفرماتے میں نے تفسیر آیات قرآنیہ انہیں سے سیکھی ہے۔

اساتذہ سے عقیدت ومحبت

چونکہ حضرت ڈاکٹر صاحب کو اپنے اساتذہ سے کمال عقیدت تھی تو استاد کے تذکرہ کے ساتھ انکے حیرت انگیز واقعات بھی ذکر کرتے حضرت درخواستی رحمہ اللہ کے تذکرہ ہونے پر فرمایا کہ حضرت درخواستی کو اللہ نے غضب کا حافظہ دیا تھا ایک ہی مجلس میں کسی واقعہ کے بارے میں حدیثوں کا انبار لگاتے تھے حضرت درخواستی رحمہ اللہ بڑے حاضر جواب تھے ایک مرتبہ ایک مصری عالم سے حضرت درخواستی نے پوچھا کہ آپ داڑھی کیوں نہیں رکھتے تو مصری نے کہا الایمان فی القلب لافی اللحیۃ تو حضرت درخواستی رحمہ اللہ نے فرمایا الحیاء فی القلب لافی الایزار والقمیص فانزعھما یعنی حیاء تو دل میں ہوتی ہے لہٰذا شلوار اور قمیص دونوں اُتاردو۔

تفسیر قرآن میں حضرت الاستاد کے بڑے مربی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے مسئلہ توحید پر بیان کرنے کا عجیب ملکہ نصیب فرمایا تھا۔شرک وبدعت کے علاقوں میں بڑی جرأت، دلیری، کے ساتھ قرآن کریم سے توحید کے دلائل کے انبار لگادیتے، بدعت کے مقابلہ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کوکھول کر بیان کر دیتے چونکہ وہ اپنے علاقے چھچھ کے مشہور عالم دین اور سرحد کے شاہ ولی اللہ مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ علاقہ کے چند دینی مسائل میں فکری اور نظری اختلاف تھا لیکن اس کے باوجود جب شیخ القرآن رحمہ اللہ اپنے علاقے میں تشریف لاتے اور کوئی ان مسائل کے متعلق پوچھ لیتا تو استاد کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے سائل سے کہہ دیتے کہ ''جا'' اور حضرت سے ان کے بارے میں پوچھ لینا۔ ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ''یہی ہمارے اکابر ہیں کہ اپنے استاد کا کتنا احترام کرتے ہیں۔

شیخ غلام اللہ خانؒ اور حضرت رائے پوریؒ کی مجلس

ڈاکٹر صاحب نے شیخ القرآن کے بارے میں فرمایا کہ حضرت شیخ القرآن ایک دفعہ مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کی ملاقات کیلئے تشریف لے گئے تھے ملاقات کے دوران جب حضرت رائپوریؒ نے نام کے بارے میں پوچھا تو شیخ القرآن رحمہ اللہ نے فرمایا میرا نام ''غلام خان'' ہے تو حضرت رائپوری رحمہ اللہ نے فرمایا نہیں، تیرا نام غلام اللہ خان'' ہے اسی دن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے غلام اللہ بنا کر اپنے دین کی خدمت لینے کی توفیق دی ہے۔ حضرت شیخ فرماتے میں کسی لولے، لنگڑے، چرسی، اور بدعتی پیر کو نہیں مانتا۔ پیر و مرشد ایسے ہوتے ہیں کہ غلام خان سے غلام اللہ خان بنا دے۔

شیخ غلام اللہ خانؒ کی وسعت قلبی

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ جب مسجد قاسم علی خان میں حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کو مسئلہ توحید بیان کرتے وقت کسی نے گلے پر چھرا پھیر کر ذبح کرنے کی کوشش کی اور اللہ نے بچا لیا۔ تو فرمایا کہ میں نے اس شخص کو اسی وقت معاف کیا ہے کیونکہ کسی نے اس کی ذہن سازی کی تھی کہ میں گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور واجب القتل ہوں اگر مجھے نہ قتل کرتے تو وہ شخص گنہگار رہوتا اب سب پر واضح ہوا کہ میں عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کا محافظ ہوں لہذا ایسے شخص کو معاف کر دیتا ہوں۔

حضرت شیخ القرآن کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ پنجاب میں تفسیر القرآن کا سلسلہ سب سے پہلے مولانا حسین علی واں بچھراں رحمہ اللہ نے شروع کیا تھا۔ وہ بھی چند سورتوں کے مضامین اور خلاصے پڑھا کر پھر میرے پاس بھیج دیتے کہ میں نے فلاں مولوی صاحب کو فلاں فلاں سورت کے خلاصے اور مضامین پڑھائے ہیں باقی ماندہ آپ پڑھائیں۔

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے بیان کے موافق فرمایا کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پنجاب میں مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے بعد میں نے درس قرآن شروع کیا اور اسکے بعد مولانا عبداللہ

درخواستی رحمہ اللہ اور مولانا غلام اللہ صاحب نے درس قرآن شروع کیا۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے تھے کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ ان دونوں حضرات کی بڑی قدر فرماتے تھے اور فرماتے کہ لاہور ترجمہ کی جڑ ہے اور یہ دونوں میرے پر ہیں۔'' ڈاکٹر صاحب کی اس بات کی تائید میں (راقم) نے والد محترم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب المعروف بہ ''دیر بابا'' سے انہی الفاظ میں سنی۔

ڈاکٹر صاحب کو اپنے اساتذہ سے بہت محبت وعقیدت تھی دوران درس ان کے واقعات کثرت سے سناتے اور جھوم جھوم کر طلبہ سے کہتے کہ میرے وہ محسنین ہیں جن سے میں نے علوم کے خزانے سمیٹے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد یہیں اپنے استاد کے زیر سایہ 1954ء میں دارالعلوم حقانیہ میں علوم دینیہ کی خوشبو بکھیرنے میں مصروف ہوگئے اور حسامی و متنبّی تک طلباء کرام کو کتابیں پڑھاتے رہے

استاد محترم کے حضور میں

حضرت الاستاد کیساتھ راقم کا تعلق تلمذانہ اور نیاز مندانہ تھا، آپ احقر کے ساتھ نہایت برادرانہ سلوک کرتے۔ میران شاہ میں خدمت حدیث پر مامور تھے تو میں بھی ان کے قریب جامعہ حسینیہ نورک میر علی میں ہوتا تھا اور حضرت الاستاد کی ملاقات کے لئے منبع العلوم جاتا رہتا تھا۔ جاتے ہی ان کے ساتھ ضرور کھانا کھاتا اور وہ ہمیں مجاہدین کے قصے اور اپنے جہادی کاوشوں کا ذکر کرتے۔ میران شاہ میں ایک بڑی جامعہ مسجد (قاری مسجد) جسمیں قاری محمد دمان صاحب خطیب وامام تھے چونکہ قاری دمان صاحب دیر باباجی صاحب کے ساتھ کوہاٹ میں طالب علمی کے ابتدائی سالوں میں رہے تھے اس شناسائی کیوجہ سے میں بھی اس مسجد میں جمعہ کے دن جاتا اور حضرت الاستاد بھی تشریف لاتے اگر وہ موجود ہوتے تو جمعہ کا بیان ان کے ذمہ ہوتا ورنہ ان کی عدم موجودگی میں اس ذمہ داری کو میں نبھالیتا۔

رمضان المبارک میں جب سرزمین اکوڑہ خٹک پر انہوں نے دارالعلوم کے قریب حاجی مختار احمد صاحب کے گھر پر طلباء کرام کو تفسیر پڑھانا شروع کیا تو میں بھی ان اولین طلباء کرام میں سے تھا جو اس حلقہ تفسیر میں شریک تھے اس کے بعد دوسرے سال اپنی پرانی مسجد میں جو اب جدید عمارت میں تبدیل ہوچکی ہے اور اس کا نام فاطمہ مسجد ہے دورہ تفسیر شروع کیا۔ تو اس میں بھی شریک رہا اور جب مستقل طور پر جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے عظیم مسجد میں دورہ تفسیر شروع کیا تو اس میں بھی بحمد اللہ شریک رہا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع مصاحبت کے نصیب فرمائے فللہ الحمد

انداز تدریس

حضرت الاستاد کا ترجمہ قرآن بہت سہل اور فنون عربیہ کے قواعد سے لبریز ہوتا۔ قریب بیٹھے ہوئے طلباء

کی شامت ہوتی کبھی صرفی قانون پوچھ لیتے اورکبھی نحوی ضابطہ کا آیت قرآنی میں اجراء کے بارے میں سوال کرتے۔علم معانی اور بیان کےقواعدولغات قرآنی کے لئے اشعار کے بارے میں بھی پوچھتے تھے جب کوئی طالبعلم جواب دیتا توبہت خوش ہوتے اوراگر طالب علم خاموش رہتا تو بہت افسوس کرتے کہ طلباء کرام محنت نہیں کرتے اورحفظ وضبط سے کام نہیں لیتے۔

عربی اشعار کے ساتھ بہت لگاؤ تھا قرآن کریم کے ترجمہ کے دوران اشعارکو بڑے اچھے سلیقے سے اجراء کرتے مثلاً جب آدم علیہ السلام کے لئے مسجود ملائکہ کی بحث کرتے تواعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے کہ آدم علیہ السلام مسجود نہیں تھے بلکہ آدم علیہ السلام جہت سجدہ تھے اوریہاں لام الی کے معنی میں ہے جیسے حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

الیس اول من صلیٰ لقبلتکم

واعلم الناس بالقرآن والسنن (ای الی قبلتکم)

اسی طرح جب بدعت اورشرک کاعقیدہ رکھنے والوں پر رد کرتے توفرماتے یہ عقل کے اندھے ہیں ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔

کہ اللہ کے پلڑے میں وحدت کے سوا کیا ہے

جو کچھ مجھے لینا ہے لے لوں گا محمدؐ سے

یہ ان لوگوں کے عقائد باطلہ ہیں فرماتے ''سب کچھ اللہ کا ہے سب کچھ اللہ سے ہی مانگا جائے''

جہادی آیت پر جب آجاتے تو آواز وجذبہ دونوں میں تیزی آجاتی اورسورۃ الانفال وتوبہ کومزے لے کر پڑھاتے اور جہادی معاند اورمخالف لوگوں پرخوب تنقید فرماتے۔ جہادی آیت میں ان کے جوش وجذبے کی اصل محرک یہ تھی کہ تحریک آزادی پاکستان کے وقت بچپن میں پاکستانی تاریخ کے نشیب وفراز کاازخود مشاہدہ کیا تھا اوران قربانیوں کواپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اورانگریزوں کے ظالمانہ جبر ورعونت کا کچھ حدتک مشاہدہ کیا تھا۔انہی وجوہ کے بناء پر جب کسی بے دینی اور بے راہ روی کو دیکھ لیتے یاسن لیتے تو آنکھوں میں آنسواُمڈ آتے اورآیت قرآنی کے پڑھنے اورترجمہ وتفسیر کرنے میں آواز ولہجہ بدل جاتا۔

خود ہی فرماتے تھے کہ تحریک پاکستان کے وقت ہم بچوں نے ایک تنظیم بنائی تھی اورگلی کوچوں میں جمع ہوکر حمایت پاکستان میں نعرے لگاتے اور بڑانعرہ یہ تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لاالہ الا اللہ محمد رسول اللّٰہ جہادی اشعاراورقصیدے پڑھتے۔

برسوں میں نمازی بن نہ سکا

ایک دفعہ نماز کے بارے میں آیت قرآنی پڑھ رہے تھے تو مسلمانوں کی حمیت اور دوسری طرف دینداری سے بے رغبتی کے بارے میں شعر فرمایا۔

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایمان کے حرارت والوں نے
یہ دل تو پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

عورت کے پردہ کے بارے میں فرمایا کہ عورت کو آنکھوں کا پردہ ضرور کرنا چاہئے کہ اس سے تو سب کچھ خراب ہو جاتا ہے اور ایک بہترین شعر داغ دیا۔

دل کی نہیں تقصیر مگر آنکھ ہے ظالم
یہ جا کے نہ لڑتیں وہ گرفتار نہ ہوتا

کبھی کبھار وجد میں آ کر ترجمہ کے دوران سنا لیتے

نمازیں جب قضاء ہو تب ادا ء ہو
نگاہیں جب قضاء ہو کب اداء ہو

چونکہ عربی اشعار سنتے وقت میں نے اپنے ذہن پر بھروسہ کیا تھا آج وہ زاویوں سے نکل نکل گئے ہیں بھول جانے پر افسوس ہے اور نہ لکھنے پر غم اندوہ ہوں۔

تفسیر کے دوران اپنے شفیق استاد مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کا نام بڑے پیار اور نرالے انداز سے لیتے عقیدت کیوجہ سے منہ میں مٹھاس پیدا لیتے اس طرح امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا نام بڑے پیار اور محبت سے لیتے تھے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب اپنے اساتذہ کرام اور علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم اور عالم اسلام کے سرکردہ جہادی رہنماوں کے حالات وواقعات بڑے جوش وجذبہ سے بیان کرتے تاریخی واقعات ایسے انداز سے بیان کرتے جیسے انکا مشاہدہ کررہے ہوں۔

حضرت شیخ میدان جہاد میں

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ ہمت وجرأت دینی غیرت، اخلاص اور دینی حمیت والے عظیم انسان تھے ان کے دل میں غیر اللہ سے خوف وڈر کیلئے کوئی جگہ نہ تھی۔ ''کلمة حق عندسلطان جائر'' کے پرتو تھے ہر کام میں اللہ کی رضا ملحوظ خاطر رکھتے، حکومتوں اور سپر طاقتوں کے پرواہ نہ کرتے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب چونکہ دارالعلوم حقانیہ

کے اولین شاگردوں میں سے تھے اور جامعہ حقانیہ کے درجہ بدرجہ ترقیاں انکی سامنے ہوئی تھی ان تمام ترقیات میں حضرت ڈاکٹر صاحب کی کوششوں اور مجاہدوں کو بھی دخل ہے۔ بقول شاعر......

ہمارا خون بھی شامل ہے تزیین گلستان میں
ہمیں بھی یاد کرلینا چمن میں جب بہار آئے

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ حقانیہ کے اس تروتازگی کو دیکھ کر خوش ہوتے اور فرماتے کہ میں کبھی استاد محترم کے ساتھ اور کبھی دوسرے دوستوں کے ساتھ پیدل دور دور جا کر مدرسہ کیلئے چندہ لاتا۔

ہر دینی تحریک جس کا مقصد مملکت خدادادمیں دین اسلام کا احیاء اور شریعت کا نفاذ ہوتا تو حضرت ڈاکٹر صاحب اس تحریک کے ہراول دستہ کا ایک عظیم رکن ہوتے۔ اور جدو جہد میں شریک ہوتے۔

الیکشن میں حصہ

غالبا ۱۹۹۳ء میں جمعیت کے اکابرین کے اصرار پر انہوں نے الیکشن میں حصہ لیا اور کتاب کے نشان پر لوگوں سے مہر لگانے کی مہم شروع کی میں بھی انکے ساتھ شریک تھا۔ (اگر چہ میں اسکا اہل نہیں تھا لیکن استاد محترم کے مشن میں خریداران یوسف علیہ السلام میں اپنے کو شمار کرانے کے لئے جلسوں میں شرکت کی)

چونکہ استاد محترم دین کے ہر کام میں مخلصانہ طور پر شریک ہوتے تو اس الیکشن میں بھی اخلاص کے ساتھ اپنے علاقے کے ایک بڑے خان بہادر کا بے جگری سے مقابلہ کیا بعض لوگوں نے جرگہ کے طور پر حضرت ڈاکٹر صاحب کو الیکشن نہ لڑے کے لئے عرض کیا تو حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ جب مجھے کہتے ہو کہ تم کاغذات واپس لے لو تو میرے مقابل کو کیوں الیکشن نہ لڑنے کا نہیں کہتے ہو کہ وہ میرے مقابلہ میں دستبردار ہو جائے۔

تذکرہ جہاد

حضرت ڈاکٹر سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ کو جہاد سے حد درجہ شغف تھا ان کے رگ وخون میں جذبہ جہاد شامل تھا۔ شائد کوئی تقریب ایسی ہو کہ ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ اس میں شریک ہو اور جہاد کا تذکرہ نہ ہو۔ اگر جہادی تذکرہ کی کوئی موزون جگہ نہ ملتی تو دعا میں مجاہدین کا ایسی گرجدار آواز سے تذکرہ کر لیتے کہ لوگوں کے جان موہ لیتے ہر درس کے بعد جہاں جہاں مسلمانوں پر مظالم کئے جاتے ہیں ان کے بارے میں بڑے پرسوز انداز سے دعا کرتے، خصوصاً افغانستان اور پھر طالبان افغانستان کے بارے میں چونکہ وہ از خود افغان جہاد میں شریک تھے۔

گوریلا کمانڈر جلال الدین حقانی سے ان کے گہرے مراسم تھے اور انکے کمان میں خوست، پکتیا اور پکتیکا

کے محاذوں میں شریک ہوئے تھے۔ جہادی محاذ کے واقعات کو بڑے طمطراق اور دلی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ہر چھوٹی بڑی محفل میں سنایا کرتے تھے۔

دو شہید بھائی

رحلت سے تین دن پہلے رحمٰن میڈیکل آر۔ایم۔آئی پشاور میں ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو میرے ساتھ محترم دوست مولانا کفایت اللہ صاحب (مدرس جامعہ فاروقیہ حیات آباد پشاور) بھی تھے کمرہ میں ملاقات ہوئی تو حضرت ڈاکٹر صاحب کرسی پر تشریف فرما تھے ہم نے پاوں دبانا شروع کر دیئے اور دو طلبہ جو توامین تھے انکی شہادۃ کا واقعہ سنایا۔تو میرے معزز دوست مولانا کفایت اللہ صاحب نے بھی اس واقعہ میں شریک ہونے کا تذکرہ کیا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ وزیرستان کے بڑے عالم مولانا وارث خان صاحب اور دیگر طلبا بمعہ ان دونوں بھائیوں کے جنکے نام عبدالرحمٰن اور نورالرحمٰن جو اکھٹے پیدا ہوئے تھے اکٹھے جام شہادت نوش کیا اور اکٹھے ایک تابوت میں بند تھے جب والدہ کو اطلاع دی گئی تو والدہ نے استقامت کے ساتھ جواب دیا کہ اللہ ! جب کسی پرندہ کے دو بچے اکٹھے چلے جاتے ہیں تو ان کا کیا حال ہوتا ہے میرے بھی دو بچے شہادت سے سرفراز ہوئے میں صبر کے علاوہ کیا کچھ کر سکتی ہو بس آپ کے حکم پر رضا ہونے کا اظہار کرتی ہوں۔

جب تحریک طالبان شروع ہوئی اور ملا محمد عمر رحمہ اللہ کے امیر المومنین ہونے پر سارے لوگ بیعت کرنے لگے تو حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ ان میں سب سے آگے تھے لوگوں کی توجہ دلانے اور تحریک طالبان کی تعاون کرنے میں ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے خطبات وتحریرات نے بڑا کام کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے عربی میں ایک رسالہ حرکۃ الطالبان کے نام سے لکھا جسکی برکت سے عرب شیوخ اور پاکستان کے بڑے بڑے سرمایہ دار تحریک طالبان کے تعاون کیلئے متوجہ ہوگئے اور ماشاء اللہ روئے زمین پر اسلامی خلافت کا نمونہ قائم ہوگیا پانچ سال تک خلافت اسلامی کے زمزمے چہار سو گونج رہے تھے۔ خلافت کی بہاریں اور ثمرات پوری دنیا سے آئے ہوئے لوگوں نے مشاہدہ کئے اور الیکٹرانک میڈیا پر کانوں نے سنے اور آنکھوں نے دیکھ لیے۔ پھر ایک یہودی سازش کی بنیاد پر نائن الیون کا واقعہ ہوا اور خاص منصوبہ کیساتھ طالبان حکومت ختم ہوگئی اب اگرچہ طالبان حکومت ظاہری طور پر ختم ہے لیکن طالبان آج بھی موجود ہیں اور لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہے ہیں حضرت استاد رحمہ اللہ کی تمنا تھی کہ افغانستان کی پاک زمین پر تحریک طالبان کا پاک نظام خلافت دوبارہ آجائے وماذالك على الله بعزيز۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کے ساتھ الحمد للہ بہت دیر تک بیٹھنے اور مجلس کرنے کی سعادتیں بے شمار نصیب

ہوئی ہے اب چند مجلسوں میں والد محترم حضرت دیر بابا جی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کیساتھ بات چیت کا تذکرہ رقم کرتا ہوں۔

یادگار مجالس

09-11-2014 کو جمعہ المبارک کے دن عصر کے بعد والد محترم اور انکے نواسوں اور پوتوں کے ہمراہ حاضر ہوئے گھر کے اندر کمرہ میں تشریف فرما تھے پہلے بچوں سے قرآن سنا اوران بچوں سے قرآن سننا ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کا معمول تھا کیونکہ یہ بچے بڑے اچھے لہجے میں قرآن پڑھتے ہیں قرآن کی تلاوت سننے پر ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ بہت خوش ہوئے اور سب بچوں کو پچاس پچاس روپیہ انعام دیا مجھے دے دیا تو میں نے عرض کیا کہ پچاس نہیں لیتا پھر سو روپیہ کا نوٹ دیدیا۔ پھر حضرت والد صاحب نے حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی طرف سے ہدیہ دینے کا واقعہ سنایا ڈاکٹر صاحب فرمانے لگے کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ طلباء کا زیادہ احترام کرتے اور ہر طالب علم کے ساتھ ''مولوی'' ضرور کہتے۔

حضرت لاہوریؒ کا تذکرہ

پھر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ فیروز سنز کے مالک دوران درس فرش پر بیٹھتے حضرت لاہوریؒ نے کبھی نہیں کہا کہ چٹائی پر بیٹھو لیکن جب طالب علم فرش پر بیٹھتا تو کہتے مولوی صاحب اٹھو چٹائی پر بیٹھو آپ کے فرش پر بیٹھنے سے دل دکھتا ہے۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی خدمت

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ رات کے وقت حضرت شاہ جی رحمہ اللہ (مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ) تشریف لے آئے اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ گھر تشریف لے گئے تھے ریل گاڑی میں سفر کرنے کی وجہ سے بالوں اور داڑھی پر غبار جم گیا تھا۔ دیوار کو ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور تھکاوٹ کے آثار ظاہر تھے تو میں نے مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے پاس آکر کہا کہ شاہ جی تشریف لائے ہیں خدمت کا بہترین موقع ہے پھر شاہ جی کو اپنے کمرے میں لاکر چارپائی پر بٹھا کر تکیہ رکھا اور دبانا شروع کیا۔

حضرت نے فرمایا ''خوب زور سے دباؤ'' پھر شاہ جی نے فرمایا بھائی تیل ہے میں سمجھ گیا اور تیل لاکر مالش کی (چونکہ اسوقت میں بڑی قوت والا تھا) پھر کھنگی مانگی تو میں نے کھنگی لاکر بالوں سے غبار صاف کیا پھر حضرت لاہوری رحمہ اللہ تشریف لے آئے اور ہمارے کمرہ سے لیکر اپنے کمرہ لے گئے چونکہ شاہ صاحب بیمار تھے تو حضرت نے عرض کیا کہ تم کمرہ میں نماز پڑھو میں نے مولانا سمیع الحق صاحب سے عرض کیا کہ پھر خدمت کا موقع ہے شاہ جی

اکیلے ہے لہذا فرض پڑھو اور جلدی آ ؤ تا کہ کچھ خدمت کر سکے عشاء پڑھ کر جب واپس آ گئے تو شاہ جی نے فرمایا ''جا کے نماز پڑھو'' ہم نے عرض کیا کہ ''فرض پڑھی ہے اور تراویح میں گنجائش ہے'' اور میں نے کہا

نمازیں جب قضاء ہو تب ادا ہو

نگاہیں جب قضاء ہو کب ادا ہو

شاہ جی نے فرمایا تم تو بڑے شریر ہو پھر دبانا شروع کیا تو فرمایا ''خوب زور لگاؤ'' شاہ جی کے کھدر کپڑے تھے جو بہت موٹے تھے۔ دبانے کے دوران مجھ سے نام کا پوچھا تو میں نے عرض کیا ''شیر علی شاہ'' فرمایا سادات میں سے ہو میں نے کہا جی ہاں سادات میں سے ہوں۔ شاہ صاحبؒ نے ازارہ مذاق فرمایا ''کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر شمر امام زید العابدین کو بھی شہید کر دیتے تو سادات ختم ہو جاتے''۔

صبح مولانا صاحب شاہ جی کو مدرسہ میں گھما رہے تھے شاہ جی کے ساتھ چپل ہاتھ میں تھے تو میں نے لینا چاہا فرمایا تم بڑے ہو یا میں پھر چپل لیکر گھوم رہے تھے تو دوسرا ساتھی آیا اور اس نے چپل لینے کی خواہش کی تو شاہ جی نے فرمایا ''ایک چھٹانک کی چپل اٹھاتے ہو کمال یہ ہے کہ مجھے اٹھا کر کندھوں پر بٹھاؤ''

14-08-2015 کو بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز عصر دیر بابا جی اپنے نواسوں اور پوتوں کیساتھ عیادت کیلئے حاضر ہوئے سلام ومصافحہ کے بعد ڈاکٹر صاحب نے بابا جی کے آنے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا دیر بابا جی نے عرض کیا کہ آج دورہ حدیث کے طلباء کرام نے سورۃ یٰسین کا ختم کر کے آپ کے صحت یابی کے لئے اجتماعی دعا مانگی ڈاکٹر صاحب نے فرمایا بہت اچھا کیا ان شاء اللہ یہ دعائیں رنگ لائے گی'' پھر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے ''ایک بڑھاپا سو بیماری'' یعنی بڑھاپا از خود سو بیماریوں کی برابر ہے اور جب خارجی بیماریاں ساتھ ہو جائے۔ تو پھر تو بات اور بن جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ '' حضرت لاہوری رحمہ اللہ بالکل صحیح وقت پر درس کیلئے تشریف لاتے نہ ایک منٹ کم اور نہ ایک منٹ اوپر ایک دفعہ پانچ منٹ کے تاخیر سے تشریف لے آئے تو طلباء کرام کو معذرت کی کہ ''ایک بوڑھی عورت مسئلہ پوچھنے کیلئے آئی تھی اس لئے تاخیر ہوئی''

باتوں کے دوران شربت لایا گیا تو دیر بابا جی نے پینے سے معذرت کر لی۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مقولہ ہے کہ من زار حیا ولم یذق شیئا فکانما زار میتا تو دیر بابا جی نے عرض کیا کہ ''حیا'' کہا ہے ''مریضاً'' نہیں کہا پھر ڈاکٹر صاحب نے بچوں سے تلاوت سننے کی خواہش کی تو بچوں نے قرآن سنایا۔

تاثرات

استاد محترم حضرت ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت اعلیٰ صفات سے نوازا تھا۔ فصاحت وبلاغت انکی

گھر کی لونڈی تھی ۔شعر وشاعری میں بے مثال تھے ہزاروں اشعار وقصائد از بر تھے ۔ تدریس کے میدان میں یکتا تھے حدیث وقرآن کو بیان کرتے وقت ہر سامع یہ سمجھتا کہ روئے سخن میری طرف ہے ۔ مذہبی محافل ومجالس کی جان تھے حقوق انسانی کی ادائیگی میں بڑے محتاط تھے اپنی زندگی میں سارے ورثاء کو اپنے حصے دیئے اور مرض الوفات میں اپنے بچوں کو رشتہ داروں کے حقوق رکھنے کی تاکید کی ۔ ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے اور ہر آنے والے سے خندہ روئی سے ملتے ۔ دین کے بارے میں مداہنت کے قائل نہیں تھے ۔ جب کسی دینی کام کرنے والوں میں کوئی خامی دیکھتے تو علی الاعلان کہہ دیتے کہ ایسا نہیں ہونا چاہئے ۔ مرد قلندر کا فیض پورے عرب وعجم پر چھایا ہوا ہے اپنے استاد محترم مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ اوران کے خاندان کے ساتھ تادم مرگ اپنی وفا واخلاص کا مظاہرہ کیا دین فروشی سے کوسوں دور تھے وہ سیاست کو دین کا حصہ سمجھتے تھے لیکن وہ سیاست جس کے ذریعے دین کا غلبہ اور پرچم اسلام بلند ہو وہ ایسے درویش صفت عالم تھے کہ ہر دینی تحریک والے انکو اپنا سرپرست سمجھتے تھے ۔

ڈاکٹر صاحب صوفی ہونے کیساتھ مجاہد تھے اور مجاہد ہونے کے ساتھ صوفی تھے ہر مشکل سے مشکل حالات میں سچ بولنے والے تھے ۔ جہاں بھی جاتے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ۔ وہ مولانا سمیع الحق صاحب کے بچپن سے لیکر زمانہ وفات تک جوڑی دار تھے بقول مولانا قاری عبداللہ صاحب کہ آج ہر ایک کی جوڑی ہے لیکن مولانا سمیع الحق کی جوڑی آج نہ رہی حقیقی تعزیت وتسلی کے قابل مولانا سمیع الحق صاحب ہیں ۔

علمی کمالات کے علاوہ تواضع وخاکساری آپ میں کوٹ کوٹ بھری ہوئی تھی ۔خطبات جمعہ وعیدین میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زینت اور مدارس دینیہ کے اجتماعات میں سٹیج کے حسن تھے ۔ اپنی لطافت وظرافت اور شیرین گفتاری کی وجہ سے ہر شخص کے دل میں جگہ بنائی ہوئی تھی ۔حضرت ڈاکٹر صاحب علم کا سمندر اور تقویٰ وجہاد کا حسین امتزاج تھے ۔غرض ان کی زندگی بہترین صفات کا مجموعہ تھی ۔آج ان کے جانے پر ہر دینی شعبہ میں ان کی کمی محسوس ہو رہی ہے ۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں ان کا نعم البدل نصیب فرمائے اوران کے لئے آخرت کی مسائل کو آسان فرمائے ......

اس خاک کے ذروں سے ہے شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

مولانا عبدالصمد ساجد
متخصص جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

اکابر دیوبند کے فیض یافتہ

گزشتہ دنوں ۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ بمطابق ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز جمعہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث، عظیم مفسر، جلیل القدر محدث، بے مثال داعی وخطیب، مایہ ناز مدرس، ماہر ادیب، المجاہد الکبیر، یادگار اسلاف حضرت مولانا الدکتور شیر علی شاہ المدنی نور الله ضریحه وبرد مضجعه دار الفناء سے دار البقاء کوچ کر گئے۔ انا الله و انا اليه راجعون، ان لله ما أخذ وله ما أعطىٰ وكل شيء عنده بأجل مسمىٰ

انہی قد آور و دیدہ ور افراد میں ایک شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ قدس سرہ ہیں۔ آہ! آج وہ رخصت ہو گئے۔ اب تک ان کے بچھڑنے کا یقین نہیں ہو رہا۔ لیکن قضاء وقدر سے کس کو مفر ہے؟

ولو كانت الدنيا تدوم لواحد　　لكان رسول الله فيها مخلدا

حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمۃ ۱۱ شعبان ۱۳۴۹ھ، ۱۹۳۰ء اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے، بچپن سے ہی دینی ماحول نصیب ہوا، فقہ اور فارسی نظم کی ابتدائی کتب اپنے والد ماجد مولانا سید قدرت اللہ شاہ رحمہ اللہ سے پڑھیں۔

شاہ جی کی رفاقت وخدمت

آپ کے والد گرامی نہ صرف ایک جید عالم دین بلکہ قافلہء امیر شریعت مجلس احرار اسلام کے متحرک و فعال رکن بھی تھے۔ اسی کی بدولت حضرت ڈاکٹر صاحب کو بھی امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ سے کسب فیض اور خدمت و رفاقت کا خوب موقع ملا۔

اپنے اس تعلق اور نسبت کو حضرت بڑی لے اور ذوق وشوق سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت شاہ جی رحمہ اللہ کے ساتھ بیتے ان یادگار لمحات کو قلم بند بھی فرمایا، بطور تلذذ اس میں سے صرف دو واقعات اہل عقیدت کی نذر کئے جاتے ہیں۔

علم جب غلام ہو جائے

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: ''جب حضرت شاہ جی کی تشریف آوری کی بشارتیں نشر ہوئیں، تو سرحد کے دور دراز علاقوں سے شیدایان اسلام پروانوں کی طرح اجتماع کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ

جی جب سٹیج پر رونق افروز ہوئے ،تو اس وقت سرحد کے ایک نادرۂ روزگار خطیب ، پروفیسر مولانا محمد ادریس صاحب تصوف اور سلوک کے موضوع پر پوری فصاحت ، بلاغت اور سلاست کے ساتھ تقریر فرما رہے تھے، جو اپنے دور کے عظیم محقق اور مسلم الثبوت سکالر تھے ۔حضرت شاہ جی ان کی تقریر کو پورے غور وخوض سے سن رہے تھے، انکی تقریر کے بعد حضرت شاہ صاحب کی تقریر کا اعلان کیا گیا، حضرت شاہ صاحب پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی ۔حد درجہ بشاشت و انشراح صدر کے ساتھ خطبہ شروع فرمایا۔خطبہ میں پورے دس منٹ صرف ہوئے ، سب لوگ رو رہے تھے۔میرے کانوں نے آج تک کسی بڑے سے بڑے خطیب کا ایسا دل کش، جاذب قلب و جگر خطبہ نہیں سنا ہے۔خطبہ کے بعد حضرت شاہ صاحب نے حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کی تعریف فرمائی ،فرمایا: ادریس صاحب کی سلاست زبان ،فصیحانہ بلیغانہ انداز بیان نے مجھے پشتو زبان پر عاشق کر دیا ہے،تصوف کے موضوع پر ان کی محققانہ تقریر کو میں سو فیصد سمجھ چکا ہوں۔

میں نے ساتھیوں سے پوچھا: مولانا ادریس صاحب کا مشغلہ کیا ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ وہ ایک کالج میں پروفیسر ہیں ، میں نے پوچھا تنخواہ کتنی ہے؟ بتایا گیا تین سو روپیہ ماہانہ تنخواہ ہے۔ مجھے حد درجہ صدمہ ہوا ایسے محقق عالم دین اور کالج میں ملازمت؟علم جب غلام ہو جائے تو علوم اسلامیہ کی آزادانہ خدمت کیسے ہو گی؟ مولانا ادریس صاحب! آپ کسی دارالعلوم اور دینی مدرسہ میں اپنے محققانہ علوم ومعارف سے تشنگانِ علم کو سیراب فرمایا کریں یہ تین سو روپیہ میں آپ کو کہیں سے بھی مہیا کر کے ادا کرتا رہوں گا۔'' (گنجینۂ علم وعرفان ،ص۸۳،۸۴،شایع کردہ القاسم اکیڈمی نوشہرہ)

دشمن کے خلاف تیاری

دوسرا واقعہ یہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ راقم ہیں: ''دوسرے دن عصر کی نماز کے بعد حضرت امیر شریعت دریائے کابل کے کنارے تشریف لے گئے جو اکوڑہ خٹک کے شمال میں واقع ہے، کافی علماء اور مجلس احرار کے رضا کاروں کا ہجوم تھا،حضرت شاہ جی کے سینہ پر پستول کی کاٹھی دیکھ کر ایک عالم نے حضرت شاہ جی سے استفسار کیا''حضرت! آپ اس دفعہ پستول لے آئے ہیں؟ فرمایا: وأعدوالهم ما استطعتم من قوة و من رباط الخيل ترهبون به عدوالله و عدو كم وآخرين من دونهم لاتعلمونهم الله يعلمهم (الأنفال،٦٠)

اللہ تعالی کا فرمان ہے اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ان دشمنان اسلام کے دھمکانے اور ڈرانے کے لئے ہر قسم کا اسلحہ اور قوت مہیا کریں، نبی کریمؐ نے قوت کی تفسیر میں فرمایا ألا ان القوة الرمی الرمی کا کلمہ اتنا جامع و مانع ہے کہ اس میں اسلحہ کی تمام اقسام داخل ہیں، تیر اندازی سے لیکر پستول ،بندوق ، ٹینک ،جنگی جہاز کی بمباری اور جدید سے جدید جنگی آلات اس میں شامل ہیں ترهبون ارھاب سے ہے ارھاب کا معنی ڈرانا، پدکانا، چڑکانا، بِدکانا ہے۔'' (گنجینۂ علم وعرفان،ص،۸۵،۸۶)

کئی زبانوں پر دسترس

عربی وفارسی انکے گھر کی لونڈی ، انگریزی و اردو جیب کی گھڑی اور پشتو بائیں ہاتھ کی چھنگلی کا کھیل تھا۔ جب احسن العلوم کراچی میں مدرس تھے، امام اہل السنۃ مولانا سرفراز خان صفدر نوراللہ مرقدہ کی آمد ہوئی، جاندار شاندار مدحیہ عربی قصیدۃ الترحیب پیش کیا، مشت نمونہ از خروارے چند شعر پیش خدمت ہیں۔ پڑھیئے ،سر دھنیے اور اعلی ذوق کو داد دیجئے ......

تتلاطم الأفراح فی الأرواح
ونری السرور علا علی الأشباحِ
وجلت مخائل نهضة علمية بقدوم محی السنة الوضاحِ
زين المعارف والعوارف والتقى نعمان عصر جهبذ جحجاحِ
شمس المدارس والمجالس والهدىٰ وامام اهل السنة المداحِ
كشف الستار عن الغوا مض فی العلوم ولمعضلات الفقه كالمفتاح
ملأ المكا تب بالتآ ليف التی نالت قبول الناس فی الاصلاحِ
كلحت وجوه بنی القبور بنورها رفعت لواء القاسم الفتاحِ
يا رب أدم ابطال ديوبند لنا واحفظهم فی عيشهم رحراحِ

اسم بامسمّٰی تھے

حضرت رحمہ اللہ کی زندگی کا ایک روشن اور درخشاں باب ان کے جہاد وقتال، جرأت و بسالت اور شجاعت و بہادری کا ہے۔ نام شیر علی تھا اور کام بھی شیروں، دلیروں اور عالی ہمت اہل عزیمت والے....گویا اسم بامسمّٰی تھے

آئین جواں مردی حق گوئی و بے باکی — اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالی انہیں دیکھ کر فرمایا کرتے تھے ''تو بہت خطرناک آدمی ہے'' چنانچہ وہ دنیائے کفر کے لئے خطرہ ثابت ہوئے۔ ع قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

خود میدان عمل میں اترے، فریضۂ جہاد ادا کیا، تقاریر وخطبات اور علمی وتحقیقی اور ادبی تحریری شہ پاروں کے ذریعے تحریض علی القتال اور ترغیب جہاد کا فریضہ بھی بلا خوف لومۃ لائم ادا کیا۔ طالبان دور حکومت میں افغانستان کے صوبہ طالقان میں طالبان کو تفسیر پڑھاتے رہے اور ان کے دلوں میں جوش جہاد اور جذبہ عمل پیوست و جاگزین کرتے رہے، یوں آج انہیں استاذ المجاہدین کہا جائے تو چنداں مبالغہ نہ ہوگا۔

ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

مولانا امیر جان حقانی
ایڈیٹر ''نصرۃ الاسلام'' گلگت

حضرت شیخ کا سفر گلگت وبلتستان

ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر اب تک بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اور مزید لکھا جائے گا۔ان کی شخصیت کے سینکڑوں پہلوؤں ہیں مگر سب سے اہم اور بڑا پہلو اگر ایک جملے میں بیان کیا جائے تو یہ ہے کہ ''حب الوطنی ان کے ایمان کا حصہ تھا۔ پاکستان کے خلاف ہر اندرونی اور بیرونی سازش کا انہوں نے ساری زندگی ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

جہاد کے شیدائی

عالم اسلام کے حوالے سے وہ امریکہ کی یاری اور یلغاری ، دونوں ادوار کے دوران اہل حق اور اہل اسلام کے ساتھ کھڑے رہے اور جہاد فی سبیل اللہ کے شیدائی رہے اور مشکل کے اس دور میں جہاد فی سبیل اللہ کی حقانیت اور دعوت کی بہت مضبوط دلیل کے طور پر متعارف ہوئے''۔اسلام اور وطن کی آزادی کے لیے لڑنے والے مجاہدین اسلام کے راہنما کے طور پر پوری آب وتاب کے ساتھ وہ برسوں زندہ وتابندہ رہے۔ جہاد کشمیر اور افغانستان کے صف اول کے سرپرستوں میں آپ سرفہرست رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سچے معنوں میں ایک مجاہد تھے اور اس سے بھی بڑھ کر ایک کامل استاد تھے۔ڈاکٹر صاحب قیام پاکستان سے سترہ سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور انہوں نے پاکستان بننے سے پہلے پاکستان زندہ باد کے نعرے لگائے تھے۔اور تحریک پاکستان میں شامل رہے تھے۔وہ ایک سچے پاکستانی ہونے کے ساتھ ایک کامل صوفی اور کامیاب شیخ الحدیث اور نامور محقق تھے۔

محنت ان کا شعار تھا

محنت ان کا شعار تھا۔جس محنت سے انہوں نے مدینہ یونیورسٹی سے حسن بصریؒ کے تفسیری روایات میں پی ایچ ڈی کر کے عالم عربی واسلامی میں نام کمایا تھا اسی محنت سے تعلیم وتدریس اور تبلیغ وجہاد میں بغیر میڈیائی تشہیر کے علمی وعملی دنیا میں اپنا لوہا منوایا اور عنداللہ وعندالناس مقبول ومعروف ہوئے۔ن کی محنت اور اخلاص دنیا اور آخرت دونوں میں کام آگئی۔اوران کی علمی کتابیں بہت دیر تک اہل علم کو مستفیض کرتی رہیں گی......

ع ایں سعادت بزور بازو نیست

ضعیف العمری میں پر مشقت سفر

18، 19 مئی 2011ء کو ڈاکٹر صاحب نے گلگت کا دوروزہ دورہ کیا۔ان کا یہ دورہ بھی خالصتاً دینی و مذہبی

تھا۔دنیاوی کوئی اغراض و مقاصد شامل ہی نہیں تھے۔ جامعہ نصرۃ الاسلام کے رئیس قاضی نثار احمد نے انہیں جامعہ میں تقریبِ ختم بخاری میں بخاری شریف کا آخری حدیث کا درس دینے کے لیے مدعو کیا تھا۔ڈاکٹر صاحب نے اس دعوتِ خیر کو بلا چوں و چراں قبول کیا اور اس ضعیف العمری میں گلگت تشریف لائے۔

شایانِ شان استقبال

واقفان حال جانتے ہیں کہ گلگت میں ان کا ایک شاندار استقبال ہوا تھا۔اگر چہ ڈاکٹر صاحب استقبال کے قطعاً متمنی نہیں تھے۔ان کی گلگت آمد اور جامع مسجد گلگت میں نماز جمعہ اور جامعہ نصرۃ الاسلام میں تقریب کے لیے جو اشتہارات اور بینرز تیار کیے گئے تھے وہ میرے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے۔قاضی صاحب کی خصوصی ڈیمانڈ پر یہ تمام بینرز اور پینافلیکس میں نے لکھ کر ڈیزائن بھی کروائے تھے۔مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کی گلگت آمد کا سن کر پورے گلگت بلتستان سے جید علماء کا ایک جم غفیر جامعہ نصرۃ الاسلام میں جمع ہوا تھا۔گلگت بلتستان کے علماء کی ایک بڑی تعداد ڈاکٹر صاحب کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ضلع دیامر کے سب سے ذہین اور معمر عالم دین شیخ الحدیث مولانا عبدالقدوس صاحب نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ آج سے چالیس سال پہلے ڈاکٹر صاحب کے سامنے زانوئے تلمذتہہ کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جامعہ نصرۃ الاسلام کے مرکزی لان میں ایک اجتماع عام سے تفصیلی خطاب کیا۔ ہزاروں لوگ ان کا خطاب انتہائی انہماک سے سن رہے تھے۔

یادگار ملاقاتیں

مجھ ناچیز کو ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ سے دو دفعہ ملنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ 2006ء کو پہلی بار برادرم محمودالحسن کی معیت میں نوشہرہ میں ان کے گھر جا کر زیارت کی جب ان کے دل کا اپریشن ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے میرے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا کی تھی۔دیر تک ان کی نصیحتیں سنتا رہا۔ دوسری دفعہ جب ڈاکٹر صاحب گلگت تشریف لائے تو ان کے پاؤں دبانے کی سعادت نصیب ہوئی۔قاضی نثار احمد صاحب بنفس نفیس ڈاکٹر صاحب کی خدمت کے لیے کھڑے تھے۔ان کی ہی درخواست پر ڈاکٹر صاحب پہلی دفعہ گلگت تشریف لائے تھے۔ڈاکٹر صاحب نے عربی زبان میں جامعہ نصرۃ الاسلام کے لیے ایک تصدیقی سرٹیفیکیٹ بھی لکھا اور جامعہ کے نظم وضبط اور دینی ورفاہی کوششوں کی بھر پور تحسین کی۔ لیٹر پیڈ پر مرقوم شدہ یہ سرٹیفیکیٹ آج بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ان کی عربی دانی پر رشک ہی کیا جاسکتا ہے۔ ان کا عربی میں تحریر کردہ پی ایچ ڈی کا مقالہ علمی دنیا میں اپنا لوہا منوا چکا ہے۔30 اکتوبر 2015ء بروز جمعہ کو ان کا انتقال ہوا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جمعہ کے دن کی موت عذاب قبر سے بھی حفاظت ہے اور سوال قبر سے بھی۔ یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ جمعۃ المبارک کو جہنم میں آگ نہیں بھڑکائی جاتی۔ یہ سعادت بھی ڈاکٹر صاحب کو نصیب ہوئی، زہے قسمت۔ میں ایم فل (M.Phil) کے ٹیسٹ وانٹرویو کیلئے اسلام آباد آیا ہوا تھا۔

نمازِ جنازہ میں شرکت

دل چاہ رہا تھا کہ حضرت کی جنازے میں شرکت کی کوئی ترتیب نکل آئے، بروز ہفتہ نماز فجر کے وقت قاضی صاحب نے فون کیا کہ میں ڈاکٹر صاحب کی جنازے کیلئے پہلی فلائٹ سے اسلام آباد آرہا ہوں۔آپ تیار رہیں ساتھ چلیں گئے۔ یوں ہم بروقت نماز جنازہ میں شامل ہوئے۔ان کی نماز جنازہ میں کم از کم دس لاکھ لوگوں نے شرکت کی۔ شاید پاکستان کی سرزمین نے اس سے پہلے اتنا بڑا جنازہ نہ دیکھا ہوا۔ جہانگیرہ سے لیکر نوشہرہ تک جی ٹی روڈ پانچ گھنٹے مسلسل بند رہا۔نماز جنازے کے بعد ایک دیوار پر چڑھ کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں تو حیرت کی انتہاء ہوئی کہ چاروں طرف تا حدنگاہ انسانوں کا ہجوم ہی ہجوم تھا۔شاید جنازہ گاہ چاروں طرف سے پانچ میل سے زیادہ اراضی پر پھیلا ہوا تھا۔مولانا سمیع الحق کے بقول جنرل ضیاء الحقؒ کے جنازے سے ڈاکٹر صاحب کا جنازہ بڑا تھا۔

مولانا سمیع الحق سے تعزیت

مفتی سیف الدین بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ان کے اصرار پر قاضی صاحب نے دارالعلوم حقانیہ کے سربراہ مولانا سمیع الحق اور دیگر اساتذہ سے ان کی آفس میں ملاقات کی اور تعزیت کی۔ ہر ایک مولانا سمیع الحق سے تعزیت کیے جارہا تھا ہم نے بھی تعزیت کی۔ میں نے اپنا تعارف کروایا تو مولانا سمیع الحق صاحب بے حد خوش ہوئے اور انکی شخصیت پر لکھے ہوئے مضمون کی تعریف کی اور کہا کہ " آپ نے جامع و مانع لکھا ہے۔اللہ جزائے خیر دے"۔اپنی کتاب مشاہیر کے خطوط کے دو جلدیں تحفے میں عنایت کیے اور بقیہ حصے دینے کا وعدہ کیا۔اور اپنی نئی کتاب مشاہیر کے خطبات کی مکمل سیٹ قاضی صاحب کو بطور تحفہ عنایت کیا اور تمام مہمانوں کو پرتکلف کھانا بھی کھلایا۔افغانستان سے ہزاروں علماء اور مجاہدین نے ڈاکٹر صاحب کی جنازے میں شرکت کی تھی۔کئی نامی گرامی مجاہدین مولانا سمیع الحق صاحب کی دفتر میں نظر آئے۔

بہر صورت میں نے اپنی تحریر کو طول نہیں دینا۔ یہ ریکارڈ پر ہے کہ جب ڈاکٹر صاحبؒ گلگت آئے تھے تو گلگت بلتستان کے اخبارات نے ڈاکٹر صاحب کے خطبہ کو شہ سرخیوں میں شائع کیا تھا۔گلگت کے اہل سنت عوام نے ان کے راہ میں محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کیے تھے۔آج بھی ان کے علمی خطبوں کے زمزمے محسوس کیے جارہے ہیں۔ اپنے عہد کے ایک عظیم انسان وہاں چلے گئے جہاں ہم سب نے جانا ہے۔ 2015ء کا سال افغان مجاہدین کے لیے انتہائی مشکل سال ثابت ہوا ہے۔ ملا عمرؒ اور جنرل حمید گل کے بعد افغان مجاہدین کے لیے ڈاکٹر صاحب کی وفات حسرت آیات سب سے تکلیف دہ بات ہوگی۔ کیونکہ وہ ایک بے لوث سر پرست سے محروم ہوئے۔اللہ ان کو علیین میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور ان کی طفیل ہم سب کی مغفرت کرے۔بے شک ڈاکٹر صاحبؒ کے پاس دنیاوی کر وفر نہیں تھا مگر ان کا ایمان مضبوط تھا۔اور ان کا روحانی فیض پورے عالم اسلام کو پھیلا ہوا ہے۔ ان کی تلامذہ کی تعداد لاکھوں میں ہے جو ان کے فیض کو چہار دانگ عالم پھیلانے میں مصروف ہیں۔رب مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

درسی افادات وملفوظات

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

ضبط وترتیب: مولانا سعد الباقی

شمائل نبویؐ کی اہمیت اور ضرورت

دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں درس شمائل ترمذی کی آمالی میں سے بطور نمونہ ابتدائی حصہ

حدیث پڑھنا حضورؐ کی معنوی ملاقات

شمائل کی وجہ سے ذو شمائل وسیرت پڑھنے اور پڑھانے والوں کے سامنے آجاتی ہے اسی وجہ سے بزرگان دین کہتے ہیں:

اھل الحدیث ھم أھل النبی
و ان لم یصحبو انفسہ انفاسہ صحبوا

''حدیث سننے اور سنانے والے نبی علیہ السلام کے خاندان سے ہیں حضورؐ کی ذات سے اگر چہ شرف صحبت حاصل نہ کر سکے لیکن آپؐ کے الفاظ سے بہرور ہوگئے''

یعنی حدیث کے طلباء رسول اللہؐ کی اولاد ہیں انہوں نے اگر چہ رسولؐ کی ذات مبارک نہیں دیکھی ہے پھر بھی رسول اللہؐ کے اولاد ہیں کیونکہ رسول اللہؐ کا کلام تو پڑھتے ہیں اور اس کلام کے پڑھنے سے رسولؐ کی معنوی ملاقات نصیب ہوتی ہے حدیث سننے اور سنانے والے رسول اکرمؐ کی مجلس کا شرف حاصل کرتے ہیں اس لئے جتنی دفعہ آپؐ کا نام مبارک لیا جائے تو ساتھ ہی پڑھا جائے آپؐ نے فرمایا ہے قیامت کے دن تم میں سے میرے زیادہ قریب وہی ہوگا جس نے مجھ پر زیادہ درود پڑھا ہوگا۔

شمال اور شمیلۃ کی لغوی تشریح

شمائل شمال اور شمیلۃ کی جمع ہے شمل یشمل شملاً وشملًا و شمولاً باب سمع اور نصر سے آتا ہے بمعنی شامل ہونا، عام ہونا یقال شمل القوم خیراً او شراً ''اس کی بھلائی یا برائی ساری قوم کو عام ہوگئی'' شمال جانب شمال کو بھی کہا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے یہ جانب شمال ہے اور یہ جانب جنوب شمال اور شمیلۃ عادت وخصلت کو بھی کہا جاتا ہے جریر کہتا ہے......

الم تعلم ان الملامة نفعها قليلٌ

وما لو مى أخى من شماليه

''کیا آپ کو پتہ نہیں کہ ملامت کا نفع قلیل ہے میں اپنے بھائی کو ملامت نہیں کرتا یہ میری عادت نہیں ہے''

عرب کہتے ہیں ليس من شمالي أن أعمل بشمالي ''یہ میری عادت وخصلت نہیں کہ میں کاموں کو بائیں ہاتھ سے کروں'' دایاں ہاتھ نیک کام کے لئے ہے جاہل آدمی بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ ہی سے پیتا ہے جو لوگ کھانے پینے کے آداب سے بے خبر ہوان کا یہی معمول ہوتا ہے۔

صنعت تجنیس

عرب کے اس مقولے میں صنعت تجنیس ہے صنعت تجنیس کے معنی ہیں کہ ایک جنس کے دو حرف آجائے اور اس کے معانی جدا، جدا ہوں شمال عادت کو بھی کہا جاتا ہے اور بائیں ہاتھ کو بھی جیسے ایک شاعر نے اپنے شعر میں صنعت تجنیس لاکر اپنی محبوبہ سے کہا ہے......

چراغم تو باشی چراغم بود

مرا بر چراغم چراغم بود

''کہ تو میرا چراغ ہے اور تو میرے ساتھ بیٹھی ہے اور میں تیرے چہرے کی روشنی میں دیکھ رہا ہوں میں پھر کیوں غم کروں گا، میرے ساتھ جب میرا چراغ ہوگا تو میرا غم کیا ہوگا''

اس شعر میں الفاظ تو ایک جیسے آئے ہیں لیکن معنی ان سب کا الگ الگ ہے چراغم محبوبہ اور چراغ دونوں کو کہا جاتا ہے اردو کے ایک شاعر کہتے ہیں......

یہاں رکھی تھی وہ پہنچی

کوئی کم بخت آ پہنچی

ایک عورت کہتی ہے میں نے ہاتھ کے کنگن یہاں رکھے تھے کہ کوئی کم بخت (چوری کرنے والی عورت) آگئی اور ہاتھ میں میرے کنگن ڈال دیئے اور خدا جانے میرے چوری شدہ کنگن کہاں پہنچے ہوں گے اس شعر میں بھی الفاظ تو ایک جیسے آئے ہیں لیکن معنی ان سب کا علیحدہ علیحدہ ہے پہنچے ہاتھ، ہاتھ کے کنگن (چوڑی) آنے اور جانے ان تمام معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔

مشمول اس آدمی کو کہا جاتا ہے، جو اچھے اخلاق کا مالک ہو شمال بارش کو بھی کہا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ شمال چل رہی رہے جو ہوا شمال کی طرف سے آتی ہے اسے بھی شمال بفتح الشین اور شمال بکسر الشین کہا جاتا ہے

عرب کے شاعر امراء القیس کہتے ہیں

فَتُوضِحَ فَالْمَقْرَاةُ لَمْ يَعْفُ رَسْمُهَا
لِمَا نَسَجَتْهَا مِنْ جُنُوبٍ وَّ شَمْأَلِ

اور توضح ومقراۃ کے درمیان ہے جس کے نشانات اس وجہ سے نہیں مٹے کہ اس پر جنوبی اور شمالی ہوائیں (برابر) چلتی رہیں۔

شمائل ترمذی میں مضاف الیہ محذوف ہیں یہ اصل میں شمائل النبیؐ للترمذی کے معنی میں ہے یعنی رسولؐ کے وہ شمائل جو امام ترمذی نے لکھے ہیں شمائل بھی حدیث کی ایک قسم ہے جو تعریف، موضوع اور غرض حدیث کی ہے وہی شمائل کی بھی ہے۔

حدیث کے معانی

حدیث کے لغوی معنی لغت عرب کے مشہور امام علامہ جوہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب الصحاح میں حدیث کا لغوی معنی یوں بیان کیا ہے الحدیث الکلام قلیله و کثیره و جمعه ''یعنی لغت میں حدیث ہر کلام کو کہا جاتا ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اس کی جمع احادیث آتی ہے''

اصولیین کے نزدیک حدیث کے اصطلاحی معنی اور حدیث کی تعریف یہ ہے أقوال رسول اللهؐ وافعالهٗ اس تعریف کے مطابق چار چیزیں حدیث میں داخل ہیں (۱) نبیؐ کے اقوال (۲) افعال (۳) تقریرات (۴) آپؐ کے احوال اختیاریہ تقریرات اور احوال اختیاریہ افعال میں داخل ہیں اسلئے تعریف میں وافعالہ کا لفظ کافی ہے تقریرات تقریر کی جمع ہے اس کے لغوی معنی ہیں پختہ کرنا اور اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ کوئی متبع شریعت شخص نبیؐ کے سامنے کوئی عمل کرے اور آپؐ اس پر خاموشی اختیار کریں محدثین کے نزدیک حدیث کا اصطلاحی معنی یہ ہے أقوال النبیؐ وافعاله واحواله اس تعریف کے مطابق مذکورہ بالا چار اشیاء کے علاوہ احوال غیر اختیاریہ بھی حدیث میں شامل ہیں کیونکہ واحوالہ کا لفظ عام ہے دراصل اصولیین اور محدثین کی تعریف میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اصولیین کا مقصد حدیث کو جمع کرنا اور بیان کرنا نہیں بلکہ احکام ومسائل کا استنباط کرنا ہے اور احوال غیر اختیاریہ مثلاً نبیؐ کا حلیہ، آپؐ کی ولادت، وفات کے واقعات وغیرہ سے احکام مستنبط نہیں ہوتے اس لئے انہیں حدیث میں شامل کرنے کی ضرورت نہیں، اور محدثین کا مقصد ہر اس روایت کا جمع کرنا ہے جو کسی طرح نبی کریمؐ کی طرف منسوب ہو احوال غیر اختیاریہ بھی اس میں شامل ہیں۔

حدیث کے لغوی و اصطلاحی معنوں میں مناسبت

حدیث کے لغوی اصطلاحی معنی میں مناسبت لفظ حدیث میں دو احتمال ہیں (۱) حدیث حدوث سے ماخوذ ہے حدوث کے معنی جدید اور نئی چیز کے آتے ہیں تو حدیث کو حدیث کہنے کی وجہ یہ ہوئی کہ قرآن کریم حدیث کے مقابلہ میں قدیم جبکہ حدیث جدید اور نئی ہے (۲) حدیث تحدیث سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی ''بیان کرنے'' کے آتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اس آیت میں نبیؐ کو نعمت بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نعمت سے مراد احکام شرعی کی تعلیم ہے نبیؐ نے اپنے اقوال وافعال کے ذریعہ احکام شرع کی تعلیم دی اور انہیں بیان کیا اسلئے آپؐ کے اقوال وافعال وتقریرات کو حدیث کہا جاتا ہے۔

تعریف علم حدیث هو علم يعرف به اقوال النبیؐ وافعاله واحواله

''یعنی وہ علم جس کے ذریعے نبیؐ کے اقوال، افعال اور احوال معلوم کئے جاسکیں''

علم حدیث کا موضوع، غرض اور غایہ

موضوع علم حدیث ذات النبیؐ من حيث انه رسول الله یعنی علم حدیث کا موضوع نبیؐ کی ذات اقدس ہے اس حیثیت سے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

غرض وغایہ علم حدیث اس کی دو غرضیں ہیں:

(۱) دنیاوی: الإهتداء بهدى النبیؐ یعنی آپؐ کی سیرت پر چلنا اور اس سے ہدایات حاصل کرنا۔

(۲) اخروی: الفوز بسعادة الدارين یعنی دونوں جہانوں کی سعادت حاصل کر کے کامیاب وکامران بننا

علم حدیث کی شرافت وعظمت

علم حدیث کا موضوع نبیؐ کی ذات من حیث الرسالۃ ہے اور آپؐ کی عظمت روز روشن کی طرح عیاں ہے آپؐ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ذات ہیں لہذا جس علم میں آپؐ کی ذات سے بحث ہوگی وہ بھی عظیم الشان علم ہوگا، چنانچہ قرآن کریم اور اس کی تفسیر کے بعد افضل ترین علم، علم حدیث ہی ہے۔

بسم اللہ سے آغاز کے وجوہات

امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں شمائل ترمذی کا آغاز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے کیا ہے اس کی کئی وجوہات ہیں۔

☆ کتاب اللہ کی اقتداء کی وجہ سے قرآن مجید کے ابتداء میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آئی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے سر پر بسم اللہ کا تاج رکھا ہے ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے............

از بسم اللہ نیست چیزے بہتر
نہادم تاج بسم اللہ بر سر

☆ آپؐ پر ابتداء نازل ہونے والی وحی، سورۃ علق کی تھی جس کی ابتداء میں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ کے الفاظ آئے ہیں۔

☆ حدیث رسولؐ کی اقتداء کی وجہ سے، حدیث میں آتا ہے کہ کل أمر ذی بال لم یبدأ فیه باسم اللّٰه فهو اقطع (شرح مسلم: ج۱،ص۴۳)

☆ نبی اکرمؐ کے خطوط کی اقتداء کی وجہ سے آپؐ جب بادشاہوں کے نام خطوط لکھا کرتے تو اس کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہوتا۔

لہٰذا امام ترمذیؒ نے شمائل ترمذی کا آغاز بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے کیا تاکہ کتاب اللہ اور حدیث رسولؐ کی اقتداء ہو جائے۔

خطبۂ کتاب میں حمد وسلام کے علمی نکات

امام ترمذی نے اپنے خطبہ میں قرآن مجید کے اس آیت کی امتثال کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی (النمل:۵۹)

آیت مذکورہ کے مخاطب یا تو لوطؑ ہیں جیسا کہ مفسرین حضرات کا یہی خیال ہے کہ اس سے پہلے لوطؑ کا قصہ ہے اور یا اس سے مراد حضرت محمد مصطفیٰؐ ہیں امام ترمذی کے عمداً امتثال بالا آیت میں اشارہ ہے کہ ابتداء بالحمد کے بارے میں جو روایت ہے وہ ضعیف ہے اور اس روایت میں محدثین کا کلام ہے اسکے برعکس بسم اللہ کے بارے میں جو روایت کل امر ذی بال لم یبدأ فیه باسم الله فهو أقطع (شرح مسلم: ج۱،ص۴۳) ہے وہ قوی ہے۔

فائدہ: الحمد معرفہ اور سلام نکرہ ہے اس پر اعتراض یہ ہے کہ دونوں معرفہ الحمد للّٰہ والسلامؑ یا دونوں نکرہ حمد للّٰہ وسلام لانے چاہیے تھے تاکہ حمد وسلام میں مطابقت ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ الحمد معرفہ اور سلام نکرہ لایا گیا ہے اس کو کمال ادب کہا جاتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے حمد اور پیغمبر پر سلام کے درمیان مساوات لازم نہ آئے تو یہاں بھی عملاً الحمد کو معرفہ اور سلام کو نکرہ ذکر کیا اسلئے کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ معبود اور خالق جبکہ انبیاء مخلوق اور عابدین ہیں وَ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ لوگ اس وجہ سے تباہ ہو جاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے صفات بندوں کیلئے ثابت کرتے ہیں لہٰذا مصنفؒ نے عمداً اس طرح کیا اور یہ بالکل اسی طرح ہے کہ امام ابو یوسفؒ جب اپنے شیخ سے کوئی مسئلہ نقل کرتے تو فرماتے عن یعقوب عن ابی حنیفة آپؒ استاذ کے ساتھ کنیت میں اپنے آپ کو برابر نہیں کرتے بلکہ کسر نفسی اور تواضع کی وجہ سے اپنے کنیت (ابی یوسف) کی بجائے اپنا نام لیتے اور اپنے استاذ (شیخ) کے

ساتھ کنیت ذکر فرماتے لہٰذا تقاضۂ ادب کی وجہ سے الحمد معرفہ اور سلام نکرہ لایا گیا ہے سلام میں تنوین تعظیم کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر پر عظیم سلامتی ہو۔

تنوین تکثیر کے لئے بھی آتا ہے اور تقلیل کے لئے بھی تکثیر اور تقلیل دونوں کا تعلق کمیات سے ہے اور تعظیم وتحقیر کا تعلق کیفیات سے ہے تکثیر کی مثال جیسے ان له لإبلاً (اس کے بہت سے اونٹ ہیں) تقلیل کی مثال جیسے وَّ رِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكۡبَرُ "اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضا مندی بھی بڑی ہے" اگر اللہ تعالیٰ تھوڑے بھی راضی ہو جائیں تو دنیا ومافیہا سے بہتر ہے اس لئے کہ...... قليل منك يكفيني ولكن قليلك لا يقال له قليل

اللہ تعالیٰ کے قلیل کو کوئی قلیل نہیں کہہ سکتا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡيَا قَلِيۡلٌ "کہہ دو کہ یہ دنیا قلیل ہے" تو ساری دنیا کو فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ قلیل۔ سلام سے مراد اگر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو تو پھر تقدیر عبارت اس طرح ہوگی سلام الله على عباده اگر اس سے مراد بنی آدم کا سلام ہو تو پھر اس سے مراد ثناء وتعریف ہے۔

عباد اور تعبید کی تشریح

عباده عباد عبد کی جمع ہے، اور اس کی جمع عبید بھی آتی ہے اعبد اور عبدان بھی اس کی جمع آتی ہے عبد خلاف الحر کو کہا جاتا ہے اور حر کے مقابلہ میں آتا ہے عبد يعبد باب نصر سے مستعمل ہے اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ تعبید تذلیل کو کہا جاتا ہے طریق معبد اس راستے کو کہا جاتا ہے جو ذلیل ہو یعنی ہر چیز اس پر گزرتی ہے، جیسے شارع عام کو اس نے اپنے آپ کو ذلیل کیا ہوتا ہے اور کسی کو کچھ نہیں کہتی، عبادت کو بھی عبادت اس لئے کہا جاتا ہے، کہ اس میں غایت تذلیل اور غایت خضوع ہے اور معبود باری تعالیٰ کی ذات ہے اس لئے کہ تذلل اور تابعداری صرف رب العالمین ہی کے لئے کی جاتی ہے، عباد عبد کی جمع ہے، اور اس کی اضافت ضمیر کی طرف ہوئی ہے جمع کی اضافت یا تو بالاستغراق ہوتی ہے یا تعظیم کے لئے اگر ادھر اضافت بالاستغراقی لی جائے تو پھر الَّذِيۡنَ اَصۡطَفٰى یہ صفت احترازی ہے گویا اس سے فاسق لوگ نکل گئے وہ اللہ تعالیٰ کے بہتر اور پسندیدہ بندے نہیں، اور اگر اضافت جمع تعظیم کیلئے مانی جائے، تو پھر الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰى عباد کے لئے صفت کاشفہ اور صفت مادحہ ہے، اللہ تعالیٰ کے بندے وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بہتر بنایا ہے۔

أَصۡطَفٰى: باب افتعال (اصطفىٰ يصطفى اصطفاءً) سے ہے اس کا مجرد باب نصر سے آتا ہے صفىٰ يصفو صفواً بمعنی صاف وستھرا ہونا، صفى المآء وصفى الشراب پانی صاف ہے، اس کے اندر جراثیم یا گندگی نہیں ہے، جس پانی سے مشین کے ذریعے سے جراثیم نکلے ہو، اور بعض دوائیں (کیمیکل) بھی اس کے ساتھ ملائی گئی ہو تو اسے المآء المصفى کہا جاتا ہے العسل المصفىٰ اس شہید کو کہا جاتا ہے جس سے وہ موم جیسی شے دور کی گئی ہو، فائدہ: اس شہد میں باقاعدہ چھتہ بھی موجود ہوتا ہے۔

ضبط و ترتیب: مولانا فہد احمد

دینی مدارس کا تحفظ و استحکام

۶ مئی ۱۹۹۹ء تحفظ دینی مدارس کانفرنس

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (آلِ عمران:۹۶)

آغاز سخن

جناب صدر جلسہ، معزز علماء کرام، محترم طلباء اور مجاہد مسلمان بھائیو! یہ عظیم اجتماع مسلمانوں کی دین اسلام کے ساتھ وابستگی اور محبت کا ثبوت ہے میرے بھائیو! اپنی اپنی جگہوں پر خاموشی سے بیٹھ جایئے تاکہ دور دور سے تشریف لانے والے علماء، مشائخ اور طلباء کرام تقاریر سے خوب خوب لطف اندوز ہو اور فرزندانِ توحید اس عظیم جلسہ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کر سکیں۔

مسجد الحرام روئے زمین پر سب سے اولین مدرسہ

میرے بھائیو! آج یہ عظیم اور ممتاز اجلاس مدارس اسلامیہ کے تحفظ کے سلسلہ میں منعقد کیا گیا ہے روئے زمین پر سب سے اولین مدرسہ رب العالمین جل جلالہ نے مسجد الحرام میں قائم فرمایا ہے قرآن کریم میں اس کے متعلق ارشاد فرمایا گیا

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (ال عمران: ۹۶)

”حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کیلئے بنایا گیا، یقینی طور پر وہ ہے جو مکہ میں واقع ہے اور بنانے کے وقت ہی سے برکتوں والا اور دنیا جہان کے لوگوں کیلئے ہدایت کا سامان ہے“

اس مدرسہ میں تعلیم کے سلسلہ میں رب العالمین نے وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجے اور پیغمبرانِ خدا لوگوں تک آسمانی ہدایات پہنچایا کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر خاتم النبیین رحمت کون و مکان، زینت دو جہاں حضرت محمدؐ اس عظیم مرکزی درسگاہ کے معلم بنے۔

رسول اللہؐ بحیثیت ایک معلم کے

رسول اللہؐ فرماتے ہیں اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا (مشکوٰۃ:ح ۲۴۸) ”مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا“

اس کے بعد رسول اللہؐ نے سب سے پہلے مسجد نبویؐ کی بنیاد رکھی مساجد اسلامی علوم کی درسگاہیں ہیں اور دینی مراکز ہیں اور یہ سلسلہ صحابہ کرامؓ، تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانہ سے جاری وساری ہے یہاں تک کہ برصغیر میں دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ایک عظیم علمی درسگاہ کا قیام عمل میں آتا ہے دینی مدارس تمام مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ ہیں دنیا میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کو دینی مدارس کی خدمت سے انکار ہو اور اگر کوئی کرے بھی تو درحقیقت وہ مسلمان نہیں ہے اسلامی مدارس قرآن پاک اور احادیث مصطفیؐ کی خدمت کرنے والے ادارے ہیں۔

اکابر دیو بند اور استعمار کا مقابلہ

میرے بھائیو! دینی مدارس کی خدمت اور دینی مدارس کا تحفظ ہر مسلمان کے لیے فرض اول ہے بدقسمتی سے ہماری نئی نسل اور خاص کر انگریزی علوم سے متاثر لوگ جو انگریزوں کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، ان کو دینی مدارس کی اہمیت کا کوئی اندازہ نہیں اس وجہ سے جمعیت علماء اسلام نے دینی مدارس کے تحفظ کیلئے یہ ایک عالمی امتیازی اجتماع منعقد کیا ہے دینی مدرسہ اسلامی تشخص اور دینی شعائر، قرآن اور رسول اللہؐ کے مبارک تعلیمات کی شاخیں ہیں ایک زمانہ وہ تھا جب برطانوی استعمار نے ہمارے اکابر کو کیا کیا اذیتیں دیں، انہیں کس کس طریقے سے ظلم و جبر کا نشانہ بنایا اکابرین دیوبند جن کا سرِ قافلہ شاہ ولی اللہؒ ہیں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ہیں، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ ہیں، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ہیں میرے بھائیو! برطانوی استعمار نے اکابرین اور اساتذۂ علوم نبوت کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں لیکن الحمدللہ یہ قافلہ رکا نہیں چلتا رہا اور سلسلہ درسلسلہ ملک در ملک بڑھتا گیا۔

انگریز کے گماشتوں کا علماء اور مدارس کے خلاف پروپیگنڈا

انگریزی کی تعلیم سے متاثر لوگوں نے عالم دین کو مسجد کا مینڈک اور نہ جانے کیا کیا عجیب وغریب القابات سے نوازا لیکن الحمدللہ ہمارے اکابر عزم و استقلال میں کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ مضبوط تھے اکابر کے اس عظیم استقلال کا نتیجہ ہے کہ آج آپ لوگ اپنی آنکھوں سے سے ہزاروں علماء کرام اور علوم نبوت کے شاگردوں کے اس عظیم اجتماع کا مشاہدہ کر رہے ہیں یہ ہمارے اکابر کی قربانیوں کے ثمرات ہیں، اگر ہمارے اکابر نے قربانیاں نہ دی ہوتیں تو اللہ کو معلوم کہ آج ہم کن کن درختوں اور کن کن بتوں کو سجدہ کر رہے ہوتے اور کس کس خدا سے منتیں اور سماجتیں اور دُعائیں کرتے پھرتے مدارس دینیہ کی خدمت تمام مسلمانوں پر فرض ہے وہ مسلمان، مسلمان نہیں جو عالم دین اور طالب دین کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے۔ آج کا یہ عظیم اجلاس اس بات کا ترجمان ہے کہ ملک بھر کے مسلمان بالخصوص صوبہ سرحد کے غیور مسلمان علماء کرام اور طالبان اسلام کے ساتھ بے حد محبت رکھتے ہیں اور دینی مدارس کے تحفظ کی خاطر ہر قسم کی قربانی کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔

انگریزی تعلیم پر فخر کرنے والے انگریز کے غلام

افسوس! کہ ہمارے ملک میں آج بھی انگریز کے غلام وافر تعداد میں موجود ہیں انگریز چلا گیا لیکن لارڈ میکالے کی تعلیم کے پروردہ آج تک انگریز کے فکری غلام ہیں کتنی افسوس کی بات ہے کہ آج ہمارے کچھ مسلمان بھائی اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم دلوانے میں عافیت سمجھتے ہیں اور انہیں انگریز کی نظام تعلیم پر فخر ہے کہ جس تعلیم کی بدولت ان کی اولاد کو اتنا بھی معلوم نہیں ہو پاتا کہ پیشاب کھڑے ہو کر کرنا چاہیے یا بیٹھ کر؟ میرے بھائیو! جب تک اس ملک میں انگریز کے پروردہ لوگ اور انگریز کے پالے ہوئے بچے موجود رہیں گے اس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ کبھی بھی عمل میں نہیں آسکتا۔

اسلام کا نفاذ کون کرے گا؟ مفتی محمود صاحب کا قول زرین

ہمارے مخدوم اور رہنما استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے راولپنڈی کے ایک بڑے جلسے میں فرمایا تھا کہ ان لوگوں سے یہ امید رکھنا کہ یہ لوگ اسلامی نظام لائیں گے ایں خیال است ومحال است جنون مولانا مفتی محمودؒ نے فرمایا تھا کہ اس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ایک طالب علم کے ہاتھوں سے ہوگا وہ طالب علم جس نے مسجد میں خلاصہ اور منیہ سے لیکر بخاری اور ترمذی شریف تک کتابیں پڑھی ہوں گی مولانا مفتی محمودؒ کی کہی ہوئی بات آج سچ ثابت ہوئی اور الحمدللہ افغانستان کی سرزمین پر اسلامی نظام کا نفاذ طالب علموں کے ہاتھوں سے ہوا ہے دینی مدارس کے طلباء، علوم نبوت کے وارثین اور گلشن نبویؐ کے پھول ہیں انشاء اللہ دینی مدارس تا قیامت قائم و دائم رہیں گے، اور دنیا کی کوئی طاقت ان کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتی جس نے دینی مدارس کو ختم کرنے کا سوچا اس کا انجام انشاء اللہ ابولہب سے بھی برا ہوگا ابولہب جو رسول اللہؐ کے قائم کردہ مدرسہ کی مخالفت کر رہا تھا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کی بربادی اور ہلاکت کا تذکرہ فرمایا تاریخ گواہ ہے جس نے قرآنی احکامات اور احادیث نبویؐ کا مقابلہ کیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہو گیا۔

میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا کیونکہ ابھی مشائخ، علماء کرام اور مجاہدین کی تقاریر سے آپ لوگوں کو استفادہ کرنا ہے، دینی مدارس کے تحفظ کے سلسلے میں منعقد کیا گیا یہ عظیم اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ دینی مدارس کا پورا پورا احترام کیا جائے اگر آپ نے دینی مدارس کا احترام کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو بقا، استحکام اور ترقی عطا فرمادے گا، اور اگر آپ کفری طاقتوں امریکی اور یورپی اشاروں پر توحید و سنت کے ان اداروں کے لیے دل میں ان کو نقصان پہنچانے کا کوئی غلط ارادہ رکھتے ہیں تو نیست و نابود ہو جاؤ گے......

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن　　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(خطبات مشاہیر: ج ششم ص ۳۷۰-۳۷۴)

مفتی اکبر رحمٰن حقانی
دار العلوم خیر المدارس مردان

حضرت شیخؒ کی درسگاہ میں

کہاں گئے وہ رونق مسند درس حدیث، میر کاروان، بزم علم وادب کے صدر نشین جو بزم علم وادب کو ویران چھوڑ گئے۔ خطابت کا ولولہ اور جذبہ اب ہم کہاں دیکھیں گے سنیں گے۔ حدیث وتفسیر کا درس اور علمی نکات بکھیرنے والا اب ہم نہیں دیکھ سکیں گے۔ وہ سیاح عرب وعجم اب ہم کو نظر نہیں آئے گا۔ مرکز رشد وہدایت دار العلوم حقانیہ کے دار الحدیث میں وہ بانگ بلالی اور نعرہ مستانہ اب نہیں سنایا جائے گا۔ وہ بلند آواز میں حدثنا و اخبرنا کے ترانے اب ہم نہیں سنیں گے۔ اپنے محبوب ومشفق استاذ محدث کبیر مولانا عبد الحقؒ کے تذکرے، علمی لطائف اور علمائے دیوبند کے عشق ومحبت سے بھرے واقعات اب کہاں ملیں گے۔ عرب وعجم کے مختلف واقعات مجاھدین اسلام کے تذکرے، جہادی زمزمے اب ہمارے کانوں میں نہیں پڑیں گے اور بقول شاعر ......

یک نعرہ مستانہ زجائے نہ شنیدم
ویران شود آں شہر کہ می خانہ نہ دارد

یہ قلم کس کے بارے متحرک ہے اور فریاد کر رہا ہے، یہ استادی و استاد العلماء والمحدثین مولانا ڈاکٹر شیخ سید شیر علی شاہ المدنیؒ کا تذکرہ کر رہے ہیں، اور حزن وملال میں مبتلا ہے۔ کیوں؟ حضرت شیخ طویل علالت کے بعد بروز جمعۃ المبارک عصر کے قریب روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ہفتہ کے دن لاکھوں کی تعداد میں علماء، طلباء اور عوام الناس نے جنازہ پڑھا، اور آپؒ مٹی کے چادر اوڑھ کر ابدی نیند سو گئے۔ دار العلوم حقانیہ کے اساتذہ مشائخ، طلباء اور دیگر ہزار عقیدت مند آپؒ کے حسین چہرے کو کبھی نہیں دیکھے گا ......

آسماں اس لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگھبانی کرے

مشکبار زندگی اور موت

حضرت الشیخ کون تھے؟ اس بارے میں کچھ لکھنا کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، مشک کے بارے میں کچھ وضاحت کرنا اور اسے دکھانا یا چھپانا فضول کام ہے۔ اسکی مہک اور خوشبو سے پوری فضا معطر رہتی ہے

بس یہی حال حضرت الشیخ کا ہے، اللہ تعالی نے آپؒ کو دنیا میں مشک کی طرح بنایا تھا اور بعد از وفات بھی مشک کی طرح قبر مبارک سے خوشبو آرہی ہے جسے ہزاروں علماء وطلباء نے مشاہدہ کیا۔

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقان
مصلحت را تہمت بر آہوئے چین بستہ اند

عبقری شخصیت

حضرت الشیخ عالم اسلام کی عبقری شخصیت تھے، پون صدی سے علمی، تدریسی، جہادی تصنیفی خدمات میں مصروف تھے۔

محدث کبیر حضرت الشیخؒ دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر فرزند اور روح رواں تھے، آپ نے پون صدی دارالعلوم میں گزاری تحصیل علم سے لے کر اسکی اشاعت تک یہاں کے رہے، تا آنکہ موت کا پیالہ یہاں پر پی لیا۔

آپؒ کوئی عام آدمی اور عام عالم نہیں تھے، بلکہ دنیائے اسلام کے مشہور شخصیت تھے۔ عرب وعجم میں اللہ نے بے حد مقبولیت عطاء فرمایا تھا۔ مکہ اور مدینہ کے فضاؤں میں بھی رہنے کی سعادت حاصل تھی۔ اسی طرح دیگر کئی ممالک کے اسفار کئے تھے جو علمی اور تبلیغی اسفار تھے۔ دنیاوی اعتبار سے بھی صاحب ثروت اور دولت تھے لیکن علمی دولت سے مالامال ہونے کی وجہ سے دنیوی جاہ وجلال کو کوئی وقعت نہیں دیتے تھے۔ زندگی زاہدانہ تھی اور اس شعر کے مصداق تھے......

سعدیا شیراز یا نام بس ست
خانہ را دیدم ھمہ خار و خس ست

عربیت پر بے مثال عبور

حضرت الشیخؒ کو اللہ تعالی نے عربیت میں بے پناہ مہارت دی تھی عربی میں بے تکلف تقریر وتحریر کا ملکہ حاصل تھا۔ اسی طرح روانی سے عربی میں تقریر فرماتے تھے کہ ایک عربی النسل اور آپؒ کے درمیان فرق کرنا مشکل ہوتا۔ ایک دفعہ عرب مہمان آئے جن میں سفیر اور کئی وزراء تھے۔ چونکہ دارالعلوم حقانیہ ایک بین الاقوامی یونیورسٹی ہے، یہاں پر ملک وبیرون سے ہر قسم کے مہمان تشریف لاتے ہیں (اللھم زد فزد) تو جب وہ عرب مہمان آئے تو دارالحدیث میں ان کے لئے جلسے کا پروگرام بنایا گیا، پہلے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ نے فصیح عربی میں تقریر کی اور مہمانوں کا خیر مقدم کیا، اس کے بعد حضرت الشیخؒ کو تقریر کیلئے دعوت دی گئی، فصیح وبلیغ عربی میں ایسے موثر انداز میں تقریر کی کہ وہ سب عرب مہمان حضرت الشیخؒ کی طرف بار بار دیکھتے رہے اور لطف اندوز ہوتے رہے اور حضرت

الشیخؒ کے بیان سے اس وقت کے عرب وزیر خارجہ پر اتنا اثر ہوا کہ چہرے پر بشاشت واضح ہوتا رہا، بعد میں جب عرب وزیر خارجہ تقریر کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو اپنے تقریر میں حضرت الشیخؒ کا بار بار حوالہ دیتے رہے۔

درس اصول حدیث

ہفتہ میں ایک دن بروز جمعرات علم اصول حدیث پر سیر حاصل بحث فرماتے، یہ سلسلہ چند جمعرات تک جاری رہتا اس درس کا افتتاح اس طرح فرمایا علم حدیث ایک مبارک علم ہے اور محدثین کو بھی اللہ تعالی نے بے انتہا عزت عطاء فرمائی ہے۔ محدثین کے چہرے چمکتے ہیں، مولانا نصیرالدین غورغوشتویؒ، مولانا عبدالحقؒ، مولانا محمد زکریاؒ، مولانا عبداللہ درخواستیؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا عبدالرحمٰن کاملپوریؒ یہ سب اکابر میں نے دیکھے ہیں اور ان سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ ان کے چہروں پر انوار و برکات ہوتے تھے، مولانا عبدالحقؒ جب وفات ہوئے تو چھرہ مبارک ایسا نظر آرہا تھا گویا محوخواب ہے۔

علم حدیث کے استاد کے لئے آداب

محدثین عظام فرماتے ہیں کہ استاد حدیث کے لئے چند آداب ہیں، جو درجہ ذیل ہیں۔

(۱) جب شیخ چالیس سال کے ہوجائے تو مسند حدیث پر بیٹھ جائے، اس وجہ سے کہ اتنی عمر میں آدمی کا عقل مضبوط ہوتا ہے۔ البتہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ شرط اس عالم کے حق میں ہے جو علم میں کمزور ہو، اور اگر علم میں پختہ ہو تو اگر چالیس سال پورا ہونے سے پہلے مسند حدیث پر بیٹھ جائے تو ٹھیک ہے، امام مالکؒ، امام شافعیؒ نے نوجوانی میں درس حدیث شروع کیا تھا۔ (۲) جب علاقہ میں دوسرا محدث موجود ہو اور علم وعمر میں زیادہ ہو، تو چاہئے کہ کوئی دوسرا درس حدیث شروع نہ کرے اور طلباء وہاں پر بھیجے۔ (۳) آج کل مدارس میں شیوخ حدیث زیادہ ہوتے ہیں، سب کی رعایت ضروری ہے۔ اور جب مدرسہ نہ ہو تو جو محدث اعلم ہو اس کی رعایت ضروری ہے (۴) اگر طالب العلم مخلص نہ ہو تو درس سے خارج نہ کرے بلکہ حدیث کا اثر اس پر ہوگا، خود بخود مخلص ہو بنے گا۔ (۵) محدث درس دینے سے پہلے وضوء کرے، اور اگر غسل کرے تو بہتر ہیں۔ (۶) طلباء علوم دینیہ سے محبت کرے (۷) عبارت واضح اور آہستہ پڑھے (۸) درس حدیث شروع کرنے سے پہلے تلاوت کی جائے (۹) اونچی جگہ پر استاد بیٹھ جائے، تاکہ سب طلباء کو نظر آئے جیسا کہ یہاں دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں انتظام ہے۔ (۱۰) دیگر اکابر محدثین کا تذکرہ ادب واحترام سے کرے۔ تلک عشرۃ کاملۃ

طالب حدیث کے لئے آداب

علم حدیث کے طالب العلم کے آداب بھی بیان کئے وہ بھی حضرت الشیخؒ نے بہت زیادہ آداب وشرائط بیان فرمائے تھے، ان میں سے دس ۱۰ آداب پر اکتفاء کروں گا تاکہ طابق النعل بالنعل ہوجائے۔

(۱) دورہ حدیث کا طالب العلم عمل کی نیت سے شریک ہو، اور یہ نیت کرے کہ سیکھ کر دوسروں کو پہنچاؤں گا(۲) رضاء حق کا طالب ہو (۳) صبح و شام یہ دعا کرے کہ اے مرے مولی مرے لئے یہ سارے علوم آسان بنادے (۴) اچھے اخلاق رکھے (۵) عبث باتیں نہ کریں اور اسباق کے یاد کرنے میں وقت گزارے۔(۶) صحیح موحد عالم سے حدیث پڑھے، مبتدع یا شرکیہ عقیدہ رکھنے والے سے نہ پڑھے، مثلا کوئی علم غیب للرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ رکھتا ہو، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل مانتا ہو، یا شیعہ رافضی ہو۔ (۷) استاد کا ادب واحترام کرے (۸) احادیث کو زبانی یاد کرنے کی کوشش کرے ۔(۹) تکالیف اگر آئے تو برداشت کرے یہ سلف کی سنت ہے۔(۱۰) اساتذہ سے مشورہ لیں۔

اکابر علماء کے واقعات وارشادات

حضرت الشیخؒ دوران درس طلباء کو ترغیب دینے کے طور پر اور اپنے اکابر سے جوڑنے کیلئے علماء و مشائخ کے واقعات ارشادات سنایا کرتے تھے۔اس سلسلے میں چند واقعات پیش خدمت ہیں۔(۱) فرمایا: شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ جب وفات ہوئے تو میں کراچی میں تھا میں نے اس وقت ایک مرثیہ پڑھا جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

نعی المذیاع عن دلھی بنعی　　　　تقلقل منه افئدة الرجال

مولانا ابوالکلام آزادؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا واقعہ

ایک دفعہ حضرت شاہ جی بخاریؒ مولانا آزاد کے مہمان ہوئے ، مولانا آزادؒ چائے بہت مزیدار بنایا کرتے تھے تو شاہ جیؒ کے لئے چائے تیار کی اسکے بعد فرمایا کہ مزیدار ہے؟ شاہ جی نے فرمایا کہ مزیدار ہے لیکن : مولانا آزادؒ نے فرمایا کہ لیکن کا کیا مطلب؟ شاہ جی نے فرمایا کہ مزعفر نہیں ہے۔مولانا آزادؒ نے زعفران ڈال دئے ،اسکے بعد شاہ جیؒ نے فرمایا کہ اب مزیدار ہوئی۔

محدث کبیر مولانا عبدالحقؒ

حضرت الشیخؒ تو اکثر و بیشتر آپؒ کے واقعات سنایا کرتے تھے۔فرمایا کہ مولانا صاحبؒ جب وفات ہوئے تو میں کراچی میں تھا، جنازے کے لئے آ پہنچا۔مرے ساتھ کراچی سے علماء بہت آئے تھے مولانا صاحبؒ کا چہرہ وفات کے بعد ایسا نظر آرہا تھا۔ گویا کہ محوخواب ہو۔ جنازہ پڑھنے کے وقت پرندے آئے تھے اور جھنڈ کے جھنڈ اوپر سائبان کی طرح تھے ۔ چہرہ چمک رہا تھا۔

مولانا غلام غوث ہزارویؒ

تحریک ختم نبوت کے عظیم مجاہد تھے۔آپؒ نے بڑی تحریک چلائی ۔آپؒ کے ساتھ تحریک میں مولانا نصیر

الدین غور غوشتویؒ اور مولانا احمد علی لاہوریؒ بھی تھے۔ مولانا ہزارویؒ نے اپنا واقعہ خود بیان فرمایا تھا۔ کہ تحریک کے سلسلے میں میرے خلاف حکومت کی طرف سے بہت وارنٹ جاری ہوئے۔ میں روپوش ہوا اور ایک جنگل میں تھا کہ شام ہوگئی۔ میں نے دیکھا کہ سب پرندے بچوں سمیت اپنے اپنے گھونسلوں کی طرف روانہ ہوئے، یہ دیکھ کر مجھ کو بھی اپنا گھر اور بچے یاد آئے۔ نماز عشاء پڑھکر اسی سوچ و پریشانی میں سوگیا۔ صبح سویرے اٹھ کر دیکھا تو میرے ارد گرد تین چار سانپ موجود تھے۔ جب ادھر ادھر یہ دیکھے تو وہ مجھ سے آہستہ آہستہ روانہ ہوئے۔ حضرت الشیخؒ نے جب یہ واقعہ سنایا تو بہت روئے اور پورا دارالحدیث ماتم کناں ہوا اور حضرت الشیخؒ نے فرمایا کہ یہ سانپ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کی حفاظت کے لئے مقرر کئے تھے۔

مبلغ اسلام مولانا سعید احمد خان

مولانا سعید احمد خان نے عرب ممالک میں بہت کام کیا تھا۔ ایک مرتبہ میں آپ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ کہ ایک ڈاکٹر آیا۔ اس کے ساتھ ایک بچہ تھا، تقریباً ٦ چھ سال کا تھا۔ اور بہت ادب سے بیٹھا تھا۔ مولانا صاحبؒ ان سے بہت پیار کرتے تھے۔ بچہ بہت سنجیدہ انداز میں بیٹھا تھا۔ مولانا سعید خانؒ نے اس ڈاکٹر سے فرمایا کہ یہ بچہ اتنا با ادب ہے گویا کہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا مرید ہو۔

مولانا لطف اللہ جہانگیرویؒ

مولانا لطف اللہ صاحبؒ یہاں جہانگیرہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے اور مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے ساتھی اور معتمد خاص تھے۔ جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے اولین اساتذہ میں تھے۔ اور تاسیس میں حضرت بنوریؒ کے ساتھ شریک تھے۔ ایک مرتبہ مولانا لطف اللہ صاحبؒ کے یہاں دہلی سے مہمان آئے تھے تو مہمانوں کو قضاء حاجت پیش آئی۔ مولانا ان کو لے گئے، وہ مہمان فلش کے عادی تھے اس لئے کھیت جانے کو پسند نہ کیا۔ مولانا نے ان کے لئے پردوں سے فلش کی طرح جگہ بنائی اور دو اینٹ ادھر ادھر رکھیں اور فلش کے کموڈ کی طرح جگہ بنایا اور پھر مہمانوں سے کہا کہ جاؤ، قضاء حاجت کرو۔ پس وہ مہمان قضاء حاجت کو گئے۔

مولانا عبد الغفور صاحبؒ

مولانا عبد الغفورؒ سوات کے باشندہ تھے۔ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے شاگرد تھے۔ اور یہاں دارالعلوم میں استاد تھے۔ صدر مدرس کے عہدے پر تھے۔ ایک دفعہ مولانا عبدالحقؒ کے مسجد میں نماز کسوف پڑھایا۔ پہلی رکعت میں سورۃ ال عمران پڑھا۔ مولانا عبدالحقؒ ان کا بہت احترام فرماتے تھے۔ وہ بھی حضرت مولانا کے حد درجہ احترام فرماتے تھے۔ مولانا عبد الغفورؒ بہت سادہ آدمی تھے۔ ان کا ایک واسکٹ تھا۔ صرف عید کے دن پہن لیا کرتے تھے اور یا جب کوئی مہمان آجاتا۔

مولانا محمد الیاس اور ان کی دعوت

یہاں دارالعلوم میں مولانا عبدالغنی صاحبؒ ہمارے استاد تھے قدیم اساتذہ میں سے تھے۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ جب ہم دیوبند میں پڑھتے تھے تو ایک مرتبہ میوات مولانا محمد الیاسؒ کی ملاقات کے لئے گئے۔ مولانا نے ہمیں تبلیغی کام جماعت میں جانے کی دعوت دی لیکن ہم پر اثر نہ ہوا۔ وہ اٹھ کر چلے گئے لیکن کچھ دیر واپس آگئے اور پھر باتیں شروع کیں اور دعوت دی۔ ہم پر بڑا اثر ہوا۔ ہمارے استاد مولانا عبدالغنیؒ نے فرمایا کہ مولانا الیاس صاحبؒ جب ہم سے اٹھ کر چلے گئے میرے خیال میں یہ اٹھ کر صلوۃ الحاجت پڑھنے گئے تھے۔ صلوۃ حاجت کی بہت برکات ہیں۔ ابراھیمؑ کی بی بی حضرت سارہ کو جب بادشاہ نے گرفتار کیا تو حضرت ابراھیمؑ نے صلوۃ حاجت پڑھی تو بی بی بادشاہ کے پنجے سے نکل گئی۔

شیخ عبدالعزیز ابن عبداللہ ابن بازؒ

یہ سعودی کے مفتی اعظم تھے انکے ساتھ اور بھی مفتیان تھے اور آپکے سرپرستی میں کام کرتے تھے۔ آپکے پاس مہر تھا جو انگوٹھی کی طرح بنا ہوا تھا۔ رومال میں باندھ کر جیب میں رکھتے تھے۔ جیب سے مہر نکال کر فتوی پر لگاتے تھے اور عجیب بات یہ ہے کہ خود اندھے تھے۔ میرے استاد تھے اور مسلکا سلفی تھے لیکن امام ابوحنیفہؒ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اکثر درس میں ان کے واقعات سنایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جامعہ اسلامیہ کے بورڈ پر کسی نے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں نازیبا کلمات لکھ دیے۔ میں اس وقت وہاں پڑھتا تھا۔ میں نے یہ دیکھ کر پورے جامعہ میں احتجاج کیا اور سب طلباء کو اس بارے میں ابھارا۔ اور شیخ کی خدمت میں گیا اور ان کو یہ واقعہ سنایا تو وہ یہ سن کر رو پڑے اور فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ تو بہت عظیم شخصیت تھے۔ محدث اور فقیہ تھے۔ اور پھر ایمرجنسی گھنٹی بجائی اور پورے جامعہ کے طلباء کو جمع کر کے امام ابوحنیفہؒ کے مناقب وفضائل اور کمالات علمی پر ایک گھنٹہ یا سوا گھنٹہ تقریر کیا۔

لطائف وظرائف

جس طرح کہ پہلے وضاحت ہوئی، حضرت الشیخؒ درس میں بطور خوش طبعی کے لطائف وظرائف سنایا کرتے تھے ان میں سے اس طرح کے چند پیش خدمت ہیں۔

(۱) سعودی میں ایک بڑھئی (carpanter) تھا۔ غار میں بیٹھا تھا۔ میں نے اسے کہا یہ کیا ہے؟ کہنے لگا و ثمود الذین جابوا الصخر بالواد پھر میں نے پوچھا زوجتك حية ؟ کہا حية كحية تسعى میں نے پھر پوچھا یہ کس طرح ہے؟ یعنی بیوی کے بارے میں كحية تسعى کہنے کا کیا مطلب ہے؟ کہا: جب میں گھر پہ والدہ کے لئے کچھ لاتا ہوں تو یہ کہتی ہے کہ میرے لئے بھی لائے اور مجھے تنگ کرتی ہے۔

(۲) حضرت قتادہؒ سے کسی نے پوچھا کہ شیطان کی اولاد تھی؟ تو انہوں نے جواب میں کہا: کہ میں شیطان کی شادی میں شریک نہیں تھا کہ مجھے پتہ ہو۔

(۳) میرا ساتھی تھا، یہاں دارالعلوم میں ہم پڑھتے تھے۔ جب رجب کے مہینے میں دارالعلوم کے لئے چندہ کے سلسلے میں ہم لاہور گئے۔ جب بس میں سوار ہوئے تو بس میں لکھا تھا کہ چلتے گاڑی میں پانی کا انتظام موجود ہے تو میرے ساتھی نے کنڈکٹر سے کہا کہ اس مکتوب کا مصداق خارج میں موجود ہے؟ کنڈیکٹر حیران ہوا کہ یہ کیا کہتا ہے؟ اور یہ بار بار اپنا جملہ دہراتا تھا۔ آخر کنڈیکٹر کو غصہ آیا۔ میں نے کہا کہ یہ پانی مانگتا ہے۔

قاضی کا واقعہ

ایک قاضی بازار میں گئے تھے وہاں ایک پاگل کو دیکھا اس کی داڑھی گھنی تھی اور قاضی کی داڑھی خفیف تھی۔ قاضی صاحب نے دیکھ کر کہا کہ ذو لحیة کثة پاگل نے فورا جواب دیاو الذی خبث لا یخرج الانکدا

ایک منطقی کا واقعہ

ایک منطقی عالم تھے کھانا کھا رہے تھے سامنے سے دوسرا منطقی گزرا سلام کیا تو اس نے دوسرے کو کہا۔ کہ کھانا کھاو دوسرے نے کہا نہیں کھاتا ہوں پھر بعد میں پشیمان ہوا کہ اگر دوبارہ دعوت دے تو ضرور کھاؤں گا بھوکا تھا۔ اس نے دعوت نہیں دی تو خود پوچھا کہ یہ کھانا کیسا ہے؟ اور سوچ لیا اگر کہے کہ گرم ہے تو شریک ہوں گا کہ بہت اچھا ہے اور یہ کہے کہ ٹھنڈا ہے تو پھر بھی شریک ہوں گا تو پوچھا کہ یہ کھانا کیسا ہے تو پہلے منطقی نے بھی سوچا کہ اگر کہوں کہ گرم ہے یہ آئے گا اور اگر کہوں کہ سرد ہے تو بھی آئے گا لہٰذا جواب میں کہا کہ کھانا ہے لیکن نہ گرم ہے اور نہ سرد، تو دوسرا فورا آ کر بیٹھ گیا کہ پھر کیا ہے؟ کہ نہ گرم ہے اور نہ سرد اور کھانے میں شریک ہو کر خوب سیر ہوئے۔

مالدار اور غریب کے بیٹوں کا واقعہ

ایک بادشاہ کا بیٹا تھا اور دوسرا غریب کسان کا۔ دونوں میں دوستی تھی ایک دن بادشاہ کے بیٹے نے کہا کہ مرے باپ کا قبر مزیدار ہے قیمتی پتھر ہے۔ سنگ مرمر سے بنی ہوئی ہے مضبوط بھی ہے۔ اور تمھارے باپ کی قبر کچی اینٹ اور مٹی سے بنا ہے، تو غریب کے بیٹے نے کہا کہ جب قیامت کا دن آ جائے تو میرا باپ ایک پاؤں سے قبر کا ایک طرف مارے گا اور دوسرا پاؤں سے دوسری طرف اور آزادی سے نکلے گا اور تمہارا باپ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر کچھ نہیں کر سکے گا اور اندر زمین میں رہ جائے گا۔

امام ابوحنیفہ سے عشق

یہاں دارالعلوم میں ہمارا استاد تھا مولانا عبد الغفورؒ وہ اس حدیث کو جب بیان کرتے تھے جف القلم

بما انت لاق تو اس کے بعد فرماتے و من شك فيه فهو زن طلاق حضرت الشیخؒ امام ابوحنیفہؒ کے عاشق زار تھے، اکثر درس میں انکے حالات بیان کرتے تھے فرمایا امام ابوحنیفہؒ بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ میں مسجد حرام میں تھا چند ساتھیوں کے ساتھ کتاب الفقه على المذاهب الاربعه تھی اس میں لکھا تھا کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وضو ء على الوضوء کی صورت میں مستعمل پانی نجس ہے۔ ساتھیوں نے کہا کہ لا نفهم بقول ابی حنیفہؒ میں نے کہا کہ اس سے گناہ زائل ہوتے ہیں اس وجہ سے امام ابوحنیفہؒ اس کو نجس کہتے ہیں۔ آج کل لوگ یہ تاثر دیتے ہیں کہ آپؒ احادیث پر عمل نہیں کرتے تھے۔ آپ کو فقط سترہ احادیث یاد تھے۔ حاشا وکلا علامہ محمود آلوسیؒ بہت بڑے عالم تھے۔ روح المعانی ان کی علمی شاہکار ہے، پہلے شافعی المسلک تھے بعد میں حنفی ہوئے اور فرمایا کہ میں نے حنفی مذہب کے دلائل مضبوط پائے اس وجہ سے حنفی ہوا۔

بعض علمی نکات

علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے لکھا ہے کہ میں نے خشوع کے بارے میں بہت ساری کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ کہ اس کا حکم کیا ہے۔ تب میں نے الاختيار لتعليل المختار میں دیکھا کہ مستحب ہے اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ نماز میں حسن قبول کیلئے خشوع شرط ہے۔

اعضاء وضوء دھونے کی حکمت

وضوء میں ہاتھ اور بازو اور چہرے کا دھونا ہوتا ہے۔ حکمت یہ ہے۔ کہ انسان میں دو قوتیں ہے (۱) قوت علمی (۲) قوت عملی، قوت علمی سر میں ہے اسلئے وہاں پر تکلیف دھونے کا نہیں۔ قوت علمی کی عظمت کے خاطر معاف ہے بلکہ مسح کرنا ہوگا۔ ہاتھ میں قوت عملی ہے سارے بدن کے لئے بمنزلہ خادم کے ہے اس کا دھونا ضروری ہے اور چہرے میں دونوں قوتیں ہیں اس میں بھی دھونا ہے کیونکہ اس کا مرتبہ سر سے کم ہے اور ہاتھوں سے زیادہ ہے۔

نوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نیند ناقض وضوء نہیں تھا جیسا کہ الفیہ میں ہے

نوم النبی عند الامام الاعظم
لاينقض الوضوء حتما فاعلم

عیسائی کا واقعہ

.ایک دفعہ میں جا رہا تھا۔ تو سامنے عیسائی آیا۔ اور کہا کہ یہ جھوٹ ہے کہ عیسی ابن اللہ ہے بلکہ وہ عبد من عباد اللہ ہے ایسے عیسائی بہت کم ہوتے ہیں، اور آج کل بالکل نہیں ہے۔

مدینہ یونیورسٹی کے واقعات

ایک دفعہ مجھ پر وہاں غیر مقلد نے اعتراض کیا کہ تمھاری فقہ میں امامت کے شرائط میں لکھا ہے کہ احسن وجھا و احسن زوجة و اعظم ذکرا میں نے جواب دیا کہ احسن وجھا سے مراد سیماھم فی وجوھھم ہے یعنی نورانی شخص ہو اور احسن زوجة سے مراد یہ ہے کہ عام طور پر محلّہ کی عورتیں امام کی گھر جاتی ہے تو اس طرح پتہ چلتا ہے اور اعظم ذکرا یہ ذکر نہیں بلکہ ذکر (بکسر الذال) ہے۔ یعنی زیادہ ذکر کرنے والا ہو۔

حضرت الشیخؒ کا عشق رسولؐ

میں ایک دفعہ مدینہ منورہ میں تھا۔ پہاڑ پر چڑھ گیا اور ان مقامات کو تلاش کر رہا تھا۔ جہاں پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مبارک رکھے تھے۔ راستے میں ایک بوڑھا مل گیا۔ میں نے اس کے ساتھ عربی میں بات شروع کی۔ اسکے ساتھ بیوی بھی تھی۔ اس نے کہا کہ عجمی ہے اور اس طرح فصیح عربی میں باتیں کرتا ہے۔ میں نے ان کو قرآن بھی سنایا اور اسکے بعد قصیدہ امرء القیس و دیگر سنائے۔ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ اور سناؤ۔

مدینہ منورہ میں مزدوری

میں نے مدینہ منورہ میں مزدوری بھی کی ہے۔ ایک دفعہ چھ دن پے در پے کنویں میں مزدوری کی مالک نے بتایا کہ رات کو بھی کام کریں۔ دن کے وقت پولیس کا خطرہ ہے۔ جب کنویں میں پانی آیا تو ہم کو انعام دیا۔

سعودی میں ترجمانی

سعودی عرب میں قضاۃ ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ مختلف زبان والے ترجمان ہوتے ہیں۔ میں نے بھی وہاں ترجمانی کی ہے۔

مدینہ میں حضرت اقدس خواجہ صاحبؒ کی تشریف آوری

میں مدینہ منورہ میں تھا کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ تشریف لائے کہ پاکستان میں ختم نبوت کا جلسہ کر رہا ہوں ارادہ ہے کہ یہاں حرم کا امام اس جلسے میں مدعو کرو آپ انہیں دعوت دیں۔ میں نے کہا کہ پہلے وکیل سے رابطہ کرینگے۔ تب اسکے ہاں گئے میں نے حضرت خواجہؒ کا تعارف کرایا۔ اس نے کہا کہ ضرور امام حرم شرکت کرے گا۔

حنفیت کا پکا رنگ

بندہ نے دوران درس استاد محترم شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم دیروی عرف دیر باباجی سے یہ بات سنی تھی کہ مفتی اعظم مفتی محمد فرید صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کو جو بھی جائے وہاں پر سلفیت کا رنگ

چڑھ جاتا ہے۔ ماسوائے دو علماء کے ایک مولانا شیر علی شاہ المدنیؒ صاحب اور دوسرے مولانا محمد حسن جان المدنی الشھیدؒ۔ یہ دونوں علماء متبحرین گئے تھے۔اسی لئے اپنے علم وتحقیق کی بناء پر وہاں حنفیت کا دفاع کرتے رہے۔

مسلک دیوبند پر تصلب

حضرت الشیخؒ حضرت شیخ الحدیثؒ کے جانشین اور علمائے دیوبند کے عاشق زار اور انکے مسلک ومشرب پر سختی سے کاربند تھے۔اس وجہ سے اکابر دیوبند کا مسلک اعتدال ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔اس سلسلے میں چند افادات پیش خدمت ہیں۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریمؐ اپنے قبر اطہر میں زندہ ہے۔ اس وجہ سے روضہ پاک کے سامنے درود پڑھنا چاہئے۔حضورؐ خود سنتے ہیں حدیث میں آیا ہے: من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائیا ابلغته (الحدیث)اور دوسری حدیث ما من مسلم یسلم علی الا و رد الله علی روحی الخ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ سنتے ہیں۔لیکن آہستہ پڑھنا چاہئے زور سے پڑھنا بے ادبی ہے محمد ابن ابوبکر نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب بعد الوفات بھی اس طرح ہے جیسا کہ حیات میں تھا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر اطہر میں زندہ ہے۔بعض بے ادب وہاں زور سے درود شریف پڑھتے ہیں۔ یہاں پر بھی بریلوی حضرات آذان سے پہلے درود شریف پڑھتے ہیں۔ جو ثابت نہیں۔حضرت بلالؓ نے نہیں پڑھا ہے۔ بہر حال میں یہ کہہ رہا تھا کہ بے ادبی سے بچو۔

سماع الموتی

سماع موتی کے متعلق اختلاف ہے،عبداللہ ابن عمرؓ اور انکے والد محترم قائل بہ سماع ہیں اور حضرت عائشہؓ انکار کرتی ہے۔تو یہ مسئلہ صحابہ کے درمیان اختلافی ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ سے اس بارے میں کچھ منقول نہیں۔ فقہ کی کتابوں میں کتاب الایمان میں یمین کے مسئلے سے جو استدلال کیا جاتا ہے۔یمین کا مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے کہا والله لا اکلم فلانا فکلمه بعد موته لا یحنث تو اس سے نفی سماع لازم نہیں آتی۔ اس وجہ سے کہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہے۔علماء دیوبند میں قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ سماع الموتی کے قائل تھے۔ اور حضرت گنگوہیؒ السلام علیکم یا اهل القبور سے استدلال کرتے تھے کہ یہاں پر خطاب ہے اور خطاب ان کو ہوتا ہے جو سنتے ہو۔اس طرح حدیث قلیب بدر اور انه یسمع قرع نعالهم سے استدلال کیا ہے۔امام بخاریؒ بھی سماع موتی کے قائل تھے۔شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اقتضاء الصراط المستقیم میں لکھا ہے۔و سماع الاموات من الاحیاء حق تو اس مسئلہ میں تشدد کرنا مناسب نہیں۔ اگر دلائل کے بنیاد و پر ۲ دو علماء آپس میں اختلاف کرے تو منع نہیں ہے۔

لیکن ایک دوسرے کو کافر ومشرک نہ کئے۔نواب صدیق حسن خان نے بھی لکھا ہے ان جمیع الاموات من المومنین لیسمعون علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں لکھا ہے ان السماع ثابت فی الجملة

مدینہ منورہ میں زیارتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیمؒ زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہے۔اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد تو مدینۃ کو بھی روضہ کی نیت سے سفر کرنا منع ہے بلکہ مسجد نبوی کی نیت کرے اور پھر روضہ کو جائے تو ٹھیک ہے لیکن بقصد الزیارة الی روضة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم سفر نہ کرے۔جمہور علماء فرماتے ہیں کہ روضہ مطہرہ کی نیت سے مستقل سفر کرنا جائز بلکہ مندوب ہے اور مذکورہ حدیث میں مستثنٰی منہ محذوف ہے۔ای لا تشد الرحال من المساجد الا الی المساجد الثلاثه اسی طرح شیخ ابن تیمیہؒ عام اموات کے قبور کی زیارت کو بھی منع کرتے ہیں لیکن شیخ کا قول مرجوح ہے البتہ عورتوں کو زیارۃ القبور سے منع کرنا چاہئے اس وجہ سے کہ بدعات کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ شرکیات و بدعات کے رد میں حضرت الشیخؒ سیف بے نیام تھے۔عید میلاد، عرس وغیرہ کا رد فرماتے تھے۔جو میرے عجالہ نافعہ میں محفوظ ہے عنقریب منظر عام پر آئے گا۔اور اس سلسلے میں علماء دیوبند کے مسلک ومشرب کے پابند تھے۔اور اس شعر پر عمل پیرا تھے۔

اقوال نبی پھول ہیں بدعات ہیں کانٹے
ہم پھولوں کو کانٹوں سے جدا کرتے رہیں گے

پسندیدہ کتابیں

حضرت الشیخؒ طلباء کو مطالعہ اور کتابوں کی ترغیب بھی دیتے تھے۔کہ کتابیں خریدو۔بعض کتابوں کے نام درجہ ذیل ہیں۔اس کے علاوہ اور بہت سے کتب کا تذکرہ کیا ہے۔یہ مشت نمونہ خروار ہے۔

(۱) الرسالۃ المستطرفہ (۲) تدریب الراوی (۳) شرح التقریب للسیوطیؒ (۴) فتح المغیث (۵) مقدمہ ابن الصلاح (۶) الباعث الحثیث (۷) قواعد التحدیث (۸) کشف النقاب عما یقولہ الترمذی وفی الباب (ڈاکٹر حبیب اللہ مختار) (۹) جمع الفوائد (۱۰) تقریب التہذیب (۱۱) تہذیب التہذیب (۱۲) تہذیب الکمال (۱۳) آیات الرحمٰن فی جہاد افغانستان، افغانستان کے شہداء کے متعلق ہے۔انکی کرامات ذکر ہوئے ہیں۔(۱۴) احکام القرآن لابی بکر جصاص (۱۵) الادب المفرد لامام البخاریؒ (۱۶) انوار القرآن ملا علی قاری کی تفسیر ہے (الحمد للہ اب دو سال پہلے شائع ہو چکی ہے پاکستان میں بھی شائع ہوئی ہے۔(۱۷) المغنی لابن قدامہؒ (۱۸) حفظ الاسرار بتعلیم سید الابرار مولانا عبد الباقی حقانیؒ (۱۹) الصحاح للجوہریؒ (۲۰) مستطرف

وظائف وعملیات

امتحان کیلئے باوضوء آنا چاہئے۔اس لئے کہ احادیث اس میں ہوتے ہیں۔اسکا احترام کرنا چاہئے۔اور تفسیر و حدیث کے علاوہ پرچہ ہوتو بھی وضوء کرنا بہتر ہے۔کیونکہ وضوء سلاح المومن ہے پھر دو رکعت نفل پڑھے اور امتحانی ہال میں داخل ہو جاؤ۔جب سوالیہ پرچہ دی جائے تو سوالیہ پرچہ پڑھنے سے پہلے درود شریف پھر تین بار ربی زدنی علما پھر ایک بار رب اشرح لی صدری ....یفقھوا قولی تک پڑھے۔اس کے بعد یہ دعا اللھم یا معلم آدم علمنی و یا مفھم سلیمان فھمنی پھر آخر میں تین بار درود شریف پڑھو۔پھر پرچہ شروع کرے اور شروع کرنے سے پہلے سوالیہ پرچہ مکمل سوالات پڑھے۔جو جواب آپ کو یاد ہو اور اچھی طرح آتا ہو پہلے وہ حل کریں۔نقل مت کرو خوب محنت کرو۔پہلے مضمون بنالو بعد میں لکھنا شروع کرو۔صاف صاف لکھو۔ خوشخط اور واضح لکھو۔

ممتحن کے آداب

ممتحن جب پرچہ تقسیم کرتا ہو تو اگلی طرف سے شروع کرے۔پیچھے طرف سے شروع نہ کرے۔یہ بدفالی ہے اور طلباء سے باتیں بھی نہ کریں۔اور کسی کو جواب بھی نہ بتائیں یہ خیانت ہے۔

وسوسہ کا علاج

پہلے اعوذ باللہ پھر معوذتین پڑھے اور بائیں طرف تین دفعہ تھوک مارے اگر وسوسہ وضوء میں آتا ہو تو اس طرح کہو کہ اللہ کے نام پناہ مانگتا ہوں شیطان کے شر سے ہلاک ہو جاو شیطان مری وضوء ٹھیک ہوئی ہے۔

ترقی علم

ہر نماز سے فراغت کے بعد گیارہ مرتبہ رب زدنی علما اور گیارہ مرتبہ رب اشرح لی صدری للّٰہ ...... یفقھوا قولی تک اس کے بعد گیارہ مرتبہ یہ دعا پڑھے اللھم یا معلم آدم علمنی و یا مفھم سلیمان فھمنی

خارش (سپونڑے) کا دم

جس پر خارش ہو یا دانے ہو، تو پہلے انگلی کو لعاب میں آلودہ کرے۔اور مٹی پر رکھے اور پھر دانے یا خارش کی جگہ پر مل کر یہ دعا پڑھے بسم اللہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا یشفی سقیمنا باذن ربنا

نظرِ بد کا علاج

حضرت امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جس پر نظرِ بد لگی ہو تو اس کو اس آیت پر دم کرے۔آیت یہ ہے و ان یکاد الذین کفروا لیزلقونك بابصارھم لما سمعوا الذکر و یقولون ا نہ لمجنون و ما ھو الا ذکر

للعالمین یا جس نے نظر بد کیا ہو اس کے وضوء کا پانی مریض پر (یعنی جس پر نظر بد لگی ہو) چھڑکاو کریں۔ ٹھیک ہو گا یہ دوسرا طریقہ بخاری میں موجود ہے۔

مریض کی عیادت کے وقت دم

جب کسی کی عیادت کیلئے جاؤ تو اس دعا پر مریض کو دم کریں۔ اللھم رب الناس اذھب الباس اشف انت الشافی لا شافی الا انت شفاء لا یغادر سقما (بخاری)

غصہ کے وقت

غصہ کے وقت اعوذ باللہ مکمل پڑھے اور عرب کہتے ہیں کہ صل علی النبی صلی الله علیه وسلم غصہ کے وقت درود شریف پڑھے۔

سنن ابوداود کا راویؒ

سنن ابی داود کے راوی مسدد کے بارے میں محشی نے لکھا ہے کہ یہ کژدم کا دم ہے۔ یعنی اگر کژدم کسی کو ڈس مارے تو اس پر دم کرے۔ یا کسی کا بخار ہو۔ پورا نام اس طرح ہے مسدد بن مسرہد بن مجرھد بن مسربل بن مغربل بن معربل بن مطربل بن ارندل بن سرندل بن غرندل بن ماسک بن مستورد الاسدی البصریؒ۔

بیداری کیلئے وظیفہ

سوتے وقت اس طرح کہے کہ مثلا رات کے فلاں بجے بیدار ہوں گا پھر سورۃ کہف کے آخری آیات پڑھے اور اپنے اوپر دم کرے یہ مجرب عمل ہے جس وقت چاہوں گے بیدار ہو گے۔

جمعہ کے دن کا وظیفہ

جمعہ کے دن سورۃ کہف پڑھے یہ افضل ہے اور اسی ۸۰ بار درود شریف پڑھے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے جمعہ کے دن قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔ عصر کے بعد غروب تک زوال کے بعد سے لیکر نماز جمعہ کی فراغت تک ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ اوقات منتقل ہوتے ہیں۔ کبھی ایک وقت ہوتا ہے کبھی دوسرا وقت۔

یہ چند بے ربط و بے ترتیب جملے حضرت الشیخؒ کی روح پرفتوح کی خدمت میں بطور ہدیہ عقیدت پیش کر رہا ہوں۔ حضرت الشیخؒ اور دارالعلوم حقانیہ اور خاندان حقانی اور دارالعلوم کے در و دیوار کے متعلق مزید کیا لکھوں اور بتاوں اس شعر پر اکتفاء کرتا ہوں اور تمام حقانی برادری کی خدمت میں یہی التماس ہیں......

دل آرامے کہ داری دل درو بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

مولانا حافظ شوکت علی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کی یاد میں

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے نظام کائنات کو اشرف کائنات اور اکرم مخلوقات یعنی انسان کی نفع رسانی کیلئے وجود دیکر اس کا تابع اور مسخر فرمایا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا انسان اس دنیا کی روح ہے جب تک رہے گی دنیا کا ڈھانچہ باقی رہے گا لیکن جب اللہ والے اس دنیائے فانی ومتاع وعارضی کو خیر باد کہہ کر منزل آخرت کی طرف کوچ کریں تو اسی وقت اللہ تعالیٰ دنیائے عارضی کے اس عارضی گھر کو ڈھانے اور مٹانے کیلئے اسرافیلؑ کو نفخ صور کا حکم نامہ سنا کر سب کچھ نیست ونابود ہوجائیگا انسان کی بنیادی ضرورت راہ پر چلنے کی راہنمائی حاصل کرنا ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس شخصیات انبیاء ورسل اور ان کے وارث وخلفا کو منتخب فرمایا ہے اپنا فرض منصبی پورا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے اور ہورہے ہیں۔

الموت فیه جمیع الناس تشترك
لاسوقة منهم یبقیٰ ولا ملك

ہر میدان میں مردِ میدان

ماضی قریب میں جامعہ حقانیہ کے محدث جلیل فصاحت وبلاغت کے شہسوار مجاہد کبیر شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدنیؒ نے رحلت فرما کر واصل بحق ہوگئے طاب الله ثراه وجعل الجنة مثواه ، شیخ صاحبؒ کی ابتدائی زندگی استاد المحدثین شیخ المشائخ مربی علماء ومدرسین حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ کی تربیت میں گزری اور پوری زندگی دین کی محنت اعلائے کلمۃ اللہ درس وتدریس تصنیف وتالیف، جہاد وتبلیغ نصائح ومواعظ میں صرف کردی ہر فن مولیٰ تھے، تفسیر وحدیث یا فقہ وفنون عربی، فارسی اور اردو کے اشعار وابیات ہوں یا عربی محاورات سب میں حد درجہ ملکہ اور دسترس رکھنے والی لاثانی شخصیت تھے، ان کے ارشادات وملفوظات ہر خاص وعام کیلئے یکساں طور پر فائدہ مند رہے ہیں بندہ عاجز کو اللہ تعالیٰ نے ان کی مجالس میں بیٹھنے اور ان کے مواعظ ونصائح سے استفادہ کرنے اور درسی افادات سے فیض حاصل کرنے بہت سارے مواقع نصیب فرمائے تھے۔

ارشادات وملفوظات

چند ایک فیوضات کو ملاحظہ ترتیب سے قطع نظر قارئین وناظرین کی خدمت میں پیش کررہاہوں بطور مشت نمونہ خروار۔

افتتاح تفسیر کے موقع پر شعر

درسی تفسیر کی افتتاح کے موقع پر ابتداء قرآن پاک بالتسمیہ کیلئے اکثر یہ فارسی کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

نہادم تاج بسم اللہ برسر
زبسم اللہ خزینے قلیست بہتر

شب بیداری کی فضیلت

شب بیداری کی فضیلت اور دعاء نصف شب کی قبولیت اور اہمیت کو اجاگر کرنے کیلئے فرمایا

دلا بسوز کہ سوزے تو کرہا کنند
دعاء نیم بنسبت دفع ہر بلا کنند

شیخ عبدالقادر جیلانی کو جب بادشاہ سنجر نے صوبہ نیمروز کے حاصلات ہبہ کرنے کی پیشکش کی تو آپ نے جواب میں فرمایا

چوں چھتر سنجری رخ بختم سیاہ باد
درد دل اگر ہوس بود ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک روز بیک جونمے خرم

حفاظ قرآن کیلئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی نصیحت

حفظ قرآن کے فضائل کے متعلق ایک مجلس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا"ینبغی لحامل القرآن ان یکون ساجدا والناس نائمون صاحب قرآن کو چاہئے کہ سجدہ ریز ہو اس وقت جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں''۔وان یریٰ صائما والناس یفطرون اور چاہئے کہ روزہ دار ہو جبکہ لوگوں کا روزہ نہ ہو۔وان یریٰ باکیا والناس یضحکون اور مناسب ہے کہ اسکی عادت رونے کی ہو جبکہ لوگوں کی عادت ہنسنا ہے وان یکون صامتاً والناس یتکلمون اور خاموش رہے جبکہ لوگ واہی تباہی لایعنی باتوں میں مشغول ہوں۔

علماء کیلئے حلم اور بردباری کی ضرورت

علماء انبیاء کرام کے وارث اور خلفاء ہیں لہٰذا انکی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا دین پہنچائے لوگ مانے یہ یا نہ مانے سنے یا نہ سنے چنانچہ حضرت شیخ صاحبؒ نے فرمایا۔

کس بشوند یا نشوند من ہائے ہوئے میکنم

بسا اوقات لوگ مخالفت پر اترائیں گے رکاوٹیں ڈالیں گے، لیکن نائبان رسول پاک ﷺ کو حلم وبردباری اور صبر سے کی اسی مضبوطی سے تھامنا ہوگا چنانچہ فرمایا:

ما شاخ درختم پر از میوہ توحید
برراہ گزر سنگ زند عارندار یم
مامست فقیر یم دریں گوشہ دیدار
خلق است نما تنگ وما عار ندار یم

دنیا فانی ہے

دنیا فانی ہے متاع قلیل ہے چندروزہ زندگی ہے موت اچانک حملہ کرتی ہے اور لوگ غفلت کی نیند سوئے ہیں حضرت شیخ صاحبؒ نے اسی مضمون کو یوں بیان فرمایا

والناس فی غفلاتھم
ورحی المنیة تطحن

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت شیخ صاحبؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات سے نوازے اور انکی اولاد وتلامذہ کو ان کیلئے صدقات جاریات اور باقیات صالحات کے طور پر قبول فرمائے۔

آمین آمین لاارضی بواحدة
وان اختم ایھا الف آمینا

احمد سعید جان حقانی
لیکچرر پشاور یونیورسٹی

مدینہ یونیورسٹی میں ''ابوحنیفہ ثانی'' لقب پانے والا

لوگ دنیا میں آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں دنیا میں ہمیشہ کیلئے جینا نہیں بلکہ ایک دن ضرور یہاں سے جانا ہے کیونکہ موت ایک اٹل حقیقت ہے کل نفس ذائقة الموت لیکن بعض حضرات ایسے ہوتے ہیں جو اپنی ذات میں ایک نظریہ ہوا کرتے ہیں ایک تحریک ہوا کرتے ہیں اور ایک مشن ہوا کرتے ہیں اور ان ابراھیم کان اُمة کی طرح اپنی ذات میں امت ہوتے ہیں۔ اگر وہ دنیا سے چلے بھی جائے تو اپنے نظریہ، اپنے عقیدے، اپنی دلیل اور اپنے مشن کی صورت میں زندہ رہتے ہیں اور کمالات وصفات ان کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے زندہ رکھتے ہیں۔ ہمارے شیخ، ہماری سند اور ہمارے مرشد جامعہ حقانیہ "دیوبند ثانی" کے مسند حدیث کو الوداع کہ کر اس دار فانی سے رخصت ہوئے لیکن وہ عظیم ہستی اپنے پیچھے ایک نظریہ، ایک مشن، ایک تحریک اور دلیل چھوڑ کر چلے گئے۔ اللہ تعالی ہمارے حضرت شیخ کے درجات کو بلند فرمائیں اور حضرت شیخ کے متوسلین اور تلامذہ کو ان کے فیوضات سے بہرور فرمائیں آمین۔

لاجواب قوت استدلال کے مالک

حضرت شیخ رحمہ اللہ کو اللہ تعالی نے دلیل کا ایک ایسا ملکہ عطا فرمایا تھا کہ جس میدان میں اتر جاتے تو میدان کے شہسوار ہوا کرتے اور اپنی دلیل کی قوت سے دوسروں پر فوقیت لے جاتے۔ تقریبا 15 سال پہلے کی بات ہے ہم جس وقت معھد امام ابی حنیفہ پشاور میں پڑھتے تھے اس وقت حضرت شیخ ہمارے ادارے میں تشریف لائے تھے اور طلبہ سے عربی زبان میں خطاب فرمایا جس کی وجہ سے ہم حضرت شیخ کی قوت علمی سے بہت متاثر ہوئے اسی اثنا میں ہمارے ایک استاد کلاس میں درس دینے کیلئے آئے تو ہم نے ان سے حضرت شیخ صاحب کے متعلق گفتگو کی محترم استاد نے فرمایا: کہ حضرت شیخ کو آپ کیا جانتے ہیں؟ اسکو تو ہم جانتے ہیں کہ وہ کون ہے؟ پھر فرمایا کہ "جس زمانے میں حضرت شیخ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں پڑھاتے تھے اس زمانے میں ہم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں طالب علم تھے تو مدینہ منورہ میں آپ قوت دلیل کی وجہ سے مذہب احناف کا مضبوط دفاع فرماتے تھے جس کی وجہ سے آپ مدینہ منورہ میں ''ابوحنیفہ ثانی'' کے نام سے مشہور ہوگئے۔

آج ہم ایسی ہستی سے محروم ہوگئے ہیں لیکن وہ ہمارے دلوں میں آج بھی زندہ جاوید ہے۔حضرت شیخ بسا اوقات ہمیں درس کے دوران اپنی زندگی کے حالات اور تجربات بیان فرماتے تھے اور یہ میں اپنے لیے خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ مجھ ناچیز کو اللہ تعالی نے توفیق عطا فرمائی کہ میں روزنامچہ میں ان تمام واقعات اور اقوال کو بمع تاریخ قلمبند کرتا، تاکہ ہم سب اس سے مستفید رہیں) کوشش ہے کہ کتابی شکل میں چھپے انشا اللہ تعالی (اگر چہ اس قسم کے واقعات شعبہ ہائے زندگی سے متعلق ہیں لیکن میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت شیخ کے وہ واقعات کو نذر قارئین کرتا ہوں جو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں درس وتدریس، حجاز مقدس اور عرب دنیا میں سیر وسفر کے دوران دوسرے مذاہب کے علما کے ساتھ پیش آئے تھے۔جن سے آپ کو حضرت شیخ کی علمی منقبت، دلیل کی قوت، علمی وتحقیقی جلالت، حاضر جوابی اور محدثانہ عظمت شان کا اندازہ ہو جائیگا۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور مسلکی تعصب

(الف) فرمایا ہمارے ساتھ جامعہ اسلامیہ میں بہت سے ایسے طلبہ تھے جو حنفی مذہب سے سخت اختلاف رکھتے تھے، وہاں کے بعض علما احناف کے مذہب اور دلائل کے متعلق یہ سمجھتے تھے کہ احناف کا مذہب صرف رائے پر مبنی ہے،کبھی کبھی جامعہ اسلامیہ میں ہم استاد کے ساتھ بحث کرتے تھے۔کہتے تھے، کہ احناف کی یہ دلیل ہے قرآن کی یہ آیت دلیل ہے، حدیث دلیل ہے"وہ طلبہ بہت خوش ہوتے تھے اور اساتذہ سے کہتے تھے، کہ احناف طلبہ کو چھوڑ دیں تاکہ یہ اپنے دلائل بیان کریں "لیکن ہمارے بعض اساتذہ بہت ناراض ہوتے تھے اور ہمیں کہتے تھے، کہ آپ احناف بہت تعصب کرتے ہیں،ہم کہتے تھے'' حضرت'' آپ سالہا سال اپنے مذہب کی تائید میں دلائل بیان کرتے ہیں لیکن ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ آپ لوگوں میں تعصب ہے لیکن کسی مسئلہ کے اثبات کے لئے قرآن وسنت سے دلیل پیش کرتے ہیں تو آپ ہم پر فتوی لگاتے ہوھذا ھو التعصب الحنفی

روضہ اطہر پر درود وسلام کا واقعہ

(ب) فرمایا ایک دفعہ میں روضہ اطہر کے پاس کھڑا تھا میں نے الصلو والسلام علیك یا رسول اللہ کہا میرے چند ساتھی جو جامعہ اسلامیہ کے طلبہ تھے نے کہا کہ''مولانا مردے سنتے ہیں'' میں نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے مجھے پہنچاتے ہیں اور جو کوئی میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے میں خود سنتا ہوں،اور یہ روایات بیہقی اور دار قطنی سنن ابی داوود نے نقل کی ہیں، انھوں نے کہا کہ یہ صحیح نہیں ہیں، میں نے کہا: یہ ہمارے جامعہ کے

شیخ عبدالعزیز ابن باز نے اپنی کتاب التحقیق والیضاح کثیر من مسائل الحج والعمر والزیار عل ضو الکتاب والسنة میں ذکر کی ہیں۔انھوں نے جب شیخ ابن باز کا فتوی سن لیا تو مان لیا میں نے کہا اللہ کے بندو ائمہ کو نہیں مانتے ہو اچھا ہوا کہ شیخ کی بات مان لی۔

نبیذ التمر پر وضو کا مسئلہ

(ج) فرمایا کہ پہلے دن جب میں جامعہ اسلامیہ گیا تو ہمارے استاد درس دے رہے تھے چنانچہ درس کے دوران شیخ نے فرمایا: نبیذ التمر پر وضو کرنے میں امام صاحب کی دلیل کمزور ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے: ولم یکن معه احد کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیلة الجن کے واقعہ میں کوئی ساتھی نہیں تھا .میں نے کہا : یا شیخ کم مرة وقعت واقعة الجن جنات کا واقعہ کتنی دفعہ پیش آیا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ آپ بتائیں۔چنانچہ میں نے کہا کہ یہ واقعہ چھ مرتبہ پیش آیا ہے مکہ مکرمہ ،جیحون ،بقیع الغرقد، خارج المدینه فی حال السفر، وغیرہ میں یہ واقعہ پیش آیا ہے سفر کی حالت میں آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ خارج مدینہ میں آپ کے ساتھ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور تین مقامات پر آپ کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے تو استاد صاحب نے مجھے کہا، هذا هو التعصب الحنفی یہ احناف کا تعصب ہے میں نے کہا: حضرت! اس میں تعصب کی کیا بات ہے یہ دلیل ہے، جو میں نے بیان کیا۔

عشاء کی وضو سے صبح کی نماز

(د) فرمایا کہ بعض غیر مقلد نے ایک دفعہ مجھ پر اعتراض کیا کہ فضائل اعمال میں یہ لکھا ہے کہ امام صاحب نے چالیس سال عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی تھی یہ من گھڑت ہے اور صحیح نہیں ہے۔

میں نے جواب دیا کہ تم لوگ رات بھر امتحان کے لیے جاگتے ہو کہ نہیں؟ تو سب نے کہا کہ ہاں ہم جاگتے ہیں تو میں نے کہا کہ جب آپ لوگ دنیا کے اس چھوٹے سے امتحان کیلئے رات بھر جاگتے رہتے ہو اور وہ اتنے بڑے لوگ تھے تو وہ آخرت کے امتحان سے کیسے غافل رہتے؟۔

خیار مجلس اور تفرق بالابدان

(ہ) فرمایا کہ ایک دفعہ جامعہ اسلامیہ میں خیار مجلس کے بارے میں بحث ہو رہی تھی تو وہ سب اس پر متفق تھے کہ اس سے مراد تفرق بالابدان ہے۔ میں نے کہا کہ اگر اس سے مراد تفرق بالابدان ہوتا آپ تو

تفرق بالاقوال کا قول کرتے ہوں ایک مجلس میں خوراک کا بیع کرتے ہوں اور پھر اسی مجلس میں شروع کر کے خوراک کھاتے ہو یہ تو پھر تم حرام کھاتے ہو کیونکہ مجلس تبدیل کیے بغیر کرتے ہو تو چپ ہو جاتے اور کوئی جواب نہ دیتے۔

امام ابوحنیفہؒ پر بہتان

(ز) فرمایا کہ مسجد نبوی میں مغرب سے عشا تک درس دیتا ایک غیر مقلد مجھ سے پہلے درس دیتا طلبہ ان کو سنتے پھر آ کر مجھے بتا دیتے کہ انھوں نے یہ باتیں کیں۔ ایک دفعہ اس نے درس میں کہا کہ امام صاحب کو صرف سترہ احادیث یاد تھیں۔ میں نے طلبہ سے کہا کہ چلو ان سے لکھ کر لاو کہ انھوں نے یہ کیوں کہا ہے؟ ورنہ میں مسجد نبوی کے امام کو لکھتا ہوں کہ یہاں ایک جھوٹا درس دیتا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اگر یہ اپنے قول میں سچا ہے تو مدینہ کے سب مکتبوں میں جو کتب موجود ہیں سب جھوٹ پر مبنی ہیں کیونکہ ان میں جو لکھا گیا ہے کہ "قال ابو حنیفه فی هذه المسئله کذا"۔

شیعہ کے اعتراض کا جواب

(ح) فرمایا کہ مدینہ میں ایک شیعہ نے مجھ پر اعتراض کیا کہ آپ اہل سنت سخت متعصب لوگ ہیں۔ میں نے پوچھا وہ کیسے؟ کہا کہ تم نے دروازہ پر عمر اور ابوبکر کے نام رکھے ہیں اور علی کو چھوڑا ہے۔ میں نے کہا کہ سار مسجد نبوی علی کا گھر ہے۔ آپ دار فاطمہ کو دیکھتے نہیں وہ حیران ہوے اور چپ رہے کچھ نہیں کہا۔

مسئلہ امامت پر دلچسپ مکالمہ اور جواب

(ط) فرمایا: جامعہ اسلامیہ میں ایک دفعہ سفر کی حالت میں امامت کا مسئلہ کلاس میں پیش آیا کہ سفر کی حالت میں امام کون ہو گا؟ چنانچہ احادیث میں چار اوصاف مذکور ہیں۔ اگر دو آدمی علم میں برابر ہوں تو قرات کو دیکھا جاے گا۔ اگر قرات میں برابر ہوں تو عمر کو دیکھا جاے گا جو زیادہ عمر والا ہو تو وہ امام بنے گا، اگر ان چیزوں میں بھی برابری ہو تو پھر ان میں تقوی دار دیکھا جاے گا جو زیادہ تقوی والا ہو وہ امام بنے گا۔

بعض ہندی غیر مقلدین طلبہ نے کہا کہ احناف کی کتابوں میں تو آگے بھی لکھا کہ: ثم حسن وجها ثم حسن زوجا ثم اکبر ذکراً پھر مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے، کہ آپ اس عبارت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں جواب دیا کہ احسن وجھا سے سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود" کی رونق مراد ہے،

تو پھر بولے: کیا امام صاحب کی بیوی کی دیکھنے کے لئے اس کے گھر جائیں گے؟ میں نے کہا: مقتدیوں کو اپنی بیویوں کے ذریعے امام صاحب کی بیوی کا حسن معلوم ہوسکتا ہے کیونکہ جب کوئی شادی کرتا ہے تو بیویاں اپنے شوہروں کو بتاتی ہیں اس کی بیوی ایسی ایسی خوبصورت ہے۔

پھر انھوں نے کہا اب یہ بتائیں کہ اکبر ذکرا کی کیا توجیہ کریں گے کیا امام صاحب کو یہ کہا جائے گا کہ ازار بند کھول دو تاکہ مقتدی آپ کا آلہ تناسل دیکھیں؟ میں نے کہا یہ تو کاتب کی غلطی ہے، یہ دراصل اکثر ذِکراً بکسر الذال ہے کہ جو زیادہ ذکر کرتا ہو تو وہ امام بنے گا۔ چنانچہ وہ چپ ہو گئے۔

نمازِ قصر پر دلائل

(ک) فرمایا کہ ایک دفعہ عرب نے مجھے امامت کرانے کیلئے آگے کردیا میں نے کہا مجھے امام نہ بناؤ لیکن بضد تھے اسلئے میں مقدم ہوا اور میں نے کہا کہ میں دو رکعات نماز پڑھاؤں گا۔ میں نے جب نماز ادا کی اور دو رکعت پر سلام پھیرا تو وہ گڑگڑانے لگے کہ تو نے ہماری نماز خراب کردی میں نے کہا کہ میں نے تو پہلے بتایا کہ میں دو رکعت پڑھاؤں گا ا۔س پر انھوں نے مسئلہ علما کے سامنے رکھ دیا انھوں نے مجھے بلایا اور مسئلہ کے متعلق پوچھا۔ میں نے کہا ہم حنفی ہیں اور ہمارے مذہب میں قصر ہے لہٰذا میں نے قصر کیا۔ پھر میں نے اپنے دلائل پیش کئے اور ان سب کو قائل کیا والحمد للہ

تو یہ اپنے شیخ کے چند واقعات لکھنے کا مقصد ان سے محبت کا اظہار کرنا اور ان کو نذر قارئین کرنا کہ اس سے شیخ کی دلیل کی قوت معلوم ہو اور پھر ان سے ہم سبق سیکھے کہ ہم بھی اپنے شیخ کی راہ پر چلے اور احترام کے ساتھ دلائل کو اپنا شیوہ بنائے۔

مولانا عبدالرحمٰن
خطیب سول سیکرٹریٹ پشاور

حضرت شیخ صاحب کی چند درسی فیوضات

اُمت مرحومہ کا کوئی قرن اور کوئی علاقہ علماء ربانی اور رجال حقانی سے خالی نہیں گزرا، ہر دور میں بڑے بڑے رجال علم موجود رہے ہیں۔ جنہوں نے جہالت کی تاریکیوں میں امت کو راہ حق دکھائی، صراط مستقیم پر ڈالا۔ دین اسلام کی حفاظت کا ذمہ رب ذوالجلال نے اپنے ذمے لیا ہے۔لیکن تشریعی طور پر یہ علماء حق اور علماء ربانی ہی تو ہیں جو اس دین کی حدود کی پاسداری میں سر من تن کی بازی لگا دیتے ہیں۔ ان علماء ربانی میں خصوصاً ہمارے خیبر پختونخواہ کے ماضی قریب میں دو حضرات ایسے تھے، جن پر اگر پشتون قوم ناز کرے تو بجا ہے۔ ان میں ایک شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا حسن جان شہیدؒ اور دوسری شخصیت شیخ الحدیث والتفسیر ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ ہے۔ جن کو آج بھی مدینہ یونیورسٹی میں قابل رشک نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ حضرت شیخ ڈاکٹر صاحبؒ دارالعلوم حقانیہ کا ایک عرصے تک شیخ الحدیث رہے ہے۔

چند علمی نکات

آپ سے ہم نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں 2006ء میں دورہ حدیث کیا تھا، دوران سبق میں آپ کے بعض نکات اور واقعات اپنے ساتھ محفوظ کئے تھے۔ جو نذر قارئین ہیں:

۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شریعت پر عبادت کرتے تھے۔

۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں سات سات آٹھ آٹھ دن تک تجرد کی حالت میں عبادت کرتے تھے۔

۳) ووجدك ضالاً فهدٰى (الایہ) اللہ تعالیٰ نے آپ کو پایا متحیر طرق عبادت میں پھر آپ کو نبوت کی راہ دکھلائی، جیسے واقعہ یوسف علیہ السلام: انا لنرٰك فى ضلال مبين

۴) سورة الضحىٰ میں ہر حالت میں نعمت ملی تو ہر نعمت کے بدلہ مطالبہ کیا گیا ہے، جیسے:

الم يجدك يتيماً فاٰوى............اس کے بدلے .... واما اليتيم فلاتقهر

ووجدك ضالاً فهدٰى ....اس کے بدلے ....و اما بنعمة ربك فحدث

ووجدك عآ ئِلاً فاغنٰى............اس کے بدلے .... و اما السائل فلا تنهر

۵) غزنی کے گورنر گل احمد محشی نے مجھ پر اعتراض کیا کہ آپ کہتے ہے کہ ما سوائے اللہ کوئی اولاد نہیں دے سکتا، حالانکہ سورۃ مریم میں فرشتہ کا مقولہ مذکور ہے کہ:۔ لاھب لك غلاماً: میں نے جواب دیا کہ آپ نے قرآن نہیں پڑھا ہے صرف منطق پر دماغ خراب کیا ہے، تھوڑا آگے بھی پڑھیے: آگے مذکور ہے: کذلك قال ربك:

۶) نضر الله امرء سمع مقالتی فوعا ھا الخ یہ حدیث تواتر معنوی کے حد تک پہنچا ہے۔

۷) غورغشتوی باباؒ کے ساتھ کپڑے دھونے کا صابن نہیں تھا تو اچانک ایک کوّا آیا اور صابن گرایا۔

۸) ہم پہلے زبان سے تکرار کرتے ہیں پھر دل میں بیٹھتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ پہلے دل میں بیٹھ کر پھر زبان مبارک پر آتا ہے۔

۹) جب طالبان نے خوست کو فتح کیا تو ہر گھر میں لینن کے تصاویر آویزاں تھے اور لینن کے کتابیں تھے۔ ان لوگوں نے اپنے کتابوں کی ابتداء بنام لینن سے کیا تھا، میں نے وہ کتابیں اپنے ساتھ لائے تھے۔ خوست کو چھوٹا ماسکو کہتے ہیں۔

۱۰) حافظ الحدیث اس کو کہتے ہے جس کو ایک لاکھ احادیث سنداً ومتناً یاد ہو۔

حجۃ الحدیث اس کو کہتے ہے جس کو تین لاکھ احادیث سنداً ومتناً یاد ہو۔

حاکم الحدیث اس کو کہتے ہے جس کو تمام احادیث مبارکہ سنداً ومتناً یاد ہو۔

۱۱) پاکستان بننے سے پہلے انگریز نے عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو بنگال جیل میں قید کیا تھا، وہ جیل کی کوٹھری انتہائی تنگ تھی یہاں تک کہ اسمیں پاؤں پھیلانے کی بھی گنجائش نہیں تھی۔ اور ان ظالموں کی طرف سے پانی بھی بند تھا اور دیواروں پر بھی گندگی لگائی تھی تاکہ تیمّم بھی نہ کرے اس گندگی کی وجہ سے حضرت شاہ صاحبؒ کو خارش کی بیماری لگی تھی، اسی دوران ایک سانپ کوٹھری میں داخل ہوا حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہے کہ میں ڈر گیا اور دم درود میں لگ گیا، میرے ساتھ لوٹے میں تھوڑا سا پانی تھا، سانپ سیدھا لوٹے پر گیا پانی پیا اور واپس نکلا، اور اسی وقت مجھے انتہائی پیاس لگی تھی، وہ ظالم پانی نہیں دے رہے تھے اور جو موجود تھا وہ بھی سانپ کا جوٹا تھا، بس میں نے بسم اللہ پڑھ کر سانپ کا جوٹا پانی پیا، پانی پیتے ہی اللہ پاک نے خارش سے شفا دی فللّٰہ الحمد

۱۲) مدینہ منورہ سے کچھ آگے ایک مکتبہ ہے جس کا نام مکتبہ احمدیہ ہے، ایک دفعہ ہم ادھر گئے تو مکتبہ کے ناظم نے فرمایا کہ اس مکتبہ کے بانی ایک مالدار آدمی تھا اور چھ سو سال پہلے تاتاریوں نے شہید کیا تھا اس کی عادت تھی کہ ہر نیا کتاب ضرور مکتبہ کے لئے لاتا۔ اُس وقت اُس مدرسہ میں 1600 طلباء پڑھتے تھے تو کسی طالب نے کہا کہ نئے کتابیں لاتے ہو لیکن یہ تمام طلباء کرام غیر شادی شدہ ہیں اس کے لئے شادی کا بندوبست نہیں کرتے، تو وہ غیرت میں آ کر مقام حمص کے مالدار لوگوں کے بیٹیوں سے طلباء کرام کا نکاح کرا دیا، تو ہم نے ناظم صاحب سے کہا کہ

آپ بھی اپنے بانی کی سنت کو زندہ کریں، ہم تو صرف 16 طلبا ہیں تو اس سے سارے حضرات خوب محظوظ ہوئیں۔

۱۳) ایک دفعہ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا: کہ اگر قرآن عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں نازل ہوتا تو وہ ترجمہ موضح القرآن میں (شاہ عبدالقادرؒ) میں نازل ہوتا۔

۱۴) قریہ خلیل میں انبیاء علیہم السلام کے قبور مبارکہ ہیں اس کے اوپر مسجد خلیل ہے اس کو غار انبیاء علیہم السلام بھی کہتے ہیں۔ زبردست خوشبو آتی ہے۔ اب مسجد خلیل اسرائیل کے قبضے میں ہے پرانا نام بیت اللحم ہے۔

۱۵) ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ جب میں شہید ہو جاؤں تو سرزمین دشمن میں دفن کرو۔ تو اُس کو یورپ میں دفن کیا ہے۔

۱۶) قسطنطنیہ کا نیا نام استنبول ہے۔

۱۷) ختم نبوت کے بل پاس ہونے سے پہلے ہمارے بڑے بڑے اکابرین قید ہو گئے تھے۔ لیکن حضرت احمد علی لاہوریؒ کی طرف سے غلام غوث ہزاروی صاحبؒ کو حکم تھا کہ آپ نے گرفتاری نہیں دینا ہے تو ہزاروی صاحبؒ مختلف شکل وصورت میں جلسے کر رہے تھے، اسی وجہ سے ہزاوری صاحبؒ کافی دن گزر گئے لیکن ہزاروی صاحبؒ کو گھر جانے کا موقع نہیں ملا۔ ایک دفعہ جنگل میں جارہا تھا تو چرند پرند اپنے گھونسلوں کی طرف آرہے تھے تو ہزاروی صاحبؒ کا دل بھر آیا، اور بہت رویا اور کہا کہ یا اللہ میں کب تک اس طرح دربدر چلتا پھرتا رہونگا تو اچانک خواب نے حضرت کو اپنے آغوش میں لے لیا، لیکن جب حضرت بیدار ہوئے تو کیا دیکھتا ہے کہ چوکیداری کے لئے سانپ اور بچھو وغیرہ مقرر تھے۔

۱۸) ایوب خان کے دور میں جدت پسندوں کے جدّ امجد ڈاکٹر فضل الرحمان ایک گمراہ تھا، ایوب خان اُن سے کافی متاثر تھا، ایوب خان نے ڈاکٹر کے کہنے پر یہ بل پاس کیا کہ مرد بیک وقت دو شادیاں نہیں کر سکتے تو مفتی محمودؒ نے فتویٰ دیا کہ تمام علماء کرام عملاً اس قانون کی مخالفت کریں اور ہر ایک دو شادیاں کریں۔

اولئك آبائی فجئنی بمثلهم

اذا جمعتنا یاجر یر المجامع

مولانا امداداللہ حقانی

کتاب الحج کا درس اور حرمین شریفین کا عشق

محبت کے عالم میں انسان کا دل ودماغ ہمیشہ محبوب کے گرد گھومتے ہیں، ہروقت اس کی زبان پر محبوب اوراس سے وابستہ تمام متعلقات کا ورد ہوتا ہے،اس کے اقوال وافعال کی گردش سے محبوب کی محبت وعقیدت عیاں ہوتی ہیں۔ یہی حال محبانِ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے،ان کے دلوں میں یہ محبت ایسی رچی بسی ہوتی ہے کہ نشست وبرخاست، چلتے پھرتے ،اٹھتے بیٹھتے، الغرض زندگی کے پل پل سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ ان ہی محبین میں شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی صاحب بھی شامل تھے،جن کی ہر بات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت ہوتی تھی ،جن کا ہر عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت کی موتیاں بکھیرتا تھا اوراس کا والہانہ انداز،ہم نے ’’کتاب الحج‘‘ کے درس میں مشاہدہ کیا۔

دارالحدیث کی زینت

ڈاکٹر صاحب جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کی رونق تھے۔ان کا درس دارالحدیث کی زینت تھی،جس کو سننے کے لیے تشنگان علوم نبوت دور دراز سے جوق در جوق آتے ،وہ سنن الترمذی (مکمل)اورصحیح البخاری کا جلد دوم کتاب النکاح سے پڑھاتے تھے۔ویسےتوان کا پورا درس عجائب وغرائب کا مجموعہ ہوتا تھا،لیکن کتاب الحج عجوبوں کا پیکر ہوتا تھا،حضرت معمول سے ہٹ کراس میں سیر حاصل بحث فرماتے تھے۔

ان کے ذوق کا یہ عالم تھا کہ عام دنوں میں دوگھنٹوں میں دواسباق پڑھاتے تھے،لیکن جب کتاب الحج شروع ہوتی تھی توبخاری شریف کا درس موقوف کرتے تھےاور پورا وقت کتاب الحج کودیتے تھے، چونکہ ڈاکٹر صاحب مدینہ منورہ میں عرصہ دراز رہے تھے اوروہاں کے ہر مقام کو انتہائی قریب سے مشاہدہ کیا تھا توطلبہ کو درس میں ان مقامات کا تذکرہ ایسے انداز سے کرتے ،جیسے وہ مقامات بالکل ان کے سامنے ہوں۔

ڈاکٹر صاحب کودیارحرم سے حد درجہ محبت تھی ،وہ مقامات کا تذکرہ کرتے کرتے بارہا آبدیدہ ہوجاتے اور طلبہ کرام کوبیش بہادعاؤں سے نوازتے اورفرماتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کوبھی حج کی نعمت سے سرفراز کرے،ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر میری وسعت میں ہوتی توتمام طلبا کو وہاں اپنے خرچے پر لے جاتا اور کہتا کہ یہ مزدلفہ ہے، یہ عرفات ہے

یہ فلاں جگہ ہے یہ فلاں جگہ اور پھر فرمایا کہ اگر پاکستان میں اسلامی حکومت ہوتی،تو طلبہ کرام کو مفت حج کیلئے لے جاتی،لیکن افسوس! یہاں اسلامی حکومت نہیں ہے۔

پہلے حج کی ......روئیداد

اکثر حجاج پہلے سمندر کے راستے حج کیلئے جایا کرتے تھے، ڈاکٹر صاحب بھی 1965 میں سمندر کے راستے حج کیلئے گئے تھے اور تقریباً چار مہینوں میں ایران، عراق اور فلسطین سے ہوتے ہوئے پہنچے تھے۔اس کا واقعہ بیان کرتے ہوتے فرمایا کہ میں ہر مہینہ گھر کو خط لکھتا تھا، جب ہم فلسطین کے ساحل پر پہنچے تو وہاں جہاز نہ ہونے کی وجہ سے دو ماہ ساحل پر جہاز کا انتظار کرنا پڑا، فرمایا کہ میں مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کیلئے بعض اوقات جایا کرتا تھا، ایک مرتبہ میں گیا تو وہاں کچھ انگریز آئے تھے ،مسجد اقصیٰ کے دوزاے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ''موئے مبارک'' ہے، جس سے عجیب قسم کی خوشبو آتی تھی ،ایک انگریز نے مجھ سے پوچھا۔? what is this میں نے جواب دیا ''This is the holy hair of our holy prophet (P.B.U.H)'' تو انتہائی متاثر ہوئے، جب اس کی خوشبو محسوس کی تو میرا نام اپنی ڈائری میں لکھا کہ اس نے ہمیں ایک عجیب ''بال مبارک'' دکھایا،جس سے خوشبو آتی ہے۔

عیسائی سیاح سے مناظرہ

اسی دوران میں اس مقام پر بھی گیا جہاں پر عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھایا تھا، وہاں بھی کچھ عیسائی سیاح تھے، ان سے میرا مناظرہ ہوا کہ عیسیٰؑ مردہ ہے He is dead میں نے قرآن کی یہ آیت ان کو سنایا وماقتلوہ وما صلبوہ......الخ جس سے وہ خاموش ہوگئے، ان دو مہینوں کے دوران میں نے گھر کو خط نہیں لکھا، جب ہم مسجد حرام پہنچے تو گاؤں کا ایک آدمی ملا، اس نے کہا کہ فوراً گھر کو خط لکھو، گھر والے بہت پریشان ہیں، کہ شاید تم فوت ہوگئے ہو (اس وقت حجاج کرام اکثر راستے میں اللہ کو پیارے ہوجاتے، کیونکہ سفر بھی لمبا تھا اور راستہ بھی پُر خطر تھا) میں نے گھر والوں اپنے خیریت سے مطلع کیا،لیکن خط میری واپسی کے بعد گھر پہنچا۔

حجاج کی رہنمائی

ایک موقع پر فرمایا کہ جب ہم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پڑھتے تھے تو وہاں طلبہ کو حاجیوں کی راہنمائی کیلئے مامور کیا جاتا تھا، ہمیں عرفات کی حدود میں لوگوں کو لانے کیلئے مامور کیا گیا، کیونکہ الحج العرفۃ اگر کوئی اس سے باہر رہے تو اگلے سال پھر قضا کرے گا، ہم کچھ پاکستانیوں کے پاس آئے جو عرفات کی حدود سے باہر تھے، ہم نے ان کو مطلع کیا تو وہ لوگ غصہ ہوئے اور کہا کہ تم مولوی یہاں بھی آگئے، پاکستان میں ہم آپ سے تنگ ہے، میں

نے انہیں سمجھایا کہ آپ کا حج نہیں ہوگا، کہا کہ ہم پچھلے دس سال سے اس سایہ کے نیچے وقوف کرتے رہے، چلے جاؤ! میں نے کہا کہ آئندہ بھی دس سال یہاں وقوف کرتے رہو، اس کے بعد ہم افریقہ سے آئے ہوئے لوگوں کے پاس گئے اورانہیں کہا کہ انتم خارجون من العرفات انہوں نے ہمارا شکریہ ادا کیا اورعرفات کے حدود میں آ گئے ،میں انتہائی خوش ہوا کہ ہمارے وجہ سے اُن لوگوں کا حج سلامت رہا۔

ان کا درس سن کر ہمارے دل بھی دیارِحرم کی زیارت کیلئے نہایت ہی بے قرار ہو جاتے ، کیونکہ اگر مردہ دل بھی ان کا ''درسِ کتاب الحج''سنتا تو اس میں بھی شوقِ حج جوش مارتا۔

آہ ! درس وتدریس کا یہ درخشندہ ستارہ ،علم ورشد کا یہ پہاڑ ، احناف کا بے باک ترجمان ، جہاد وعزیمت کا علمبردار، ہزاروں صفات وکمالات کا پیکر آج ہمارے بیچ نہ رہا۔

نہ پوچھو کیا گزرتی ہے جداجب یار ہوتے ہیں
یہ آنسو تیر بن کر جگر سے پار ہوتے ہیں

مفتی فیض الرحمٰن عثمانی
مدرس جامعہ اصحاب صفہ راولپنڈی

ڈاکٹر صاحبؒ کے اندازِ تفسیر کی ایک جھلک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی نسبی شرافت کا حامل، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد رشید دارالعلوم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کا شیخ الحدیث والتفسیر، ہزاروں علماء کا استاذ، مجاہدین کا رہبر ورہنما، میدان جہاد کا غازی وشہسوار، امارت اسلامیہ افغانستان کا سرپرست اور معاون ومددگار، سرتاپا مجسمہ مروت، طالبان علوم نبوت کا محبوب ومحترم، حق پرست وحق گو، اسلامی علوم وفنون کا ماہر عبقری شخصیت، عوام وخواص کے لئے فصیح وبلیغ واعظ، اہل اللہ اور اولیاء اللہ کا سرتاج، عالم باعمل، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی، قال اللّٰہ وقال الرسولؐ کا صدا بلند کرنے والا، مسند درس کا رونق، مدینہ منورہ کے پرنور فضاؤں میں قرآن وحدیث کے تعلیم وتعلم کی سعادت پانے والا، سیدی واستاذی، سماحۃ الشیخ حضرۃ العلامۃ مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی (رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ) اس عالم فنا سے عالم جاوداں کی طرف انتقال فرماگئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

یہ محرم ۱۴۳۷ھ بمطابق تین اکتوبر 2015ء جمعہ کے مبارک دن میں سعادت وانوار سے بھرپور وقت میں یہ سعید شخصیت مقام سعادت پر فائز ہوگئے۔

حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کے زندگی کے مختلف گوشوں پر اہل قلم حضرات کی طرف سے مختلف انداز میں تحریرات اور مضامین شائع ہوتے رہیں گے لیکن زیر نظر تحریر میں راقم الحروف حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کے دورہ تفسیر کے اہم مضامین وفوائد اور انداز تفسیر کی ایک جھلک پیش کرنے جسارت کررہا ہے کیونکہ بندہ کو الحمد للہ حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ سے تین مرتبہ دورہ تفسیر کرنے کی توفیق ملی ہے اور ہر مرتبہ کچھ نہ کچھ افادات قلمبند کرنے کا اہتمام بھی کیا ہے جن میں سے اصول تفسیر حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کے تقریظ کے ساتھ ''مقدمہ تفسیر'' کے نام سے شائع ہوکر منظر عام پر لایا گیا ہے اور بقیہ تفسیر بھی بہت جلد شائع کرنے کا ارادہ ہے (ان شاء اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ آسانی کا معاملہ فرمائے۔ سطور ذیل میں حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کے درسی خصوصیات، فوائد ومضامین اور انداز تفسیر کی ایک جھلک انہی افادات سے انتخاب ہے۔

وقت کی پابندی

پورے دورہ تفسیر میں حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ نے کبھی ناغہ نہیں فرمایا الا یہ کہ افغانستان پر جس سال حملے ہو رہے تھے تو امریکہ اور اس کے حواریین کے خلاف احتجاجی ریلیوں کے لئے درس کے بعد چھٹی دیا کرتے تھے اس کے علاوہ روزانہ ٹھیک وقت پر حاضر ہونا حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کی زندہ کرامت تھی کیونکہ جب آپؒ نے جامعہ امداد العلوم پشاور میں جس سال دورہ تفسیر پڑھایا اس سال استاذ محترم شیخ التفسیر والحدیث سماحۃ الامام حضرت مولانا محمد حسن جان شہید رحمہ اللہ اصول تفسیر کا درس شروع میں ایک گھنٹہ دیا کرتے تھے اور آپؒ کے بعد بالکل مقررہ وقت پر حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ تشریف لا کر مسند درس پر رونق افروز ہو جاتے۔ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک میں بھی وقت کی پابندی کی یہی صورتحال جاری تھی مثلاً اگر سبق شروع کرنے کا وقت آٹھ بجے ہوتا تو ٹھیک آٹھ بجنے پر حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کی شیرین آواز کانوں میں پڑ جاتی اور ہم اپنی لڑکپن اور جوانی کے باوجود بعض اوقات تاخیر سے آتے لیکن آفرین ہو اس مرد درویش پر! جو اپنی ذمہ داری نبھانے کے لئے بالکل مقررہ وقت پر تشریف لے آتے۔

منفرد انداز تدریس

حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ نے جن اساتذہ کرام سے قرآن کریم کی تفسیر پڑھی تھی آپؒ کے درس میں ان سب کی جھلک نظر آتی تھی حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں ''میں نے پہلے حضرت مولانا شیخ غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن سیکھا آپؒ کے درس میں توحید پر زور دیا جاتا تھا کیونکہ پنجاب میں شرک و بدعات کا غلبہ تھا تو شیخ القرآنؒ اس کا رد کر کے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تبلیغ کیا کرتے تھے پھر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے دورہ تفسیر کیا جس میں جہاد کے موضوع کا غلبہ ہوتا تھا حضرت لاہوریؒ لکھائی بھی سرخ روشنائی سے کیا کرتے تھے کیونکہ یہ شھید کے خون کے مشابہ ہے اور فرماتے تھے کہ جس کو سائیکل چلانی نہ آتی ہو وہ میرے درس میں نہ بیٹھے کیونکہ یہ جہاد میں کام آتی ہے اگر آج حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ زندہ ہوتے تو وہ فرماتے کہ جس کو ٹینک چلانا نہ آتا ہو وہ میرے درس میں نہ بیٹھے بلکہ اس طالبعلم کو داخلہ دونگا جس کو ٹینک چلانا آتا ہو پھر حضرت مولانا عبد اللہ درخواستیؒ سے دورہ تفسیر پڑھا آپؒ چونکہ شیخ الحدیث تھے تو آپؒ کے درس میں استنباط کے موضوع کا غلبہ زیادہ ہوتا تھا جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا طریقہ ہے''

اب مذکورہ بالا اساتذہ اجلاء کے دروس کی وہ تمام صفات حضرت شیخ التفسیر سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ کے درس میں پائی جاتی تھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور معرفت کا ذکر تو اس انداز میں فرماتے کہ اس پر آیات قرآنیہ اور احادیث کثیرہ کے علاوہ عبد الرحمٰن باباؒ اور حافظ الپوریؒ تک کے اشعار سے استدلال کرتے تھے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا

عبدالحق رحمہ اللہ کی صحبت کی برکت سے بدعات کی تردید بھی انتہائی پرحکمت اور مدلل انداز سے کیا کرتے تھے۔

جہاد تو حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کا گویا موضوع ہی تھا آپؒ بذات خود ایک عظیم مجاہد بلکہ اس زمانہ کے امام المجاہدین تھے جب جہاد کا ذکر فرماتے تو خود بھی جھومتے اور مجمع کو بھی جہاد کے تراوٹ اور حلاوت محسوس کروا کر جھومنے پر مجبور کرتے کسی لالچ یا لوگوں کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر علانیہ طور پر جہاد کے موضوع پر سیر حاصل بحث فرماتے۔ سبحان اللہ اور اس کے ساتھ ہی جن آیات سے جو مسائل مستنبط ہوتے ان کا ذکر بھی دلنشین انداز میں فرماتے تو گویا کہ حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ اپنے اساتذہ کرام کے تفسیری انداز کے امین اور سب کے خصوصیات کے جامع تھے۔

دیگر خصوصیات دورہ تفسیر

مذکورہ بالا خصوصیات کے علاوہ حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کے دورہ تفسیر میں کچھ اس طرح کی دیگر خصوصیات پائی جاتی ہیں جو کہ دوسرے مفسرین کے دروس میں مجموعی طور پر ان کی مثالیں بہت کم ہی مل سکتی ہیں اور پورے بسط وتفصیل کے ساتھ ان کو لکھ کر ہر خاص وعام کے سامنے حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کے دروس سے ان کی مثالیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں لیکن اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت ہی کم سطور میں ان کو نمبروار لکھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ قاری کو ان کے پڑھنے میں آسانی ہو اور ساتھ ہی ان موتیوں جیسے خصوصیات دورہ تفسیر اور مضامین وفوائد کا اندازہ بھی ہو جائے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی معرفت، عقیدہ آخرت، بعثت انبیاء کا مقصد اور انبیاء کا ذکر خیر دل موہ لینے والے انداز میں بیان کیا کرتے تھے۔

(۲) تاریخی حوالوں کے ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ تابعینؒ اور تبع تابعین کے احوال اور واقعات کا تذکرہ انتہائی عقیدت واحترام سے کیا کرتے تھے۔

(۳) آیات کی تفسیر، تفسیر القرآن بالقرآن، بالحدیث اور باقوال الصحابہ والتابعین کے التزام کے ساتھ ساتھ اقوال مفسرین بھی بیان فرمایا کرتے تھے۔

(۴) سورۃ کے شروع میں خلاصہ سورۃ اور اس کے مقصد وموضوع کا تذکرہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے طرز پر بیان کرتے تھے۔

(۵) الفاظ کے لغوی معنی بیان کرنے کے ساتھ بطور استشہاد قدیم عربی ادب الادب الجاھلیه کے اشعار پیش کرتے ہوئے وضاحت فرماتے تھے۔

(۶) صرف ونحو کے مسائل کے دقیق نکات اور ترکیب واجراء سے آیات کے مفہوم کی خوب وضاحت کر کے ان علوم کے اہمیت کی طرف بھی متوجہ کرلیا کرتے تھے۔

(۷) حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ چونکہ بذات خود جغرافیہ سے واقف ہیں اور ارض القرآن کا نزدیک سے مشاہدہ کر چکے ہیں اس لئے تاریخی ومقامات کی وضاحت دلنشین انداز وپیرایہ میں کر کے ان کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔

(۸) آیات وعد کے ذکر کے ساتھ دعا اور آیات وعید کے ذکر کے ساتھ پناہ مانگنے کا خصوصی اہتمام کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرلیا کرتے تھے۔

(۹) تفسیر کے دوران ایک خاص کیفیت کے ساتھ جگہ جگہ الحاح وزاری اور خشوع وخضوع کے ساتھ دعا فرمانے کا اہتمام کرتے جس سے قلوب نرم ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

(۱۰) انتہائی شفقت بھرے انداز میں طلبہ کی تشحیذ اذہان کے لئے ان سے استفسار اور ان کے پوچھے گئے سوالات کا اچھوتے انداز میں جوابات دیا کرتے تھے۔

(۱۱) تفسیر اور مسائل فقہیہ میں افراط وتفریط سے بچ کر، حد درجہ صحت واعتدال کا لحاظ فرمایا کرتے تھے اور علماء دیوبند کے مسلک حق کے ترجمانی کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے۔

(۱۲) بعض اوقات فرق باطلہ پر انتہائی مدلل انداز میں حکمت وبصیرت کے ساتھ رد فرمایا کرتے تھے تاکہ باطل عقائد ونظریات کی اصلاح کا فریضہ ادا ہوسکے۔

(۱۳) انتہائی ناصحانہ، مشفقانہ، اور مخلصانہ انداز میں دروس قرآن کو عام کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے تاکہ مسلمان اللہ کی کتاب سے آگاہ ہو اور ہر مسلمان کا اس کے ساتھ والہانہ عقیدت اور تعلق ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وحدیث اور دینی علوم کی خدمت کے لئے قبول فرمائے (آمین یا الٰہ العالمین)

مولانا محمد انس حقانی
متعلم دورہ حدیث

حضرت شیخ رحمہ اللہ کا آخری درس

سورۃ کوثر کے معانی

تفسیر جصاص ایک معتبر تفسیر ہے جس میں سورۃ کوثر کے متعلق لکھا گیا ہے کہ اس میں عید الاضحیٰ کے نماز کا ذکر ہے انا اعطینك الكوثر ''ہم نے آپ کو خیر کثیر دیا'' کوثر فوعل کے وزن پر ہے، ہم نے آپ کو خیر کثیر دیا فصل لربك وانحر ''آپ اللہ کے لئے عبادت کریں'' فصل لربك سے مراد عید الاضحیٰ کی نماز ہے والنحر سے مراد قربانی یعنی صلوۃ عید الاضحیٰ کے بعد قربانی ہے ان شانئك هوالابتر ''تمہارا دشمن گمنام ہوگا'' اس کا نام بھی کوئی نہیں لے گا مفسرین کوثر کے ۱۶ معنی بیان کرتے ہیں، کوثر سے مراد قرآن پاک یا ختم نبوت ہے، یا خاتم النبیین کا لقب مراد ہے یا کوثر سے مراد صحابہ کرامؓ ہیں اور بھی بہت سارے معنی ہے اور اس کا شکریہ یہ ہے کہ فصل لربک عبادت خاص اللہ کے لئے کیجئے، بعض لوگ عبادت ریا کے لئے کرتے ہیں فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون الذين هم يراؤن آخر سورۃ میں ریا کار کے نماز کا ذکر ہے نماز خاص اللہ کے لئے کیا کریں اس راہ میں مشکلات آتے ہیں تو اس کے لئے قربانی کی ضرورت ہے قربانی کے بغیر ہاتھ کچھ نہیں آتا والنحر سے مراد قربانی ہے۔

ہابیل کی قربانی کی قبولیت

جب سے اللہ نے زمین پر انسان کو پیدا کیا تو اسی قربانی کو لازم کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واتل عليهم نبأ بنى آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدهما ولم يتقبل من الاخر تم اس لوگوں کو آدم کے بیٹوں کی قربانی کا ذکر کردیں ہابیل اور قابیل نے بھی قربانی کی تھی ہابیل کی قربانی قبول ہوئی قابیل کی قربانی قبول نہ ہوئی کیوں کہ اس نے قربانی نام نمود اور ریا کیلئے کی تھی ہابیل نے اللہ کی رضا کے لئے قربانی کی تھی وہ قبول ہوئی ہر زمانے میں قربانی کا یہ مبارک طریقہ جاری اور ساری ہے وكذالك جعلنا لكل امة منسكا ليذكر اسم الله على ما رزقهم من بهيمة الانعام تمام امتوں پر اللہ نے قربانی لازم کی تھی۔

ابراہیم علیہ السلام کی قربانی

قربانی نے پھر اتنی ترقی کی کہ ابراہیمؑ کو خواب میں حکم مل رہا ہے کہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح (قربان)

کر دیں حضرت ابراہیمؑ نیند سے اٹھتے ہیں اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو جگاتے ہیں بیٹا! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اللہ مجھے حکم دے رہا ہے کہ اپنے بیٹے کو قربان کردو، بیٹا حضرت اسماعیلؑ کہتا ہے کہ ابا جان جب آپ کو حکم مل رہا ہے تو میرا سر تسلیم خم ہے جلدی کریں اللہ تعالیٰ کے حکم میں تاخیر نہ کریں فلما بلغ معه السعی بیٹا اس قابل ہوجائے کہ وہ بھاگے، دوڑے، فلما بلغ معه السعی قال یٰبنی، تصغیر للموقت والمجیب ہے، پٹھان کہتے ہیں (زما بچوڑے دے) جس سے محبت زیادہ ہو کہتے ہیں(دا زما بچنگے دے) تو یبنی انی اریٰ فی المنام میں تو خواب دیکھتا ہوں کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں فانظر ماذا تریٰ تو لڑکا جواب دیتا ہے یابت افعل ابا جان جلدی کر اور کر گزر، جس بات کی امر ہو رہی ہے ستجدنی انشاء الله من الصابرین آپ مجھے پاؤ گے صابرین کی جماعت میں سے ،اپنے آپ کو صابرین میں شمار کیا۔ پھر بچے (اسماعیلؑ) نے کہا کہ ابا جان میرا منہ (چہرہ) زمین کی جانب کر دیں ایسا نہ ہو کہ آپ مجھے دیکھ کر شفقت پدری غالب نہ ہوجائے اور اللہ کے حکم میں تاخیر ہوجائے فلما اسلما وتله للجبین ونادینه ان یاابرهیم قدصدقت الریا انا کذلك نجزی المحسنین ایک نازنین بچے کے گلے پر چھری رکھی جارہی ہے ونادینه ان یاابراهیم قدصدقت الرویا آپ نے خواب کو سچا کر دیا آنکھیں بند کی ہوئی تھی اور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھتے ہیں اللہ جبرائیل امینؑ کو حکم دیتا ہے کہ جلدی سے جنت کا یہ دنبہ اسماعیل کی جگہ آنکھ جھپکتے ہی پہنچا دو اور ابراہیمؑ کی چھری دنبہ کی گردن پر چلی جبرائیلؑ نے اللہ کے حکم پر اسماعیلؑ کو چھری سے بچا دیا اور فرمایا "لااله الاالله الله اکبر" تو جب اسماعیلؑ نے آنکھیں کھولی تو کہنے لگے" الله اکبر" میں تو صحیح سالم ہوں تو دنبہ نے بھی کہا کہ "والله اکبر ولله الحمد" ایام تشریق میں جو تکبیرات پڑھی جاتی ہیں، یہ ان تکبیرات کا مجموعہ ہیں، اللہ تعالیٰ ابراہیمؑ کے تعمیلِ حکم کو دیکھنا چاہتے تھے، کہ یہ میرا بندہ میرا حکم کیسے بجا لاتا ہے............

طعیان نازنین کہ جگر گوشہ رسول
خودزیر سید ید کردو تو شہید نمی کند

رب العلمین نے احسان فرمایا اگر ابراہیمؑ کا طریقہ بیٹے کی قربانی رائج ہوتا تو محال ہے کہ کروڑوں میں کوئی ایک اس امتحان میں کامیاب ہوتا اللہ نے احسان کر دیا کہ حیوان کی قربانی لازم کردی وکذلك جعلنا لکل امة وسطا اس وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ قربانی لازم ہے کیا کریں بہت سارے لوگ نہیں کرتے حدیث مبارک میں آتا ہے جو استطاعت رکھتا ہے مال اور دولت رکھتا ہے ولم یضحی اور قربانی نہیں کرنا فلا یقربن مصلانا یہ ہماری عید گاہ کو نہ آئے لوگ عید کی نماز کے لئے آتے ہیں اعلیٰ کپڑے پہنتے ہیں اعلیٰ خوشبو استعمال کرتے ہیں اور قربانی نہیں کرتے حالانکہ قربانی ان پر لازم ہوتی ہے اس فریضہ کو ادا کرنا چاہئے۔

قیامت کے دن سواری

قربانی کے لئے بہترین جانور خریدنا چاہئے کیونکہ یہ جانور قیامت کے دن سواری ہوگی اس پر میدان محشر کو جاؤگے لن تنالو البر حتی تنفقوا مما تحبون ہر گز نیکی حاصل نہیں کروگے جب تک وہ چیز خرچ نہیں کروگے جو تمہیں پسند ہے اعلیٰ جانور خریدو اور اللہ کی رضا کے لئے قربانی کرو یہ نہیں کہ فلاں رشتہ دار قربانی کرتا ہے اس کے ہاں گوشت ہوگا اور میرے گھر پر نہیں ہوگا یہ نیت نہیں رکھنی چاہئے بلکہ اللہ کی رضا کے لئے قربانی کرنا۔

بہتر تو یہ ہے کہ قربانی کی تمام گوشت فقراء کو دیا جائے پھر بھی اللہ تعالیٰ احسان کرتا ہے کہ پورا خود کھانا بھی جائز کرتا ہے اور درست یہ ہے کہ تین حصے کرو ایک اہل وعیال کیلئے چھوڑو، اور ایک فقراء کیلئے اور تیسرا رشتہ داروں کیلئے ایسے لوگ بھی ہیں جو پورا سال گوشت نہیں کھاتے۔

قربانی ایک اہم فریضہ

قربانی ایک اہم فریضہ ہے اور یہ مبارک عمل حضرت ابراہیمؑ کے تین امتحانات میں سے ایک امتحان کے طفیل ملا ہے۔ اصل میں آپ بابل شہر (جو عراق کا ایک چھوٹا قصبہ ہے) کے رہنے والے تھے۔ جو ظالم بادشاہ نمرود کا ملک تھا، جس نے خدائی کا دعویٰ بھی کیا تھا، لوگوں کو اپنی عبادت پر مجبور کرتے تھے۔ ابراہیمؑ کا باپ بھی ایک قابل بت فروش اور بت پرست تھا، نمرود اور اس کے قوم کا ایک میلہ لگتا تھا جس میں پوری قوم جمع ہوتی تھی، ابراہیمؑ کو بھی جانے کیلئے دعوت دیتے تھے تو آپؑ نے کہا کہ انی سقیم کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں میں نہیں جا سکتا جب قوم چلی گئی، تو آپؑ نے ہتھوڑا اٹھا کر بت خانے کے تمام بتوں کو توڑ ڈالا بڑے بت کو چھوڑ کر ہتھوڑا اس کے گلے لٹکا دیا اور جب وہ قوم آئی تو بت خانے کے تمام بت ملیامیٹ تھے، بت خانہ کے نگران (منجور) نے کہا کہ یہ کام ابراہیم نوجوان نے کیا ہوگا ابراہیمؑ کو بلایا اور اس سے پوچھا تو آپؑ نے جواب دیا کہ اس بڑے بت سے پوچھو کیونکہ ہتھوڑا اسکے پاس ہے بل فعلہ کبیرھم ھذا فاسئلوھم یہ بھی تو ریہ ہے وہ شرمندہ ہوگئے کہ یہ تو بات نہیں کرسکتا تو آپؑ نے فرمایا تو پھر کیوں اسکی منتیں مانتے ہو اور اسکی عبادت کرتے ہو اب نمرود کو چاہئے تھا کہ ایمان لے آتے اور بتوں کی بیخ کنی کرتے اور کہتے کہ یہ کس طرح کے خدا ہے کہ اس نوجوان نے اسکو ریزہ ریزہ کیا اور اس بتوں نے نوجوان کو پکڑا نہیں مگر اللہ جس سے عقل چین لیتا ہے تو پھر اس کا دماغ کام نہیں کرتا نمرود نے حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کردو اونٹوں گدھوں کے ذریعے کئی میل تک لکڑیاں جمع کی گئی منجنیق تیار کیا گیا یہ ایک ایسا آلہ ہے جس میں سپرنگ لگے ہوئے ہوتے ہیں اس کو کھینچ کر چھوڑ دیا جاتا ہے جو بڑے بڑے پتھروں کو پانچ چھ میل دور پھینکتا ہے۔ میں نے ملک شام میں منجنیق دیکھی ہے۔ جس کیلئے بیس بیس سیر اور ایک من گولے تیار کئے گئے تھے

ابراہیمؑ کو منجنیق میں بیٹھایا اور منجنیق تین میل آگ سے دور تھی کتابوں میں لکھا ہے کہ ۳ میل دوری پر اگر کوئی پرندہ اڑتا تو اس کے پر جل جاتے۔

ابراہیمؑ کو دھمکی

نمرود نے ابراہیمؑ کو کہا کہ بتوں کے سامنے سجدہ کرو ورنہ اس آگ میں پھینک دونگا بہت سارے لوگ تماشا دیکھ رہے تھے ابراہیمؑ پر ایک امتحان تھا تو بارش والا فرشتہ آتا ہے ابراہیمؑ کی پیش خدمت ہوتا ہے کہ اجازت دے کہ بارش برسادوں تو آگ ختم ہو جائیگی تو ابراہیمؑ فرماتے ہیں کہ اما الیك فلا دوسراملك الجبال آتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ جناب اجازت دیں کہ عراق کے اس پہاڑوں کو آپس میں ملا کر درمیان میں نمرود اور اس کی فوج کو ختم کردوں تو ابراہیمؑ فرماتے ہیں اما الیك فلا تو تیسرا فرشتہ ملك الریاح آتا ہے اجازت مانگتا ہے کہ تیز ہوا چلاؤں اور اس آگ کو زیر وزبر کردوں تو ابراہیمؑ جواب دیتے ہیں کہ اما الیك فلا اگر اس ذات کی مقصد قربانی ہے تو کیوں نہ میں اس کے لئے قربان ہو جاوں اس سے بڑی خوشی کیا ہے میرے لئے۔

آگ میں جلانے کی صفت اللہ نے رکھی ہے

اب ابراہیمؑ آگ کے درمیان پہنچ گئے نمرود اور قوم تماشا کر رہی ہے کہ اب وہ جلے گا مگر جلانے کی صفت آگ میں اللہ نے رکھی ہے اللہ کی ذات اس آگ سے جلانے کی طاقت اٹھا تا ہے اور حکم کرتا ہے کہ یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراهیم آگ سلامتی والا بنتا ہے کافر حیران رہ گئے ابراہیمؑ خوش بیٹھے ہیں جیسے کوئی پھولوں کے باغیچہ میں بیٹھا ہو چاہئے تھا کہ اب وہ ایمان لے آتے جو آگ میلوں دور پرندوں کو بھون دیتا ہے اور وہ آگ آپؑ کیلئے سلامتی والا بن گیا یہ ابراہیمؑ کی حقانیت کی دلیل تھی بہر حال دنیا نے دیکھا کہ حق حق ہوتا ہے اور باطل باطل، اللہ نے ابراہیمؑ کو خوش خبری دی کہ امتحان میں کامیاب ہوگئے ہو اب یہ زمین چھوڑ دو تم نے دعوت کا حق ادا کیا ظالم بادشاہ مشرک باپ اور گمراہ قوم کو دعوت حق پہنچا دیا۔

ابراہیم کی ہجرت

اب ابرہیمؑ اپنی بیوی سارہؓ کے ساتھ جو آپؑ کی چچازاد بہن تھی اور بھتیجا حضرت لوطؑ کو لے کر اس زمین سے ہجرت کرنے لگے راستے میں ایک ظالم بادشاہ تھا وراس نے اپنے کارندے کھڑے کئے تھے جو خوبصورت عورت مل جاتی تو وہ بادشاہ کے سامنے پیش کرتے اور وہ ظالم اس عورت کے ساتھ زنا کرتا اب ابراہیمؑ کی بیوی نہایت حسین وجمیل تھی اور بادشاہ کا طریقہ یہ تھا کہ اگر زوج اور زوجہ ہوتی تو خاوند کو قتل کردیتا اور اگر بھائی ہوتا، تو چھوڑ دیتا ابراہیمؑ سے پوچھتا ہے کہ یہ عورت کون ہے تو آپؑ جواب دیتے کہ یہ میری بہن ہے اس کو بھی توریہ کہتے ہیں کیوں کہ انما

المؤمنون اخوۃ مومن سب بھائی بھائی ہے بہرحال ظالم بادشاہ کو بی بی سارہ پیش کیا گیا ابراہیمؑ کو باقاعدہ معجزے کی صورت میں بیوی نظر آتی تھی بی بی پہلے سے باوضوتھی الوضوء سلاح المومن وہ نماز کے لئے کھڑی ہوگئی واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ بادشاہ نے صبر کئے بغیر نماز میں ہی بی بی سارہؓ پرحملہ کیا تو بادشاہ گر کر فالج زدہ ہوگئے چیخیں مارتا ہے کہ ہائے مر رہا ہوں بی بی سارہ نماز سے فارغ ہوکر دعا مانگتی ہے کہ اے اللہ اس ظالم کو صحت دے پھر لوگ کہیں گے کہ اس نے مارا وہ فوراً صحت یاب ہوتا ہے اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیتا ہے کہ اے گدھوں یہ تو فرشتہ لے کر آئے ہو اس کو لے جاؤ اور بادشاہ کے ہاتھ اس سے پہلے سوجھ گئے تھے؛ کیونکہ اس نے بی بی ہاجرہ کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی تھی اور بی بی ہاجرہ اب بھی اس کے قید میں تھی سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ بی بی ہاجرہ کو بھی بی بی سارہ سمیت رخصت کردیں تو اس کو بہت سارے تحفے تحائف دیئے اور سپاہیوں کو گالیاں دیتے رہے کہ اب میں کب مر چکا ہوتا ابراہیمؑ یہ سارا رتماشا معجزے کے طور پر دیکھ رہا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام کی دوبارہ ہجرت

اب ابراہیمؑ سفر کرتے ہوئے حبرون مقام پر پہنچتے ہیں وہی پر آباد زمین میں ڈیرہ ڈالتا ہے بی بی ہاجرہؓ سے نکاح کرتا ہے اسی مقام پر بی بی ہاجرہؓ کو اللہ تعالیٰ بیٹا دیتا ہے، نام اسماعیل ہے، اللہ کی طرف سے حکم آتا ہے کہ بی بی سارہ کو یہی چھوڑ دو اور بی بی ہاجرہ سمیت اسماعیلؑ کو لے جاو ابراہیمؑ حیران ہے کہ کس طرح اس ایک بیوی کو یہاں پر اکیلے چھوڑ دوں مگر اللہ کا حکم ہے حکم کی تعمیل کر رہا ہے اب حجاز کی طرف بی بی ہاجرہ اور اسماعیلؑ کو لیکر روانہ ہو رہے ہیں بی بی سارہؓ روتی ہے کہ اس معصوم بچے پر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی وہ بھی لے جاتے ہو توشہ ساتھ لیتے ہیں کتابوں میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ یہ سفر پیدل تھا یا اونٹوں پر تھا۔

حبرون سے مکہ معظّمہ تقریباً ۲ ہزار میل دور ہے اور سارا کا سارا لق دق بیابان ہے بی بی کے گود میں بیٹا ہے انتہائی مشکل سفر ہے گرم لو چل رہی ہے حبرون سے آتے ہوئے راستے میں عمان شہر آتا ہے پھر معان آتا ہے پھر تبوک ۲۵۰ میل دور ہے مدینہ سے مکہ ۵۰۰ میل دور ہے تبوک سے مدینہ ۷۰۰ میل دور ہے سفر ختم ہوئی ابراہیمؑ ایک وادی میں بیوی اور بیٹے کو چھوڑ کر کچھ پانی حوالہ کردیتے ہیں اللہ کا حکم تھا واپس جانے کا بی بی بھی حیران ہے کہ اس حجاز کے بے آباد میدان میں ایک عورت ذات اور یہ بچہ اور کم توشہ دے کر کیسے چھوڑی جارہی ہوں اور آپؑ بھی واپس جارہے ہیں مگر خدا کا حکم ہے بی بی حکم کے سامنے سر تسلیم خم ہے خانہ کعبہ کی میزاب مبارک بجانب شمال ہے تو اس جانب ابراہیمؑ جارہے ہیں شام کا علاقہ مکہ مکرمہ سے بجانب شمال ہے بی بی ہاجرہ ابراہیمؑ کے پیچھے دوڑنے لگی کہ مجھ سے تمہارے حقوق میں کیا کچھ کمی ہوگئی ہے کہ تم مجھے یہاں اکیلئے چھوڑ کر جارہے ہو ابراہیمؑ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ رہا ہے بی بی کہتی ہے آللہ امرك؟ ابراہیمؑ پیچھے دیکھے بغیر فرماتے ہیں اللہ امرنی بی بی خدا حافظ کہتی ہے کہ خدا حافظ

جب اللہ کا حکم ہے تو خدا ہم کو ضائع نہیں کرے گا مکہ میں جبل شامی ہے اس محلے کو بھی شامیہ کہتے ہیں ابراہیمؑ اسی پہاڑ پر چڑھ کر دوسری جانب اترنے سے پہلے دل میں خیال کرتا ہے کہ ایک نظر اپنے بیوی اور بچے کو دیکھ لوں کیوں کہ اس کو آباد زمین سے لے کر آیا ہوں اور ایک لق دق بیابان میں چھوڑ گیا ہوں پتہ نہیں پھر قسمت میں ملاقات ہوگی یا نہیں یہی سے آپؑ کو دونوں نظر آرہے ہیں آپؑ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ میں نے اپنے اہل وعیال کو اس بے آباد علاقے میں چھوڑ دیا ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر زرع عند بیتك المکرم ربنا لیقموا الصلوٰۃ فجعل افئدۃ من الناس

اس کو اس سرسبز علاقے سے اس لئے لایا ہوں تا کہ اس پہاڑ میں یہ بچہ بڑھے پلے اور مجاہد بن جائے ۔اور ہمیشہ جو پہاڑوں میں ہوتا ہے وہ بچہ مجاہد ہوتا ہے عبادت کرسکتا ہے اور جو ناز ونعم میں پھلے تو وہ بہت نازک ہوتا ہے لیقیموا الصلوٰہ فاجعل افئدۃ من الناس اے اللہ لوگوں کے دلوں کو اس طرف مائل کردے من الناس کہا ہے مفسرین کہتے ہیں کہ اگر فاجعل افئدۃ الناس پڑھتے تو پھر کافر بھی آتے آج کل جو لوگ کوشش کرتے ہیں کہ حج کے لئے جاوں تو یہ ابراہیمؑ کی وہ دعا اس کو کھینچتے ہیں۔

ابراہیمؑ جاتے ہیں بی بی بچہ کو گود میں لیکر چومتی ہے اور حجاز کی وہ گرمی اور پانی بھی تھوڑے وقت کے لئے کافی ہوجاتا ہے پانی ختم ہوگیا، پتھر جمع کئے، بچے کو سایہ میں رکھ دیا اور صفا کو چڑھتی ہے کہ شاید پانی کا چشمہ نظر آئے یا کوئی قافلہ نظر آئے تا کہ اس سے پانی مانگ لوں ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ ہیں، وہیں سے اتر کر بچے کو بھی دیکھ رہی ہیں، ایک جگہ تھوڑی سی نشیب ہے وہی پر قدم تیز کرتی ہے تا کہ بچہ نظر آئے تو مروہ کو چڑھتی ہے مگر کچھ آسرا نہیں مل رہا ہے آج وہاں حاجی بھی کچھ تیز چلتے ہیں اس جگہ کو میلین احضرین کہتے ہیں، صفا مروہ کو ۷ مرتبہ چڑھی اتری ہے ناامید ہوکر بچے کے قریب آتی ہے کہ پتہ نہیں زندہ ہوگا کہ نہیں تو ہاتف غیبی سے آواز آتی ہے من انتِ تو آپؑ نے جواب دیا ام ولد ابراھیمؑ ھاجرہ پھر آواز آتی ہے الی من وکلکما تو آپؑ جواب دیتی ہے وکلنا الیٰ اللہ تو ہاتف (غیبی) سے آواز آتی ہے وکلکما کافی خدا کی ذات کافی ہے غم نہ کر۔

زمزم کا چشمہ

جب وہ واپس آتی ہے تو بچے کے قریب زم زم کا چشمہ ابل رہا ہے تو آپ فوراً اس کو مٹی سے گھیر لیتی ہے تا کہ خشک نہ ہو جائے روایت میں آتا ہے کہ ہماری ماں ہاجرہ اگر اس پانی کے گرد دیوار نہ بناتی تو آج پورا عرب اس سے سیراب ہوتا یعنی پورے عرب میں پھیل جاتی بچے کو پانی دیتی ہے سجدے میں گرتی ہے کہ اے اللہ تو نے ہم پر کتنا بڑا احسان کیا۔

اس پانی میں غذائیت اور سیرابیت دونوں موجود ہے یعنی غذا بھی ہے اور شراب بھی۔ میں نے خود اس پر تجربہ کیا ہے دو تین دن تک کچھ نہیں کھایا اور پھر بھی بھوک نہیں لگی ڈاکٹروں نے اس پر تجربے کئے ہیں اس میں اکل وشرب کے تمام اجزاء موجود ہے وٹامن اے سے زیڈ تک تمام وٹامن سے بھرپور ہے۔ میں عمرے کے لئے گیا

سعودی حکومت مطاف کو کشادہ کرنا چاہ رہے تھے، تو اس کو بہت سارے مشینیں لگائے تھے تاکہ اس چشمہ میں پانی کم ہوجائے اور وہ اپنا کام کرسکے مگر تمام تر کوششوں کے باوجود پانی میں ذرہ برابر کمی نہیں آئی، بہرحال ہاجرہ اور اس کے بچے کے لئے یہ چشمہ جاری ہوگیا صحرا میں قبیلہ جرحم کا قافلہ گزر رہا تھا، دیکھا کہ فضا میں پرندے اڑ رہے ہیں تو انہوں نے اپنا قاصد بھیجا کہ پرندوں کی موجودگی سے پتہ چلتا ہے کہ یہی کوئی چشمہ وغیرہ ہے، دیکھا کہ ایک عورت چشمہ کے پاس ایک چھوٹا بچہ لئے بیٹی ہوئی ہے۔ الغرض بی بی ہاجرہ سے اجازت چاہتے ہیں خیمہ گاڑنے کیلئے تو آپؑ اجازت دیتی ہے اس شرط پر کہ پانی پر میری ملکیت ہوگی۔

ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات

اب ابراہیمؑ کو دوبارہ حکم ہورہا ہے کہ حجاز مقدس چلے اور اپنے اہل وعیال کی خبر لے اب آتے ہیں اور جس پہاڑ پر دعا کی تھی اس پر چڑھے دیکھا تو وہاں پر پورا ایک قصبہ آباد ہے بی بی ہاجرہ کے متعلق پوچھا لوگ کہتے ہیں کہ وہ ہماری قوم کی رئیسہ ہے اس کا گھر ہمارا پیر خانہ ہے آپ دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں، بی بی ہاجرہ دروازہ کھولتی ہے دونوں ایک دوسرے کو گلے لگا کر خوب روتے ہیں اور شکریہ ادا کرتے ہیں اپنے رب کا کہ ملاقات ہوگئی ابراہیمؑ بچے کے بارے میں پوچھتے ہیں تو بی بی کہتی ہے کہ وہ شکار کے لئے گیا ہے اتنے میں وہ چند ارنب (خرگوش) شکار کر کے آگئے بی بی نے اسماعیلؑ کو کہا کہ بیٹا اس کو پہچانتے ہو تو بیٹا جواب دیتا ہے کہ نہیں اماں جان مگر پیشانی سے نور ٹپک رہا ہے ماں کہتی ہے کہ تمہارا باپ ابراہیمؑ ہے دونوں ملتے ہیں ابراہیمؑ خوش ہے کہ الحمدللہ میرا بیٹا مجاہد ہے۔

قربان گاہ کی طرف روانگی اور شیطان کا وسوسہ

مگر اب ایک اور امتحان ہے ابراہیمؑ کو خواب میں حکم مل رہا ہے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرو شیطان بی بی کو آتا ہے کہ ابراہیمؑ اسماعیلؑ کو کہاں لے جارہے ہیں مگر وہ شیطان کے حربے سے دور ہے، راستے میں اسماعیلؑ کو شیطان آتا ہے کہ تم کو ذبح کرنے کے لئے لے جایا جارہا ہے مگر وہ پتھر مارتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا باپ پیغمبر ہے اس کا خواب سچا ہوتا ہے اس امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں پھر خانہ کعبہ کا حکم مل رہا ہے دونوں مل کر خانہ کعبہ بنا رہے ہیں واذ یر فع ابراھیم القواعد من البیت واسماعیل ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم

بہرحال ابراہیمؑ تمام امتحانات میں کامیاب ہوگئے ایک امتحان آگ کا دوسرا ظالم اور زانی بادشاہ کا پھر بی بی کو حبرون سے لے کر حجاز مقدس میں لے آنے کا تیسرا بیٹے کو ذبح کرنے کا امتحان۔ اب اس جگہ کو قریۃ الخلیل کہتے ہیں۔ میں نے وہاں پر ایک رات بھی گذاری ہے، وہاں ایک مسجد ہے اس کے نیچے انبیاء کی قبریں ہیں حضرت ابراہیمؑ کا قبر مبارک ہے اسحاقؑ ویعقوبؑ کے قبور ہیں اور موسیٰؑ کے دور میں یوسفؑ کو مصر سے منتقل کر کے وہی پر دفن کیا گیا تھا اس کو دارالانبیاء کہتے ہیں اس جگہ کے اوپر ایک سوراخ ہے، اس سے قبریں نظر آتی ہے اور اس سوراخ میں مشک وعنبر کی خوشبو آتی ہے، ان قبور پر ایک دروازہ لگایا گیا ہے وہ کبھی کبھی کھولا جاتا ہے۔

ایام تشریق

بہر حال ان ایام کو ایام تشریق کہتے ہیں اور اس عید کو عید الاضحیٰ کہتے ہیں یا عید قربان بھی کہتے ہیں اسلام میں دو عیدیں ہیں ایک ماہ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد جسے عید الفطر کہا جاتا ہے، اس دن عید گاہ جانے سے پہلے خوراک کرنا چاہئے اور عید الاضحیٰ کے دن اگر کسی کی قربانی ہو تو بہتر ہے کہ صبح صادق سے کھانا پینا بند کر دیا جائے اور پھر قربانی کے گوشت سے امساک ختم کرنا چاہئے قربانی کرنے کا بہت اجر وثواب ہے روایت میں ہے قربانی کا جانور روز محشر کے دن سواری ہوگا لہٰذا اچھی سواری خریدیں اور یہ اتنی مبارک عبادت ہے کہ جانور کا خون زمین تک پہنچنے سے پہلے پہلے قربانی کرنے والے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اچھی بات یہ ہے کہ جانور کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں اور بہتر ہے قربانی کا جانور بجانب قبلہ ہو انی وجھت وجھی للذی فطر السموٰت والارض حنیفاً وما انا من المشرکین اللھم ھذا منك والیك اے اللہ! آپ نے مجھے طاقت وقوت دی اور یہ آپ ہی کو پیش کرتا ہوں میری یہ قربانی قبول فرما مبارک ایام ہے عرفہ کے دن سے تکبیرات شروع ہونگے نماز فجر کے بعد ۲۳ نمازوں کے بعد تکبیرات پڑھیں گے ایک مرتبہ پڑھنا ضروری ہے حاجی صاحبان عمرہ وحج کرتے وقت اور بالخصوص طواف کے دوران تلبیہ پڑھتے ہیں اور جب پہلا جمرہ مار دیا جاتا ہے تو تلبیہ رکتا ہے پھر تکبیرات شروع ہو جاتے ہیں حاجی منی سے عرفات میدان میں پھر مزدلفہ آتے ہیں سب زور سے تلبیہ پڑھتے ہیں یہ پہاڑ یہ اشجار اور اس زمین کا ذرہ ذرہ ساتھ تلبیہ پڑھتے ہیں حدیث میں آتا ہے کہ حاجیوں کے ساتھ زمین اور تمام ذرات تلبیہ پڑھتے ہیں حتیٰ کہ زمین کے تناؤ ختم ہو جاتے ہیں۔

تلبیہ

''آئے ہم بھی مل کر تلبیہ پڑھتے ہیں لبیك اللھم لبیك لاشریك لك لبیك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شریك لك یہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ طلباء نے ۱۲ مرتبہ اونچی آواز سے پڑھ لیا پھر حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ تکبیرات تشریق بھی مل کر پڑھیں پورا دارالحدیث تلبیہ اور تکبیرات کے زمزموں سے گونج رہا تھا اور آج بھی ڈاکٹر صاحب کی سریلی آواز کھانوں میں گونجتی ہے وہ منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے''۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ بس انہی کلمات پر اکتفاء کرتے ہیں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حج کے نعمتوں سے سرفراز فرمائیں تا کہ وہی پر آپ تلبیات اور تکبیرات پڑھ لیں اور وہی مقدس مقامات جس میں تمام انبیاء نے قربانیاں دی ہے اللہ تعالیٰ آپ سب کو دکھائے، اللہ جل جلالہ آپ کے مشکلات حل کر دیں اللہ آپ کو علماء ربانیین وراسخین بنائیں اور دعا کے آخر میں فرمایا کہ تمام لوگوں کو یہ قربانی کے مسائل واحکام پہنچائیں، اللہ تمام حاجیوں کی حج کو قبول فرمائے وصلی اللہ علیه وسلم آمین۔

مولوی رحیم اللہ حقانی
متعلم دورہ حدیث جامعہ حقانیہ

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی درسگاہ میں چند بیتے ہوئے ایام

استاذی واستاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر سید ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب المدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نامی اس گرامی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔جن کو اللہ تعالیٰ نے بیک وقت علوم ظاہر یہ، باطنیہ،علوم نقلیہ اور عقلیہ ،علوم قدیمہ اور جدیدہ سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔

محبوب ومشفق

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ بیک وقت مفسر، محدث ، فقیہ، مجاہد، ادیب اور مایہ ناز مدرس تھے، بہترین پیر ومرشد بھی تھے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ انتہائی محبّ ومشفق شخصیت تھے ۔ پہلی بار ملاقات کرنے والا یہی سمجھتا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کی سب سے زیادہ محبت میرے ساتھ ہے اور یہ تصور کرتا کہ پہلے کئی بار ملاقات ہوئی ہو۔

مایہ ناز مدرس

اگر درس وتدریس کے میدان میں دیکھا جائے تو حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ ایک مایہ ناز مدرس تھے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ دارالعلوم حقانیہ کے ایوان شریعت کے مسند حدیث پر جلوہ افروز ہوتے تھے۔حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نہایت سہل انداز میں سبق پڑھاتے اور اختصار سے کام لیتے مگر ان کا ایک ایک سبق اتنا جامع ہوتا کہ کئی کتابوں پر بھاری ہوتا۔ دوران درس کسی بھی موضوع پر بحث فرماتے تو اس کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث فرماتے،جس سے اس موضوع کے تہہ تک باسانی ذہن کی رسائی ہوتی ، اور اس کا مغز کھل کر سامنے آتا، دوران درس کوئی بھی طالب علم اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا نہایت مشکل مسئلہ اور اختلاف کو آسان اور مختصر الفاظ میں حل فرماتے ۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب کے درس کی ایک خصوصیت

دوران درس دیگر جملہ خصوصیات کے ساتھ ساتھ ایک خصوصیت یہ تھی کہ مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق فرماتے اور بطور استشہاد کے عربی اشعار پڑھا کرتے ،جس سے درس کی نورانیت دوبالا ہوجاتی ،مستند کتابوں اور رجال کے

حوالہ جات پیش کرتے اور طلباء کرام کو بھی اس کی ترغیب دیتے کہ عربی اشعار کو زبانی یاد کرو، کہ اس میں بہت ادب پڑا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے:

علیکم بدواوین العرب و شعر الجاھلیة فان فیه تفسیر کتابکم ومعانی کلامکم:

''عربوں کے دیوان یعنی ان کے اشعار کو لازم پکڑو اس لئے کہ اس میں تمہاری کتاب (قرآن) کی تفسیر اور تمہارے کلام کے معانی ہے۔''

انمول موتی ، دلچسپ حقائق

دوران درس جملہ صفات وکمالات کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی عادت شریفہ تھی کہ طلباء کرام کے اکتاہٹ دور کرنے درس میں دل جمعی پیدا کرنے اور تشحیذ اذہان کے لئے دلچسپ حقائق اور مزاحیہ واقعات بھی سنایا کرتے تھے۔ جس سے درس میں مزید دل چسپی اور دل جمعی پیدا ہوجاتی ۔ بندہ نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے درس کے دوران سنائے ہوئے دلچسپ واقعات اور حقائق قلم بند بھی کئے ہیں، جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت شیخ صاحب کے ملفوظات: بدنظری کے متعلق ارشادات

ایک بار فرمایا کہ جس نے اپنے نظر کی حفاظت نہ کی وہ ضرور بالضرور گناہ میں مبتلا ہوگا؛ کیونکہ گناہ کی ابتدا نظر سے ہوتی ہے، جس کی حقیقت کو کسی شاعر نے خوب واضح کیا ہے............

نظرۃً فابتسامۃً فسلامٌ

فکلامٌ فمَوْعِدًا فلقاءً

''پہلے کسی اجنبیہ پر نظر پڑتی ہے، پھر ایک دوسرے کو مسکراتے ہیں، پھر سلام کرتے ہیں، پھر باتیں شروع ہوتی ہے، پھر وقت مقرر کرتے ہیں اور ملاقات ہوتی ہے۔''

النظر سھم من سھام الشیاطین

''نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے''

راستے میں اگر عورت پر پہلی نظر پڑے ہے تو یہ معاف ہے دوبارہ دیکھنے سے اجتناب کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یا علی لك النظر ۃ الاولی: اے علی اگر پہلی بار کسی اجنبیہ پر آپ کی نظر پڑ جائے تو یہ معاف ہے۔ العین برید القلب ''کہ آنکھ دل کا ڈاکیہ ہے'' تو آنکھ کی خاص طور پر حفاظت ضروری ہے۔ رسول اللہ

مبارک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہے:العینان تزنیان وزنا ھما النظر ''کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں، اوران کا زنا دیکھنا ہے۔''
حدیث میں آتا ہے کہ ایمان کی مٹھاس وہ شخص پاتا ہے، جو اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتا ہے۔

زمزم کے پانی کی خصوصیت

ایک مرتبہ فرمایا: کہ زمزم کے پانی میں یہ خصوصیت ہے کہ پیاس اور بھوک دونوں کو ختم کرتا ہے، فرمایا: کہ ہم نے خود دس دن تک تجربہ کیا ہے، کہ صرف زمزم کا پانی پیتے جس سے بھوک بھی ختم ہوجاتی ہے۔

نکاح گناہوں سے نجات کا ذریعہ

ایک بار نکاح کے حوالہ سے فرمایا: کہ جس طالب علم کو نکاح میں رغبت نہ بھی ہو تب بھی نکاح کر لے؛ کیونکہ نکاح کے ساتھ آدمی گناہوں سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ اور گناہ کے بہت سے راستے بند ہوجاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: کہ اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ زندگی کے دس دن باقی ہے، پھر بھی نکاح کرونگا بغیر نکاح کے زندگی نہیں گزاروں گا۔

امام احمد بن حنبلؒ کی بیوی فوت ہونے کے بعد رات سے پہلے پہلے شادی کا بندوبست

امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کی بیوی فوت ہوگئی، ظہر کے وقت ان کا جنازہ ہوا تدفین کے بعد امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی پھوپھی سے فرمایا کہ میرے لئے شادی کا بندوبست کرو۔ پھوپھی نے کہا کہ ابھی تو تدفین سے لوگ واپس نہیں آئے ہیں، تھوڑا صبر کرو۔

بہر حال پھوپھی نے کہا کہ فلاں گھر میں دو بہنیں ہیں، وہ اِن کے پاس گئی اور اُن میں جو حسین وجمیل تھی اس کے ساتھ نکاح کی بات ہوئی، واپس آئیں اور امام احمد بن حنبلؒ کو واقعہ بیان کیا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ جو زیادہ عبادت گزار ہو اس کے ساتھ میرا نکاح کراؤ تو پھوپھی نے ایسا ہی کیا اور رات آنے سے پہلے پہلے امام احمد بن حنبلؒ کی شادی ہوگئی۔

جب امام احمد بن حنبلؒ جیسے پاکدامن شخصیت جس نے پوری زندگی میں کسی اجنبیہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا بھی نہیں، ایک رات بغیر بیوی کے گزارنا گوارا نہ کیا۔ تو ہم کون ہے کہ زندگی بھر شادیاں نہ کریں بعض ناسمجھ لوگ شادی نہیں کرتے اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ یہ کوئی فخر کی بات نہیں بلکہ عیب کی بات ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت

ایک بار فرمایا کہ اگر میاں بیوی کے مابین کسی بات پر تنازعہ آئے تو شوہر کو چاہئے کہ گھر سے باہر نکلے اور

مسجد کی طرف جائے؛ کیونکہ ایسا وقت بہت نازک ہوتا ہے، کہ کہیں طلاق تک بات نہ پہنچے فرمایا کہ ایک بار ضرور عمل کرو، کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سنت ہے۔

تمام بیماریوں کی جڑ معدہ ہے

فرمایا کہ تمام بیماریوں کی جڑ معدہ ہے، اگر معدہ ٹھیک ہو تو اکثر بیماریاں لاحق نہ ہوگی، اور معدہ اکثر کھانے پینے میں عدم احتیاط کی وجہ سے خراب ہوتا ہے۔ کھانا کم کھائے اور صاف ستھری چیزیں کھائیں تو معدہ ٹھیک ہوگا۔ مزید فرمایا: کہ نیند بھی کم کیا کرو؛ کیونکہ کھانا چھ گھنٹوں میں ہضم ہوجاتا ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی سویا ہو تو معدے کی مشین پھر خون پر چلتی ہے کیونکہ معدہ میں کھانا ہوتا نہیں، جس کی وجہ سے خون خشک ہونے لگتا ہے اور انسان کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے چکی گھوم رہی ہو اور اس میں دانے نہ ہو تو دونوں پتھر آپس میں ٹکراتے ہیں، جس کی وجہ سے پتھر ایک دوسرے کو کھانا شروع کرتے ہیں۔ ایسے ہی معدہ کی مثال ہے۔

پہاڑی بچہ طاقتور اور نمازی ہوتا ہے

فرمایا: جو بچہ پہاڑی علاقوں اور دیہاتوں میں پرورش پائے وہ مجاہد، نمازی، طاقتور اور نمازی صحت مند ہوتا ہے، اور جو بچہ ناز ونعمت اور شہر میں پرورش پائے، وہ اکثر ایسا نہیں ہوتا۔ عرب کا بھی دستور تھا کہ بچوں کو ابتدائی پرورش کے لئے دیہاتوں میں بھیجا کرتے تھے۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔

چھین لی ہم سے زمانے نے متاع زندگی
بجھ چکا ہے اب چراغ آس جل سکتا نہیں

☆ ☆ ☆

ہم بڑھے جاتے تھے انجام سفر سے بے خبر
رُک کے جب منزل پہ دیکھا کوچہء صیاد تھا

مولانا عبدالباری
مدرس دارالعلوم رحمانیہ مینی صوابی

تقریب ختم بخاری اور حضرت کا انداز و بیان

حضرت شیخ شیر علی شاہ صاحب مرحومؒ کے علمی، دینی، تدریسی، تصنیفی اور سیاسی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ کے اصلاحی اور تبلیغی خدمات بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں اس میدان میں بھی آپ کے خدمات جلیلہ اور کارہائے نمایاں قابل تحریر و قابل ذکر ہیں۔ اس حوالے سے میں اپنے جامعہ دارالعلوم رحمانیہ کے سالانہ ختم بخاری کی تقریب کے سلسلے میں آپ کی تشریف آوری کے بارے میں کچھ تأثرات سپرد قلم کرتا ہوں۔ اہلیان مینی وارد گرد اہل علاقہ کو جب یہ اطلاع مل جاتی کہ تقریب ختم بخاری کے لئے مہمان خصوصی حضرت شیخ صاحبؒ ہوں گے تو جس طرح پروانے شمع پر دیوانہ وار گرتے ہیں اسی طرح گوشہ گوشہ سے طالبان حق گروہ درگروہ اپنے علمی و دینی راہنما کی زیارت اور آپ کی پرنور زبان مبارک سے بخاری شریف کی آخری حدیث مع تفصیل و تشریح سے بالمشافہ فیضیاب ہونے کے لئے بے تاب ہو کر شرکت فرماتے۔

جونہی آپ سٹیج پر آخری حدیث کے درس دینے کی غرض سے رونق افروز ہوتے تو سارے مجمع پر سناٹا چھا جاتا اور ایک عجیب روحانی نورانی منظر کا سماں ہوتا۔ آپ کا نورانی، گلابی، کتابی، پرنور، نضارت، ملاحت و وجاہت سے بھرپور چہرے پر خوبصورت گھنی داڑھی، تاج شاہی سے اعلیٰ علمی و روحانی نور سے منور مسنون پگڑی، سفید صاف ستھرا اُجلے ہوئے لباس میں ملبوس تسر الناظرین کا منظر پیش کرتا۔ اس مجلس کے انوار و برکات کا صحیح تجزیہ کرنا حیطہ قلم سے باہر ہے۔

حضرت شیخؒ کتاب کھول کر جونہی الحمدللہ سے خطبہ ابتدائیہ شروع فرمالیتے تو مجمع میں موجود ہر شخص کی نگاہ آپؒ پر لگی ہوئی ہمہ تن گوش نظر آتا تھا، چونکہ اس تقریب میں علماء و طلباء کے علاوہ عوام الناس کثیر تعداد میں شریک ہوتے اس لئے درس پر عالمانہ رنگ سے زیادہ عامیانہ اور ناصحانہ رنگ غالب ہوتا، گویا کہ درس حدیث وعظ و خطاب عام بن جاتا، حضرت کا طرز تخاطب، انداز بیان، ہر قسم تصنع و تکلف سے پاک مگر پُر جوش اثر آفرین ہوتا'' کہ ان من البیان لسحرا کہ بعض بیان سحر انگیز ہوتا ہے'' کے صحیح مصداق تھا، گھنٹہ سوا گھنٹہ درس جاری رہتا مگر مجال ہے جو کوئی اپنی جگہ سے ہلا بھی ہو، دوران درس جب حافظ الحدیث صحابی رسولؐ حضرت ابوہریرہؓ کے احوال زندگی بیان فرماتے تو آپؓ کی والدہ ماجدہ کے اسلام کے نور سے منور ہونے کا واقعہ انتہائی دلسوزی سے پرسوز اور دلآویز آواز میں بیان

فرماتے تھے جس سے حضرت کی آواز دھیمی ہوکر خود آپ پر رقت طاری ہوتی اور سامنے مجمع میں موجود اکثر لوگوں کی آنکھوں میں آنسو تیرتے ہوئے نظر آتے۔

حضرت شیخ صاحبؒ کا یہ درس اختتام بخاری اثر انگیز کشش اور جاذبیت کا ایک مرقع ہوتا۔ ہر کوئی یوں محسوس کرتا کہ ہر بات دل سے نکل رہی ہے اور بلا واسطہ دلوں پر ہی پڑ رہی ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اور جب حضرت شیخ دعا کے لئے اللہ کے حضور ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا شروع فرما لیتے، ہر کوئی خواہ دل کا کتنا سخت کیوں نہ ہو آنسوں کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مجمع میں موجود علماء، طلباء اور عوام الناس سب کی آنکھیں اشکبار رہتیں۔

اثر انگیز نصیحت

ایک دفعہ ختم بخاری کے سلسلے میں تشریف لا چکے تھے، ہم دارالعلوم رحمانیہ کے کتب خانے میں حضرت کی خدمت کی نیت سے آپؒ کیساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ مہتمم حاجی محمد اسماعیل صاحب اپنے منجھلے صاحبزادے قاری سعید احمد کیساتھ السلام علیکم کہتے ہوئے داخل ہوئے، کچھ وقتی حالات اور ناگواریوں کی وجہ سے قاری سعید احمد کا دل مزید حفظ کرنے یا کتابوں کی تعلیمی سفر جاری رکھنے سے اچاٹ گیا تھا، حاجی صاحب نے حضرت شیخ کی خدمت اقدس میں اس کو نصیحت کرنے اور سمجھانے کی درخواست کی کہ یہ اپنا تعلیمی سفر مسلسل جاری رکھ کر پایہ تکمیل تک پہنچائے، حضرت شیخ انتہائی با اخلاق، نرم خو اور ہمدرد انسان تھے اس لئے قاری صاحب کو انتہائی حکیمانہ، ناصحانہ ومشفقانہ انداز میں سمجھایا، گفتگو کے دوران ایک اثر انگیز اور دلچسپ سبق آموز واقعہ سنایا جس سے تمام اہل مجلس انتہائی محظوظ ہوئے۔

حفظ قرآن کا وجد افریں واقعہ

فرمانے لگے کہ حیدر آباد دکن کے نواب نے کسی عالم کی زبان سے یہ حدیث سنی۔

معاذ جُہنیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اُس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جاوے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی، اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو، پس کیا گمان ہے تمہارا اُس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے۔

نواب صاحب نے ایک سرد آہ کھینچی کہ افسوس میرے بیٹوں میں سے کسی نے بھی یہ سعادت حاصل نہیں کی ہے کہ بروز محشر میرے سر پر یہ تاج رکھا جائے، بیٹے جب اپنے والد ماجد کے اس قلبی خواہش سے باخبر ہوئے تو سب سے چھوٹے شہزادے نے کسی کو بتائے بغیر صیغہ راز میں مجود قاری صاحب کی خدمت میں رہ کر یہ عظیم سعادت

حاصل کر کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے والد ماجد کو حفظ قرآن کی سعادت حاصل کرنے کا مژدہ سنایا جس سے نواب صاحب خوشی سے جھوم اُٹھا اور اپنا تاج شہزادے کے سر پر رکھدیا کہ تم نے مجھے آخرت کا تاج پہنایا تو یہ دنیوی تاج تمہارا ہوگیا۔اس مختصر مگر پُر اثر وعظ سے تمام حاضرین بہت متأثر ہوئے۔بعض کتابوں میں یہ واقعہ کچھ تغیر کے ساتھ ہے۔

میرا برادر خورد مفتی فضل ہادی مدرس جامعہ دارالعلوم رحمانیہ نے مجھے حضرت شیخ سے سنا ہوا یہ عجیب وغریب ایمان افروز مگر حیرت انگیز واقعہ سنایا کہ حضرت شیخ صاحب فرمانے لگے ،ایک دفعہ بحری جہاز میں ہم حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کر کے واپس کراچی بندرگاہ آرہے تھے۔

کرامت بعد الموت

ہمارے قافلے میں ایک رجل صالح بھی تھا جس کی عمر بڑھاپے تک پہنچ چکی تھی لیکن اس پیرانہ سالی کے باوجود نیک اور صالح آدمی تھے خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کا وقت موعود آچکا تھا اور جہاز کے اندر ہی حالت سفر میں داعی اجل کو لبیک کہنے لگا ،تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد جہاز کے عملے والے آگئے کہ اس کی نعش ہم سمندر کے حوالہ کریں گے ۔ہم نے بہت منت سماجت کی اور بہت اصرار کے ساتھ اپنے موقف پر ڈٹے رہے کہ ان کی نعش سمندر کے سپرد نہ کریں لیکن آگے سے وہ لوگ بہت سخت اور متشدد تھے کہ اس طرح نہیں ہوسکتا ۔اس بارے میں جہاز کے کیپٹن سے بھی بات ہوئی لیکن وہ بھی یہی جواب دیتے کہ عام قانون ودستور کے مطابق اس حاجی کی میت کو سمندر کے سپرد کر دیا جائے۔ہم سب کے بار بار اصرار اور غیر معمولی کوششوں کے باوجود ان کا حکم ماننے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں تھا اس لئے حاجی بابا کی میت کو سمندر کے پانی کے سپرد کر دیا گیا۔

لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے“ سارے اہل جہاز یہ عجیب وغریب عام عادت سے ہٹ کر منظر دیکھ کر حیرت انگیز واستعجاب کے سمندر میں ڈوبے ہوئے کہ حاجی بابا کی میت پانی کی سطح پر مچھلی کی طرح تیرتی ہوئی جہاز کے پیچھے پیچھے آرہی ہے۔یقیناً یہ اس باباجی کی کرامت بعد الموت ہے اور جب کیپٹن کو اطلاع ملی تو وہ کہنے لگا کہ مجھے معلوم نہ تھا ورنہ ہم اس کی میت سمندر کے حوالے نہ کرتے یوں اس کے عزیز واقارب ساحل سمندر پر کھڑے ہوئے حاجی بابا کی میت وصول کر کے چلے گئے۔

حضرت شیخ کو جس طرح علوم ظاہری پر درک اور رسوخ حاصل تھا اسی طرح حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ جیسے عارف باللہ اور امام التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحبؒ جیسے مربی کے زیر تربیت وزیر سرپرستی رہ کر ،حضرت شیخ تعلق مع اللہ کے اعلیٰ درجے پر بھی فائز تھے۔اس بارے میں راقم آثم خود اپنا چشم دید واقعہ نقل کرتا ہے۔

مستجاب الدعوات

راقم آثم اور مہتمم حاجی محمد اسماعیل حضرت شیخ صاحب کو ختم بخاری کے سلسلے میں دعوت دینے کی غرض سے آپ کے دولت کدے پر گئے۔ عصر کے بعد کا وقت آندھی اور طوفان اتنا تیز کہ دیکھنے والا یہ باور کرا لیتا کہ بس آج دنیا تباہ و برباد ہو رہی ہے، گرد غبار مٹی اتنی زیادہ کہ چلنا مشکل تھا۔ حضرت کے دولت کدے تک پہنچنے پر ہمیں کافی دقت ہوئی، الحمدللہ حضرت سے ملاقات ہوئی اور آپ نے دعوت قبول کر کے تشریف لانے کا تہیہ کر لیا، ہم اجازت لینا چاہتے کہ حضرت شیخ فرمانے لگے کہ ابھی تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرو کہ آندھی تھم جائے پھر جانا، اتنے میں حضرت شیخ نے دعا کیلئے ہاتھ اُٹھا کر بارگاہ الٰہی میں فقیرانہ و عاجزانہ درخواست کی۔ یہ بات جو میں آگے لکھ رہا ہوں یہ قارئین حضرات بالکل علمی مبالغے یا کسی قسم کے توریے، مجاز پر محمول نہ کریں بلکہ اس حقیقت میں کسی قسم کی آمیزش نہیں ہے کہ جونہی حضرت شیخ نے دعا مانگنے کے بعد اپنے ہاتھ نیچے رکھے یکا یک ماحول ایسا صاف ہو گیا کہ کوئی بندہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ ابھی چند منٹ پہلے ایسی زور کی آندھی اور طوفان تھا۔ حضرت شیخ کے بارے میں دل و دماغ کے لوح پر بہت کچھ نقش ہے لیکن خوف طوالت کی وجہ سے قلم انداز کرتا ہوں۔

وفات

بہرحال آپ ایک جید عالم دین ہونے کے ساتھ نہایت متواضع، منکسر المزاج، ملنسار، نرم خو با اخلاق اور مہمان نواز انسان تھے، آپ قوالاً بالحق جرأت اور شجاعت کے ساتھ تو بلا خوف لومۃ لائم اظہار مافی الضمیر کرنے والے عالم باعمل تھے۔ پیرانہ سالی کے ساتھ عمر کا آخری حصہ کمر کے درد اور گو ناگوں بیماریوں میں گزرا۔ کمر کا آپریشن بھی ہوا تھا آخر میں ضعف و بیماری بڑھ کر صاحب فراش ہوئے اور اسی حالت میں اکتوبر ۲۰۱۵ء کو جمعۃ المبارک کو اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرما گئے۔ اگلے روز یعنی ہفتہ کے دن لاکھوں لوگوں نے اپنی محبت و عقیدت کے ساتھ حضرت شیخ کو خراج تحسین پیش کرتے جنازہ میں شرکت کرنے لگے اور اپنی مسجد کے احاطے میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔

سفرِ آخرت

ہو بہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون
اٹھ گیا ناوک فگن، مارے گا دل پر تیر کون

جناب حامد میر

سینئر صحافی ومعروف کالم نگار

ایک درویش کا سفر آخرت

یہ ایک ناقابل فراموش جنازہ تھا۔ یہ ایک ایسے عالم کا جنازہ تھا جس نے اپنی موت کے بعد بھی اپنے جنازے کے ذریعے مجھ ناچیز کے علم میں اضافہ کیا۔ اس جنازے میں شرکت سے مجھے اصلی حکومت کی جھلک دیکھنے کا موقع ملا۔ مجھے پتہ چلا کہ اصلی حکمران وہ نہیں ہوتے جو اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھ کر حکم جاری کرتے ہیں۔ اصلی حکمران تو وہ ہوتے ہیں جو لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں اور مجھے ایک ایسے ہی بے مثال انسان کے جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی جو تمام عمر اقتدار کے ایوانوں سے دور رہا لیکن وہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتا تھا۔ میری گنہگار آنکھوں نے مختلف سیاسی رہنماؤں کے جنازوں میں بڑے بڑے ہجوم دیکھے ہیں لیکن میں نے اور آپ نے کسی ایسے درویش کے جنازے میں اتنے انسان نہیں دیکھے ہوں جس کی موت کی خبر نہ کسی ٹی وی چینل کے لئے بریکنگ نیوز تھی اور نہ ہی کسی بڑے اخبار کے صفحہ اول کی زینت بن سکی۔ مجھے بھی یہ خبر ایک دوست کے ایس ایم ایس پیغام کے ذریعے ملی۔

میڈیا کا فریب

اگلے روز میں جنازے کے مقام کے قریب پہنچا تو آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ یہ انسانوں کا ایک سمندر تھا جو ٹھاٹھیں مارنے کے بجائے غم اور افسردگی کی تصویر بنا ہوا تھا۔ انسانوں کا سمندر دیکھ کر مجھے علم ہوا کہ میڈیا کی طاقت کے دعوے فریب کے سوا کچھ نہیں۔ طاقتور لوگوں سے خوفزدہ رہنے والا میڈیا عمران خان اور ریحام خان کی طلاق کو مصالحے دار چاٹ بنا کر بیچتا رہا اور بلدیاتی انتخابات میں ہونے والی قتل و غارت پر بھی گلے پھاڑ پھاڑ کر چیخ و پکار کرتا رہا۔ اس میڈیا نے اپنے عہد کے ایک جید عالم دین، ایک قلندر اور ایک محسن قوم کی موت کی خبر کو چند سیکنڈ کے لئے بھی اہمیت دی اور نہ جنازے کا وقت بتایا لیکن جنازے میں انسانوں کے سمندر کی موجودگی دراصل خلق خدا کی طرف سے میڈیا کی طاقت سے انکار کا اعلان تھا۔ اصل طاقت ان لوگوں کے پاس نہیں ہے جو میڈیا پر نظر آتے ہیں۔ اصل طاقت ان لوگوں کے پاس ہے جو طاقت حاصل کرنے کی خواہش سے آزاد رہ کر لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ ایسے ہی ایک عظیم انسان کا نام مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ تھا جو 29 اکتوبر 2015 کو بعد از نماز جمعہ اکوڑہ خٹک میں انتقال کر گئے۔

دلوں کا حکمران

ڈاکٹر صاحب نے تمام عمر علم کی روشنی پھیلائی اور ان کا جنازہ بھی یہ روشنی پھیلا رہا تھا۔ انہوں نے تمام

زندگی ایک عام انسان کی طرح گزاری لیکن جنازے پر پتہ چلا کہ وہ تو اپنے وقت کے بہت بڑے حاکم تھے جو لاکھوں کروڑوں دلوں پر حکومت کرتے تھے۔ لوگ اپنے اس حکمران سے ٹوٹ کر محبت کرتے تھے۔

سب سے بڑا جنازہ

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کے جنازے میں کوئی وی آئی پی شریک نہ تھا۔ کوئی وزیر یا مشیر بھی نظر نہیں آیا لیکن عام لوگ دور دور سے آئے تھے۔ کراچی اور کوئٹہ کے علاوہ افغانستان کے دور دراز علاقوں سے لوگوں کی بڑی تعداد 30 اکتوبر کی صبح گیارہ بجے جنازے میں شرکت کے لئے اکوڑہ خٹک پہنچ چکی تھی۔ کئی لوگ مرحوم کی مغفرت کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی بخشوانے آئے تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب صرف ایک عالم دین نہیں بلکہ ولی اللہ تھے اور ولی اللہ کے جنازے میں شرکت سے ان کے گناہ بخشے جائیں گے۔ سینئر صحافی جناب رحیم اللہ یوسف زئی اس جنازے میں شرکت کے لئے پشاور سے نکلے تو جی ٹی روڈ پر انسانوں اور ٹریفک کا جم غفیر تھا۔ بڑی مشکل سے اکوڑہ خٹک کے قریب پہنچے تو مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کے لئے لوگوں کی عقیدت اور وارفتگی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ جنازے کی طرف رواں دواں ایک شخص سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا وہ افغانستان سے آیا ہے، پوچھا کیا تم ڈاکٹر صاحب کے شاگرد ہو؟ اس نے جواب نفی میں دیا۔ پوچھا کیا تم زندگی میں کبھی ان سے ملے تھے؟ اس کا جواب نفی میں تھا۔ پوچھا تم اتنی دور سے کیوں آئے ہو؟ اس افغان نے جواب میں کہا کہ ڈاکٹر صاحب ایک ولی اللہ تھے ان کے جنازے میں شریک ہوکر ثواب کمانا چاہتا ہوں۔ رحیم اللہ یوسف زئی کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی میں بہت بڑے بڑے جنازے دیکھے ہیں لیکن مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کا جنازہ سب سے بڑا تھا۔ مولانا سمیع الحق کو دارالعلوم حقانیہ سے کچھ ہی دور واقع میدان میں جنازے کے لئے پہنچنا تھا لیکن یہ چند سو گز طے کرنا ان کے لئے بہت مشکل ہوگیا تھا۔ وہ جنازگاہ میں پہنچے اور چاروں طرف نظر دوڑائی تو بے اختیار کہنے لگے کہ یہ جنازہ جنرل ضیاالحق کے جنازے سے بڑا ہے۔ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کے جنازے کی عظمت کو بیان کرکے مولانا سمیع الحق کو کوئی دنیاوی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا بلکہ خدشہ ہے کہ کچھ لوگ ناراض ہوسکتے ہیں لیکن اس کے باوجود مولانا سمیع الحق نے درجنوں علما کی موجودگی میں جو کہا وہ ان کی حق گوئی اور خدا خوفی تھی۔ ایک اصلی حکمران کی شان وشوکت کا اعتراف تھا۔

مختصر تدریسی سرگزشت

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث تھے۔ انہوں نے مولانا عبدالحق کے ساتھ مل کر اس مدرسے میں پڑھانا شروع کیا اور بعدازاں اعلیٰ تعلیم کے لئے مدینہ یونیورسٹی چلے گئے۔ مدینہ یونیورسٹی میں انہوں نے حسن بصری کی تفسیری روایات پر پی ایچ ڈی کی۔ یہ پی ایچ ڈی ان کے لئے مشکل نہ تھی کیونکہ

وہ اردو اور پشتو کے علاوہ عربی، فارسی اور انگریزی پر بھی خوب دسترس رکھتے تھے لیکن انہوں نے اس پی ایچ ڈی پر ضرورت سے زیادہ سال لگادیئے۔ وجہ صرف یہ تھی کہ وہ مدینہ کی محبت میں گرفتار تھے اور مدینہ میں اپنے قیام کو لمبا کرنے کے لئے کئی دفعہ جان بوجھ کر امتحان میں فیل ہوجاتے۔ مدینہ سے واپسی پر کراچی اور میران شاہ کے مدارس میں کچھ عرصہ پڑھانے کے بعد واپس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک آگئے اور مرتے دم تک اس ادارے سے وابستہ رہے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ سیرت و کردار میں ایک حقیقی استاد تھے۔ مولانا سمیع الحق کی سیاست سے دور رہتے لیکن دارالعلوم حقانیہ کی علمی و تدریسی سرگرمیوں میں آگے آگے رہتے۔ موت سے چند لمحے پہلے انہوں نے اہل خانہ کے علاوہ ایک خط مولانا سمیع الحق کو بھی لکھا اور ان کے مدرسے کے لئے نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔

ذاتی نیاز مندی

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کے ساتھ میری ذاتی نیاز مندی بہت پرانی تھی۔ کئی سال قبل راولاکوٹ میں ایک کشمیر کانفرنس میں مجھے ان کے ہمراہ خطاب کا موقع ملا تو میں ان کی علمیت کا پرستار بن گیا۔ وہ مولانا شبیر احمد عثمانی کی بہت مثالیں دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب بتایا کرتے کہ قیام پاکستان کے وقت ان کی عمر سترہ برس تھی اور وہ پاکستان کے حق میں نعرے لگایا کرتے تھے۔ پاکستان ان کے ایمان کا حصہ تھا اور وہ پاکستان کیخلاف اندرونی و بیرونی سازشوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے تھے۔ 2007 میں لال مسجد آپریشن کے بعد دینی طبقے میں عسکریت اور تشدد نے روز پکڑا تو مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نے پاکستان کے اندر عسکریت کا راستہ روکنے کے لئے بڑے بڑے خطرات مول لئے۔ انہوں نے قبائلی علاقوں میں جاکر عسکریت پسندوں کو پیار سے بھی سمجھایا اور ان کی ڈانٹ ڈپٹ بھی کی۔ پولیو کے قطرے پلانے والوں پر حملے شروع ہوئے تو ڈاکٹر صاحب نے پولیو کے قطرے پلانے کے حق میں اردو اور پشتو میں بیان ریکارڈ کراکر نشر کروایا۔ ان کے جنازے پر مولانا فضل الرحمان خلیل نے درست کہا کہ اگر آج پاکستان میں تشدد اور بم دھماکے کم ہوگئے ہیں تو اس میں ضرب عضب آپریشن کے علاوہ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کی ان کاوشوں کا بھی دخل ہے جن کا میڈیا پر کبھی ذکر نہیں ہوا۔

پاکستان سے محبت

کچھ علماء ڈاکٹر صاحب کی پاکستان نوازی سے اختلاف کرتے تھے لیکن انہیں بھی ڈاکٹر صاحب کے خلوص ونیت پر شک نہیں تھا اور یہ علما بھی مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کے جنازے میں شرکت کے لئے آئے۔ وہ ایک صوفی بھی تھے اور مجاہد بھی تھے۔ مشکل سے مشکل حالات میں سچ بولنے سے باز نہ آتے۔ آخری دنوں میں ان کا جسم بیمار لیکن سوچ نوجوانوں سے زیادہ صحت مند تھی۔ ڈاکٹر صاحب کی موت نے انہیں ایک نئی زندگی عطا کی۔ وہ ہماری یادوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

مولانا ضیاء الرحمان حقانی
دامادِ خاص حضرت شیخ رحمہ اللہ

حضرت شیخؒ کی زندگی کے آخری لمحات

تمام تر حمد وثنا خلائق عالم کے لئے ہے جس نے جہاں کو بنایا اور اس میں بنی آدم کو اعلیٰ رتبہ دیکر صفت علم سے مخلوقات میں ممتاز فرمایا اور درود وسلام ہو اس بابرکت ذات پر کہ جس نے العلماء ورثة الانبياء اور اہل القرآن اہل اللہ وخواصہ فرما کر علماء اور اولیا اللہ کے مقام کو واضح فرمایا اور ظاہر ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی خدمت من جانب اللہ ایک نعمت ہے۔

مجھ ناکارہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت عطا فرمائی کہ مخدوم العلماء محبوب الاولیاء حضرت الشیخ رحمہ اللہ کی خدمت کیلئے قبول فرمایا۔

تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ کامل پندرہ سال تک سفر وحضر میں حضرت شیخ کی خدمت کا موقع ملا اور اس پر افتخار بھی بجا ہے کہ ہزار ہا تلامذہ اور متعلقین تو ایک طرف ان کی خدمت مبارکہ میں تو چودھویں صدی کے امام عدل ثالث امیر المؤمنین ملا عمر مجاہد رحمہ اللہ دست بستہ کھڑے رہتے تھے۔

مجھی پر منحصر کیا ہے شہنشاہ زمانہ بھی
اسی کے آستاں پر آرہے ہیں گدا گر

اور یہ کوئی یک طرفہ معاملہ نہیں تھا بلکہ اس عبقری شخصیت کے احسانات سے کہ جس نے زندگی قرآن و سنت کی ترویج وتشہیر میں کھپا دی میرا وجود بھی گراں بار ہے۔ پندرہ سال تک مجھ ناتواں پر حضرت شیخ کا خصوصی نظر وکرم رہا لیکن حضرت شیخ کے تین احسانات ایسے ہیں کہ وہ میری زندگی کا سرمایہ افتخار ہے۔

(۱) آخری پانچ چھ سال سے جب حضرت شیخؒ پر امراض وبلیات کو ہجوم رہا تو جب بھی ہسپتال میں زیر علاج ہوتے تو بغرض خدمت ہسپتال میں صرف راقم کو رہنے کا حکم دیتے۔

(۲) حرم شریف اور دیوبند کے مبارک رحلات میں رفاقت اور خدمت کی توفیق نصیب ہوئی۔

(۳) خاص کر اپنی لخت جگر اور نور نظر کو بندہ کے نکاح میں دیا جس کی پیدائش دار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ہوئی اور حج وعمرہ کے اکثر اسفار میں حضرت شیخؒ کی معیت بندہ کی رفیقہ حیات کو حاصل ہے۔

خاص کر نکاح کے معاملے میں تو حضرت شیخ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تابندہ روایات کی یاد تازہ فرمائی۔

آخری مرتبہ ہسپتال جانے سے ۷،۸ دن قبل حضرت شیخ رحمہ اللہ کی طبیعت ناساز ہوئی جبکہ میرا اپنا معمول یہ تھا کہ جب بھی حضرت شیخ کی طبیعت ناساز ہوتی تو بعداز نماز فجر خود جاکر یا فون کے ذریعے بیمار پرسی کرتا، چنانچہ حسب معمول بندہ صبح کے وقت حضرت شیخ کے پاس گیا اور دریافت کیا کہ حضرت رات کیسی گزری؟ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تمام رات نیند نہیں آئی اور فرمایا کہ ڈاکٹر سے معلومات کرو کہ کیا کیا جائے میں نے ڈاکٹر سے رابطہ کیا تو انہوں نے ایک قسم کی ٹیبلٹ (گولی) تجویز کی، لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑا، بلکہ حضرت نے دوسری رات بھی جاگ کر گزاری، سبق سے واپسی کے بعد فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو کافی وقت تک سر مبارک کی مالش کی اور باقی جسم کو بھی دبا دیا، حضرت شیخ نے فرمایا کہ نیند ایک عظیم نعمت ہے اس جسم کو سکون و راحت ملتا ہے اللہ تعالیٰ نے رات کو آرام کیلئے پیدا کیا ہے وجعلنا نومکم سباتا اس سے انسان اگلے دن کیلئے ہشاش بشاس ہوجاتا ہے ورنہ انسان بہت حریص ہے یہ دن رات فکر معاش میں لگ جاتا۔

میں نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو رات کو خدمت کیلئے میں آجایا کروں خواتین میں اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ پوری رات جاگ کر گزار سکے۔

لیکن حضرت شیخ ؒ نے اپنے مزاج کے موافق کوئی جواب نہیں دیا کہ کسی اور کی تکلیف گوارا نہیں کرتے تھے، حضرت شیخؒ کے گھر کا ماحول ایسا تھا کہ عصر کے وقت آپکی تمام اولاد و احفاد آپ کے پاس جمع ہوجاتی اور یہ محفل رات تک جاری رہتی تھی، چونکہ میری رفیقہ حیات بھی اس دن حضرت شیخ ؒ کے پاس تھی تو حضرت شیخ نے ان سے کہا کہ دوپہر کو ضیاء الرحمان نے رات کو ٹھہرنے کیلئے کہا تھا مجھے بڑی خوشی ہوئی ان سے کہدو، کہ رات یہاں آجائیں، اہلیہ نے فون کے ذریعے اگاہ کیا تو میں نے صحبت کے ان لمحات کو قیمتی ساعات جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔

چنانچہ نماز عشاء ادا کرنے کے بعد میں حضرت شیخ کو ان کے بستر پر لے آیا آپ نے فرمایا کہ کوئی صاحب یہ کتاب تقریظ کیلئے دیکر گئے ہیں آپ اسکی عبارت مجھے پڑھ کر سنائیں، ۱۱ بجے تک تقریباً ۲۳ صفحات میں نے سنائے اس دوران متعدد مقامات پر برابر حضرت شیخ تصحیح فرماتے رہے۔ اسکے بعد آرام کی غرض سے لیٹ گئے اور آنکھ لگ گئی لیکن چھوٹے پیشاب کی تکلیف کی وجہ سے بار بار اٹھتے رہے۔ رات کے آخری پہر اٹھ کر وضو فرمایا اور تقریبا چھ رکعات تہجد ادا کیئے۔

راقم الحروف کو جب بھی حضرت شیخ کی معیت میں رات گزارنے کا شرف حاصل ہوا تو سفر و حضر میں

حضرت شیخ کو تہجد کا پابند پایا اور جب تک نیند آنکھوں سے دور رہتی تو حضرت ذکر واذکار اور حمد وثنا میں مشغول ہوتے تھے، خاص کر بیماری کے ایام میں تو جب بھی تقاضہ وغیرہ سے فارغ ہوتے تو فوراً وضو کرتے اور دوگانہ ادا کرتے اور جب میں انکی تکلیف کا خیال کرکے منع کرتا تو فرماتے کہ جب گرم پانی میسر ہو تو کیا مشکل ہے؟

حضرت شیخ جب تہجد سے فارغ ہوئے تو سورۃ یٰسین کی تلاوت شروع کی درمیان میں چار دفعہ اونگھ آئی اور ہر دفعہ جب آنکھ کھلتی تو دوبارہ شروع فرمادیتے جب فجر کی اذان ہوئی تو مجھے کہا کہ جماعت کے بعد آپ آرام کریں، دن کے وقت گھر کے بقیہ افراد میری خدمت میں مستعد رہتے ہیں۔ بہرحال دو تین دن اسی طرح گزر گئے پھر ہسپتال جانے اور چیک اپ کرنے کیلئے گھر والوں کا اصرار بڑھ گیا، چنانچہ ۷محرم الحرام ۱۴۳۷ھ بمطابق ۲۱ اکتوبر ۲۰۱۶ء کو ہم آر ایم آئی ہسپتال حیات آباد پشاور کیلئے روانہ ہوگئے۔ اول ماہر امراض قلب نے حضرت شیخ رحمہ اللہ کا معائنہ کیا اور کہا کہ دل کا کوئی خاص مسئلہ نہیں لیکن چونکہ حضرت کو پہلے سے سینے کا عارضہ لاحق ہے آپ سینے کے سپیشلسٹ ڈاکٹر عاصم کے پاس چلے جائیں۔ ڈاکٹر عاصم صاحب نے چیک اپ کرنے کے بعد کہا باباجی آپ کا سینہ بہت خراب ہے چند دن کیلئے یہاں ٹھہرنا پڑیگا، ڈاکٹر عاصم چونکہ حضرت سے ناواقف تھے اسلئے اکثر باباجی یا حاجی صاحب کے الفاظ استعمال کرتے تھے بعد میں جب حضرت شیخ کا وصال ہوا تو ڈاکٹر عاصم نے مجھے کہا کہ مجھے ان کے مقام ومرتبے کا اتنا علم نہیں تھا اس لئے بابا کا لفظ استعمال کرتا تھا۔ ہسپتال میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے معمولات میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا تھا پہلے کی طرح تہجد اذان فجر سے قبل ذکر جہری پست آواز کے ساتھ براہ راست حرم کعبہ کی نمازوں اور تلاوتوں کا سماع یا احادیث نبویہ علی صاحبھا الف الف سلام وتحیۃ کا سماع غرض حضرت شیخ باوجود ہسپتال ، امراض جیسے عوارض کے اپنے معمولات برابر جاری رکھے ہوتے تھے صاحبزادہ مولوی سید ارشد علی شاہ صاحب کو سختی سے منع کردیا تھا کہ میرے ہسپتال کا ذکر کسی سے نہ کرنا اسکے باوجود تلامذہ ومتعلقین عیادت کیلئے برابر آتے رہے ۔ جب طلباء اور علماء عیادت کیلئے تشریف لاتے تو بڑے سوز وگداز میں یہ اشعار پڑھتے :

سئمت تکالیف الحیاۃ ومن یعش
ثمانین حولاً لا ابالك یسأم

اور کبھی یہ پڑھتے:

ان الثمانین وقد بلغتها
قد احوجت سمعی إلیٰ ترجمانی

آنے والے حضرات سے دعاؤں کی درخواست کرتے تھے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالایمان نصیب فرمائے موت کی سختیوں یعنی سکرات الموت اور عذاب قبر سے محفوظ فرمائے۔ اس بڑے دن کی رسوائی سے

محفوظ فرمائے ایک طویل عرصے سے یہ دعائیں حضرت شیخ کے معمولات میں شامل تھیں اور اسکو کرتے ہوئے اکثر روتے اور ہسپتال میں یہ دعائیں بھی کثرت سے مانگتے تھے اللھم لا سھل الا ماجعلته سھلا اللھم سھل لنا جمیع الامور اللھم لاتقتلنا بغضك ولاتھلکنا بعذابك وعافنا قبل ذالك۔

اس دوران سیدی ومرشدی پیر طریقت حضرت مولانا محمد عزیز الرحمان ہزاروی صاحب دامت برکاتہم العالیہ خلیفہ مجاز برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا الدھلوی مہاجر مدنی ؒ جو کہ مدینہ منورہ میں سے مسلسل فون پر گفتگو بھی فرمائی۔

ایک دن حضرت شیخ مجھ سے فرمانے لگے کہ میرے دو شاگرد ایسے ہیں باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انکو علم و عمل سے حظ وافر عطا فرمایا ہے پھر بھی ادنیٰ شاگردوں کی طرح میری قدر کرتے ہیں، میں نے عرض کیا حضرتؒ وہ کون ہے فرمانے لگے ایک مفتی سیف اللہ اور دوسرے عزیز الرحمان ہزاروی صاحب ۲۷ اکتوبر بروز منگل صبح کے وقت حضرت شیخؒ نے غسل کا ارادہ فرمایا لیکن طبیعت کے موافق پانی گرم نہ ہونے کی وجہ سے غسل نہ کرسکے ناشتہ کے بعد جبکہ میں حضرت شیخ کی خدمت میں مصروف تھا اور آپؒ حرم شریف سے تلاوت سن رہے تھے اتفاقا قاری صاحب سورۃ صٓ کی یہ آیتیں تلاوت فرمائے وایوب اذنادیٰ ربه انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین تو حضرت شیخ رونے لگے میں نے پوچھا حضرت طبیعت کیسی ہے؟ تو مجھے قریب کرکے مبارک ہاتھوں کے ہالے میں لیا اور شفقت ومودت کے وہ دعائیہ الفاظ میرے حق استعمال کئے کہ میں اپنے آپکو انکے لائق نہیں گردانتا

ع زہے قبول افتدعز وشرف

پھر فرمایا چند صفحات لے آؤ ایک خط شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اور دوسرا امجد (ابن الشیخ) کو لکھتا ہوں میں نے تکلیف کا خیال کرکے معذرت کی تو غصہ ہوگئے جب میں نے حکم کی تعمیل کی تو چونکہ میں ہی حضرت شیخ رحمہ اللہ کے خطوط تحریر کیا کرتا تھا، فرمانے لگے لکھو لیکن افسوس اس وقت حضرت شیخ کی طبیعت ایسی تھی کہ میں لکھنے سے گھبرانے لگا تو انتہائی جلال میں آکر غصے میں کہنے لگا مجھے بزدل آدمی پسند نہیں ہے آپ کا میرے ساتھ اتنا وقت ہوگیا میری طبیعت معلوم نہیں کی لیکن اتنے جلال اور غصے کی باوجود حضرت شیخ رحمہ اللہ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ مجھے دیکھ کر سمجھ نہیں آیا شاید ہنسنے لگے اور فرمایا کہ آپکے ہاتھ لرز رہے ہیں مجھے دے دو اور وہ کاغذ لیکر خود تحریر فرما کر مجھے دیا کہ اسے سنبھال لو۔

۲۹ اکتوبر جمعے کی رات کو حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنے فرزند ارجمند مولانا سید امجد علی شاہ صاحب کیساتھ کافی دیر تک گفتگو کی جو حضرت شیخؒ کی طبیعت مبارک کیلئے منبسط اور باعث نشاط ہوئی۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ اپنی اہلیہ کو فون ملاؤ ان کے ساتھ بات ہوئی خاص کر نواسیوں نزہہ اور نزیہ کیساتھ شفقت بھری باتیں ہوئی۔ اسکے بعد عشاء کو شیخ الحدیث

حضرت مولانا فضل محمد صاحب یوسفزئی شیخ الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن نے فون پر حضرت شیخ رحمہ اللہ کیساتھ گفتگو کی اور آخر میں یہ کلمات ارشاد فرمائے کہ حضرت اگر مجھ سے پہلے اکابرین سے ملاقات ہوگئی تو ان کو میرا سلام کہہ دینا۔

یہ جمعہ کی رات تھی بندہ کے ذمہ جو خدمت تھی اس سے فراغت کے بعد حضرت سوگئے آخر پہر اٹھ کر حضرت شیخ نے تہجد پڑھی چونکہ جمعہ کا مبارک دن تھا آپ رحمہ اللہ نے غسل فرمایا اور پھر مجھ سے کہا آپ بھی غسل کریں پانی گرم ہے میں نے عرض کیا بعد میں کرلوں گا، فرمانے لگے تاتریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شوداورکئی دفعہ اس جملے کی تکرار فرمائی اور فرمانے لگے یہ یاد کرلو مطلب یہ تھا کہ اب پانی گرم ہے بعد میں ٹھنڈا ہوجائیگا اسکے بعد صلوٰۃ فجر باجماعت ادا فرمائی اور دعا سے فراغت کے بعد فرمانے لگے کہ کچھ صفحات لے آؤ میں نے حکم کی تعمیل کی پہلا خط اپنے فرزند ارجمند قاری المقری مولانا سید امجد علی شاہ کو تحریر فرمایا اس خط میں مسنون سلام اور کئی القابات لکھنے کے بعد فرمایا الیوم یوم الجمعة قداغتسلت بالماء الحار وصلیت صلوٰۃ الفجر خلف الشیخ ضیاء الرحمان الذی یخدمنی لیلاً ونہاراًاکثر خدمة من اولادی ......الخ اسی طرح تقریباً ۶ خطوط تحریر فرمائیں۔

ہر خط لکھنے کے بعد لیٹ جاتے تھے جب کہ میں حیران وپریشان کبھی حضرت شیخ ؒ کے معصوم اور منور چہرے کو دیکھتا اور کبھی خطوط کو، کیونکہ خطوط کا اندازہ کچھ اس طرح تھا کہ گویا حضرت شیخ رحمہ اللہ ہم سے رخصت ہورہے ہیں پھر فرمایا ان سے خطوط کی تین تین کاپیاں نکال دو اور اصل مکتوب الیہ کو پہنچادینا اور نقل اپنے پاس رکھ دینا بظاہر حضرت شیخ ؒ ابھی تندرست اور پہلے سے زیادہ صحت مند معلوم ہورہے تھے لیکن آپؒ کے اقدامات سے معلوم ہورہا تھا کہ محبوب حقیقی کی ملاقات کیلئے تیاری فرمارہے ہیں اور شاید پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تحفۃ المؤمن الموت اسوقت حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ذہن میں ہو دوپہر کے وقت پوچھنے لگے کہ خطبہ جمعہ کو کتنا وقت ہے میں کہا ۴۰۔۴۵ منٹ ،فرمانے لگے کھانا لے آؤ تاکہ مسجد چلے جائیں کھانے میں مچھلی کی خواہش کا اظہار فرمایا جو میں لے کر آگیا کھانے کے بعد جب حضرت شیخ نے شہد تناول فرمانے لگے کہ یہ جنت کا میوہ ہے اور بغیر چمچ کے منہ بھر کر نوش فرمایا۔

پھر میں حضرت شیخ کو وہیل چیئر پر بٹھا کر مسجد لے جانے لگا تو وارڈ کے چوکیدار نے کہا کہ مریض کو باہر لے جانے کی اجازت نہیں حضرت شیخ نے ان سے کہا کہ ڈاکٹر حضرات ہمارے ساتھ نماز کیلئے جاتے ہیں آپ یہ کیسی باتیں کرتے ہیں اسکے بعد ایک آفیسر سے لیفٹ میں ملاقات ہوئی تو اس نے بھی کہا اجازت نہیں ہے حضرت شیخ نے انتہائی جلال میں فرمایا کہ جمعہ کا مبارک دن دیکھو اور اپنے کام دیکھو۔

بہر حال حضرت شیخ رحمہ اللہ مسجد تشریف لے گئے اور مبارک زندگی کی آخری نماز باجماعت ادا فرمائی واپسی پر سنن ونوافل وغیرہ کمرے میں ادا کیں اور اسکے بعد دعا فرمائی اور فرمانے لگے کہ حرم شریف میں اس وقت

خطبہ پڑھا جارہا ہوگا آپ ذرا لگائے ،مکہ مکرمہ کے خطبہ ونماز سننے کے بعد جب حرم مدینہ لگایا تو اتفاق سے امام حرم شیخ حذیفی حفظہ اللہ تعالیٰ ۱۵ منٹ لیٹ ہوگئے تھے، یا یوں کہا جائے کہ رب کریم نے اپنے اس محبوب بندہ کی آخری چاہت کو دیکھتے ہوئے شیخ خذیفی ۱۵ منٹ تک اپنی قدرت کاملہ سے روک دیا ہو۔وذالك ليس على الله بمستنكر وكثير من الوقائع التاريخية يدل على ذلك خطبے سننے کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ کرسی پر بیٹھ کر سوگئے ،میں کچھ کام میں مصروف تھا تو مجھے بہت شدید نیند آئی میں نے جب موبائیل کو دیکھا تو 3:33 بجے تھے،میں نے دروازہ بند کر کے حضرت شیخ رحمہ اللہ کو بستر پر لٹا دیا اور جبین انور پر بوسہ دیا آپ رحمہ اللہ نے فرمایا آپ بھی آرام کرلیں کئی دنوں سے آپ نے آرام نہیں کیا جب میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کو لٹا کر مڑنے لگا تو حضرت شیخ رحمہ اللہ نے پاؤں پھیلا دئے۔ میں نے عرض کیا حضرت کچھ تکلیف تو نہیں ہے تو فرمایا کہ نہیں ! بیٹا آپ آرام کرلیں جب میں دوبارہ مڑنے لگا تو حضرت شیخ ؒ نے ہاتھ مبارک زور سے دیوار پر مارا اور زبان سے یہ الفاظ بمشکل ادا کئے ضیاء الرحمان (کچھ کہنا چاہ رہے تھے) میں نے دیکھا تو حضرت شیخ رحمہ کے ہونٹ مبارک حرکت کررہے تھے۔

روشنی جس کی حریم روح کو چمکا گئی
ظلمت مرگ آخر اس ستارے کو بھی کھا گئی

چاند کا زرد مرمریں بجرہ
قلزم نیلگوں میں ڈوب گیا

میرا دماغ سن اور حواس معطل ہوگئے کئی منٹ بعد ایمر جنسی بٹن پر انگلی رکھ دی اور مسلسل بجاتا رہا باہر ہسپتال کا عملہ اور ڈاکٹر کھڑے تھے لیکن مجھے ہوش نہیں تھا کہ دروازہ بند ہے کئی منٹ بعد میں نے دروازہ کھولا اور ڈاکٹر حضرات اندر آئے اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کو دیکھا اور پھر خاموشی سے ایک ایک کر کے چلے گئے میں نے معلوم نہیں کیسے صاحبزادہ مولانا ارشد علی شاہ کا نمبر ملایا اوران سے صرف اتنا کہہ سکا داجی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے انا لله وانا اليه راجعون ۔

روز و شب شام و سحر لوگ چلے جاتے ہیں
نہیں معلوم نہ خاک تماشا کیا ہے

مولوی عمر صدیق حقانی
لوئر دیر (تیمر گرہ)

علم وعمل کا پیکر حق وصداقت کا اک گوہر نایاب

دنیا میں آنا درحقیقت آخرت کی طرف رخت سفر باندھنے کی تمہید ہے دنیا کے سٹیج پر جن عظیم بادشاہوں نے جاہ وجلال کے جلوے دکھائے وہ بھی چل بسے، جن لوگوں نے دنیا کی آرائش کو چار چاند لگائے وہ بھی نہ رہے، وہ اہل کمال جن سے استفادہ کرنے کیلئے ایک دنیا ان کے پاس آتی تھی وہ بھی رخصت ہوگئے اور وہ بزرگان دین حتیٰ کہ انبیاء کرام بھی جن سے فرشتے مصافحہ کرتے تھے یہاں سے رخت سفر باندھ گئے، الغرض موت سے کسی کو مفر نہیں تو اس سلسلے کی ایک کڑی حضرت الاستاد علم وعمل کا نمونہ پیکر حق وصداقت شیخ العرب العجم شیخ القرآن والحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی کی المناک جدائی ہے۔

خواب اور اسکی تعبیر

حضرت الشیخ کی وفات سے ایک دن قبل راقم الحروف نے خواب دیکھا کہ ترمذی شریف کا پرچہ ہے اور میں تنہا ایک وسیع میدان میں پرچہ دینے کیلئے بیٹھا ہوں جب میں نے پرچہ پر نظر ڈالا تو وہ بہت مشکل تھا اور امتحان کے وقت مجھ سے پرچہ غائب ہوگیا تو میں بہت غمزدہ ہوا اور گھومنے پھرنے لگا اور اعلان کرتا تھا کہ مجھ سے پرچہ گم ہوگیا ہے اسی دوران میں نیند سے بیدار ہوا مذکورہ خواب کے بارے میں مجھے فکر لاحق تھی اور سوچ رہا تھا کہ اس میں ترمذی شریف کی اہمیت کیطرف اشارہ ہے اور یا یہ کہ یہ ایک مشکل کتاب ہے تو اس کی وجہ سے میں نے ترمذی شریف کو اُٹھایا وراس کے اوراق کو پلٹایا تو اس حدیث مبارکہ پر میرا نظر پڑی: عن عائشۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل عثمان بن مظعون "وھومیت وھو یبکی او قال عیناہ تذرفان "مذکورہ حدیث کے مطالعے کے بعد میں نے کتاب کو بند کر کے رکھ دیا اور نماز مغرب کیلئے مسجد جانے کا ارادہ کیا تو اس وقت موبائل پر ایک ساتھی کا میسج آیا کہ جنوبی ایشیاء کی عظیم اسلامک یونیورسٹی مادر علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث، درویش صفت عالم دین، مرد مومن، مرد حق اُستاد المجاہدین بیان حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ المدنی دارفانی سے رحلت فرماگئے ایک غزل خواہ بلبل نے نہ صرف بندہ کو بلکہ ہزاروں محبین وتلامذہ کو گلستان آباد سے ایک

ویرانے پر چھوڑ دیا تو اس وقت بندہ کے سمجھ میں آ گیا کہ ترمذی کے پرچہ کے بجائے ترمذی کا شیخ ہمیشہ کیلئے اس دارفانی سے غائب ہوگیا اور میرے زندگی میں اس طرح کے سانحات آرہے ہیں لیکن اس سانحہ نے میرے غم کو بہت زیادہ گہرا کیا اور اس سانحے نے میرے دادا مولوی حاجی حضرت سید اُستاد کے سانحے کو مجھ سے بھلا دیا۔

شناوران محبت تو سینکڑوں مگر
جو ڈوب جائے وہ پکا ہے آشنائی کا

اوصاف اسلاف کے پاسدار

دوران درس جب آپ نت نئے مسائل پر بحث کرتے تھے تو مفکر اسلام مفتی محمود کی یاد آنے لگتی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصائب کا تذکرہ کرتے تو آنکھوں میں آنسو کی قطار اور چہرے پر غم کے اثر سے حسن بصری کی صفت رقاق نظر آتی ۔ فقہ وفتاویٰ کے میدان میں غوطہ زن ہوتے تو مفتی اعظم مفتی عبدالعزیز ابن باز رحمۃ اللہ کی فقاہت معلوم ہوتی حدیث کی علمی اور فنی باریکیوں پر جب کلام کرتے تو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق بانی دارالعلوم حقانیہ اور شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور استاد المحدثین مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ کے وارث معلوم ہوتے تفسیری بحثوں میں شروع ہوتے تو زبدۃ المفسرین مولانا احمد علی لاہوری اور شیخ القران مولانا غلام اللہ خان راولپنڈی اور جب جہادی امور پر اظہار اخیال فرماتے تو امیر المومنین ملا محمد عمرؒ، مولوی یونس خالص، مولانا محمد نبی اور مولانا جلال الدین حقانی کے جذبہ جہاد کی عکاسی کرتے۔

حضرت الاستاد کیلئے دنیا کے اطراف اکناف میں ہزاروں شاگردوں کا سلسلہ جس میں قائدین، مجاہدین، محدثین، مفسرین، مدرسین اور سینکڑوں تصانیف آپ کیلئے صدقہ جاریہ اور باقیات الصالحات ہیں اللہ تعالیٰ حضرت کے جملہ تلامذہ متوسلین، معتقدین پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور حضرت شیخ مرحوم کے بال بال کے مغفرت فرمائیں آمین۔

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی

استاذ المحد ثین کا سانحہ ارتحال

قحط الرجال کا دور ہے علماء اسلام ہم سے آئے روز رخصت ہوتے جارہے ہیں وہ جنہیں دیکھ کر دلوں کو چین وقرار ملتا تھا جن سے طالب دین اپنی علمی پیاس کو بجھایا کرتا تھا۔ان کے قول اور فعل میں تضاد نہیں ہوتا وہ جن کے مشن کو اپناتے ہیں ان جیسے کردار کو بھی اپناتے ہیں میری مراد یادگار اسلاف نمونہ اسلاف زینۃ المحد ثین ،استاذ المحد ثین شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہے گزشتہ دنوں ڈاکٹر صاحب مرحوم بھی ہمیں داغ مفارقت دے گئے ان کی دینی وملی سیاسی وسماجی خدمات ہمارے لئے مشغل راہ ہیں انہوں نے دین کی محنت کو اپنا مشن بنایا اور اسی مشن پہ موت کی تمنا کی اللہ پاک نے انہیں موت بھی عظیم عطا فرمائی بیماریوں کی حالت میں بھی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی دارالحدیث میں جلوہ افروز ہوتے رہے اللہ پاک نے شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول کر دیا تھا جس ادارے میں پڑھا اسی میں ہی پڑھایا جس مسند پہ حضرتؒ کے اساتذہ بیٹھا کرتے تھے اللہ پاک نے انہیں یہ اعزاز عطا فرمایا کہ وہ بھی اپنے اساتذہ سے حاصل کئے ہوئے فیض کو انہیں کے مسند پہ بیٹھ کر آگے پہنچاتے رہے۔

ہر لحظہ مومن کی نئی شان، نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

علماء حق کی بارہ نشانیوں کا مجموعہ

علماء حق کی بارہ نشانیاں امام غزالیؒ نے بیان فرمائی ہیں میں نے جب شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پہ نظر ڈالی مجھے ان میں یہ نشانیاں نظر آئیں اور میرے دل نے گواہی دی کہ موصوف میں یہ تمام صفات عیاں ہیں یقیناً یہ علماء حق کے قافلے کے امین ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوری زندگی لوگوں کو دعوت الی اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جگایا ان کا دن اور رات دل میں یہ ہی تڑپ رکھنا دینی جذبہ تھا انہوں نے لوگوں کو دینی علوم کا زیور بھی دیا اور دین کی سربلندی کے لئے میدان عمل میں نکلنے کی ترغیب بھی دی۔ یقیناً ان کا یہ عمل شاعر مشرق علامہ اقبال

مرحوم کے ان اشعار کی عکاسی کرتا ہے۔

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرانشیں کیا تھے
جہاں گیر وجہاں دارہ جہاں نیاں وجہان آرا
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تودل ہوتا ہے سپارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں سے تاج سردارا

فقیری میں شہنشاہی

زینۃ المحدثین واستاد المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کی زندگی بھی بادشاہوں اور شہنشاہوں والی تھی لیکن یہ ایک ایسے بادشاہ وشہنشاہ تھے کہ ان کی زندگی کو دیکھ کر بادشاہ بھی اپنی بادشاہی کو بھول جایا کرتے تھے دینی مدارس کے اندر سب سے بڑا مقام اور مرتبہ جس شخصیت کو حاصل ہوتا ہے وہ شیخ الحدیث ہوتا ہے لیکن میں نے حضرتؒ کے کردار کو دیکھا کہ آپ درس وتدریس کے علاوہ اپنے گھر کے کام بھی خود ہی کیا کرتے تھے میرے دل میں ہمیشہ ان سے ملنے کی تڑپ تھی اور عنقریب ان کے مسکن پر جانے کا ارادہ تھا لیکن خدا کی مرضی۔۔۔

میں تیرے ملنے کو معجزہ کہہ رہا تھا لیکن
تیرے بچھڑنے کا سانحہ بھی کمال تھا

حضرت شیخ نے علوم نبوت کو پھیلانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی آپ کے آج بھی لاتعداد شاگرد اندرون وبیرون ملک اشاعت دین میں مصروف ہیں۔

آپ نے ہمیشہ اہل حق کی ترجمانی کی اور مذہبی جماعتوں میں اتحاد واتفاق کی فضا کو قائم کئے رکھا آپؒ دینی ومذہبی سیاسی وسماجی سب تنظیموں کے لئے قابل احترام تھے۔

دعوتِ فکر

ان کا سانحہ ارتحال ہمیں ایک دعوت فکر دے رہی ہے کہ اے جماعت علماء! اکابر آپ سے الوداع کرتے جارہے ہیں ان کے مسند کا خیال رکھنا ان کے مشن پہ قائم ودائم رہنا مولانا کی جدائی سے تاریخ کا ایک عظیم باب بند ہوگیا شیخ جوہری طحاوی نے حضرت بنوریؒ کے لئے فرمایا تھا اور آج میں یہ شعر زینۃ المحدثین استاد المحدثین مولانا

ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کے نام کرتا ہوں۔

ما انت عالم هندی انما انت

ملك نزل من السماء لاصلاحی

مولاناؒ کے جنازہ کا منظر کو دیکھ کر احمد بن حنبلؒ کا قول مجھے یاد آ گیا کہ ہمارے جنازے ہی ہماری حقانیت کو واضح کریں گے شیخ صاحبؒ کے جنازہ میں عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دیکھ کر میرے ذہن میں شاعر کا یہ شعر گھومنے لگا اور زبان سے قلم اور پھر قرطاس کی زینت بن گیا۔

اک جنازہ اٹھا مقتل سے عجب شان کے ساتھ

جیسے سج کر فاتح کی سواری نکلے

اللہ پاک شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دینی وملی خدمات کو قبول فرمائے اور انکے پسماندگان متعلقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے آمین یا رب العالمین بحرمة سیدا لانبیاء والمرسلین

(بشکریہ روزنامہ اسلام 8/11/2015)

بادشاہوں کے بھی کشتِ عمر کا حاصل ہے گور

جادۂ عظمت کی گویا آخری منزل ہے گور

اب کوئی آواز سوتوں کو جگا سکتی نہیں

سینہ ویراں میں جانِ رفتہ آ سکتی نہیں

قاری سید محمد شاہ نقشبندی

موت العالم موت العالم

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ علم کو یوں ہی بندوں کے سینوں سے چھین نہیں لیں گے البتہ علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھائیں گے یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کسی عالم کو باقی نہیں رکھے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے سو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جب دنیا سے علماء اٹھیں گے تو علم بھی اٹھ جائیگا اور جب علم اٹھ گیا تو جہالت کا دور دورہ ہوگا اور یہ قیامت کی علامات میں سے ہے۔

استاد العلماء حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ بھی انہی علماء ربانین میں سے تھے جن کے اس دنیا سے اٹھ جانے کی وجہ سے علم کم ہوا اور تاریکی میں اور اضافہ ہوگیا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

درد دل سوز جگر

اللہ تعالیٰ نے حضرت ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کو علم وعمل اخلاص وتقویٰ اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے دلی تڑپ اور علمی جدوجہد کا وہ جذبہ عطا فرمایا تھا جو آپ کی خصوصیات میں سے تھا اور اسی تگ ودو میں آپکے شب وروز بسر ہو رہے تھے کہ اپنے مالک حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے اللھم اغفر لہ وارحمہ وادخلہ فی جنت النعیم

آپ محدث کبیر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ کی خصوصی تلامذہ میں سے تھے آپ نے کافیہ سے لے کر بخاری شریف تک دارالعلوم حقانیہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی زیرنگرانی تعلیم مکمل فرمائی مزید تعلیم کیلئے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کا رخ کیا اور کامیابی سے ہم کنار ہو کر وطن واپس لوٹے۔

وفاداری اور تواضع

آپ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور دارالعلوم حقانیہ دونوں کیلئے بھرپور وفاداری کا جذبہ رکھتے تھے دوران طالب علمی چھٹیوں میں دارالعلوم کیلئے چندہ فرماتے رہے اور اکوڑہ خٹک سے لیکر سعودی عرب شام عراق تک گئے جہاں وعظ ونصیحت کرنے کا موقعہ ملا اس سے دریغ نہیں فرمایا اور جہاں وعظ وتقریریں خوبصورت انداز اور علمی نکات کا ظہور ہوا اسکو اپنے پیارے استاذ حضرت شیخ الحدیثؒ کی طرف منسوب کیا کہ یہ علمی نکتہ اور انداز میں نے اپنے شیخ

سے سنا اور یاد کیا اس سے آپکی استاد سے وفاداری اور ذاتی تواضع اورانکساری ٹپکتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے اساتذہ کرام سے ایسی ہی وفاداری اورمحبت والفت نصیب فرمائے آمین

حقانی علماء کا ایک خاص وصف

دارالعلوم حقانیہ کے جتنے مشائخ اورعلماء کرام کی میں نے زیارت کی ہے انہیں اخلاق نبوی کا عکس اور پرتو دیکھا ہے جو بہت بہت دلآویز اور پسندیدہ وصف ہے ۱۹۹۶ء کی بات ہے کہ ضلع مانسہرہ کے ۳۰ کے لگ بھگ علماء کرام کا ایک وفد جو حضرت مولانا سید غلام نبی شاہ حضرت مولانا قاری فضل ربی اور مولانا مفتی حفیظ الرحمان اوگئی کی زیر قیادت پشاور کی طرف رواں دواں تھا راستہ میں مولانا رفیق الرحمان قمر خطیب مانسہرہ کی تحریک پر دارالعلوم حقانیہ کے اکابر ومشائخ کی زیارت کیلئے اکوڑہ خٹک میں ٹھہر گیا راستہ ہی سے اطلاع دی گئی وفد جب تھوڑی دیر بعد دارالعلوم پہنچا تو میں نے دیکھا کہ دارالعلوم کے تمام اساتذہ ومشائخ کو حضرت مولانا سمیع الحق کی سربراہی میں وفد کے استقبال کیلئے ٹھہرایا گیاہے ،حضرت مولانا سمیع الحق نے استقبالی خطبے سے وفد کو سرفراز فرمایا تو حضرت ڈاکٹر صاحب نے اختتامی دعا سے وفد کو اپنی منزل کی طرف رخصت فرمایا اس دوران میں ان حضرات ڈاکٹر صاحب علماء ومشائخ کا نہ بھولنے اولا انداز اور رویہ انکے اخلاق عالیہ تھے جواب بھی رہ رہ کے یاد آرہے ہیں اس روز دیکھا کہ واقعی پرمیوہ شاخ سرزمین کی طرف جھکی ہوتی ہے اللھم زد فزد

ایک یادگار منظر

جامعہ اشاعت الاسلام مانسہرہ میں ۲۰۰۹ میں میرے بیٹے محمد قاسم سلمہ اللہ تعالیٰ نے دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی اور اس موقع پر بخاری کی آخری حدیث کی تلاوت کا اعزاز برخوردار محمد قاسم شاہ سلمہ کو نصیب ہوا۔حضرت ڈاکٹر صاحب اور دیگر ومشائخ کی موجودگی میں برخوردار کی تلاوت حدیث اور حضرت ڈاکٹر صاحب کا تاریخی بیان تازیست یادرہیگا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب سے والہانہ عقیدت

حضرت ڈاکٹر صاحب کی زیارت اللہ تعالیٰ نے بار بار موقع عطاء فرمایا ایک مرتبہ جامعہ ابوہریرہ میں شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ العالی نے پیر طریقت مولانا عزیز الرحمان ہزاروی کے حوالہ سے روحانی اجتماع کا اہتمام فرمایا:

شیخ الحدیث حضرت حقانی مدظلہ نے اپنے ہاں اجتماع کے آخر میں دعا اور نصائح کیلئے ڈاکٹر شیر علی شاہ

صاحب کومدعوفرمایا تھا حضرت ڈاکٹر صاحب نے بڑا پراثر کیف روحانی بیان فرمایا علماء ومشائخ اور طلباء اور عوام کو آپ نے ذکر اللہ کی طرف بڑی ہی حکیمانہ انداز میں متوجہ فرمایا۔

آپ کا جنازہ اور عوام کا جم غفیر

پاکستان میں علماء کرام کے ساتھ عوام کی عقیدت بڑی تاریخی رہی ہے اور اس عقیدت کا اظہار اکثر وبیشتر ہوتا رہے مثلاً تحریک تحفظ ختم نبوت تحریک نظام مصطفیٰ اور تحریک نفاذ شریعت اسکے بڑے بڑے مظاہر ہیں۔

علماء کرام کی وفات حسرتناک پر بھی ہمیشہ عوام الناس نے اپنی گہری عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لاکھوں کی تعداد میں حاضری دیکر اسپر مہر تصدیق ثبت کی قریب قریب کے بڑے جنازوں میں خود حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد رحمہ اللہ شیخ الحدیث مولانا حسن جان مدنی رحمہ اللہ اور پھر حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ کے جنازہ نے تو تقریبا تمام سابقہ ریکارڈ توڑ دئے اللہ اکبر۔

یہ دراصل اسلام کی عظمت وشوکت کا ایک بے لوث مظاہرہ ہوتا ہے اور لادینی قوتوں کو ایک پیغام ہوتا ہے کہ اس سرزمین پر کفر والحاد اور لادینی نظریات کیلئے پنپنے کا کوئی موقع نہیں اللہ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ اور دیگر ہمارے تمام اسلاف کرام کو اپنے جوار لطف وکرم میں جگہ عطا فرما کر اور انکی برکات بعدالوفات سے بھی ہم کو مستفید فرمائے اور ہمیں انکے نقش قدم پر چلنے کی سعادت نصیب فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

احب الصالحین ولست منهم
لعل الله یرزقنی صلاحا

آج ہر آنکھ میں آنسو ہیں شراروں کی طرح
کیا صدمہ ہے کہ ہر روح مغموم ہوئی
ایک جانباز مدبّر سے ہوا خالی جہاں
پھر سے دنیا کسی انسان سے محروم ہوئی

مولانا غنی الرحمٰن حقانی
خطیب جامع مسجد نور k-6 فیز 3 حیات آباد

عوام اور خواص کے دلوں کی دھڑکن

آج بندہ کو بڑی خوشی محسوس ہوئی کہ مادر علمی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی طرف سے سیدی واستادی شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی وسیع النظری ومشفقانہ طبیعت کے مالک کی ہدایات پر سید ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنی رحمہ اللہ ومضجعہ کیساتھ تعلق رکھنے والوں کو کچھ لکھنے کا موقع بخشا۔اس عظیم کار خیر پر ہم مولانا سمیع الحق صاحب کے بے حد مشکور ہیں۔

جناب والا !سید ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب المدنی رحمہ اللہ کیساتھ محبت کا دعویٰ ہر کوئی کرتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہر ایک صحابی یہ گمان کرتے تھے ۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ میرے ساتھ محبت کرتے ہیں ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیساتھ ہر کوئی محبت کا دعویٰ کرتا تھا۔سب مذاہب والے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اس طرح ڈاکٹر صاحب کیساتھ ہر شخص کی محبت ہوتی تھی کیونکہ آپ ایسے اوصاف کے مالک تھے۔کہ وہ محبت کرنے کے لائق تھے اور ہر تعلق رکھنے والے یہ محسوس کرتے تھے کہ سب سے زیادہ تعلق میرے ساتھ ہے۔

مدرسہ کی بنیاد ڈالنے کی تاریخ

مدرسہ کی بنیاد ڈالنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنیؒ کو بلانے کی بات دل میں ڈال دی۔ بندہ نے ڈاکٹر صاحب کو دعوت دی ۔ کہ حضرت ہمارا اسطرح ایک نیک ارادہ ہے۔آپ کے مبارک ہاتھوں سے بنیاد ڈالنے کو ہم سعادت سمجھتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے دعوت بخوشی قبول قبول فرمادی۔

یہ بدھ کا مبارک دن تھا ۳۰ مارچ ۲۰۱۱ء بروز بدھ بوقت چار بجے عصر کی نماز ڈاکٹر صاحب کی امامت میں خالی پلاٹ میں ادا کیں ۔نماز عصر ادا کرنے کے بعد باقاعدہ پروگرام کا اغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔

ڈاکٹر صاحب کا انتقال

ایک عالم کی موت عالم کی موت کے مترادف ہے۔جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے۔''موت العالم

موت العالم'' تمام امت مسلمہ کو جو نقصان ہوا وہ نا قابل تلافی لیکن ہمیں جو نقصان ہوا ہے وہ بھی نا قابل برداشت ہے۔حضرت ڈاکٹر کی موت پر ہم یتیم ہو چکے۔ مدرسہ یتیم ہوا، فیصلہ نہیں کر سکتے کہ سر پرستی کون کرے گا لیکن یقین جانے کہ دل یہ گواہی دیتا ہے کہ بزرگوں کی برکات موت کے بعد بھی ہوتی ہیں۔ہمارے ساتھ ڈاکٹر صاحب اتنی محبت اور شفقت کیساتھ پیش آئے تھے۔وہ شفقت ہمیں رلاتی اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ ہمارے اب بھی سر پرست ہے۔دنیا میں کبھی ناراض ہونے کا موقع نہیں دیا۔قبر میں بھی ناراض کرنے کا دل نہیں چاہتا۔ آخرت میں ان شاء اللہ ڈاکٹر صاحب ہماری سر پرستی فرمائیگا۔اور آپ کے پیچھے پیچھے ان شاء اللہ جنت الفردوس میں داخل ہو جائیں گے۔اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی قبر مبارک پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرماویں۔

دارالعلوم حقانیہ کو اللہ تعالیٰ آباد وشاداب رکھیں، ڈاکٹر صاحب کے فیوضات وبرکات دارالعلوم پراورانکے اہل وعیال اور سارے متعلقین اور محبین پر ڈال دیں اور خصوصا شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اوران کے خاندان کو اللہ تعالیٰ دین کی خدمت کے مواقع مزید عطا فرمائیں اور تمام شروروں سے محفوظ ومامون فرماویں۔آمین ثم آمین

مولوی محمد نعمان حقانی :
متعلم دورہ حدیث دارالعلوم حقانیہ

طلباء کے دلوں کی دھڑکن

علم وعرفان کا مینار دارالعلوم حقانیہ جسکی فیوضات وبرکات سے الحمدللہ خادم مستفید ہوا۔اسی نسبت کی وجہ سے اپنے عظیم شیخ کی جدائی پر کچھ لکھنے کو جی چاہتا ہے کہ سید وسندی واستادی شیخ العرب والعجم حضرت العلامہ مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی نوراللہ مرقدہ کے ساتھ عقیدت کو خریدار یوسف علیہ السلام کی طرح ''ایک مختصر مضمون کے ذریعے'' ظاہر کروں۔سمجھ میں نہیں آتا کہ رشد وہدایت اور علم وفضل کے آفتاب کو کس طرح الوداع کہوں کہ اب تک تو اس وحشت اثر جدائی کا تصور بھی وہم وگمان میں نہیں گزرا تھا۔

حمیت وعزیمت کا داعی

حق تو یہ ہے کہ اگر امت مسلمہ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی جدائی پر آج نہ روئے تو پھر اس کی آنکھوں کی نم ہمیشہ کے لئے خشک ہونے کے قابل ہے۔وہ تو ایک ایسی شخصیت تھی کہ جس نے عمر بھر عالم اسلام کو شجاعت ،حمیت ،صداقت اوردعوت وعزیمت کا درس دیا تھا۔اورعالم اسلام کوعزت ووقار کے ساتھ جینے اورحصول کامیابی کا قرینہ سکھایا اورجس نے عجم کے لالہ زاروں سے لیکرعرب کے دشت وصحرا تک کو اپنے علوم وفنون اورآفاقی پیغام سے نہ صرف سیراب کیا بلکہ بنجر زمین کو بھی سبزہ زار بنادیا...... ع مرثیہ ہے ایک کا اورنوحہ ساری قوم کا

آپ نے مشرق ومغرب کے علمی میخانوں سے اپنی علمی تشنگی بجھائی۔آپ عقائد ونظریات کے ساتھ ایک مفسر ،مدقق ،محرر ،مقرر ،اورمحدث کبیر تھے۔اسکی واضح مثال آپ کی متقبول عام کتابیں اورتفسیر ''التفسیر الحسن البصری رحمہ اللہ'' کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ علوم وفنون اورمعلومات کے کن عظیم ذخائر سے مالا مال تھے۔

عالمِ اسلام یتیم ہوگیا

سیدی وسندی واستادی حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی رحلت سے'' دیوبند ثانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ تو درکنار کہ پورا عالم اسلام یتیم ہوگیا ،حضرت الاستاد تو یقیناً ایک ایسی شخصیت تھی کہ جس کی رحلت سے علم حدیث کی وہ شمع بجھ گئی جس کے طفیل امت مسلمہ کو روشنی کی کرنیں مل رہی تھی، ان کی رحلت اور جدائی سے ملت میں ایسی خلاء پڑگئی جسکا پُر ہونا صبح قیامت تک بظاہر محال نظر آتا ہے۔اللہ کرے کہ اسکے بعد بھی دارالعلوم حقانیہ کی مردم خیز سرزمین ایسے شخصیات اورعظیم ہستیاں پیدا کرے۔آمین

جناب شیر زادہ
پرنسپل گورنمنٹ ہائیر سکنڈری سکول مدین

ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

دارالعلوم حقانیہ کی بزم آرائیوں کو نہ جانے کس کی نظر بدلگ گئی کہ اس کی درد بھری محفلیں ایک عرصے سے متاثر ہورہی ہیں، چنانچہ ماضی قریب میں تھوڑے ہی عرصے کے اندر بہت بڑی ہستیاں اس گلستان کو اجھڑتے چھوڑ کر چلی گئیں۔ یہ الگ بات ہے کہ شمع محفل بن کر شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اب بھی لاغر وناتواں وجود کے ساتھ پروانوں کے اجتماع کا مرکز بن کر اجھڑتی رونقوں کی بحالی کے لئے آنکھوں میں آنسوں لئے سوئے منزل رواں دواں ہیں۔

لٹ کے بھی خوش ہوں کہ اشکوں سے بھرا ہے دامن
دیکھ غارت گر دل یہ بھی خزانے میرے

یادایام رفتہ

کاش پھر وہ انجمنیں دیکھنے کو ملے، جن میں ملک بھر سے شمع علم وفضل کے پروانے جمع ہوتے اور جشن کا سماں ہوتا، کبھی جہادی کانفرنسیں کبھی ادبی مجالس کبھی خطبات مشاہیر کی تقریب رونمائی اور کبھی مکاتیب کیلئے محفلیں جمتی۔ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کو اللہ تعالیٰ نے ہمالیہ جیسا حوصلہ عطا فرمایا ہے، وہ یقیناً میر کارواں بن کران مجالس وتقریبات کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ مگرایسی محفلیں اب کہاں ترتیب دی جاسکتی ہیں۔ جن میں کراچی سے شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی عاجزی وانکساری کا مجسمہ بن کر رونق افروز ہوں، بنوں سے قرطاس وقلم کے عاشق زار، متقی وملنسار مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب شریک فرما ہوں تو خود گلستان حقانیہ سے شیخ الحدیث سمیع الحق مدظلہ کے علاوہ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب شریک محفل ہوں، ہاں ایسی محفلیں جمیں گی، بزمہائے علم وعرفان ضرور آراستہ وپیراستہ ہوں گے مگر شیخ الحدیث ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کی مسند خالی ہی رہے گی۔

شیخ الحدیث سمیت بڑے بڑے علماء اٹھ اٹھ کر چلے جارہے ہیں۔ ہم تڑپ تڑپ کر ساقی کو تکتے

آ رہے ہیں مگر لگتا یوں ہے کہ آب بقائے دوام سے اُس کا پیالہ خضر علیہ السلام کے پینے سے خالی ہو چکا ہے۔

بادہ کش تھے پرانے سب اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لے ساقی

ایک امت کے قائم مقام

مختلف دینی وعلمی رسائل میں ان کی مجالس کی کاروائیاں پڑھ پڑھ کر دل کی پیاس بجھاتے ہیں مگر اب محدث کبیر کی علمی تقریریں اور درد بھری تحریریں کہاں سے میسر آئیں گی جبکہ وہ بہت دور چلے گئے ہیں۔

ع یاروں نے بہت دور بسائی ہیں بستیاں

اب تو فاصلے بڑھ گئے اور شائد شور محشر میں ملاقات ہو، کمی پوری ہوتی ہے کام چلتا رہتا ہے، نعم البدل ملتے ہیں مگر مولانا جیسی ہستی کی کمی لاکھوں لوگ مل کر بھی پوری نہیں کر سکتے وہ بظاہر تو ایک فرد تھے مگر معنوی لحاظ سے ایک امت کا قائم مقام تھے۔ ان کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ پر ہونے کا نہیں پورے ملک پر قحط سایہ کناں ہے۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

جو کوئے یار سے نکلے

جانے والے سب جاتے ہیں، یہاں جو بھی آیا جانے کے لئے آیا ہے۔ مگر جس شان سے مولانا چلے گئے بہت کم لوگ اس انداز سے رخصت ہوتے ہیں۔ اپنے بزرگوں اور ساتھیوں کو الوداعی تحریر لکھ کر ہدایات دیں اور کچھ اس نرالے انداز سے چلے گئے کہ جس طرح کوئی دنیا کے مختصر سفر پر روانہ ہونے کے لئے رخت سفر باندھ لیتا ہے، ہدایات دیتا ہے اور معاملات نمٹا کر چل نکلتا ہے، وفات سے محض دو روز پہلے وفا کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتے ہوئے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے نام جو مکتوب مبارک لکھا وہ حقانیہ اور شیخ الحدیث کے خاندان سے حق وفا پورا کرنے کی سند ہے۔ جس آستانے سے احترام ملا اسی کو محترم بنا دیا کہ یا تو حقانیہ میں رہے یا دار آخرت کی راہ سدھار لی کوئی بھی تیسرا رستہ اختیار نہیں کیا۔ کسی بھی دوسرے دروازے پر دستک نہیں دی۔

مقام فیض کوئی راہ میں جچا ہی نہیں
جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

باوجود ان سب کے مولانا اپنی تحریروں اور تقریروں میں اور ہزاروں شاگردوں کی صورت میں ہمارے درمیان موجود رہیں گے اور باوجود اس کے کہ ہم ان کے جسد اطہر کو مٹی میں چھپا کے چھوڑ آئے ہیں مگر ان کا فضل وکمال اور علم وہنر کو ہمیشہ زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔

میں بعد مرگ بھی بزم وفا میں زندہ ہوں
تلاش کر میری محفل، میرا مزار نہ پوچھ

مولانا بقید حیات تھے تو خبریں آتی کہ فلاں جگہ درس دیا۔ فلاں جگہ تقریر کی۔ فلاں جگہ خطبہ دیا مگر اب بات دور تک جا نکلی۔ اب مولانا اتنی رفعتوں اور بلندیوں پر پہنچ گئے کہ ان کا ملنا محال ہے:

ڈھونڈوں گے اگر ملکوں ملکوں
ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

ذیل میں مولانا کی حیات طیبہ کی چند تابناک پہلوں کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

سفر حج

حضرت مولانا صاحب نے 1386 ہجری میں پیدل سفر کر کے فریضہ حج ادا فرمایا۔ خشکی کے راستے یہ طویل سفر ایران، عراق، شام اور اردن کے سبزہ زاروں اور ریگزاروں سے گزر کر طے فرمایا۔ دوران سفر خوب چھکے، خوب گھومے پھرے، مہینوں پر مشتمل یہ سفر بہت معلوماتی جامع اور تاریخی سفر تھا۔ مولانا نے اس سفر کے احوال لکھ کر سفر نامہ کی شکل میں ماہنامہ الحق میں شائع کروایا۔ ان سفری احوال کو لوگوں نے بہت ذوق وشوق سے پڑھا۔

یہ سفر نامے اردو ادب میں گراں قدر اضافہ ہے۔ اسفار حج پر بہت سے علماء فضلاء نے طبع آزمائی فرمائی ہے مگر جو سادگی، سلاست، روانی، ادبی چاشنی، عملی معلومات، جغرافیائی احوال اور جامعیت ان کے احوال سفر میں ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں یہ سفر نامے مولانا کی انتہائی دلکش وادبی تحریریں ہیں۔ جس سے اس وقت کی زندگی کے ہر پہلوں پر روشنی پڑتی ہے۔ عربیت سے مکمل واقفیت اس سفری تحریر کی جان ہے۔ مولانا عربی دانی کے اسلحہ سے لیس ہو کر اس سفر میں ہر کہیں کام لیتے نظر آرہے ہیں۔

ختم نبوت سے والہانہ لگاؤ

ختم نبوت مسلمانوں کا ایک متفق علیہ عقیدہ رہا ہے ۔مسلمان جان تو دے سکتا ہے پر اس عقیدے میں ترمیم وتنسیخ کے لئے تیار نہیں ۔انگریزوں نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے جعلی نبی پیدا کیا تو مسلمان علماء نے روک تھام شروع کیا اور ایک مستقل؛ تحریک ختم نبوت کے نام سے وجود میں آئی ۔اس تحریک میں شامل علماء نے تحریر وتقریر کے ذریعے اس عقیدے کو مسلمانوں کے گھر گھر تک پہنچایا۔اور جب اقتدار کے ایوانوں سے ختم نبوت کے متوالوں پر ظلم وستم ڈھائے گئے تو علماء نے جیل بھر دینے کا عمل شروع کیا ،مولانا نے بھی قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں ۔مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کو اس سلسلے میں اکوڑہ خٹک لایا گیا اور یوں مولانا اوران کے ساتھی ختم نبوت کا جھنڈا لے کر قادیانیت کے خلاف سرگرم عمل رہے۔

ارض مقدس سے محبت وعقیدت

مولانا رحمہ اللہ نے 16, 15 سال گزار کر ماجستیر اوردکتوراہ کی ڈگریاں جامعہ مدینہ منورہ سے حاصل کیں ۔یہ لمبا عرصہ دیار محبوب سے جدائی ناگوار ہونے کی وجہ سے گزر گیا وگرنہ آپ جیسی عبقری شخصیت کے لئے اتنا عرصہ گزارنا ضروری نہیں تھا۔اس سفر سے پہلے سفر حج میں جس والہانہ انداز سے سوئے حرم چلے وہ ایک عاشق کا انداز ہوسکتا ہے کہ عرصے تک گھر کی خیر خبر لینے پر بھی آمادہ نہ ہوئے۔حرمین سے دلی شغف ومحبت کیلئے خود انہوں نے اپنے سفرنامے میں یہ شعر نقل فرمایا ہے۔

ان نلت یاریح الصبایوما الی ارض الحرم
بلغ سلامی روضۃ فیھا النبی المحترم

اس سفر میں جابجا مولانا نے حرمین کیلئے جس تشویق ،رغبت اور تمنا کا اظہار فرمایا ہے وہ دیدنی ہے اور جوں جوں مولانا ارض حرم کے قریب تر ہوتے جاتے ہیں ان کا دل سینے میں مچلنے لگتا ہے ۔اور آپ اردو، فارسی ،اورعربی کے اشعار گنگناتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں ۔

وعدہ وصل چوں شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد

و اقرب مایکون الشوق یوما
اذا دنت الخیام الی الخیام

مسجد حرام کے میناروں پر نظر پڑتی ہے تو مولانا پر حال طاری ہو جاتا ہے اور زبان قال ساتھ دینے کو تیار نہیں'' آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں'' کے مصداق مولانا اپنی مجبوری کے لئے اس شعر کا سہارا لیتے ہیں:

اکنون کرا دماغ کہ پرسدز باغبان
بلبل چہ گفت گل چہ شنید وصبا چہ کرد
نازم بچشم خویش کہ جمال تو دیدہ است
رفتم بہ پائے خویش کہ بکویت رسدہ است

حنفیت کی ترجمانی

مولانا جب جامعہ مدینہ جانے لگے تو حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے گئے اور انہوں نے بخوشی جانے دیا گو کہ مولانا طلبہ کے وہاں جانے میں تأمل کا اظہار فرماتے کہ کہیں غیر مقلد نہ بن جائیں۔ تاہم مولانا کے بارے میں مطمئن تھے اور مولانا بھی توقعات پر پورا اترے تقریباً ۱۶ سال غیر مقلدیت کے ماحول میں رہ کر حنفیت کی ترجمانی فرماتے رہے اور قابلیت ولیاقت کی وجہ سے حنفی ہو کر بھی سب کے لئے قابل احترام ٹھہرے۔

شاگردوں اور متعلقین سے تعلق

اپنے شاگردوں اور متعلقین سے جو تعلق رکھا وہ استاد وشاگرد کا نہیں بلکہ دو(۲) ہم پلہ وہم رتبہ ساتھیوں کا تعلق معلوم ہوتا ہے۔ ان کے شاگردوں کے پاس ان کی بہت ساری تحریریں محفوظ ہیں۔ جنہیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے۔ کہ آپ کس طرح ان کو القاب وآداب اور عزت واحترام سے یاد فرماتے، ہر خط کا جواب پوری دلجمعی سے تحریر فرماتے اور شاگردوں کی معمولی سی دعوت پر لبیک کہہ کر ان کے احترام میں اضافے کا باعث بنتے۔ اور ہر ایک شاگرد سمجھتا کہ شاید وہ ہی مولانا کو سب سے زیادہ عزیز ہے۔ اپنے شاگرد خاص حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہ کا بڑے پر تپاک انداز سے تذکرہ فرماتے، دعائیں دیتے اور داد شجاعت سے نوازتے۔ اکثر جلسوں اور مبارک محافل میں ان کا نام لے لے کر فخر فرماتے اور اس شعر کے مصداق ان کا تذکرہ کر کے ھل من مبارز کہتے:

اولیک ابنائی فجئنی بمثلھم
اذا جمعتنا یاجریر المجامع (بتعیر قلیل)

وفات سے دو دن پہلے اپنے شاگردوں کے حوالے سے وصیت فرمائی کہ ان کا وقت ضائع ہو رہا ہے ان کے اسباق کسی کے ذمے لگائے جائیں۔

تاریخی جنازہ

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول ہے ''الفرق بن اهل السنة واهل البدعة يظهر فى الجنائز ''یعنی اہل سنت اور اہل بدعت میں فرق کا اظہار ان کے جنازوں سے ہوتا ہے۔ کے بمصداق مولانا کا جنازہ نوشہرہ نہیں پورے صوبہ خیبر پختون خواہ بلکہ پاکستان کی سطح پر ایک تاریخی جنازہ تھا اور مولانا نے جاتے ہوئے ثابت کر دیا کہ کتنے دلوں پر ان کی حکمرانی تھی۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا جنازہ میں بھی لاکھوں فرزندان توحید نے شرکت کی۔ بالکل حج کا سا مجمع لگ رہا تھا اور حقیقتاً حج کے بعد شاید یہ بڑا اجتماع تھا۔ دور دور تک سڑکیں بلاک تھیں اور ہر طرف ہجوم عاشقان تھا جو بحر بیکراں بن کر موجزن تھا۔ ہر شخص افسردہ اور ہر چہرہ پژمردہ لگ رہا تھا ''موت العالم موت العالم'' کا واضح نظارہ تھا یہ ایک شخص کی موت نہیں تھی پورے صوبے پر ابر ماتم چھائے ہوئے تھے۔

ع مرثیہ ایک کا اور نوحہ ساری قوم کا

سوشل میڈیا پر مولانا کے متعلقین لمحہ لمحہ کی خبر پھیلا رہے تھے۔ حضرت مولانا راشد الحق سمیع صاحب ایڈیٹر ''ماہنامہ الحق'' نے اپنے مخصوص ادبی انداز میں مولانا کی حیات پر نثری مرثیے پیش کئے۔ انہوں نے مولانا کی آخری تحریر کو نشر کیا اور ارباب علم کو مولانا کی زندگی پر لکھنے کی ترغیب دی۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا مثالی کردار

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی شخصیت اور وجود مسعود سدابہار درخت کی سی ہے۔ جس کے سائے تلے، تھکے ہارے، درماندہ، وپسماندہ لوگ پناہ لیکر سکون وآرام پاتے ہیں۔ کتنے حادثے آئے۔ کتنے طوفان اٹھے، ظلم وستم کی کتنی بجلیاں کوندیں، کتنی آندھیاں چلیں، کالی آندھیاں جن کی وجہ سے لوگوں نے راستے بدل دیئے، ہواؤں کا رخ اختیار کیا مگر یہ مرد خود آگاہ ودرویش حق آراء حق کے سارے سابقوں اور لاحقوں کیساتھ پہاڑ بن کر ثابت قدم رہا۔

چنانچہ اسی حادثہ فاجعہ میں بھی مولانا نے وہی کردار ادا کیا۔ مولانا کی جدائی کا صدمہ اٹھا کر دوسروں کے لئے تسلی ودلاسے کا باعث بنے، تعزیتی کانفرس منعقد کرا کے اپنے ساتھی کو بھرپور خراج عقیدت پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ شیخ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور علم وعرفان کے شہر حقانیہ کو تاابد شاد وآباد رکھے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں امین باد

مفتی محمد نعیم حقانی

فاضل ومتخصص جامعہ دار العلوم حقانیہ

تیری یاد کب تک رُلائے گی اے شیخ!

حضرت شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہؒ وہ عظیم شخصیت ہے کہ جس نے علماء دیو بند کے افکار ونظریات اور علوم کو اگلی نسلوں تک منتقل کر کے شجرِ حق کے جڑوں کو مضبوط کیا۔ شرک وبدعت اور ہوا پرستی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں توحید وسنت کی شمع روشن کی اور قرآن وحدیث اور علومِ دینیہ کو بانگِ دہل بیان کیا۔ حضرت امام الاولیاء شیخ القرآن مولانا احمد علی لاہوریؒ کے علوم قرآن اور شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ کے علوم حدیث کی امانت کو امت مسلمہ تک منتقل کیا۔

والدین کے حج کا واقعہ اللہ پر توکل اور اس کا بدلہ

حضرتؒ کے ہاں ہم عصر کے وقت ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے اور نماز کے بعد حضرتؒ کا معمول تھا کہ مسجد میں مہمانوں کے ساتھ کافی دیر تک بیٹھتے تھے۔ ایک دن حضرت نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ میں نے اپنے والدین کو حج کروانے کے لیے یہ زمین جس پر اب یہ مسجد ومدرسہ اور قبرستان بنا ہوا ہے اس کو میں نے 1,80,00/- روپے پر بیچ دیا تھا۔ ان پیسوں پر والدین نے حج ادا کیا۔ پھر ایک دن وہ بھی آیا کہ جس آدمی نے یہ زمین خریدی تھی اس نے بتایا کہ میں اس کو بیچ رہا ہوں تو اس وقت اس کی قیمت 1,80,000/- روپے تھی میں نے خرید کر مسجد، مدرسہ اور قبرستان کے لیے وقف کی۔

سو دفعہ ناپو ایک دفعہ کاٹو

بندہ ناچیز نے جب اقوالِ لاہوری اور افادات دیر باباجیؒ (خلاصہ تفسیر لاہوریؒ) کو حضرتؒ کے سامنے تفریظ کے لیے پیش کیا تو بہت خوش ہوئے کیونکہ یہ حضرت کے استاذ کے اقوال تھے۔ پھر بندہ ناچیز کو ایک نصیحت کی کہ بیٹا جو بھی کتاب لکھنی ہو تو سب سے پہلے اس کی اچھے اچھے (مستند) علماء سے نظر ثانی کروالیا کرو۔ اور پھر اس کو چھپوانے کے لیے بھیجا کرو کیونکہ اگر اس میں کوئی غلطی باقی رہ جائے تو پھر 1000 کتابوں میں ٹھیک کرنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت نے فرمایا کہ بیٹا" سو دفعہ ناپو ایک دفعہ کاٹو" مطلب یہ کہ اتنا دیکھو کہ کوئی بھی غلطی باقی نہ رہے۔

حضرتؒ کی کچھ انمول نصائح اختتامی دعا کے موقع پر

☆ مقصد صرفِ رضاء الٰہی ہو تنخواہ ملے یا نہ ملے تم اپنا کام جاری رکھو اللہ تعالیٰ تمھارے رزق میں برکت نصیب فرمائے گا۔

☆ جب بھی کوئی چیز منکر ہو شریعت کے خلاف ہو تو اس کو ہر حال میں روکنے کی کوشش کرو۔

☆ غلط عقائد سے اپنے آپ کو اور لوگوں کو بچاتے رہو اور نشاندہی بھی کیا کرو کہ یہ فرقہ کیوں باطل ہے۔ قادیانی کیوں کافر ہے۔ شیعہ کیوں کافر ہے۔

☆ کسی سے طمع نہ کیا کرو۔ وعظ فروش نہ بنو۔ تقریر فروش مت بنو کیونکہ حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی کوئی تمہیں تقریر کے لیے بلائے تو اپنے ساتھ بُنے ہوئے چنے لیے جاؤں اور ان سے کھانے پینے کا طمع مت کیا کرو۔ پھر فرمایا کہ تبلیغی حضرات اس لیے کامیاب ہیں کہ وہ اپنے مال سے کھاتے پیتے ہیں۔

☆ فرقِ باطلہ کی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا کرو اور دلائل کی بنیاد پر ان کی نظریے کی روک تھام کیا کرو۔

☆ اور جاتے ہی اپنے آپ کو علم کے فریضے میں مشغول کرو اگر تدریس نہ ملے تو کم از کم مسجدوں میں درسِ قرآن اور درس حدیث شروع کرو۔

☆ جب بھی کسی مدرسے میں تدریس کا موقع ملے تو خود مطالبہ مت کرو کہ مجھے یہ فلاں کتاب دو۔ جو بھی مل جائے خوشی سے پڑھانا شروع کرو۔ ہاں جس فن میں مہارت ہو تو اس کے مطالبہ میں کوئی حرج نہیں۔

☆ اپنے اساتذہ اور والدین کی نیک نامی کا باعث بنو علم کا احترام کرو، پھر حضرت نے فرمایا کہ کاش میری استطاعت ہوتی تو آج میں تمام طلباء کا نکاح کرواتا۔

حلب میں ایک ہی دن میں سولہ سو طلبہ کی شادی

حلب شام کا آخری شہر ہے اس سے آگے کچھ مسافت پر ترک کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ہم سولہ طلباء پر مشتمل ایک وفد حلب گیا تھا وہاں پر ایک پرانا مکتبہ ہے جس کا نام مکتبہ احمدیہ ہے۔ تاتاریوں نے 600 ھ میں اس کتب خانے کے مالک کو قتل کیا تھا۔ اسی مکتبے کے ساتھ ایک عظیم الشان مدرسہ تھا مکتبے کے لیے دنیا بھر میں جہاں بھی کوئی نئی کتاب ہوتی اور جتنی قیمت پر ہوتی وہ خرید کر مکتبے میں رکھتے تھے۔ اس کتب خانے کے ناظم نے بتایا کہ ایک دفعہ اس مدرسے کے طلبہ نے مہتمم کو درخواست لکھی کہ آپ اتنی مہنگی کتابیں خرید کر مکتبہ میں رکھتے ہیں اور طلبہ کیلئے شادیوں کا کوئی انتظام نہیں کرتے۔ چنانچہ مہتمم صاحب نے درخواست منظور

کر کے اپنے مدرسے کے تمام طلبہ جن کی تعداد 1600 تھی کیلئے ایک دن میں شادیاں کیں اور تمام شہر والوں کو ولیمہ کا کھانا کھلایا۔

میں نے ناظم کتب خانہ کو کہا کہ ہم تو سولہ سو نہیں ہم تو صرف سولہ طلبہ ہیں۔ آج کوئی متمول مکتبہ احمدیہ کے مالک کی سنت کو تازہ کرنے والا نہیں ہے۔ اس پر سب طلبہ اور حاضرین ہنس پڑے۔

امیر المؤمنین کو نصیحت

ہم ایک دفعہ افغانستان گئے ہمارے ساتھ کچھ طلبہ بھی تھے، گردیز میں مجھے امیر المومنین ملا عمرؒ نے فرمایا کہ تم نے تقریر کرنی ہے۔ مختلف موضوعات پر میں نے تقریر کی۔ ایک بات میں نے یہ بھی کہی تھی: کہ اے امیر المومنین کہ جب پورا ملک طالبان کے زیر تسلط آجائے تو سب سے پہلے یہ کام کرنا ہے کہ ان مجاہدین میں جس نے بھی شادی نہیں کی ان کی شادی کا بندوبست کرو گے۔

تو ادھر بہت سے طلبہ نے زندہ باد کی نعرے لگانے شروع کر دی اور یہ ہوگا انشاء اللہ دعا کرو کہ افغانستان آزاد ہو جائے تو یہ پروگرام ہوگا۔ انشاء اللہ، جہاد نے تمام مسائل کو زندہ کیا اب صرف دو ہی باقی ہے۔

(i) غلام (ii) اور باندی کا۔

آپؒ کی وفات سے علمی وروحانی دنیا تاریک ہوگئی۔ زہد وتقویٰ اور علم وفضل کا ایک آفتاب غروب ہو گیا جس کی کرنوں سے پوری دنیا منور تھی۔ حق تعالیٰ حضرت شیخ صاحبؒ کے درجات کو بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور ہم جیسے گنہگاروں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

وقد فارق الناس الاحبة قبلنا

واعی دواء الموت کل طبیب

سبقنا الی الدنیا فلوعاش اهلها

منعنا بها من جیئة وذهوب

تملكها الاتی تملك سالب

وفارقها الماضی فراق سلیب

مذہبی رسائل میں
تعزیتی شذرات

ہر گل بھی ساتھ ہو کے چمن سے نکل گیا
اک شخص سارے شہر کو ویران کرگیا

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی

رفتگان صلحاء

صلحاء علماء اور نیک لوگ رفتہ رفتہ دنیا سے اٹھتے جارہے ہیں جو یقیناً قیامت کی علامات میں سے ہے۔ نیک لوگوں کا وجود دنیا کے لئے باعث برکت ورحمت ہے۔ ایک عالم سے چونکہ بہت سے لوگوں کا ایمان وابستہ ہوتا ہے اس لئے ایک عالم صالح کی موت کو کل جہاں کی موت قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدنی رحمہ اللہ ایک جید عالم دین اور حدیث کے بڑے ماہر استاد تھے آپ نے ایک عرصہ دراز تک جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ کی مسند حدیث کو زینت بخشی، ہزاروں تلامذہ نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ ان کی موت یقیناً ایک جہاں کی موت ہے۔ ایسے علماء صلحاء کی تعداد اب بہت کم ہے، آپ نہ صرف ظاہری علوم کے جامع اور ماہر تھے بلکہ باطنی علوم کی فیض بھی آپ نے اپنے اکابر سے حاصل کئے تھے۔

مادر علمی دارالعلوم حقانیہ سے فیض پانے کے بعد آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں کبار اساتذہ کرام سے فیض حاصل کیا، پھر مدینہ یونیورسٹی میں دکتورا کیا اس کے بعد آخر دم تک دین کی خدمت کرتے رہے۔ آپ کی علمی، دینی، تبلیغی اور جہادی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کی تصنیفی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔

احقر کو آپ سے زیادہ نیاز حاصل نہیں ہوا۔ البتہ ایک مرتبہ آپ کی زیارت اور مجلس میں بیٹھنے کا موقع ملا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب افغانستان میں نفاذ اسلام کے لئے ایک فارمولا طے کرنے کیلئے حضرات علماء کرام کا ایک وفد افغانستان جانے کیلئے تشکیل دیا جارہا تھا اور اس میں حضرت والد ماجدؒ کا نام بھی شامل تھا۔ حضرت مولانا اسی سلسلہ میں دعوت دینے کیلئے مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب مدظلہ کیساتھ خود ہی ساہیوال تشریف لائے تھے اس موقع پر آپ کی تواضع اور شرافت نفس قابل دید تھی، تمام تر علم وفضل وکمال کے باوجود آپ اسطرح تواضع وعاجزی سے پیش آئے کہ گویا آپ سب سے چھوٹے ہیں۔ آپ اس وقت صحیح طور پر ع.....نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین کا مصداق معلوم ہورہے تھے۔ حضرت والد ماجد نے بھی ان کا بڑا اکرام فرمایا۔ دونوں بزرگوں کی یہ محفل تواضع وفروتنی کا عجیب مرقع تھی۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے ان کی دعوت قبول فرمائی لیکن پھر بعض عوارض کی وجہ سے اس سفر کی نوبت نہیں آئی۔

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت مولانا مرحوم کی خدمات قبول فرماویں اور ان کے درجات بلند فرمائیں، آمین

مولانا محمد یوسف مدنی
خادم طلبہ جامعہ معہد الخلیل الاسلامی

ایک نابغۂ روزگار شخصیت

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ قدس اللہ سرہ دور حاضر کی ان نابغہ روزگار شخصیات میں سے تھے جن کی ساری زندگی اشاعت دین کے لئے وقف تھی تعلیم وتعلم ،درس وتدریس،تصنیف وتالیف ،فقہ افتاء ،مشیخت حدیث کی خدمات کے ساتھ آپ ایک پر جوش داعی حق ، جہاد فی سبیل اللہ کے علمبردار اور متنوع دینی خدمات کے سرپرست بھی تھے آپ کی زندگی بھی بڑی بابرکت تھی اور موت بھی بیحد مبارک۔

آپ طلاب علم اور خدام دین کے دلوں کی دھڑکن تھے کہ آپ کے دست شفقت سے ان کو بے حد حوصلہ ملتا تھا آپ کی زندگی جس طرح ہمارے لئے ایک پیغام ہے اسی طرح آپ کی موت بھی ۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس قبولیت عامہ سے نوازا تھا

آپ کا جنازہ اس کی ایک جھلک تھا کئی کلومیٹر پر پھیلا ہوا از دحام اور لاکھوں افراد کا مجمع زبان حال سے چیخ کر پکار رہا تھا کہ ایسی قابل رشک موت پر ہزاروں زندگیاں قربان فصل مابیننا وبین اعداء نا یوم الجنائز والی بات شاید ایسے موقع ہی کے لئے کہی گئی ہے۔

حق تعالیٰ شانہ ان کی تربت پر کروڑہا کروڑ رحمتیں نازل فرما کر انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی وفات سے پیدا ہونے والے خلا کو پر فرمائے ۔آمین

اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ

مولانا زبیر احمد صدیقی
صدائے فاروقیہ شجاع آباد

ایک باکمال شخصیت

عارف باللہ حضرت اقدس ڈاکٹر شیر علی شاہ شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک مورخہ ۳۰ اکتوبر بمطابق ۱۶ محرم الحرام بھی دنیا سے راہی اجل ہوگئے آپ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث مجاہد ملت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم وفکر کے امین امیر المجاہدین شیخ الواعظین اور صاحب علم وتقویٰ بزرگ تھے آپ نے زندگی بھر قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نغموں سے خلق خدا کو فیض یاب فرمایا دین کے جملہ شعبوں تعلیم وتدریس تبلیغ وارشاد جہاد ومجاہدہ تصوف وتزکیہ میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

دنیا بھر میں بالخصوص پاکستان وافغانستان میں آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے جبکہ محبین کی تعداد تو لاکھوں میں ہے آپ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص تھے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے مجاہدین خدام میں آپ کا شمار ہوتا تھا آپ نے جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک میں اکابر امت اور عرب کے مشائخ سے کسب علم فرمایا جب عملی میدان میں قدم رکھا تو پھر عربی اردو پشتو انگریزی فارسی اور پشتو میں قرآن وسنت کے جواہر پارے بکھیرے ۲۰۱۲ء میں احقر کو بھی حضرت کی معیت میں سفر ہندوستان کی سعادت حاصل ہوئی۔

محمد ارمغان ارمانؔ
مدیر اصلاحی سلسلہ ''التربیت'' فاروقہ سرگودھا

اِک محدثِ وقت رُخصت ہوا
موتُ العالِم موتُ العالَم

۱۶رمحرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۳۰راکتوبر ۲۰۱۵ء بروز جمعۃ المبارک بوقت سہ پہر تین بجے کے قریب عالمِ اسلام کی عظیم علمی و رُوحانی شخصیت، مجاہدینِ اسلام و جہادی تحاریک کے سرپرست و رہنما، محدثِ کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ (بانی دارُالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) کے تلمیذِ رشید و مسترشد، متبحر و محقق عالمِ دین، مجاہدِ کبیر، ولیِ کامل، اُستاذ العلماء، اُستاذ المجاہدین، محبوب العلماء والمشائخ، نمونۂ اسلاف، محدثِ وقت، مفسرِ دوراں دارُالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا ڈاکٹر سیّد شیر علی شاہ المدنی صاحب بھی طویل علالت کے بعد تقریباً ۸۷ برس کی عمر (باعتبار ہجری) میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

موبائل فون پر جب حضرت شاہ صاحب کی رحلت کی خبر احقر کو ملی تو دل کو ایک دَم جھٹکا لگا، یقین نہیں آ رہا تھا، جب تصدیق ہوئی تو یقین آیا کہ واقعی حضرت شاہ صاحب ''دامت برکاتہم'' سے ''رحمہ اللہ تعالیٰ'' ہوکر دُنیائے فانی سے انتقال فرما چکے ہیں۔

ع آج وہ کل ہماری باری ہے

حضرت نے شدید علالت کے باوجود آخر تک جامعہ میں بخاری و ترمذی شریف کا درس جاری رکھا، یہ حدیث شریف سے آپ کے کمال درجہ شغف کی نشانی ہے۔

جب زیارت کی سعادت ملی

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے غائبانہ تعارف بھی تھا اور محبت بھی، حضرت ایسی پُر بہار شخصیت کے حامل تھے کہ جن کا تذکرہ آتے ہی دل میں تازگی اور خوشی کا احساس ہوتا تھا۔ آپ کی زیارت و ملاقات احقر کی دیرینہ آرزو تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے موقع عطا فرمایا، بوجوہ ملاقات تو نہ کرسکا مگر قریب سے زیارت اور بیان سننے کی سعادت ضرور حاصل ہوئی، یہ ختمِ بخاری شریف کا موقع تھا۔ ماشاء اللہ! چہرہ نورانی، طبیعت سادہ، شان مجاہدانہ، نہایت متواضع اور علم و فضل کے اعتبار سے اسلاف کی یادگار تھے، بیان بھی مَاشَآءَ اللہ خوب عمدہ تھا۔

شاہ صاحب کی غیرت ایمانی

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت ہمارے علمی و دینی حلقوں میں محتاجِ تعارف نہیں، آپ کا شمار بلاشبہ عصرِ حاضر کے اکابر اُمت میں تھا، پوری دُنیا میں آپ علمی، تحقیقی، تدریسی، تقریری اور جہادی خدمات و کمالات کے حوالوں سے مشہور تھے۔

آپ میں جذبۂ جہاد، جوشِ ایمانی، حق گوئی و بے باکی، دینی حمیت اور ملتِ اسلامیہ کا دین سے دُوری اور غفلت پر بہت درد وغم تھا، بطورِ نمونہ ایک عربی رسالہ مکانة الحية فی الاسلام جس کا اُردو زبان میں ترجمہ بنام ''اسلام میں ڈاڑھی کا مقام'' ہو چکا ہے اس پر شاہد ہے وجۂ تالیف مقدمہ میں پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ جس مجلس میں آپ شریک ہوتے تمام اکابر کے منظورِ نظر اور میرِ مجلس ہوتے تھے۔ جس بات کو حق و صحیح جانتے، ڈنکے کی چوٹ پر بیان کرتے، اور جس کو غلط سمجھتے اُس کو نہایت جرأت و ہمت اور شرح صدر کے ساتھ غلط کہتے۔

شیخ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کی غیرتِ ایمانی ومحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ بطورِ نمونہ حضرت ہی کی زبانی ملاحظہ فرمایے، فرماتے ہیں کہ: ''ایک مرتبہ میں لاہور میں تھا، مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے ہاں پڑھتے تھے۔ تو دھرم پورہ جا رہے تھے، تو میرے سامنے (گاڑی کے اندر) ایک قادیانی بیٹھا ہوا تھا اور وہ غلام احمد قادیانی کے اشعار پڑھ رہا تھا اور مجھے سنا رہا تھا۔ میں نے کہا: خاموش ہو جاؤ، پھر میں نے اس کو مارا۔ تو کچھ لوگ میرے ساتھ لڑنے جھگڑنے لگے، میں نے ان سے کہا کہ: ایک قادیانی میرے سامنے کذّاب غلام احمد قادیانی کے اشعار پڑھ رہا ہے اور میری غیرت کہاں گئی ہے کہ میں اسے کچھ نہ کہوں؟ تو اس بات پر اور لوگوں کو بھی غیرت جاگی اور اس قادیانی کو خوب مارا، اور دوسرے سٹاپ پر اس کو گھسیٹ کر باہر پھینک دیا۔ مسلمانوں میں یہ جذبہ ہونا چاہیے ......

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

شیخ صاحب کے اساتذہ کرام

آپ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق، مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان، شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی لاہوری، قائدِ ملّت حضرت مولانا مفتی محمود، حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی، امیرِ شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، مشہور مناظر مولانا لال حسین اختر وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اکابر علماء ومشائخ سے بھرپور استفادہ کیا اور آپ اس پر فخر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایسی جامع شخصیات سے تلمذ ونسبت حاصل ہے۔ بالخصوص اپنے استاذ وشیخ حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہٗ سے زیادہ استفادہ کیا، آپ خود فرماتے ہیں کہ: ''بندہ بھی بیس سال سے زیادہ عرصہ حضرت کی خدمت میں بطور خادم رہ چکا ہے، کئی اسفار میں ان کی خدمات سرانجام دینے کا شرف حاصل ہے''۔ اپنے استاذ ومخدوم زادہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہم العالی جو آپ کے ہم سبق اور قریبی دوست ہیں کے لیے بہت دعائیں فرماتے۔

اپنے اساتذہ ومشائخ کا تذکرہ بہت ادب واحترام اور عقیدت ومحبت کے ساتھ فرماتے، اُن کے تذکرہ پر قلب کی حالت کیسی ہوتی تھی؟ خود فرماتے ہیں کہ: ''اسلاف کرام، بزرگانِ دین اور خصوصاً اپنے مشفق اساتذہ کرام کے سوانح وتراجم سے خدام ووابستگانِ عقیدت کے پژمردہ قلوب میں نشاط وانبساط کی کیفیات پیدا ہو جاتی ہے

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ
هو المسك ما کررته یتضوع

(ہمارے لیے نعمان بن ثابت کا ذکر بار بار کریں، بے شک ان کا تذکرہ مشک ہے جتنا بار بار کرو گے تو خوشبو پھیلے گی۔)

کبھی جب ذکر چھڑ جاتا ہے ان کا
زبان دو دو پہر ہوتی نہیں بند

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحب کو اپنے اساتذہ ومشائخ کی پُرخلوص خدمت اور جوتیاں سیدھی کرنے کی برکت سے مخدومیت کا تاج پہنایا، کہ آج پورے عالم میں علمائے کرام، مشائخِ عظام اور مجاہدینِ اسلام ان کی وفات پر اپنے آپ کو یتیم محسوس کر رہے ہیں۔

شیخ کا انداز بیان

حضرت کا علمی حلقوں میں درسِ حدیث اور اندازِ بیان بہت مشہور تھا جو عالمانہ، مؤرخانہ، محققانہ، فقیہانہ، حکیمانہ اور عارفانہ ہوتا تھا۔ طویل عرصہ حدیث شریف کی تدریس میں گزارا، علمِ حدیث کی خدمت اور بے پناہ شغف نے آپ کو عالمِ اسلام میں ''شیخ الحدیث'' کے لقب سے مشہور کر دیا تھا۔ آپکے پاکستان اور افغانستان میں ہزاروں تلامذہ

ہیں جن میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم (امیر جمعیت علماءِ اسلام ف) جیسے حضرات بھی شامل ہیں۔

جہاد میں علمی حصہ

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ میدانِ جہاد میں بھی شہادت کی تمنا لے کر عملاً حصہ لیتے رہے، چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ: ''بچپن ہی سے جہاد کی طرف رغبت تھی، لیکن حرکۃ المجاہدین کی ترغیب ہی پر ربّ العالمین نے مجھے جہاد افغانستان میں (روس کے خلاف) حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائی، اسی طرح جہاد کشمیر میں اس مبارک جماعت کی برکت سے ہمیں کچھ نہ کچھ حصہ نصیب ہوا''۔ آپ کی مجالس میں جہاد کا ذکر ضرور ہوتا تھا، مجاہدینِ اسلام کی رہنمائی وسرپرستی اور ان کی مکمل تائید وحمایت فرماتے اور ان کے لیے دُعائیں بھی فرماتے تھے۔

ملک میں نفاذ اسلامی نظام، تحفظ ختمِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم، تحفظ ناموسِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، تحفظ مدارسِ دینیہ، دفاعِ اکابر واسلاف، الغرض ہر محاذ پر آپ کی عظیم خدمات نظر آتی ہیں، عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت کی سرپرستی بھی فرماتے رہے۔

یہ مختصر تحریر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمات وکمالات کا احاطہ نہیں کرسکتی، اُمید ہے کہ محبی ومشفقی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہم حسبِ روایت حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے تذکرہ وسوانح، خدمات و واقعات اور علمی فیوضات وملفوظات پر مشتمل خاص شمارہ شائع کریں گے تاکہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے سنہری کارناموں اور علمی و دینی خدمتوں سے عامۃ الناس کو واقفیت ہو۔ قارئین سے دُعائے مغفرت و بلندیٔ درجات اور مسنون طریقہ پر ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔

قرنها بایدکه تایك مرد حق پیدا شود
بایزید اندر خراسان یا اویس اندر قرن
سالها باید که تا یك سنگ اصلی ز آفتاب
لعل گردد دربدخشان یا عقیق اندریمن

بنت مولانا عبدالمجید قدس سرہ

کاروان رفتہ کے مسافر

جب سے ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ صاحب کی رحلت کی خبر سنی ہے یہی تہی وتنگ دامنی مضطرب کئے دیتی ہے کہ اجالے کم سے کم ہوتے جارہے ہیں، بلاشبہ ان کی حیاتِ مستعار بے پناہ خیر و برکتوں کا مجموعہ تھی، وہ ایک ٹھنڈ چھاؤں شخصیت رہے، نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو، پاک دل و پاک باز، پھرتا ہے فلک برسوں تب کہیں جا کر ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں جو امت کیلئے مینارہ ءنور اور امید کی کرن ہوا کرتے ہیں، مولانا رحمہ اللہ جیسے علماء جہاں امتِ مسلمہ کی دستگیری احسن طریق سے کرتے رہے وہیں دینی مدارس کے لئے اس پرفتن دور میں ایک گھنے سائباں کی حیثیت بھی رہے، جب بھی کوئی منہ زور آندھی مدارس سے ٹکرائی ان حضرات نے بانگِ دہل حق گوئی کی۔ یہ وہ زندگیاں ہیں جو قلزمِ ناپیدا کنار اور بحرِ ذخار ہوا کرتی ہیں۔جن میں ہر ارادتِ کیش یا غیر ارادتِ کیش غواصی کر کے گوہر ہائے مراد حاصل کرسکتا ہے، یہ ان مردانِ خدا میں سے رہے جن کی زیست کا ایک ایک لمحہ استرضائے حق اور حصولِ خوشنودی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف ہوتا ہے،ان کے قلوب انوارِ الٰہی اور تجلیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مستنیر ومنور ہوجاتے ہیں۔ان کے قلوب میں جلالی و جمالی رنگ پیدا ہوجاتا ہے اور وہ کبھی تو اللہ کی برہان نظر آتے ہیں اور کبھی خلوص، ایثار، قربانیاں اور خدمتِ خلق کا پیکر گراں نظر آتے ہیں۔ان حضرات کو خداوند قدوس نے الا ان اولیآء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کے ذیشان الفاظ سے خطاب کیا، اور حضور صدرِ ایوان، ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیآئی تحت قبائی فرما کر اس جماعتِ مقدسہ کو اپنے دامنِ کریم میں پناہ دی۔

پھر جب اچانک ہی یہ قیمتی گوہر رفعتِ ابدی کے مسافر بن کر خلدِ بریں کے مکیں ہوجاتے ہیں تو عارضی اور فانی دنیا کے مکینوں کے قلب کو ٹھیس سی لگتی ہے۔دل میں ویرانی سی چھا جاتی ہے، بے چینی اور کم مائیگی کا احساس جکڑ جکڑ لیتا ہے اور ہر ہر رحلت سے عالم میں خلا سا دکھتا ہے۔کیونکہ قحط الرجال کے اس دور میں ہر عالم ربانی کے رحلت امتِ مسلمہ کے لئے ایک سانحہءعظیم کا درجہ رکھتی ہے، یہ قیمتی اثاثہ ہم گنواتے جارہے ہیں، جبکہ ہر عظیم رحلت ایک خاموش پیغام آخرت ہے جو ماتم زدگان قافلے کو پکار کر کہتی ہے کہ،، خدارا!! ان علماء ربانیین کے منصب کو پہچان کر ان کے در سے فیضیاب ہوا جائے، ان کے نقشِ قدم پر چل کر دشمنان اسلام کو بتایا جائے کہ مدارسِ اسلامیہ ابھی اپنی قیادت سے محروم ضرور ہوئے ہیں لیکن بانجھ نہیں ہوئے ......!! جب تک علماء دیوبند کے فرزند، ان کی ملت کے حقیقی نگہبان بن کر نقشہ ء عالم میں ابھرتے رہیں گے خدا کا نام سرزمینِ عالم میں گونجتا رہے گا۔

غلام عباس صدیقی

یہ تیرے پراسرار بندے

زندگی کی کثیر خواہشات کے سمندر میں ایک خواہش یہ تھی کہ زندگی میں ایک بار دور حاضر میں عالم اسلام کی معتبر ہستی شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کا دیدار ہوجائے ان کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کو میرے کان سنیں ان کی روحانیت کا دل ونگاہ سے مشاہدہ کرسکوں کیونکہ یہ کوئی عام ہستی نہیں تھی ان کے احترام عالم اسلام کے جید علماء صلحاء کرتے رہے انہیں اپنا شیخ مربی، محسن سمجھتے تھے عرب وعجم میں ان کا ایک مقام تھا ظاہری وسائل سے محروم ہمارے جیسے انسان کے لئے ان سے ملنا مشکل تر ہوتا جارہا تھا لیکن مشن اس منزل کو حاصل کرنے کیلئے تقریباً دو دہائیاں جدوجہد جاری رہی، جب وہ لاہور تشریف لاتے تو اتفاق ایسا ہوتا کہ بندہ شہر سے باہر ہوتا یا علم نہ ہو پاتا کئی بار لاہور میں ان کی قیام گاہ پر جانے کا اتفاق نہ ہوا لیکن دیدار نصیب نہ ہوا دل مضطرب وخواہش بڑھتی ہی جارہی تھی۔

دلی تمنا برآئی

ایک دن ہمارے بزرگ رہنما راجہ محمد ارشاد صاحب (سابق ڈپٹی اٹارنی جنرل سپریم کورٹ آف پاکستان) نے ایک مجلس میں اللہ کی حاکمیت کے موضوع پر سیمینار کے مقررین پر رائے دیتے ہوئے کہا کہ اس تقریب کے مرکزی مقرر مہمان خصوصی ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ ہونے چاہیں ہم نے استفسار کیا کہ ڈاکٹر صاحب کو لائے گا کون؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ ذمہ داری میری ہوگی وہ ہر حال میں تشریف لائیں گے دیگر مقررین کے اسمائے گرامی طے کرکے اجلاس ختم ہوگیا تو بندہ پر ایک خوشی کی کیفیت طاری ہوگئی جذبات کا یک سمندر اُمڈ آیا تھا اس دن کا بے قراری سے انتظار ہونے لگا آخر کار وہ دن آہی گیا ہمدرد یونیورسٹی لاہور میں ہونے والے اس سیمینار میں جب شرکت کیلئے ہال کے اندر داخل ہوئے تو ہال اس مرد قلندر کے دیدار کیلئے پہلے ہی بھر گیا تھا پروگرام کا آغاز ہمارے آنے سے پہلے ہی ہوچکا تھا ابھی حضرت تشریف نہیں لائے تھے تھوڑی دیر کے بعد حضرت والا تشریف لائے تو سارے سامعین ادب واحترام سے کھڑے ہوگئے ہال میں ایک پراسرار خاموشی چھاگئی بندی کی ایک دیرینہ خواہش پوری ہونے جارہی تھی جب آنکھوں نے اس عالم ربانی محبوب سبحانی استاد عرب وعجم کو دیکھا تو دل گواہی دینے لگا کہ اے اللہ!

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں بخشا ہے تو نے ذوق خدائی

میں سے ایک ہستی یہ بھی ہیں ان کا خطاب پراسرار سنا تو دل کو تسلی ہوئی کہ جس مشن پر گامزن ہو وہ حق سچ ہے پروگرام ختم ہوا تو الگ ملاقات کو موقعہ نہ مل سکا دل کو تسلی دی کہ صبر کرو اللہ پھر کبھی دوبارہ ملاقات کا موقعہ ضرور عطاء فرماویں گے شب وروز اسی امید سے گزر رہے تھے کہ 31 اکتوبر 2015 کی شام کو نشریاتی اداروں نے جب ڈاکٹر شیر علی شاہ کے سانحہ ارتحال کی خبر نشر کی تو خود کو لاوارث یتیم تصور کرنے لگا ایسے لگا جیسے ہم پھر ایک بار یتیم ہو گئے اس موقعہ پر علامہ اقبالؒ کا یہ شعر بہت یاد آیا

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت کا انتقال ایسے وقت میں ہوا جب ملک کے دوصوبوں کے بیس اضلاع میں بلدیاتی الیکشن کا آخری دن تھا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ان کے ماننے والوں کا ایک سمندر اکوڑہ خٹک امڈ آیا ہر طرف انسان ہی انسان نظر آرہے تھے ووٹ دینے سے بے نیاز انسانوں کا سمندر آج اس بات کی گواہی دینے آتا تھا کہ اے اللہ! شیر علی شاہؒ نے تیرے دین متین کی نشر واشاعت تبلیغ دفاع قیام اسلامی نظام خلافت کیلئے وہی طرز اپنایا جو تیرے محبوب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا یہ تیرے دین کا سپاہی بن کر کفر کے سامنے کوہ گراں بنا رہا، تیرے پاس آنے والے اس عظیم انسان نے نظام باطل کو جڑوں سے اکھاڑنے کیلئے ایسے جری بہادر باوفا لوگ تیار کئے جنہوں نے افغانستان سمیت دنیا بھر کے میدانوں، صحراؤں بیابانوں اور ریگزاروں میں تیرے نظام کو قائم کر کے دنیا کفر کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا جب کفر کے سب جھنڈے اور اس کے چمچے کڑ چھے متحد ہو کر اس پر ٹوٹ پڑے تو انہوں نے برق جہاد کے شعلوں سے اسے بھسم کر دیا یہ تیرا بندہ میدان جہاد میں مصروف جہاد بھی رہا اکوڑہ خٹک کے جامعہ حقانیہ سے قرآن وحدیث کی صدا لگاتا رہا جس کی بازگشت ساری دنیا کے انسانوں نے سنی اس پر لبیک کہا آج وہ رونقیں ماند پڑ گئی ہیں جامعہ حقانیہ کی درسگاہیں آج اس نابغہ روزگار ہستی کا انتظار کر رہی ہیں وہاں ایک اداسی کا عالم ہے اے اللہ! گواہی دیتے ہیں کہ ڈاکٹر شیر علی شاہ اس پرفتن دور میں قافلہ اہل حق کے میر کارواں سرخیل تھے اے اللہ! ہم اس بندہ گوہر نایاب کو تیرے سپرد کر رہے ہیں اسے اپنے کامیاب بندوں میں شامل کر کے رفاقت حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرما۔ (بشکریہ: روزنامہ ''اسلام'' ۳ نومبر ۲۰۱۵)

محمد افضل شمسی
مدیر ماہنامہ ''تجلیات حبیب'' چکوال

شیخ الحدیث حضرت ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی کا سانحہ ارتحال

یادگار اسلاف شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنی طویل علالت کے بعد ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۵ء (۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ) بروز جمعۃ المبارک سہ پہر سوا تین بجے پشاور کے رحمان میڈیکل انسٹی ٹیوٹ میں رحلت فرما گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہمہ جہتی خدمات

آپ کی پوری زندگی خدمت وحفاظت دین میں گزری آپ کے تلامذہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں آپ پاکستان اور افغانستان کے ہزاروں علماء ومشائخ کے استاد تھے ،آپ نے تفسیر وحدیث اور دیگر علوم میں کئی اہم تصانیف لکھیں تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں 1977ء میں آپ دو ماہ تک پابند سلاسل رہے آپ نے افغانستان میں روس کے خلاف جہاد میں بھی حصہ لیا۔

مشاہیر امت کی خراج عقیدت

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی کی نماز جنازہ اگلے روز اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ کے قریب ایک وسیع وعریض میدان میں ادا کی گئی جس کی امامت آپ کے فرزند اکبر حضرت مولانا سید امجد علی شاہ مدظلہ نے کی جس کے بعد آپ کے آبائی قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا نماز جنازہ سے قبل دارالعلوم حقانیہ میں تعزیتی اجتماع سے ملک بھر سے اکابر علمائے کرام مذہبی وسیاسی قائدین اور صحافی حضرات نے اپنے خطابات کے دوران آپ کی ہمہ جہت دینی خدمات پر آپ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

جانشین مرشد عالم حضرت اقدس مولانا پیر عبدالرحمان نقشبندی دامت برکاتہم نے آپ کے سانحہ ارتحال کو موت العالم موت العالم کا مصداق قرار دیتے ہوئے دعا فرمائی کہ اللہ جل شانہ آپ کی کامل مغفرت فرمائے آپ کو اعلیٰ علیین میں مقام بلند نصیب فرمائے اور آپ کی تمام روحانی ونسبی اولاد کو آپ کیلئے صدقہ جاریہ کے طور پر قبول فرمائے اور آپ کی تمام روحانی ونسبی اولاد کو آپ کے لئے صدقہ جاریہ کے طور پر قبول فرمائے ۔ (آمین)

(ماہنامہ ''تجلیاتِ حبیب'' چکوال، ج ۱۷، ش ۷)

اعجاز الحسن شاہ پور
ماہنامہ ضیائے توحید

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب بھی رحلت فرما گئے

علمی حلقوں میں یہ خبر بڑے افسوس اور تکلیف کا باعث بنی کہ دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث مرشد المجاہدین مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ طویل علالت کے بعد 30 اکتوبر بروز جمعۃ المبارک سہ پہر 3 بجے رحمان میڈیکل انسٹی ٹیوٹ پشاور میں انتقال فرما گئے آپ کا نماز جنازہ دوسرے دن صبح آپ کے فرزند مولانا امجد علی شاہ کی امامت میں ادا کیا گیا۔

آپ 11 شعبان 1349ھ بمطابق 1930ء مولانا قدرت شاہ صاحب کے گھر اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے ابتدائی کتب اپنے والد گرامی سے پڑھیں اس کے بعد باقاعدہ تعلیم دارالعلوم حقانیہ سے حاصل کی دورۂ حدیث میں اول پوزیشن حاصل کی۔

آپ نے قرآن کی تفسیر شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی آپ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کو اپنی مادر علمی سمجھتے ہوئے اپنا مرکز اور گھر قرار دیتے تھے۔

1393ھ کو آپ نے مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور سولہ سال تک استفادہ کرتے ہوئے ماسٹر اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی سعودی حکومت کی طرف سے آپ کی تعیناتی دارالعلوم کراچی میں بطور مدرس کے ہوئی۔1417ھ میں آپ دارالعلوم اکوڑہ خٹک بطور شیخ الحدیث تشریف لائے اور تادم مرگ اسی منصب پر علوم حدیث کے جواہر پارے بکھیرتے رہے۔

آپ کی تصانیف میں مکانۃ اللحیۃ فی الاسلام،تفسیر الحسن البصری ،زبدۃ القرآن ، زادالمنتھی شرح الترمذی شامل ہیں ۔آپ ایک علم دوست جدید علوم سے واقف ،قرآن وحدیث میں ماہر اور جذبہ جہاد سے مالا مال شخصیت تھے جہاد افغانستان میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔آپ کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کو بھرنے میں ایک عرصہ درکار ہوگا ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی سیئات سے درگذر فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (ماہنامہ ’’ضیائے توحید‘‘ سرگودھا، دسمبر 2015ء)

مولانا قاری شبیر احمد عثمانی
مدیر ''صدائے ختم نبوت''

موت العالِم موت العالَم

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ زندگی بھر دینی خدمات سرانجام دیتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

زندگی خدمت اسلام میں گزاری

حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کا شمار اکابر علماء میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خداداد صلاحیتوں سے نوازا تھا جنہوں نے زندگی بھر خدمت اسلام میں گزاری ہے جن کے ہزاروں کی تعداد میں تلامذہ دنیا بھر میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں جن کی دینی وعلمی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔حضرت شیخ الحدیث کو اپنی مادر علمی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں پہلے شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل ہوا اور عمر بھر وہاں رہے اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ جوان کیلئے بہت بڑے اعزاز کی بات ہے یقیناً ان کی موت موت العالم موت العالم کا مصداق ہے آج انکے جانے سے لاکھوں عقیدت مندوں کو صدمہ پہنچا ہے ہزاروں کی تعداد میں ان کے تلامذہ ان کیلئے صدقہ جاریہ ہیں۔

قائد جمعیۃ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق اور دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ وطلباء ایک بہت بڑے شیخ کامل کی سرپرستی اور دعاؤں سے یقیناً محروم ہوگئے ان کی نماز جنازہ ملکی تاریخ میں سب سے بڑی نماز جنازہ تھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کامل مغفرت فرمائے اوران کے جملہ رفقاء وپسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

اکابر کا اظہار رنج

علاوہ ازیں شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کے انتقال پر عالم اسلام کی روحانی شخصیت حضرت اقدس مولانا عبدالحفیظ مکی (مکہ مکرمہ) مولانا ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ (مکہ مکرمہ) مولانا احمد علی سراج ،مولانا قاری خلیل احمد سراج ،مولانا مفتی شاہد محمود ،صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی ،راقم مولانا قاری شبیر احمد عثمانی ،جانشین سفیر ختم نبوت مولانا محمد الیاس چنیوٹی ،صاحبزادہ محمد قادری ،ڈاکٹر نجم الدین سراج ودیگر رہنماؤں نے حضرت کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی دینی خدمات کو سراہتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی کامل مغفرت فرمائے اوراعلیٰ علیین میں جگہ عطافرمائے ۔دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق ودیگر اساتذہ وطلباء کو صبر جمیل سے نوازے۔آمین (ماہنامہ ''صدائے ختم نبوت'' ج ۹،ش ۴، دسمبر ۲۰۱۵)

مولانا حکیم محمد مظہر
مدیر ماہنامہ 'الابرار' کراچی

سانحہ ارتحال حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ

گزشتہ دنوں ملک کے معروف اور جید عالم دین حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سفر آخرت پر روانہ ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے فائق عالم تھے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں عربی زبان میں ان کا بخاری شریف کا درس خاص اہمیت کا حامل ہوا کرتا تھا آپؒ کو حق تعالیٰ نے بڑی صفات سے نوازا تھا علم وعمل کے ساتھ ساتھ تواضع وانکساری اور ملن ساری آپ کی خاص صفات تھیں۔

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سے تعلق خاطر

حضرت مولانا کی جب بھی کراچی تشریف آوری ہوتی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تشریف لاتے آپ کیلئے ہمارے حضرت والا کی زیارت وملاقات ان کے لئے خاص اہمیت رکھتی تھی ۱۹۹۹ء میں حضرتؒ کے فالج کے اثر سے پہلے مولانا رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ تشریف لائے آپ کے ساتھ حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے محراب کی طرف آرام فرما رہے تھے جیسے ہی یہ حضرات رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات سے بے حد مسرور تھے تینوں بزرگوں نے ایک دوسرے کے احوال دریافت کئے پھر فالج کے اثر کے بعد ایک بار پھر خانقاہ تشریف لائے اور خوب حضرتؒ کی صحت کیلئے دعائیں کرتے رہے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے بھی دعائیں لیتے رہے، غائبانہ طور پر بھی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اور خانقاہ سے ایک عقیدت ومحبت کا تعلق فرماتے تھے۔

نمونۂ عمل

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں کی پوری زندگی اتباع سنت اور شریعت وطریقت پر عامل ہو کر گزرتی ہے ان بزرگوں سے محبت وعقیدت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ جس طرح پوری زندگی اتباع سنت میں گزار گئے ہم بھی کوشش کریں کہ اللہ جل شانہ کے احکامات اور حضورؐ کے طریقوں کے مطابق زندگی کا ہر لمحہ گزرے۔

دعا ہے اللہ جل شانہ ڈاکٹر صاحبؒ کی کامل مغفرت فرما کر ان کے درجات بلند فرمائے پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطاء فرمائے آمین قارئین سے بھی درخواست ہے کہ حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں (مجلّہ الابرار کراچی محرم صفر ۱۴۳۷)

مولانا مفتی احمد علی ثانی

مدیر مسئول: ہفت روزہ ''خدام الدین'' لاہور

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کی رحلت امت مسلمہ کے لئے ایک عظیم سانحہ

دارالعلوم اکوڑہ خٹک کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے

،انا لله وانا اليه راجعون

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام اسم گرامی محتاج تعارف نہیں، وہ علم عمل کا بحر بیکراں تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بے پناہ علمی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کی شخصی خوبیوں اور بہترین خصائل سے نوازا تھا، پوری دنیا کے علمی حلقوں میں ان کا علمی مقام ومرتبہ مسلمہ تھا اعلیٰ علمی مقام ومرتبہ کے ساتھ ساتھ ان کا روحانی مقام ومرتبہ بھی بہت بلند تھا وہ بہت عبادت گزار، اور شب زندہ دار تھے راتوں کا طویل قیام ان کا معمول تھا ہر وقت مراقبہ اور ذکر الٰہی ان کا وظیفہ تھا ہزاروں طلباء کو علم حدیث پڑھایا، لاکھوں افراد نے ان سے دینی اور روحانی فیض حاصل کیا، ہزاروں علمانے ان سے اکتساب علمی کیا وہ اپنی شخصی خوبیوں کے لحاظ سے لاکھوں میں ایک تھے ان کا علمی جاہ ومرتبہ بہت بلند تھا۔ لیکن انکساری اور عاجزی خوش اخلاقی اور مروت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی وہ اپنی حیات مبارکہ میں علم وعمل اور اخلاق کریمانہ کے موتی تقسیم فرماتے رہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات صرف دارالعلوم حقانیہ کا ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام اور پورے پاکستان کا نقصان ہے، ان کی وفات حسرت آیات سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے مرکز اہل حق شیرانوالہ کے ساتھ ان کی محبت اور پرخلوص تعلق قابل رشک تھا۔

حضرت امام الہدیٰ مولانا عبیداللہ انورؒ کے ساتھ ان کی محبت اور پرخلوص تعلق قابل رشک تھا۔ حضرت اقدس پیر طریقت حضرت مولانا ڈاکٹر میاں محمد اجمل قادری دامت برکاتہم نے ان کے انتقال پرملال پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار فرمایا، حضرت شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے جنت میں بلندی درجات کی دعا کی ہے۔ ادارہ ان کے خاندان کے ساتھ دلی تعزیت اور صبر جمیل کی دعا کے ساتھ اس غم میں برابر کا شریک ہے۔

(ہفت روزہ خدام الدین: ج ۵۳، ش ۸)

روزنامہ ''دنیا''

مفسر اور عالمی اسکالر
مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ انتقال کر گئے

کئی ماہ سے دل کے عارضے میں مبتلا تھے، نماز جمعہ کے بعد اچانک انتقال کر گئے

اکوڑہ خٹک (آئی این پی) عالم اسلام کی عظیم شخصیت مفسر، عالمی اسکالر اور دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ علیہ انتقال کر گئے، مرحوم پاکستان اور افغانستان کے ہزاروں علما و مشائخ کے استاد تھے، انہوں نے دارالعلوم حقانیہ میں تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے استاد اور مرشد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ علیہ کی خواہش پر دارالعلوم حقانیہ میں تدریس کے فرائض سنبھالے اور وفات تک مسند شیخ الحدیث پر فائز رہے، انہوں نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

مولانا پچھلے کئی ماہ سے دل کے عارضے میں مبتلا تھے، چند دن قبل تکلیف بڑھ جانے پر انہیں پشاور کے آر ایم آئی اسپتال میں داخل کیا گیا، جہاں ان کو کافی افاقہ ہوا، مگر نماز جمعہ کے بعد وہ اچانک انتقال کر گئے۔ ان کی نماز جنازہ ہفتہ کی صبح گیارہ بجے دارالعلوم حقانیہ میں ادا کی جائے گی۔ جے یو آئی (ف) کے سربراہ فضل الرحمٰن اور امیر جماعت اسلامی پاکستان سینیٹر سراج الحق نے مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ علیہ کے انتقال پر گہرے دکھ کا اظہار کیا ہے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے رہنماؤں شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا محمد حنیف جالندھری، مولانا انوار الحق و دیگر نے جید عالم دین مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمہ اللہ علیہ کے انتقال پر گہرے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا کی رحلت عالم اسلام کیلئے بڑا سانحہ ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مولانا کی علمی اور دینی خدمات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں، وفاق المدارس کے قائدین دارالعلوم حقانیہ اور مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ علیہ کے لواحقین کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں۔

مولانا محمد اسلام حقانی
موتمر المصنفین

مذہبی رسائل و جرائد کا خراج تحسین

نمبر کی ضخامت اور قیمت کی قلت کی وجہ سے کما حقہ رسائل کے مضامین کو شامل نہیں کیا گیا البتہ مجموعی طور پر ان رسائل کا مختصر اشاریہ پیش خدمت ہے جس میں حضرت شیخ کے حوالے سے مضامین، تعزیتی شذرے شائع ہوئے ہیں جو حضرت شیخ کی علمی حلقوں میں مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

نام میگزین	مضمون	مضمون نگار	شمارہ
سہ ماہی الرشید صوابی	زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے	مولانا حسین احمد	ج ۱ ش (۲) ص (۲۹)
سہ ماہی تجلیات فرید شبقدر	فرشتہ صفت انسان	حبیب اللہ حقانی	ص ۳۰۲ ش ۶ (۳)
دوماہی السعادہ صوابی	مولانا شیر علی شاہ کا سانحہ ارتحال	مولانا خلیل احمد مخلص	ج ۱ شمارہ ۴،۳ ص (۳)
دوماہی الداعی صوابی	شیخ ؒ سے آخری ملاقات کی روئیداد	سعید الحق جدون	ج ۵ ش ۲، ص ۳۵
ماہنامہ الحقانیہ ساہیوال سرگودھا	ڈاکٹر شیر علی شاہ مدرسہ	عبدالقدوس ترمذی	فروری مارچ ۲۰۰۶ ص ۶۵
ماہنامہ تذکرہ دارالعلوم کبیر والا	ڈاکٹر صاحب کچھ یادیں کچھ باتیں	مولانا اسماعیل حقانی	جنوری ۲۰۱۶ ص ۱۸
ماہنامہ صدائے فاروقیہ شجاع آباد	عارف باللہ ڈاکٹر شیر علی شاہ	زبیر احمد صدیقی	ج ۵، ش ۱۱۔۲ ص ۱۶
سہ ماہی صدائے اسلام میلسی	ایک چراغ اور بجھا	سلیم جلوی	سلسلہ نمبر ۵۰ ص ۳۲
ماہنامہ القاسم نوشہرہ	ایک جامع الکمالات شخصیت	شفیق احمد سلیم ملکانوی	ج ۲۰ ش ۱ ص ۳۴
ماہنامہ القاسم نوشہرہ	ایک جامع الکمالات	مولانا عبدالقیوم حقانی	ج ۱۹ ش ۱۲ ص ۳
ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ	مولانا شیر علی شاہ کی رحلت	مولانا زاہد الراشدی	ج ۲۶ ش ۱۲ ص ۲
ماہنامہ العصر پشاور	اور ستارہ ٹوٹ گیا	مفتی محمد یحییٰ	ج ۲۲ ش ۱۰ ص ۴۶
مجلّہ المصطفی بہاولپور	ایک درویش کا سفر آخرت	حامد میر	ش ۵۲ ص ۴۵
ماہنامہ نداء الخیر کراچی	ڈاکٹر شیر علی شاہ کی رحلت	علامہ اسفندیار خان	ج ۲۵ ش ۵ ص ۳۱
ماہنامہ نصرت العلوم گوجرانوالہ	ایک نام اور عالم دین	مولانا فیاض خان سواتی	ج ۲۰ ش ۱۲ ص ۵۵

ماہنامہ نداءحسن چارسدہ	گل گلستان جاتا رہا	مفتی حمیداللہ جان	ج ۳ ش ۱۰ ص ۳
ماہنامہ تجلیات حبیب چکوال	ایک درویش کا سفرآخرت	حامد میر	ج ۱۷ ش ۸ ص ۴۷
ماہنامہ العصر پشاور	عظیم انسان کی بلند پایہ عظمتیں	مفتی غلام الرحمٰن	ج ۲۰ شمارہ ۱۲ ص ۲
ماہنامہ العصر پشاور	زمین چھپا گئی میرے آسمان کو	مفتی ذاکر حسن نعمانی	ج ۲۰ ش ۱۲ ص ۳۸
ماہنامہ خدام الدین لاہور	ڈاکٹر صاحبؒ کی رحلت امت مسلمہ کیلئے سانحہ	محمد اکمل قادری	ج ۵۳ ش ۸ ص ۳
ماہنامہ الخیر ملتان	ڈاکٹر شیر علی شاہ	مفتی رشید احمد حقانی	ص ۴۳ ج ۳۴ شمارہ ۵
ماہنامہ مشکوۃ المصابیح لاہور	مرد مجاہد مرد درویش	حافظ ساجد انور	ص ۱۹ جلد ۲۱ ش ۲۱
ہفت روزہ ختم نبوت	شیخ الحدیث شیر علی شاہ کی رحلت	محمد اعجاز مصطفیٰ	ص ۴ جلد ۳۴ ش ۴۵
ماہنامہ ایوان اسلام کراچی	ایک جامع الکمالات شخصیت	مولانا عبدالقیوم حقانی	ص ۴۳ ج ۶ ش ۱۲
ماہنامہ بینات	شیخ کی رحلت	محمد اعجاز مصطفیٰ	ص ۳ ج ۷۹ ش ۲
ماہنامہ الفاروق العربی	العالم الربانی	عبدالوہاب الدیروی	ش ۱۷۸
ماہنامہ الفاروق العربی	الداعیۃ المحدث العلامہ شیر علی شاہ	محمد اسعد مدنی	ص ۱۹ ش ۱۷۷
ماہنامہ الحق	حضرت شیخ شیر علی شاہ چند مشاہدات	مولانا اسرار ابن مدنی	زیر طبع
ماہنامہ الحق	تعلیمات ڈاکٹر سید شیر علی شاہ	مولانا محمد اسلام حقانی	زیر طبع
ماہنامہ الحق	اصاغر نوازی اور حوصلہ افزائی	مولانا حزب اللہ جان	زیر طبع
سہ ماہی تجلیات فرید شبقدر	تعزیتی کانفرنس کی روداد	حبیب اللہ حقانی	ص ۱۱ ش ۳
سہ ماہی المظاہر کوہاٹ	ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کی رحلت	مولانا محمد طفیل قاسمی	ج ۲، ش ۲
جامعہ فریدیہ	خصوصی اشاعت بیاد ڈاکٹر صاحبؒ	جیداری رسالہ	
جامعہ دارالعلوم حقانیہ	خصوصی اشاعت بیاد ڈاکٹر صاحبؒ	جیداری مجلّات	

علمی مآثر، مکاتیب اور قلمی شہ پارے

تاریخ میرے نام کی تعظیم کرے گی
تاریخ کے اوراق میں تابندہ رہوں گا

پروفیسر حافظ قاری بشیر حسین حامدؔ
نواں شہر۔ایبٹ آباد

حضرت شیخ کے علمی مآثر پر ایک نظر

(تصنیفات ،مقالات ،خطبات ،مکتوبات)

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب ۳۰ رنومبر ۲۰۱۵ء کو ہم سے جدا ہو کر آخرت کیلئے روانہ ہو گئے۔اللہ تعالیٰ ان کی علمی ،تصنیفی ، تدریسی اور دعوتی خدمات کو قبول فرما کر آخرت میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجات سے نوازے۔آپ کی پوری زندگی دین کیلئے وقف تھی۔ دارالعلوم حقانیہ ہی میں پڑھا اور اسی میں ساری زندگی پڑھاتے رہے۔زندگی میں ایک ہی دفعہ زیارت ہوئی ۔جامعہ ''انوارالاسلام'' مکی مسجد کیہال ایبٹ آباد میں ختم بخاری کی تقریب تھی جس میں آپ بطور مہمان خصوصی مدعو تھے۔آپ نے پوری تفصیل کے ساتھ بخاری شریف کی آخری حدیث پر روشنی ڈالی ۔یہی پہلی اور آخری ملاقات تھی۔زندگی کے آخری ایام میں میں نے آپ کو اپنی کتاب ''کتابیات مفتی اعظم'' ہدیۃً ارسال کی اور ایک عریضہ بھی ارسال کیا مگر بیماری اور ضعف کی وجہ سے جواب نہ دے سکے۔

ذیل میں آپ کی علمی و تصنیفی خدمات کا ایک اشاریہ قارئین ''الحق'' کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

۱) تفسیرالحسن البصری (۵ جلد) مرتبین :ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب ،ڈاکٹر عمر یوسف کمال مدنی : مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک :طبع اولیٰ ۱۹۹۳ء/۱۴۰۳ھ طبع ثانی ۲۰۰۸:(تبصرہ :ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک :مئی ۲۰۰۹ء:ص ۶۳)

۲) تفسیر سورۃ الکھف (عربی): مکتبہ علمیہ لیک روڈ لاہور :۱۴۰۳ھ:صفحات ۳۶۰

۳)زاد المنتھی (جلد اول):تقریر ترمذی: مولانا مفتی محمودؒ :(ضبط ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب) مکتبہ الجہاد اکوڑہ خٹک : صفحات ۴۸۸

۴)زبدۃ القرآن :القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نوشہرہ بار دوم :۱۴۲۵ھ/اکتوبر ۲۰۰۴ء :صفحات ۳۰۴

۵) مکانۃ اللحیہ فی الاسلام (اس کا اردو ترجمہ ''اسلام میں داڑھی کا مقام'' کے نام سے طبع ہو چکا ہے)

۶) زبدۃ القرآن تفسیری فوائد، پارہ اول مع قصار السور پارہ عم
افادات : شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ :ضبط و ترتیب : ڈاکٹر شیر علی شاہؒ
ناشر: القاسم اکیڈمی خالق آباد نوشہرہ

مقالات:

۱۔ اسلامی مساوات، نصرت واخوت، رحمدلی اور غریب پروری: ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: جولائی ۲۰۰۹: ص۱۶ تا ۱۹

۲۔ اصول کے پکے: ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ (مولانا سید اسعد مدنی نمبر): جولائی ۲۰۰۶ء: ص ۵۰۵

۳۔ اکابر کا تذکرہ (حکایات و واقعات): ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ:

قسط نمبر۱: ستمبر ۲۰۰۲: ص۲۲ تا ۲۴...... قسط نمبر۲: اکتوبر ۲۰۰۲ء: ص۱۰ تا ۱۱...... قسط نمبر۳: نومبر ۲۰۰۲ء: ص ۱۱ تا ۱۳

۴۔ تحریک اسلامی طالبان کا اجمالی تعارف: ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: ستمبر ۱۹۹۶ء: ص ۱۷ تا ۲۱

۵۔ چھتیس سال قبل کا بغداد و ایران: ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: مارچ ۲۰۰۴ء: ص۱۴ تا ۲۳

۶۔ حضرت ابراہیمؑ۔ ایثار و قربانی اور رضا و تسلیم کے تابندہ نقوش: ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: مارچ ۱۹۶۷ء: ص۵۶ تا ۶۳)

۷۔ حضرت ابراہیمؑ۔ پیکر صبر و تسلیم (اداریہ): ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: نومبر ۲۰۰۹ء: ص۳ تا ۱۲

۸۔ حقوق العباد اور اسوۂ خلفائے راشدین (اداریہ): ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: اپریل ۱۹۶۹ء: ص۴ تا ۸)

۹۔ مسجد اقصیٰ کی فضاؤں میں (فاروق اعظم اور ایوبی کی امانت): سفر نامہ: ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک

قسط نمبر۱۔ جولائی ۱۹۶۷ء: ص ۱۹ تا ۳۰...... قسط نمبر۲۔ اگست ۱۹۶۷ء: ص ۲۹ تا ۳۸

۱۰۔ مسجد اقصیٰ کی فضاؤں میں (جنگ سے قبل کے مشاہدات): سفر نامہ: ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک

قسط نمبر۱۔ اکتوبر ۱۹۶۷ء: ص۲۱ تا ۳۰ ...... قسط نمبر۲۔ جنوری ۱۹۶۸ء: ص۵۰ تا ۵۶

۱۱۔ مسجد حرام کی فضاؤں میں۔ حج کی باتیں (اردن سے سعودی عرب کا سفر: ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک

قسط نمبر۱۔ فروری ۱۹۶۸ء: ص ۳۸ تا ۵۲............ قسط نمبر۲۔ مارچ ۱۹۶۸ء: ص ۶۱ تا ۶۴

قسط نمبر۳۔ مئی ۱۹۶۸ء: ص۵۲ یا ۵۶............ قسط نمبر۴۔ اگست ۱۹۶۸ء: ۴۷ تا ۵۴

۱۲۔ ملک میں مارشل لاء (اداریہ) ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: اپریل ۱۹۶۹ء: ص۲ تا ۳

۱۳۔ مولانا عبدالرزاق سنگین: (مرتبہ: ارشاد الحسن حقانی) ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: دسمبر ۱۹۹۳ء: ص۵۱ تا ۵۳)

۱۴۔ میاں کرم الٰہی کی وفات: ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: مارچ ۱۹۷۰ء: ص۲۰)

۱۵۔ میرے رفیق سفر (مولانا حسن جانؒ): ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ (مولانا حسن جان شہید نمبر): مارچ ۲۰۰۹ء: ص۳۱۰ تا ۳۱۲

۱۶۔ نورانی زندگی کے درخشندہ اوراق (مولانا عبدالحقؒ): ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: (شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نمبر) مارچ ۱۹۹۳ء: ص۱۱۸۳ تا ۱۱۸۷)

خطبات:

۱۔ جہاد قیامت تک جاری رہے گا (۵ر جولائی ۱۹۹۸ء کو ایک جہادی اجتماع میں خطاب)

i) ''خطبات مشاہیر (جلد ٦): مولانا سمیع الحق: مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ: اپریل ۲۰۱۵ء: ص ۳۷۵ تا ۳۷۹

ii) ماہنامہ ''القاسم''، نوشہرہ: اگست ۱۹۹۸ء: ص ٦ تا ۹

۲۔ حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ (مرتب: مولانا عبدالقیوم حقانی): مئی ۲۰۰۹ء: ص ۱۹ تا ۲۴

۳۔ حضرت مولانا عبدالحقؒ نمونہ اسلاف تھے (بانی جامعہ حقانیہ کی یاد میں منعقدہ اجتماع سے خطاب: مشمولہ ''خطبات جمعیت''، مولانا حافظ مومن خان عثمانی: دارالکتاب اردو بازار لاہور: اشاعت اول مئی ۲۰۰۴ء: ص ۲۸۵ تا ۲۹۹

۴۔ حیات شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی ایک جھلک (۱۶/اپریل ۲۰۰٦ء کو اضاخیل بالا نوشہرہ میں مولانا عبدالحق کانفرنس سے خطاب: مرتبہ: عبدالغنی حقانی)

i) ''خطبات مشاہیر (جلد ٦): مولانا سمیع الحق: مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ: اپریل ۲۰۱۵ء: ص ۳۸۰ تا ۳۸۹

ii) ماہنامہ ''القاسم''، نوشہرہ: مئی/ جون ۲۰۰٦ء: ص ۲۳ تا ۳۰

۵۔ ختم نبوت۔ دین اسلام کا بنیادی عقیدہ: مشمولہ ''خطبات مشاہیر (جلد ٦): مولانا سمیع الحق: مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک: اپریل ۲۰۱۵ء: ص ۳۳۰ تا ۳۴۷

٦۔ دارالعلوم حقانیہ میں تقریب تشکر بر فتح طالبان: ماہنامہ ''الحق''، اکوڑہ خٹک: جون ۱۹۹۷ء: ص ۱۷ تا ۱۹

۷۔ دارالعلوم کی تقریب دستار بندی میں خطاب:: ماہنامہ ''الحق''، اکوڑہ خٹک: نومبر ۱۹۹۹ء: ص ۲۴ تا ۲۵)

۸۔ دینی مدارس کا تحفظ واستحکام (٦ر مئی ۱۹۹۹ء کو تحفظ دینی مدارس کانفرنس میں خطاب)

i) ''خطبات مشاہیر'' (جلد ٦): مولانا سمیع الحق: مؤتمر المصنفین جامعہ اکوڑہ خٹک: اپریل ۲۰۱۵ء: ص ۳۷۰ تا ۳۷۴

ii) ماہنامہ ''القاسم''، نوشہرہ: جون ۱۹۹۹ء: ص ۵ تا ۷

۹۔ شمائل نبویؐ کی اہمیت وضرورت: i) ''خطبات مشاہیر'' (جلد ٦): مولانا سمیع الحق: مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک: اپریل ۲۰۱۵ء: ص ۳۴۸ تا ۳۵٦ ii) '': ماہنامہ ''القاسم نوشہرہ جون ۱۹۹۹ء

۱۰۔ دیوبند کانفرنس پشاور میں مختصر خطاب اور آخری دعا: مشمولہ '' کاروان دیوبند'' محمد ریاض درانی: مارچ ۲۰۰٦ء: ص ۲۵۷ تا ۲۵۸

۱۱۔ رمضان المبارک میں دورہ تفسیر قرآن (زیر نگرانی مولانا شیر علی شاہ صاحب): شفیق الدین فاروقی

i) ماہنامہ ''الحق''، اکوڑہ خٹک: جولائی ۱۹۸۱ء: ص ۵۷ ii) ماہنامہ ''الحق''، اکوڑہ خٹک: دسمبر ۱۹۹۷ء: ص ۵٦

iii) ماہنامہ ''الحق''، اکوڑہ خٹک: اکتوبر ۱۹۹۸ء: ص ٦۷

iv) ماہنامہ ''الحق''، اکوڑہ خٹک: فروری ۱۹۹۹ء: ص ٦۰ v) ماہنامہ ''الحق''، اکوڑہ خٹک: دسمبر ۱۹۹۹ء: ص ۵۹

vi) ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: جنوری ۲۰۰۲ء: ص۸۰ vii) ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: دسمبر ۲۰۰۲ء: ص۶۷

viii) ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: ستمبر ۲۰۰۴ء: ص۵۷ ix) ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: اکتوبر ۲۰۰۴ء: ص۶۱

x) ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: اگست ۲۰۰۶ء: ص۶۱ xi) ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: ستمبر ۲۰۰۶ء: ص۵۹

xii) ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: اگست ۲۰۰۷ء: ص۶۲

۱۲۔ طالبان علوم نبوت۔ مقام، ذمہ داریاں اور فرائض: ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: اگست ۲۰۰۳ء: ص۲۳ تا ۳۳

۱۳۔ طالبان کے افغانستان میں مکمل شریعت نافذ ہے (انٹرویو): ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: جون ۱۹۹۸ء: ص۴ تا ۱۲

۱۴۔ فضیلت علم وذکر: (جامعہ ابوہریرہ میں منعقدہ مجلس ذکر کے موقع پر ولولہ انگیز خطاب)

i) ''خطبات مشاہیر'' (جلد ۶): مولانا سمیع الحق: مؤتمر المصنفین جامعہ اکوڑہ خٹک: اپریل ۲۰۱۵ء: ص۳۵۷ تا ۳۶۶

ii) ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: اکتوبر ۲۰۰۶ء: ص۴۴ تا ۴۸

۱۵۔ فضیلت علم وعمل: (جامعہ میں خطاب) ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: اکتوبر ۲۰۰۶ء: ص ۲۲ تا ۲۹

۱۶۔ ماہنامہ ''القاسم'' کا مولانا حسن جان شہید نمبر کی تقریب رونمائی کے موقع پر خطاب (مرتب: راشد خان حقانی): ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: اپریل ۲۰۰۹ء: ص۶۷ تا ۶۸

۱۷۔ مدارس اور حفظ قرآن کی اہمیت (جامعہ ابوہریرہ کی مسجد عمار میں ختم قرآن وتقسیم انعامات کے موقع پر خطاب)

i) 'خطبات مشاہیر (جلد ۶): مولانا سمیع الحق: مؤتمر المصنفین جامعہ اکوڑہ خٹک: اپریل ۲۰۱۵ء: ص۳۶۷ تا ۳۶۹

ii) ماہنامہ ''القاسم نوشہرہ: ستمبر ۲۰۰۲ء: ص۲

مکتوبات:

۱ تا ۱۸۔ مکتوبات بنام شیخ الحدیث مولانا عبد الحق: مشمولہ ''مشاہیر بنام شیخ الحدیث مولانا عبد الحق: (جلد ۱) مؤتمر المصنفین: دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک: باراول مئی ۲۰۱۱ء: ص ۳۰۴ تا ۳۱۶ (۱۸ مکتوبات)

۱) تحریر کردہ: ۲۱/شوال المکرّم ۱۳۷۸ھ، ۲) ۶/رمضان ۱۳۸۹ھ، ۳) یکم محرم ۱۳۹۲ھ،

۴) ۲۴/رمضان ۱۳۹۳ھ، ۵) ۲۱/ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ ۶) ۳۰/ذوالحجہ ۱۳۹۴ھ،

۷) ۲۵/جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ، ۸) ۱۰/جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ، ۹) ۲۵/رمضان ۱۳۹۶ھ،

۱۰) ۴/ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ ۱۱) ۲/ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ، ۱۲) ۱۷/صفر ۱۳۹۹ھ،

۱۳) ۳/صفر ۱۴۰۱ھ، ۱۴) ۶/صفر ۱۴۰۴ھ، ۱۵) تاریخ درج نہیں،

۱۶) ۱۲/جمادی الثانی ۱۴۰۵ھ ۱۷) تاریخ درج نہیں ۱۸) اپریل ۱۹۸۸

۱۹ تا ۴۷۔ مکتوبات بنام مولانا سمیع الحق: مشمولہ ''مشاہیر بنام مولانا سمیع الحق'': (ج ۴) مؤتمر المصنفین: دار العلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک: باراول جون ۲۰۱۱ء: ص ۱۱۹۷تا۱۲۴۱ (۲۹ مکتوبات)

۱) تحریر کردہ: ۱۹۸۵ء ۲) ۲۲/شوال .....۳) ۴/محرم ۱۳۸۱ھ، ۴) ۲۰/رمضان ۱۳۸۱ھ، ۵) ۳/شوال ۱۳۸۳ھ،

۶) ۱۵/ذی قعدہ ۱۳۸۳ھ، ۷) ۲۷/جنوری ۱۹۶۴ھ، ۸) ۴/مارچ ۱۹۶۴ھ، ۹) ۲۵/رمضان ۱۳۸۶ھ،

۱۰) تاریخ درج نہیں، ۱۱) ۲۸/۳/۱۳۹۴ھ، ۱۲) ۵/ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ ۱۳) ۱۵/ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ،

۱۴) ۲۹/رمضان ۱۳۹۶ھ، ۱۵) ۱۸/ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ، ۱۶) ۱۸/ربیع الاول ۱۳۹۹ھ،

۱۷) ۱۹/ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ، ۱۸) ۲۸/جمادی الثانی ۱۴۰۵ھ، ۱۹) تاریخ درج نہیں، ۲۰) تاریخ درج نہیں

۲۱) تاریخ درج نہیں، ۲۲) ۱۳/شوال .....۲۳) تاریخ درج نہیں، ۲۴) تاریخ درج نہیں، ۲۵) تاریخ درج نہیں

۲۶) تاریخ درج نہیں ۲۷) جولائی ۱۹۹۶ء ۲۸) تاریخ درج نہیں ۲۹) ۲۸/جنوری ۱۹۵۸ء

۴۸۔مکتوب تحسین بنام مولانا عبدالقیوم حقانی برسوانح مولانا عبدالحق: ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: جولائی ۲۰۰۱ء: ص ۱۷تا۱۸

۴۹۔دکتوراہ کے امتحان میں جناب شیر علی شاہ کی اعلیٰ کامیابی: ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: اپریل ۱۹۸۸ء: ص ۵۶

۵۰۔مکتوب بغداد بنام مولانا سمیع الحق: ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: فروری ۱۹۶۷ء: ص ۵۷تا۶۳

۵۱۔مکتوب بنام مولانا راشد الحق: ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: جولائی ۱۹۹۶ء: ص ۶۲

۵۲۔مکتوب حرمین شریفین: (دیار حبیب کی باتیں): ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: مئی ۱۹۶۷ء: ص ۵۵تا۶۱)

۵۳۔مکتوب بنام مولانا عبدالقیوم حقانی: ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: مارچ ۲۰۰۷ء: ص ۵۶

۵۴۔مکتوب بنام مولانا عبدالقیوم حقانی: ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: دسمبر ۲۰۰۸ء: ص ۸تا۱۲

۵۵۔مکتوب (بسلسلہ وفات مولانا حسن جان) بنام مولانا عبدالقیوم حقانی: ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: مارچ ۲۰۰۹ء: ص ۲۱تا۲۶

منظومات:

۱۔قصیدۃ الترحیب (مولانا سرفراز خان صفدر کی خدمت میں): ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: اپریل ۲۰۰۴ء: ص ۴۰تا۴۳

۲۔عربی قصیدہ (مع اردو ترجمہ) برشہادت شیخ الحدیث مولانا حسن جان شہید: ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: دسمبر ۲۰۰۸ء: ص ۱۳تا۱۶

۳۔قصیدہ (عربی) ''مولانا حسن جان ؒ'': ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: مارچ ۲۰۰۹ء: ص ۲۷تا۳۰

۴۔قصیدہ عربی (چلاسی بابا): آپ نے مولانا غلام النصیر (المعروف چلاسی بابا) کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو بہت متاثر ہوئے اور اپنی تصنیف تفسیر الحسن البصری (۵ جلد) تحفۃً بابا جی کی خدمت میں لے کر ایبٹ آباد ان کے دولت خانہ پر حاضر ہوئے اور ان کی کتابوں اور ان کی شخصیت کے بارے میں اپنے تاثرات کو عربی زبان میں ایک نظم میں قلمبند کر کے اسی تفسیر کے پہلے صفحہ پر اپنے قلم سے تحریر فرما کر آپ کی خدمت میں پیش فرمایا۔ چونکہ یہ غیر مطبوعہ ہے اسلئے اس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله وكفىٰ وسلام علىٰ عباده الذين اصطفىٰ،اما بعد فقد يسرنى أن الهدى هذه الهديةالتفسيرية"تفسير الحسن البصرى"مع المقدمة الىٰ الشيخ زبدة العارفين قدوة الصالحين ،الشاعر الاسلامى العملاق لعلامة مولانا غلام النصير الجلاسى حفظه الله تعالىٰ ورعاه اعترافا بجهوده الجبارة فى سبيل خدمة الاسلام والمسلمين

غلام النصير ، عديم النظير — سجاياه طُراً كعذب النمير

لبيد القوافى، زهير القريض — قصائد ه فوق شعر الجرير

لقد اعجبتنى تآليفه — فوائحها مثل عطر العبير

كنوز المعارف بحر المعانى — علوم النبى البشير النذير

حليف الطريقة اليف الشريعة — نزيه العقيده، سليم الضمير

فندعوله الله دوم الدوام — بعيش رغيد وعين قرير

المفتقر الى دعواته شير على شاه

١٤٢٧/٧/٢٦ھ

تذکرہ۔کتب ورسائل میں

۱۔خطبات مشاہیر (جلد ۶): مؤتمر المصنفین جامعہ اکوڑہ خٹک: اپریل ۲۰۱۵ء

تذکرہ بعنوان ''مولانا شیر علی شاہ'': بقلم: مولانا سمیع الحق ص ۳۲۹

۲۔مشاہیر بنام شیخ الحدیث مولانا عبدالحق: (جلد ۱) مؤتمر المصنفین: دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک: باراول مئی ۲۰۱۱ء

تذکرہ بعنوان ''مولانا شیر علی شاہ'': بقلم مولانا سمیع الحق: ص ۳۰۴

۳۔مشاہیر علماء (جلد ۲) طیب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

تذکرہ ''بعنوان ''ڈاکٹر شیر علی شاہ۔ڈاکٹر مولانا'': ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن: ص ۹۹ تا ۱۰۱

۴۔روزنامہ ''اسلام'' کراچی: ۲۱ر نومبر ۲۰۱۵ء

تذکرہ بعنوان ''مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ: ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن: ص ۲

۵۔ ماہنامہ ''البلاغ '' کراچی: صفر ۱۴۳۷ھ/ دسمبر ۲۰۱۵ء...... تذکرہ بعنوان ''شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ۔نابغۂ روزگار شخصیت'' حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب: ص ۱۳ تا ۱۴

۶۔ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: جون ۱۹۷۳ء: تذکرہ مولانا شیر علی شاہصاحب: بقلم قاری فیوض الرحمٰن: ص ۵۱ تا ۵۲

۷۔ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: مارچ ۱۹۷۸ء

تذکرہ بعنوان'' مولانا شیر علی شاہ کی ہمشیرہ کی وفات'': شفیق الدین فاروقی: ص ۵۶

۸۔: ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: مارچ ۱۹۷۹ء تذکرہ بعنوان'' مولانا شیر علی شاہ کی والدہ کی وفات'': شفیق الدین فاروقی: ص ۵۷

۹۔ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: مارچ ۱۹۹۷ء تذکرہ بعنوان'' ڈاکٹر شیر علی شاہ کی تقرری'': ص ۶۲

۱۰۔: ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: جون ۲۰۰۳ء

تذکرہ بعنوان'' مولانا سمیع الحق، شیر علی شاہ اور دیگر اساتذہ کے دروس اور تقاریر کی کیسٹیں'': ص ۵۸

۱۱۔: ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک

تذکرہ بعنوان'' مولانا سمیع الحق اور مولانا شیر علی شاہ کا سفر ایران'': بقلم: مولانا عرفان الحق حقانی

قسط نمبر ا۔ جون ۲۰۰۶ء: ص ۵۲ تا ۵۸ قسط نمبر ۲۔ جولائی ۲۰۰۶ء: ص ۳۲ تا ۴۱

قسط نمبر ۳۔ اگست ۲۰۰۶ء: ص ۵۰ تا ۶۰ قسط نمبر ۴۔ ستمبر ۲۰۰۶ء: ص ۳۹ تا ۴۷

قسط نمبر ۵۔ اکتوبر ۲۰۰۶ء: ص ۲۶ تا ۴۶ قسط نمبر ۶۔ نومبر ۲۰۰۶ء: ص ۵۱ تا ۵۹

قسط نمبر ۷: دسمبر ۲۰۰۶ء: ص ۴۸ تا ۵۷ قسط نمبر ۸: جنوری ۲۰۰۷ء: ص ۵۷ تا ۶۳

قسط نمبر ۹۔ مارچ ۲۰۰۷ء: ص ۴۴ تا ۵۱ قسط نمبر ۱۰: جون ۲۰۰۷ء: ص ۵۱ تا ۵۷

قسط نمبر ۱۱۔ جولائی ۲۰۰۷ء: ص ۵۳ تا ۵۹

۱۲۔ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: اپریل ۲۰۰۷ء

تذکرہ بعنوان'' دارالعلوم کے شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ کی زوجہ کی وفات'': شفیق الدین فاروقی: ص ۶۰

۱۳۔: ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک: نومبر ۲۰۰۷ء: تذکرہ بعنوان'' مولانا شیر علی شاہ کی عزیزہ کی وفات'': شفیق الدین فاروقی: ص ۶۲

۱۴۔ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: ستمبر ۲۰۰۲ء

تذکرہ بعنوان'' تبصرہ 'زبدۃ القرآن' از ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ بقلم عبدالرشید عراقی: ص ۳۱

۱۵۔ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: جولائی ۲۰۰۱ء تذکرہ بعنوان'' تبصرہ زاد المنتھی شرح سنن ترمذی (مولانا مفتی محمود)

مرتبہ: ڈاکٹر شیر علی شاہ: بقلم مولانا عبدالقیوم حقانی: ص ۵۹ تا ۶۰

۱۶۔ماہنامہ ''القاسم'' نوشہرہ: دسمبر ۲۰۱۵ء/صفر ۱۴۳۷ء

تذکرہ بعنوان'' شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ۔ایک جامع الکمالات شخصیت'': مولانا عبدالقیوم حقانی: ص ۳ تا ۸

۱۷۔ماہنامہ ''بینات'' کراچی: دسمبر ۲۰۱۵ء/صفر ۱۴۳۷ھ:

تذکرہ بعنوان'' شیخ الحدیث ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ'': محمد اعجاز مصطفیٰ: ص ۳ تا ۹

مولانا حامد الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

مکاتیب

ڈاکٹر شیر علی شاہ بنام شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

محبی وخلیلی ومخلصی حضرت علامہ مولانا شیر علی شاہ نور اللہ مرقدہ ولد مولانا قدرت شاہ مرحوم ساکن اکوڑہ خٹک معروف شخصیت، حضرت شیخ الحدیث کے اولین تلامذہ میں سے ہیں۔ حضرت کی خصوصی تربیت میں رہے، سفر وحضر میں رفاقت وخدمت کا شرف حاصل کرتے رہے۔ حقانیہ کی اعلیٰ تدریس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تعلیم وتعلم کا طویل موقع عطا فرمایا جو دراصل قیام مدینہ کی تمنا اور خواہش کی تکمیل کا ایک وسیلہ بنا۔ حضرت نے حسن بصری کے تفسیری روایات پر ڈاکٹریٹ کیا۔ قیام مدینہ کے بعد دوبارہ اپنے مادر علمی میں حدیث وتفسیر کے اعلیٰ خدمات انجام دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے علم وعمل، عربی زبان پر عبور تحریر وتقریر کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا اور میرے لئے اس ہمدم دیرینہ کی رفاقت ملاقات مسیحا وحضر کے برابر ہے۔ بچپن سے ذہنی یگانگت محبت ورفاقت کا سلسلہ قائم رہا۔ اِن کے چند خطوط یہاں بطور نمونہ پیش خدمت ہیں، مزید تفصیل کے لئے ''مکاتیب مشاہیر'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

والدہ شیخ الحدیث کی وفات پر تعزیت مسجد نبوی میں دعائیں اور ایصال ثواب

بگرامی خدمت مخدومی المکرّم حضرت شیخ الحدیث صاحب، دامت برکاتہم وتوجہاتکم وضاعف اللہ اُجورھم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، برادرم سردار علی شاہ کے مکتوب سے یہ المناک خبر موجب صدرنج ہوا کہ بزرگوارم کی والدہ محترمہ نور اللہ مضجعھا اس دارفانی سے رحلت فرماگئی ہیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

والدین کرام اور گھر والے اور دیگر احباب اس خبر سے ازحد رنجیدہ ہوئے، مسجد نبوی شریف میں مرحومہ کے رفع درجات اور مغفرت کیلئے انفرادی اور اجتماعی طور پر بار بار دعائیں کیں، بزرگوارم کے تمام فرزندان علمی اور ابنائے دارالعلوم حقانیہ اور متعلقین کو قلبی صدمہ ہوا ہے۔ رب غفور رحیم بزرگوارم اور جملہ پسماندہ گان کو صابرین کے اجور عظیم نصیب فرمادے اور مرحومہ کی روح پاک کو جنت الفروس کے اعلی وارفع مقامات میں جگہ نصیب فرمادے۔ والدین کرام اور امجد علی شاہ کی والدہ وجملہ احباب اور واقفین بالخصوص حضرت مولانا عبدالحق صاحب عباسی (حضرۃ الشیخ مولانا عبدالغفور عباسی مدنیؒ کے فرزند مرحوم) اور محترم مولانا محمد انعام کریم صاحب (مولانا مدینہ منورہ ہجرت کرگئے تھے، دیوبند سے تعلق تھا) تعزیت وہمدردی کا اظہار فرماتے ہیں۔ آج مولانا ارشد صاحب صاحبزادہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی وہ بزرگوارم اور برادرم سمیع الحق صاحب کو بہت بہت سلام کہہ رہے ہیں اور

کوشش کررہے ہیں کہ حضرت الشیخ مولانا عزیز گل صاحب مدظلہ کی زیارت کیلئے پاکستان تشریف لیجائیں۔ حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ نے ویزہ وغیرہ کے بارے میں انکو اطمینان دلایا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اکوڑہ بھی تشریف لیجائیں گے۔ فرمانے لگے کہ ضرور وہاں بھی جانا ہوگا۔

شاید وہ بزرگوارم کے نام یا مولانا سمیع الحق صاحب کے نام خط بھی لکھدیں۔ آج دیر تک ان کے ساتھ حرم نبوی شریف میں باتیں ہوتی رہیں۔ حضرت مولانا اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم بھی تشریف لائے تھے۔ اور بزرگوارم کو تسلیمات کہہ رہے تھے حج کے موقع پر بھی اور یہاں مدینہ منورہ میں بھی بزرگوارم کو دعاوں میں یاد کیا کرتے ہیں اور حضرت والا کے مشفقانہ توجہات سے قوی توقع رکھتے ہیں کہ ہم خدام کو اپنے دعاوں میں یاد فرمائی سے نوازتے رہا کریں گے۔ والدین کرام کے بارے میں ارادہ ہے کہ ماہ محرم میں انکو بذریعہ ہوائی جہاز یا پھر بذریعہ بحری جہاز انشاء اللہ تعالیٰ بچوں سمیت بھیجوں گا۔ اس دفعہ والدین کرام اور بچوں نے بہت آسانی سے فریضہ حج ادا کیا۔ جملہ صاحبزادگان اور محترم مولانا نور الحق صاحب اور اہل بیت واقارب کی خدمت میں ہمدردی سلام عرض ہے۔

والسلام شیر علی شاہ طالب دعا

یکم محرم ۱۳۹۲ھ، الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ

خواب میں زیارت اور اعتکاف کیلئے مدینہ ٹھہرنے کی تلقین

بگرامی خدمت مخدومی المحترم المکرّم وشیخنا المؤقر حضرت شیخ الحدیث صاحب متعنا اللہ وسائر المسلمین بطول حیاتکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خدا کرے کہ بزرگوارم بعافیت ہوں۔ کئی دنوں سے حضرت والا کی خدمت میں عریضہ پیش کرنیکا ارادہ ہے مگر طبعی تکاسل حائل ہے حضرت والا کا مکتوب گرامی باصرہ نوازی کا ذریعہ ہوا تھا۔ حسب الحکم جب بھی سید المرسلین خاتم الانبیاء رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر اس روسیاہ کو حاضری کی سعادت میسر ہوتی ہے تو بزرگوارم کی طرف سے بصد ادب تسلیمات پیش کیا کرتا ہوں اور بارگاہ الٰہی میں دعا کیا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سایہ عاطفت کو ہم خدام کی حوصلہ افزائی اور دارالعلوم حقانیہ کی سرپرستی، ملک وملت کی مذہبی رہنمائی کیلئے تادیر قائم رکھے اور ایوان بالا میں کلمہ حق بلند کرنے کیلئے بزرگوارم کی آواز کو مؤثر ترین بنادے۔

مخدوما! بندہ نے اس دن خواب میں بزرگوارم سے ملاقات کی سعادت حاصل کی ہے۔ بندہ آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا جب کہ گھر میں تعمیری کام شروع تھا، آپ چارپائی میں تشریف فرما ہیں میں قدم بوسی کیلئے حاضر ہوا تو بزرگوارم نے کمال شفقت ومحبت کا اظہار فرمایا اور مجھے یہ یقین ہوا کہ آپ مجھ سے بہت خوش ہیں پھر آپ نے مجھے فرمایا کہ ''اعتکاف'' کیلئے مدینہ منورہ میں رہ جاؤ، نیند سے اٹھ کر عجیب کشمکش میں مبتلا ہوا۔ ابھی تک اُقدّم رجلا وأُ أخر اخری کی بات ہے کیونکہ قبل ازیں میں نے والد بزرگوار مدظلہ سے اجازت طلب کی تھی کہ تعطیلات میں میں

مدینہ منورہ میں رہنا چاہتا ہوں تا کہ حدیث وتفسیر کی بعض نادر کتب سے استفادہ کرسکوں، مگر والد صاحب کی طرف سے والا نامہ ملا جسمیں تعطیلات میں گھر آنیکا لکھا ہے اس سلسلہ میں بزرگوارم کی دعاؤں کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ ماھوالالیق کی توفیق عطا فرمادے۔ ''الحق'' ماہ ذوالحجہ کا دو دن ہوئے ہیں کہ موصول ہوا ہے رسائل بہت دیر سے پہنچتے ہیں۔ برادرم مولانا سمیع الحق صاحب اگر منیجر الحق کے ذریعہ کویت، دوبئ، ابوظہبی، قطر وغیرہ میں ''الحق'' کے جتنے خریدار ہیں ان کے پتوں کی فہرست بذریعہ ڈاک بھیج دے تو ممکن ہے کہ تعطیلات میں میں پندرہ بیس دن کیلئے ان خریداروں سے ملکر مزید خریداروں کو تلاش کرسکوں کیونکہ ان ممالک میں کافی پاکستانی موجود ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ کے جمیع اساتذہ کرام، اراکین حضرات، ناظمین کرام و دیگر عملہ احباب کی خدمت میں تسلیمات عرض ہیں۔

والسلام، تراب اقدامکم تلمیذکم وخویدکم، **شیر علی شاہ کان اللہ تعالیٰ** (۱۶ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ)

قاری محمد طیب اور مولانا محمد زکریا کے ہاں شیخ الحدیثؒ کا ذکر

مخدومی المحترم المکرّم حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب دامت توجہاتکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے کہ بزرگوارم بعافیت ہوں گے۔ میں نے ایک خط کل ایک حاجی کے ذریعہ بزرگوارم کو بھیج دیا ہے۔ اسلئے بذریعہ برید سعودی یہ خط بطور احتیاط لکھ رہا ہوں۔ قبلہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات ہوئی بزرگوارم اور دارالعلوم حقانیہ کے حالات میں نے ذکر کئے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کو میری طرف سے لکھدیں کہ آپ حضرات کی ملاقات کیلئے جی چاہتا ہے اور سفیر کو درخواست پیش کی ہے انہوں نے حکومت کو یہ مسئلہ پیش کر دیا ہے، فرمایا کہ اگر اجازت ملی تو کچھ مدت کے لئے پاکستان میں قیام رہیگا۔ فرمایا کہ ۲۲ جنوری ۱۹۷۴ء کو میں جدہ سے سعودی ایرلائنز پر روانہ ہونگا جو کراچی کے راستہ سے جائیگا۔ نیز حضرت اسوۃ السلف الصالحین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ کو آج سے تین چار دن قبل بزرگوارم کا سلام پیش کیا تھا از حد خوش ہوئے تھے اور حضرت والا کی صحت کے بارے میں دریافت کیا تھا، میں نے کہا: انہوں نے آپ سے دعاؤں کی درخواست کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انکی قوت بصارت وبصیرت کو مزید قوت وتوانائی بخشے فرمایا کہ میرا سلام ان کو لکھ دیجئے اور ان سے بھی میرے لئے دعاؤں کی درخواست پیش کیجئے۔ یہاں بہ وجوہ خیریت ہے۔ حضرت مولانا محمد انعام کریم صاحب، حضرت مولانا لطف اللہ صاحب اور مخدومی حضرت مولانا عبدالحق صاحب العباسی بزرگوارم کو بہت بہت سلام عرض کرتے ہیں۔

ابن تیمیہ کا ۲۸ جلدوں میں مجموعۃ الفتاوی اور دیگر کتابوں کا حقانیہ کو عطیہ

تربیہ والوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا مجموعۃ الفتاوی جو ۳۷ جلدوں میں ہے اور درر السنیہ جو ۱۲ جلدوں

میں ہے اور ایک شرح عقیدہ طحاویہ دیا ہے جو میں نے حاجی غلام قادر صاحب کو دیا ہے اور نوشہرہ کے نعت خوان سرفراز صاحب کو وہ انشاء اللہ لے آئیں گے۔ نیز حضرت ناظم صاحب کیلئے ایک ٹیپ ریکارڈ کیلئے غلام قادر صاحب نے ۱۵۰/ریال دیئے تھے اسپر ایک ٹیپ ریکارڈ خرید کر قاری محمد امین صاحب کے حوالہ کر دیا ہے، ان شاء اللہ قاری امین صاحب ۲۲۔۲۴ کے آس پاس اکوڑہ پہنچیں گے۔ اکوڑہ کے مولانا فضل الرحیم صاحب خیریت سے ہیں آجکل مدینہ منورہ میں ہیں اکوڑہ کے تمام حجاج بخیریت ہیں سب اساتذہ کرام اور ناظمین محدثین و جملہ کرام کی خدمت میں تسلیمات عرض ہے۔ بزرگوارم کے سرپرستانہ توجہات سے قوی توقع ہے کہ اپنے دعاوں میں اپنے اس ادنیٰ ترین خادم کو یادفرمائی سے نوازیں گے۔ ومن منانابقاء کم ابدا حتی یعزیٰ بکل مفقود

والسلام شیر علی شاہ کان اللہ لہ (۳۰/ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ)

مواجہ شریف میں صلوۃ وسلام اور دارالعلوم حقانیہ کے لئے دعائیں

بحضور اقدس مخدومنا المکرّم حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتکم وتوجہاتکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خدا کرے کہ بزرگوارم کی طبیعت اچھی ہو۔ برادرم صابر علی شاہ کے زبانی بزرگوارم کی بیماری کا علم ہوا۔ اس ناچیز اور والدین کرام اور بچوں کو قلبی صدمہ ہوا خداوند قدوس حضرت والا کو جملہ بیماریوں اور آلام سے محفوظ فرمادے اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے بزرگوارم کو صحت وعافیت کاملہ کیساتھ طویل زندگی نصیب فرمادے، والد صاحب فرماتے ہیں کہ آنجناب بھی ہم گنہگاروں کو اپنے دعاوں میں یادفرمائی سے نوازا کریں بزرگوارم کا وجود مسعود اس دور میں خداوند قدوس کی عظیم نعمت ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت سے تادیر نوازتا رہے یہ ناچیز مواجہ شریفہ میں بار بار حضرت والا کی صحت وعافیت، دنیوی اخروی فلاح ونجات کیلئے دعائیں کرتا رہتا ہے اور گاہے گاہے رب السموات والارضین کے محبوب ترین اور اجمل ترین محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کے بارگاہ یمن وسراپا برکت میں حضرت والا کی طرف سے تحیات وتسلیمات بصد ادب پیش کرتا رہتا ہے۔ یقیناً اس ناچیز پر بزرگوارم کے لامتناہی احسانات ہیں جن میں سے ایک عظیم احسان رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے شہر میں بمعہ اصول وفروع کے یہ چند روزہ قیام ہے اللہ تعالیٰ بزرگوارم کے ظل سعادت کو تادیر قائم رکھے اور دارالعلوم حقانیہ کو تاقیام قیامت قرآن وحدیث کی اشاعت وترویج کی خاطر عظیم ترقیاں نصیب فرمادے اور آپ کے صاحبزادگان کو دنیوی اُخروی سعادتوں سے نوازے۔ جملہ اراکین، اساتذہ کرام ناظمین مکرمین اور عملہ، طلبہ بالخصوص مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا انوار الحق صاحب، محترم ناظم سلطان محمود صاحب اور ناظم گل رحمان صاحب، محترم حاجی یوسف صاحب کو تسلیمات عرض ہیں۔ ہمارے امتحانات چار دن بعد ۱۴/جمادی الثانی کو شروع ہوں گے اور یکم رجب تک ہوں گے۔

والسلام خویدکم والمفتقر الی دعواتکم، شیر علی شاہ کان اللہ لہ (۱۰/جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ)

مسجد نبویؐ میں اعتکاف، اکابر علماء کا سلام و پیام

بحضور اقدس مخدومنا المکرّم حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب دامت توجہاتکم ،السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
بزرگوارم کا شفقت نامہ کل بروز ہفتہ بعد صلوٰۃ التراویح قلب وجگر کے سکون کا ذریعہ ہوا۔ اس روسیاہ نے امسال مسجد نبوی شریف میں اعتکاف کا ارادہ کیا تھا۔ جسکو اللہ تعالیٰ نے پورا فرمایا۔ مسجد نبوی شریف تو ویسے بھی زوار وار دین سے معمور رہتا ہے۔ لیکن رمضان المبارک کے نورانی لمحات میں اور خاص کر عشرۂ اخیرہ میں تو دور دراز سے عشاق پروانوں کی طرح شمع کے آغوش میں جمع ہوجاتے ہیں۔ گھر سے آتے وقت مصمم ارادہ تھا کہ بزرگوارم سے دعائیں لیکر روانہ ہونگا۔ لیکن بزرگوارم اسلام آباد تشریف لے گئے تھے، سیلابوں کیوجہ سے ہوائی جہازوں پر بے پناہ ہجوم ہوگیا تھا اسلئے قبل از وقت جانا پڑا۔ تین دن لاہور میں متعدد سفارشوں سے ۲۴ کو سیٹ ملی کراچی ۳ بجے پہنچا اور ۲۵ اگست کو کراچی سے روانہ ہوا۔ یہاں روزہ ۲۶ راگست (بروز جمعرات) سے شروع ہوا۔ ممکن ہے عید جمعہ کے دن ہوجائے ویسے تو ہفتہ کے دن ہونا ہے۔ لیکن یہاں یہ افواہ بھی ہے کہ شاید چاند ۲۹ کا ہو۔ اور یہاں ہمیشہ ۲۹ کا سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ بزرگوارم کی طرف سے سرور کونین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی آستانہ رحمت پر تسلیمات وصلوات پیش کئے ہیں اور رب السموات والارضین سے دعائیں مانگی ہیں کہ اللہ تعالیٰ بزرگوارم کی حیات طیبہ میں برکت عطا فرما دے اور دارالعلوم حقانیہ کی سرپرستی کیلئے صحت تامہ وشفاء کامل کیساتھ طویل زندگی نصیب فرمادے اور دارالعلوم حقانیہ کو علوم نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت وترویج کیلئے روز افزون ترقی بخشے اور تا قیام قیامت یہ ادارہ بزرگوارم اور جملہ متعلقین کے حق میں صدقہ جاریہ اور باقیات الصالحات کا عظیم ذخیرہ بنادے، بزرگوارم کے توجہات اور مسلسل شفقتوں سے قوی توقع ہے کہ اپنے اس ادنیٰ ترین شاگرد اور خادم کو دعاؤں سے محروم نہ فرمادیں گے کہ اللہ تعالیٰ دین کی خدمت سے نوازے اور خاتمہ بالایمان کی نعمت سے سرفرازی بخشے، والدین کرام بھی دعاؤں کی درخواست پیش کررہے ہیں اور بزرگوارم کے لئے ہر وقت دست بدعا رہتے ہیں، بچے بحمداللہ تندرست ہیں۔ صابر علی شاہ و دیگر اصحاب بھی بخیریت ہیں اور تسلیمات کہہ رہے ہیں حضرت مولانا عبدالحق عباسی مدظلہ اور حضرت مولانا لطف اللہ صاحب عباسی سے ملاقاتیں ہوئی انہوں نے بزرگوارم کی صحت اور دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں استفسارات کئے، میں نے سب احوال بیان کئے اور بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ خط میں ہماری طرف سے بھی تسلیمات پہنچادیں۔ اس طرح حضرت مولانا سعید خان صاحب امیر جماعت تبلیغ اور حضرت قاری فتح محمد صاحب مدظلہ اور جامعہ رشیدیہ کے مولانا حبیب اللہ صاحب اور مولانا منظور چنیوٹی جو میرے قریب اعتکاف کیلئے بیٹھے ہوئے ہیں تسلیمات کہہ رہے ہیں اور دعاؤں کی درخواست پیش کررہے ہیں، نیز میرے ایک دوست اختر گل صاحب جو دمام میں ملازم ہیں اور اعتکاف کیلئے تشریف لائے ہیں اور مولانا عبدالحلیم دیروی کے تلامیذ ومعتقدین میں سے ہیں، بہت بہت سلام کہہ رہے ہیں اور دعاؤں کا طلبگار ہیں دارالعلوم کے جملہ اراکین، ناظمین اور اساتذہ وعملہ کی خدمت میں تسلیمات عرض

ہیں بالخصوص محترم ومکرم مولانا سلطان محمود صاحب کی خدمت میں تسلیم وتکریم عرض ہے۔محترم مولانا سمیع الحق صاحب اور محترم مولانا انوار الحق صاحب کو بھی تسلیمات وتحیات پیش خدمت ہیں۔ مدینہ منورہ میں کافی مکانات کو گرایا جا رہا ہے پاکستانی ہوٹل کے قریب حیدر الحید ری کے دفتر اور ملحقہ آبادی کو گرا کر وسیع میدان بنادیا گیا۔مسجد نبوی شریف سے بجانب مغرب جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد بزرگوار کا روضہ تھا،اس تمام محلّہ کو گرادیا گیا ہے گویا مسجد غمامہ تک ایک میدان ہوگیا۔البتہ محلّہ شونہ جہاں قاری عباس کا مدرسہ تھا اب تک گرانے سے محفوظ ہے اس دفعہ ترکی سے دو لاکھ سے زائد حجاج آنے کا اندازہ بتایا گیا ہے،جبکہ ایرانی ۲۰ ہزار آئیں گے،امسال مسکن کا مسئلہ مشکل ہوگا۔ گرمی روبہ تنزل ہے یہاں بارش نہیں ہوئی ورنہ گرمی میں کافی کمی ہوجاتی انشاء اللہ تعالیٰ موسم حج میں معتدل موسم ہوگا اس دفعہ حضرت بنوری صاحب اعتکاف کیلئے نہ پہنچ سکے،معلوم ہوا ہے ان پر پابندی لگ گئی تھی،ظہر کے اذان کا وقت ہے اسلئے اخیر میں بزرگوارم سے دوبارہ درخواست ہے کہ دعوات مستجابہ میں یاد فرمائی سے نوازتے رہا کریں۔

خویدکم شیر علی شاہ کان اللہ لہ (۲۵ر رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ یوم الاحد)

دعائیں اور شکریہ

بگرامی خدمت مخدومنا المکرّم ومطاعنا المؤقر حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم وتوجہاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ تعالیٰ بزرگوارم کے ظل شفقت اور مبارک توجہات سے ہم خدام کو تادیر شرف سرفرازی بخشتا رہے۔ بزرگوارم کا یہ ادنیٰ ترین خادم وخوشہ چین پانچوں وقت حضرت والا کو اپنے دعاؤں میں یاد کرتا ہے کیونکہ آنجناب کے احسانات وکرم گستریاں اس سیہ کار پر حد سے زیادہ ہیں اور یہاں مدینہ منورہ میں قیام بھی آنجناب کی توجہات وتلطفات سے رب العزت نے نصیب فرمایا ہے۔کئی دنوں سے بزرگوارم کی خدمت میں درخواست پیش کرنیکا ارادہ ہے لیکن بعض عوارض حائل رہے بصد ادب گزارش ہے کہ بزرگوارم اپنے دعوات مستجابہ میں اپنے اس ادنی خادم کو یاد فرمائی سے نوازا کریں کہ اللہ تعالیٰ علم دین کی خدمت کی توفیق دے اور نیک اعمال سے دل ودماغ کو روشنی بخشے اور قیام مدینہ منورہ کو سعادت دارین کا ذریعہ بنادے۔میرے گھر والے اور بچے بھی دعاؤں کی درخواست پیش کررہے ہیں۔اللہ تعالیٰ حضرت والا کو صحت تامہ کاملہ کیساتھ طویل زندگی بخشے اور دارالعلوم حقانیہ اور تمام علاقہ کو آنجناب کی سرپرستیوں سے تادیر محظوظ فرماتا رہے۔محترم مولانا سمیع الحق صاحب اور محترم مولانا انوار الحق صاحب اور محترم مولانا ناظم سلطان محمود صاحب اور محترم مولانا گل رحمان صاحب وتمام اساتذہ کرام وطلبہ واراکین حضرات کی خدمت میں تسلیمات عرض ہیں۔ والسلام

حضرت الشیخ مولانا عبدالحق صاحب عباسی اور حضرت مولانا انعام کریم صاحب تسلیمات کہہ رہے ہیں۔

ابنکم الخادم شیر علی شاہ عفی اللہ عنہ (۲۰ر ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ)

نائب رئیس الجامعہ شیخ عبداللہ الزائد کی حقانیہ آمد اور شیخ الحدیث سے ازحد تاثر سمیع الحق کی مجلس شوریٰ کی رکنیت پر مبارکباد)

بحضور اقدس مخدومنا المکرّم وشیخنا المعظم حضرت شیخ الحدیث صاحب متعنا اللہ وجمیع المسلمین بطول حیاتکم الطیبۃ ،السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بزرگوارم کے مکاتیب سامیہ باعث صد مسرت وافتخار رہوئے ، یہ ناچیز اور بزرگوارم کا ادنیٰ ترین خادم وتلمیذ ہمیشہ سے حضرت والا کے مشفقانہ توجہات اور پدرانہ تلطفات سے شرف سرفرازی حاصل کرتا رہا ہے۔ درحقیقت مشائخ واساتذہ کرام میں یہ مابہ الامتیاز خصوصیت اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو عطا فرمائی ہے کہ اپنے خدام وخوشہ چینوں کو اپنے نگاہ کرم، عواطف نبیلہ ، نامہائے گرامیہ، اور دعوات مستجابہ سے نوازتے رہا کرتے ہیں۔ ومن عادات الساد ات ان یتفقدوا أصاغرھم والمکرمات عوائد

سلیما ن ذو ملك تفقّد طائراً وکانت أقل الطائرات الھداھد

برادرم محمود الحق سلمہ اللہ تعالیٰ کی شادی خانہ آبادی، نائب رئیس جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کا دارالعلوم حقانیہ میں ورود مسعود اور دارالعلوم کے کارنامہائے نمایاں سے گہرا تاثر اور مولانا سمیع الحق صاحب کو مجلس شوریٰ میں رکنیت کا اعزاز ان ہرسہ مسرّات پر یہ خادم بزرگوارم کو اور جمیع صاحبزادگان اہل بیت، اراکین دارالعلوم اور اساتذہ کرام اور ناظمین ذوی الاحترام کو مبارک باد پیش کررہا ہے۔

عید وعید وعید اجتمعا وجه الجیب ویوم العید والجمعا

اللہ تعالیٰ اس شادی کو جانبین کیلئے دنیوی، اخروی سعادتوں کا باعث بنادے اور بہترین ثمرات ونتائج مرتب فرمادے اور دارالعلوم حقانیہ روز افزوں ترقیوں سے نوازے اور تمام عالم اسلام کی ممتاز شخصیتوں کو اس کی علمی ،عملی، تبلیغی، خدمات کو بچشم خود معائنہ کے مواقع میسر فرمادے اور برادرم مولانا سمیع الحق صاحب کو مذھب وملت کی خدمت کیلئے اپنی خصوصی تائید وتوفیق سے سرفرازی بخشے۔امجد علی شاہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور بزرگوارم کے دعاؤں کے بدولت منگل کے شام کو مدینہ منورہ پہنچ گیا ہے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں علم دین کا شوق پیدا فرمادے اور علم باعمل کے زیور سے آراستہ فرمادے، محترم نائب رئیس صاحب اور محترم قاری عبدالقوی صاحب

ومن منانابقاء کم ابدا

حتی یعزّی بکل مفقود

خویدکم وتلمیذکم

شیر علی شاہ عفی اللہ عنہ

(المدینۃ المنورۃ ۶ صفر ۱۴۰۴ھ، یوم الجمعہ)

مولانا سید یوسف شاہ
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

مکاتیب

ڈاکٹر شیر علی شاہ بنام مولانا سمیع الحق

ٹنڈو اللہ یار کا جلسہ شیخ الحدیث کی شرکت: صدر ایوب کا خطاب

بخدمت اخی الصدیق رفیقی الشفیق شرفنی اللہ بلقائک، سلام مسنون، آپکا مودت نامہ کاشف مافیہا ہوا تھا ،یادفرمائی کا شکریہ، بھائی جان تاخیر جواب اسوجہ سے ہے کہ آپ نے لکھا تھا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے واپسی کے حالات سے بھی مطلع کیجئے ،بوجہ انکے واپسی کا منتظر رہتا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہ بمعہ عبدالعظیم صاحب کل بروز منگل تشریف لائے عظیم صاحب بہت خوش تھے کہ سفر کامیاب رہا نیز ہر دونوں کی صحت بھی اس سفر میں بہ نسبت قبل کے اچھی ہوئی ہے عظیم نے یہاں سے جاتے وقت الحاج غلام رسول صاحب کین مرچنٹ حیدرآباد والا کوتار دیا تھا کہ حضرت مولانا صاحب تشریف لارہے ہیں چنانچہ انہوں نے بروقت سٹیشن پر کار کھڑا کیا تھا وہاں پہنچتے ہی انکا استقبال کیا گیا اور بذریعہ کار مولانا کو اپنے دولت خانہ پہنچادیا گیا وہاں آرام وغیرہ کرنے کے بعد انکوایک دوسری کار میں جو تقریباً بیس روپے پر حیدرآباد سے ٹنڈو اللہ یار تک کرایہ پر طے ہوئی ٹنڈو اللہ یار چلے گئے اگرچہ مولانا صاحب نے بہت اصرار کیا مگر عظیم نے اور حاجی صاحب نے انکو کار میں جانے پر مجبور کیا۔ ادھر باچا صاحب بمعہ رفیق غار حیدرآباد کے سٹیشن پر گاڑی سے اتر کر چادر اور رومال سے چہرہ کو صاف کرتے رہے اور مجبورا ٹرین کے ذریعہ منزل مقصود روانہ ہوئے وہاں دستار بندی کے موقعہ پر صرف جنرل ایوب صاحب نے چھپی ہوئی تقریر کی جو اخباروں میں آپ نے دیکھی ہوگی جسمیں علماء کو کمیونزم وغیرہ کی مدافعت کی تلقین وغیرہ تھی، پھر سرکٹ ہاؤس میں جنرل صاحب اور مدعوین علماء کرام نے باہم بیٹھ کر چائے نوشی کی جنرل صاحب نے تمام کیساتھ خوب گپ شپ لگائی کسی کے ساتھ اردو میں اور کسی کے ساتھ پشتو میں پھر وہ چلے گئے اجلاس کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا غالباً مولانا صاحب نے تقریر نہیں کی اور نہ دیگر علماء نے اگر کسی نے کی بھی تو چند آدمیوں کے سامنے۔ مولانا شمس الحق کے ترجے میں مودودیئے چند افراد بیٹھے تھے واپسی میں ملتان میں بھی اترے ہیں وہاں کوئٹہ والا حکیم سے دوائی وغیرہ اور غالباً شاہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے بھی ملاقات ہوئی آج عظیم سوات چلے گئے ،ابھی کچھ تین گھنٹے ہوئے ہونگے

کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کیساتھ دارالعلوم سے بعد از نماز عصر آرہا تھا نماز کے بعد خطوط وغیرہ لکھنے کیلئے بٹھایا، جب میں اٹھا تو کہا صبر کرو۔ میں بھی جانیوالا ہوں اور عبداللہ خان کی تعزیت کرتا ہوں عبداللہ خان ۲۱ شوال کو فوت ہوا ہے رسالدار عبداللہ خان۔

مکتوب نگار اور شیخ الحدیث کی ظریفانہ باتیں

راستہ میں مجھے کہنے لگا کہ آپ کے حسن طلب پر سمیع الحق کو تیس روپے دیدئے۔ میں نے کہا کہ میں نے تو طلب نہیں کیا فرمایا کہ آپ نے کاغذ میں لکھا کہ آپ کو رقم دیں گے اور کہا کہ آپ ایک دوسرے کے پورے ایجنٹ ہیں (میں نے عبدالعظیم کو خط لکھتے وقت کہا تھا کہ اس خط کو راستہ میں مولانا صاحب کو دکھادیں) ایک تو آپ نے رقم کے متعلق اور دوسرا یہ کہ میں نے اپنا بڑا اس اسمیں نکالا تھا۔ مولانا نے اس کے متعلق بھی کہا کہ مجبوری کی وجہ سے ہمیں ان ملازمین کو یہ کتابیں دینی پڑیں عذر ومعذرت کرنے لگا۔ میں نے کہا میں راضی ہوں۔ مگر جی لگا کے نہیں پڑھا سکوں گا پھر کہنے لگا، کہ تیس روپے تو کافی ہوں گے، میں نے کہا ہاں کافی ہیں پھر فرمایا کہ وہاں یہ رقم کیسے خرچ ہوتا ہے میں نے کہا وہاں تو پانی پینے پر بھی کئی آنے خرچ ہوجاتے ہیں وہاں تو روپوں کی کوئی وقعت نہیں بہر حال آپکی پوزیشن کو سالم وبرقرار رکھا آپ پر احسان نہیں محض حق رفاقت ادا کرنا ہے تاکہ آپ یہ نہ کہیں کہ میرے ساتھ رہ کر اب میرے عدم موجودگی میں میری گیت نہیں گاتا۔ آپ نے محترم عزیز صاحب حیدری کے متعلق یک لفظ بھی نہیں لکھا آپ کیوں ڈرتے ہیں ان کے حالات کو ضرور لکھا کریں تاکہ مجھے تسلی ہو وہ تو ہمارے پرانے رفیق ہیں آپکے اب سے رفیق بن گئے ہوں گے اور ہمارے تو اس وقت سے رفیق ہیں کہ ان دنوں میں آپ مکلّف نہیں تھے۔

امسال گزشتہ سالوں کی نسبت طلبہ بہت زیادہ ہیں، ۳۰۰ تک داخلہ پہنچ گیا ہے حالانکہ اکثر پرانے طلبہ نہیں آئے، آج سے داخلہ گویا کہ بند ہوگیا ہے، نئے مدرسین قابل ہیں سنا ہے کہ آج جامعہ کا افتتاح شمس الحق صاحب افغانی کے درس حدیث سے ہوا گزشتہ رات کو اس نے مسجد حاجی صاحب میں درس کلام پاک لاؤڈسپیکر سے دیا تھا، ہمارا لاؤڈسپیکر خراب ہوگیا ہے اسمیں تمام وال وغیرہ جل گئے ہیں اب اسپر تقریبا دوسو روپے خرچ ہوکر صحیح ہوسکے گا۔

مفتی یوسف کا مولانا احمد علی لاہوری کو تسلی کرانے کیلئے خط

اس دن مفتی صاحب (مولانا مفتی محمد یوسف بونیری مدرسہ حقانیہ) سے ملا، آپ کے طرف سے ہمدردی کا اظہار کیا بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری زید مجدھم کو ایک خط لکھ رہا ہوں کہ وہ میری تسلی کریں میں نے کہا وہ لمبے خطوط نہیں پڑھتے اور نہ ان کو اکثر خطوط دیئے جاتے ہیں مشافہۃً ان سے گفتگو کریں۔ حنیف طالب العلم بھی ان کے پاس ہے۔ آپ نے کتابوں کے متعلق لکھا ہے غالبا دارالعلوم نے ماہ

رمضان میں کچھ پچیس تیس روپے کی فروخت کئے ہیں جب سے میں آیا ہوں مجھ کو کچھ پندرہ تک روپے وصول ہوئے ہیں مجھ پر مختلف ڈیوٹیاں عائد ہوئی ہیں ایک تو انسانی فضیلت کا راز اور دفتری خطوط، اسباق کی پڑھائی، اور فصل کی کٹائی وغو بل میں حاضری۔ یہ خط اس وجہ سے بہت سپیڈ سے لکھدیا ہے اگر غلطی ہوئی ہو تو محسوس نہ فرمادیں۔

(اکوڑہ خٹک ۱۸رشعبان بوقت ۹ بجے رات ۱۹۸۵ء......مولانا سمیع الحق مدظلہ کے قیام دورۂ تفسیر لاہور کے دوران لکھا گیا)

دارالعلوم حقانیہ اور شیخ الحدیث کے احوال

سلام مسنون۔ مدت مدید کے بعد آپکی خدمت میں حاضر ہونیکی جرات کر رہا ہوں امید ہے کہ میری ان گنت مصروفیات کا جائزہ لیتے ہوئے چین بجبین نہ ہونگے۔ اگر ۲۰رشوال کو آتا تو اچھا رہتا۔ بمشکل میں لاہور کو آسکونگا اور خلاصہ جات کو یاد کرنا تو بجائے خود جو یاد کئے تھے وہ بھی نسیاً منسیا ہو گئے ہیں..............

مولانا لاہوری کے آمالی تفسیر اور شیخ الحدیث کی تعریف

ابھی تک خلاصوں (حضرت لاہوری کے درس تفسیر میں ہر رکوع اور سورۃ کا چند لفظوں میں خلاصہ بیان کرتے جسے یاد کر کے پوچھنے پر علی الفور دہرانا پڑتا، مولانا شیر علی شاہ صاحب صرف رمضان تک دورۂ تفسیر میں شریک رہے، حقانیہ کے درسی اور تعلیمی ضرورت کے وجہ سے وہ واپس ہوئے اور امتحانات سالانہ میں شرکت کی) کو چُھ نہیں کیا وہ ابتدائی کاپی حضرت شیخ التفسیر صاحب شیخنا شیخ الحدیث صاحب نے مطالعہ کیلئے لی ہے حضرت شیخ التفسیر صاحب کی اس جدید طرز اور تفسیر بالاعتبار والتاویل کی تعریف کرتے رہتے ہیں ون وے ٹریفک بہت مفید تھا یہاں تو ایک ایک میل جانا ہوتا ہے البتہ وہاں کے ربڑی روٹی سے نجات تو مل گئی ہے آہستہ آہستہ قبض کی شکایت بھی دور ہو جائیگی۔ آپکو بالکل خالص گھی تیار کیا جا رہا ہے ابھی مکھن سے گھی نکالا جا رہا ہے مسافری کے حالت میں قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ پرانی کتابیں حوالہ ہو رہی ہیں تو میں ڈیڑھ ماہ کی چھٹی لیتا۔ کیونکہ یہاں اساتذہ ضرورت سے بڑھ گئے ہیں اور وہاں قیمتی اوقات سے فائدہ اٹھاتا۔ فواحسرتا علی الاوقات التی لم تصرف فی صحبة شیخ التفسیر زیدت معالیهم فعلیك ان تستفیض من فیوضاتهم الفریدة منی السلام الی کل من یسالکم عنیّ، خصوصاً الفضلاء الحقانیه۔

بعض شرکاء دورۂ تفسیر

تعلیمی افتتاح کے متعلق مضمون اخبارات کو دیدیا ہے۔ منسلکہ خط حضرت شیخ التفسیر صاحب کو ضرور دیجئے۔ مولانا عبدالستار نیازی غلام سرور صاحب ،مولانا محمود شاہ صاحب، مولانا حافظ خلیل الرحمان صاحب، مولانا نصر اللہ ترکستان دیر۔ علی خان و محمد زرین صاحب کو سلام عرض ہے۔

والسلام

(از اکوڑہ خٹک ۲۲رشوال ،جمعرات)

فرزند امجد علی شاہ کے ولادت کی خوشخبری

اخی المحترم صدیقی الفاضل مولاناسمیع الحق صاحب دامت الطافکم، بعدازکی التسلیمات!اھئنك بان الله تعالیٰ قد منّ علی اخیك،بان وھب له ولداـ فی فجرالیوم یوم الاحد صدق الله مولاناالعظیم، ویھب لمن یشاء الذکور منیّ التھنئة الی اخی محمودالحق ووالد تکم المحترمه والی اھل بیتکم،

والسلام المھنئ اخوك شیرعلی شاہ ۴/محرم۱۳۸۱ھ

مولانا احمد علی لاہوری کے وصال پر جذبات غم

مولانا درخواستی کی معیت میں خان پور سے جنازہ میں شرکت:

اخی المحزون سمیعی المستأسف! حضرة الشیخ شیخ التقی والھدیٰ شیخ الاسلام بردالله مضجعھم وجعل قبرھم روضة من ریاض الجنة کی خبروفات نے دل ودماغ کو ماؤف کردیاہے۔انکی دائمی مفارقت کے صدمۂ جانکاہ سے یقیناً آنمحترم کو اور میرے قبلہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلھم العالی اور دیگر متعلقین دارالعلوم کو ناقابل برداشت رنج وغم کا سامنا ہوا ہوگا اور کیوں نہ ہو جبکہ حضرت شیخ التفسیر مولانا لاہوریؒ کوآپ حضرات سے بے پایاں محبت وشفقت تھی۔اورانہی کی توجہات کے بدولت دارالعلوم حقانیہ کوحق فخر حاصل تھا۔جب سے یہ المناک خبر سنی ہے انتہائی پریشانی میں مبتلا ہوں۔کلیجہ پھٹنے کو آتا ہے لاہور میں جنازۂ شیخ سے فارغ ہونے کے بعد دل نے تو اکوڑہ کو جانے پر مجبور کیا کہ وہاں آکر آپ کے ساتھ ملکر اپنی بدقسمتی اور سیاہ بختی پر خوب روئیں مگر حضرت حافظ الحدیث دامت برکاتہم کی رفاقت اور معیت نے اجازت نہ دی۔ یہاں خانپور آکر قلق واضطراب میں وقتاً فوقتاً اضافہ ہورہا ہے۔یہ خط محض اپنے دل کی تسلی کیلئے لکھ رہاہوں فلا بد من شکویٰ الی ذی مرودة۔یواسیك اویتوجع

مجھے تو اپنی کم بختی پر رونا آتا ہے کہ ہم کتنے بدقسمت ہیں کہ ایسے دریائے فیض کے ہوتے ہوئے ہم پیاسے کے پیاسے رہے،ہم پر تو لازم تھا کہ ان سے ترجمہ کے بعد ہر ماہ میں انکی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے فیض وبرکات اور اصلاح نفس کی سعادت حاصل کرتے میں تو اتنا منحوس ہوں کہ خان پور آتے وقت لاہور میں نہ اترا۔ اگرچہ پہلے سے دل میں تھا کہ لاہور میں ایک دن کیلئے اتروں گا مگر اپنے شیوخ سے بے وفائی جو میرے دل کا خاصہ بنا ہوا ہے مجھے اس شرف لقاء سے محروم رکھا اور اس خیال پر کہ واپسی پر لاہور میں حضرت الشیخ مدظلھم کی صحبت میں دودن گزاردوں گا وہ ارادہ چھوڑ دیا۔

تھید ستانِ قسمت راچه سود از رهبر کامل

که خطر از آب حیواں تشنه می آرد سکندررا

بزرگوارم قبلہ حضرت شیخؒ کی وفات سے دوتین دن قبل میں نے خواب دیکھا تھا کہ میں حسب ماسبق ان کے حلقۂ درس میں ان کے قریب بیٹھا ہوں، صبح اٹھا تو خوش ہوا کہ واپسی پر ان کی ملاقات سے اطمینان قلب نصیب ہوجائیگا۔ مگر کیا خبر کہ داعی اجل اتنی جلدی کرے گا۔ صرف ایک ہفتہ کی مسافت تھی میرے ساتھ تقریبا چھ ساتھیوں نے یہ مشورہ کیا تھا کہ ہفتہ یعنی ۲۵/رمضان کو حضرتؒ کے ہاں جا کر ان سے دعالیں گے بعض نے ان سے بیعت ہونیکا ارادہ کیا تھا۔ میرا تو ارادہ تھا کہ ان سے دوسرا سبق لوں گا۔ خواب کی تعبیر اب یوں نکلی کہ حضرت حافظ الحدیث صاحب کا درس اور حضرت شیخ لاہوریؒ کا درس ایک ہے۔

مولانا درخواستی پر غم واندوہ کے اثرات

ہمارے حضرت حافظ الحدیث روزانہ سبق کے بعد حضرت لاہوریؒ کے مناقب اور مجاہدانہ کارناموں اور انکی جامعیت کا تذکرہ کرتے ہوئے خود بھی روتے ہیں اور طلبا کو بھی رلاتے ہیں۔ دودن سے ترجمہ کا رونق چلا گیا ہے اب مولانا پوری تشریح کیساتھ ترجمہ نہیں کرتے مغموم ہوتے ہیں، جب کبھی ایسی آیت آجاتی ہے جہاں مؤمنین کے اوصاف ہوتے ہیں تو روپڑتے ہیں روزانہ درس کے اختتام میں یہ دعا کرتے ہیں اللھم اذا اردت بعبادك فتنة فاقبضنا غیر مفتونین، فرماتے ہیں کہ فتنے بڑھ رہے ہیں اور ہمارے اکابر ہم سے روپوش ہوتے جاتے ہیں، حضرت امیر شریعتؒ جو فتنوں کی انسداد کیلئے آھنی قلعہ کی حیثیت رکھتے تھے وہ بھی ہم کو اکیلے چھوڑ بیٹھے اور میرے بزرگ اور شیخ مولانا لاہوری بھی ہم سے روٹ گئے۔

برادر مکرم، حضرت کی وفات کی خبر یہاں ۲ بجے رات بذریعہ فون موصول ہوئی۔ ناظم مدرسہ نے مجھے جگایا اور اس المناک خبر سے میرے ہوش وحواس میں آگ لگادی۔ یہ خبر خان پور میں منٹوں سکنڈوں میں آگ کیطرح پھیل گئی۔ بعض طلبہ نے حضرت کے ساتھ جانیکی خواہش ظاہر کی مگر انہوں نے اجازت نہ دی۔ میں تو حضرت مدظلہ کے دولت خانہ کو گیا اور کہا میں ضرور جاؤنگا۔ حضرت نے بخوشی اجازت دی سٹیشن پہنچے تو دین پور شریف کے بزرگ اور حضرت لاہوری کے متعلقین پہنچ چکے تھے تمام ایک ہی ڈبہ میں بیٹھ گئے۔ عجیب نظارہ تھا کہ بڑے بڑے اہل اللہ ایک ہی ڈبہ میں جمع ہوئے تھے اور ہر سٹیشن پر کوئی نہ کوئی عالم محدث اور معتقد گاڑی میں سوار ہورہے تھے۔ لائل پور تک شاہین میں آئے ساڑھے بارہ بجے شاہین لائل پور پہنچا پھر وہاں سے سپیشل بس کا انتظام کیا گیا، لائل پور سے ۸۵ میل کے فاصلہ پر لاہور دور ہے دو گھنٹوں میں لاہور پہنچ گئے چونکہ اخبارات میں جنازہ کا وقت دو بجے بتایا گیا تھا اسلئے ہمیں کافی پریشانی تھی کہ کہیں جنازہ سے محروم نہ رہ جائیں مگر خانیوال کے سٹیشن سے حضرت درخواستی مدظلہ نے

صاحبزادہ عبیداللہ کے نام ایکسپریس تار دی کہ دین پور کی جماعت شاہین سے آرہی ہے اور لائلپور سے بس میں آنا ہو گا اسلئے ہم دیر سے پہنچیں گے جنازہ چار بجے پڑھایا جائے تو انہوں نے حضرت کی اس بات پر عمل درآمد کیا۔

سفر آخرت مولاناؒ کا جنازہ

جب شیرانوالہ گیٹ پہنچے تو اسوقت فیوض وبرکات اور زھد وتقویٰ کے مجسمے کا جنازہ اٹھایا گیا تھا لاکھوں کی تعداد میں عقیدت مند پروانہ وار حضرت شیخؒ کی آخری خدمت سرانجام دینے میں کوشاں تھے۔ جنازہ دھلی دروازہ سے ہوتے ہوئے سرکلر روڈ اور انارکلی سے گزرتا ہوا پورے ڈھائی گھنٹے میں یونیورسٹی گراونڈ پہنچ گیا تھا حضرت شیخ التفسیر حافظ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ موٹر رکشوں کے ذریعہ جنازہ سے پہلے یونیورسٹی گراونڈ پہنچنا چاہیے چنانچہ رکشہ کے ذریعہ وہاں پہنچ گئے لاکھوں آدمی وہاں صفوں میں بیٹھے ہوئے حضرت قاضی شجاع آبادی کی تقریر سن رہے تھے حضرت درخواستی صاحب نے کہا کہ آگے جانا چاہیے چنانچہ پہلی صف میں جہاں لاؤڈ سپیکر نصب تھا وہاں چلے گئے جب قاضی صاحب نے انکو دیکھا تو اعلان کیا کہ حضرت درخواستی تشریف لائے ہیں۔

مولانا درخواستی کا جنازہ میں دردناک خطاب

پھر حضرت درخواستی صاحب کی دردناک تقریر شروع ہوئی اور حضور کی وفات سے مدینہ کی تاریکی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آج لاہور اجڑا ہوا نظر آرہا ہے مہینہ بھی شان والا ہے جس کے جنازہ کیلئے تم اکٹھے ہوئے ہو وہ بھی شان والا۔ اللہ شان بڑھانے والا ہے جس کا شان بڑھانا چاہے بڑھا دے آج تم روزے کی حالت میں وضوء کئے ہوئے ہزاروں کی تعداد میں نہیں لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوئے ہو جس کے جنازہ میں چھوٹے بڑے سب جمع ہوئے ہوں، علماء، محدثین مبلغین، خواص وعوام اور اہل اللہ یہاں نظر آتے ہیں۔

مولانا لاہوری میں امروٹی کا جلال اور دین پوری کا جمال جمع تھا

پھر فرمایا کہ حضرت لاہوری جامع الصفات تھے وہ جلالی بھی تھے جمالی بھی تھے انہوں نے حضرت امروٹی کے فیوض بھی حاصل کئے اور حضرت دین پوری سے بھی استفادہ کیا۔ امروٹی جلالی تھے انہوں حضرت لاہوریؒ پر جلال کا رنگ چڑھایا اور دین پوریؒ نے جمال کا رنگ۔ چنانچہ حضرت لاہوریؒ میں یہ دونوں صفات پائے جاتے تھے کبھی جمال میں آکر مجسمہ شفقت بن جاتے اور کبھی کبھی تقریر کرتے کرتے جلال کے آئینہ دار ہوتے۔ حضرت درخواستی صاحب کی تقریر سے لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے پھر نماز عصر ادا ہوئی اسکے بعد جنازہ پرانی انارکلی کے روڈ سے نمودار ہوا تو بے اختیار آنسو گر پڑے۔ پولیس باوجود کافی نظم وضبط کیساتھ فیل ہوگئی تھی حضرت مولانا لاہوریؒ کے جنازہ کے بانس تین چار دفعہ ھجوم کی وجہ سے ٹوٹ گئے تھے جنازہ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب نے پڑھایا جنازہ میں تقریبا

دولاکھ یااس سے زائدلوگ شریک تھے نماز جنازہ کے وقت معمولی شبنم برس رہاتھا۔ پھر حضرت الشیخؒ کا جنازہ چوک برجی کے راستہ پر میانی صاحب کے مقبرہ کو پہنچایا گیا اور سورج غروب ہوتے وقت رشدوہدایت کے سورج کو سپرد خاک کردیا گیا۔ اللھم وسع مر قد الشیخ واجعل روضتہٗ روضة من ریاض الجنة اللھم اعطھم داراً خیرامن دارھم واھلاً خیراً من اھلھم والحقنابھم وبعبادك الصالحین الذین لاخوف علیھم ولاھم یحزنون،
میں نے جنازگاہ میں آپکواور حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کو کافی تلاش کیا مگر آپ نہ ملے میرا مکمل یقین تھا کہ آپ ضرور پہنچے ہوں گے۔ شاید کثرت ھجوم کی وجہ سے آپ سے ملاقات نہ ہوسکی۔ محترم قاری محمد امین صاحب اور مولانا عبدالحنان صاحب سے ملاقات ہوئی میں پہلے صف میں جارہاتھاتو قاری صاحب نے آواز دی میں نے ان سے آپ حضرات کے متعلق پوچھاانہوں نے کہا ہم نے انکونہیں دیکھا۔ میں تو خداوند قدوس کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتاہوں کہ اس نے اس روسیاہ کو حضرت الشیخؒ کے جنازہ میں شمولیت کی سعادت بخشی ورنہ عمر بھر حسرت رہتی اورلطف یہ کہ حضرت الشیخؒ کی سرِمبارک کے سامنے کھڑے ہونیکی سعادت نصیب ہوئی یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اورحضرت حافظ الحدیث صاحب کی برکت تھی۔ مجھے ایک طرف حضرت مولانا سراج احمد صاحب ابن مولانا غلام محمد صاحب دین پوریؒ اور دوسرے طرف حمیداللہ صاحب (فرزند شیخ التفسیر) تھے حضرت الشیخؒ کے سرِمبارک کو ہاتھ لگانے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ پھر ۸ بجے سندھ ایکسپریس سے واپس خان پور روانہ ہوئے راستہ میں حضرت حافظ الحدیث مدظلہ حضرت شیخ التفسیرؒ کی جدائی پر رورہے تھے ان کے علوشان اور فضائل واوصاف کو بار بار دہرارہے تھے یہاں پر روزصبح کے نماز کے بعداور درس قرآن مجید کے بعد حضرت حافظ الحدیث صاحب اپنے پیر بھائیؒ کی جدائی پر روتے رہتے ہیں اورانکوخصوصی دعاؤں میں یادفرمایا کرتے ہیں۔ لاہور کے سٹیشن پر حضرت حافظ الحدیث مدظلہ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ اور دیگرا کوڑے والے نہیں ملے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں نے تو کافی تلاش کی مگروہ نہیں ملے میراتو خیال تھا کہ آپ ہوائی جہاز سے آئے ہوں گے کیونکہ جہاز ۵۵۔۱۱ روانہ ہوتاہے پشاور سے۔ یاراولپنڈی تک بس میں آکر وہاں سے جہاز میں آئیں گے۔

میرے محترم بھائی صاحب آج ہم روحانی باپ سے محروم ہوکر یتیم ہوگئے ہیں، پہلے تو خیال تھا کہ لاہور میں واپسی پر دودن قیام کرونگا مگراب جی نہیں چاہتا خدا کرے کہ بخیریت اکوڑہ پہنچ سکوں۔ دل بہت پریشان ہے یہاں حافظ الحدیث مدظلہ بھی علیل ہیں آج تراویح انہوں نے نہیں پڑھائے۔ اب تک ۲۶ پارے ہوئے ہیں شاید ۲۶ ر رمضان کوختم ہوکر ۲۶ تک حاضرخدمت ہوسکوں۔ میرے لئے خود بھی اور حضرت قبلہ شیخی ومولائی شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم سے دعاؤں کی درخواست کریں ہمارا وہ پروگرام نہ ہوسکا آپ کا گرامی نامہ جب صادر ہوا تو میراارادہ تھا کہ آپکوخط لکھوں کہ آپ پروگرام مکمل فرمادیں میں نے بھی اس دورہ کا ارادہ کرلیا تھامگرحضرت کی وفات

کے بعد یہ ارادہ چھوڑ دیا اور چھوڑنا چاہیے بھی تھا۔حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب کی خدمت میں تعزیت وتسلیمات فرمادیں۔محترم ومکرم ناظم اعلیٰ صاحب کوسلام نیاز۔ آپ کا دورافتادہ مغموم بھائی

سید شیر علی شاہ۔۔۔۲۰؍رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ خانپور

وہ جو ملتے تھے کبھی ہم سے دیوانوں کی طرح
آج یوں ملتے ہیں جیسے کبھی پہچان نہ تھی

(مولانا ان دنوں خان پور (بہاولپور) میں حضرت مولانا درخواستی کے دورۂ تفسیر میں شریک تھے اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے ہم دونوں کو اکھٹے لاہور میں حضرت مولانا لاہوری سے دورۂ تفسیر پڑھنے کی سعادت سے نوازا تھا۔)

موسم حج قریب ہے دن رات کوایک کر کے اس سعادت سے متمتع ہوں

برادرم محترم ومکرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زیدت الطافکم ودامت توجہاتکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے کہ آپ اپنے دعاؤں میں اپنے اس ادنی خادم کو یادفرمایا کرینگے۔خداوندقدوس کی شان کریمی سے قوی توقع ہے کہ وہ آپ حضرات کی دعاؤں کوقبول فرما کر اس ناچیز کوسعادات عالیہ سے سرفرازی بخشے گا۔جن سے آپ حضرات کونوازا۔آپکاوالا نامہ باعث مسرت ہوا۔ان شاء اللہ العزیز جس دن آپکاخط ہمیں موصول ہوااس دن میرا خط آپ جناب کوموصول ہواہوگا آپکے خط کے ہمراہ ہردونوں احباب کرام کی خدمت میں عریضے ارسال کر چکا تھا۔امید ہے کہ ملیں ہوں گے، جواب میں اس دفعہ اتنی دیری مناسب نہیں اب تو گنتی کے دن رہ گئے ہیں آج ۱۵ ذی القعدہ ہے گویا مناسک حج کی ادائیگی کیلئے ۲۳۔۲۴ دن باقی ہیں اور جب یہ خط آپکو پہنچے گا تو ۱۸۔۱۹ دن رہ گئے ہوں گے جوں جوں موسم حج قریب ہوتا رہتا ہے اتنے ہی حجاج کرام کی روحانی قوتیں بڑھتی جاتی ہیں عبادت وریاضت میں شب وروز انہماک، دعاؤں میں لطف کا ایک نیاعالم پیدا ہوتا ہے۔ان ایام سے اورمقدس امکنہ سے فائدہ لیتے ہوئے ہم دورافتادگان اور سیاہ بختوں کوبھی اپنے مقبول دعاؤں میں یادفرمایا کریں یہ سعادتیں روزانہ نہیں ہوتیں یہ مقبولین بارگاہ الٰہی کومیسرہوتی ہیں اپنی اس خوش قسمتی سعادت ازلی سے خوب تمتع حاصل کیجئے۔عشرہ ذی الحجہ کے بعد تو پھرحجاج کرام اپنے وطن کے دھن میں لگ جاتے ہیں اور یہاں اکوڑہ آکر ماسوائے گردوغبار کے اور کچھ نہ ہوگا اسلئے دن رات کوایک کرکے اپنے لئے توشۂ آخرت اور خویش واقارب کیلئے دعاؤں میں پوری فراخدلی سے کام لیں۔

محترم ومکرم حضرت مولانامیاں عبداللہ صاحب کاکاخیل مدظلہم اورمحترم ومکرم حضرت مولاناسعیدالرحمان صاحب مدظلہم سے بھی ناچیز کیلئے دعاؤں کی درخواست پیش کریں، ممنون رہونگا۔آج مولاناسعیدالرحمان صاحب کے

بڑے بھائی صاحب کا خط آیا تھا حضرت مہتمم صاحب کے نام جسمیں انہوں نے ایک قابل مدرس کا طلب کیا ہے جو مدرسہ رحمانیہ بہبودی میں متوسط درجہ کی کتابیں پڑھا سکتا ہو۔ کوشش جاری ہے کہ ان کیلئے بہترین مدرس دستیاب ہو سکے۔

مولانا عبیداللہ انور کی آمد

مولانا عبیداللہ صاحب انور ۲۲ مارچ کو اکوڑے آئے، دارالعلوم میں گیارہ بجے کے قریب پہنچے ان کے ہمراہ مولانا تقویم الحق صاحب اور مولانا مجاہد خان صاحب بھی تھے تقریبا دو گھنٹے انہوں نے تقریر کی، پھر کھانا کھایا دارالعلوم کا چکر لگایا پھر ۳ بجے واپس نوشہرہ گئے اور آپکو بہت یاد کرتے رہے رات کو بندہ بمعہ اصغر شاہ نوشہرہ چلے گئے وہاں انکا تین دن قیام رہا۔

مولانا عزیر گل کی زیارت

۲۳ کے صبح کو ریل گاڑی کے ذریعہ سخاکوٹ روانہ ہوئے ہم کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ لیجانے کا کہا چنانچہ ہم بھی ان کی رفاقت میں روانہ ہوئے دل میں خیال کیا چلو محترم عبداللہ صاحب کے والد ماجد اور اقارب سے ملاقات سے اطمینان ہو جائیگی راستہ میں مولانا عبیداللہ صاحب انور سے خوب گپ شپ رہی آپ کا بہت پوچھتے تھے پھر عبداللہ صاحب کے متعلق اس نے پوچھ گُچھ شروع کی۔ مردان اسٹیشن سے تقویم الحق بھی سوار ہوئے پھر تو اسکی نمکین باتوں نے گپ شپ میں رونق ڈالی۔ سخاکوٹ اترے تو ٹانگہ کے ذریعہ ہوائی جہازوں کے گراؤنڈ تک چلے گئے وہاں سے پیادہ جانا ہوا راستہ میں میرا دل ودماغ آپ حضرات کیساتھ تھا وہ گزشتہ ایام میں احوال وکوائف سامنے ہوئے اور مچھلیوں کے شکار کیلئے گئے تھے وہاں پہنچ کر ہر دونوں بزرگ اور اسلاف کرام کے بقیہ نشانات محترم ومکرم حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہ اور مکرم حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع اور مولانا تسنیم الحق صاحب اور قاضی صاحب انتظار میں تشریف فرما تھے ان سے ملاقات ہوئی انہوں نے مولانا انور صاحب سے اپنے ساتھیوں کی تعارف کرنے کو کہا مولانا انور نے اپنے ساتھیوں کا تعارف کیا۔ ہمارے ساتھ واہ کے عثمان غنی اور ایک صاحب راولپنڈی کے اور حاجی احمد عبدالرحمان اور پشاور کے یعقوب مولانا مجاہد خان صاحب ایک فوجی خطیب جو سکس لانسرز میں امام ہے اور حکیم جمال کا بھائی رفیع الدین، اصغر شاہ اور بندہ شامل تھے۔

مولانا عبیداللہ انور کی مولانا سندھی سے تشبیہ

وہاں خوب مجلس گرم ہوئی عجیب عجیب باتیں ہوتی رہی حضرت مولانا عزیر گل صاحب نے مولانا انور کو کہا

کہ تم تو عبیداللہ سندھی کی طرح معلوم ہورہے ہو آپکی باتیں اور خط وخال ان جیسی ہیں اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے بہت کام لینا ہے۔

تعلیم الاسلام اور بہشتی زیور کی اعلیٰ طباعت کا مشورہ

اور پھر ان سے کہا کہ خدام الدین کے طرف سے بہشتی زیور کو اعلیٰ قسم کی طباعت سے طبع کرا کر ارزاں نرخ پر اسے شائع کریں تا کہ ہر گھر میں اسکے کئی نسخے پہنچ سکیں اور مفتی کفایت اللہ مرحوم کے تعلیم الاسلام بھی اسی طرح شائع کرادیں۔ ان دونوں کتابوں سے بہت فائدہ پہنچے گا۔ کبھی کبھی دونوں بھائیوں کا آپس میں مناظرہ بھی ہو جاتا تھا ہم خاموش انکی باتیں سنتے تھے اور لطف اندوز ہوتے رہے، مولانا انور بھی اپنی مصروفیات اور عورتوں کی بے حیائی کے شکوے کرتا رہا اور دونوں بزرگوں کو دعوت دی کہ تم ضرور لاہور آجاؤ۔ مگر انہوں نے عدیم الفرصتی کا عذر کیا

مولانا نافع گل اور ہمارا ذکر خیر

درمیان میں آپ حضرات کا ذکر آیا عبداللہ صاحب کے والد ماجد نے کیا تھا کہ وہ پہلے ہی سے متفق تھے اور اتفاق کی بات کہ وہاں بھی متفق ہوئے پھر کہا کہ پہلے تو عبداللہ خط بھیجتا تھا مگر اب اسکو ساتھی مل گئے ہیں اور فرمایا کہ اسکی والدہ اور نانی صاحبہ خط نہ آنے کیوجہ سے پریشان ہوتے ہیں، میں نے کہا کہ مجھکو خط آیا ہے اور خیریت سے ہیں۔ خط عربی میں ہے اور بہترین عربی ہے پھر فرمایا خدا خبر کہ وہ امتحان کیلئے تیاری کریگا یا نہ۔ ایسا نہ ہو کہ امتحان کیلئے تیاری چھوڑ دے۔

جامعہ اسلامیہ مدنیہ کا نصاب اور نجدیت

پھر مولانا انور نے آپ کے جامعہ کا نصاب کا پوچھا اس موضوع پر باتیں ہورہی تھی کہ وہاں نجدیت اور وہابیت پھیلائی جاتی ہے وہاں کھانا کھا کر نماز ظہر ادا کی پھر ایک گھنٹہ تک گفتگو جاری رہی پھر اس دوران میں بارش ہوئی بارش بند ہونے کے بعد واپسی ہوئی اور راستہ کچا ہونیکی وجہ سے پھسل جانے کا خطرہ تھا آہستہ آہستہ سڑک تک کافی وقت میں پہنچے وہاں محمود شاہ باچا کے ایک دوست نے چائے کی دعوت کی تھی جو جہازوں کے میدان میں ایک عظیم الشان بلڈنگ تعمیر کررہا ہے وہاں سے فارغ ہو کر نوشہرہ آئے اور شام کے نماز کے بعد ہم نے مولانا انور صاحب سے رخصت لینی چاہی انہوں نے خلوص قلب سے دعائیں کیں اور تاکیداً کہا کہ میرا اسلام ضرور ہر سہ حضرات کو لکھدیں اور ان سے وہاں کے متعلق کہیں پھر وہ رات کو خیبر میل سے لاہور چلے گئے محترم عبداللہ صاحب کے گھر بمعہ وجوہ خیریت ہے میں نے ان کے والد ماجد مدظلہم سے پوچھا انہوں نے فرمایا بالکل خیریت ہے۔ تسنیم الحق صاحب بیمار ہوئے تھے اب تو اچھے ہیں۔

سسرالی عزیزوں کی شادی

پشاور میں آپ کے حاجی کرم الٰہی صاحب کی لڑکی کی شادی ہوگئی ہے کل ان کے برخوردار عبدالقیوم کی شادی ہے جملہ اساتذہ وارا کین کو دعوت دی گئی ہے مجھے اور انوار الدین ،اصغر شاہ کو تو ڈبل دعوت ہے، ایک آپ کے طرف سے اور ایک آپکی اہلیہ محترمہ کے طرف سے شاید صبح جانا ہو جائے۔

صدر ایوب کی مانکی آمد

کل صدر ایوب مانکی شریف پیر صاحب کی دعوت پر آئے تھے ان کے والد کی چوتھی برسی تھی ،ڈاکٹر شیر بھادر بابو نور الٰہی کل پشاور جائیں گے اور وہاں سے پیر کے دن کراچی کو جائیں گے۔ غالباً ۷۔۸۔ اپریل کو وہ مدینہ منورہ پہنچ جائیں۔ راحت گل اور حاجی نمک والا بھی ۱۱۔۱۲ اپریل تک پہنچ سکیں گے۔ دارالعلوم میں بمعہ وجوہ خیریت ہے اسباق پوری تیزی سے شروع ہیں۔طلبہ آپ کے متعلق بہت پوچھتے رہتے ہیں کہ مولانا سمیع الحق صاحب کب تشریف لائیں گے، نئے طلبہ کے ذہن میں یہ خیال ہے کہ وہ بہت لمبے چوڑے، موٹے بدن کے ہوں گے ،لمبی داڑھی عمر رسیدہ ہوں گے۔ بہار کے ایام ہیں۔موسم کافی تبدیل ہوگئی ہے آدمی رات کو لحاف نہیں پہن سکتا۔دن کو سورج میں کام کرتے وقت پسینہ آتا ہے مشین بفضلہٖ تعالیٰ کامیاب ہے۔

سراپا اشتیاق دید

خدا کرے کہ آپ تینوں حضرات کی موجودگی میں وہاں ایک پکنک منائی جائے۔ تاکہ حجاج ثلاثہ کے مبارک اقدام سے وہ جگہ متبرک ہوسکے۔محترم عبداللہ صاحب کو ضرور بالضرور اپنے ساتھ لاویں کیونکہ ویسے بھی انکی چھٹیاں ہونگیں اگر محترم عبداللہ صاحب آپکے ہمراہ آئے تو بندہ استقبال کیلئے انشاء اللہ العزیز کراچی تک آنیکی کوشش کریگا ورنہ لاہور تک۔ راولپنڈی تک تو آپکے لئے اور راولپنڈی سے لاہور تک مولانا قاری سعید الرحمان صاحب کے لئے۔ استقبال کیلئے ہم اب سے پروگرام بناتے رہتے ہیں اوران خیالات وافکار سے اوقات بسر کر رہے ہیں لاہور تک کافی احباب کا خیال ہے آج پھر ایک خط عبدالحمید خان صاحب کو لکھدیا ہے کہ وہ حج آفیسر کو سفارشی خط لکھدے عبدالحمید خان اب تک کراچی گیا ہوا تھا اب لاہور واپس ہوا ہے نیز اس رقم کی یاددہانی بھی دیدی ہے کہ ابھی تک وہ رقم سمیع الحق کو موصول نہیں ہوئی گزشتہ ایام میں پشاور گیا تھا حاجی کرم الٰہی صاحب نے آپ کی حالات دریافت کئے تو حیلہ احوال میں نے ان کو بیان کئے ،اسطرح خواجہ صفدر صاحب نے بھی اس نے تو کہا کہ مجھے ان کا ایک خط بھی آیا ہے امسال عصمت شاہ کا دوسرا بھائی پڑھنے کیلئے آیا ہے۔آپ کے عبدالقیوم کی شادی ہوگئی ہے جملہ اساتذہ ونظماء اراکین تشریف لے گئے تھے میں بیماری کی وجہ سے رہ گیا تھا آج معلوم ہوا کہ نفیسہ بمعہ والدہ پشاور سے واپس

تشریف لاچکی ہے اور شادی کی مٹھائی اور مہندی ہمارے گھر میں بھیج دی ہے۔ جنکا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میرے والدین کرام اور امجد علی شاہ کی والدہ آپ کا اور محترم قاری سعید الرحمان صاحب اور محترم مولانا عبداللہ صاحب کو تسلیمات عرض کرتے ہیں اور دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ مانکی شریف کے میر حسن ٹھیکدار جو حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تھے جمعہ کے دن ۱۶/ذی القعدہ مکہ معظّمہ میں وفات پاگئے ہیں دارالعلوم میں اسکے وفات پر اظہار غم رنج کیا گیا، کل مولانا اور جملہ اراکین مانکی تعزیت کیلئے گئے تھے۔ حافظ شریف نوشہروی نے مجبور کیا ہے کہ اس کاغذ پر میں بھی کچھ لکھ رہا ہوں آپ مزید لکھنا چھوڑ دیں۔ چنانچہ اس سے ڈرتا ہوں انشاء اللہ العزیز مزید حالات لکھوں گا۔ والسلام:

شیر علی شاہ کان اللہ لہٗ ؟ (اکوڑہ خٹک ۱۵/ذی القعدہ ۱۳۸۳ھ)

دعاؤں کی مشترکہ درخواست حرمین سے جذبات عقیدت کا اظہار

برادر محترم ذوالمجد والسعادۃ مولانا سمیع الحق صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ ومحترم مولانا قاری سعید الرحمان صاحب ومحترم ومکرمی مولانا عبداللہ صاحب زیدت الطافہم۔۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے آپ حضرات بخیریت ہونگے اور صحیح وسالم اپنے مقصد مبارک میں کامیاب ہوکر اطیب بلا داللہ کے بعد مدینۃ رسول اللہؐ کے مطہر ومنور فضا میں داخل ہوگئے ہونگے فبشریٰ لکم وهنيئاً لكم هذه السعادات العالية التى لاتنال الا بافضاله تعالیٰ وعناياته وتقبل الله منكم هذه الرحلة الطيبة الرحلة لديار الحبيبؐ وبيت الله الجليل، آمین یہ خط بندہ محترم اصغر علی شاہ کے حکم پر آپ حضرات کو لکھ رہا ہے۔ آج آپ کا کراچی سے آخری ارسال کردہ کارڈ باعث مسرت ہوا۔ آپ حضرات کی روانگی سے خبر ہوکر جملہ احباب اور متعلقین کو خوشی ہوئی۔ اس وقت برادرم اصغر علی شاہ صاحب بھی دارالعلوم تشریف لائے ہوئے تھے انہوں نے یہ لفافہ نکال کر مجھے کہا کہ زائرین حضرات کو خط لکھنا ہے میں نے کہا بعد میں لکھدیں گے چنانچہ مشین سے یہ خط لکھا جارہا ہے۔ گویہ خط اصغر علی شاہ صاحب کا ہے میں نے کافی اسکو کہا کہ آپ اپنے قلم سے اپنی معروضات پیش فرمادیں مگراس نے اصرار کر کے مجھے لکھنے پر مجبور کردیا ہے اس میں میری لالچ بھی ہے کہ اپنے احوال وکوائف بھی اس لفافہ میں آپکو پیش کردوں۔ پیر صاحب کا یہ خط محض اسلئے بھیجا جارہا ہے کہ آپ حضرات مقامات طیبہ مبارکہ میں حاضری دیتے وقت پیر صاحب اوراسکی والدہ صاحبہ اور گھر والوں کو یاد فرمایا ریں کہ اللہ تعالیٰ عمل صالح کی توفیق بخشے اور دولت ایمان سے نوازے اور خاتمہ بالایمان فرمادے۔ اور جناب رحمۃ العالمین محسن اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہ قدس میں اس ناکارہ پر معاصی امتی کا صلوۃ وسلام بصد ادب واحترام پیش فرمادیں۔ اور وہاں یہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان رحمتوں سے نوازے۔ جو وہاں زائرین پر برستی

ہیں۔ میری طرف سے مخدومنا ومرشدنا ومولانا فی الدارین حضرت مدنی دامت برکاتہم اور اس کے صاحبزادوں کو تسلیمات عرض فرمادیں اور ان سے دعاوں کی درخواست پیش فرمادیں محترم مولانا لطف اللہ صاحب جو حضرت مدنی کے بھتیجے ہیں انکو بھی میرا اسلام عرض کردیں۔

مولانا بدر عالم سے دعا کی فرمائش

اگر مخدومنا مولانا بدر عالم صاحب مدظلہم سے بھی دعا ہمارے لئے لے لیں تو نوازش ہوگی۔ واپسی پر کچھ کھجور یا نمک مبارک محترمنا ومطاعنا مدنی دامت برکاتہم سے دم کر کے اپنے ساتھ لے آویں۔ میں آپ سے گھڑی وغیرہ کی فرمائش نہیں کرتا۔ امید ہے آپ اس عریضہ کو قبول فرما کر مشکور گروانیں گے۔ گھر میں بمعہ وجوہ خیریت ہے۔ نفیسہ بمعہ والدہ بعافیت ہے میں احوال عافیت طلب کرتا رہتا ہوں بے فکر رہیں حضرت شیخ الحدیث صاحب اور آپکی والدہ اور جدۃ صاحبہ ودیگر اقارب بخیریت ہیں۔ محترمہ والدہ صاحبہ اور ذوالفقار علی شاہ سلمہ کی والدہ تسلیمات اور دعاوں کی درخواست پیش کررہی ہیں۔ ذوالفقار علیشاہ کیلئے خصوصی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو علم کامل ونافع عطا فرمادے۔ اور وہاں کے سعادت سے اللہ تعالیٰ اسکو بھی بہرور فرمادے۔ اخیراً تاکید گزارش ہے کہ دعاوں میں فراموش نہ فرمایئے۔

مولانا عباسی مدنی کا دورۂ سرحد

میں نے یہاں پشاور اور مردان میں جب حضرت مدنی مدظلہم تشریف لائے تھے آپ کا سلام انکو ذکر کیا تھا اور آپکی سفر حجاز کا تذکرہ بھی کیا تھا۔ ہم اگرچہ من حیث الجسم آپ سے دور ہیں لیکن ہمارے دل اور خیالات آپکے ساتھ ہیں۔

قلوبنا معکماا اینما کنتم فلاتنسونا فی دعواتکم، المحتاج الی الدعوات تراب الاقدام المدنیه من ظلهم العالی،اصغرعلی شاه کان الله له، ۱۲/رمضان المبارك ۱۳۸۳ھ،

حضرات ثلاثہ دامت توجہاتکم ،السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزدوری کر کے اس لفافہ میں اپنے معروضات پیش کرنے کی گنجائش نکال دی ہے، پیر صاحب تو خواہشمند تھے کہ مزید بھی اس کے طرف سے لکھتا۔ مگر میں نے کہا کہ ان کو اتنا وقت نہیں اس لئے انکی سمع خراشی مناسب نہیں۔ آج ہماری خوشی کا اندازہ نہیں جبکہ آپ کے کارڈ نے یہ بشارت پہنچادی ہے کہ وہ ۲۴ کے جہاز سے روانہ ہوگئے ہیں اور اب تو بحرین سے بھی روانہ ہوئے ہوں گے الحمدللہ ثم الحمدللہ، اس خبر سے حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب مدظلہم اور اراکین، نظماء، متعلقین اور میرے والدین اور امجد علی شاہ کی والدہ اور آپ کے جملہ پرسان حال حضرات بہت خوش ہوئے ہیں

بابرکت سفراور معیت سے محرومی پر افسوس

اور کیوں خوشی محسوس نہ کریں گے جبکہ ہم خدّام کے طرف سے ایک نمائندہ جماعت مدینہ طیبہ حاضر ہوکر وہاں دعاؤں میں ہمیں یادفرمایا کریگی۔محترمی ومکرمی عبداللہ صاحب تو پہلے ہی سے دعاگو اور ناچیز کے بہی خواہ ہیں۔مگر آپ دونوں سے بھی تاکیدی گزارش ہے کہ کہیں وہاں کے انوار وفیوض میں مستغرق ہوکر اس دورافتادہ خادم کو بھول جائیں ،میری بدقسمتی تو آپ سے مخفی نہیں کہ اس بابرکت سفر میں آپ کی معّیت نصیب نہ ہوئی۔اگرچہ مجھے خداوند قدوس کے لامتناہی تلطفّات سے قوی توقع ہے کہ وہ مجھے بھی حرمین شریفین کی زیارت سے سرفرازی عطافرمادیگا۔مگر آپ حضرات کی موجودگی میں یہ سعادتیں مزید برکات سے لبریز ہوجاتیں۔ میرے لئے اور پیرصاحب کیلئے دعافرمادیں کہ آئندہ سال ہم بھی اس شرف سے مشرف ہوجائیں جس طرح کہ آپ مشرف ہورہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے احباب کی جماعت اور جملہ مسلمانوں کو اس شرف سے محظوظ فرمادے جیسا کہ پیر صاحب نے گزارش کی ہے اسطرح اس گنہگار ایک ادنیٰ ترین امتی کے طرف سے سراپا یمن وبرکت شفیع المذنبین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں تحیات صلوٰت مسنونہ اور تسلیمات پیش فرمادیں اور جب بھی کہ آپ حضرات ثلاثہ مقامات مقدسہ اور اوقات طیبہ میں دعاؤں کیلئے ہاتھ اٹھائیں تو ضرور بصدضرور ہم کو بھی شریک دعافرمایا کریں......

چوبا حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر حریفاں بادہ پیمارا

برادرم سمیع الحق صاحب، آپ تو خوش قسمت ہیں آپ کے خواہشات اور متمنیّات تو پورے ہوئے ،ہم سمجھتے کہ آپ گپ شپ لگاتے ہیں مگر آپکی سچی محبت اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکی یاوری کی آپ خوش قسمت ہیں آپکی آنکھیں خوش قسمت ہیں آپ نے اپنے آنکھوں سے زمین حجاز کو دیکھا۔روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دید سے آنکھیں منّور اور دل کو مطمئن کردیا تقبل اللّٰہ اعمالکم وجعل حجکم حجا مبرورا مقبولا، گھر میں خیریت ہے۔انوارالحق شاید ۴فروری کو پہنچ رہا ہے۔

شیر علی شاہ کان اللہ لہ

۱۳۸۳ھ ۱۲/ رمضان المبارک یوم الاثنین ،۲۷ جنوری ۱۹۶۴ء

مکتوب بغداد از روضہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

برادر محترم رفیق المکرّم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زادکم اللہ تعالیٰ مجداوشرفاً، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

وبرکاتہ، کافی دن گزرنے کے بعد آج آپ سے تحریری ملاقات ومخاطبت کا شرف لطف حاصل کررہا ہوں۔ روزانہ کوئی موقعہ تلاش کرتا رہتا ہوں کہ آپکو کوائف نامہ ارسال کروں مگر فرصت نہیں ملتی۔ بسوں میں دن رات سفر کرنے سے مسافر کو فرض نماز پڑھنے کا بمشکل موقع ملتا ہے اور اگر دو تین دن کے بعد کسی منزل میں رکنا بھی پڑتا ہے تو وہاں چند گھنٹے آرام اور پھر وہاں کے مشاہد اور قابل دید مقامات دیکھنے میں وقت صرف ہوجاتا ہے۔ آپ کسی بھی وقت میرے دل سے غائب نہیں اور

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار　　　جب ذرا گردن جھکالی دیکھ لی

کا معاملہ ہے، کسی نے خوب کہا ہے:

اذا وصف الناس اشواقهم　　　فشوقي لوجهك لايوصف

واحسن من هذا ماقال قائل وكانه قال في حقّي

الشوق فوق الذی اشکوالیك وصل

تخفي عليك صباباتي و اشواقي

یہ خط قطب العصر امام الاولیاء حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً کے روضہ سے لکھ رہا ہوں۔ بغداد کو میں ۲۱ رمضان المبارک کو بخیریت پہنچ گیا ہوں۔

امام ابو یوسف اور امام کاظم کے مزارات

دو دن کاظمین (جو بغداد کا ایک محلّہ ہے اور یہاں سے تین چار میل دور ہے) کے ایک ہوٹل میں قیام رہا۔ وہاں شیعہ آباد ہیں۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؒ کا ایک بہت بڑا مزار ہے جسکے مینار اور دروازے قبر کی جھالی تمام سونے کی ہیں۔ شیعہ مردوں وعورتوں کا وہاں ہر وقت ھجوم رہتا ہے اور قبر کے اردگرد طواف کرتے ہیں اس مزار کے قریب حضرت امام ابو یوسفؒ کا مزار ہے جہاں احناف کی ایک چھوٹی سی مسجد ہے مگر میں اب تک ان کے روضہ کی زیارت سے مشرف نہیں ہوسکا۔

امام ابوحنیفہ کا مزار اور فقہی قدر ومنزلت

اپنے روحانی شیخ اور امام جنکی فقہ بچپن سے لیکر اب تک پڑھتے رہے اور انکی تقویٰ وفتویٰ، پختہ دلائل اور متعارضہ روایات میں عمدہ تطبیق اور دیگر علمی وعملی کارہائے نمایاں سے دل میں انکی عزت واحترام اور ان سے جو محبت تھی وہ ان کے مرقد مبارک کو جاکر اور زیادہ اور پختہ ہوئی۔ میں عشاء کی نماز کیلئے وہاں گیا۔ مگر جب پہنچا تو نماز ہوگئی تھی خادم کو کہا، تو اس نے مزار کا دروازہ کھولا۔ مسنون سلام اور دعا کی۔ فاتحہ ودرود اور قرآن مجید کی چند سورتیں پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں۔

شیخ الحدیث کی شاگردی نے حنفیت پختہ کردی

حضرت الاستاد شیخ الحدیث دامت برکاتہم کیلئے دل سے بے اختیار دعائیں نکلیں کہ انکی آغوش تربیت میں رہ کر اس صاحب روضہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قوی مسلک اور ٹھوس براہین کا علم ہوگیا ہے۔

روضۂ مبارکہ کی تفصیلات

بحمد للہ امام الفقہاء کا روضہ بدعات ورسوم سے پاک ہے یہاں دیگر مزارات کے طرح مرد وزن کا اختلاط نہیں اور نہ طواف کا ناجائز رسم اور نہ موم بتی جلانے کا رواج۔ قبر مبارک کے جال پر اللہ تعالیٰ کے ۱۹۹ اسماء حسنیٰ پیتل پر لکھے گئے ہیں ان کے نیچے یہ عبارت لکھی گئی ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم انمایخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء وقال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم علماء امتی کانبیآء بنی اسرائیل وقال لوکان العلم بالثریالتنالہ رجالٌ من فارس۔ھذا مرقدالامام الاعظم والمجتھد الاقدم ابی حنیفۃ النعمان بن الثابت الکوفی کانت ولادتہ سنۃ ثمانین وفات رحمہ اللّٰہ ورضی عنہ سنۃ خمسین ومأۃ وممافیہ قیل

اذاماالناس فقھا قایسونا بآبدۃٍ من الفُتیا ظریفہ
اتینام ھم بمقیاس عتید یصیب من طرازابی حنیفہؒ
یذل لہ المتائیس حین یفتی و یدھش عندہ الحجج الضعیفہ
ولم یقس الامور علی ھواہ ولکن قاسھا بتقی وخیفہ
فاوضح للخلائق مشکلاتٍ نوازل کُنّ قدترکت وقیفہ
روی الاٰثارعن نُبلٍ ثقاتٍ غزار العلم مشیخہ حصیفہ
وانّ اباحنیفہ کان بحراً بعید الغور فرضنۃ نظیفہ

وقدجدّدالعمل بعداندراسہ ومحوآثارہ فی ظل جلالۃ ملیك البلاد العراقیۃ الملك العربی الھاشمی المعظم صاحب الجلالۃ سیدنا فیصل بن الحسین ادام اللہ بالعزوالسعادۃ ایاّمہ وخلدالملك فیہ وفی عقبہ الی یوم القیامۃ وکان ذالك فی سنۃ سبع واربعین وثلثمأتہ والف من الھجرۃ من لہ العزوالشرف من ھجرۃ النبی العربی الھاشمی الکریم صلی اللّٰہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم

یہ مبارک مرقدایک کمرہ کے اندر ہے جسکی لمبائی چوڑائی بیس فٹ ہے یہ کمرہ ایک عظیم جامع مسجد کی جانب جنوب میں واقع ہے یہاں کا خطیب شیخ عبدالقادر ہے۔ دجلہ دریائے لنڈا(دریائے کابل) سے چوڑائی میں کم ہے، دجلہ کے کنارے تفریح گاہیں، ہوٹل، باغات موجود ہیں۔

ابن حنبل امام محمد شبلی، کرخی سلمان فارسی کے قبور

سنا ہے کہ بطل اسلام شیدائے کتاب وسنت حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور مجتہد اعظم حضرت امام محمدؒ کی قبور بھی دجلہ کے کنارے پر ہیں۔ قطب دوران شیخ شبلیؒ اور ابراھیم بن ادھم ،امام کرخیؒ، حضرت سلمان فارسیؒ کے مزارات بھی یہاں سے کچھ فاصلے پر ہیں۔مگراب تک وہاں جانیکا موقع نہیں ملا۔کاظمین میں دودن تک قیام کے بعد یہاں محلّہ باب الشیخ میں کرایہ کا ایک مکان مل گیا ہے ماہوار ایک دینار کرایہ ہے یہاں کا ایک دینار پاکستان کے بیس روپے بنتے ہیں۔صاحب مکان ایک بلند اخلاق انسان ہے تراویح کے بعد جب میں اپنے مکان میں چلا گیا

ٹی وی پر مشائخ کی تقریریں

جس کمرہ میں میرا قیام ہے وہاں الماری میں ٹیلی وژن پڑا ہوا ہے اس نے ٹیلیویژن لگایا اور کہا کہ آپ کو یہاں کے مشائخ کی تقریر سناتا ہوں چند سیکنڈ میں یہاں کے ایک مشہور عالم نے رمضان کے فضائل وبرکات کا بیان شروع کیا جو سامنے ایسا نظر آتا تھا گویا ہمارے ساتھ مخاطبہ کررہا ہے ،اس نے دوران تقریر میں شراب کی مذمت بیان کی اور شرعی نقطہ نگاہ سے اسکی قباحت بیان کی۔ پھر اس نے ایک ڈاکٹر سے جو اسکے ساتھ بیٹھا تھا جسمانی، اقتصادی خرابیاں جو شراب سے پیدا ہوتی ہیں دریافت کیں، اس نے مدلل طور پر اور انگریز ڈاکٹروں کے حوالے سے شراب نوشی کے مضرات بیان کئے۔ٹیلیویژن کا یہ منظر اگرچہ تہران میں بھی دیکھا تھا مگر یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اسکے ذریعہ قرآن وحدیث کی کچھ اشاعت ہورہی ہے۔کاش ہمارے پاکستان میں بھی اسے دین کی اشاعت کیلئے استعمال کیا جائے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا مزار اور جالی پر تحریر

کل یہاں عصر کی نماز کے بعد ایک مصری عالم نے غزوۂ بدر فتح مکہ کے حالات کو موثر انداز سے بیان کیا۔ حضرت الشیخ جیلانیؒ کی مسجد میں ہر وقت بہترین قاری اور جید مشائخ تبلیغ کرتے رہتے ہیں جس سے طبیعت بہت متاثر ہوتی رہتی ہے۔ یہاں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔البتہ صبح کے وقت شوافع غلس میں نماز پڑھتے ہیں۔اوراحناف اسفار میں حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مزار صبح اور عشاء کی نماز کے بعد کھلتا ہے ہزاروں لوگ زیارت کیلئے آتے رہتے ہیں مزار کے جالی پر اسماء حسنی کے نیچے یہ عبارت درج ہے۔

انا من رجال لایخاف جلیسھم ریب الزمان ولایری مائرھب

افلت شموس الاولین شمسنا ابداً علی افق العلی لاتغرب

علی بابناقف عندضیق المناھج تفزبعلیّ القدرمن ذی المعارج

این خوابگه حضرت غوث الثقلین است   نقد کمر حیدر ونسل حسنین است

مادرش حسینی نسب است وپدراو   زاولاد حسین یعنی کریم الابوین است

یہاں کا ماحول علمی استفادہ کے لحاظ سے بہت اچھا ہے مصر کے مبلغین یہاں موجود ہیں۔ اور مختلف موضوعات پر بعد از نماز عصر ومغرب تقریریں کرتے ہیں یہاں باب الشیخ میں طلبہ علوم دینیہ کی بھی تربیت گاہ موجود ہے۔شوق ہے کہ کسی وقت ان کے اسباق سن لوں۔ بغداد کے سنی حضرات بہت خوش خلق، نیک اور دیانت دار ہیں۔شیعہ لوگ قدرتی طور پر بدخواور سنگدل ہیں ایران میں دل ہر وقت تنگ رہتا تھا

کچھ ایران کے حالات

وہاں تو ماسوائے زاہدان کسی بھی شہر میں حنفیوں کی مسجد تک موجود نہیں۔ زاہدان میں ایک بڑی جامع مسجد موجود ہے جسکے خطیب مولانا عبدالعزیز صاحب ہیں۔تبلیغی جماعت کے دورہ پر پشاور بھی آتے ہیں اور ہمارے دارالعلوم حقانیہ سے آگاہ ہیں۔ بڑے عالم اور مبلّغ ہیں۔ایران کے ساحلی علاقہ پر بلوچ آباد ہیں اور تمام حنفی ہیں جس طرح پاکستان میں بلوچستان ایک وسیع علاقہ ہے اسی طرح ایران میں بھی بلوچستان کا ایک بہت بڑا صوبہ ہے۔ ایران میں کھانے کی چیزیں بہت مہنگی ہیں یہاں عراق میں بہت سستی ہیں۔ وہاں صرف ظاہری صفائی، مکانات کی چمک دمک ہے

شیعہ غلو وافراط

جہاں بھی جائیں ''یاعلی'' کی آوازیں سنیں گے۔ بس میں سفر کریں گے تو ''یاعلی'' کے نعرے، ریڈیو سے ''یاعلی''، بعض ہوٹلوں میں میں نے خود دیکھا ہے کہ علی کو اوپر لکھا گیا ہے اور اللہ کو نیچے۔

ہم جس بس پر تہران سے آئے اس میں ڈرائیور ہر وقت یہ ریکارڈ لگاتا تھا جس میں یہ شعر بھی تھا۔

علی اول علی آخر هوالباطن هوالظاهر   امامت راعلی والی نبوت راعلی والی

شیعہ باجماعت نماز نہیں پڑھتے ان کے نزدیک امامت حضرت زین العابدینؒ کے بعد ختم ہوگئی ہے اگر کسی شیعہ کو باجماعت نماز پڑھنے کا شوق ہوتا ہے تو وہ کسی بچے کو کرسی پر بٹھا کر اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتا ہے کیونکہ وہ بچہ معصوم ہے اور معصوم کے پیچھے انکی اقتداء صحیح ہے۔ ایران کی آبادی دو کروڑ پچاس لاکھ ہے جس میں صرف ۳۰ لاکھ سنی ہیں اور بیس لاکھ میں سے کچھ پادری، یہودی، آرین، بھائی، سکھ، گبروترسا وغیرہ موجود ہیں۔ باقی دو کروڑ شیعہ ہیں۔ یہاں تصویر پرستی، بت پرستی کا منظر ہر جگہ نمایاں ہے ہر چوک میں کسی نہ کسی بادشاہ یا وزیر کے مجسمے موجود ہیں حضرت آدمؑ اور حواؑ کے فوٹو ہر جگہ بکتے ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف میں تشریف لے گئے

اور وہاں کے باشندوں نے پتھر برسائے تو اس حالت کے فوٹو بھی ایران کے ہوٹلوں میں آویزاں ہیں ایک فوٹو ایسا بھی دیکھا کہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں ان کے ایک طرف فاطمہؓ اور دوسری طرف حضرت حسنؓ اور حسینؓ بیٹھے ہیں۔ اور پیچھے حضرت جبرائیلؑ کھڑے ہیں یہاں دین کی بڑی بے ادبی ہورہی ہے کتب فروش جوفٹ پاتھ پر ہوتے ہیں قرآن مجید کے نسخے زمین پر رکھتے ہیں یہاں معتبر ذرائع سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک دفعہ یہاں ایک شیعہ کی آخری حالت تھی اور اس کے احباب واقارب اسکی چارپائی کے اردگرد بیٹھے تھے ہر ایک اس قریب الموت کو کہتا آغا علی بگو، آغا علی بگو، تا جان بآسانی برآید، ان کی آذان بھی انوکھی قسم کی ہے اذان دیتے وقت ایک ہاتھ کان پر اور ایک ہاتھ میں سگریٹ، جب ایک کلمہ پڑھ لیتے ہیں تو سگریٹ کا کش لگاتے ہیں اور اگر کوئی دوست آجائے تو موذن کو دوران اذان میں کہتا ہے آغا حال شما خوب است ، موذن جواب دیتا ہے خیلے ممنون میرسی، میرسی غالباً فرانسیسی لفظ ہے جو ایران میں بہت رائج ہے

مشہد میں امام رضا کا مزار

مشہد میں مشہور مزار حضرت امام رضا رحمۃ اللہ علیہ پر اگر کوئی آئے تو وہاں کئی مزدور کھڑے ہوئے ہیں اور ہر ایک زائر کو کہتے ہیں کہ میں آپکو سلام پڑھاؤں گا۔ خاص کلمات ہیں جو انہوں نے یاد کئے ہوئے ہیں ہم کو بھی کہا مگر ہم نے انکار کیا وہ کہنے لگا کہ تمہارا اسلام درست نہیں صرف چند ٹکوں کی خاطر وہ بہت غصہ ہوا۔

سنیوں کے ساتھ سلوک

ایک سنی مشہد کے مزار میں گیا تو ایک شیعہ سلام خواں نے اس سے نام دریافت کیا اس نے کہا میرا نام محمد اشرف ہے وہ دلال بہت غصہ ہوا اور کہا کہ جو نام میں بتاؤں وہ رکھنا کہا غلام علی نام رکھدو۔ محمد اشرف نے کہا نہیں پھر کہا غلام حسین، غلام حسن، غلام رضا، محمد اشرف نے کہا کہ محمد اشرف نام پر مجھے فخر ہے۔ عام لوگ ایران کی بہت تعریفیں کرتے ہیں وہ بے چارے یہاں کی ظاہری دلفریبیوں کے شکار ہوجاتے ہیں اس میں شک نہیں کہ یہاں پاکستان کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاسکتا ہے مگر جب کوئی پاکستانی وضو کرے یا نماز پڑھے تو پھر ہنستے ہیں۔ میرجادہ جو ایران کی سرحد ہے وہاں روزہ داروں کا جبراً روزہ تڑوایا جاتا ہے مجھے بھی وہاں کے ڈاکٹر نے کہا کہ یہ گولیاں کھاؤ میں نے کہا روزہ ہے کہنے لگا آپکو یہ دوائی کھانی ہوگی۔ ورنہ شام تک یہاں بیٹھے رہوگے۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ زاہدان آکر معلوم ہوا کہ بہت سے حاجیوں کے روزے وہاں تڑوائے گئے ہیں۔

سبزوار کے ایک ہوٹل میں ایک شیعہ نے ہم سے پوچھا کہ شما مسلمان هستید یا شیعه میں نے جواب دیا کہ شیعہ نزد شما مسلمان نیست؟ وہ خاموش ہوگیا۔ پھر اس آدمی نے کچھ دیر بعد پوچھا کہ شما لعنت بر عمرؓ مے فرستید (العیاذ باالله) ہم نے کہا اگر عمرؓ (خاکم بدہن) مستحق لعنت بودے حضرت علی کرم الله

وجه دختر خودام کلثومؓ رادر عقداوچرادادے یعنی اگر حضرت عمرؓ لعنت کے مستحق ہوتے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اپنی بیٹی ام کلثوم کو ان کے عقد میں کیوں دیتے؟

مشہد، شیراز، کرمان، اھواز، آبادان، تبریز، تہران، قم، زاہداں، کرمان شاہ، اصفہان جسکو نصف جہاں کہتے ہیں دیکھنے کے قابل شہر ہیں ہم نے تو صرف سرسری نگاہ سے بعض شہر دیکھے پورے طور پر دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا۔

تہران بعض قابل تقلید باتیں

سب سے زیادہ خوبصورت شہر تہران ہے۔ صاف ستھری سڑکیں، کشادہ راستے، ہوٹلوں میں مکمل صفائی، آرام دہ بسیں، سستے کرایہ پر چلنے والی بہترین کاریں، قابل تعریف ہیں۔ یہاں کا یہ امر بھی قابل تقلید ہے کہ ایرانیوں کے حقوق بہت محفوظ ہیں حالانکہ یہاں شہنشاہیت ہے مگر ایک چپڑاسی کو بھی اپنے حقوق کے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔ پولیس کا بڑا سے بڑا افسر کسی ٹیکسی والے کو جبراً اپنی بیگار میں نہیں رکھ سکتا۔ ٹریفک کا انتظام بہت شاندار ہے یہاں ''بدست راست برو'' کا معاملہ ہے، دائیں طرف سے ٹریفک ہے۔ اور عراق میں بھی دائیں طرف کی ٹریفک ہے۔

مدرسہ قادریہ میں حقانیہ کے شاگرد سے ملاقات:

آج اتفاقاً یہاں کے مدرسہ القادریہ باب الشیخ کے دیکھنے کیلئے گیا عربی طلبہ سے بات چیت ہوئی ان سے معلوم ہوا کہ یہاں دو پاکستانی طلبہ ہیں وہاں جا کر ان سے ملاقات کی اس کمرے میں جامعہ ازھر کا ایک فاضل بھی بیٹھا تھا اس فاضل نے مجھ سے اردو میں پوچھا کہ آپ کہاں کے باشندے ہیں۔ میں نے کہا کہ پشاور کے ضلع میں اکوڑہ خٹک ایک گاؤں ہے۔ وہاں کا رہنے والا ہوں اور وہاں ایک مذہبی ادارہ ہے اس کا ادنی مدرس ہوں اس نے کہا آپ کا نام شیر علی شاہ تو نہیں؟ میں نے کہا آپکو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا میں نے آپ سے کافیہ پڑھا ہے اور دارالعلوم حقانیہ میں ایک سال استفادہ کر چکا ہوں۔ خوشی اس بات پر ہوئی کہ وہ جامعہ ازھر سے فارغ ہوا ہے اور بحمداللہ مسنون ڈاڑھی سے اس کا چہرہ مزین ہے یہ فاضل محمد لقمان ہزارہ کا باشندہ ہے اور وہاں اسکا نام کچھ اور تھا بعد میں تبدیل کیا ہے۔ اب یہاں عراق یونیورسٹی میں اسکو داخلہ کی اجازت دیدی گئی ہے۔

شیخ عبدالکریم الکردی:

پاکستانی طلبہ نے کہا کہ آؤ ہم آپکو اپنے ایک بزرگ سے ملاقات کرائیں، چنانچہ اسکے ساتھ ایک کمرہ میں داخل ہوئے دیکھا ایک معمر عالم ایک طالب العلم کو سیرت کی کتاب پڑھا رہا ہے۔ اس نے درس بند کیا۔ ہم نے کہا نہیں اپنا سبق پورا فرمائیں۔ وہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا واقعہ بیان کر رہے تھے اور ناقہ کے اٹھنے بیٹھنے کا۔ اور مدینہ منورہ کی بچیوں اور بچوں کے استقبال کے اشعار تفصیل سے بیان کئے، درس سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے بتایا کہ یہ ہمارا استاد ہے آپ سے ملنے کیلئے آیا ہے۔ کہا میں خود علماء کی زیارت کا مشتاق ہوں

اور پھر فرمایا کہ زیارات اموات سے غرض موت کو یاد کرنا ہے۔ اور زیارت صلحاء وفقہاء سے اپنے آپکو روحانیت میں رنگنا ہے میں نے ان سے کہا کہ مدت سے بغداد دیکھنے کی تمنا تھی وہ خداوندقدوس نے پوری فرمائی۔

انسان کی تمناؤں میں ردوبدل

فرمایاہاں انسان کے مختلف اوقات میں مختلف تمنائیں ہوتی ہیں اور تبدل اطوار سے متمنیات بدلتے رہتے ہیں پہلے کسی عالم کی زیارت کی تمنا ہوتی ہے پھر آہستہ آہستہ کسی عالم ربانی کی دید کی تمنا ہوتی ہے اور آخر جا کر یہ تمنا حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دیداور اللہ تعالیٰ کے دیدار حاصل ہونے سے ختم ہوگی۔ ازھر کے اس فاضل نے پوچھا کہ قبروں سے مرادیں مانگنا۔ ولی کو حاضر ناظر سمجھنا کیسا ہے اس نے فرمایا غلط ہے کفر ہے لا خالق الا اللہ، اور فرمایا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوافضل خلق اللہ ہیں، قاضی الحاجات اور حاضر ناظر نہیں مانتے اوروں کو کیسے مانیں۔

تصوف اور عقیدوں میں اعتدال

اور پھر فرمایا بعض لوگ تصوف کے منکر ہیں مگر ہم تو وسط طریق پر ہیں ہم بزرگوں کی کرامات مانتے ہیں اور اس پر قرآن اوراحادیث سے استشھادات بیان کئے پھر طریقت کے فوائد بیان کئے میں نے کہا:

شریعت وطریقت کا باہمی نسبت

دارالعلوم دیوبند کے ایک بہت بڑے عالم ربانی اور قطب دوراں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے کسی نے پوچھا ماالفرق بین الشریعة والطریقة، تو انہوں نے جواب دیا بینهما نسبة المخدومية والخادمية ، یہ سن کر بہت خوش ہوئے

ذکر حقانیہ اور بانی حقانیہ

پھر مجھ سے پوچھا کہ مشغلہ کیا ہے میں نے کہا کہ علم دین کا ایک خادم اور دارالعلوم حقانیہ میں معمولی مدرس ہوں پھر دارالعلوم حقانیہ کے احوال وکوائف طلبہ کی تعداد، طرز تعلیم، مسلک ،تاریخ تاسیس اور سالانہ مصارف کا پوچھا اور کہا کہ آمدنی کہاں سے ہے میں نے کہا کہ پاکستان کے مسلمان حسب استطاعت اعانت کرتے ہیں بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ عوام کی خوش قسمتی ہے کہ انکی کمائی صحیح مصرف میں خرچ ہورہی ہے میں نے پھر ان سے کہا کہ دارالعلوم حقانیہ کے بانی اور مدیر خود ایک عالم ربانی ہیں اور علماء ربانیین سے بڑی محبت رکھتے ہیں آپ دارالعلوم حقانیہ اور اسکے بانی مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ وارا کین واساتذہ وطلبہ ومعاونین کیلئے دعائیں فرمائیں۔ چنانچہ اسی وقت درود اور فاتحہ پڑھ کر جامع مانع دعا فرمائی اور حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب کا اسم گرامی لیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ انکی حیاتِ طیبہ کواشاعت دین میں صرف فرمادے اور دینی عزائم میں کامیابی بخشے۔ فرمانے لگے کہ اس دور میں علماء حقانی کا وجود مغتنمات میں سے ہے۔

امام احمد بن حنبل کا روضہ

پھر میں نے ان سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے روضہ کے بارہ میں پوچھا کہ کہاں پر ہے تو شیخ عبدالکریم الکردی مدظلہ نے المناک لہجہ میں جواب دیا کہ ۱۳۵۰ھ میں اپنے استاد کے ہمراہ انکی زیارت کرنے کیلئے گیا تو انکا روضہ دریائے دجلہ کے کنارے پر بہت بوسیدہ اور شکستہ حالت میں تھا انہوں نے وہاں کے باشندہ حضرات سے کہا کہ یا تو اسکے نیچے مضبوط دیوار اٹھائیں یا حکومت موجودہ آلات کے ذریعے اس روضہ کو کسی دوسری محفوظ جگہ منتقل کر دیں مگر کسی نے اس طرف توجہ نہ کی اور افسوس وحسرت ہے کہ دجلہ میں سیلاب آنے کی وجہ سے انکا روضہ دریا میں بہہ گیا اور پھر فرمایا کہ یہ وہ شیخ تھے جن کے بارہ میں امام شافعیؒ جب یہاں سے جارہے تھے تو فرمایا تھا ماترکت فی بغدادافقه من احمد بن حنبل

حذیفہ بن یمان کے روضہ کی نقل مکانی

مزید انہوں نے بتایا کہ حذیفہ بن یمان صاحب اسرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ بھی ان کے قریب تھا مگر جب حکومت کو امام احمد بن حنبلؒ کے روضہ کے بہہ جانے کا علم ہوا تو حضرت حذیفہؓ کا مزار وہاں سے اٹھا کر حضرت سلمان فارسیؓ کے روضہ کے قریب انکو لایا گیا۔ جو یہاں سے تقریبا ایک گھنٹہ کے سفر پر دور ہے۔ یہاں بغداد میں مؤلف قدوری صاحبِ روح المعانی، شیخ شبلیؒ، شیخ جنید بغدادیؒ، معروف کرخیؒ، امام زین العابدین کے چار صاحبزادوں کے مزارات ہیں ابراھیم بن ادھم کا روضہ بھی یہاں ہے یہاں سے کربلا، نجف کو بس میں ایک روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ کوفہ بھی قریب ہے، بصرہ تک موٹر میں چھ گھنٹے کا راستہ ہے علماء کرام اور مشائخ بغداد سے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی۔ شیخ کردی مدظلہ ایک بہت بڑے بزرگ اور علوم ظاہریہ، باطنیہ کے عالم ہیں۔ منطق وفلسفہ میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ رخصت ہوتے وقت انہوں نے فرمایا کہ آپ سے کسی وقت تفصیلی باتیں کروں گا میں نے کہا یہ تو میری سعادت ہوگی اور اس راستہ سے سفر کرنے کا ثمرہ ہوگا۔

اب عشاء کی اذان ہورہی ہے ستائیسواں روزہ ہے یہاں روزہ منگل کا تھا، سندھی لوگوں کے ہجوم در ہجوم آرہے ہیں، ہر سندھی کیساتھ دو عورتیں اور پانچ پانچ چھ چھ بچے ہوتے ہیں یہاں آکر بھیک مانگتے ہیں اس طرح شیعہ لوگ گلگت وغیرہ سے آکر یہاں بھیک مانگتے ہیں، جو پاکستان کیلئے بدنامی کا باعث ہے انکی وجہ سے دیگر حاجیوں کو سخت پریشانیاں درپیش ہیں سفارت خانے چلے جائیں تو سندھیوں کی لائنیں لگی ہوتی ہیں۔

فقط والسلام: شیر علی شاہ عفی عنہ

معرفت صوفی غلام حسین غوث اعظم دربار باب الشیخ بغداد

مدینۃ السلام بغداد ۲۵ رمضان المکرم ۱۳۸۶ھ

اللہ کے گھر حاضری

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس روسیاہ کو اپنے در تک رسائی بخشی، یہ محض اسکی ذرہ نوازی ہے حضرت شیخ الحدیث صاحب ادام اللہ اظلالہم کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ راستے کی تمام تکالیف اور سفر کے متاعب وموانع ختم ہوکر بالآخر خانہ کعبہ کی دید سے دیدۂ قلب وجگر کو مسرت وانبساط نصیب ہوئی۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنے گھر سے خدائے عزوجل کے مقدس گھر تک کیسے اور کن حالات میں پہنچا ناامیدی اور پریشانیوں کے سیاہ بادلوں نے کئی دفعہ مغموم ومحزون بنایا۔ مگر یہاں پہنچ کر تمام کلفتیں اور مشقتیں بھول گئی ہیں بلکہ درحقیقت راستے کے یہ مصائب ومتاعب شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کی بدولت دل کی دیرینہ تمنائیں پوری ہورہی ہیں۔

مناسک حج

حج قران کے جملہ مناسک بفضلہٖ تعالیٰ بحالت صحت وعافیت ادا کیئے۔ موسم بہت اچھا رہا عرفہ کے دن صبح سے لے کر شام تک بادل رہے اور قدرتی سائبان نے ہمیں معلموں کے سائبانوں سے بے نیاز رکھا صبح سے عصر تک جبل الرحمۃ پر رہے بعد ازاں اپنے خیمہ کی طرف اترے اس بابرکت دن کے طیب وطاہر لمحات میں بار بار دارالعلوم حقانیہ کی بقاوترقی کیلئے دعائیں کیں، دارالعلوم کے تمام متعلقین اراکین کرام معاونین واساتذہ نظماء طلبہ وفضلا حقانیہ کو دعاؤں میں یاد کیا۔ مزدلفہ اور منیٰ بیت اللہ شریف کے سایہ یُمن وبرکت میں جہاں بھی اپنے لئے دعا کی ہے ان تمام کرم فرماؤں کو یاد کیا ہے

حرم کعبہ کی حالت

یہاں پیر کو عرفہ اور منگل کو یوم النحر تھا لاکھوں حاجی چلے گئے مگر مطاف اور سعی میں بعینہٖ وہی ہجوم ہے جو پہلے تھا حالانکہ ترک ایرانی یمنی شامی اردنی عراقی اکثر چلے گئے ہیں۔ طواف کرنے میں اب بھی بڑی دقت ہوتی ہے بوڑھے اور کمزور تو بمشکل طواف کرتے ہیں حجر اسود کو بوسہ دینا بہت ہی قوی انسان کا کام ہے جو حاجیوں کو دھکیلنا، کمزوروں کو پاؤں میں روندنا معیوب نہ سمجھتا ہو مجھ جیسے کمزور کو بعد از نماز ظہر یا رات کے کسی حصہ میں حجر اسود کو بوسہ دینے کی سعادت میسر ہوسکتی ہے عجیب حالت ہے روزانہ سینکڑوں بسیں یہاں سے حاجیوں کی بھری ہوئی نکلتی ہیں مگر فضائے حرم میں وہی بھیڑ ہے جو پہلے تھی امام الحرم الشریف جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں اور اقامت شروع ہوتی ہے تو پولیس لوگوں کو روکتی ہے کہ صفیں باندھ لو مگر پھر بھی لوگ طواف سے باز نہیں آتے تکبیر تحریمہ ہوجاتی ہے اور لوگ اپنے طواف کو نہیں چھوڑتے۔ ادھر جب امام نماز سے فارغ ہوکر السلام علیکم ورحمۃ اللہ پڑھتا ہے تو حجر اسود کے قریب بیٹھنے والے فوراً اٹھتے ہیں اور حجر اسود کو بوسہ دینے لگتے ہیں بعض لوگوں کو نماز کا خیال ہی نہیں رہتا دو پولیس

والے بیچارے اسی ازدھام کو روکنے کیلئے نماز باجماعت میں شریک نہیں ہوسکے وہ بیچارے حجر اسود کی آغوش میں جماعت کی نماز سے محروم ہوجاتے ہیں غالباً بعد میں اور پولیس آجانے سے انکو نماز پڑھنے کیلئے رخصت مل جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ عرفہ کے دن تقریبا دس حاجی ہجوم کی وجہ سے فوت ہوگئے ہیں اور منیٰ میں رمی الجمرات کے موقعہ پر ایک دن میں تیس حاجی فوت ہوئے ہیں طواف کرنے والوں میں بھی کل ایک آدمی بے ہوش ہوگیا تھا خدا خبر مر گیا ہے یا نہیں کل ایک بوڑھی عورت ہجوم کی زد میں آکر حجر اسود کے پاس گر پڑی اور اسکی چیخ وپکار پر لوگوں نے اسکو فورا کھینچا۔

حاجیوں کی تعداد

امسال حاجیوں کی تعداد میں بہ نسبت گزشتہ سالوں کے نمایاں اضافہ ہے۔ حکومت کی طرف سے جاری شدہ اعلامیہ میں باہر سے پاسپورٹ پر آنے والوں کی تعداد ۳۱۶۲۲۶ ہے۔ سعودی حکومت کے باشندے اور آس پاس کے شیوخ کی رعایا جنکی تعداد دس لاکھ سے زیادہ بتائی جاتی ہے مذکورہ تعداد کے علاوہ ہے گویا باہر سے آنے والے گزشتہ سال کی بہ نسبت ۲۲۱۰۸ زیادہ ہیں، اسی طرح مقامی باشندے بھی زیادہ تعداد میں شریک ہوئے ہیں جسکی وجہ موسم کا اعتدال بتایا جاتا ہے سب سے زیادہ حاجی ترکی ہیں دوسرے درجہ پر ایران اور تیسرے درجہ پر پاکستان ہے ان تینوں ملکوں میں اتحاد و یگانگت اور یہ ترتیب حسن اتفاق ہے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ پاکستان کے حاجی سب سے زیادہ ہوتے کیونکہ تمام اسلامی ممالک میں یہ بہت بڑی مملکت ہے ترکیوں کی تعداد النشرة الخاصة باعدادواجناس الحجاج نے ۳۹۳۰۹ بتائی ہے اور ایران ۳۵۳۳۴، پاکستان ۲۳۹۵۱، ہندی ۱۵۸۶۵، افغانستان ۵۴۷۰۔

ایران کی آبادی ڈھائی کروڑ یا کچھ زیادہ ہوگی وہ بھی اکثر شیعہ، مگر بہت بڑی تعداد میں آئے ہیں، ترکیوں کی بسیں سات سو سے زیادہ ہیں۔ اسی طرح ایرانیوں کی بسیں بھی کافی ہیں۔ مگر ایرانیوں کی کافی تعداد ہوائی جہازوں سے آئی ہے۔ بحری راستہ سے آنے والوں کی تعداد ۱۱۳۳۹۱ ہے۔ اور ہوائی جہازوں سے ۱۰۷۰۷۸ ہے۔ خشکی کے راستہ سے آنے والوں کی تعداد ۹۵۷۵۷ ہے۔

خانہ کعبہ میں محمود و ایاز

یہ خط میں آپکو باب السعودی کے بالمقابل مسجد الحرام سے لکھ رہا ہوں لوگوں کے ہجوم، تلاوت و درود اور دعاؤں کی گونج سے پورے طور پر خط لکھنے کیطرف توجہ نہیں۔ بیت اللہ شریف سامنے ہے اور حاجیوں کا بے پناہ ہجوم پروانوں کی طرح اس شمع ربانی کے اردگرد گھوم رہا ہے مجھے تو ایسا محسوس ہورہا ہے کہ زمین گھوم رہی ہے لطف تو یہ ہے کہ یہاں امتیازی نشانات ختم ہوگئے ہیں، رنگین قباؤں والے اور قیمتی کوٹ پتلون والے اسوقت سب ایک ہی لباس

میں نظر آرہے ہیں بعض کمزور اور نحیف بوڑھوں اور بوڑھیوں کو اٹھاتے ہوئے طواف کرا رہے ہیں تمام تواضع اور عاجزی سے سرشار ہیں اور خلوص دل سے اپنے گناہوں پر پشیمان ہیں اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اے باری تعالیٰ تو ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے۔ اور آئندہ کیلئے ہمیں اعمال صالحہ کی توفیق دے، ہم عہد کرتے ہیں اور اس بیت کو گواہ کرتے ہیں کہ آئندہ ہم آپکی مرضیات کو اپنائینگے اور تیرے محبوب پیغمبر رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا اتباع کریں گے خدا کرے کہ ان حاجیوں کی یہ دعائیں قبول ہوں اور آئندہ ان کی زندگی قرآن وسنت کے مطابق گزرے۔ ان حاجیوں کے لہجے اور لغات اگرچہ مختلف ہیں اور ان کے چہروں کی خدوخال اور رنگ بھی نمایاں فرق ہے مگر ان تمام کے دل متفق ہیں ہر ایک اپنے کئے ہوئے گناہوں پر پشیمان ہے، اشکبار آنکھوں اور لرزاں وترساں دل کے ساتھ رب البیت سے معافی چاہتے ہیں یہ خانہ خدا کے اردگرد گھوم رہے ہیں یہ خداوند عزوجل کے مہمان ہیں کوئی ملتزم کے پاس رو رہا ہے اللھم یارب البیت العتیق اعتق رقابنا ورقاب آبائنا وامھاتنا ومشائخنا واحبابنا واخواننا۔ الخ کی فریاد کررہا ہے۔ کوئی اللھم اننی عبدك وابن عبدك واقف تحت بابك ملتزم باعتابك کے کلمات سے خدا کو یاد کررہا ہے کوئی مقام ابراھیمی میں رو رہا ہے، کوئی حطیم میں کوئی تلاوت میں مصروف ہے عجب عالم ہے جہاں بھی نظر پڑے وہاں سے اللہ اللہ کی صدائیں آتی ہیں، خداوند قدوس کی رحمت جوش میں ہے، فرشتے ان پروانوں کیلئے دست بدعا ہیں۔ ع ومن دقّ باب کریم فتح

غار حراء غار ثور اور حضور ﷺ کا حسن انتخاب

غار حرا اور غار ثور دونوں کی دید نصیب ہوئی، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن انتخاب کو دیکھئے کہ عبادت وریاضت کیلئے غار حرا کی خاموش اور پرسکون جگہ کو منتخب فرمایا جہاں سے بیت اللہ شریف سامنے دکھائی دیتا ہے، حضرتصلی اللہ علیہ وسلم دن کو غار کے اندر عبادت وذکر الٰہی میں مصروف رہتے اور رات کو غار کے اوپر والے بڑے پتھر پر بیٹھ کر عجائبات سمٰوات میں تفکر فرماتے اور پناہ کیلئے غار ثور کو منتخب فرمایا۔ جو بلندی میں غار حرا سے سہ گناہ زیادہ ہے۔ ساڑے تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزارنے کے باوجود اب تک جانے والا اسکا راستہ بھول جاتا ہے روحانی قوت تھی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ وہ رات کے آخری حصہ میں وہاں تک گئے اور کچھ دن وہاں رہے وہاں سے بھی بیت اللہ شریف نظر آتا ہے قدیم عرب کا فن سراغ رسانی بھی قابل تعجب ہے کہ وہاں تک کیسے پہنچے حالانکہ پہاڑ کے چاروں طرف ریتلی زمین ہے جہاں قدموں کے نشانات ایک سیکنڈ میں ہوا کی وجہ سے مٹ جاتے ہیں اور پہاڑ پر نشانات اقدام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مولد نبوی اور مسجد ہلال یا مسجد ہلال

مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (جہاں اب ایک لائبریری ہے) شعب ابی طالب (جہاں اب ایک بچوں کا سکول ہے) کو دیکھنے گئے جبل ابی قبیس پر چڑھے جہاں مسجد بلال کے نام سے ایک مسجد مشہور ہے مگر درحقیقت یہ مسجد ہلال ہے یہاں لوگ ہلال دیکھنے کیلئے چڑھتے تھے اور بتاتے ہیں کہ معجزہ شق القمر بھی اس پہاڑی پر رونما ہوا تھا۔

جنت المعلیٰ

جنت المعلیٰ بھی گئے، امیر المؤمنین والمؤمنات حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی قبر پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، محترم قاری محمد امین صاحب (راولپنڈی) بھی ساتھ تھے، ام المؤمنین کا یہ روضہ دروازے کے قریب ہے یہاں نہ کوئی گنبد ہے نہ انکی قبر پر کوئی جھنڈا ہے اور نہ موم بتی جلانے، غلاف اور پھول چڑھانے کی ناجائز رسم ہے۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ازواج مطہرات اور صحابہ کرام کی یہ قبور ان لوگوں کو سبق دیتی ہیں جو اپنے آباء واجداد کی قبروں کو پختہ بناتے ہیں اور ان پر گنبد تعمیر کراتے ہیں غلاف اور جھنڈے نصب کرتے ہیں موم بتیاں اور شمع جلاتے ہیں کمائی کیلئے صندوقچے رکھتے ہیں دروازے کے قریب عبدالرحمان بن ابی بکر کا روضہ بتاتے ہیں ذرا آگے جا کر حضرت رقیہ اور حضرت آمنہ کی قبر ہے اور پہاڑ کے دامن میں ابوطالب عبدالمطلب عبدالمناف کی قبور ہیں۔ جنت المعلیٰ کے دوسرے حصہ میں ابن زبیرؓ اور اسماءؓ بنت ابی بکرؓ کی قبور ہیں۔ مہاجر مکی حضرت حاجی امداد اللہ مرحوم کی قبر معلوم نہ ہو سکی۔

حج پر الحق کا خصوصی شمارہ حُسن انتخاب گیلانی کا عرض احسن

لیل والنہار اطمینان قلب ومسرت کیساتھ گزرتے ہیں، آج محترم مولانا قاری محمد امین صاحب (راولپنڈی) کے ذریعہ ''الحق'' مارچ ۱۹۶۷ کا مطالعہ نصیب ہوا حجاج بیت اللہ کے ذوق وشوق میں اضافہ کرنے والے مضامین کی دید سے وجدانی مسرتیں، جنکا اظہار نوک قلم سے نہیں کیا جا سکتا۔ خاص کر علامہ مناظر احسن گیلانیؒ کی پر درد نظم جس نے قلب وروح کے جذبات میں ایک خاص کیفیت پیدا کی۔ محترم قاری صاحب اس عرض احسن کو سنتے رہے اور میں انکو سناتا رہا کتنا لطف ہے کہ خانہ کعبہ کے سامنے عرض احسن ہو۔ آپ کے اس حسن انتخاب اور ذی الحجہ کے مناسب وموزوں مضامین کو اللہ تعالیٰ قبولیت بخشے۔ آمین، اس رسالہ سے کتنے لوگوں نے فائدہ حاصل کیا ہوگا ارادہ تھا کہ اس رسالہ کو رات کے وقت مکمل طور پر مطالعہ کروں گا خاص کر تعلیمی سال کے افتتاح پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے جو تقریر فرمائی ہے مگر اتفاقاً حاجی شیر افضل خان صاحب بدرشی صدر تعمیری کمیٹی دارالعلوم سے سامنا ہوا انہوں نے اپنی دلی واردات کا ذکر کیا۔ میں نے کہا الحق میں عرض احسن کے نام سے بہترین اور

مؤثر انداز میں آپ کے دل کی ترجمانی کی گئی ہے اوراس کے علاوہ اور بھی اچھے مضامین ہیں میرا خیال تھا کہ ان سے یہ رسالہ واپس لوں گا مگراب تک ان سے دوبارہ ملاقات نہ ہوسکی غالبا وہ مدینہ منورہ چلے گئے ہیں خلیل الرحمان ؒ اسے بھیجا ہوا مضمون بھی مکمل طور پرنہیں دیکھا تھا بہرحال رسالہ الحق کی ترقی کا علم ہوکر ازحد خوشی ہوئی دورۂ حدیث شریف میں ۱۵۰ طلباء کی شمولیت بھی دارالعلوم حقانیہ کی روزافزوں ترقی اور مقبولیت کی بین دلیل ہے۔ رات کو قاری صاحب مولانا محمد کریم افغانی فاضل حقانیہ، مولانا محمد صادق صاحب فاضل حقانیہ (چلاس) اور بندہ میزاب الرحمۃ کے مقابل بیت اللہ کے سامنے بعد ازنماز مغرب تانماز عشاء بیٹھے تھے اور اجتماعی طور پر دارالعلوم حقانیہ کیلئے بارگاہ رب العزت میں دعائیں کیں۔

اردن کے لیل ونہار

مدینہ منورہ: اردن کے لیل ونہار میں مجھ پر کیا گزری یہ ایک طویل داستان ہے انشاء اللہ العزیز بیان کرونگا۔ اردن میں کافی کوششیں کی گئیں ایک دفعہ معلوم ہوا کہ ہوائی جہاز کے ذریعہ سے سفر کرنے پر ویزا مل سکتا ہے مگر وہ صرف افواہ تھی پہلے اجازت تھی مگر بعد میں ممانعت ہوگئی پھر معلوم ہوا کہ بحری جہاز جارہا ہے چنانچہ اس کا ٹکٹ آنے جانے کا خریدا اور عقبہ آیا جو عمان سے ۳۰۰ میل دور وادیٔ سینا کی جانب ہے وہاں آیا تو ۱۷۰۰ پاکستانی پہلے سے جہاز کے انتظار میں بیٹھے تھے عقبہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ایلا ہے جہاں بنی اسرائیل پر مچھلیوں کے شکار کرنے کے جرم میں عذاب آیا تھا وہاں کافی دن انتظار کے بعد بحری جہاز آیا اور خلیج احمر کے راستہ سے نہر سویز کے بالمقابل ینبوع اور جدہ پہنچے۔

حجاج کی مشکلات شاہ حسین والی اردن وغیرہ کو درخواست

یہ ۱۷۰۰ پاکستانی جہاز کے انتظار میں کئی دنوں سے پہلے یہاں آئے تھے، کمپنی والوں نے ان سے دھوکہ کیا تھا تاریخ یکم فروری بتائی تھی اور دس تاریخ تک بھی جہاز نہ آیا جب ۲۰ رفروری ہوئی تو انہوں نے مجھے کہا کہ آپ عربی جانتے ہیں آپ یہاں کے مسئول کو رپورٹ کریں چنانچہ متصرف البلدیہ کے ہاں گیا اور سب حالات بتائے انہوں نے عمان کے کمپنی کے مدیر کو اسی وقت ٹیلیفون کیا کہ فوراً ان کا انتظام کرلیا جائے کہ یہ حاجی یہاں سے چلے جائیں اس پر انہوں نے وعدہ کیا کہ فورا ہم باخرہ (بحری جہاز) طلب کرتے ہیں مگر یہ وعدہ جھوٹا تھا چند دن گزرنے کے بعد میں بمعہ دوساتھیوں کے عمان آگیا اور وہاں شاہ حسین بن طلال ملک عمان کو درخواست پیش کردی اور وزارت داخلہ کے وزیر ہاجم الطل کو بھی۔ استاد خلیفہ عبدالرحمان نے بھی اسکو ٹیلیفون پر کہا تب حکومت نے اسطرف توجہ دی اور سعودی حکومت کو تار دیا کہ فوراً حاجیوں کو ویزا کی اجازت دے دی جائے اسکے بعد ویزا ملا جہاز آیا اور روانگی ہوئی اسی

دوران میں میں جمعہ کی نماز کیلئے پھر بیت المقدس گیا اس میں خدا کی حکمت تھی عقبہ کے حاجیوں کی خدمت کرائی ۷۰۰ حاجی تمام دعائیں دیتے ہیں اور اب بھی جہاں ملتے ہیں تو دعائیں دیتے ہیں۔

عقبہ اور اریحا میں اہل علم سے تعلق

ایک لمحہ کیلئے پھر مجھے عمان اور عقبہ کی پریشانیوں کی طرف آپ نے توجہ دلائی مگر درحقیقت عقبہ میں جو ایام گزرے ہیں وہ ہمیشہ یاد رہیں گے اگر زندگی ہوئی تو انشاء اللہ العزیز آپکو عمان اور عقبہ کے احباب سے ملاؤں گا وہاں عمان اور عقبہ اریحا میں ایسے دوست اہل علم مل گئے تھے جنکی ملاقاتوں کی وجہ سے سب کچھ بھول گیا تھا مصر کے مشائخ جو مبعوث الازہر ہیں اور وعظ وارشاد کے امور سرانجام دے رہے ہیں خاص کر شیخ معوض، فلسطینی علماء اور نوجوان طبقہ کئی کئی کتابیں تحفے کے طور پر وہ دیتے جو میں بوجھ زیادہ ہونے کی وجہ سے اپنے دوستوں میں بانٹتا رہا۔ خاص کر مصری علماء کے رسالے اور کتابیں، عمان کے ایک بڑے مصنف شیخ معوض جن کی تقاریر عمان ریڈیو سے نشر ہوتی ہیں سے الحق کیلئے کافی مضامین حاصل کئے نماز مغرب اور نماز عشاء کے بعد عقبہ کے اکثر دوست جمع ہوتے اور مجھے مجبور کرتے کہ کسی حدیث شریف یا آیت کریمہ کے متعلق بیان کریں، تو میں کافی عذر و معذرت کرتا مگر وہ مجبور کرتے آہستہ آہستہ عربی بولنے میں پھر دقت محسوس نہ ہوتی۔

فلسطینی مہاجرین میں دین کا بہت بڑا جذبہ ہے گھنٹوں تک اگر قرآن وحدیث بیان کی جائے تو وہ سنتے رہیں گے، انہوں نے مجھے واپسی پر عقبہ میں ایک ماہ رہنے کیلئے کہا ہے مگر میں نے انکو کہا کہ میں دارالعلوم حقانیہ جو میرا مادر علمی ہے اسمیں ملازم ہوں میں کیسے یہاں رہ سکتا ہوں۔ اکثر کے دل میں دارالعلوم میں پڑھنے کا شوق ہے۔ عقبہ کے اس شہر میں آپ عورتوں کو قطعاً باہر نہیں دیکھیں گے چھوٹی لڑکیاں بھی باہر نہیں نکلتیں۔

فلسطین کا ریاعی قبیلہ

ریاعی قبیلہ جو فلسطین میں مشہور قبیلہ ہے ان لوگوں کی داڑھیاں ہیں، ان کی دعوتیں پٹھانوں کی طرح ہیں، بودوباش بعینہ پٹھانوں کی طرح، انشاء اللہ تعطیلات کے دوران میں ہم دونوں ان بلاد کی سیاحت کریں گے، آپکی رفاقت ہو اور اس علاقہ کا سفر ہو کتنی خوشی کی بات ہوگی۔

مولانا عباسی کی مجلس اور الحق میں شائع شدہ خطبات

مولانا عبدالغفور صاحب مدنی مدظلہم کی طبیعت آج نسبتاً کچھ اچھی تھی کل میں نے الحق میں شائع شدہ حضرت کی تقاریر جو کراچی میں ہوئیں حضرت مدظلہ کے فرمان پر سنائیں حضرت کی مجلس میں تیس تک علماء وصلحاء موجود تھے اور مشاہیر بھی جن میں ہمارے ملک کے کمشنر فرید اللہ شاہ صاحب بھی شامل تھے دوسری قسط بھی سنائی

حضرت مدظلہ رو رہے تھے اخیر میں فرمایا بالکل پورے کا پورا مضمون آ گیا ہے۔ رسالہ الحق کو اللہ تعالیٰ ترقی دے کہ مذہبی، تبلیغی کام سرانجام دے سکے

رو رو کر دعائیں

رات کو حضرت مدظلہ نے اپنے صاحبزادہ اور مولانا لطف اللہ صاحب سے کہا کہ دارالعلوم حقانیہ نے میری تقاریر کو جس اہتمام سے شائع کیا ہے پاکستان بھر میں کسی نے بھی اتنے اہتمام کیساتھ شائع نہیں کیا یہ محض حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی قلبی محبت کا نتیجہ ہے آج انہوں نے مجھے دعوت دی تھی اور دو بجے جب میں گیا تو حضرت شاہ عبداللہ شاہ صاحب (کراچی) سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت کو دارالعلوم حقانیہ سے بے پناہ محبت ہے۔

حقانیہ اور شیخ الحدیث سے بے پناہ محبت

یہ درحقیقت حضرت مولانا عبدالحق صاحب کے خلوص وللّٰہیت کا نتیجہ ہے اور فرمایا کہ دارالعلوم حقانیہ پاکستان بھر میں صحیح معنوں میں علوم دینیہ کی خدمت کر رہا ہے پھر مولانا عبدالحق صاحب (صاحبزادۂ حضرت مدظلہ) آئے انہوں نے کہا کہ رات کو میرے والد صاحب نے آپکے بارے میں پوری تاکید کی ہے کہ اس کا پورا خیال رکھیں اور فرمایا کہ دارالعلوم حقانیہ کیساتھ جو عقیدت ومحبت ہمیں ہے وہ اللہ بہتر جانتا ہے کھانا کھانے کے بعد وہ مجھے اپنے گھر لے گئے اور چائے پلائی، پھر مجھے دو کتابیں ہدیۃً دیں اور ایک کتاب آپکے لئے ہدیۃً دی۔ اور بخاری شریف کا ایک مصری نسخہ جو چار جلدوں میں ہے دارالعلوم کیلئے دے دیا اور دیگر کتابوں کے بارے میں کہا کہ میں دوں گا۔

مولانا عبدالحق میرے دل ہیں

اس بیماری کی حالات میں جب ان کو حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کا سلام پہنچایا گیا اور بیماری کا ذکر کیا تو رو کر فرمانے لگے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب میرے دل ہیں میرا دل بے اختیار انکو دعائیں دیتا ہے۔ وہ اپنی ہمت سے زیادہ دینی کام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ انکو صحت تامہ کاملہ بخشے اور دارالعلوم حقانیہ کی سرپرستی کیلئے انکی عمر میں برکت عطا فرما دے۔ دارالعلوم کے اراکین، اساتذہ ومعاونین سے مجھے قلبی محبت ہے۔ دارالعلوم حقانیہ پاکستان بھر میں میرا محبوب ادارہ ہے اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو اور تمام دینی مدارس کو ترقی اور اغیار واشرار کے فتنوں سے ان اسلامی قلعوں کو محفوظ رکھے۔

مولانا زکریا، مولانا بنوری، شیخ عبدالقادر عیسیٰ حلبی

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب سہارنپوری مدظلہ وحضرت بنوری بھی تشریف لائے ہوئے ہیں

،ان سے ملاقات ہوئی ہے اسی طرح حرم شریف میں حلب کے مشہور بزرگ شیخ عبدالقادر عیسیٰ صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ اور اسطرح یہاں کے ایک ممتاز بزرگ عبدالعزیز بخاری سے بھی ۔ ان حضرات سے دارالعلوم کیلئے دعائیں کرائیں ان ہر دو حضرات نے حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کوتسلیمات ودعوات پہنچانے کا فرمایا۔

فقط والسلام شیر علی شاہ عفی عنہ

از: مکہ مکرمہ

شیخ صاحبؒ کے خسر اور ماموں کی وفات اوراحقر کے بارے میں مبارک خواب اور بے پناہ محبت کا اظہار

۱۳۹۴/۳/۲۸ھ مدینہ منورہ

محبی الصادق الاخ الوفی مولاناسمیع الحق حقق الله جمیع مایتمنّاہ من الامانی الطیبة ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، والانامہ باعث سرفرازی ہوا۔ خال محترم (مولانا خسر اور ماموں سید یوسف شاہ مرحوم) کے سانحۂ ارتحال پر تعزیت وہمدردی کا سپاس گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسکو اپنے جوار رحمت میں مراتب علیا نصیب فرمادے۔ ۱۲/ربیع الاول کو بیت اللہ شریف کو حاضر ہوا اوران کے روح کو ایصال ثواب کی خاطر عمرہ ادا کیا۔ آپکو اور حضرت قبلہ الشیخ دامت برکاتہم ادام اللہ ظلال سیادتہم علی رؤوسنا اور دیگر احباب ومتعلقین کو غلاف کعبہ اور ملتزم کے سایہ میں دعائیں مانگیں۔ آپکا سلام عقیدت زینت کائنات رحمة للعالمین سیدالاولین والآخرین صلی الله علیه وسلم وعلی اصحابه واهل بیته اجمعین الطیبین الطاهرین کے بارگاہ یمن وبرکت میں بصد ادب واحترام جمعہ کی رات قبل از مغرب پیش کیا اور ربّ العزت سے دعائیں مانگیں ۔اللہ تعالیٰ آپکو اور ہم سب کو اعمال صالحہ کی توفیق بخشے دنیا وآخرت کی نعمتوں سے سرفرازی عطا فرمادے اور علوم دینیہ کی ترویج واشاعت کے مواقع سے محظوظ فرمادے۔ اللہ تعالیٰ حضرت الشیخ مدظلہم العالی کے سایہ عطوفت کو تادیر قائم ودائم رکھے اور تمام امراض وآلام سے محفوظ فرمادے۔ صحت تامہ کاملہ کیساتھ انکو اعلاء کلمۃ الحق کیلئے تادیر سلامت رکھے۔

ایھاالأخ الکریم خط بھیجنے سے اگرچہ تکاسل کے بناء پر قاصر ہے مگر دعاؤں میں آپ حضرات کو برابر یاد کیا کرتا ہوں۔

وحق الهوی ماغیّرالبعد عهدکم ولا انا ممن للعهود یخون

وعندی من الأشواق مالوشرحته الی الناس قالوا قد عراه جنون

بے پناہ محبت کا نتیجہ

تقریبا دوتین دن کی بات ہے کہ صلوٰۃ فجر سے آکر کمرہ میں لیٹ گیا تو نیند میں آپ سے ایک عجیب انداز

میں ملاقات ہوئی ہم دومنزلہ عمارت میں اپنے احباب کیساتھ بیٹھے ہوئے ہیں جن میں میرا ایک دوست حنبل افغانی اور دوسرا مصطفی پاکستانی اور تیسرا ایک سعودی طالب العلم ہے جب ہم نے اپنی باتوں سے فارغ ہوکر مجلس برخاست کی تو نیچے سے جو سیڑھیاں اور اوپر مکان کو لگی ہوئی ہیں آپ سیڑھیوں کے سامنے نیچے نظر آئے اور عربوں کی طرح لباس پہنے ہوئے ہاتھ میں ٹیچی کیس ہے۔ میں نے دیکھا تو والہانہ انداز میں اترا اور آپ سے بغل گیر ہوا اور اوپر والے کمرہ کو لے گیا اور پھر اپنے ساتھیوں سے تعارف کرانے لگا۔ نیند سے اٹھکر چائے پی لی۔ پھر کلاس کو گیا تمام دن اسی نیند سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اور یہ حقیقت ہے۔

وماذرّ قرن الشمس الاّ ذكرتك واذكرك فى وقت كل غروب

واذكرك مابين ذاك وهذه وبالليل احلامى وعندهبوبى

شیخ الحدیث کی اسمبلی میں حق گوئی اور طلبہ جامعہ اسلامیہ مدینہ

خدا کرے کہ اس خواب کی تعبیر بہت جلد نکلے کہ آپ سے حرمین شریفین کے نورانی ماحول میں ملاقات ہوجائے ،الحق کے پرچے بہت دیر سے موصول ہوئے ہیں طلبہ نے مضامین کو خصوصاً حضرت مدظلہ کی اسمبلی میں حق گوئی کو ازحد پسند کیا۔ آج کل طلبہ امتحان کی تیاری میں مصروف ہیں اور تقریباً ایک ماہ بعد تعطیلات ہونے والے ہیں، اسلئے آئندہ سال انشاء اللہ دس تک رسالے جامعہ میں اور اسی طرح مدینہ منورہ میں مختلف حضرات کے نام مقرر کر دونگا۔ اگر میں تعطیلات میں یہاں رہا تو ممکن ہے کہ الحق کیلئے مضامین اور خریدار دونوں کا انتظام کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

بندہ کی طرف سے حضرت مدظلہم کی خدمت میں دعاؤں کی درخواست پیش کریں، کچھ ذہنی پریشانیاں لاحق ہیں محترم ناظم صاحب اور دیگر ناظمین کرام واساتذہ محترمین اور اراکین وواقفین حضرات کو تسلیمات عرض ہیں بالخصوص قاری سعید الرحمان صاحب اور برادرم محمد شفیق صاحب اور الحاج محمد رفیق صاحب کی خدمت میں تسلیمات عرض ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ تفصیلی خط امتحان سے فراغت کے بعد لکھونگا۔ اور یا خود یا بمشافہ احوال جامعہ و مدینہ سے آپ حضرات کو مطلع کرونگا۔ حاجی راحت گل صاحب آئے تھے یہاں سے ریاض پھر الخبر، بحرین اور وہاں سے کویت چلے گئے ہیں۔ انتہائی خوش قسمت ہیں، عمرہ کرکے اب بلاد عربیہ میں سیر کررہے ہیں۔

والی اللقاء شیر علی شاہ کان اللہ لہ

حج منی وغیرہ کے حالات

برادرم واجب الاحترام مولانا سمیع الحق صاحب دامت الطافکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج

اقدس،کل آپکاوالا نامہ ایک دوست نے خانہ کعبہ کے سامنے دیدیا ازحدخوشی ہوئی کھول کراحوال وکوائف سے آگاہی پر اطمینان قلب نصیب ہوا آپکے نیک ہمدردیوں اور جملہ توجہات کا صمیم قلب سے ممنون ہوں۔صد افسوس کہ میرے والدین کرام اس دفعہ حج پر تشریف نہ لاسکے،میں ان کی آمد کے لئے چشم براہ تھا خدا کرے میری یہ دیرینہ تمنا کبھی پوری ہوجائے کہ میں اپنے والدین کرام کیساتھ ظل کعبہ اور صفا مروہ کے درمیان طواف وسعی کرسکوں۔آپ کیلئے دعائیں کیں، اللہ تعالیٰ آپکو اپنے دلی مقاصد میں کامیابی بخشے۔اوردارین کی سعادتوں سے نوازے۔اطمینان قلب اور سرور وراحت کی زندگی نصیب فرمادے اور آپکو بیت اللہ شریف اور روضہ مطہرہ کی زیارت کی نعمت بار بار نصیب فرمادے۔حسب الحکم ٹیرون غلام قادر حاجی کے ذریعہ ارسال ہے چونکہ اسکے ساتھ سامان زیادہ ہے اس لئے ۶ گز آپکے لئے اور ۶ رگز انوارالحق کیلئے بھیج دیا ہے۔کسی دوسرے حاجی کے ذریعہ بقیہ کپڑا بھیج دونگا۔نیز خالی ٹیپ بھی کسی کے ذریعہ بھیج دونگا۔

جامعہ کے طرف سے حج میں ڈیوٹی

اس دفعہ مجھے بھی جامعہ اسلامیہ نے اس وفد میں بھیجاہے جو دارالافتاء کے ماتحت مکہ منیٰ اورعرفات میں حجاج کے مسائل بیان کرتے رہتے ہیں۔مدینہ سے مکہ تک ہوائی جہاز کے ذریعہ سے بھیجا اور ادھر طائف کے روڈ پر منیٰ کے بالمقابل ایک شاندار عمارت طلبہ کیلئے کرایہ پر لے لی ہے۔ہم یہاں سے روزانہ ٹیکسی پر حرم کو جاتے ہیں ایک دن رابطہ کے اجلاس کیلئے بھی گیا لیکن ماسوائے لفاظی کے اور کچھ نہ تھا معارف اور حکمت اور اسرار کی باتیں اکابرین دیوبند دامت برکاتہم کا حصہ ہے۔البتہ محمد الغزالی اور محمد قطب کی تقریریں اچھی تھیں مولانا ندوی دامت برکاتہم اس دفعہ تشریف نہیں لائے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب انڈیا سے تشریف لائے ہیں اور صولتیہ میں مقیم ہیں، اس دفعہ باہر سے آنے والے حجاج کی تعداد ساڑھے سات لاکھ کے قریب ہے۔صرف ترک ایک لاکھ بیس ہزار کے قریب آئے ہیں آج کل مکہ کے تمام شوارع اور پہاڑ انسانی آبادی سے معمور ہیں۔کل مولانا غلام حیدر سے ملاقات ہوئی۔اب تک قاری امین صاحب نہیں پہنچے۔شاید آج پہنچ جائیں۔نیز حضرت مفتی محمود صاحب بھی ابھی تک نہیں آئے

مولانا حمداللہ ڈاگئی اور مولانا پنج پیر کا مناظرہ

ڈاگئی کے مولانا حمداللہ صاحب اور پنج پیر مولانا بھی آئے ہیں ممکن ہے کہ بعد الحج دونوں کے درمیان مناظرہ بھی ہوجائے سنا ہے کہ حضرت قاری محمد طیب صاحب بھی اس دفعہ تشریف لارہے ہیں آج ۵ ذوالحجہ ہے اتوار کے دن منیٰ (ترویہ) اور پیر کے دن عرفہ ہے۔

شیر علی شاہ المندوب الباکستانی

دار الافتاء العزیزیة بطریق الطائف مکة المکرمه ۵/ذوالحجه ۱۳۹۴ھ

حقانیہ کے سند کے معادلہ کی سعی

محترم ومکرم حضرت مولانا سمیع الحق، دامت معالیکم، تسمیہ وتکریم، مولانا احمد عبدالرحمان صاحب کے مکتوب پر آپکا مکتوب باعث سرفرازی ہوا، یادآوری کا شکریہ۔ آپ نے لکھا ہے کہ میں نے قبل ازیں ایک خط بھیجا ہے آپ کا یہ مکتوب مجھے نہیں ملا ہے، رسالے بھی بہت دیر سے پہنچتے ہیں البتہ ڈاکٹر بھادرشاہ اور طائف والے کو رسالے بروقت پہنچتے ہیں۔ انشاء اللہ مولانا احمد عبدالرحمان صاحب کیلئے کوشش کرونگا شیخ الجامعہ آج کل ریاض گئے ہوئے ہیں، جب آئیں تو ملاقات کرونگا۔ آپ مجھے جامعہ ازھر کے اس مکتوب کا فوٹواسٹیٹ نقل بھیج دیں۔ جسمیں جامعہ ازھر نے ہمارے سند کو لیسانس کے برابر قبولیت دی ہے۔ میں اس سے یہاں فوٹواسٹیٹ کے چند کاپیاں نکالکر جامعہ اسلامیہ مدینہ، اور جامعۃ الملک مکہ مکرمہ اور وزارت المعارف کو درخواستوں کے ساتھ بھیج دونگا جب تک ہمارے دارالعلوم کے سند کا معادلہ نہیں ہوتا اسوقت ہمارے فضلاء کیلئے مسئلہ مشکل رہیگا میں نے ذاتی طور پر کئی دفعہ متعلقہ حضرات کو دارالعلوم کی علمی مکانت ومنہج سے آگاہ کیا ہے لیکن یہ بھی عجیب لوگ ہیں ابھی تک نیوٹاون کے مدرسہ کا معاولہ بھی لیسانس سے نہیں ہوا۔ آپ جامعہ ازھر کے سند کی ایک فوٹوسٹیٹ کاپی فوراً بھیج دیں تاکہ میں یہاں متعلقہ اداروں کو درخواستوں کیساتھ بھیج دوں۔ السعی منا والا تمام من اللہ یہاں بہمہ وجوہ خیریت ہے۔ ہمارے امتحانات ۲۴ جمادی الاولیٰ کو شروع ہونے والے ہیں، جو تقریباً پندرہ دن مسلسل رہیں گے اس دفعہ کافی بارش ہوئی ہے جس سے موسم اب تک خوشگوار ہے۔ مخدومی حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم اور جملہ اراکین واساتذہ کی خدمت میں تسلیمات عرض ہیں۔

محترم قاری سعید الرحمان اور برادرم شفیق صاحب اور الحق کے جملہ ساتھیوں کو تسلیمات عرض ہیں۔

والسلام : شیر علی شاہ

۱۵/ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ

لاہور میں ملنے کی کوششیں: مسجد نبوی میں اعتکاف

محترم ومکرم جناب مولانا سمیع الحق صاحب زیدت معالیکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج اقدس، صابر علی شاہ کے مکتوب میں شکوہ کے کلمات دیکھے۔ لاہور میں آپکے قیام گاہ کا علم نہ تھا جس صبح کو میں کراچی روانہ

ہونے والا تھا شام کو شیرانوالہ گیٹ میں دوستوں سے معلوم ہوا کہ آپ کلفٹن ہوٹل میں مقیم ہیں میں شیرانوالہ گیٹ سے نمازعشاء کے بعد گیا اور سیدھا تار گھر گیا وہاں سے کراچی کو تار دینا تھا۔ پھر وہاں سے کوئی رکشہ نہیں ملا پیدل لاہور ہوٹل کے قریب فتح محمد روڈ آیا خیال کیا کہ اب آپ لوگ آرام میں ہوں گے۔ اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو ضرور حاضر ہوتا۔ میں عجیب مشکلات میں پھنس گیا تھا۔ کراچی سے جدہ کو واپسی کا ٹکٹ ہم نے ۲۵/اگست کیلئے کنفرم کیا تھا اور ادھر اکوڑہ آ کر دیگر کاموں میں مصروف رہا۔ لاہور گیا تو بے پناہ ہجوم۔ مختلف سفارشات سے ۲۴ کو کراچی کیلئے جگہ ملی ان اعذار کیوجہ سے آپکے ساتھ زیادہ ملاقات کا شرف نصیب نہیں ہوا۔ آپکی ان شکایات کے تلافی کیلئے میں نے دعاؤں میں آپکو اور محترم قاری سعیدالرحمان صاحب اور دیگر دوستوں کو یاد کیا ہے یہ خط مسجد نبوی شریف سے لکھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے امسال اعتکاف کی سعادت بخشی اللہ تعالیٰ آپ دوستوں کو بھی حرمین شریفین کی زیارت سے بار بار متمتع فرمادے اور ان عشرۂ اخیرہ میں مجھے اور آپ احباب اور جملہ متعلقین واہل اسلام کو عتق من النار نصیب فرمادے۔ اور صالحات کی توفیق بخشے۔ امید ہے بھائی شفیق صاحب بعافیت ہوں گے اللہ تعالیٰ اسکو بھی یہاں کے مشاہد کی دید سے نوازے۔ صابر اینڈ کمپنی بعافیت ہیں حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں تسلیمات مسنونہ عرض ہیں۔ والسلام دعا جو ودعا گو شیر علی شاہ کان اللہ لہ

از نبوی مدینہ طیبہ ۲۹/رمضان ۱۳۹۶ھ

مولانا محمد فیاض سواتی مدرس دارالعلوم حقانیہ اور ہمشیرہ کی وفات

صاحب الفاضل محترم المقام حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ومحترم مولانا انوارالحق صاحب، بارک اللہ فی اعمارکم وجھودکم للدین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپکا مکتوب سامی اطمینان وسکون قلبی کا باعث ہوا۔ رب العالمین آپ حضرات کو ان مخلصانہ ہمدردیوں کا صلہ دنیا وعقبٰی میں نصیب فرمادے اور جملہ آلام وآفات سے محفوظ رکھے۔ قدرت کی طرف سے یکے بعد دیگرے صدمات یقیناً ناقابل برداشت قلق ورنج کے باعث ہیں۔ لیکن قضاوقدر کے فیصلوں پر رضامندی کے سوا اور کوئی چارہ نفع رساں نہیں ہم سب اللہ جل جلالہ کی ملکیت ہیں اور اسکے ہر حکم پر صابر وراضی ہیں۔

مرحوم میاں مولانا محمد فیاض صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مرحومہ ہمشیرہ رحمۃ اللہ علیہا

اللہ تعالیٰ مرحوم میاں مولانا محمد فیاض صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مرحومہ ہمشیرہ رحمۃ اللہ علیہا کے ارواح مقدسہ پر اپنی رحمتیں نازل فرمادے اور انکے یتیم بچوں کو حفظ قرآن اور علوم دینیہ کی نعمت سے نوازے تاکہ والدین کے حق میں باقیات الصالحات ثابت ہوسکیں آپ احباب نے جو مشورہ ہمیں اطلاع نہ دینے کے بارہ میں فرمایا تھا

بہت درست اور قلبی ہمدردیوں پر مبنی تھا لیکن ایک دن یہ جان گداز خبر ہمارے قلوب کو ہلا دینے والی تھی تو مدینہ منورہ کے مبارک ماحول میں سننے سے قدرتی طور پر کچھ صبر وتحمل کی قوت غیب سے نصیب ہوئی۔ اور ہمشیرہ مرحومہ کیلئے دعائیں مسجد نبوی شریف کے نوارنی ماحول میں کررہے ہیں ہمارے امتحانات انشاء اللہ العزیز ۲۷ جمادی الاخریٰ کو شروع ہوں گے۔ اور تقریبا ۱۰/ رجب تک فراغت ہو جائیگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ بچوں سمیت اپنے وطن آنیکا پروگرام ہے۔ ویسے مدینہ منورہ کے پرسکون زندگی سے بچوں کو نکالنا مشکل ہے۔ اور بچے بھی پریشان ہیں لیکن والدین کرام کی خدمت جو سب سے اہم اور فرض اول ہے نیز یتیم بچوں کی پرورش۔ اسلئے با دل نخواستہ بچوں کے لیجانے کا ارادہ ہے اگر بچوں کی قسمت میں ہوا تو پھر اللہ تعالیٰ کوئی صورت بنا دیگا

بھٹو کے اعدام کا فیصلہ:

سفاک عصر حاضر کے اعدام سے سب لوگوں کی مسرت ہوئی، اللہ کرے کہ یہ فیصلہ شرمندۂ تعبیر ہو اور اللہ تعالیٰ اس کے حواریین کو بھی صفت اعدام سے متصف بنا دے۔ محترم و مکرم حضرت مولانا محمد اشرف صاحب مدظلہ امید ہے واپس اپنے وطن مالوف پہنچ گئے ہوں گے صابر علی شاہ صاحب آپ تمام کو تسلیمات کہہ رہا ہے بندہ کی طرف سے حضرت قبلہ مخدومی شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں مؤدبانہ تسلیمات عرض ہیں اور دعاؤں کی درخواست ہے۔ رب العزت حضرت دامت توجہاتہم کی سرپرستی کو تا دیر قائم رکھے اور صحت تامہ کاملہ سے نوازے۔ مکرم محترم ناظم صاحب اور مولانا گل رحمان صاحب اور محترم برادرم شفیق صاحب دیگر احباب کو تسلیمات عرض ہیں۔

والسلام: شیر علی شاہ (المدینۃ المنورہ ۱۳۹۸ھ، ۸/ ربیع الثانی)

مولانا کی والدہ مرحومہ کی وفات حرم مدینہ میں دعائیں

محترم و مکرم برادرم مولانا سمیع الحق صاحب بارک اللہ فی حیاتکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپکا والا نامہ ملا۔ اظہار تعزیت وہمدردی کا سپاس گزار ہوں رب العالمین آپ حضرات کو دارین کی سعادتیں نصیب فرمادے۔ اور والدین کرام کے توجہات و دعوات سے تا دیر شرف سرفرازی بخشے۔

والدہ مرحومہ نور اللہ قبرھا کی وفات سے اب تک دل ودماغ ماؤف ہیں

والدہ مرحومہ نور اللہ قبرھا کی وفات سے اب تک دل ودماغ ماؤف ہیں، قضاوقدر کے سامنے بجز تسلیم وانقیاد کے اور کوئی چارہ کارگر نہیں۔ آخری دیدار اور خدمات سے محرومی بہت بڑا صدمہ ہے دل کو یہی تسلی دیتا ہوں کے سفر میں وہ مجھے دن رات دعائیں فرماتی تھیں اور حضر میں شاید انکی خدمات میں کوتاہیوں سے انکی ناراضگی ہوتی الحمدللہ

ثم الحمدللہ کہ اس روسیاہ سے وہ راضی تھی اور امجد کی والدہ نے اسکی خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کی یہاں مسجد نبوی شریف میں تمام ساتھیوں نے قرآن مجید کا ختم بعداز نماز جمعہ کر کے ان کی روح پاک پر ایصال ثواب کیا۔ اوراب تک بعض ساتھی ان کی روح پر ایصال ثواب کیلئے پارہ دو پڑھ کر دعائیں فرماتے ہیں مخدومی حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی صحت کیلئے بھی تمام ساتھیوں نے ملکر مسجد نبوی شریف میں دعائیں کیں اللہ تعالیٰ ان کے اپریشن کو کامیاب فرما کر ملک وملت کی سرپرستی اور رہنمائی کیلئے ان کے سایہ شفقت کو تادیر قائم ودائم رکھے۔ محترم مولانا محمد اشرف صاحب سے علوم شرعیہ میں ملاقات ہوئی بدقسمتی سے ان دنوں میں یہ ناچیز بیمار تھا بعد میں پتہ چلا کہ وہ تشریف لے گئے ہیں۔

پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ پر مبارکباد

پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ پر آپکو اور حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم اور تمام مشائخ کرام کو صد مبارک باد عرض ہے۔ یہ درحقیقت ان بوریا نشینوں کے حق گوئی اور مسلسل جہاد کا ثمرہ ہے۔ محترم انوارالحق صاحب اور برادرم محمد شفیق صاحب کو تسلیمات عرض ہیں۔

والسلام شیر علی شاہ، (مدینۃ منورہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ)

شام کا دورہ: دمشق، حلب، حمص وغیرہ کے مخطوطات اور مشاہد وآثار

محترم ومکرم برادرم مولانا سمیع الحق صاحب زادہ اللہ تعالیٰ شرفاً وعزاً، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خدا کرے کہ آپ تمام حضرات بعافیت ہوں۔ جامعہ اسلامیہ کے مصارف پر ہم سولہ طلبہ جامعہ اسلامیہ کے لائبریرین کے نگرانی میں ۷/ربیع الثانی کو مدینہ منورہ سے دمشق آئے ہیں یہ رحلہ مخطوطات اور قدیم کتب خانوں اسلامی تاریخی مشاہد کے معائنہ کیلئے ہے جب دمشق پہنچے تو رات کو خواب میں حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم وتوجہاتہم میں نہایت ہی اچھی حالات میں دیکھا، خیال تھا کہ صبح کو آپکو ایک خط لکھوں لیکن صبح سویرے ہی ہم دمشق کے مکتبات ومساجد اور قلعہ وغیرہ دیکھنے کیلئے نکلے پھر حمص، حماۃ حلب کے مشاہد دیکھنے کیلئے گئے چاردن حلب ہی میں رہے وہاں کے عظیم کتب خانہ میں مخطوطات دیکھے جو ساڑھے پانچ ہزار سے زیادہ ہیں مشہور قلعہ دیکھا جو تمام دنیا میں درجہ ثانیہ پر ہے پھر وہاں سے لاذقیہ گئے جو بحرابیض متوسط کے کنارے ہے۔ وہاں سے طرطوس گئے جب واپس دمشق پہنچے تو آپ کو خواب میں دیکھا یہ خط اسلئے لکھ رہا ہوں کہ آپ اپنے احوال اور حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی صحت سے مطلع فرما کر ممنون فرمادیں اس روسیاہ نے ہر مقام میں حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی صحت کیلئے دعائیں کی ہیں۔ آپ تمام دوستوں کو دعاؤں میں یاد کیا ہے۔ اور امید ہے کہ

آپ بھی دعاؤں میں یاد فرمایں گے کاش آپ اس سفر میں ساتھ ہوتے تو سفر زیادہ فائدہ خیز ہوتا، شام کا علاقہ عجیب علاقہ ہے الحمدللہ نوجوانوں میں دینی جذبات موجود ہیں یہاں کے مشائخ اسلامی روایات کی ترویج واحیاء میں دن رات کوشاں ہیں فجز اھم اللہ تعالیٰ، اگر مدینہ منورہ میں فرصت ملی تو چار پانچ صفحات کا ایک مضمون سفرنامہ الحق کیلئے لکھدونگا۔ حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں مؤدبانہ تسلیمات پیش فرما دیں اور دعاؤں کی درخواست پیش کریں۔ برادرم مولانا انوارالحق اور محترم ناظم صاحب اور محترم مولانا گل رحمان صاحب اور بھائی شفیق صاحب کو تسلیمات عرض ہیں۔ آپکے خط کا شدید انتظار رہیگا۔ حضرت قبلہ شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی صحت سے اطلاع دیکر ممنون فرمادیں۔ ہم انشاء اللہ پیر کے دن (۲۱ ربیع الثانی) کو نماز ظہر کے بعد واپس مدینہ منورہ جائیں گے۔ پتہ یہ ہے:

شیر علی شاہ

ص ب ۱۴۱۴، المدینہ منورہ

(الفندق الأموی دمشق، ۱۹/ربیع الثانی۱۳۹۹ھ)

قومی اسمبلی اور سینیٹ کے انتخاب میں کامیابی پر مبارکباد

محترم المقام صدیقی الفاضل مولاناسمیع الحق صاحب أدام اللّٰہ لك المسرات وافاض علیك الخیرات والبرکات، السلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاته، **مخدومنا المکرّم حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت الطافہم کے مکتوب سامی سے آپکی کامیابی سے خوشخبری ملی، افراح ومسرات میں لامتناھی اضافہ ہوا۔**

فللہ الحمدوله الشکر علی مزیداحسانه، وبیدہ الامر کله فتقبّل منی أطیب التهانی الحارّة وأحلی الأمانی السارّة علی هذه السعادة المزدوجة والنجاح الباهر وماهذا الاقران السعدین وتتابع المجدین اذنجاح والدناالمقدیٰ سعادة شیخ الحدیث الموقرباغلبیة فائقة یمتلأنفوس الأبناء مسرورا ویمتلاء الوجوه حبورا ونجاح اخینا بدون ايّ تزاحم ومباراة یرصع الحیاة بالأفراح ویعطر الخواطر بالانشراح۔

أطال اللّٰہ لکم البقاء مع اکمل الصحة واتم الهناء ابنی امجدعلی شاه وجمیع الاصدقاء یقدمون الی فضیلتکم اخلص التهانی، تهنئاتی الی الوالدالحنون والشیخ الجلیل مدظله والی الأخ الاکرم انوارالحق المحترم والی جمیع الاخوة والزملاء والاخ محمدشفیق وحامد الحق وفضیلة الشیخ کلرحمن المحترم وفضیلة الشیخ عبدالقیوم حقانی المحترم والأخ غفران الدین۔

والسلام شیرعلی شاه

المدینة المنوره ۱۴۰۵ھ ۲۸ جمادی الثانیه ،۱۹مارس ۱۹۸۵م

مولانا تقی عثمانی سے ملاقات

محترم ومکرم برادرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب متعنی الله بلقا ئه فی الحرمین الشریفین فی اقرب الزمن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مدت مدید کے بعد آپ سے مخاطب ہورہا ہوں روزانہ عبداللہ صاحب کیساتھ آپ کے تذکرے ہوتے ہیں اور اکثر آپ ہی موضوع سخن ہوتے ہیں مگر افسوس کہ مشاغل اور پریشانیوں کی وجہ سے آپکو خط نہ لکھ سکا۔

محترم تقی صاحب سے قونصلیہ میں ملاقات ہوئی تھی اس نے کہا کہ آج میرے ساتھ چلے جائیں میں نے کہا جب فارغ ہوجاؤں تو آپ کے ہاں حاضر ہونگا۔ آپکو بہت یاد کررہے تھے آپ کے ارسال کردہ رسائل خالد الحمدان کو دیدئے اور آپ کا اور رسالہ کا پورا تعارف کرایا وہ بہت خوش ہوئے اور الحق کا پتہ نوٹ کرکے کہنے لگے کہ ہم بھی اپنا لٹریچر انکو بھیجیں گے۔ آپ ایک خط یاددہانی اور شکریہ کا اپنی طرف سے بھیج دیں۔ اس سے سلسلہ ربط قائم رہیگا۔ کام کا آدمی ہے دعا کریں کہ وہاں حرمین شریفین میں آپ کے رسالہ کیلئے مؤثر خدمت کرسکوں اور رابطہ میں آپ کیلئے حضرت ندوی صاحب سے گزارش کرسکوں۔ یہاں مولانا بنوری صاحب کے چھوٹے اور آخری داماد کے بھائی کو رابطہ میں جگہ دیدی گئی ہے۔ ان لوگوں نے وہاں کے منافع سے پورا حصہ فراہم کرلیا ہے۔

والسلام شیر علی شاہ (از کراچی)

مدینہ پہنچنے کی اطلاع

صاحب الفاضل والخطوط الطيبة الصديق المكرم سميع الحق المحترم حقق الله جميع امانيه المرضية،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج اقدس، آپ کا مودت نامہ دل ودماغ کے سکون وراحت کا ذریعہ ہوا الحمدللہ کہ شدید اشتیاق اور شدید انتظار کے بعد آپکے سطور موجب سرور بنے۔

احوال وکوائف سے تفصیلی اطلاع نصیب ہوئی۔ تدریسی ترقیات پر صد مبارکباد پیش کرتا ہوں آپکو علی الدوام دعاؤں میں یاد کیا کرتا ہوں اگرچہ جواب ترکی بہ ترکی کے بناء پر قلمی یاد میں تغافل وتکاسل سے کام لیا ہے پہلے بھی اور آج بھی بالخصوص صاحب الجبین الاحمر والخد الانور رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی وجسمی کے آستانہ یمن وبرکت میں بصد ادب واحترام آپ کا سلام وتحیہ پیش کردیا ہے اور بارگاہ ربانی میں دعائیں کیں کہ خداوند قدوس آپکو جملہ مقاصد دینیہ میں کامیابی بخشے اور اعمال صالحہ کی توفیق آپ اور ہم سیہ کاروں کو نصیب فرمادے کئی دنوں سے خواہش تھی کہ آپکو اپنے کوائف سے مطلع کروں مگر عدیم الفرصتی (کہئے یا سستی طبع) کے بناء پر ابھی تک موقع

میسر نہیں آسکا۔ آپ کے خط موصول ہونے کے بعد چونکہ میں ایک ہفتہ تک بیمار رہا اسلئے بروقت جواب نہ لکھ سکا۔ آج طبیعت قدرے درست ہے، اسلئے آپ سے شرف تخاطب حاصل کر رہا ہوں۔

تطویل قیام مدینہ کیلئے فیل ہونے کو ترجیح

اسباق اگرچہ آسان ہیں تاہم ایک دو دفعہ مطالعہ لازمی ہے یہاں اگرچہ تطویل مدت کیخاطر سعی نہ کرنا ہی بہتر ہے مگر دارالعلوم حقانیہ کے وقار کو ملحوظ رکھتے ہوئے کچھ نہ کچھ مطالعہ لازمی ہے۔

جامعہ کا بھاری نصاب

کتابیں حد سے زیادہ ہیں سیرت ابن ہشام مکمل، تفسیر علامہ شوکانی، سورۂ بقرہ وآل عمران۔

تدریب الراوی نئے انداز میں، اسماء الرجال، تخریج الاحادیث، انشاء، ادب العربی، هداية المجتهد، كتاب الجنائز، ادلة المذاهب الاربعة مع ترجيح ماهوالراجح بالادلة، وبيان سبب الاختلاف، اصول الفقه على نهج الشافعية، انگلش، سبل السلام مع ۔۔رجال الاسانيد، حفظ الخطب الماثورة من الخطباء الجاهلين والخطباء الاسلاميين، والمفاخر والرثاء وتقابل قصائد الجا هلين، عقائد الاسلاميين، اور بھی مختلف مضامین ہیں نیز سورہ بقرہ کا حفظ بھی شامل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یاد کرنا بچوں کا کام ہے لیکن مدرسین کیلئے حفظ کا معاملہ مشکل ہے، اسلئے ہم چند احباب تو اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر مطمئن ہیں اور بجائے ان مضامین کے یاد کرنے کے احادیث وتفاسیر اور سیرت وادب کے نادر ذخیروں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ دس اساتذہ جو ستہ عربی کیلئے پاکستان سے آئے ہیں۔ ان کو درحقیقت ریاض یونیورسٹی کیلئے منتخب کیا گیا تھا مگر فضل ایزدی اور جذب باطنی نے ہمیں دار ہجرت میں پہنچادیا۔ ریاض میں وظیفہ اگرچہ چار سو ریال ہے اور ڈگری بھی مادی اعتبار سے ارفع ہے مگر ہمیں ڈگریوں سے کیا غرض۔

کوچہ یار میں چند لمحات

کوچۂ یار میں حیاتِ مستعار کے چند لمحات بھی شاہان دنیا کے محلات میں سالہا سال رہنے سے بدرجہا بہتر ہیں۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

رب العزت نے عمر بھر کے تمناؤں کو پورا فرمایا، خدا خبر کہ قلب سوزیدہ نے کب خلوص ومحبت سے اپنے مہربان ورؤف پروردگار سے سوال کیا تھا جو اس نے اپنے شان کریمانہ سے قبول فرمایا۔ اس سلسلہ میں میرا دل آپ کے مخلصانہ ہمدردیوں اور برادرانہ تلطفات کا رہین ہے اور یہاں کے سعادت اندوزیوں میں آپ برابر کے شریک ہیں۔ خداوند قدوس آپکو بھی اپنے غیبی اسباب وذرائع سے حرمین شریفین میں بار بار کی حاضری نصیب فرمادے۔ پیارے بھائی! اگر میں دن رات رب السموات والارضین کے بارگاہ جلال میں سجدہائے شکر میں پڑا رہوں تو

یہاں کے ایک لمحہ کی نعمت کا شکریہ ادانہیں کرسکتا ایک غریب ومفلس بے بضاعت مدرس کو جس آسانی سے اس کے لامتناہی نوازشات نے یہاں تک رسائی بخشی۔

مناسک حج کی ادائیگی

امسال حج بیت اللہ شریف کے مناسک کو جس سہولت سے ادا کرنیکی توفیق بخشی۔ بڑے بڑے متمول حضرات بھی اتنی آسانی سے فرائض سے سبکدوش نہیں ہوسکے جہاں بھی جاتے سہولت وآسانی ہوتی احباب ورفقاء تھے۔ معمولی ایک بیگ بغل میں لئے ہوئے منیٰ مزدلفہ عرفات کے نورانی وتابانی فضاؤں میں پھرتے رہے۔ ریاض اگر جاتے تو وہاں ایک دومہینہ سے زیادہ ہم جیسے غیر مستقل اشخاص نہیں رہ سکتے۔ وہاں کا ماحول ہمارے موافق نہ تھا اگرچہ ہمارے بعض دوستوں نے درخواستیں بھی دی ہیں مگر میں نے انکی درخواستوں پر دستخط نہیں کئے۔ مدینہ منورہ سے جانا ناشکری کے مترادف ہے۔

اشاعت الحق کی کوششیں

آپ کے الحق کیلئے امسال خدمت نہ کرسکا چونکہ پہلا سال ہے اہالیان مدینہ سے مکمل تعارف نہیں انشاء اللہ تعالیٰ اگر زندگی رہی تو آئندہ سال دارالعلوم حقانیہ اورالحق کیلئے مکمل وقت نکال کر کام کرونگا۔ آپ الحق کے رسالوں کا ایک بنڈل بھیج دیں جسکو میں اردودان طلبہ میں ایک ایک پرچہ مفت تقسیم کرادوں اس کے بعد ان لوگوں کا مستقل خریدار بنانا آسان کام ہے یہاں تمام رسالے والوں کے بنڈل موصول ہوتے ہیں افسوس ہے کہ رسالہ دو دو ماہ تاخیر سے موصول ہوتا ہے آپ کو مندرجہ ذیل چار پتے ارسال ہیں ان کے نام رسالہ جاری فرمادیں ان سے میں رقم وصول کرونگا۔ آپ یہ بھی لکھ دیں کہ ایک رسالہ پر پاکستانی کتنا خرچہ آتا ہے تاکہ اسکے مطابق ان سے سالانہ چندہ وصول کیا جائے۔

☆ ڈاکٹر بہادر شاہ مختبر مستشفٰی الملک مدینۃ منورہ ☆ محترم نورالحق ص ب ۱۵۵۸ الطائف

☆ مصطفےٰ حسن کیملپوری جامعہ اسلامیہ مدینہ ☆ محمد شفیع میانوالی کلیہ شریعہ جامعہ اسلامیہ مدینہ

آپکو ہارون کے مولانا محمد یوسف کے زریعہ دوٹائپ شدہ تقاریر حضرت درخواستی صاحب کے بھیجے ہیں ،شائع کرنے کیلئے میرا نام نہ لکھیں۔ اسمیں کچھ مصلحت ہیں۔ صرف یکے از مدرسین دارالعلوم کافی ہے۔

دیکھیں گے کہ تعطیلات میں انشاء اللہ تعالیٰ ملاقات نصیب ہوتی ہے یا نہیں، دمشق حلب وغیرہ کا شوق ہے نیز عقبہ بھی قریب ہے یا تو مدینہ منورہ میں رہ جاؤنگا کیونکہ رقم بہت زیادہ خرچ ہوتی ہے اگر تعطیلات کے ریالات ملے تو پھر آنا آسان ہے کیا بعید ہے کہ مسجد اقصی کے فضاؤں میں دوبارہ حاضری نصیب ہوجائے آپ کے رئیس مملکت

نے تو شاہان عرب کو توجہ دلائی ہے مکرم محترم قاری سعید الرحمان صاحب مدظلہ، کی خدمت میں خط لکھنے والا تھا مگر وہ رفیق صاحب نے چھین لیا۔ اور خود اس نے لکھنا شروع کیا۔ اسکو میرا سلام عرض فرمادیں نیز محترم شفیق صاحب کو سلام اور اس کے ہمدردیوں کا شکریہ۔

بھائی الحاج محمد رفیق خیریت سے ہیں تسلیمات عرض کرتے ہیں، حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم اور محترم سلطان محمود صاحب واراکین کرام و مولانا انوار الحق صاحب وصابر علی شاہ کو تسلیمات عرض ہیں۔

من المدینۃ المنورہ

مولانا درخواستی کے درسی ٹیپ کی ترسیل

محترم ومکرم برادرم مولانا سمیع الحق صاحب زیدت مکارکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے آپ خیریت سے ہونگے معلوم ہوا ہے کہ آپ کراچی تشریف لائے تھے اگر ہمت کرتے تو بحری جہاز سے بہت آسانی سے عمرہ کی سعادت سے لطف اندوز ہوسکتے تھے خدا کرے کہ اس قسم کے مواقع میسر فرمادیں۔

مولانا درخواستی کا درس وتقریر سے گریز

حضرت الشیخ مولانا عبداللہ صاحب ،درخواستی صاحب عمرہ کیلئے تشریف لائے تھے ان کو ہم نے جامعہ اسلامیہ میں تقریر کرنیکی دعوت دی تھی مگر انہوں نے انکار کیا اور کہا میں ایک دن کیلئے آیا ہوں پھر ہم نے اسے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درس دینے کا کہا بہت انکار کیا پھر ہم نے کہا حضرت ہم نے دعائیں کرکے آپکو خدا سے مانگا ہے پھر انہوں نے وعدہ کیا کہ عصر کے بعد صرف دس احوال بیان کرونگا ،جامعہ کے کثیر طلبہ اور حجاج وعمار کے کافی لوگ شریک ہوئے۔ تین دن مسلسل درس رہا جو میں نے ٹائپ کرکے حضرت شیخ الحدیث صاحب غور غشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولانا محمد حسن صاحب کے ذریعہ بھیج رہا ہوں۔

شیر علی شاہ کان اللہ لہ

والدین کرام کے سفر حرمین کیلئے اعانت کی خواہش

محترم ومکرم مولانا سمیع الحق زیدت مکارمکم ،السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ راولپنڈی میں ہیں اسلئے آپ کو اکوڑہ کے پتہ پر مستقلا خط نہیں لکھا، مختصر الفاظ میں آپ سے ملتمس ہوں کہ والد صاحب نے تین کنال زمین

۱۹۰۰۰ پرفروخت کردی ہے آج سردارعلیشاہ کا خط آیاہے اگرانکاپاسپورٹ بن گیا ہو جو میں نے آتے وقت احسان اللہ کے حوالے کیا تھا اورفیس وغیرہ سب کچھ حوالے کیا تھا تواگران کے ہوائی جہاز کےٹکٹ کا انتظام ہوسکے تو ازراہ کرم آپ دونوں اس معاملہ میں سردارعلی شاہ کی اعانت فرمادیں وہ اس راہ کے اصول وضوابط سے ناواقف ہے۔ وقت بہت کم ہے اس لئے آپ حضرات کی توجہ ضروری ہے

میں نے سردارعلیشاہ کو خط لکھ دیا ہے اگروالدین کرام راضی ہوں اور ان دنوں میں پابہ رکاب ہوں اور ٹکٹ ملنے کا امکان ہوتو پھرآپ اپنے اثر ورسوخ سے کام لیکراس حقیر کوشکریہ کا موقع دیں۔اللہ تعالیٰ آپ کودارین کی سعادتوں سے سرفرازی بخشے،محترم شفیق صاحب کو بہت بہت دعاوسلام۔

محترم مولانامحمدانعام کریم صاحب مولاناعبدالحق صاحب اورمحترم مولانالطف اللہ صاحب تسلیمات عرض کررہے ہیں،کل مولاناانعام کریم صاحب سے ملا آپ کےاور دارالعلوم کے احوال سنائے اس دفعہ غالباً عبدالصمد صاحب ٹوبیکو والے حج پرآرہے ہیں میں نے اسکوکہا ہے کہ وہ دارالعلوم کی اعانت بہت کم مقدار میں کررہے ہیں، فرمایا کہ جب آئے تو آپ مجھے یاددلائیں تاکہ اسکو دارالعلوم میں ہاسٹل کی تکمیل کی طرف توجہ دیدوں۔

شیخ بن باز کوالحق کے مضامین پر بھڑکانے کی کوشش

یہاں بالکل خیریت ہے ہاں بات یادآئی یہاں کے ایک غیرمقلدطالب نے جومیجراسلم کے نام سے مشہور ہے شیخ بن بازکوالحق کا پرچہ دکھادیاتھا اورکہا کہ اسمیں اس قسم کے مضامین ہوتے ہیں غالبا کوئی مضمون ایسا ہوگا جسمیں یہ لکھا تھا کہ فلاں نے سلام پیش کیا اور روضہ مطہرہ سے جواب ملا وعلیک السلام یاولدی، بہرحال اس نے خباثت کی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ رسالہ اس ملک میں بند ہوجائے لیکن الحق یعلو ولا یعلیٰ علیہ،صرف آپکو اطلاعاً لکھ دیا ہے ابھی تک مجھ سے اس بارہ میں جواب طلبی نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ فتنوں سے محفوظ فرمادے۔سب کوتسلیمات عرض ہیں۔ شیرعلی شاہ

۱۳رشوال از مدینہ طیبہ

جامعۃ اسلامیہ مدنیہ میں مولانا مفتی محمود کا خطاب الحق میں اشاعت حقانیہ کیلئے فتاویٰ ابن تیمیہ وغیرہ قیمتی کتابیں

أخی السمیع المحترم! تحیة طیبة عاطرة من فوحات المدنیة المنورة، وبعد فهذہ عدة صفحات محتویة علی خطاب الشیخ المفتی المؤقرالذی القاہ فی رحاب الجامعة الاسلامیة فی حفلة الطلبة الق انعقدت

فی قدومهم المیمون الی الجامعة مع بروفیسر غفوراحمد بعد دعوة الطلبة ایاهما واکثر طلبة الجامعة یحبون ان تشیع هذه الخطابات الموقرة فی مجلة"الحق" وأنت حسب المصالح المطبعیه ونظراً الی الدول الخارجیة مختار فی النحت وحذف هذا ،وکنت منتظرا لقدومك فی هذه السنة الی الحرمین الشریفین۔ فعلیك ان تتهیأنفسکم للعمرة ۔ وانی دائمااسال الله الکریم ان یوفقك للاعمال الطیبة تحیاتی الی القاری سعید الرحمن والاخ شفیق وسائرالزملاء ۔وانی ارسلت بایدی الحجاج نسخة من مجموعة الفتاوی لشیخ السلام ابن تیمیه محتویة علی۳٤جلداً ونسخة من دررالسنیة محتویة علی۱۲جلدا ونسخة من کتاب عقیدة الطحاوی۔ وهذه الکتب منتهامن الشیخ ابراهیم مدیر التوعیة الاسلامیة بالمکة المکرمة وانه وعدنی بارسال کتب اخری تحیاتی الی الشیخ المؤقرادام الله ظلهم۔

والسلام شیرعلی شاه

واخیراًالتمس منك ان لا تکتب اسمی ابداً ولوکتبت "احدمن زائری الحرم" فیکفی

از مدینہ منورہ

الحاق جامعہ اسلامیہ اور مدینہ پہنچنے کے بعد تاثرات

صدیقی الکریم واخی الفاضل مولاناسمیع الحق المحترم اثلج الله فواده بمسرّات الدارین، تحیةً محفوفةً بفوحات المدینة المنورة،مزاج اقدس

الحاق جامعہ اسلامیہ کے سلسلے میں مختلف ادوار وطبقات سے گزرنے کے بعدآنجناب سے مخاطب ہورہاہوں آپکاتصور اور دعاؤں میں یادکرنا ہروقت شامل حال رہا۔ بیت اللہ شریف کے نورانی آغوش میں اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہ تقدس میں جب بھی حاضری کی سعادت میسر ہوتی ہے، آپ حضرات کیلئے دعائیں کرتارہتاہوں آپ ہی کے مخلصانہ ہمدردیوں کے بدولت خداوندقدوس نے فضائے مدینہ منورہ سے محظوظ ہونیکی سرفرازی عطافرمائی ہے دارالعلوم حقانیہ کی خدمت اور حضرت الشیخ شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کے دعوات صالحہ کانتیجہ ہے کہ یہ سیہ کار،مجسمہ عصیان گنبدخضراء کی دید سے دیدۂ قلب وجگرکومنورکررہاہے۔حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب کی خدمت میں ایک خط بدست مولاناسیدعبداللہ شاہ ساحب خلیفہ مجازحضرت الشیخ عباسی رحمۃ اللہ علیہ ارسال کرچکاہوں حضرت قبلہ کی صحت کیلئے روزانہ مواجہ شریف کےطیب وطاہر بقعہ میں دعائیں کرتارہتاہوں اور باالتزام حضرت مدظلہ اورآپ تمام احباب فرداً فرداً کےتسلیمات وتحیات کوشفیع المذنبین نبی الرحمۃ ورسولہ السلامۃ کے بارگاہ یمن وسعادت میں پیش کرتارہتاہوں انشاءاللہ العزیز''دارالعلوم حقانیہ'' کیلئے اس ادنیٰ ترین خادم کا قیام حرمین

شریفین میں ایک ادنیٰ نمائندہ کی حیثیت سے مفید رہیگا اللہ تعالیٰ توفیق خاص بخشے کہ سفر وحضر میں اپنے مادر علمی کی خدمت کا شرف میسر ہوتا رہے حضرت مدظلہ کے توجہات اور دعوات کے بدولت جامعہ اسلامیہ کے مشائخ وعلماء پوری شفقت فرماتے ہیں

جامعہ کا ماحول شیخ بن باز کے طلبہ کو نصائح

بحمداللہ جامعہ کا ماحول دینی اعتبار سے انتہائی خوشگوار ہے، جامعہ کے ایک ہزار سے زائد طلبہ جملہ نمازوں میں حاضر رہتے ہیں تمام رات قرآن مجید کی تلاوت کی آوازیں چاروں جوانب سے سنائی دیتے ہیں۔ حضرت الشیخ عبدالعزیز بن باز مدظلہ گاہے گاہے نماز ظہر کے بعد طلبہ کو تقویٰ وورع، التزام بالسنّت پر وعظ فرماتے رہتے ہیں۔ داڑھی کی اہمیت، ''دخان'' کی ممانعت اور نمازوں کو باالجماعت سے ادائیگی پر انہوں کافی زور دیا ہے اور کہا کہ اگر کوئی ''استاذ'' یا موظف یا طالب خلاف ورزی کریگا تو وہ قابل عتاب ہوگا درحقیقت رئیس محترم کا وجود نعمت عظیمہ ہے۔ اساتذہ کرام بھی شفقت واخلاق کے نمونے ہیں، ان لوگوں میں تعصب نہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول کو سب سے اول بیان کرتے ہیں، ہر امام کے دلائل کو بیان کرنے کے بعد اپنی رائے دیتے ہیں کہ فلاں مذھب ازروئے دلائل ارجح واقویٰ ہے۔

عصر سے عشاء تک مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے، مدینہ کے وادیوں، پہاڑوں، باغات میں کافی گھومتا رہتا ہوں، کتب خانہ میں کتب حدیث کا ازسرنو مطالعہ شروع کر دیا ہے درحقیقت قصہء زمین برسرزمین کے اعتبار سے حدیث وتفسیرات کا مطالعہ مدینہ منورہ بہت لطف اندوز رہتا ہے مخدومی حضرت مولانا اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم اعتکاف کرنے کے بعد شوال کے اوائل میں دیوبند چلے گئے ہیں حضرت مولانا ارشد صاحب مدنی ابھی تک مدینہ منورہ میں مقیم ہیں اور تین چار دن کے بعد عازم وطن ہوں گے آپکو تسلیمات پیش کررہے ہیں حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کے احوال صحت اور دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں استفسار کیا اور فرمایا کہ میرا سلام ان حضرات کو خط کے ذریعہ بھیج دیجئے۔ حضرت مولانا محمد انعام کریم صاحب کو آپکا والا نامہ دیا بہت خوش ہوئے احوال وکوائف دریافت کئے ان کے ہاں الحق کا پرچہ باصرہ نوازی کا ذریعہ ہوا۔

الحق کی علماء ومشائخ مدینہ میں مقبولیت

الحمدللہ الحق مدینہ منورہ کے ممتاز علماء ومشائخ کے ہاں پہونچتا رہتا ہے محترم شیخ اسماعیل صاحب اور محترم قاری عباس صاحب محترم مولانا عبدالحق العباسی اور دیگر مقامات میں الحق کے رسالے نظر آئے جن سے حجاج ومعتمرین بھی محظوظ رہے ہیں انشاء اللہ العزیز بعض مشاغل جو درپیش ہیں ان سے فراغت کے بعد الحق کیلئے باالالتزام

کوئی نہ کوئی مضمون بھیجتا رہونگا۔ قلبی خواہش یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے احوالہ طیبہ سے مضمون شروع کروں۔ اکثر احباب ہندوپاکستان آپ کے بارے میں پوچھتے رہتے ہیں یہاں محترم مولانا منظور نعمانی صاحبؒ کے صاحبزادے خلیل الرحمان سجاد ہمارے رفیق درس ہیں آپکو سلام کہہ رہے ہیں یہاں ۸۴ ممالک کے تقریبا پندرہ سو طلبہ زیر درس ہیں مجمع الخلائق یاحدیقة الافاسی میں رہنا ایک مستقل علم ہے میرے ساتھ کمرہ میں مصری، انڈونیسی، الجزائری طلبہ ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب بہت کمزور ہیں بعد از نماز عصر مدرسہ علوم شرعیہ میں ان کا حلقہ ذکرودعا ہوتا ہے نیز حضرت مولانا عبدالحق صاحب عباسی کے مجالس رشد وہدایت میں بھی کبھی کبھی بیٹھنے کی سعادت میسر ہوتی ہے۔ دارالعلوم حقانیہ کے بقاء واستحکام کیلئے مخلصانہ دعائیں دیتے رہتے ہیں۔

والسلام شیر علی شاہ کان اللہ لہ

باسم جلّ جلاله، من بلدة الرسول صلى الله عليه وسلم

شیخ الحدیثؒ اور ناچیز کی گرفتاری کی خبریں مولانا ابوالحسن ندوی کی تشویش اکابر مدینہ کی دعائیں

أخی الفاضل محترم مولانا انوارلحق صاحب بارك الله فی علومہٖ و اعماله

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔مزاج اقدس!کل شام حضرت الشیخ مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے دارالعلوم حقانیہ کے احوال وغیرہ دریافت کئے اور حضرت الشیخ شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم اور برادرم مولانا سمیع الحق صاحب کی صحت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے سب احوال دارالعلوم کے اور انکی خیریت کے بارے میں بیان کئے۔اور تفصیلی گفتگو ہوئی۔ بعد میں انہوں نے فرمایا کہ مجھے بعض دوستوں نے کہا ہے کہ مولانا سمیع الحق صاحب اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ میں نے کہا کہ اخبار میں تو صرف حضرت درخواستی صاحب مدظلہ کی گرفتاری کا خبر دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دونوں کو گرفتار کرنے کی اطلاع ہے۔اس بات سے انتہائی رنج وغم لاحق ہوا ہے۔ازراہ کرم آپ اپنی اولین فرصت میں خود یا کسی سے تفصیلی حالات لکھ کر مطلع فرما دیں۔ پہلے حضرت درخواستی صاحب کی گرفتاری سے انتہائی صدمہ ہوا تھا۔ اب جبکہ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے بارے میں معلوم ہوا تو قلبی پریشانیوں میں مبتلاء ہوگیا ہوں۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب عباسی کے پاس گیا تاکہ ختم کے بعد ان اکابرین کرام کے لئے دعائیں فرمادیں۔ چنانچہ ان کو بھی بتلا دیا اور انہوں نے ختم کے بعد انتہائی لجاجت سے دعائیں کیں اور رنج وغم کا اظہار فرمایا۔مسجد نبویؐ میں جاکر بارگاہِ الٰہی میں دعائیں کیں کہ اللہ تعالیٰ ان اکابرین کو اپنی حفاظت میں رکھے اور اعداء و ماکرین کے مکر وفریب سے محفوظ فرمادے اور دارالعلوم حقانیہ کے بقاء واستحکام کے ذرائع غیب سے مہیا فرمادے۔ اور ان بزرگوں کو بہت جلد باعزت رہائی

نصیب فرما دے۔ ازراہِ کرم اپنی اولین فرصت میں احوال سے مطلع فرما دیں تا کہ اطمینان نصیب ہو جائے نیز یہ بھی لکھ دیں کہ ان حضرات کو کس جیل میں بھیج دیا گیا ہے۔ جیل کا پتہ بھی انکا دینا تا کہ انکو خط لکھ سکوں یہاں مدینہ منورہ کے اکثر اکابر اور بزرگ ہستیوں کو دعا کے بارے میں کہہ دیا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم محترم قاری فتح محمد صاحب کراچی والے۔ محترم قاری عباس صاحب اور محترم حضرت العلامہ طرازی صاحب اور دیگر بزرگوں سے دعاؤں کی درخواست کی ہے۔ سب اکابر واہل دل دست بدعا ہیں۔ اللہ تعالیٰ علماء کرام کو جملہ شرور اہل فتن سے نجات عطا فرما دے۔

جیل سے خط الیکشن ۷۰ء میں گرفتاری انتخابی مہم سے محروم ہو جانے کا صدمہ

صدیق مکرم برادر محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وفقہ اللہ تعالیٰ وایدہ بنصرہ العزیز۔ رات قبیل صلوٰۃ العشاء، بواب السجن آپ کا رقیم والا دیا۔ آپکا نام دیکھتے ہی بے اختیار یہ شعر یاد آیا۔

تحن الی جبال مکة ناقتی
ومن دونهاابواب صنعاء مؤصده

اور معمولی تصرف کرے تو

یحن فوادی للسمیع ورفقه
ومن دونهم ابواب سجن موصده

زیادہ موزون ہے آپ نے اپنی مصروفیتوں اور بے پناہ ذمہ داریوں کا ذکر کیا ہے۔ یقیناً آپ حضرات حق بجانب ہیں آپ نے بقول مولانا غلام غوث صاحب مدظلہ مجھے آرام کرنے والوں میں محسوب کیا ہے۔ آپکے اس حسن ظن کا بہت بہت شکریہ۔

پیارے بھائی صاحب، جیل کی یہ زندگی اس اعتبار سے کہ ایک حق کلمہ کے پاداش میں اسیر ہوں مجھے بالراس والعین منظور ہے مگر جب اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتا ہوں تو ایک ایک لمحہ بمشکل گزرتا ہے ایک بھائی کیلئے یہ کتنی مصیبت ہے کہ اس کے بھائی تو میدان کارزار میں برسرپیکار ہوں اور وہ اعداء کے نرغہ میں مقطوع الیدین والرجلین ہو۔ کتنی خوشی کی بات ہوتی کہ دورۂ مراٹی کی طرح تینوں دوست اکٹھے دورہ میں مصروف ہوتے اور دن رات جلسوں میں مصروف ومنہمک۔ رضائے مولی ازھمہ اولیٰ کے پیش نظر صبر وتسلیم۔

قیدیوں سے جیل سے جمعیۃ کو ووٹ دلائیں

مختلف جیلوں میں لاکھوں کی تعداد میں قیدی ہیں ان کیلئے خاص فارم ہیں جو غالباً ۲۵ تاریخ سے قبل پر

کر لینی چاہئیں جیل والے اکثر شریعت کے حق میں ہیں اور جمعیت علماء اسلام سے متاثر ہیں۔ اس سلسلہ میں مقامی جمعیت والے سنٹرل جیلوں یا جوڈیشنل جیلوں کی قیدیوں کے فارم پُر کرنے کے مسئلہ پر غور کریں اور معلومات حاصل کریں شاید میں بھی جیل ہی سے ووٹ بذریعہ ڈاک ارسال کروں کیونکہ حالات ایسے معلوم ہو رہے ہیں جیل والوں کو قرآن مجید کا ترجمہ اور ضروری مسائل کی تبلیغ جاری ہے۔ حضرت قبلہ شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں تعلیمات مسنونہ عرض ہیں اور دعاؤں کی درخواست پیش ہے۔ تمام اراکین کرام، اور احباب جمعیت کو تسلیمات عرض فرمادیں۔ محترم قاضی صاحب کے نام ایک عریضہ بدست اشفاق صاحب ارسال کیا ہے شاید ملا ہوگا آپ حضرات کے دوروں سے روزانہ اطلاع ملتی ہے الحمدللہ کہ جمعیت ہر جگہ روبترقی ہے اور الحاج تاج محمد خان صاحب کی شمولیت سے تقویت مل گئی ہے الحاج حبیب الرحمان صاحب کو منتخب نہ کرنے پر مجھے کافی صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ اب عبید خان صاحب کا انتخاب باعث ترقی ہو۔ بھائی جان اگر آپ کو جیل کی راحت افزا ماحول میں رہنا مرغوب ہو تو جب مردان میں میری پیشی ہو تو وہاں تبادلہ کر لیں گے۔ میں جلسوں اور جمعیت کے پروگراموں میں دن رات مصروفیت کو اس ذلت آمیز ماحول سے بدر جہا بہتر سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو محفوظ رکھے جیل میں آنے سے فائدہ کیا بجز کام سے۔

حافظ راشد الحق کو طالبان کی تائید پر خراج تحسین

عزیزم مولانا حافظ راشد الحق صاحب جعله الله من المرشدين المهديين والعلماء الر بانيين۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ بمعہ جمیع اہل بیت، اکا برو اصاغر واحباب کے بخیر وعافیت ہونگے۔ مؤقر ماہنامہ ''الحق'' بابت محرم ۱۴۱۷ھ مولانا جلال الدین حقانی کے ہاں نظر سے گزرا۔ اسمیں آپ کے نقش آغاز ''افغانستان میں مصالحانہ کوششیں یا مکروہ سازشیں'' کے عنوان سے دل ودماغ معطر ہوئے جزاك الله من خزائن الطا فه ونعمه احسن مايجازى بهٖ عباد ه الغيو رين اصحاب الشها مة الا يمانية الذين لا يخافون لومةلا ئم ولا بطشة حاكم !ماشاالله لا حو ل ولاقوةالا بالله ایمانی جرات پاکیزہ احساسات، ادبی متانت کا ترجمان ''اداریہ'' ظروف راھنہ کے پیش نظر تیر بھدف قلندرانہ نوٹس ہے۔ جو ہزار ستائش وسپاس کا مستحق ہے۔

رب الجزاء جل جلالہ آپکو اس بے باک، بے لاگ حق گوئی، حق شناسی کا عظیم صلہ دارین میں عطا فرماوے اور آپکے اس حق پسندانہ تحریر میں مزید کشش و جاذبیت ودیعت فرمادے آج چار دانگ عالم میں تمام

مغربی، مشرقی میڈیا اس اسلامی قافلہ کے خلاف دن رات ناپاک زہریلے پروپیگنڈوں میں مصروف ہے اور بدقسمتی سے ہمارے طبقہ کے بعض سنجیدہ علماء کا بھی ابھی تک شرح صدر نہیں ہوا اور تاحال ان بے چاروں کو ملحدین کے بے بنیاد شوشوں نے اتنا متاثر کر دیا ہے کہ طلبہ کے حق میں ایک حرف کہنے کے روادار نہیں ہیں۔اور بعض بے چاروں کو تو ربانی تحائف وہدایا نے صم بکم کر دیا ہے، فالی اللہ المشتکیٰ

لمثل هذا يذوب القلب عن
ان كان فى القلب ايمانا واسلام

دعا گو ودعا جو

سید شیر علی شاہ

(سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) جولائی ۱۹۹۶ء

عہد طالب علمی، ظریفانہ شوخی اور محبت کا اظہار

یہ خط دراصل ابتداء میں رکھنے کا تھا مگر طالب علمانہ ظرافت آمیزی اور شوخی سے بھرپور اس عہد کو ماضی کے طاق نسیان کے حوالہ کر دینے کی رائے بدل گئی اور اسے مجبوراً آخر میں شامل کیا جا رہا ہے......(مولانا سمیع الحق)

محترمی ومکرمی برادرم سلالۃ الکرام پیارے دوست حضرت مولانا سمیع الحق صاحب

ع سرِ تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔مزاج شریف......

سلامی چو اخلاق تو مشکبو
سلامی چو الفاظ تومشکبار

گرامی قدر والا نامہ موجب صد مسرت ہوا باوجود یہ کہ نامۂ سعیدہ شکوہ شکایات سے معمور تھا مگر خدا کی قسم وہ تمام تیر ونشتر کے کلمات نے میرے درد بھرے دل میں الفت ومحبت کے خاموش سمندر کو ابھرایا۔ برادر عزیز آپ جو بھی فرما دیں صحیح ہے۔ بے ادبی معاف آتے وقت دو دفعہ دولت کدہ پر حاضر ہوا مگر دونوں ہی دفعہ یاس وقنوط سے حسرت لئے ہوئے پشاور روانہ ہوا۔سٹیشن میں کسی صاحب سے معلوم ہوا کہ حضرت والا جہانگیرہ تشریف لے گئے ہیں۔ بہرحال میری ہی غلطی ہے ورنہ آپ کے آنے تک انتظار کرتا اور با جازت آجاتا۔ خیر گذشتہ راصلوۃ آئندہ را احتیاط۔ انتہائی پشیمانی ندامت کو بطور سفارش پیش کئے ہوئے معافی کا خواستگار ہوں......

تو آن نۂ که دل از صحبت تو برگیرم
وگر ملول شوی دلبر دگر گیرم

محترما! بجا ہے کہ پشاور میں سیر وتفریح کے گوناگوں عجائبات وغرائب سے وقت اچھی طرح سے گزرتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ میرے یہ دن انتہائی دشواری سے گزر رہے ہیں۔ دس سے گیارہ اور بارہ بجے تک ٹائپ کا کام آدھ گھنٹہ لائبریری میں اور پھر واپس مقام سواتی کو جانا ماہِ رمضان میں بہت ہی مشکل کام ہے۔اور عصر کے وقت اگر صدر کا چکر لگائیں بھی تو اس کا کیا لطف۔

ع کیا لطفِ زندگی ہے تیرے انجمن بغیر

ہر وقت آپکی یاد دل کو ستاتی ہے۔ آپ تو پھر بھی دارالعلوم دیوبند کو جانیکی تیاری میں مصروف ہونگے اور اشتیاق روانگی کے پیشِ نظر یہ چند دن بھی گزریں گے۔ حیران ہوں کہ کونسی دعا کروں۔اگر یہ دعا کروں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اکوڑہ میں قائم ودائم رکھے اور آپکی جدائی کے المناک خبر سے اللہ تعالیٰ ہمیں ماؤف نہ بنا دے تو شاید آپ اس دعا سے ناراض ہونگے اور آپکی ناراضگی کے سامنے اپنی خوشی کو ترک کر لینا مناسب نظر آتا ہے۔ وترفقاً فالسمع من اعضا ئه اور اگر یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی نیک ارادوں میں کامیاب فرما کر دارالعلوم دیوبند کے فیوضات سے بہرہ مند فرما کر بہت جلد ہی کامیاب کرادے تو اس دعا میں اگرچہ آپکی خوشی ہے مگر اسمیں ہمیں ہجر وفراق کی تاریکیاں نظر آتی ہیں۔

شیر علی شاہ (۲۸ جنوری ۱۹۵۸ء)

تمام شب تری تحریر نے سونے نہ دیا
اسی کے کیف نے تاثیر نے سونے نہ دیا
عجب انداز میں یہ کیفیتِ قلب و جگر
وفورِ شوق کی تعبیر نے سونے نہ دیا
دلِ بے تاب کی وارفتگی کا حال نہ پوچھ
مقامِ عشق کی تفسیر نے سونے نہ دیا

مرتب: مولانا ابولمعز حقانی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے مکتوبات بنام شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ کے نام مشاہیر امت کے خطوط ایک مستقل موضوع ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ اسپر علیحدہ کام کیا جائے تاہم سردست احقر نے حضرت مرحوم کی حیات میں انکے نام جدی المکرّم مولانا عبدالحقؒ کے مکتوبات لیکر محفوظ کئے تھے وہ پیش خدمت کئے جا رہے ہیں۔

شیخ الحدیثؒ کی آپکے بارے میں پیش گوئی اور توقعات کی وابستگی

محترم المقام برادرم مولانا شیر علی شاہ زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ برادرم اس میں شک نہیں کہ آپکو دنیاوی حیثیت سے اچھی جگہ ملی ہے اور ایک صد روپیہ تنخواہ آپکو مل رہی ہے مگر وہ شعبہ ایسا ہے کہ جس میں علمی ترقی کا راستہ مسدود ہو جاتا ہے آپ نونہال اور صالح نوجوان ہیں اور آپ سے توقعات وابستہ ہیں کہ اگر آپ خداوند کریم کی خوشنودی کیلئے علم دین کے خار دار راستے میں ہمت واستقلال سے کام اور قدم رکھیں تو ان شاء اللہ آئندہ بشرط زندگی آپ ممتاز علماء میں شمار ہونگے بندہ کا قلبی تعلق ہے اور آپ بھی دارالعلوم حقانیہ کے وفادار روحانی فرزند ہیں دارالعلوم کے قدیم افاضل کے جانب سے متعدد درخواستیں موصول ہوئی ہیں اور وہ بلا کسی شرط کے دارالعلوم کے خدمت کیلئے تیار ہیں مگر آپ نے جاتے وقت اظہار فرمایا تھا کہ قلبی تعلق دارالعلوم کے ساتھ ہے اور میں ہر قربانی کیلئے تیار ہوں اس لئے آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر آپ بہ طیب خاطر تشریف لانا چاہیں تو اس خط کو ملتے ہی جواب ’’لا‘‘ یا ’’نعم‘‘ کا دے دیں دارالعلوم آپ کے ساتھ خصوصی رعایت کر رہی ہے لہٰذا آپکو مبلغ پچاس روپیہ ماہوار دیا جائے گا اور دس روپیہ مزید کھانا کا دیا جائے گا باقی دارالعلوم کے تحریری کاموں میں بھی آپ اعانت فرماتے ہوں گے آپکی تقریری وتحریری قابلیتوں سے فائدہ لیا جائے گا آپ جواب جلد دیں تاکہ تقسیم کتب میں آپ کا اعلان کیا جاسکے آپکے والد صاحب اور والدہ صاحبہ کی بھی یہی رائے ہے کہ آپ اپنی مادر علمی کی خدمت کریں ۔ عبدالحق از دارالعلوم حقانیہ

شیخ صاحبؒ کا جوابی مکتوب

(نوٹ) اسی خط کے پشت پر مولانا شیر علی شاہ کا جوابی خط یوں تحریر ہے

الحمد للہ آج بروز جمعرات ۱۳ شوال کو والا نامہ موجب مسرت ہوا امید ہے کہ بندہ ان شاء اللہ تعالیٰ بروز جمعرات ۲۰ شوال المکرّم بمطابق ۳۱ مئی دارالعلوم حقانیہ میں حاضر ہوجائے گا آپ بالکل مطمئن رہیں اگر حضور والا کا گرامی نامہ کاشف حالات نہ بھی ہوتا تو بھی بندہ نے ۳۱ مئی کو دارالعلوم جانے کا مصمم ارادہ کیا تھا لہٰذا بشرط زندگی ان شاء اللہ ضرور بالضرور شرف قدم بوسی سے بہرہ ور ہونگا

اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ کے آغوش میں پہنچنے کی سعادت عظمیٰ ہمارے لئے باعث فخر

گرامی قدر محترمی ومکرمی مولانا شیر علی شاہ زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کرے مزاج بخیر ہواس سے پہلے آپکا گرامی نامہ مدینہ طیبہ سے موصول ہوا تھا آپکی جائے سکونت اور مکمل پتہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے تاحال عریضہ ارسال نہ کرسکا۔ فللہ الحمد کہ اس ذات بے ہمتا نے آپ کے دلی آرزو اور تمنا کو پورا کرتے ہوئے آپکو اپنے محبوبؐ کے آغوش اور زیر سایہ رہنے کی سعادت سے نوازا اس نعمت عظمیٰ کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے ہیچ ہے یہ ہم گنہگاروں اور خطا کاروں کیلئے بھی فخر اور سرفرازی کا باعث ہے کہ آقائے نامدارؐ کے آستانہ مبارکہ پر حاضری کے موقع پر اپنے بیش بہا دعاؤں میں یاد فرماتے ہوئے ان ناکاروں کی طرف سے درود وسلام پیش کرتے رہیں گے اور آپکی یہ نمائندگی آپ کے اس دینی ادارہ اور مادر علمی کیلئے برکات کا پیغام لائے گا۔ دارالعلوم کا تعلیمی سال بحمد اللہ شروع ہوچکا ہے طلباء کا حسب سابق کثرت ہے دورہ حدیث میں داخلہ سو سے اوپر ہوچکا ہے اور آپکے اسباق اساتذہ پر تقسیم کردئے گئے آپکے والد بزرگوار سے وقتاً فوقتاً ملاقات ہوتی رہتی ہے وہ بمعہ تمام اہل خانہ بخیریت اور آپکی عافیت وسلامتی کیلئے دعاگو رہتے ہیں اسمبلی کا اجلاس شروع ہوچکا ہے جس میں شرکت کے ساتھ ساتھ اسباق کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہے اپنے دعوات صالحہ مستجابہ میں یاد فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالایمان وصحت وعافیت وسلامتی سے نوازے یہاں دارالعلوم سے سمیع الحق ،انوار الحق ،ناظم صاحبان ،صابر علی شاہ وتمام عملہ واساتذہ سلام عرض کرنے کے بعد دعوات صالحہ کے طالب ہیں حضرت مولانا عبدالحق مہاجر مدنی ومولانا عبدالحنان ومولانا محمد فرید صاحب حق وفصیح اللہ ومیر حسن وتمام حجاج اکوڑہ وواقفین حال کی خدمت میں سلام عرض خدمت ہوں والسلام عبدالحق غفرلہ

ہم روسیاہوں کی مدینہ میں نمائندگی کیلئے آپ کا انتخاب اور دعاؤں کی درخواست

گرامی قدر محترم المقام حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب زادک اللہ مجدا وشرفاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا تفصیلی گرامی نامہ کافی دن ہوئے موصول ہوا تھا مگر اسمبلی وبعض دیگر اعذار وبیماری کے سبب جواب میں تاخیر ہوگئی امید ہے محسوس نہ فرماویں گے، یہ آپکی ذمہ داری علمی قابلیت اور آستانہ عالیہؐ سے محبت اور اللہ رب العزت کے فضل وکرم ہی کا نتیجہ ہے کہ اپنے محبوبؐ کے قدموں میں کچھ عرصہ رہنے کی توفیق آپکو رفیق فرمائی یہ حق تعالیٰ کا وہ بڑا احسان ہے کہ اسکا جتنا شکریہ ادا کیا جائے ہیچ ہے یہ سعادت نہ بڑے بڑے سرمایوں اور نہ دوسرے ذرائع سے حاصل ہوسکتی ہے سب سے بڑھ کر تو ہم گناہگاروں کی خوش قسمتی ہے کہ ہم ہر طرح سے بے دست وپا جن کے لئے خانہ کعبہ اور روضہ اطہرؐ پر حاضری دینا مشکل ہے ان کیلئے ایک ایسا نمائندہ اللہ رب العزت نے منتخب فرمادیا جو ہر وقت اپنے دعوات مستجابہ میں ہم روسیاہوں کو بھی یاد فرماتے رہتے ہیں اور اس دینی ادرہ کا ایک صحیح نمائندہ کی حیثیت سے ہر موقع پر اس ادارہ کے تعارف اور اشاعت میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں جتنے واقفین حجاج کرام تشریف لاتے ہیں ان سب سے آپ کی خیریت اور دارالعلوم کے بارہ میں مختلف مجالس میں ذکر واذکار پر معلوم ہوتا رہتا ہے امید ہے حجاز مقدس میں آپ کا اقامت ہم خطاکاروں کی مغفرت اور دارالعلوم کی ترقی واستحکام کا سبب ہوگا۔ بحمد اللہ دارالعلوم کا تدریسی نظام حسب سابق احسن طریقے سے جاری ہے بندہ کی بیماری بھی بدستور ہے مصروفیات کی بھی کثرت ہے امید ہے بدستور حضور اقدسؐ روضہ اقدس پر حاضری کے وقت درود وصلوٰۃ عرض کرنے کے بعد خاتمہ بالایمان صحت وعافیت وحل مشکلات کی دعاؤں سے نوازیں گے۔ ماموں جناب مولانا سید یوسف شاہ صاحب کے انتقال کا معلوم ہوگیا محترمی یقیناً بہت بڑا صدمہ ہے مگر کُلّ مَنْ عَلَیھَا فَان کے مطابق بغیر صبر واستقامت اور کوئی چارہ نہیں ان کی خوش قسمتی ہے کہ آپ ان کی مغفرت ورفع درجات کے لئے روضہ اطہرؐ پر دعائیں فرماتے رہیں گے رب العزت ان کو جنت الفردوس سے نواز کر آپ وجملہ اقارب ومتعلقین کو صبر جمیل سے نوازیں علماء وصلحاء سے ملاقات جب بھی ہو بندہ کا سلام ودرخواست برائے دعوات صالحہ پیش کرنا بندہ کیلئے ایمان پر خاتمہ اور بصارت وبصیرت میں قوت اور قومی اسمبلی میں حق کے اظہار کے مواقع مؤثرہ وکارگر ہو۔

نوٹ: دارالعلوم کے حالات کے بارہ میں اگر کوئی مضمون وہاں کے اخبارات میں شائع ہوسکے تو مناسب ہوگا حاجی محمد یوسف آپکا بہت ذکر خیر کرنے کے بعد دعا کی درخواست کررہے ہیں اور کہتے ہیں کہ سیف الرحمان بھی میرا پوتا ملازمت کیلئے سعودی عرب گیا ہے پورے اقامت کے بعد شاید آپ سے مل لے۔ بندہ عبدالحق غفرلہ

حرم پاک میں افسوسناک واقعہ شامت اعمال کا نتیجہ اور حقانیہ میں آپ کی ضرورت

گرامی قدر محترمی ومکرمی حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ،خدا کرے آپ بمع برخوردار بخیر وعافیت ہوں گے کافی عرصہ ہوا آپ کے عافیت کے بارہ میں معلومات نہ ہوسکے حرم اقدس افسوسناک واقع کے موقع پر آپ کے بارہ میں تشویش رہا مگر بعدش بعض حجاج کرام کی تشریف آوری پر آپ کے خیر وعافیت کا معلوم ہوکر اطمینان ہوا شامت اعمال ہی کے نتیجہ کے ہر مسلمانان عالم کو ہر نئے روز کسی نہ کسی اندوھناک واقعے کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے رب العزت کا عظیم احسان ہے کہ ایک بار پھر اپنے بیت مقدس کی عظمت وشرف میں بحالی کے بعد زاشرین ووار دین کو اپنے بیت کے شرف سے نوازا محترمی جیسا کہ بندہ نے یہاں آپ کے تشریف آوری کے موقع پر عرض کیا تھا کہ یہ دینی ادارہ جو آپ حضرات کا اپنا ہی لگایا ہوا پودا ہے امسال مدینہ طیبہ سے فراغت کے بعد اپنے دینی خدمات سے حسب سابق اسکو نواز کر علوم دینیہ کی شائقین کو اپنے علوم سے مستفیض فرمادیں آپ نے فرمایا تھا کہ دارالعلوم کی طرف سے ایک درخواست جامعہ الاسلامیہ مدینہ منورہ کے نام بھیجا جائے کہ دارالعلوم کیلئے آپ کے جانب سے ایک مدرس کی ضرورت ہے تو آگر آپ نے اس درخواست کیلئے کوئی مناسب مسودہ ارسال فرمادیا تو یہاں سے اسی کے مطابق درخواست بھیج دی جائیگی انتہائی مہربانی ہوگی یہ آپ کی اپنی مادر علمی جسکو آپ کے تدریس کا سب سے زیادہ ضرورت ہے امید ہے اسطرف توجہ دیتے ہوئے مناسب کاروائی فرمادیں گے۔ بندہ کی بیماریاں بدستور ہیں آستانہ عالیہؐ پر حاضری کے موقع پر بندہ کی جانب سے درود وسلام کے بعد خصوصی دعوات کی ضرورت ہے جملہ احباب کی خدمت میں بالخصوص برخوردار امجد علی شاہ کی خدمت میں سلام عرض ہے یہاں مولانا سلطان محمود برخوردار سمیع الحق ،انوار الحق وتمام واقفین سلام کے بعد دعا کی درخواست گزار ہیں۔ عبدالحق غفرلہ ۲۴-۰۳-۷۴

برخوردارم اظہار الحق سلمہ کی حج کیلئے روانگی ،اور دارالعلوم میں طلباء کی کثرت

گرامی قدر محترمی ومکرمی حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! خدا کرے مزاج بخیر ہوں مدینہ منورہ سے ارسال کردہ آپکا گرامی نامہ باعث سرور وتشکر بنا،رب ذوالجلال کا ایک بار پھر بے پناہ فضل وکرم اور عظیم احسان ہے کہ اپنے حبیبؐ کے روضہ اطہر کے قرب میں لمحات گزارنے کی توفیق سے نوازا اور ہم حقیروں کیلئے آپ کا یہی قرب فخر وسعادت کی باعث ہے کہ درود وسلام اور دعوات طیبہ میں ہر وقت یاد فرماتے رہتے ہیں برخوردارم اظہار الحق سلمہ ۲۴ ستمبر کو کراچی سے بذریعہ طیارہ حرم مقدس کیلئے جا چکا ہے امید ہے کہ حج سے پہلے مدینہ طیبہ ان کی حاضری ہوگی اور آنجناب سے ملاقات ہوجائیگی

برخوردام احتشام کا خط دوبئی سے موصول ہوا تھا کہ امسال اسکو چھٹی نہ مل سکی جسکی وجہ سے اسکا ارادہ ملتوی ہو چکا ہے بندہ کا ضعف اور امراض حسب سابق ہے دارالعلوم میں اسباق شروع ہو چکے ہیں طلباء کی بحمداللہ حسب سابق کثرت ہے امید ہے بدستور روضہ اطہرؐ پر حاضریوں کے مواقع بندہ کا درود وسلام خاتمہ بالایمان دین کی خدمت کیلئے صحت وعافیت ،دارالعلوم کے استحکام اور جملہ مصائب ومشکلات کی حل جیسے دعوات سے نوازتے رہیں گے ،بندہ کی جانب سے حضرت مخدومی ومکرمی عبدالحق عباسی مدنی ،مولانا لطف اللہ صاحب ،جناب قاری فتح محمد صاحب وقاری محمد عباس ،مولانا الحاج نصراللہ صاحب ،براخوردارم اظہارالحق اور اسکے دیگر ساتھیوں اور واقفین سے اگر ملاقات ہوسکے تو سلام عرض کرنے کے بعد دعوات کی درخواست ہے۔والسلام عبدالحق غفرلہ

نوٹ :کل ۳۰ ستمبر کو آپ کے معرفت برادرم اظہارالحق کیلئے خط لکھ چکا ہوں اگر مل جائے تو ان کو دیویں (انوارالحق)

آپ جیسے فاضل پر دارالعلوم کا سر فخر سے اونچا رہے گا

مکرمی عالیجناب محترم المقام حضرت العلامہ مولانا الحاج شیر علی شاہ صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! محبت نامہ واخلاص نامہ وارد ہوا۔عرفات کے میدان میں اور مقدس مقامات ومتبرک اوقات میں آپ کی یادفرمائی پر حد درجہ شکر گذار ہوں باری تعالیٰ اس قدر خلوص ،شفقت ومحبت کا صلہ آپ ہی آپ کو عنایت فرماوے ۔میری دعا ہے کہ اللہ آپکو مزید دین ودنیا کے ترقیات اور درجات اعلیٰ سے نوازے حرمین شریفین سے آپ کا مکتوب گرامی آنکھوں کے نور اور دل کے سرور کا باعث بنا آپ جو وہاں ہماری اور دارالعلوم کی نمائندگی فرماتے ہیں باری تعالیٰ ہی آپ کا حامی ومحافظ ہو خدا تعالیٰ آپ سے مزید اپنے دین اور مادر علمی دارالعلوم کی خدمت کا کام لے لے آپ جیسے ہونہار اور قابل فاضل پر ہمیشہ ہمارا سر اونچا اور دارالعلوم کو فخر رہے گا ، برخوردار سمیع الحق انوارالحق حضرت ناظم صاحب وجملہ اساتذہ کرام کی طرف سے سلام عرض ہیں امید ہے کہ گاہے گاہے اپنے حالات سے آگاہ فرماتے رہے گے۔والسلام عبدالحق غفرلہ ۱۹۸۲۔۱۰۔۲۰

سورۃ الکھف کی عمدہ تفسیر تالیف پر بے اختیار دعائیں اور مبارکباد

محترم المقام فاضل مکرم حضرت العلامہ مولانا شیر علی شاہ صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے آپ کا ارسال فرمودہ ہدیہ مبارک اور گرانقدر تحفہ تفسیر سورۃ الکھف موصول ہوا ماشاء اللہ مضامین تو ہے ہی بہتر کتابت وطباعت اور جلد بندی وٹائیٹل بھی

ہرلحاظ سے عمدہ اوراعلیٰ ہے باری تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے۔آپ کی اعلی عمدہ تصنیف دیکھ کر بے اختیار دعائیں کیں، باری تعالیٰ آپ کومزید علمی وروحانی ترقیوں سے نوازے اور درجات عالیہ عطافرماوے،آپ دارالعلوم حقانیہ کے نمائندہ ہیں اورآپ کے جمیل مساعی پر ہمیشہ دارالعلوم کو ناز اورفخر رہے گا حرمین شریفین مقدس مقامات پر دعاؤں میں یاد رکھیں اور روضہ رسولؐ پرحاضری کے وقت سلام عرض کردیں۔ برخوردار سمیع الحق وانوارالحق اورکاتب الحروف عبدالقیوم حقانی کی طرف سے سلام۔ والسلام بندہ عبدالحق غفرلہ ۱۹۸۳۔۱۳۔۲۷

فاضل محترم مکرمی ومعظمی جناب حضرت العلامہ مولانا شیر علی شاہ زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مکتوب گرامی کاشف حالات ہواتسلی ہوئی میدان عرفات میں اس دورافتادہ اورضعیف وگنہگارکوخصوصی دعاؤں میں یادفرمائی پرخصوصی شکریہ اورغائبانہ دعائیں قبول فرمائے اللہ پاک اپنی بارگاہ سے اس کاعظیم صلہ عطاء فرمادے۔ہمیں خوشی ہے کہ آپ جیسے مخلصین اور باکمال فضلاء عرب کی مقدس سرزمیں ہمارے نمائندہ اوردعاگو ہیں خداتعالیٰ اجرعظیم سے نوازے،گاہے گاہے اپنے حالات تعلیمی ترقیات اوردینی خدمات سے متعلق ضرورخط لکھاکریں آپ کے خطوط سے تسلی ہوتی ہے۔برخوردارم سمیع الحق وانوارالحق حافظ صاحب اورتمام احباب سے سلام عرض ہیں جناب مولانا گل رحمان صاحب ناظم مدرسہ اور مولانا نصراللہ جان صاحب اوراحقر کاتب الحروف عبدالقیوم کے سلام عرض ہیں۔عزیز القدر برخوردارم امجد علی شاہ کوسلام عرض ہے آپ کے بھانجے خیریت سے ہیں اور یہاں سبق پڑھ رہیں ہیں،غفران الدین کی طرف سے بھی آپکوسلام عرض ہے اورخصوصی دعاؤں کی درخواست ہےاورامجد علی شاہ صاحب کوبھی۔والسلام بندہ عبدالحق غفرلہ ۱۹۸۴۔۰۹۔۲۶

مرویات الحسن البصریؒ کا کام مبارک مستحسن اور باعث افتخار

مکرمی ومحترمی المقام فاضل محترم حضرت العلامہ مولانا شیر علی شاہ زید مجدکم

سلام مسنون امید ہے مزاج بالخیر ہوں گے آپ کا مفصل مکتوب گرامی موصول ہوا مجھے تشویش تھی کہ آپکا خط کیوں نہیں آرہا۔خدا کرے کہ آپ خیریت سے ہوں میں نے عزیز مولوی امجد علی شاہ کوبھی اپنی تشویش کے بارے میں لکھاتھا خدا کاشکر ہے کہ آپ کا خط موصول ہوااورخیریت سے آگاہی حاصل ہوئی خدا آپ کوہمیشہ خیریت سے رکھےاورمزید علمی وروحانی ترقیات عطاءفرمادے مرویات الحسن البصری کا مبارک کام ہرلحاظ سے مستحسن اور مادر علمی دارالعلوم کیلئے باعث افتخار ہے میری دلی دعا ہے کہ باری تعالیٰ مزید علمی وروحانی ترقیات سے مالامال فرمادے عزیزم مولوی امجد علی شاہ سے سلام عرض کردیں اورترقیات وبلند درجات کی دعائیں پیش فرمادیں جناب حضرت

مولانا عبدالحق عباسی مولانا لطف اللہ عباسی محترم قاری محمد عباس صاحب اور محترم قاری محمد فتح صاحب وتمام احباب ومخلصین کی خدمت میں تسلیمات عرض ہیں۔ والسلام عبدالحق غفرلہ ۱۹۸۵۔۱۲۔۲۱

ڈاکٹریٹ میں امتیازی پوزیشن پر مبارکباد

مکرمی ومحترمی فاضل محترم حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے مزاج عالی بالخیر ہوں گے مکتوب گرامی سے بشارت اور کامیابی کی خوشخبری سے محظوظ ہوا مجھے شدت سے انتظار تھا خدا کا شکر ہے کہ اللہ پاک نے دارالعلوم کے روحانی فرزند کو علمی ودینی سرخروئی اور نیک نامی سے سرفراز فرمایا خدا تعالیٰ مزید کامیابیوں اور ترقیوں سے ہمکنار فرماوے یہاں اساتذہ وجملہ طلبہ اس خوش خبری سے بڑے خوش ہوئے خدا تعالیٰ نے ہماری دعاؤں کی لاج رکھ لی آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے جلدی سے اپنی کامیابی کی خوشخبری کی خبر سے نوازا عزیزم مولوی امجد علی شاہ سے تسلیمات اور مبارکباد عرض کردیں میری طرف سے آپ کی خدمت میں پرخلوص مبارکباد ونیک تمنائیں اور مزید ترقی اور کامیابی کی دعائیں پیش خدمت ہیں مزید برآں واجرکم علی اللہ برخوردارم سمیع الحق وانوارالحق مولانا گل رحمان حافظ محمد ایوب اور عبدالقیوم حقانی بھی ہدیہ تبریک وتسلیمات پیش کرتے ہیں روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت ہمارے تسلیمات اور دعا کی درخواست پیش فرمائیں۔

والسلام

عبدالحق غفرلہ

زمانہ مدتوں تک یاد کرکے روئے گا ہم کو
گنے گا وہ ہماری خوبیاں جب ہم نہیں ہونگے
انہیں ڈھونڈتی ہیں نگائیں ہماری
جو خود چھپ گئے ساری محفل سجا کے
وہ اٹھے تو افسردگی چھائی ایسی
دیئے بزم کے بجھ گئے جھلملا کے

تعزیتی ریفرنس اور خطبات

خبر میں نظر میں اذان سحر میں
وہ سوز اس نے پایا انہیں کے جگر میں

سید حبیب اللہ شاہ حقانی

مدرس جامعہ ابو ہریرہ

تعزیتی ریفرنس کی روداد

حادثات سے کسی کو مفر نہیں کبھی حادثہ ملکی سطح پر اور کبھی بین الاقوامی سطح پر دل ودماغ کو متاثر اورغم کی کیفیات سے دوچار کرتا ہے کبھی یہی حادثہ خاندان اورقبیلہ کے لئے دردورنج کا باعث بنتا ہے اور کبھی انفرادی نوعیت کے اثرات مرتب کرتا ہے۔مگر ایک ایسا حادثہ جو پوری ملت اسلامیہ کے لئے ملال اورحزن کا سبب بنے جب وقوع پذیر ہوتا ہے تو اس کے اثرات بھی دور تک دیکھے اورمحسوس کئے جاسکتے ہیں۔شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی رحمہ اللہ کا حادثہ وفات بھی امت کے ان نقصانات میں سے ایک نقصان تھا جن کا اثر بہت دیر تک محسوس کیا جاتا رہے گا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ حادثہ ہے کہ امت اب جس کی متحمل ہی نہیں اوراس بار رنج والم کو اٹھانے کا اپنے اندر حوصلہ بھی نہیں رکھتی۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں دہر سے جن کے نشان کبھی

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب المدنی کی وفات ابھی دس ہی دن ہوئے تھے کہ جامعہ حقانیہ کے مشائخ واساتذہ اور منتظمین نے ۱۲ نومبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات بعد از ظہر ایک تعزیتی ریفرنس کا انعقاد کرایا جس میں ملک بھر کے ممتاز علماء، مشائخ، اورزعماءِ قوم وملت نے شرکت کی۔اکابرین، مشائخ، اورزعماء کے لئے ایوان شریعت ہال دارالحدیث کے سٹیج پر نشستیں بنائی گئی تھی۔ سب حضرات اپنی اپنی نشستوں پر تشریف فرما ہوئے۔تو تقریب کا آغاز ہوا، سٹیج سیکرٹری کے فرائض فخر حقانی برادری مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ انجام دے رہے تھے۔ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا تل دھرنے کی جگہ نہیں دارالعلوم حقانیہ کے زیر تعمیر مسجد اوراحاطوں میں بھی لوگ ہی لوگ تھے۔سب اپنے محبوب شیخ کی یاد میں منعقد ہونے والے کانفرنس میں شرکت کے لئے آئے تھے۔تاکہ اکابر ومشائخ کی دیدار بھی ہوں۔ان کے فیوضات سے مستفیض بھی ہوں اورحضرت شیخ رحمہ اللہ کے لئے ایصال ثواب بھی، بہرحال! جب راقم ہال میں پہنچا تو خاندان حقانی کی مایہ ناز عالم دین مولانا عرفان الحق اظہار مدظلہ کا بیان جاری تھا۔آپ نے حضرت شیخ رحمہ اللہ کے علوم وفیوض اوراصاغر نوازی کے بارے میں مختلف واقعات

سنائے۔انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ ”حضرت شیخ رحمہ اللہ“ طلبہ کی حوصلہ افزائی کرتے، ان کی مزاج میں سختی نہیں تھی، حضرت شیخ ملنگ آدمی تھے۔آپ کی زندگی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے منور تھی۔گھر کے کام میں بھی حصہ لیتے ایک طالب علم بھی آتے اور دعوت دیتے تو ان کے ساتھ بھی جاتے۔حضرت شیخ رحمہ اللہ کی ساری زندگی دارالعلوم حقانیہ میں گزری۔حضرت شیخ کے نام شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے بہت سے خطوط تھے میں نے ان سے کہا کہ مجھے دکھا دیں کہ میں دیکھ لوں تو انہوں نے ایک خط جو 1953 میں لکھا گیا تھا دکھایا۔اس میں شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے لکھا تھا ”دین کے خار دار میدان میں آجاو اللہ تعالیٰ گل وگلزار بنا دے گا“

تقریب کا باقاعدہ آغاز مولانا قاری حمایت الحق لبیبؔ استاد دارالعلوم حقانیہ کے تلاوت سے ہوا، تلاوت کے بعد مولانا محمود الحسن نے دارالعلوم کے بارے میں ترانہ پڑھا جس کے پہلے اشعار درجہ ذیل ہیں۔

تعلیم عارفانہ انداز ساحرانہ
یہ مدرسہ ہمارا ہے علم کا خزانہ

مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

مولانا حقانی صاحب نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا: مرد قلندر، محدث جلیل، مجاہد کبیر حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کی تعزیت کے سلسلے میں یہ ریفرنس منعقد ہوا ہے۔اکابرین، عمائدین، اور قائدین تشریف فرما ہیں۔ان شاء اللہ! خطابات بھی فرمائیں گے۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ علم وعمل کا گہوارہ موجود ہے، اساتذہ بھی موجود اور طلبہ بھی موجود ہیں لیکن وہ ہنستا مسکراتا چہرہ وہ شفقت بھری نگاہیں وہ حدیث کا محبّ صادق وہ جو اس عظیم دارالحدیث کا رونق ہوا کرتا آج نگاہیں انہیں ڈھونڈ رہی ہیں اور مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ابھی آرہے ہیں۔

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی، نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں، یہ آرہے ہیں وہ جا رہے ہیں

حضرت شیخ رحمہ اللہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے اولین تلمیذ خاص اور ان کے دست راست تھے۔جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اولین طالب علم تھے۔شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق کے یار غار اور رفیق خاص تھے۔ان کے نام اپنا آخری خط لکھا اس سے آپ کی دارالعلوم کے اساتذہ اور حقانی خاندان اور حقانی فضلا سے محبت عیاں ہوتی ہے آپ نے بستر مرگ سے حضرت مولانا سمیع الحق کو یوں خط لکھا مخدوم المشائخ، احب الاصدقاء، معالی السعادۃ، والسیادۃ الشیخ سمیع الحق حفظہ اللہ ورعاہ!

خط عربی میں تھا حضرت حقانی صاحب نے خط کا ترجمہ حاضرین کو سنایا۔

حضرت مولانا محمد طیب صاحب

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے سٹیج پر بیٹھے مہمانوں کا تعارف کرایا۔اور حضرت شیخ کے مقام ومرتبہ پر خطاب فرماتے ہوئے کہا۔اور سب سے پہلے حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم جامعہ امدادیہ فیصل آباد کو دعوت دی ۔انہوں نے بعد از حمد وصلوٰۃ ارشاد فرمایا ''الموت تحفۃ المؤمن'' آج میری حاضری حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب المدنی رحمہ اللہ کی تعزیت کے سلسلہ میں ہے تعزیت تو اس سے کی جاتی ہے۔جو کسی کے وفات سے متاثر ہو اورغمزدہ ہوں۔حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات سے متاثر اور غمزدہ ہونے والا صرف ان کا گھرانہ نہیں ہے ان کا محلّہ نہیں ہے ان کا ادارہ نہیں ہے بلکہ تمام علمی دنیا اور تمام جہادی دنیا ان کی وفات کے صدمے سے متاثر ہے۔ اوران متاثرین میں میں بھی شامل ہوں۔آج یہ حاضری اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ میں اس ادارے کے اساتذہ اورطلبہ کو تسلی دوں بلکہ میری حاضری کا مقصد یہ ہے کہ میں بھی غمزدہ ہوں اور آپ بھی غمزدہ ہیں مل کے بیٹھ کر ایک دوسرے کا غم بانٹیں اور کم کریں۔

موت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ہے۔اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے اپنے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والتسلیمات اور اپنے دوستوں کو نوازا ہے۔دشمن کو آج تک یہ چند چیز نہیں دی بطور نعمت ، کیونکہ انہیں تو بطور عذاب وسزا کے دیا جاتا ہے۔یہ موت انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے،قبر میں جانا سنت ہے،قبر سے طبعی طور پر وحشت ہوئی مگر جب سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا استحضار ہو تو وحشت نہیں ہوگی۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مختلف جہات سے ہمارے بڑے تھے۔وہ مسند تدریس پر بھی مسند حدیث پر بھی تشریف فرما تھے اور وہ اپنے زمانے کے مجاہدین کے امیر اور رہنما بھی تھے،جنگ سے دنیا بڑی ڈرتی ہے مگر اسلامی جنگ کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ اس سے امن نکلتا ہے۔انصاف پیدا ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد کا علَم لے کے دنیا کے جس کونے میں گئے ہیں وہاں سے بے انصافی ختم ہوئی اور امن قائم ہوگیا۔

ہمارے بزرگوں نے ایک زمانے میں روس سے جنگ کی اور روس کو شکست دی۔شکست دینے کے بعد مختلف گروہ آپس میں لڑ پڑے اور بدامنی قائم ہوگئی۔اس وقت اگر کسی نے امن قائم کیا تو ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ اسی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور طلبہ تھے اللہ تعالیٰ نے بے وسیلہ طالبان سے کام لیا اور تھوڑے عرصے کے اندر ایسا امن قائم کیا ،جس کا مثال آپکو برطانیہ میں نہیں ملے گا۔امریکہ میں نہیں ملے گا۔ بلکہ دنیا کی کسی ملک میں نہیں ملے گا۔سعودی عرب کو آپ مستثنیٰ کرلیں باقی ایسا امن آپ کو کہی نہیں ملے گا۔جیسا امن ان درویشوں نے قائم کیا۔ ان درویشوں کے پاس کیا چیز تھی؟ کیا ان کے پاس اسلحہ کے ذخائر تھے؟ کیا ان کے پاس فوجیں تھیں؟......ان کے پاس صرف دو چیزیں تھیں۔ ا: اخلاص ۲: ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب المدنی رحمہ اللہ، اور ہمارے اکابر جو

بیٹھے ہوئے ہیں انکی تعلیمات ان کے پاس موجود تھی۔آج ہمارے ملک کو جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش ہے۔ وہ امن کا ہے۔ ملک کو امن درکار ہے۔ اب نسخہ امن کیا ہے؟ یہ ان اکابر سے رہنمائی لی جائے۔ان اکابر نے اس سے زیادہ بدامنی میں ڈوبے ہوئے ملک میں امن قائم کر کے دیا ہے۔ اگر ہم اپنے ملک کو لبرل اور جمہوری بنانے کے لئے کوشش کرتے رہے تو جیسے دوسرے جمہوری اور لبرل ممالک امن کے لئے ترستے ہیں تو ہم بھی اسی طریقے سے ترستے رہیں گے۔

آج ہم بھی اسی بات کا عہد کر کے اٹھیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ہمیں جس مشن پر لگایا ہے ہم اس مشن پر ڈٹے رہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ

مولانا محمد طیب صاحب کے بیان اور خطاب کے بعد وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نائب صدر اور جامعہ حقانیہ کے نائب مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق مدظلہ کو استقبالیہ کلمات کی دعوت دی گئی۔آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا: اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ o صدق اللہ العظیم

محترم قائدین ملت، محدثین، مشائخ، معزز علماء اور عزیز طلبہ!

میں تقریر کے لئے نہیں اٹھا، وقت کم ہے قائدین اور دانشور علماء الحمد للہ کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ وہ بیانات فرمائیں گے۔میں صرف آپ کی خدمت میں تشکر کے الفاظ پیش کرتا ہوں کہ آپ نے اس مختصر سی منعقد کئے گئے پروگرام میں اپنے اعذار ومصروفیات کے باوجود تشریف لا کر ہمیں عزت بخشی، ابھی ایک ہفتہ کے قلیل مدت میں ،ان میں سے بعض مشائخ کے لئے چلنا بھی مشکل ہے اس کے باوجود آپ کی تشریف آوری پر جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث اور مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالیہ، بندہ خادم ،(حضرت مولانا انوارالحق) تمام اساتذہ کرام مشائخ اور تمام طلبہ جامعہ آپ کے ممنون اور شکر گزار ہیں اور آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت آپ کے مراتب کو بلند فرمائیں۔ اور آپ کا یہ آنا اس خطہ کے لئے اور دارالعلوم حقانیہ کے لئے اور تمام دینی مدارس کے لئے ایک خوش آئند نتیجہ بنائے۔اللہ تعالیٰ تمام مدارس کی حفاظت ونصرت فرمائیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ جسے ہم کھو گئے ہیں۔عظیم مفکر، محدث، مجاہد تھے۔اور بے پناہ صلاحیتوں اور اوصاف سے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا۔

یہ اکابر ان کی زندگی کے مختلف گوشوں پر ان شاء اللہ تعالیٰ روشنی ڈالیں گے۔جس قوم نے اپنے اسلاف کے کارناموں کو بلا دیا ہے۔تو تاریخ شاہد ہے کہ تاریخ سے وہ بھی مٹ گئی۔ہمیں اپنے اکابر واسلاف کے کارناموں پر قدم بہ قدم چلنا ہیں اور اسے لائحہ عمل بنانا ہے۔ پاکستان میں بڑے بڑے علماء، مشائخ اور سیاست دان گزرے ہیں

لیکن ان کے کارناموں کا صرف ذکر ہوتا ہے۔اس پر عمل کی جانب کوئی نہیں جاتا۔اس وجہ سے ہمارا ملک پسماندہ غیر ترقی یافتہ ملکوں میں شامل ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت شیخ صاحب اور جملہ اصحاب علم جو رخصت ہو چکے ہیں کے کارناموں کو زندہ رکھنے اوران پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔ میں ایک بار پھر آپ حضرات کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کا آنا مبارک فرمائے۔شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب کے استقبالیہ کلمات کے بعد حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب مدظلہ کو دعوت دی گئی۔

مولانا قاری محمد عبداللہ بنوں

قاری عبداللہ صاحب نے فرمایا: تمام حضرات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر عقیدت ومحبت کے ساتھ درود شریف پڑھ لیں۔اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلی سیدنا ومولانا محمد وبارك وسلم

اسلامی سیاست کے امیر استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم

العالیہ اورحاضرین مجلس! جس دارالحدیث میں آپ جمع ہیں اور دارالحدیث کا یہ منظر دیکھ رہے ہیں۔ یہ دارالحدیث آج یتیم ہو چکا ہے۔حضرت العلامہ مولانا انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ کا جب انتقال ہوگیا تو طلبہ رونے لگے تو شیخ الاسلام والمسلمین مرشد الہند والحجاز حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا: کم عقلو!تم کیوں رورہے ہو۔آج تو رونا علماء کو چاہیئے کہ انہیں انورشاہ کشمیری جیسے عقدکوحل کرنے والا کہاں ملے گا لہٰذا علامہ سید شیر علی شاہؒ کی تعریف آپ ''تفسیر حسن بصری'' میں دیکھئے۔تفسیر سورۃ کہف'' میں دیکھیں۔''مکاتیب مشاہیر میں دیکھیں۔ میں ایک بات عرض کرتا ہوں آج سب کی جوڑی موجود ہے مگر مولانا سمیع الحق اپنی جوڑی کے بغیر بیٹھے ہیں وہ آپ کے رفیق اور یار غار تھے۔مولانا سمیع الحق کی جوڑی تھے یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں۔ جب مولانا محمد یوسف کاندھلوی کا انتقال ہوا تو مولانا انعام الحسن رحمہ اللہ نے جنازہ کے وقت مولانا پالن پوری رحمہ اللہ کو آواز دیکر کہا: پالن پوری صاحب!سب کی جوڑی موجود میری جوڑی چلی گئی ہے۔

آج سے ساٹھ ستر سال پہلے مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے روضہ کے سامنے بیٹھ کر مولانا سمیع الحق صاحب کو خط لکھا: کہ آپ دارالعلوم دیوبند جانے کیلئے مصروف ہو گے لیکن یہاں تو میرا دل بھی چاہتا ہے کہ آپ کیساتھ جاؤں...... ''پھر بہت سارے جذبات کا اظہار کیا اور ہر جگہ یہی کہتے ہیں کہ یہ سب شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے برکات ہیں۔شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کے نام خط لکھتے ہیں تو تراب الاقدام اورخویدم جیسے الفاظ آخر میں لکھتے ہیں اپنے استاد اوراپنے مادر علمی سے تعلق اور محبت کوئی ان سے سیکھے۔ان خطوط میں سے بہت ساری باتیں ہیں طلبہ کرام اسے ضرور پڑھیں۔

مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ بڑے عالم تھے مگر مدرسہ کی ترقی مولانا احمد الرحمٰن صاحب کے دور میں ہوئی

۔مفتی محمد شفیع صاحب بڑے آدمی تھے مگر دارالعلوم کی ترقی مولانا رفیع عثمانی کے دور میں ہوئی۔ مولانا عبدالحق رحمہ اللہ عظیم محدث تھے۔لیکن دارالعلوم کی ترقی اس مرد قلندر مولانا سمیع الحق صاحب کے دور میں ہوئی۔

مولانا شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ ملنگ آدمی تھے۔ مولانا مفتی محمد قاسم بن مولانا محمد امیر بجلی گھر صاحب جب مولانا نصیرالدین غورغوشتوی پر کتاب ''تجلیات غورغوشتوی'' لکھ رہے تھے۔تو اکوڑہ خٹک آئے اور مولانا شیر علی شاہ صاحب بنفس نفیس ان کے ساتھ غورغوشتو گئے ۔اور انہیں مطلوبہ معلومات فراہم کرائیں۔ میں اپنی بات مولانا نصیرالدین غورغوشتوی رحمہ اللہ کی اس بات پر ختم کرتا ہوں وہی جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ صوبہ سرحد کے ''شاہ ولی اللہ'' ہیں انہوں نے فرمایا تھا مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے بارے میں کہ ''میرے دنیا سے جانے کے بعد میری دعاؤں کی تعبیر دارالعلوم حقانیہ ہے'' اللہ تعالیٰ دارالعلوم حقانیہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے۔

مولانا محمد ابراہیم فانی رحمہ اللہ نے مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کے بارے میں کہا تھا کاش فانی صاحب زندہ ہوتے تو اپنے استاد کے بارے میں پتہ نہیں کس قسم دل دوز مرثیے بناتے فانؔی کی روح سے معذرت کے ساتھ یہ دو شعر حضرت شیخ شیر علی شاہ صاحب کی نذر کرتا ہوں۔

ماہر علم شریعت اک مجاہد سرفروش
پیکر علم وبسالت باوفا وخوش مقال
رخصت ان کی فانی عاجز ہے ملی سانحہ
اس جدائی پر ہیں اہل درد دیں وقف ملال

حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ مدظلہ کے بیان کے بعد حضرت حقانی صاحب نے مرد قلندر، مجاہد کبیر شیخ کبیر شیخ طریقت مرشد العلماء حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب کو دعوت دی۔

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب

آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا: جتنے بھی حضرات تشریف رکھتے ہیں۔ سب کی خدمت میں درخواست ہے کہ ساتھ آہستہ آہستہ ذکر بھی کرتے جائیں۔ اور ایصال ثواب کرتے رہو۔ یہ مبارک درسگاہ ہے، میرے مخدوم زادے اور میرے حضرت کے صاحبزادے بالخصوص حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، حضرت مولانا انوارالحق صاحب اور دیگر صاحبزادگان اور اساتذہ تشریف فرما ہیں۔ میں اس ادارے کا ایک ادنیٰ خادم اور یہی سے مجھے سند ملی ہے اور اس وقت سچی بات یہ ہے کہ ہم کون سی بات کریں لیکن مختصرا یہ عرض کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو گلدستہ مسجد نبوی شریف میں قائم کیا تھا۔ جہاد کا، دعوت وتبلیغ کا، علم کا، اللہ تعالیٰ کے ذکر کا اور جتنے شعبے وہاں تھے، الحمد للہ! دارالعلوم دیوبند نے وہ سارے شعبے قائم کئے۔اور اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ دارالعلوم دیوبند

نے ساری دنیا میں وہ شعبے قائم کئے خاص کر دار العلوم حقانیہ میں وہ شعبے قائم ہوئے اس وجہ سے دار العلوم حقانیہ دیوبند ثانی کہلاتا ہے اور میرے استاد شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ وہ جامع الصفات والکمالات تھے وہ عظیم مجاہد بھی تھے، عظیم صوفی بھی تھے، عظیم عالم بھی تھے، عظیم محقق بھی تھے، عظیم محدث بھی تھے، عظیم مبلغ بھی تھے اور عظیم استاد بھی تھے۔

دار العلوم حقانیہ میرے شیخ محدث کبیر مولانا عبدالحق کی کرامت ہے کہ مخلصانہ قدم اٹھایا اخلاص کو دیکھئے میں اکثر علماء سے کہتا ہوں: کہ اے علماء! اے طلباء! ہمارے شیخ مولانا عبدالحق رحمہ اللہ اور مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ یہ عام رواجی عالم نہیں تھے۔ وہ اہل اللہ تھے۔صحیح عقائد والے حقانی علماء تھے۔ آئیں ہم ان کے نقش قدم پر قدم اٹھائیں۔ ان جیسی زندگی بنائیں۔ انکے نقش قدم پر چلیں گے تو تب کام بنے گا۔ رواجی تعزیتیں فائدہ نہیں دیگا۔ آج ہم مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ اور ہمارے سب کے محسن ومربی مولانا عبدالحق صاحب ان جیسی زندگی بنائیں وہ راتوں کو رویا کرتے تھے۔ دن ان کا مسند تدریس پر گزرتا، اور رات اللہ تعالیٰ کے سامنے رونے میں۔ وبالنهار فرسان وبالليل رهبان

وہ ایسے لوگ تھے کہ طلبہ کو سبق پڑھاتے تو رات کو ان کے لئے اللہ تعالی سے گڑگڑا کر دعائیں بھی مانگتے۔ جہاد بھی کرتے تھے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ''مومنو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صالحین ومتقین کے ساتھ ہو جاو۔ ان کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں آج ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں: کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی قبر سے خوشبو پھوٹی۔ اسی طرح امام لاہوری رحمہ اللہ اور مولانا موسیٰ خان البازی رحمہ اللہ اور دیگر اکابر کے قبور سے خوشبو مہکی تو ہمیں بتایا کہ ان جیسی زندگی بناو۔ ان کے لیے ایصال ثواب بھی کریں اور یہاں دار العلوم حقانیہ سے وفا بھی کریں۔ حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ بہت بڑے علامہ تھے دار العلوم دیوبند کے اساتذہ کو ان کا احترام کرتے دیکھا ہے۔ مدینہ یونیورسٹی کے اساتذہ کو ان کا احترام کرتے دیکھا ہے۔ وہ میدان علم کے مانے ہوئے شہسوار مگر میں سلام کرتا ہوں اس مرد درویش کو کہ انہوں نے اپنے شیخ اور اپنے استاد سے وفا کی ان کے بچوں اور صاحبزادگان سے وفا کی۔ حقانیہ کے بچوں! حقانیہ سے وفا کروگے؟ حقانیہ کی مالی وجانی مدد کروگے؟ حقانیہ ہماری مادر علمی ہے۔ اس کے ساتھ تعلق استوار بناوگے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وہ مجاہد سربکف تھے وہ امیر قافلہ	روز وشب درس احادیث وقرآن تھا مشغلہ
قابل صدر شک تھا یہ ذوق وشوق وولولہ	باوجود ضعف وپیری واہ واہ یہ حوصلہ

شیخ محمد یعقوب (رہنما جماعۃ الدعوۃ)

شیخ محمد یعقوب کو دعوت خطاب دیا گیا آپ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا ''حضرات قائدین محترم

علماء کرام مشائخ عظام طالبان علوم نبوت اور حاضرین مجلس!

اہل علم کا دنیا سے اٹھ جانا دنیا سے کوچ کر جانا قیامت کی علامات ونشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاتقوم الساعة حتی یقبض العلم ویکثر الزلازل۔

اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک علم نہ اٹھایا جائے اور زلزلے کثرت سے نہیں آئیں گے اور آج یہ مناظر ہم دیکھ رہے ہیں کہ اسوقت خیبر پختونخواہ کا پورا علاقہ زلزلوں کی لپیٹ میں ہے اور یہاں خیبر پختون خواہ کا واقعہ ہے کہ یہاں اس مسند پر بیٹھ کر قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دینے والی نامور شخصیت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ دنیا سے کوچ کر گئے ۔ زلزلے بھی آرہے ہیں علماء بھی اٹھ رہے ہیں۔ان من اشراط الساعة ان یرفع العلم قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ علم کو اٹھایا جائے گا۔علم کا اٹھ جانا قیامت کی نشانی ہے۔لیکن ڈاکٹر صاحب نے ہمارے لئے کیا سبق چھوڑا ہے؟ ایک تو قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو دنیا میں عام کرنا ہے دوسرا صیہونیوں، صلیبیوں، ہندوؤں اور اسلام و پاکستان کے دشمنوں کے خلاف علَم جہاد گرنے نہیں دینا میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ جامعہ حقانیہ کے فرزندو! کیا جہاد کے اس پرچم کو گرنے تو نہیں دو گے؟ اس پرچم کو سرنگوں تو نہیں ہونے دوں گے؟ اس پرچم کو چودہ صدیوں پہلے حبیب رب کائنات امام المجاہدین صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھایا تھا اور وہ پرچم جسے ابنائے حقانیہ نے بھی اٹھایا ہے وہی پرچم آج بحمد للہ سر بلند ہے اور اس وقت تک سر بلند رہے گا۔ جب تک شہادت کا خون گرتا رہے گا ، جب تک جذبہ جہاد برقرار رہے گا۔تو جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے سرشار ہو کر کائنات کے تمام دشمنوں کے خلاف اور پاکستان کے دشمن کے خلاف پرچم بلند رکھو گے؟

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ بحمد اللہ اسی مسند پر بیٹھ کر کتاب المغازی اور کتاب الجہاد پڑھاتے ہیں قال اللہ اور قال الرسول کی تعلیم وترغیب دیتے اور غزوات کے ابواب کو پڑھاتے ہیں یہی ابواب آپ کے والد مکرم حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ پڑھایا کرتے تھے۔ وہی ابواب اللہ نے ان کو عطا کئے ہیں۔ یہی ابواب پڑھتے جاؤ حقانیہ کے بیٹو! اور پوری دنیا میں اسلام کا پرچم سر بلند رکھو۔

میں تو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا بہت قدر کرتا ہوں وہ جہاں بھی ہوتے ہمارے بزرگ ہیں میر ے ایک طرف امیر المجاہدین حافظ محمد سعید حفظہ اللہ ہے اور دوسری طرف استاد المجاہدین وامام المجاہدین حضرت مولانا سمیع الحق صاحب حفظہ اللہ جلوہ افروز ہیں۔جن کا جہاد سے بھی تعلق ہے۔قلم وقرطاس سے بھی تعلق ہے۔ درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ سے بھی تعلق ہے۔یہی وہ لوگ ہیں۔جن کے بارے میں کہا جاتا ہے۔

الخیل واللیل والبیداء تعرفنی　　والرمح والقرطاس والقلم

متنبّی نے کہا تھا اور میں نے تو اکثر مرتبہ مولانا سمیع الحق صاحب کو کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حقانیہ کی جو مسند عطا کی ہے یہ پارلیمنٹ کی چیرمین کی کرسی سے بھی افضل ہے، سپیکر کی کرسی سے بھی افضل ہے، وزیر اعظم کی کرسی سے بھی افضل ہے، صدر کی کرسی سے بھی افضل ہے۔ اور بڑے بڑے بادشاہوں کے تختوں سے بھی زیادہ افضل ہے، کیونکہ یہ وہ مسند ہے جہاں سے قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دیتے ہیں اور اس مسند کا مقابلہ دنیا کی کوئی مسند نہیں کر سکتا۔

آخر میں حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے لئے دعا گوہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے قبر کو منور فرمائیں۔

ملک خان مرجان صاحب

حضرت مولانا محمد یوسف شاہ صاحب نے قبائل کے وفد جو تعزیت کے لیے تشریف لائے تھے۔ کی تعارف کی اور ان کے نمائندہ ملک خان مرجان کو دعوت دی جس نے تعزیتی کلمات پیش کیے۔

قبائلی رہنما ملک خان مرجان نے تعزیتی کلمات پیش کئے۔

مفتی صالح الدین حقانی

عبدالولی خان یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کے چیئرمین نے کہا: شیخ الحدیث والتفسیر مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی رحمہ اللہ ہم سب کے استاد، شیخ اور مربی تھے، ہم اپنے اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیتے، جب میری تقرری یونیورسٹی میں ہورہی تھی تو اس وقت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشورہ طلب کیا تو انہوں نے فرمایا: کہ مشورہ نہیں بلکہ حکم دیتا ہوں کہ چلے جاؤ۔ اور کچھ نصیحت اور وصیتیں بھی فرمائیں جس پر میں آج تک بحمد اللہ کاربند ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس مرد قلندر کے درجات کو بلند فرمائیں، اور ہمارے اس مادر علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کو مزید ترقیات سے نوازے اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کا نعم البدل بھی نصیب ہو۔

پروفیسر محمد ابراہیم صوبائی امیر جماعت اسلامی

مولانا سید یوسف شاہ حقانی نے جماعت اسلامی خیبر پختون خواہ کے سابق امیر پروفیسر محمد ابراہیم خان کو دعوت دی انہوں نے اپنے بیان میں فرمایا: غم کے موقع پر میں جامعہ حقانیہ کے اساتذہ کرام، علماء کرام، اور حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خاندان کے ساتھ ان کے غم میں برابر شریک ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خدمات کو قبول و منظور فرمائیں اور جنت الفردوس میں انہیں درجات عالیہ سے نوازیں۔

میں صرف ایک باب عرض کرنا چاہوں گا کہ تین سال قبل میں نے جامعہ حدیقۃ العلوم میں دورہ حدیث پڑھا اور مولانا عبدالاکبر چترالی صاحب نے حضرت ڈاکٹر صاحب کو بخاری شریف کے آخری درس کی دعوت دی تھی توانہوں نے تشریف لاکر ہمیں بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا۔اس لحاظ سے میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میں ان کے تلامذہ میں سے ہوں اور یہ اور یہ میرے لئے بہت بڑی اعزاز ہے کہ ان کے شاگرد کی حیثیت سے آپ سے مخاطب ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت اور درجات عالیہ عطا فرمائے۔

عبداللہ گل صاحب بن جنرل حمید گل صاحب (ر)

جناب عبداللہ گل بن جنرل حمید گل مرحوم کو دعوت دی انہوں نے اپنے بیان میں کہا:

''زعمائے ملت، اساتذہ ومشائخ کرام اور طالبان علوم نبوت!

آج یہاں میرا دوبارہ آنا ہوا، تعزیتی حوالے سے ہی، اس سے قبل حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے میرے والد محترم جرنیل اسلام، مجاہد کبیر جنرل حمید گل وامیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہدؒ کے لئے تعزیتی ریفرنس کا انعقاد کیا تھا۔ اور اس میں آنا ہوا تھا آج دوبارہ شیخ الحدیث امام المجاہدین حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب المدنی رحمہ اللہ کی تعزیت کے لئے حاضری کا موقع ملا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ کا سانحہ ارتحال صرف کے پی کے، کے لئے نہیں، پاکستان کے لئے نہیں بلکہ عالم اسلام کے لئے بہت بڑا المیہ ہے۔آہستہ آہستہ ہمارے اکابر ہم سے رخصت ہورہے ہیں۔ اسی سال یعنی 2015 کو ہم سے تین چار بڑے شخصیات جدا ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنا نظام ہے ہمارے اسلاف نے ہمیں جو پیغام چھوڑا ہے اس پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے کچھ آثار ملتے ہیں اور وہ یہ کہ ملک لبرل ازم کی طرف جارہا ہے ۔ وزیر اعظم کا بیان سب نے سنا پڑھا ہوگا۔ ایسے حالات میں اسلاف کی تعلیمات کے مطابق ہمیں متحد ہونا ہوگا۔منظّم اور متحرک ہوں گے اور ان شاء اللہ تعالیٰ جہاد جاری وساری رہے گا اس کو زوال نہیں۔

ہم قبائل کے ساتھ کھڑے ہیں آج کی کشمیر انہی کی مرہون منت ہے ۔ جتنے حقوق اسلام آباد میں رہنے والوں کے ہیں اتنے قبائل میں رہنے والوں کی بھی ہیں اگر آج جنرل صاحب زندہ ہوتے تو مجھے یقین ہے کہ وہ بھی اس سٹیج پر جلوہ افروز ہوتے ۔

میں جناب سراج الحق ، حافظ محمد سعید ، اور مولانا فضل الرحمٰن خلیل کی موجود گی میں کہتا ہوں کہ پاکستان اسلامی ملک ہے ۔ اسے نوجوانان پاکستان کبھی لبرل نہیں بننے دینگے ۔اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث کے درجات بلند فرمائے۔

مولانا محمد مکی

مکہ مکرمہ سے حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب مدظلہ کے بھائی مولانا محمد مکی تشریف لائے تھے انہیں دعوت دیا گیا۔ انہوں نے عربی میں تعزیتی کلمات پڑھے۔ جس کا خلاصہ یہ تھا۔

میں آپ حضرات! بالخصوص مولانا سمیع الحق اور دارالعلوم حقانیہ کے طلبہ سے شیخ عبدالحفیظ مکی کی طرف سے تعزیت کرتا ہوں ۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب بڑے عالم اور مرد مجاہد تھے اللہ تعالیٰ ان کے تمام خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے ۔ اوران کے قبر کو روضة من رياض الجنة بنائے اور دارالعلوم حقانیہ کو ان کا نعم البدل نصیب فرمائے۔ آمین

پروفیسر ڈاکٹر دوست محمد: (چیئرمین شیخ زید اسلامک سنٹر پشاور)

بہت ہی قابل احترام مولانا سمیع الحق صاحب، مولانا سراج الحق صاحب، پروفیسر حافظ محمد سعید اور بہت ہی قابل قدر علماء وطلبہ!

یہاں آکر عجیب کیفیت ہوتی ہے بہت ساری باتیں ہوتی ہیں کہ......

احباب جمع ہیں میر حال دل کہہ دے
کہ پھر التفات دوستاں رہے نہ رہے

اور
کہاں سے ابتداء کروں بڑی مشکل ہے دوستوں
کہانی عمر بھر کی ہے اورمجلس رات بھر کا

اور یہاں تو وقت صرف دومنٹ کا ہے، مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ میرے براہ راست تو استاذ نہیں تھے۔ مگر میں نے ان کے بہت سارے بیانات سنے ہیں اس لحاظ سے میں بھی ان کا شاگرد ہوں ایک موقع پر خاندانی منصوبہ بندی کے حوالے سے پروگرام تھا مولانا عبدالمجید ندیم صاحب تشریف لائے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ضبط ولادت کے قائل نہیں ہم نظم ولادت کے قائل ہیں۔ تو اسطرح علماء کرام سے کچھ نہ کچھ سیکھنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔

پاکستان کے سطح پر بلکہ عالم اسلام کے سطح پر بڑے بڑے اکابر علماء اوراسلاف باری باری اٹھتے جارہے ہیں تو ایسی حالات میں طلبہ کرام پر بہت بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہے۔

عالم اسلام میں کبھی قحط الرجال نہیں رہا اور قحط الرجال ہونا بھی نہیں چاہئے، اس امت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ایسے لوگ پیدا فرمائیں کہ جب بھی امت پر کوئی مشکل وقت آپڑا تو انہوں نے رہنمائی کی۔

میں طلبہ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے اساتذہ سے وہ جوہر حاصل کریں جس سے آدمی

رجال کار میں شمار ہوتا ہے آج امت کو رجال کار کی ضرورت ہے اسی دارالعلوم کے طلبہ نے جہاد کے ذریعے سوویت یونین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور بے سروسامان طلبہ نے امریکہ کو بھاگنے پر مجبور کیا۔

محترم جناب سراج الحق صاحب (امیر محترم جماعت اسلامی پاکستان)

واجب الاحترام شیخ القرآن و شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ، حضرت مولانا انوارالحق صاحب، جناب حضرت مولانا انوار الحق صاحب ، پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب جناب مولانا حامد الحق صاحب اور سٹیج پر تشریف قابل قدر علماء کرام مہمانان گرامی اور عزیز طلبہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! آج کا یہ عظیم الشان جلسہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس میں عوام نہیں بلکہ عوام کے نمائندے اور مقتداء تشریف فرما ہیں ۔ اور منبر ومحراب کے وارثین کا اجتماع ہے اس مجلس میں نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی وارثین جمع ہیں اور میں آپ میں سے ایک فرد کو ایک نہیں سمجھتا آپ میں سے ہر فرد لاکھ لوگوں کے برابر ہے اور مجھے یقین ہے کہ اگر یہ آسمان ، چاند ، سورج ستاروں سے مزین ہے اور خوبصورت ہے تو اس دھرتی اور زمین کے چاند، اور تارے یہ علماء وطلبہ ہیں ۔اس لئے میرے سامنے امت کی حقیقی قیادت موجود ہے ، مقتداء اور مقتدر اور دین سکھانے والے ہیں اور نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن "ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا" کے حقیقی علمبردار یہاں پر جمع ہیں۔

ڈاکٹر شیر علی شاہ ایک نظریے کا نام ہے

ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ اگر گوشت و پوست کا نام تھا تو وہ چلا گیا لیکن مولانا شیر علی شاہ صاحب ایک نظریے کا نام ہے، ایک عقیدے کا نام ہے، ایک فلسفے کا نام ہے، ایک مشن کا نام ہے، ایک جہد مسلسل کا نام ہے، ایک طاقت کا نام ہے، جمعیت کا نام ہے، جہاد کا نام ہے، جس کے بارے کہا گیا ہے کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا ، جب تک ممبر ومحراب ہے، جب تک قال اللہ وقال الرسول کی آواز ہے، جب تک مدرس اور طالب علم ہیں۔ جب تک مدرسہ اور مسجد ہے تو ان شاء اللہ وتعالیٰ مولانا شیر علی شاہ صاحب زندہ رہے گا ، ان کا نام زندہ رہے گا ان کا مشن زندہ رہے گا ، اور ہم سب ان کے وارثین ہیں اور ہم سب ان کے سلسلہ سے وابستہ لوگ ہیں، علماء کے ساتھ ایک زمانہ ہمارا گزرا ہے، میرے والد محترم دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ نے پورے ساٹھ سال درس وتدریس میں گزارے اوران کی آخری تمنا تھی کہ مجھے حدیث پڑھاتے مسند حدیث پر دارالعلوم حقانیہ میں موت آئے ۔ پچھلے دنوں جب میں آیا تھا تو مجھے مولانا سمیع الحق صاحب نے مولانا شیر علی شاہ صاحب کی وہ وصیت دکھائی جوانہوں نے بستر مرگ پر لکھی تھی اور ابھی ابھی مولانا عبدالقیوم صاحب سے آپ نے سنا بھی ہے کہ

ان کی آخری تمنا یہ تھی کہ میری کتابیں دیگر اساتذہ کو دیں۔ یا آپ خود پڑھائیں تاکہ طلبہ کا وقت ضائع نہ ہو۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے ان کی وصیت پر عمل کی اور از خود ان کے اسباق شروع کرائے'' مجھے یوں لگا جیسے ایک صحابی کے ہاتھ میں جھنڈا تھا جب ان کا ایک ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے ہاتھ میں جھنڈا پکڑا اور جب وہ بھی کاٹا گیا تو کٹے ہوئے ہاتھوں میں جھنڈا پکڑا اور جب وہ بھی کاٹا گیا تو کٹے ہوئے ہاتھوں سے اس علم کو سینے سے لگالیا۔ جب بیٹا پاس آیا تو اس نے وصیت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جھنڈا گرنے نہ پائے۔

مولانا شیر علی شاہ کی آخری وصیت

مولانا شیر علی شاہ صاحب نے بھی وصیت کی کہ میری کتاب ایک دن کے لئے بھی ایسے نہ رہے کہ اسے پڑھانے والا کوئی نہ ہو۔ میں مولانا سمیع الحق صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ برصغیر پاک وہند کے سب سے بڑے دارالحدیث کے مسند حدیث پر بیٹھے ہیں آپ کے اس مدرسے کے اثرات افغانستان، پاکستان میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں نمایاں ہمیں نظر آتے ہیں۔ ہم جہاں بھی جاتے ہیں تو وہاں حقانی فاضل حق کا درس دیتے ہوئے ملتا ہے۔اس پر میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

میرے بھائیوں اور دوستوں! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم کابل میں بھی اسلام کی بات کہیں گے۔ ہم ہندوستان میں بھی اسلام کی بات کہے گے لیکن سب سے پہلا کام جو ہمیں کرنا ہے وہ یہ کہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کرنا ہے۔ اسلئے کہ پاکستان بنا تھا اسلام کے نام پر۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور ہمارا آئین ہے۔ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا ہم اسے کبھی بھی لبرل نہیں بننے دیں گے۔

۱۹۷۳ء کی آئین پر علماء دیوبند کا اثر

میں حکومت کے لوگوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ اے کے آئین کو ذرا اٹھا کر دیکھیں جس پر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کا اثر ہے جس پر مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کا اثر ہے جس پر پروفیسر عبدالغفور رحمہ اللہ کا اثر ہے ۔مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ، خان عبدالولی خان، ذوالفقار علی بھٹو ان سب کے دستخط اس پر موجود ہے کہ پاکستان کیا ہے؟ پاکستان لبرل جمہوری نہیں ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ پاکستان اسلامی جمہوری ہے اس لئے جو بھی کہتا ہے کہ پاکستان کو لبرل پاکستان بنانا چاہئے تو یہ لوگ آئین سے غداری اور بے وفائی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

میرے بھائیو! میں آئین کی بات کرتا ہوں، اسی آئین میں لکھا ہے کہ حکومت پاکستان کی ذمہ داری ہے کہ سکول میں قرآن پاک اور اسلامی تعلیمات لازمی مضمون قرار دے گی۔ میں اس آئین پر عمل درآمد کا مطالبہ کرتا ہوں۔ یہ آئین کا حصہ ہے۔

اسلامی پاکستان کیلئے جدوجہد

میں عرض کرنا چاہتا ہوں، کہ ہمارے بزرگوں نے اسلامی پاکستان کی جدوجہد کی اور اسلامی پاکستان کے لئے ہجرت کی صعوبتیں برداشت کیں۔اگر پاکستان نے لبرل بننا تھا تو انہیں پھر کوئی ضرورت نہیں تھی ۔ کیونکہ سب سے زیادہ لبرل لوگ تو انگریز تھے۔زیادہ ڈیموکریٹک تو انگریز تھے انہوں نے لبرل لازم اور سیکولرزام نہیں لا الہ الا اللہ کے نام پر ملک تو آزاد کرایا ہم اس ملک میں قرآن وحدیث کا نظام چاہتے ہیں۔ہم سودی نظام کا خاتمہ چاہتے ہیں، کیونکہ سودی نظام یہودی نظام ہے۔

سب پارٹیوں کوخصوصا دینی جماعتوں کو اپنی سیاستوں سے بالاتر ہوکر اللہ تعالیٰ کے نظام کے نفاذ کے لئے ایک ہونے کی ضرورت ہے۔

یہاں قبائلی رہنما بھی تشریف فرما ہیں ہم قبائل کو پاکستان کا حصہ سمجھتے ہیں ۔ انکے ساتھ ان کے ہر دکھ درد میں شریک ہیں ان پر مشکل آیا تو ہم نے ان کی مدد کی ۔آئندہ بھی ان کے حق کے لئے آواز اٹھاتے رہیں گے ۔ قبائل کے بارے میں میں خود اس فیصلے کو مانوں گا ۔جس کے بارے میں خود سارے قبائل متحد ہوں۔ میں آپ کے ساتھ کھڑا ہوں۔

حقانیہ اسلام کا مرکز ہے

میں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کے حضور کہا کرتا ہوں کہ حقانیہ اسلام کا مرکز ہے اور یہ ان شاء اللہ تا قیامت قائم دائم رہے گا ۔ یہ دارالعلوم اللہ تعالیٰ کا گھر ہے ۔ ہم یہاں وعدہ کرتے ہیں۔کہ اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے پرامن جدوجہد کرتے رہے گے اور اس کیلئے ہمیں جس سے بھی ملنا پڑے ملنے سے دریغ نہیں کرے گے اور ہم اسلئے ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہیں کہ باطل اگر باطل کے لئے اکٹھے ہوسکتے ہیں۔تو ہم بھی ان شاء اللہ حق کیلئے اکٹھے ہوسکتے ہیں۔مولانا شیر علی شاہ رحمہ اللہ کی آرزو بھی یہی تھی کہ امت میں اتحاد واتفاق ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس آرزو کو پوری فرمائیں۔ اور امت کے صفوں میں اتحاد واتفاق کو قائم ودائم فرمالیں۔وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

مولانا فضل الرحمٰن خلیل (امیر انصار الامۃ)

محترم بھائیو! دوستو! اور بزرگو!

آج مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حوالے سے تعزیتی ریفرنس کا انعقاد کیا گیا ہے کہ مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کی شخصیت کیا تھی ؟ان کے نظریات کیا تھے؟ میرے خیال میں اگر ہم اپنی گفتگو کو انکی شخصیت کے حوالے سے خاص کرلیں تو میرے خیال میں آپ لوگوں کے لئے زیادہ بہتر ہوگا۔

تو ڈاکٹر صاحب اگر آپ ان کو علم کے میدان میں دیکھیں حدیث کے میدان میں دیکھیں، فقہ کے میدان میں دیکھیں، تفسیر کے میدان میں دیکھیں، تو ہر لحاظ سے آپ کو کامل نظر آئے گا اور اگر آپ انہیں پیر طریقت کے حوالے سے دیکھیں تو وہ آپ کو پیر طریقت نظر آئیں گے اور اگر آپ ان کو جہاد کے میدان میں دیکھیں تو وہ آپکو مرد میدان، مرد مجاہد اور شہسوار نظر آئیں گے۔

آپ ہی کی محنت اور جدوجہد کی بدولت افغانستان میں امارت اسلامی کا قیام وجود میں آیا اور پھر اس کی حفاظت میں بھی اپنے تلامذہ سمیت لگے رہے۔ امریکی استعمار کو شکست دیتے دیکھا، روسی استعمار کو ٹکڑے کرنے والے مجاہدین کے شانہ بشانہ لڑے اور اس بڑھاپے کے اندر جلال آباد، قندھار، اور کابل وغیرہ دورہ تفسیر کرتے گویا ڈاکٹر صاحب تمام جہادی قوتوں کے سردار تھے۔

آپ انقلاب کے داعی تھے اور انقلاب باتوں سے نہیں تلوار سے آتا ہے۔ لا خلافۃ الا بالسیف حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے یہی سبق ہم سب کو دیا۔

حقانیہ کے بیٹوں اور مولانا شیر علی شاہ کے روحانی فرزندوں اسی مشن کو لو۔ اور پوری دنیا میں پھیل جاو۔ کیونکہ خلافت کا راستہ شریعت کا راستہ جمہوریت نہیں جہاد ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مولانا احمد علی ثانی (مدیر ہفت روز خدام الدین)

امام لاہوری رحمہ اللہ کے جانشین مولانا اجمل قادری کے صاحبزادے اور مولانا عبید اللہ انور کے نواسے

بعد از حمد وصلوۃ!

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتی ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بزرگان محترم! ان اکابرین کی موجودگی میں لب کشائی کرنا میں گستاخی سمجھتا ہوں مگر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا حکم ہے۔ تو چند گزارشات عرض کروں گا۔ مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے جنازے سے دنیا کو حق وباطل کا فرق معلوم ہوگیا۔ میرے لیے اور آپ کے لئے ضروری ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب نے جو کامیاب زندگی گزاری اس کا نمونہ ہم سب نے دیکھ لیا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ڈاکٹر صاحب تو خوبصورت زندگی گزارنے کے بعد تشریف لے گئے اور بہت اعلیٰ مقام پر فائز ہوگئے سب کیلئے ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد ہونے کے ناطے یہی ضروری ہے کہ ہم سب تا حیات ان کے مشن کو جاری رکھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند فرمائیں اور امت میں اتفاق واتحاد پیدا فرمائیں۔ وقت کی کمی کی بناء پر انہی کلمات پر اکتفاء کرونگا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب (امیر جماعۃ الدعوۃ پاکستان)

بعد از حمد وصلوۃ : مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًاo

محترم جناب شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ! علماء کرام، مشائخ عظام اور میرے بھائیو اور ساتھیو!

آپ نے ایک اصطلاح سنی ہوگی بڑا اس کا چرچہ ہے، دنیا کی عالمی سیاست اس کی گرد گھومتی ہے اور وہ اصطلاح ہے ''حقانی نیٹ ورک''، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد مولانا جلال الدین حقانی اور ان سے متعلق مجاہدین ہیں۔ مولانا جلال الدین حقانی بیمار ہیں اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ نصیب فرمائیں۔ ان کے بیٹے ان کے رفقاء اور ان کی قربانیاں افغانستان کے اندر اسلامی امارت کے لئے کسی ڈھکی چھپی نہیں۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ جب یہ ''حقانی نیٹ ورک'' کہتے ہیں تو نیٹ ورک میں سے سب سے بڑی وارد دارالعلوم حقانیہ ہیں، یہ دارالعلوم حقانیہ ایک مشن ہے، ایک تاریخ ہے، جس نے افغانستان کے اندر جہاد کے ذریعے دو سپر پاور کو شکست سے دوچار کر کے رکھ دیا۔ وہ حقانی نیٹ ورک ہے ہم تسلیم کرتے ہیں وہ دارالعلوم

حقانیہ کے پروردہ فیض یافتہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ علماء اور مجاہدین ہیں اگر ساری دنیا کی سیاست میں آج حقانی نیٹ ورک سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس کے اندر مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے جو خدمات پیش کیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمات کو قبول فرمائیں اور اس کے بدلے اپنی رضا نصیب فرمائے۔ وہ دنیا سے چلے گئے۔

دارالعلوم حقانیہ موجود ہے، مولانا سمیع الحق حفظہ اللہ زندہ ہے۔.....میرے عزیز بھائیوں ....دنیا سے سب نے چلے جانا ہے، کوئی نہیں رہے گا، نبی نہیں رہے تو کون رہے گا...؟ ان شاء اللہ مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کا مشن جاری رہے گا۔ یہ امریکہ ایڑھی چوٹی کا زور لگا تا ہے کل وزیر اعظم وہاں سے آیا ہے اس نے کہا کہ میں را کے خلاف ثبوت لایا ہوں امریکہ نے جواب میں کہا: یہ سنبھال کے رکھو۔ اس پر بات نہیں کرتے سب سے پہلے حقانی نیٹ ورک پر بات کرتے ہیں، اس میں ہمارا بھی نام آتا ہے لیکن میرے بھائی ! الحمد للہ !اصل جہاد ہے اور قیامت تک یہ جاری رہے گا۔ روس شکست کھا گیا۔ امریکہ اور نیٹو شکست کھا کر بھاگ گیا۔ الحمد للہ !افغانستان اپنی جگہ پر موجود ہے، امارت اسلامی موجود ہے، پاکستان موجود ہے۔ ان شاء اللہ ! اس جہاد کی برکت سے پوری دنیا پر حکومت ہوگی۔ میں تو پاکستان اور افغانستان کو ایک ملک سمجھتا ہوں بھائی! ملک نظریے پر بنتے ہیں۔ ہماری تو اپنی ایک تاریخ ہے برصغیر پاک وہند پر صدیوں مسلمانوں کی حکومت رہی تو جہاد کی برکت سے ان شاء اللہ وہ وقت آنے والا

ہے تاریخ دہرائے گی اپنے آپ کو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کشمیر بھی پاکستان کا حصہ بنے گا۔ افغانستان، پاکستان عالم اسلام کی رہنمائی کے لئے ان شاء اللہ اپنا کردار ادا کریں گے۔ مولانا سمیع الحق صاحب کی قیادت میں ان شاء اللہ جہاد کو مکمل فرمائیں گے۔

لبرل نہیں اسلامی پاکستان

جناب سراج الحق صاحب نے آئین کے حوالے سے کچھ باتیں فرمائی ہیں۔ اور خاص طور پر وزیر اعظم پاکستان کے الفاظ ہیں کہ ہم پاکستان کو لبرل بنانا چاہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں وزیر اعظم صاحب! اگر پاکستان کو لبرل بنانا چاہتے ہو تو مسلم لیگ سے تو کم از کم استعفیٰ دو نا......! کیونکہ مسلم لیگ تو وہ جماعت ہے جس نے پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ کا نعرہ لگایا تھا۔ جس نے پاکستان کا مطالبہ دوقومی نظریہ کے بنیاد پر کیا تھا۔ اور لاہور کا اقبال پارک گواہ ہے اس بات کے اوپر کہ یہ بات طے ہوئی تھی کہ ہم انگریز سے آزادی حاصل کرنے کے بعد ہم ہندوؤں کے تابع نہیں رہیں گے۔ کیونکہ ہمارے پاس قرآن ہے ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ہمارے پاس دین ہے۔ اس وقت تو آپ نے یہ مطالبہ کیا تھا۔ مگر اب جب اسلام کی بات ہوتی ہے تو آپ کہتے ہیں۔ کہ ہم لبرل بنائیں گے۔

ابھی ایک تقریب کے بارے میں بتاتا ہوں۔ جس طرح آپ ایک تعزیتی ریفرنس میں بیٹھے ہیں اسی طرح کا ایک تقریب ہندوؤں نے کیا تھا۔ جس میں وزیر اعظم بھی شریک ہوئے آج آپ اخبارات میں اس کی تفصیلات پڑھ سکتے ہیں دیوالی کے موقع پر وہ تقریب تھی ہمارے وزیر اعظم صاحب نے بتایا کہ مجھے اس تقریب میں شریک ہوکر بہت خوشی ہوئی اور ہندوں کی جو رسم ہے دیوالی کے موقع پر رنگ پھینکتے ہیں مجھ پر بھی یہ رنگ پھینک دو۔

میرے عزیز بھائیو!

جناب سراج الحق صاحب کی ساری باتیں درست ہیں لیکن آج وقت ہے کہ دارالعلوم حقانیہ میں بیٹھ کر یہ عہد کرنا چاہئے۔ کہ ہم نے ان شاء اللہ! ایوانوں کی ہزیمت کو فتح میں بدلنا ہے اور ہم نے جہاد کے ثمرات کو بھی سمیٹنا ہے ان شاء اللہ! اب خاموش رہنے کا وقت نہیں ہے امریکہ کی طاقت قوت ختم ہے، نیٹو فوج بھاگ چکی ہے اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ ثمرات ہم نے سمیٹنے ہیں۔ افغانستان سے انڈیا کو بھگانا ہے کشمیر سے بھی بھگانا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس پورے خطے کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا خطہ بنانا ہے۔

تعزیتی ریفرنس اور عہد

میں اپنے احباب سے اور خاص کر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب حفظہ اللہ سے درخواست کرتا ہوں

میرے ساتھی بیٹھے ہیں تو میری گزارش ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے تعزیتی ریفرنس کے موقع پر عہد لیں کہ ان شاء اللہ پاکستان کو اسلامی پاکستان بنانے کیلئے کردار ادا کرنا ہے۔ کوششیں کرنی ہے۔ جس طرح مولانا سمیع الحق صاحب نے ''دفاع پاکستان کونسل'' بنا کر امریکہ کو ڈچ دیا تھا۔ اب اگلا قدم اٹھا کر، دیگر جماعتوں کو ساتھ ملا کر، اتحاد کی فضا بنا کر ان شاء اللہ تعالیٰ ہم مولانا سمیع الحق صاحب کی قیادت میں اس ملک کو اسلامی پاکستان بنائیں گے۔

مولانا فداء الرحمٰن درخواستی

پروفیسر حافظ محمد سعید کے بیان کے بعد مرد قلندر شیخ التفسیر مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کے جانشین حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی صاحب کو دعوت خطاب دی گئی۔

آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا!

''ہمارے جتنے بھی اکابرین ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں کشف سے بھی نوازا تھا۔ چار مہینے پہلے ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب المدنی رحمہ اللہ کی بیمار پرسی کے سلسلے میں آیا تو انہوں نے دو گھنٹے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کی علمی مقام کشف وکرامت کے بارے میں بتاتے رہے۔

مولانا شیر علی شاہ مرحوم اور منامی بشارت

میں آپ سب حضرات کو خوشخبری دیتا ہوں کہ پچھلی رات حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خواب میں زیارت ہوئی انہوں نے فرمایا کہ قبر میں مجھے جنت کا بچھونا بچھا دیا گیا ہے اور لباس بھی جنت کا پہنا دیا گیا ہے اور اب میں حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کے قدموں میں ہوں اور اب بھی میں ان سے سبق پڑھ رہا ہوں۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ ہمارا اپنا ادارہ ہے، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ہمارے بزرگ اور محترم ہیں میرے والد صاحب رحمہ اللہ ان سے بہت محبت فرماتے تھے، ان پر ان کی بڑی شفقتیں عنایتیں اور نوازشات تھیں اور سب سے بڑھ کر مولانا سمیع الحق صاحب پر ان کا بھرپور اعتماد تھا۔

اور جس طرح ہم اس دارالحدیث ہال میں بیٹھے۔ اسی طرح ہم جلد از جلد زیر تعمیر مسجد کے ہال میں بھی بیٹھیں گے۔ ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ مسجد کی تعمیر کے لئے غیب سے مدد فرمائیں۔ (آمین)

ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کا پیغام یہ ہے کہ ناموس رسالت پر مال اپنا لٹا دیں گے سر اپنا کٹا دیں گے تم کیا سمجھتے ہو ہمیں اسلام کے دشمن! ہم تمہاری امیدوں کو مٹی میں ملا دیں گے۔

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تونہیں
دبی ہے آگ جگر کی مگر بجھی تونہیں
جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں
کٹی ہے برسر میدان مگرجھکی تونہیں

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہم کا خطاب

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ نے خطبہ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا:

میرے نہایت محترم ذی وقار، عالی قدر مہمانانِ گرامی! علماءِ کرام، مشائخ عظام، زعماءِ ملت اور فضلائے دارالعلوم حقانیہ اور دارالعلوم حقانیہ کے عزیز طالب علمو!

مولانا شیر علی شاہ کی وفات ایک المیہ ہے

وقت کم ہے اور میں تو میزبان ہوں میرے لئے بات کرنا مناسب بھی نہیں ہے، الحمدللہ! ان اکابرین نے ہر پہلو پر سیر حاصل گفتگو کی۔ حضرت مولانا شیر علی شاہ قدس سرہٗ کی وفات ایک ہمہ جہتی المیہ ہے کیونکہ جن حالات کا اُمت کو سامنا ہے اور جو چیلنجز اسلام اور عالمِ اسلام کو درپیش ہیں، ہمارے وطن پاکستان کو بھی بہت سارے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ تحفظ پاکستان کی جنگ بھی لڑنی ہے، افغانستان کے جہاد کو بھی تقویت پہنچانا ہے ان شاء اللہ، اور ہم نے شریعت مطہّرہ بھی اس ملک میں نافذ کرنی ہے، یہ بہت بڑے چیلنج ہیں۔

عالمِ کفر کا اتحاد

عالم کفر اور تمام صنادیدِ کفر سب ہمارے خلاف ایک ہوگئے ہیں، تمام اختلافات یہود ونصاریٰ، روس و امریکہ، مشرق ومغرب نے مٹا دیئے ہیں، اس ایک طبقہ کے بارے میں وہ اکٹھا ہوگئے ہیں وہ دین پر مرمٹنے والے یہ علماء مجاہدین ہیں، وہ کہتے ہیں ان کا علاج ہوجائے تو سارا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ جرنیل ان کے ساتھ ہیں، ساٹھ، ستر اسلامی ممالک کے حکمران ان کے کارندے بن گئے ہیں اور ان کے سامنے کوئی رُکاوٹ نہیں ہے سوائے ان مدرسوں کے اور طالب علموں کے۔ ان طالب علموں نے روس (سوویت یونین) کا ملیامیٹ کردیا اور امریکہ کو بھی بھاگنے پر مجبور کردیا ہے۔

قندوز کی فتح

یہ طالب علم قندوز کو فتح کررہے تھے تو مجھے کسی ساتھی نے ’’فیس بک‘‘ سے ایک ویڈیو دکھایا، جس میں ایک طالب علم تھا جسے انہوں نے سب سے برا فاتح قرار دیا، اس کے کندھے پر کلاشنکوف بھی تھی، اور میزائل بھی تھا،

مگر اس کے پاؤں میں ایک چپل تھی، دوسرے پاؤں میں چپل بھی نہیں تھی۔ یہ بے سروسامان جنہیں پلاسٹک کی چپل بھی نہیں مل رہی، دنیا کی سب سے بڑی سپر پاور کو شکست پر مجبور کر رہا ہے۔

سپر پاور صرف اللہ کی ذات ہے

انہوں نے ثابت کر دیا کہ دُنیا کی بڑی سے بڑی طاقت اللہ تعالیٰ کی طاقت کے سامنے ہیچ ہے۔ ان بے سروسامان طلبہ نے یہ جنگ نہ لڑی ہوتی تو اُمت کی ناک کٹ چکی ہوتی، پوری اُمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا نہ کرسکتی، ان لوگوں نے ثابت کیا کہ سپر پاور صرف اللہ کی ذات ہے اور دو سپر پاوروں کو شکست سے دوچار کر دیا۔

جانے والے جرنیل کے مشن کو سنبھالیں

تو ایسے حالات میں ایک معمولی طالب علم کا ہم سے جدا ہونا، ایک چھوٹے بچے جسے پٹھان ''چنڑی'' کہتے ہیں کا جدا ہونا بھی بہت بڑا المیہ اور سانحہ ہے، چہ جائیکہ ایک سپہ سالار اور جرنیل، میدانِ جنگ میں تمام ساتھیوں کو برسرِ پیکار چھوڑ کر چلا جائے۔ اس المیے کا اب ہمارے پاس ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ ہم اس مشن کو سنبھالیں، اس جرنیل کے جو اہداف اور مقاصد ہیں، ان کے ساتھ چمٹ جائیں اور ان کے حصول کی کوششیں تیز سے تیز تر کر دیں۔

نواز شریف نے بھی ان کی حمایت کی تھی

ابھی آپ نے جماعۃ الدعوۃ کے سربراہ حافظ سعید صاحب، جماعت اسلامی کے امیر سراج الحق صاحب اور دیگر حضرات سے سنا کہ ہمارے حکمران کس طرف جا رہے ہیں؟ یہ شخص (وزیر اعظم نواز شریف) ہمارے ساتھ جلسے اور جلوسوں میں جا کر شریعت اور اس کے نفاذ کی باتیں کرتا تھا اور میں نے ہی اسے آئی، جے، آئی کا صدر بنایا، اور جب میں نے شریعت بل پیش کیا تو شریعت بل کی تحریک پورے ملک میں چلائی، میرے شانہ بشانہ لاہور، کراچی، کوئٹہ اور پشاور وغیرہ کے جلسوں میں کہتا کہ جلدی ہمیں مینڈیٹ دو کہ: ''آتے ہی ہم شریعت نفاذ کر دیں گے''...... یہ ساری تقریریں موجود ہیں۔

وزیر اعظم کا لبرل ازم کا نعرہ

اب اُبامہ سے مل کر اور امریکہ سے آ کر ایک راگ الاپنا شروع کیا ہے کہ اس ملک کو ''لبرل ملک'' بنائیں گے۔ یہ ملک اسلامی ملک ہے میں نواز شریف سے مطالبہ کرتا ہوں کہ اس بات کی وضاحت کرے کہ مقصد آپ کا کیا ہے؟ کیا یہ ملک لبرل ازم کے لئے بنا تھا؟ ہندوستان سیکولرازم کا علمبردار تھا اور جبکہ وہ سیکولرازم کو چھوڑ رہے ہیں، دہشت گردی، انتہا پسندی کی طرف مودی جا رہا ہے اور تم اس طرف یوٹرن لے رہے ہو۔ اس نظام (اسلامی نظام)

کے لئے لوگوں نے قربانیاں دیں اگر یہ ملک لبرل بن گیا تو پھر اسے مودی سے کیسے بچاؤ گے؟ افغانستان میں بھی تو ہندو کے ایجنٹ بیٹھے ہوئے ہیں ان سے اس ملک کو کیسے بچاؤ گے؟ چکی کے دو پاٹوں میں ہم پس رہے ہیں اور تم جہاد کی مخالفت کر رہے ہو، اور ملک کو لبرل اور سیکولر بنانے کی بات کرتے ہو، یہ غداری ہے۔

وزیراعظم پر مقدمہ چلایا جائے

میں سپریم کورٹ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ اس پر سوموٹو ایکشن لے، اور آئین کے تحت وزیراعظم پر مقدمہ چلایا جائے، اس نے پاکستان کی اساس پر کلہاڑی ماری ہے، اس کو اس ملک کے وزیراعظم رہنے کا حق نہیں ہے جب تک ٹی وی پر آ کر علی الاعلان معافی نہ مانگے اور اس بات سے رجوع نہ کرے، میاں صاحب! تمہاری سات پشتیں باپ دادا بھی قبروں سے نکل کر آجائیں تب بھی اس ملک کو لبرل نہیں بنا سکیں گے۔ (زوردار نعرے لگے)

تم نے اخبارات میں مجاہدین کے اشتہارات بند کرادیئے، مدرسوں پر قربانی کی کھالیں بند کردیں اور امریکہ سے واپس یہاں آ کر اب نئے نئے راگ الاپنا شروع کر دیا تا کہ اُبامہ خوش ہوجائے، اُبامہ اس سے خوش نہیں ہوگا۔

اُبامہ کا اعتراف

اُبامہ تو تم سے اچھا ہے اس نے اعتراف کیا اور کہا کہ ہم نے کابل پر جو حملہ کیا تھا غلط کیا تھا، طالبانِ افغانستان دہشت گرد نہیں تھے، وہ ملک کی آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے۔ اوبامہ نے رجوع کرلیا اور اوبامہ نے کہا کہ طالبان سے مذاکرات کئے جائیں، ابھی اس نے کہا: مسئلے کا حل جنگ نہیں ہے مسئلے کا حل مذاکرات ہیں اور پاکستان کو کہا کہ ہر حالت میں مذاکرات اختیار کرو، اور یہ آسان سہارا ہے۔ اور ہمارے حکمران ان کا قبلہ وکعبہ بدل گیا ہے مگر یہ مقابلہ ہم نے کرنا ہے، یہ ہمیں کرنا پڑے گا، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں والے تو پہلے ہی امریکہ اور مغربی تہذیب کے غلام ہیں، یہ اس ملک کو نہیں بچا سکیں گے، یہ ٹی وی چینل آپ کا ملک نہیں بچا سکیں گے، اللہ نہ کرے جب مودی میدان میں آئے تو پھر اس کا مقابلہ جہاد سے کرنا پڑے گا آپ (حکمران) گھر میں بیٹھیں گے یا بھاگ کر چلے جائیں گے، امریکہ چلے جائیں گے۔

علماء ملک کے محافظ ہیں

اس ملک کے تحفظ کے لئے ہم ہیں، یہ طالب علم ہیں، یہ علماء اور یہ مجاہدین اس ملک کے بچانے والے ثابت ہوں گے۔ آپ کو اس ملک سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، آپ نے تو باری لگائی ہوئی ہے، اقتدار میں آ کر اس ملک کا خزانہ لوٹ لیتے ہو، غریب کا نوالہ چھین لیتے ہو، اور سب کچھ امریکہ لے جاتے ہو۔

بہرحال! مولانا شیر علی شاہؒ جیسے جرنیل کا جانا بڑا المیہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے دین کا حافظ اور ناصر ہے

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا(الاحزاب :۲۳) (انہی ایمان والوں میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا، اُسے سچا کر دِکھایا، پھر اُن میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنا نذرانہ پورا کردیا، اور کچھ وہ ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں، اور اُنہوں نے (اپنے ارادوں میں) ذرا سی بھی تبدیلی نہیں کی) ان شاء اللہ ہم اور آپ مَّنْ يَّنْتَظِرُ والے ہیں وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ہم اپنے مشن کو تبدیل نہیں کریں گے۔

حقانی نیٹ ورک

میں آپ حضرات کا انتہائی شکرگزار ہوں، حقانی فضلاء اور مہمانوں کا بھی، ابھی حافظ (سعید) صاحب نے آپ سے کہا کہ: ''حقانی نیٹ ورک'' حقانیہ ایک ادارہ نہیں ایک تحریک ہے۔ یمن سے مولانا عبدالمجید زندانی یہاں تشریف لائے تھے بہت بڑے عالم ہیں اور مجاہد ہیں، افغانستان بھی آئے، ''حقانی'' نام سنا تھا، تو اس نے سمجھا کہ یہ کوئی قبیلہ ہوگا ''یوسفزئی'' وغیرہ کی طرح تو جب اسے پتہ چلا تو دارالعلوم تشریف لائے، اتفاق سے اس دن طلبۂ دورۂ حدیث کی دستاربندی کی تقریب تھی۔

''حقانی'' تو ایک پگڑی ہے

اس نے اپنی تقریر میں کہا کہ اس پگڑی کا ایک سرا حقانی فاضل کے سر پر ہے جب کہ دوسرا سٹالن گریٹ اور پینٹا گون کی بڑی بری عمارتوں پر ہے، جب طالب علم سر ہلاتا ہے تو اس سے ایک عمارت گرجاتی ہے۔ اس نے کہا کہ ''حقانی'' یہ تو ایک پگڑی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ''حقانی'' کہنے پر فخر کرو، حقانیہ کا ایک حقانی جرنیل مولانا سید شیر علی شاہؒ چلا گیا وہ حقانیہ کے اوّلین جرنیل تھے، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ جب دارالعلوم حقانیہ دیوبند سے واپس تشریف لائے تو مولانا شیر علی شاہؒ نے ان سے کافیہ، نفحۃ العرب وغیرہ کتابیں پڑھنا شروع کیں۔

حقانی جرنیل نے امریکی صدر کو اسلام کی دعوت دی

اسی طرح مولانا یونس خالص بھی حقانی جرنیل تھا جس نے وائٹ ہاؤس میں امریکہ کے صدر ریگن سے ملاقات کی، سب سے پہلے یہ کہا: اسلم تسلم انہیں اسلام کی دعوت دی یہ لوگ دہشت گرد نہیں تھے یہ ہیرو تھے، اسامہ بن لادن دہشت گرد نہیں تھا اسامہ ہیرو تھا۔ حقانیہ ان شاء اللہ قائم و دائم رہے گا۔ حضرت مولانا سید شیر علی شاہؒ کے ہم سب پر اور دارالعلوم حقانیہ پر احسانات ہیں، آپ سب ان کے غم اور تعزیت میں اکھٹے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے سے اظہارِ تعزیت کریں اور مولاناؒ کے لئے ایصالِ ثواب بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا آنا ہمارے

لئے، دارالعلوم کے لئے اور دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ کے لئے خیر وبرکت کا ذریعہ بنائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مطلع الانوار مدظلہم (فاضل دارالعلوم دیوبند)

شیخ الحدیث حضرت مولنا محمد مطلع الانوار صاحب نے اختتامی دعا فرمائی دعائیہ کلمات میں آپ نے مولانا شیر علی شاہ صاحب المدنی رحمہ اللہ کے علمی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالیٰ مولانا شیر علی شاہ کا نعم البدل امت کو اور بالخصوص دارالعلوم حقانیہ کو نصیب فرمائیں اوران کے جانے سے جو خلا پیدا ہوئی ہے اسے پُر فرمائیں۔

میرے دوستو! مولانا شیر علی شاہ صاحب چلے گئے لیکن ان کا مشن زندہ ہے۔ان کا مشن یہ تھا کہ اس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ہو۔ ع سردست بر جریدۂ عالم دوام ما

ان کا مشن زندہ ہوگا تو مولانا شیر علی شاہ صاحب بھی ہمیشہ کے لئے زندہ ہوں گے میرے بھائیوں! اس ملک میں امن اسلامی قانون کے علاوہ اورکسی بھی قانون سے نہیں آسکتا۔اس کے لئے کوششیں کرو یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے۔ یہ روزے تو ہم انگریزوں کی حکومت میں بھی رکھتے۔نمازیں بھی پڑھتے لوگ حج کے لئے بھی جاتے اورزکوۃ بھی ادا کرتے یہ سب کچھ ہوتا تھا۔تو آخر پاکستان بننے کا مقصد کیا تھا؟

ہندوستان میں مسلمان اور پاکستان میں اسلام کو خطرہ ہے

ایک ہندوستانی سے کسی نے پوچھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہندوستان میں مسلمان کو خطرہ ہے اور پاکستان میں اسلام کو خطرہ ہے۔ اس وجہ سے کوشش یہ کریں کہ ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نے جو مشن چھوڑا ہے اس پر ثابت قدم رہیں اوراسے زندہ رکھیں۔اس ملک میں دونظریے ہیں اورادارے بھی دوقسم کے ہیں ایک دین داری کا اوردوسرا دنیا داری کا، یہ سکول وکالج یہ دنیا داری کیلئے ہیں اور جتنی بھی خرابیاں ہیں ساری وہی سے ہیں۔ جب تک اس ملک سے لارڈ میکالے کر یہ طریقہ تعلیم ختم نہیں ہوگا یہ ساری خرابیاں رہیں گی۔

مدارس دینیہ دین داری سکھاتے ہیں حب الوطنی کا درس دیتے ہیں یہ علم کے مراکز ہیں۔اب آپ کی مرضی کہ اپنے بچے کو دینی تعلیم دیتے ہو یا دنیوی۔ دونوں کے نتائج آپ کے سامنے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی مغفرت فرمائیں اوردارالعلوم حقانیہ کو قائم ودائم رکھے اوراس کے مہتممین ومنتظمین بالخصوص مولانا سمیع الحق صاحب کو جزائے خیر سے نوازے۔‘‘

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
ضبط وترتیب: ابورغدہ اسامہ سمیع

مولانا شیر علی شاہ صاحب ایک علمی شخصیت

جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں شیخ کی وفات پر تعزیتی بیان

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والصلوٰة والسلام علىٰ اشرف الانبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد فقد قال رسول الله اذا مات ابن آدم انقطع عنه العمل الا عن ثلاث وذكر من هذه الثلاث او علم ينتفع به

قابل صد احترام اساتذہ کرام علماء کرام اور میرے عزیز طلبہ علماء طلباء ایک ہی برادری ہے میں معذرت چاہتا ہوں (پشتو نہ رازی) تو ہم ایک ہی برادری ہیں کسی عالم کا دنیا سے چلا جانا یہ پورے علماء برادری کیلئے اور طلباء کیلئے بہت بڑا صدمہ ہے، انا لله وانا اليه راجعون حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ بہت بڑی علمی شخصیت تھی اور ظاہر بات ہے کہ انکی اپنی زندگی میں ہزاروں طلباء ان سے پڑھ کر آج علمی میدانوں میں دین کے میدانوں کیلئے کام کررہے ہیں تو یہ سارا ان کا صدقہ جاریہ ہے اسلئے عالم مرتا نہیں یا ایسا نیک انسان جس کی اولاد نیک ہے وہ کبھی مرتا نہیں ہے انکے شاگرد اور ان کی نیک اولاد جب دین کا کام کرتی ہیں دین کو پھیلاتے ہیں تو ان کی یاد تازہ ہوتی ہے انکے اعمال نامہ میں یہ سب کچھ لکھا جاتا ہے ہمارے ہاں بہر حال ایک مسئلہ ہے کہ مرحومین کیلئے جب ہم دعا کرتے ہیں ایصال ثواب کرتے ہیں تو یہ ان کو پہنچتا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

ابواللیث سمرقندیؒ کا تذکرہ

ہمارے ہاں ایک بڑے فقیہ گزرے ہیں فقیہ ابواللیث سمرقند میں وہ رہتے تھے اور وہی انکا مقبرہ بھی ہے کیونکہ یہ علاقے ہمارے فقہاء کے مراکز رہے ہیں تو اللہ نے ایک دفعہ ہمیں وہاں پہنچا دیا اور وہاں کی جو بڑی مسجد کے جو امام تھے انہوں نے بعض بڑے افسوسناک واقعات بھی سنائے اور من جملہ انکا یہ تھا کہ جس جگہ وہ مسجد تھی یہ ساری اس کمیونسٹ دور میں سینما بنا ہوا تھا اور سینما کے اشتہار اور تصاویر ہر جگہ لگی ہوئی تھی کہنے لگے کہ جب آزادی ملی تو میں نے خود اس کو رگڑ رگڑ کر صاف کیا اور پھر اسکو رنگ کیا ہے۔

پھر وہ ہمیں مقبرہ میں لے گئے وہاں پر فقیہ ابواللیثؒ کا قبر ہے تو کہنے لگے کہ یہ ہمارے وہ بزرگ ہیں جو

زندگی میں کہتے تھے کہ کوئی ثواب نہیں پہنچتا مرنے سے پہلے ان کا فتویٰ یہ تھا کہ ثواب نہیں پہنچتا جب فوت ہوگئے ،فوت ہونے کے بعد شاگرد اور مخلصین انکے لئے دعا اور ایصال ثواب کر رہے ہیں تو کسی نے خواب میں ان کو دیکھا اور عرض کیا شیخ کہ اب بتائیں کہ ثواب پہنچتا ہے کہ نہیں کہنے لگے پہنچتا ہے پہنچتا ہے تو وہ کہنے لگے کہ زندگی میں ان کا یہ فتویٰ تھا اور مرنے کے بعد انہوں نے یہ فتویٰ دیا ہے تو بہر حال یہ ہم سب کیلئے صدمہ ہے، ایک عالم کا دنیا سے جانا پورے عالَم کا جانا ہے لیکن بہر حال اللہ تعالیٰ کا ایک قانون ہے جس پر ہمیں رضامندی کا اظہار کرنا چاہئے اس پوری کائنات میں اللہ کا حکم چل رہا ہے تکوینیات کا بھی اسی کی ہاں سب کچھ چل رہا ہے، اسلئے مؤمن کا کام یہ ہے کہ وہ رضا بالقضا ہو۔

صدمہ پر اجر

حضرت تھانویؒ نے ایک عجیب بات فرمائی ہے کہ جب کوئی صدمہ پہنچے تو اسکو ہلکا کرنے کیلئے ایک نسخہ بتا تا ہوں بلکہ ایک جگہ تو عجیب فرمایا ایک لاکھ کا نسخہ بتا تا ہوں اور فرمایا کہ تم یہ سمجھ لو کہ اس پر اجر ملتا ہے کوئی تکلیف پہنچے تو سمجھ لو کہ اس پر اجر ملتا ہے تو آپکا وہ صدمہ کم ہو جائے گا تو بھائی اگر ایک مؤمن کو کانٹا چبھ جاتا ہے تو اس سے ایک گناہ معاف ہوتا ہے ایک نیکی لکھی جاتی ہے تو جہاں اتنا بڑا صدمہ ہو تو وہاں اتنا بڑا اجر وثواب ہوگا۔

عارضی فراق، دائمی رفاقت

یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ہمارے شیخ حضرت بنوریؒ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت ہمارا کیا حال تھا لیکن بہر حال اسلئے مؤمن کی شان یہی ہے کہ جب بھی مصیبت آئے تو انا للّٰه وانا الیه راجعون کہے، اسلئے کہ یہ عارضی جدائی ہے اور ان شاء اللہ اپنے فضل سے اگر جنت میں سب کو پہنچا دیا تو وہاں پر کبھی جدائی نہیں ہوگی اور یہ بھی ہے اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا کیے ہیں جنت کیلئے بھی ألمرء مع من أحب جس کو جس سے محبت ہے اسی کے ساتھ اسکا حشر ہوگا کہ جن کو علماء سے محبت ہے صالحین کے ساتھ محبت ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہے خلفائے راشدین سے محبت ہے اولیاء اللہ سے محبت ہے تو انشاء اللہ انہی کے جھنڈے میں انکا حشر ہوگا المرء مع من أحب ان شاء الله یہ عارضی جدائی ہے

مومن کا حقیقی گھر

اسلئے ایک بزرگ کا عجیب واقعہ ہے ان کا آخری وقت تھا تو انکی زبان سے عجیب ایک شعر نکلا کہ لوگ کہتے ہیں فلانا مر گیا نہیں بھائی مرا نہیں بھئی وہ تو اپنے گھر گیا بہر حال اصلی گھر تو ہی ہے اللہ نے جو تیار کیا ہے مؤمن کیلئے جنت۔

تو ہر آدمی اپنے گھر جاتا ہے یہ تو عارضی ہے یہ تو سٹاپ ہے تھوڑی دیر آپ رکے اور پھر آگے چل دیئے تو قبر بھی سٹاپ ہے، آگے حشر بھی ہے، تو اصل جو جگہ ہے تو وہ وہی جنت ہے انشاء اللہ یہ بزرگ جنہوں نے اپنی زندگیاں دین کی خدمت کیلئے گزاری قال اللہ اور قال الرسول کیلئے گزاری ان کو دیکھ کر اللہ یاد آتا تھا جن کو دیکھ کر انسان کے اعمال میں رغبت پیدا ہوتی تھی آج ان شاء اللہ کے ہاں ان کے ساتھ معاملہ بھی بہت اچھا ہوگا۔

اجازتِ حدیث

تو بھائی آپ کا حکم ہے اور اتنے بڑے بڑے اساتذہ سے آپ نے حدیث بھی پڑھی اور ان سے نسبت بھی ہے اور رغبت بھی ہے تو میں بھی آپکو حدیث کی اجازت دیتا ہوں حدیث کی جو میری اسناد ہیں ان میں سب سے اعلیٰ سند ہے جس میں میرے اور حضرت شیخ الہندؒ کے درمیان ایک واسطہ ہے اور وہ ہمارے شیخ ہیں اسی علاقے کے حضرت مولانا عبدالحق نافع کا کاخیل انکو براہ راست حضرت شیخ الہندؒ سے اجازت حاصل ہے۔ان کے بڑے بھائی تھے مولانا عزیر گل صاحبؒ جو شیخ الہندؒ کے ساتھ مالٹا میں جیل میں اکھٹے رہے اور اسی مناسبت سے کہوں گا۔

اساتذہ کی خدمت

کہ استاد کی خدمت سے علم ملتا ہے جی ہاں یہ وہ لوگ ہیں حضرت مدنیؒ حضرت عزیر گل صاحبؒ اور چند ایک اور حضرات تھے کہ انگریز نے حضرت شیخ الہند کو مالٹا بھیج دیا مالٹا یورپ کا ایک چھوٹا سا ملک ہے اللہ نے ہمیں بھی وہاں پہنچادیا دیکھا ہم نے، سردیوں میں بہت سردی ہوتی ہے اور یہ کیا کرتے ؟اپنے استاد کیلئے سحری کے وقت لکڑیاں جلائی پانی گرم کرکے پیش کردیتے تھے کہ تہجد پڑھ کر وضو کریں گے جب انگریز کو پتہ چلا کہ یہ تو پانی گرم کرکے دیتے ہیں تو اس کمبخت نے لکڑیاں بند کردیں تو اب کیا ہوا کہ وہ جو چراغ جلتا تھا اس وقت بجلی وغیرہ نہیں تھی تو عشاء کے بعد وہ کوزہ لیکر پانی لیکر جو چھوٹا سا چراغ جلتا تھا اس کے پاس رکھ دیتے تو سحری تک یہ ہوتا کہ اسکی ٹھنڈک ختم ہوجاتی پھر پیش کرتے حضرت کو جب ان کم بختوں کو پتہ چلا تو انہوں نے چراغ جلانا بھی بند کردیا تو پھر کیا ہوتا تھا حضرت مدنیؒ عشاء کے بعد اس کوزے کو اپنے پیٹ سے باندھ کر یوں بیٹھ جاتے اب یہ ہوتا کہ سحری تک مشکل سے اسکی ٹھنڈک کم ہوجاتی تھی پھر پیش کردیتے تھے ،تو حضرت شیخ الہندؒ جب واپس دیوبند میں تشریف لائے تو انکی گھر والی بھی کافی بزرگ خاتون تھی تو ان سے کہا کہ انہوں نے میری بہت خدمت کی ہے خاص طور پر حضرت مدنیؒ کے بارے میں کہ انہوں نے میری بہت خدمت کی ہے تو سن کر کہنے لگی کہ میرا جی تو چاہتا ہے کہ میں ان کو پیار کروں فرمایا کہ اس سے تو شریعت مانع ہے پردے کا مسئلہ ہے نا لیکن سوچے گے کوئی تدبیر نکال لیں گے کہتے ہیں چند دنوں کے بعد حضرت کو بلایا اپنے گھر میں حضرت مدنیؒ کمرے میں بٹھایا اور اوپر چادر ڈال دی اور پھر اماں جان کو بلایا انہوں نے آکر سر پر ہاتھ رکھ کر پیار کیا اور چلی گئی اپنے شیخ کے ساتھ یہ حالت تھی آج ہم تصور نہیں کرسکتے کہ

میرے عزیز طلبہ یاد رکھئے ، باادب بانصیب بے ادب بے نصیب، ادب سے علم ملتا ہے استاد کا ادب کتابوں کا ادب تپائیوں کا ادب جو خدمت کرنے والے ہیں آپ کے جامعہ کے جو خادم ہیں ان کے ساتھ بھی احترام سے پیش آنا چاہئے کیونکہ وہ ہماری خدمت کررہے ہیں ادب اور تقویٰ واتقوااللّٰہ ویعلمکم اللّٰہ تقویٰ اختیار کروگے اللہ علم دے گا ،اور ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ ہر نماز کے بعد اپنے لئے اپنے ساتھیوں کیلئے اپنے جماعت کے ساتھیوں کیلئے پوری امت کیلئے دعا بھی کرنی چاہئے تو انشاء اللہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا اللہ آپکو علم دے گا۔

حضرت تھانویؒ کا مختصر منہج

حضرت تھانویؒ نے طلباء کیلئے ایک مختصر منہج فرمایا ہے کہ رات کو سبق دیکھ لیا کرو جو تم صبح پڑھو گے دوسرا جب صبح درس میں بیٹھو تو توجہ کے ساتھ بیٹھو اور تیسرا اس کا ایک بار تکرار کرلو زندگی میں کبھی بھی سبق نہیں بھولو گے تو بہر حال یہ چیزیں وہ ہیں جو طلباء کیلئے مفید ہیں

ہمیشہ باوضو رہیں

اس کے ساتھ ساتھ آپ کوشش یہ کریں کہ ہمیشہ آپ باوضو رہیں۔

طہارت چوں بہاری طہارتِ ظاہر　　　باطنت نیز حق کند طاہر

ظاہری پاکی لاؤ گے تو اللہ تعالیٰ اندر سے بھی پاک کردیگا کوشش یہ کریں ہر وقت آپ وضو میں رہیں جہاں ضرورت پڑی دوبارہ تازہ کرلو بھائی میں اپنے ہاں بھی طلباء کو یہ نسخہ بتایا کرتا ہوں وہ اسلئے کہ ہر وقت وضو میں رہے وہ یہ کہ کھانے میں تھوڑی سی کمی کردو بھائی ماشاء اللہ عموما مدارس کے اندر کوئی پابندی نہیں ہوتی کہ جتنا کھا سکتے ہو کھاو بھئی لیکن انسان کو اپنے نفس پر کنٹرول کرنا چاہئے جو بندہ دو روٹی کھاتا ہے وہ ایک کھاؤ اور جو بندہ ایک کھاتا ہے وہ ڈیڑھ کھاؤ ھلم جراً آپ کھانا کم کھائیں گے تو آپ کا وضو دیر تک رہے گا۔

اکوڑہ خٹک میں حاضری کا مقصد

ہم اس مناسبت سے حاضر ہوئے تھے کہ حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ انکی وفات ہم سب کیلئے ایک شدید صدمہ ہے لیکن اب ہم پر ان کے حقوق یہ ہیں کہ ان کے جانے کے بعد ان کے لئے دعا اور ایصال ثواب کریں انشاء اللہ ان کی روح بھی خوش ہوگی اور اسکے اثرات دعا مانگنے والوں پر بھی پڑیں گے دتو درجہ سابعہ اور تمام اساتذہ کو بھی اجازت ہے حالانکہ میں تو اسکے قابل نہیں ہوں۔

یہ نئی مسجد بھی بن رہی ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے بھی اسباب غیب سے پیدا کرے اور جلد پایہ تکمیل ہو اور اللہ کرے دوبارہ آنا ہو تو اس مسجد میں نماز پڑھیں اور وہی پر ہمارا اجتماع ہو۔

ابو رغدہ

ضبط وترتیب: محمد اسامہ سمیع

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کا دارالحدیث میں مختصر بیان

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان، وفاق کے ایک بڑے وفد کے ہمراہ تشریف لائے، حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے دفتر اہتمام میں شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ کی وفات پر تعزیت کی اور زیر تعمیر ''جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ'' میں بطور تبرک ایک اینٹ بھی رکھی۔ (ادارہ)

میں آپ کو بہت عجیب واقعات سناتا لیکن میں بولنے پر قادر نہیں اللہ تعالیٰ آپکو دین کی خدمت کیلئے قبول فرمائے آمین اللہ آپ کی تمام شرور وآفات سے حفاظت فرمائے اور میری درخواست ہے کہ آپ اپنے ادارے سے محبت وتعلق اختیار کریں اسباق میں مشغول رہیں اور کمزوری ظاہر نہ ہونے دیں آپکے ادارے کے بہت سے امتیازات ہیں آپ انکی حفاظت کریں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق کی درخواست پر شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے دورہ حدیث کے طلبہ اور حاضر طلباء کو اجازت حدیث سے بھی نوازا۔

ضبط وترتیب: ابورغدہ
شیخ محمد سعد الدوسری
مدیر مکتب الدعوہ اسلام آباد

کلمة التعازی بموت الشیخ الفاضل
الدکتور شیر علی شاہ المدنیؒ

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستھدیہ ونستغفرہ ونتوب الیہ ونعوذباللّٰہ من شرور أنفسناومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ بلغ الوسادة وادی الامانة وجاھد فی اللہ حق جھادہ حتی اتاہ الیقین علیہ الصلاة والسلام أما بعد صاحب المعالی والفضیلة الشیخ سمیع الحق صاحب المعالی فضیلة الشیخ روح اللّٰہ محمد عمر اصحاب الفضیلة العلماء أحبتی الکرام فی دار الحدیث المبارکة أحییکم بتحیة الاسلام الخالدة تحیة أھل الجنة تحیتھم یوم یرضونہ سلام ، السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ
جئتکم وزملائی الکرام من اسلام آباد جئنا تقدیراً وتکریماً لفضیلة الشیخ سمیع الحق وأبناء وأبناء إخوان الکریم وطلبة العلم فی ھذہ الجامعة المبارکة وجئنا محبة وتقدیراً ومؤدة لکم وجئنا وأنشاء اللہ لتکرر الزیاراة جئنا بنقد تعازینا جمیعا امر تعازی الغربیة بموت العالم الفاضل عالم المجاھد ھوفضیلة الشیخ الدکتور شیر علی شاہ شیخ الحدیث فی ھذہ الجامعة المبارکة فنعزیکم جمیعاً والعزا للجمیع نعزی أنفسنا ونعزیکم فوفات الشیخ رحمہ اللہ فقد للأمة لیس فی ھذہ الجامعة فقط ولا فی باکستان بل ھوعالم العلماء والأمة الاسلامیة فنقول لکم لفضیلة الشیخ (أحسن غزاکم)وللجمیع غزنا اللہ أجرکم وأحسن غزاکم وللہ مأأخذولہ ما أعطی وکل شیئی عندہ فی أجل مسمی ولنصبرجمیعا ولنعتصم ولا نقول إلا ما یعزی ربنا سبحانہ وتعالیٰ نقول إنا للہ وإنا إلیہ راجعون، وندعوا فضیلة الشیخ رحمہ اللہ جمیعاً نقول اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافیہ واعف عنہ واکرم نزلا ووسع مدخلا وأغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الذنوب والخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وجازہ بالحسنات إحسانا وبالسیأت عفوة وغفرانا اللھم أبدلہ داراً خیراً من دار،وأھلاً خیراً من أھلہ وجعلہ وأسکنہ فردوس الاعلیٰ

فی الجنة یارب العالمین وعود أمة خیراً فی فقدان لأن فقد العالم نقص فی هذه الحیاة لانه العالم نوره کالنور لهم وکالسراج المنیرللأمة فی هذه الحیاة فرحمه اللّٰه فضیلة الشیخ عرفنا الدکتور شیر علی شاه عرفناه وعالماً فاضلا وناصحاً یتصل بنادائماً ویسئل ، ویفسح ویقدم النصحائح المفیدة فی المجالس الدعوةموجهاً والتعلیم وعُرف فی میدان الدعوة وعرف فی میدان الجهاد وعرف فی میدان التعلیم رحمه اللّٰه رحمة واسعة وبارك الله فی اولاده وفی علمه وللّٰه الحمد نرغب هذه الوجوه النیرة الخیرة اتی تزعج صدورنا وبقید قلوبنا النقی بهذه الوجوه النیرة المضیئة اللتی تقرأ وستعلم کتاب الله وسنة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وان انصحکم أیها الأحبة لا تنسوا المشائخ الفضلاء من یعنی دعاء کم لهم فضیلة الشیخ زعم خیر سمیع الحق عرفناه قبل أن نأتی هذا البلد ووالده قبل أسس هذا صفح العلمی هذه الجامعة الحقانیه المبارکة اللتی خرج العلماء الأفاضل ولا یرید ولدونکم الا الدعا رحمه اللّٰه والد الشیخ جز اللّٰه خیر اعلیٰ جهوده اللتی یطیر وها بتدریس تدریس الکتاب والسنة فاذعواللّٰه أن یغفرلوالد الشیخ ویسکن الجنة ویبارك فی عمر الشیخ وعملاً یجزی خیر الجزاء علی جهوده المبارکة ویصلح علیٰ اولاده ویرفع بهذه الوجود الطول هذا لا تتعلمون القرآن والسنة وتتعلمون العلم الشرعی والناس فی هذه لاتوجیهاتکم ولی نشر العلوم الفاضلةلان هذه الیٰ نصاحتکم ایها الاحبته وما تکون به الآن تتعلمون طلب العلم التوفی روض من ریاض الجنة تتعلمون العلم وتقومون بالدعوة إلیه وتعلمون الناس الخیر والفضیلة فاد ع اللّٰه ان یوفقکم وان یحفظکم وایتاء الکثیر فی الجمیع وان یجعل عملنا وعملکم خالصا للوجه اللّٰه الکریم وانشاء اللّٰه نزور فی غیر هذه أیضا المناسبات غازماً فی مشیة اللّٰه تعالیٰ بأننا نسعد وتصور قلوبنا لما نرتقی بمثل هذه الوجود الخیر والشیخ رحمه اللّٰه لما کان عنده محبة وتقدیر له دائما ونتواصل عن نحب من العلماء الافاضل وتربت العلماء المملکة روابط أخویة زاره أئمة الحرمین فضیلة الشیخ محمد بن السبیل رحمه اللّٰه الدکتور عبداللّٰه الترکی الدکتور عبداللّٰه النصیر فالشیخ صالح بن عبدالله بن حمید وغیرهم من علماء الاجداء هذه الجامعة المعروفة ولها دور وفضیلة الشیخ معروف ایضا لدی العامة والخاصه وللّٰه والحمد لنسئل الله تعالیٰ بارك فی علمه وعمله ویجزیه خیرا الجزاء فالان حقیقتها سعیدة جدا بلقائکم فی هذه الدرس المبارکة والله یزید ولنسأل اللّٰه تعالیٰ یزیدکم علماً وان یوفقکم وأن یحفظکم ویبارك فیکم ویجعلکم هداة المهتدین وصلی اللّٰه علیٰ نبینا محمد صلی اللّٰه علیه وسلم وعلیٰ آله واصحابه أجمعین ۔

مولانا حزب اللہ جان

متعلم دورہ حدیث جامعہ حقانیہ

اہم وفود وشخصیات کی دارالعلوم آمد
بسلسلہ ءتعزیت شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہؒ

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کی وفات پر ملک بھر سے اہم سیاسی اور مذہبی قائدین نے دارالعلوم حقانیہ آ کر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ ومولانا انوار الحق مدظلہ اور اساتذہ کرام وطلباء کرام سے تعزیت کیلئے آنے والوں کا سلسلہ جاری ہے ۔اس کے علاوہ بہت سی اہم شخصیات تعزیتی ریفرنس میں بھی تشریف لائیں۔ان میں سے چند اہم شخصیات کے نام درج ذیل ہیں:

صدر وفاق المدارس شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان ،امیر عالمی مجلس ختم نبوت مولانا عبدالرزاق اسکندر،امیر جمعیۃ علماء اسلام مولانا فضل الرحمٰن،چیئرمین پاکستان تحریک انصاف جناب عمران خان، جناب نعیم الحق ایڈوکیٹ ،صوبائی وزیر شاہ فرمان ،صوبائی وزیر اشتیاق اُرمڑ،جناب شاہرام خان ترکئی صوبائی وزیر کے پی کے ،سابق وزیرداخلہ جناب آفتاب احمد خان شیر پاؤ،جناب وزیراعلیٰ پرویز خٹک، پیرزادہ شمس الامین،مولانا عبدالمالک منصورہ،مسلم لیگ ن کے پیرصابرشاہ،خواجہ خلیل احمد جانشین خواجہ خان محمد صاحب مرحوم،خواجہ مولانا عبدالماجد صدیقی خانیوال، ڈپٹی چیئرمین سینٹ مولانا عبدالغفور حیدری، ، امیر جماعۃ الدعوۃ حافظ محمد سعید،سربراہ جماعت اہل سنت مولانا محمد احمد لدھیانوی، حامدمیر اسلام آباد، رحیم اللہ یوسفزئی پشاور،مولانا الیاس گھمن ،شیخ الحدیث مولانا مفتی حمید اللہ جان،مولانا قاضی محمد نسیم کلاچی،مولانا قاضی نصیرالدین کلاچی،مولانا انوارالحق کوئٹہ، مولانا فضل الرحمٰن درخواستی،مولانا محمد امجد خان لاہور،مولانا نورالحق قادری سابق ایم این اے،مولانا عبدالجبار ناصر،مولانا سید عبداللہ شاہ مظہر،مفتی منصور احمد، ناظم وفاق المدارس قاری محمد حنیف جالندھری،مولانا طاہر اشرفی علماءکونسل لاہور،مولانا زاہد محمود قاسمی فیصل آباد، امیر جماعت اسلامی جناب سراج الحق ، جناب لیاقت بلوچ، امیر انصار الامۃ مولانا فضل الرحمٰن خلیل، میجر عامر،مولانا محمد طیب طاہری،چیئرمین شیخ زائد اسلامک سنٹر پشاور ڈاکٹر دوست محمد خان ،مولانا پیرعزیز الرحمٰن ہزاروی حقانی،مکتب الدعوۃ سعودی عرب کے شیخ محمد سعد الدوسری،جنرل حمید گل مرحوم کے صاحبزادے عبداللہ گل ،ترکی کے نائب سفیر جناب یاسین ، پاکستان شریعت کونسل کے سربراہ

مولانا فداء الرحمٰن درخواستی، مولانا زاہد الراشدی، جناب منور حسن، سابق امیر جماعت اسلامی، جمعیۃ علماء اسلام ف کے مرکزی رہنما حافظ حسین احمد، مولانا قاری محمد عثمان کراچی، مولانا میاں محمد اجمل قادری کے صاحبزادے مولانا احمد علی ثانی، جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے مہتمم مولانا محمد طیب، ممبر قومی اسمبلی مولانا گوہر شاہ، مولانا غلام صادق، جماعت اسلامی کے پروفیسر محمد ابراہیم، شبیر احمد خان، اور صوبائی امیر مشتاق احمد خان، جماعت الدعوۃ کے قاری یعقوب شیخ، مولانا اصلاح الدین حقانی لکی مروت، مفتی غلام الرحمٰن، مولانا قاری عبداللہ بنوں، مفتی عبدالرحیم مہتمم جامعہ الرشید، مولانا سید عدنان کاکا خیل، مولانا مفتی محمد رویس خان آزاد کشمیر، مولانا محمد اسحاق خان مدنی، مولانا محمود الحسن اشرف آزاد کشمیر، حافظ محمد ایوب خان ڈسکوی، قاری عبدالمنان انور کراچی، مولانا مفتی ابرار، مولانا سعید عبدالرزاق، مولانا عصمت اللہ، مولانا منظور احمد مینگل، مولانا اشرف علی راولپنڈی، مولانا قاری عتیق الرحمٰن، مولانا عبدالمعبود، پروفیسر مولانا اسلم نقشبندی، ڈپٹی کمشنر حاجی اشرف علی مروت، مولانا عبدالخالق ہزاروی اسلام آباد، پروفیسر قبلہ ایاز، مولانا مطلع الانوار فاضل دیوبند، مولانا امداد اللہ یوسفزئی جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن، عالمی تحفظ ختم نبوت کے امیر مولانا عبدالحفیظ مکی، اقراء روضۃ الاطفال کے نگران مفتی خالد محمود اور جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مدرس اور ماہنامہ بینات کے مدیر مولانا اعجاز مصطفیٰ، مولانا مفتی محمد جمیل شہید کے فرزند مولانا محمد سلمان، مولانا محمد مکی جبکہ شمالی اور جنوبی وزیرستان کے گرینڈ جرگہ کے ۴۰ ممبران تعزیت کیلئے تشریف لائے۔

تعزیتی مکاتیب

شمع محفل بجھ گئی باقی ہے پروانوں کی خاک
اب نہ تڑپے گی کبھی محفل میں دیوانوں کی خاک

امیر المومنین ملا اختر منصور

داسلامی نړۍ دنومیالی عالم شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا ډاکټر شیر علی شاه رحمه الله د وفات په اړه د اسلامی امارت د تسلیت پیغام

په ډیره خواشنئی سره مو خبر ترلاسه کړ چی داسلامی علومو ستر خدمت گار شیخ القرآن والحدیث د زرگونو طالب العلمانو استاد او مجاهدینو حمایت کونکی حضرت مولانا ډاکټر شیر علی شاه رحمه الله له دی فانی نړۍ سخه دبقا دار ته انتقال وکړ۔إنالله وإنا إلیه راجعون

دشیخ صاحب رحمه الله وفات په عامه توگه داسلامی نړۍ دمسلمانانو لپاره او په خاصه توگه دعلم دعوت او جهاد دډگرونو ته لوی او نه جبرانیدونکی زیان دی۔

مرحوم شیخ صاحب رحمه الله د خپل له فیض سخه ډك عمر وروستی سلگی نه تنها داچی د قرآن کریم نبوی احادیث د تدریس مسند دعوت منبر او جهاد تائید،او اصلاح خپله دینی دنده بلله بلکه په دی ټولو برخو کی ئی ستر خدمتونه سرته رسولی دی ،همدار از الله تعالیٰ نو موړی ته سیمی په کچه ستر علمی مقام هم وربخلی وو۔

مرحوم شیخ صاحب د افغانستان د دوو سترو جهادونو دکلك حامی په توگه پاتی شوی او د اسلامی امارت له پیل سخه ئی د افغان مجاهد ولس د جهادی داعیی کلکه دفاع اومرسته کړی وه۔

دافغانستان اسلامی امارت د مرحوم دفراق په ستر غم کی د مرحوم له کورنی داسلامی نړۍ له علمی مرکزو علماء کرامو ،دشیخ صاحب مرحوم له شاگردانو په تیره بیا د لوئی علمی مرکز دارالعلوم حقانیی له مشرانو استادانو،طالب العلمانو او د افغانستان او پاکستان له ټولو مسلمانو وسلو سره زان شریك گنړی او یادوټولو جهتونو تو دشیخ صاحب دوفات په اړه د تسلیت او تعزیت مراتب وړاندی کوی`

الله تعالیٰ دی د مرحوم شیخ صاحب ټول خدمتونه په خپل لوی دربار کی قبول کړی او جنة الفردوس دی ی مسکن وگرزوی آمین۔

دافغانستان اسلامی امارت

۱۴۳۷-۱-۱۲ھ ق   ۳۰-۱۰-۲۰۱۵م

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی
نائب رئیس جامعہ دارالعلوم کراچی

مقبولیت کی دلیل ان کے جنازہ سے

گرامی قدر معظم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حادثہ وفات کی خبر آپ ہی سے فون پر معلوم ہوکر شدید صدمہ ہوا۔ اِنا للّٰہ واِنا اِلیہ راجعون۔ اسکے بعد میں نے متعدد بار عزیزم مولانا راشد الحق سلمہ فون پر ان کے صاحبزادگان کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن رابطہ نہ ہوا میں انکے نام تعزیت نامہ لکھنا چاہتا تھا لیکن پھر خیال آیا کہ سب سے زیادہ مستحق تعزیت تو آپ ہیں اسلئے آپ ہی کو مخاطب کرکے اپنے جذبات کا اظہار کروں اور آپ ہی بندہ کی طرف سے انکے اہل خانہ کو میرا پیغام یا یہ خط پہنچادیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات امت کیلئے ایک بڑا سانحہ ہے انکی مقبولیت کا اندازہ انکے جنازے کے بے نظیر اجتماع سے کیا جاسکتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ جس بندے سے محبت فرماتے ہیں اسکی محبت عام مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں اور عام مسلمانوں کی انس محبت انکے مقبول عنداللہ ہونے کی علامت ہوتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ انشاء اللہ وہ اعلیٰ علیین میں اپنے مالک کی بے پایاں رحمتوں سے سیراب ہورہے ہونگے۔

البتہ نقصان انکے محبین کا ہے کہ ان کے بابرکت وجود سے بظاہر محرومی ہوگئی لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جب اپنی رحمت کا کوئی واسطہ واپس لیتے ہیں تو صبر کرنے والوں کی براہ راست دستگیری فرماتے ہیں ان شاء اللہ پسماندگان کے ساتھ رحمت ہی کا معاملہ ہوگا، انکی وفات کے بعد ان کے ساتھ گذرے ہوئے لمحات یاد آتے جارہے ہیں الحمد للہ میری حالیہ اکوڑہ خٹک حاضری کے وقت انکی زیارت نصیب ہوگئی تھی شدید علالت کے باوجود انکا کھلا ہوا چہرہ نگاہوں کے سامنے پھر رہا ہے اللھم اکرم نزلہ ووسع مدخلہ وابدلہ دارا خیر من دارہ واھلا خیرا من اھلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس۔

حضرتؒ کے اہل خانہ کیلئے تعزیت کے کیا الفاظ لکھوں؟ ذہن وقلم عاجز ہے، بس یہ چند بے ربط باتیں ہیں میرا یہ خط ان تک پہنچادیں تو ممنون ہونگا۔ والسلام: بندہ محمد تقی عثمانی

الشیخ عبدالله الزاهرانی

سفارة المملكة العربية السعودية اسلام آباد

فضيلة الشيخ سميع الحق امير جمعية علماء الاسلام (س)ورئيس الجامعة الحقانية حفظه الله

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته! بلغنا نبأ وفاة الشيخ الدكتور/شير على شاه وبقدر ما آلمنا هذا النبأ فإننا لا نقول الا مايرضى الرب"إنا لله وإنا إليه راجعون"وندعو الله له بالرحمة والمغفرة ولكم ولأسرته الصبر والسلوان۔ لقد كان رحمه الله علماً من اعلام الامة فى الدين والعلم ولا بدأن الامة كلها ستشعر بفقده فجزاه الله خيرالجزاء عما قام به طوال حياته من عمل للخير ونشره للعلم

ولكم أطيب تحياتى

السفير عبدالله الزاهرانی

سفارة المملكة العربية السعودية اسلام آباد

٢-١١-٢٠١٥ ...... ٢١-١-١٤٣٧ھ

أ-د ـ أحمد بن يوسف الدرويش

رئيس الجامعة الإسلامية العالمية فى إسلام آباد

رئيس الجامعة فضيلة الدكتور سميع الحق حفظه اللّٰه ورعاه

السلام عليكم ورحمة اللّٰه وبركاته وبعد

تلقينا ببالغ الحزن والأسى نبأ وفاة فضيلة الشيخ المحدث المجاهد الدكتور /شير على شاه شيخ الحديث بالجامعة الحقانية ،وإننا فى هذا المصاب الجلل نشارككم بالتعازى والمواساة فى الفقيد رحمه الله وأحسن الله عزاكم وجبر مصيبتكم وعظم أجركم ورزقكم الصبر والسلوان۔داعين المولى عز وجل أن يتغمده بواسع رحمته وان يسكنه فسيح جناته إنه سميع مجيب ،إنا للّٰهوإنا اليه راجعون ۔

دمتم فى حفظ اللّٰه ورعايته

والسلام عليكم ورحمة اللّٰه وبركاته

أخوكم : رئيس الجامعة الإسلامية العالمية فى إسلام آباد

أ-د ـ أحمد بن يوسف الدرويش

جناب سید منور حسن

سابق امیر جماعت اسلامی

محترمی ومکرمی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کے دیرینہ رفیق، شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کے انتقال کی خبر جان کر بہت افسوس ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی کامل مغفرت فرمائے۔تمام گناہوں اور خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے تمام نیکیوں اور حسنات کوخوب بڑھا چڑھا کر قبول فرمائے خاص اپنے سایہ رحمت میں جگہ عطاء فرمائے ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تبدیل فرما دے اورآپ کو اور سب اہل خانہ ودیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

حضرت شیخ الحدیث تمام دینی حلقوں میں یکساں مقبول تھے علم وفضل اور اخلاقی فضائل کی وجہ سے ذہنوں کو یکسو کرنے ،مقاصد سے ہم آہنگ بنانے اور کچھ کرنے اور کرگزرنے کے لئے اپنے سامعین کوخوب خوب آمادۂ پیکار کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی جملہ مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے ان کے ان گنت شاگردوں کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اوران کا بدل ہمیں عطا فرمائے آمین۔

میری طرف سے بعد سلام سب اہل خانہ تک تعزیت کے یہ الفاظ اور میرے جذبات پہنچا دیجئے گا ممنون رہوں گا۔امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے اللہ سبحانہ اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ہم سب کو اپنی رضا جوئی میں لگائے رکھے آمین۔خصوصی دعاؤں میں خصوصیت سے یاد رکھنے کی درخواست ہے۔

والسلام: خاکسار سید منور حسن

کراچی ۱۰ نومبر ۲۰۱۵ء

ڈاکٹر مائیکل تائیران

مکتب ممثل المنظمة فی باکستان

Dear Molana Sami ul Haq sb

We heard with great sadness the nwes about the passing away of Dr: Sher Ali Shah, a renowned religiuos scholar. Please accept my personal symbathies and that of the WHO staff on this loss.We pray that may God shower his kind blessings on the departed soul

and give courage to you and the bereaved family to bear this loss.

with sypathestic regards,

Dr. Michel Thieren

WHO Representative in Pakistan

OFFICE OF THE WHO PEPRESENTATIVE IN PAKISTAN 4 November 2015

ترجمہ:

محترم المقام جناب مولانا سمیع الحق صاحب

ہمیں مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب جو کہ ایک نامی گرامی سکالر تھے، کی وفات کا سن کر انتہائی صدمہ ہوا۔
براہ کرم میری ذاتی اور WHO کے تمام عملہ کی طرف سے تعزیت اور ہمدردی قبول فرمائیں۔

ڈاکٹر مائیکل تائیرن (نمائندہ عالمی ادارہ صحت پاکستان)

خلیفہ سراج الدین حقانی

تعزیتی پیغام از امارت اسلامیہ افغانستان

بسم الله الرحمان الرحیم

الحمد لله الذی زین السماء الدنیا بزینة الکواکب وزین الارض بحیوة العلماء والصلوٰة والسلام علی سیدنا اشرف الانبیاء محمد الذی قال فی حق ورثته موت العالم موت العالم وعلیٰ اصحابه الذین هم مفاتیح الرحمة ومصابیح الغرر رضی الله عنهم ورضوا عنه ۔

ټول اسلامی امت ته عموما دپاکستان مسلمان ولس ددینی ادارو مسولینو ،او اسلام ستر مفکر علامه الدکتور سید شیر علی شاه مدنی رحمه الله کورنی اور خپلوانو ته خصوصا السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

دا یو سرگند حقیقت ده چی مرحوم مدنی صاحب دعالم اسلام لپاره عموما د پاکستان او دافغانستان د مسلمانانو لپاره خصوصا نه هیرونکی دینی هر اړ خیز خدمتونه تر سره کړی دی د مرحوم مدنی صاحب درس وتدریس ،تصنیف وتدوین دمدارسو مساجدو تعمیر،دمجاهدینو سره اوگه په اوگه ملگرتیا ،دولسو تر منز دشخړو صلح امیز هواری ،موجوده نړی ته د مسلمان ملت صحیح ترجمانی ،قابل صد ستائش ده ۔

مرحوم مدنی صاحب نه تنها داچی داسلامی امارت لپاره ی دملادتیر حیثیت درلود بلکه دافغانستان دقضیی دشروع سخه یی تردی دمه دیوغیر مستقیم زعیم په حیث کردار اداکڑی مونگه اسلامی امارت لوی واڑه ملگری دنوموڑی په وفات زانونه یتیمان گنڑو زمونز د ملگرتیا حق ئی ادا کڑی،په دی درد او خفگان کی زانونه درسره برابر شریك گنو۔رب لایزال دی مرحوم مدنی صاحب ته دجنت الفردوس اعلیٰ مقام او دپاکستان مسلمان ولس،ددینی تعلیمی مرکزونو مسولینو اسلامی امارت ،کورنی او خپلوانو ته صبر جمیل اور نعم البدل نصیب وفرمائی۔

وما ذالك علی الله بعزیز والسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

ملا عبدالسلام ضعیف

سابق سفیر امارت اسلامیہ

کل نفس ذائقة الموت

هر نفس سکونکی د مرگ دی داچی شیخ شیر علی شاه صاحب رحمه الله خپل روح د مرگ وداعی ته ورکڑه الله جل جلاله دوی ته مغفرت ورنصیب کڑی او الله جل جلاله دی د هغه کورنی قریبانو اودوستانو تو صبر جمیل او اجر عظیم په دنیا او آخرت ورنصیب کڑی د عالم مرگ د عالم مرگ دی او بیا په داسی زمانه کی چی ددین دخمنانو ددین دبیخ کیندلو لپاره په نڑی کی هره وسیله په کار اچولی ده واقعه داسی علماؤو کرامو کوچیدل دَ اُمت مسلمه لپاره لویه ضائعه ده انا لله وإنا الیه راجعون۔

حوزة علمية جامعة المنتظر

ایچ بلاک ماڈل ٹاون لاہور پاکستان

انا لله وانا الیه راجعون اذا مات العالم مات العالم

حوزہ علمیہ جامعہ المنتظر کی طرف سے حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ کی وفات پر انکے اہل خانہ اور حضرت علامہ سمیع الحق پرنسپل مدرسہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی خدمت میں تعزیت وتسلیت پیش کرتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ مرحوم ومغفور کے درجات بلند فرمائے (آمین)

منجانب پرنسپل واراکین حوزہ علمیہ جامعہ المنتظر لاہور

وفاق المدارس الشیعہ پاکستان لاہور

مولانا عتیق الرحمان سنبھلی
محقق ،مصنف الفرقان لکھنؤ

بخدمت محترمی مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہ

محترم مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں دو دن سے سفر میں تھا اسی میں حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر پڑھی اور پھر حامد میر کے کالم سے جنازہ کی تفصیل ۔دعا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ درجات عالیہ سے نوازے اور حقانیہ کو ان کانعم البدل میسر آئے حامد میر کا کالم پڑھ کرافسوس ہوا کہ پاکستان کا سفر نہ ہوسکا اور ایسی مقبول حق ہستی کی زیارت سے محرومی ہوگئی ۔

والسلام

خادم عتیق الرحمان

۳رنومبر ۲۰۱۵

مولانا مجاہد الحسینی

محترمی مولانا سمیع الحق صاحب زید فضیلتہ،مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شیخ الحدیث والادب ،بحرالعلوم الشیخ سید شیرعلی شاہ کے سانحہ ارتحال کی خبر سے گہرا صدمہ پہنچا اناللّٰہ وانا الیہ راجعون ،حضرت شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیرعلی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے علوم فنون میں کامل دسترس سے خوب نوازا اور سرفراز کیا تھا ان کی شخصیت اسلاف علماء دیوبند کے دینی علوم ومعارف اور ان کے روحانی زہد وتقویٰ کی صحیح ،آئینہ دارتھی اس فقیر کی ان سے چند ملاقاتیں ہوئی ہیں ۔ایک مرتبہ درویش خانے کو رونق بخشی تو میں نے ان کی خدمت میں ختم نبوت کے مقدس نام سے سرگرم عمل مختلف جماعتوں اور دھڑے بندیوں کی باہمی کشمکش کی جانب توجہ دلائی تو بڑی فکر مندی اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اس مسئلے نے تو میری نیند کافور کردی ہے،اس سلسلے میں جو بھی سعی کوشش کی جائے موجب خیر وبرکت اور ذریعہ نجات ہوگی ۔

میں حضرت شیخ الحدیث ڈاکٹر شیرعلی شاہ رحمہ اللہ کی زیرصدارت ختم نبوت اتحاد کانفرنس کے لئے کوشاں تھا کہ ان کے سفر آخرت کی غمناک خبر سن کر یوں محسوس ہوا کہ یک لخت فضا میں اندھیرا چھا گیا ہے اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث کے سانحہ فراق وارتحال پر ہمیں صبر واستقامت کی توفیق سے نوازے اور حضرت شیخ کو جنت الفردوس میں

اعلیٰ علیین کے مقام پر فائز کرے آمین والسلام۔

آپ کا شریک غم

مجاہد الحسینی

B-65 پیپلز کالونی نمبر ا فیصل آباد ۵/نومبر ۲۰۱۵

قاضی فضل اللہ امریکہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الیٰ حضرة شیخ مولانا سمیع الحق وانوار الحق علماء الجامعة وطلباء هم لتعزية الشيخ شير على شاه رحمة اللّٰه عليه۔

السلام عليكم ورحمة اللّٰه وبركاته وبعد فقد نفسنا برحلت الشيخ شير على شاه رحمة اللّٰه عليه فإن الموت حتم وله وقت معلوم وأجل مسمى ويموت كل واحد باجله ويحزن بموته أقربائه ولكن هناك رجال موتهم خسارة الأمة ولاسيمافى هذاالوقت والزمان زمان قحط الرجال فهناك رجال ......ولكن فلما يوجد هناك رجال والشيخ سيد شير على شاه كان من الرجال وكان رجلا عالماً ،مفسراً محدثاً خدام الدين بكل طريق ممكن وراثةً وتحريراً وتقريراً وكان مدرس بالجامعة فقد عمل وجهد كل الجهد فى المال الكاسى والانتماء متوفى ۱۹۷۰ء وكان رجلا شجاعا بلغ الأمراء بالحتامة والحرارة والمحاجة وقد ورثة من منن الإمام التوارى وتخرج عام بالجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة وأمره الشيخ مع الشيخ رحمة اللّٰه عليه حيث كان نصف الله ويذكره ترى المحبة فهو وعينه وكان رجلا وقت وقتيا وفى العهوده مع الشيخ رحمة الله عليه واسرته بالجامعة الحقانية ودرسه كانت بخصوص تام كان يحاول ان يلقى كل مافى ذهنه من المتعلقات بالموضوع مختص من الله وحتى قبل بعثته بالجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة كان عارفا باللغة العربية وأد بياً اكثر مما كان معرفة أكثر العرب الوقف وشكار كانت فى ذاكر ته يستمد بها حين التدريس والبيان وكان يبحث عن دقائق الصيغة ولكاتبا وكما قيل ان الطلاب ينفكون عن ارادة التقليد حين ما ينتهون بالجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة لدن الخطبه ليست متصلة فى التقليد ولكن قد غلط الشيخ هذا الفكر والتصور فانه كان متصلا فى التقليد والخنطة حتى كان معد كلما ى الاثم وخاصةالامام أبى حنيفة حينما كان بالجامعة وذالك لانه كان علم بصرة فى هذا المجال والجامعة معمورة وستكون كذالك اى يوم التضمين وقد دعىٰ له ادعية شيخنا الشيخ الحديث

رحمة الله عليه وللنهاكانت معمورة بالشيخ شير على شاه كذالك هناك اسكا باعادية مادية واسبابا روحانية لهذا التعمير بوقاته لخنساره عظيم وخاصة للجامعة وللمنطبقية باسرها ونسئل الله عزوجل حسن البدل للجامعة وللطلاب وللاحل العلم وما ذلك على الله بعزيز ۔

واما الشيخ فقد صرف حياته فى خدمات الدين وعلم الدين وعلماء الدين وطلابه شيخنا شيخ الحديث فانه ذا تروت فى الدرس ينسب ذالك اى عالم المكف انه من جلس الطعام طلاب علم الدين يتضرون عنه وخاصة فى ذالك الذين رمىٰ المادة والماديات فهذا دليل على ان الله عزوجل تقبل علم ذالك العالم بخيرته بعده وتكون له صدقة جارية بعد وفاته فهناك والوفات للناس علبوا الله وتلمذوعلم مكان المقصود عليه امهاتهم مهار تا واعزاء كم واغرساء الشيخ اعزاز الجامعة بل الجامعات باسرها وطلباء وكل فيها وعلمائها اهل الذين والورع واقربه ان نفسى سكندرية ولنا قرابه كذالك بل وقدامات كثيرة فنحن المعزون ومعزون ويكتبون احق بالتعزيه حتى وعن اسرته وان ينزل كذالك رحمة للعالمين ولكن الله عزوجل ان يرزقه بحبوته حياته وان ينزل يملكيه رحمة وفطرة غضرا......وان يوجد كل مصاب بوفات ولوكان مكانكم ان توفروا نقل المكتوب ألى اسرته والىٰ مشائخ الجامعة بهذا فيره الشجر الجزاء

إنا للّٰهوإنا إليه راجعون

مولانا حکیم محمد مظہر

مدیر جامعہ اشرف المدارس کراچی

مخدوم ومکرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم مہتمم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج عالی بخیر!

احقر گذشتہ دنوں حرمین شریفین (زادھما اللہ تعالیٰ شرفاً وکرامۃ) کے سفر پہ تھا وہیں یہ افسوس ناک اطلاع ملی کہ جامعہ حقانیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ رحلت فرما گئے ہیں ۔دل پر ایک چوٹ سی لگی اور زبان پر بے اختیار بار بار کلمہ استرجاع جاری ہونے لگا۔

حضرتؒ کی رحلت محض ایک خاندان ،ادارے یا علاقے کے لئے نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لئے ایک بڑا سانحہ ہے دینی خدمات کے حیرت انگیز تنوع وقابل رشک تسلسل اور دیگر علمی وعملی محاسن نے ان میں جامعیت اور ہر دل عزیزی کی شان پیدا کردی تھی ،یہی وجہ ہے کہ اس جاں کاہ حادثے کے موقع پر سارا عالم اسلام ہی تعزیت کا استحقاق رکھتا ہے مگر تعلق خاص کی نسبت سے اہل خانہ اور آپ حضرات بطور خاص تعزیت کے مستحق ہیں

،اللہ تعالیٰ حضرت کے تمام متعلقین ومتوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائیں ۔(آمین)

جنازے میں شرکت یقیناً باعث سعادت تھی مگر بوجہ سفر عمرہ اس سے محروم رہا بہر حال ! حسب توفیق ایصال ثواب اور دعاؤں کا سلسلہ جاری ہے۔ اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ

فقد والسلام محمد مظہر عفا اللہ عنہ

لیاقت بلوچ 08/11/15

محترمی ومکرمی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب

مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ان کی نیکیوں اور مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت بخشے ان کے گناہوں کو معاف کرے ان کے درجات بلند کرے اور انہیں اعلیٰ علیین میں مقام بلند سے نوازے اور متاثرہ خاندانوں کو صبر جمیل سے نوازے آمین ۔

نظام قدرت ہے کہ جس نے دنیا میں آنا ہے اس نے اپنے مقررہ وقت پر اس دار فانی سے کوچ کرنا ہے بس ہر وقت یہ دعا کرنی چاہیئے کہ خاتمہ بالخیر ایمان کی حالت میں ہو اور زندگی میں اللہ تعالیٰ ہم سے دین کا کام لے لے آمین ۔ براہ کرم آپ میری طرف سے تمام اہل خانہ کو تعزیت اور حوصلہ کا پیغام دیجئے ممنون ہوں گا۔

والسلام

لیاقت بلوچ 08/11/15

سابق ممبر قومی اسمبلی ،سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی پاکستان

قاری فیوض الرحمان

برادر مکرم مولانا سمیع الحق صاحب سلام مسنون

ابھی ابھی مجھے حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ نور اللہ مرقدہ کے وصال کی خبر ملی جس سے انتہائی صدمہ پہنچا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی آل اولاد ،تلامذہ ،احباب، اساتذہ دارالعلوم حقانیہ اور آپ سب کو صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل عطاء فرمائے آمین ۔

’’عالم کی موت عالم کی موت ہے‘‘ کا سماں ہے کون کس سے تعزیت کرے سب کا غم مشترکہ غم ہے۔

میرے علم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انہیں علم وعمل میں اکابر واسلاف کا نمونہ بنایا تھا انہوں نے بھرپور زندگی گزاری اور اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں زندگی کے آخری دور میں تدریس بخاری کی سعادت حاصل رہی ان کے ہزاروں لاکھوں شاگردان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ان کی نیک ،صالح اور عالم اولاد الگ سے صدقہ جاریہ ہے اللہ تعالیٰ ان کے فرزندارجمند مولانا سید امجد علی شاہ کو انکا بہترین جانشین بنائے اور اپنے جوار رحمت میں اپنی رحمتوں نوازشوں اور کرم نوازیوں سے مالامال فرمائے آمین۔

موت التقی حیاۃ لانقطاع لہ

والسلام: فیوض الرحمان

مولانا محمد احمد حافظ

کالم نگار روزنامہ ''اسلام'' کراچی

مخدوم مکرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدکم العالیہ

امید ہے آپ عافیت سے ہوں گے حال ہی میں حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے ان کی وفات کا سن کر بے حد صدمہ ہوا اگر چہ ہر بشر کو موت سے ہمکنار ہونا ہے اور موت سے کسی کو بھی جائے فرار نہیں لیکن کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کا وجود امت کیلئے باعث رحمت وبرکت ہوتا ہے اور ان کی دعائیں امت کے لئے مدد ونصرت کا سبب ہوا کرتی ہیں حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ بھی ایسے ہی شخصیت تھے اگر ہم لوگ ان سے سینکڑوں میل دور بیٹھے ہیں مگر یہ خیال ہی کافی ہوتا تھا کہ ہمارے سروں پر حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ جیسی پر شفقت شخصیت کا سایہ قائم ہے آپ کی وفات کی خبر سنی تو دیر تک سکتہ کی سی کیفیت رہی ابھی دس محرم کو یہاں حضرت مولانا عبدالواحد صاحب (جامعہ حمادیہ) کا انتقال ہوا تھا اور ان کی وفات کا غم تازہ تھا وہ بھی علماء ربانیین کی جماعت کے ایک فرد فرید تھے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کو جنت کے اعلیٰ ترین مقامات عطا فرمائیں اور مرنے کے بعد ہمیں بھی ان کی رفاقت اور معیت نصیب فرمائیں (آمین)

بندہ کا حضرت کے صاحبزادگان کے ساتھ براہ راست تعارف ہیں ان سے بھی تعزیت مسنونہ کیلئے آپ سے درخواست ہے آں جناب کے غم کا بھی بہت اندازہ ہے کہ آپ کے دیرینہ رفیق آپ سے جدا ہوگئے اس موقع پر ہم یہی کہیں گے جو تلقین کیا گیا ہے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ وکل عندہ باجل مسمیٰ فلتصبر ولتحتسب یہ چند سطریں آں جناب سے تعزیت کے لئے اور اپنے اظہار غم کے لئے لکھی ہیں بندہ اجازت چاہے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر محمد احمد ۱۴۳۷ھ محرم الحرام ۲ نومبر 2015

ڈاکٹر سید وسیم اختر
ممبر پنجاب اسمبلی، چیئر مین غزالی ایجوکیشن ٹرسٹ

محترم جناب مولانا سمیع الحق صاحب امیر جمعیت علماء اسلام (س)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔

شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب کی وفات کے بارے میں سن کر دل کرب وغم میں مبتلا ہوگیا إنا للّٰہ وإنا إلیه راجعون،

موت تو برحق ہے اور کسی کو اس سے مفر نہیں جو انسان بھی دنیا میں آیا ہے اس کا جانا لازم ہے لیکن خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس حیات مستعار کو اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں پر گزارتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے تمام زندگی اسی کے راستے میں گزاری ہے اور ان کے پاؤں اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی نیکیوں کو شرف قبولیت بخشے، انکے درجات بلند کرے اور انہیں اعلیٰ علیین میں مقام بلند سے نوازے آمین۔ میری طرف سے دلی تعزیت قبول فرمایئے اور اہل خاندان کو تعزیت اور حوصلہ کا پیغام دیں اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبر جمیل اجر جزیل سے نوازے اور اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ والسلام

محمد اسلم سلیمی
رکن جماعت اسلامی منصورہ لاہور

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب،
مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ ان کی عمر بھر کی تدریس حدیث کی خدمات کو شرف قبولیت بخشے آمین۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے اور سب پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور صبر کا وافر اجر عطا فرمائے عظم اللہ اجرکم آمین

میں آپ کے اس غم میں برابر کا شریک ہوں قضاوقدر کے فیصلے کو تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے موت کا جو وقت مقدر ہوتا ہے وہ کسی صورت میں بھی ٹل نہیں سکتا اس لئے صبر کے سوا چارہ نہیں۔ براہ کرم آپ ان کے سب پسماندہ گان کو میرا اسلام اور پیغام تعزیت پہنچا دیں۔ فقط والسلام

شریک غم خاکسار محمد اسلم سلیمی 8/11/15

محمد الیاس گھمن

محترمی و مکرمی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زیدہ مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر سن کر بہت دکھ ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔اللہ تعالیٰ حضرت کی قبت کو منور فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے آمین ۔

راقم ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۵ کو بیرون کے سفر سے واپس آیا،اس لئے جنازہ میں حاضری ناممکن تھی نیز اگلے سفر کی ترتیب چونکہ پہلے سے طے شدہ تھی تو تعزیت کے لئے فوراً آنا بھی مشکل تھا اس لئے میرے چھوٹے بھائی مولانا خبیب احمد گھمن ،ہمارے مرکز کے استاذ مولانا محمد احمد، عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پشاور کے امیر قاری جمال الدین ضلع نوشہرہ کے امیر مولانا خائستہ رحمان اور راقم کے رفیق سفر مولانا محمد رمضان تعزیت کے لئے روانہ خدمت ہیں راقم ان شاءاللہ ۲۲ نومبر ۲۰۱۵ء کو جناب کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ والسلام محتاج دعا:

محمد الیاس گھمن ۲۰۱۵۔۱۱۔۰۲

ظفر احمد قاسم

جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی کالونی وہاڑی

بخدمت مخدوم المشائخ والعلماء مولانا سمیع الحق صاحب زاد فیوضکم وبرکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !مزاج سامی بخیر وعافیت باد۔ پیکر حق وصداقت اور مجسمہ علم وعمل مولانا سید شیر علی شاہ صاحب قدس اللہ سرہ کی وفات کے سانحہ عظمیٰ پر تاسی باسوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت إن للّٰہما أخذوله ما اعطیٰ وکل شی له اجل مسمّٰی فلتصبر وا والتحتسبوا کے پاکیزہ عنوان سے دلی تعزیت قبول فرماخویں اور ممکن ہوتو حضرت رحمہ اللہ کے قریبی اعزہ ومتوسلین تک بھی خدام جامعہ خالد بن ولید وہاڑی کی جانب سے تعزیت وتلقین صبر کے احساسات قلبی پہنچا کر ممنون فرماخویں ورنہ موت العالم موت العالم کے کلیۃ صادقہ کے اعتبار سے تو ہم سب تعزیت کے حق دار ہیں جامعہ خالد بن ولید کے تمام درجات ہیں باقاعدہ ستر ہزار مرتبہ کلمہ شریف اور قرآن پاک کی تلاوت کے ذریعہ ایصال ثواب ہوا اللهم وسع مدخله وبرد مضجعه وادخله فی دار نعیمك القیم الذی لا یزول ولایحول والحقه بالاسلاف الصالحین آمین، آپ تو چونکہ اصحاب عزیمت میں سے ہیں ایسے سینکڑوں صدمات برداشت کر چکے اللہ کریم آپ ظل عطوفت بھی باقی اکابر کے ساتھ استقامۃ علی الدین عزت صحت رزق حلال کی برکت صالح اولاد اور مخلص رفقاء نیز دین کے جملہ مقبول شعبوں میں قبولیت کیساتھ ہمارے سروں پر سلامت باکرامت رکھیں۔ وما ذالك علی الله بعزیز ...... والسلام مع الف الاکرام

مولانا خلیل احمد مخلص

مدیر جامعہ دارالعلوم سعیدیہ کوٹھا صوابی

برادر مکرم مولانا راشد الحق صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم، مزاج گرامی قدر! محدث کبیر حضرت العلامہ مولانا شیر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی شخصیت اور دینی خدمات کے اعتراف میں ماہنامہ ''الحق'' کے خصوصی اشاعت کے حوالے سے حضرت اقدس شیخنا المکرّم مدظلہ کا گرامی نامہ موصول ہوا چونکہ حضرت الاستاد مدظلہ العالی سے بلاواسطہ مخاطبت سوء ادب تصور کرتے ہوئے آپ کو چند سطور لکھنا مناسب سمجھتے ہوئے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال اس گناہ گار کی نظر میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ وشیوخ فضلاء اور جملہ متعلقین کیلئے امیر المؤمنین فی الحدیث بانی دارالعلوم حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کے سانحہ کے بعد دوسرا عظیم سانحہ بلکہ حادثہ فاجعہ ہے حضرت شیخ الحدیثؒ کے پورے خاندان اور مادر علمی دارالعلوم حقانیہ کیساتھ ان کی محبت وعقیدت راقم کی عینی شہادت کے مطابق عشق اور دارفتگی کی حد تک تھی۔

برادرم! آپ خود سلجھے ہوئے ادیب اور ایک بین الاقوامی مؤقر جریدہ کے مدیر ہیں ''ماہنامہ الحق'' کے خصوصی اشاعت کے متعلق آپ کو تجاویز پیش کرنا تو سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے لیکن مادر علمی دارالعلوم حقانیہ حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ اور ماہنامہ الحق سے عقیدت ومحبت کی بنیاد پر اتنا عرض کر رہا ہوں کہ خصوصی اشاعت ہر حوالے سے معیاری ہونا چاہئے ملک وبیرون ملک کی مقتدر شخصیات، دینی وسیاسی زعماء، علماء ومشائخ ادباء واہل قلم کے مقالات ومضامین اور تاثرات کے علاوہ حضرت مرحوم کے علمی آثار تحریرات، مقالات ومضامین درسی تقاریر ملفوظات علمی افادات نیز تفسیر واحادیث کے اہم نکات سے مزین ہونا از حد ضروری ہے۔

فقط والسلام: بندہ خلیل احمد مخلص

مرکزی جنرل سکرٹری جمعیۃ علماء اسلام نظریاتی پاکستان

مولانا قاضی نثار احمد

رئیس جامعہ نصرۃ الاسلام عید گاہ روڈ گلگت

محترم ومکرم جناب حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ آنجناب مع اہل خانہ واحبابِ جامعہ خیریت سے ہونگے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی جنازہ میں آپ سے تفصیلی ملاقات ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرحوم کی جنازہ میں اس دور افتادی علاقے سے حاضری کی توفیق سے نوازا۔ حضرت والا مرحوم

ہم سب کے لیے ایک مشعل راہ تھے۔ 2010ء کو جامعہ نصرۃ الاسلام گلگت میں تقریبِ ختم بخاری کے لیے گزارش کی تو حضرت خوشی خوشی گلگت تشریف لائے اور جامعہ نصرۃ الاسلام، جامع مسجد گلگت اور دیگر مساجد میں گلگت کے علماء و فضلاء اور عوام الناس کی ایک بڑی تعداد کو ایمان افروز بیانات اور نصائح سے نوازا۔ گلگت کے غیور مسلمانوں نے حضرت والا کا ایک شاندار استقبال کیا تھا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کی جنازہ کے بعد آپ محترم، مولانا انوارالحق صاحب اور دیگر علماء کرام سے تفصیلی گفتگو آپ کی دفتر اہتمام میں ہوئی تھی۔ آپ نے اپنی کتاب ''خطبات مشاہیر'' کا ایک مکمل سیٹ عنایت کیا تھا۔ خطبات کے مطالعہ سے حیرت ہوئی کہ پون صدی پر مشتمل ان خطبات کو آپ نے کس عرق ریزی سے جمع کیے اور خوبصورت طریقے سے منظر عام پر لایا۔ اکابرین امت، سیاسی و علمی رجال اور ادبی وصحافتی شخصیات کے خطبات کا مطالعہ علم و عمل اور معلومات میں اضافہ کا ذریعہ ہے۔ چند سال قبل راقم گلگت بلتستان کے علماء کرام کے ایک وفد کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ میں حاضر ہوا تھا، آپ کے حکم پر شریعت ہال میں جید اکابر علماء وطلبہ کے سامنے چند گزارشات کی تھی جن کو آپ محترم نے بغیر کسی ایڈیٹنگ کے خطبات مشاہیر کا حصہ بنایا جو آپ کی عظمت اور ذرہ نوازی ہے ورنہ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند زیبا نہیں ہوتا۔ مجھے دارالعلوم حقانیہ میں پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔ اس لئے آپ نے میرے نام کے ساتھ حقانی تحریر فرمایا ہے اسے دیکھ کر دلی خوشی ہوئی یہ میرے لیے ایک سند اور اعزاز ہے۔ رب تعالیٰ اس ذمہ داری کا حق ادا کرنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

استاد محترم حضرت مولانا انوارالحق صاحب، شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ صاحب، دیر باباجی صاحب اور دیگر اساتذہ کرام کی خدمت میں حسب سہولت السلام علیکم قبول ہو۔ رب تعالیٰ جامعہ حقانیہ اور اساتذہ کرام کو اپنے فضل وکرم اور دینی خدمات میں مزید خیر و برکت سے نوازے آمین۔ ماہنامہ الحق باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے۔

شکراً والسلام: خوید کم مولانا قاضی نثار احمد

۸ فروری ۲۰۱۶ء

زبیر احمد صدیقی

مدیر ماہنامہ صدائے فاروقیہ شجاع آباد

بخدمت اقدس مخدومنا معظمنا حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بخدمت اقدس مخدومنا معظمنا حضرت مولانا انوارالحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ

واہل خانہ و متعلقین حضرت اقدس ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! خیریت کا طالب خیریت سے ہے!

برکتہ العصر، نابغہ روزگار، محدث جلیل، امام المجاہدین، رئیس المفسرین، شیخ المحدثین حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال کا حادثہ فاجعہ عصر حاضر کا جانکاہ حادثہ اور امت مسلمہ کا ناقابل تلافی زیاں ہے حضرت ڈاکٹر صاحبؒ بلا شبہ علم و عمل کا مجسمہ صاحب زہد و تقویٰ اور خداشناس شخصیت تھے آپکی زندگی تعلیم وتدریس، تبلیغ و جہاد، تزکیہ وسلوک اور خدمت خلق میں گزری، آپ تواضع انکساری کی زندہ مثال تھے حق تعالیٰ نے آپ کو گوناگوں اوصاف سے نوازا تھا ۵ اپریل ۲۰۱۴ء میں حضرتؒ کی معیت میں دہلی، دیوبند سہارنپور، نانوتہ اور رائے پور کا مبارک سفر ہوا۔ سفر میں حضرت کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا آپ ماشاء اللہ غضب کے ذہین، فصیح و بلیغ بھی تھے آپ کے پر تاثیر بیان نے اہل دیوبند کو مسحور کر دیا تھا آپ نے دارالعلوم دیوبند کے اجتماع میں بھی جامعہ حقانیہ اور حضرت اقدس مولانا عبدالحق حقانیؒ کا عشق بھرے انداز میں ذکر فرمایا، یوں لگتا تھا کہ آپ میں حضرت مولانا عبدالحقؒ کی نسبت اتحادی پیدا ہوگئی ہے۔

حضرتؒ کے وصال پر جامعہ فاروقیہ شجاع آباد میں ایصال ثواب اور دعا کا معمول اختیار کیا گیا اساتذہ اور طلباء کے اجلاس میں الگ الگ حضرت کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا سچ بات تو یہ ہے کہ حضرتؒ کی جدائی کے صدمہ میں ہم سب قابل تعزیت ہیں تاہم آپ حضرات قرب روحانی کے ساتھ قرب مکانی و نسبی کے بھی حامل ہیں اسلئے بذریعہ مکتوب تعزیت کنندہ ہوں انشاء اللہ حسب فرصت جامعہ حقانیہ حاضر ہوکر بھی شریک احوال ہونگا۔

والسلام

زبیر احمد صدیقی

مدیر جامعہ فاروقیہ شجاع آباد و ناظم وفاق المدارس العربیہ پاکستان جنوبی پنجاب

مدیر ماہنامہ صدائے فاروقیہ شجاع آباد،

09-11-2015

مولانا محمد ادریس

خطیب بیت المکرّم مسجد برطانیہ

بروز اتوار یکم نومبر ۲۰۱۵ء

بخدمت جناب محترم المقام فخر ملت اسلامیہ قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق حفظکم اللہ عن موجبات التلهف والتأسف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! خیریت از طرفین مطلوب! شیخ التفسیر والحدیث حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کا سانحہ ارتحال علم و عمل کی دنیا کیلئے عظیم سانحہ ہے ان کی جگہ پر ہونا دشوار ہے حق

تعالیٰ مغفرت کرے بڑے بیدار انسان تھے وہ جامع الاوصاف شخصیت تھے انکی علمی اور حق گوئی کی شہرت کی گونج عام تھی ان کی بیش بہا دینی اور علمی خدمات ہیں انہوں نے اپنی علمی شعاعوں اور ضیاء پاشیوں سے ایک جہاں کو روشن کیا چونکہ بندہ دارالعلوم میں کسب فیض کرتا رہا ہے دل بڑا اداس ہے جی چاہتا ہے کہ آپ کے ساتھ مل کر غم شریک کروں مگر بہت دور ہوں جب سے حضرت مرحوم کے سانحہ ارتحال کی اطلاع ہوئی تو کچھ یوں لگ رہا ہے۔

بدلا ہوا ہے رنگ گلوں کا تیرے بغیر
خاک سی اڑی ہوئی ہے سارے چمن میں

عالمگیریت وآفاقیت

بہت سے اصحاب کمال آئے چلے گئے مگر بہت کم ایسی ہستیاں تھیں جن کا فیض عالمگیر ہو جن کی محبوبیت عام اور مقبولیت تام ہو، حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ رحمۃ اللہ ان ہستیوں میں سے ایک تھے، ایسی عبقری اور بے مثال شخصیت نکتہ رس، بذلہ سنج، بہترین مدرس بے مثال شیخ زمانہ میں بہت کم پیدا ہوتے ہیں

ناز تھا علم کو جن پر وہ تھے ایسے عالم
فخر تھا جن پہ سخن کو وہ سخندان تھے وہ

وہ شیخ کبیر تھے جلیل القدر تھے فاضل وعالم وحافظ تھے امام ابوالمعالیؒ کی وفات پر جو شعر کیا گیا تھا وہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کے جانے پر کہتا ہوں۔

یثمر غصن اھل العلم یوماً وقد مات الامام ابوالمعالی

حضرت شاہ صاحبؒ کے جانے پر یقیناً غم گساروں کے آنکھوں کے آنسو خشک نہیں ہو رہے لیکن مجھے یقین ہے حضرتؒ کے تذکرے ان کی علمی کارنامے ان کا مشن ونظریہ وکاز زندہ رہے گا جب تک ذکر خدا دنیا میں رہے گا۔

پہلی ملاقات

حضرتؒ سے پہلی ملاقات جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو اٹک میں ہوئی تھی شیخ الحدیث مولانا محمد صابرؒ کی تیمارداری کے لئے تشریف لائے تھے اور آخری ملاقات ان کی مسجد میں مناظر اسلام حضرت مولانا قاری چاند محمد مدظلہ کے ہمراہ ہوئی تھی ہمارے اساتذہ کرام خصوصا شیخ الحدیث مولانا عبدالسلامؒ کا حضرو سے والہانہ تعلق تھا حضرو میں تقریب ختم بخاری شریف میں حضرت تشریف لاتے اشاعت القرآن اور تلامذہ اشاعت القرآن اس غم میں برابر شریک ہیں برطانیہ میں اشاعت القرآن کے تلامذہ مولانا مفتی زکریا صاحب خطیب بلال مسجد ہڑلنگڈن، مولانا مفتی حامد کارڈیف، مولانا قاری عبدالرشید اولڈم، مولانا عبدالباری بریڈفورڈ مولانا محمد زمان برمنگھم ودیگر سب آپ

حضرات سے تعزیت کرتے ہیں حضرت عباسؓ کے انتقال پر اعرابی نے جو جملے کہے تھے ہم بھی وہی کہتے ہیں:

اصبر نکن بك صابرين فانما صبر الرعية بعد صبر الرأس

خير من العباس اجرك بعده والله خير منك للعباس

والسلام: محمد ادریس (خطیب بیت المکرّم مسجد برطانیہ سابق مدرس جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو)

شیخ خالد محمود

جامع مسجد مسلم بازار سرگودھا

محترم جناب مولانا سمیع الحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

السلام علیکم! ایک عالم دین کی موت پورے عالم کی موت ہے عالم ہر کوئی نہیں بنتا یہ بڑی مشکل منزل ہے عالم دین بننے کیلئے بڑی محنت درکار ہے عالم صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں مولا نا شیر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے عالم دین شیخ الحدیث تھے ان کی وفات ہمارے لئے ایک بہت بڑا سانحہ ہے جسے ہم بھلا نہ پائیں گے ان کا نام گرامی پورے عالم اسلام میں بڑے ادب سے لیا جاتا تھا بطور شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ میں جو وقت گزرا اس کا ایک زمانہ معترف ہے جس کی مثال نہیں ملتی جب بھی دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ لکھی جائے گی تو جناب مولانا شیر علی شاہ رحمۃ اللہ کا نام سنہرے حروف سے لکھا جائے گا، مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ فہم وفراست ودانشمند اور اچھی حکمت والا بنایا تھا ان کی اکثر باتیں اپنے لئے اور اپنے اہل خانہ کیلئے مشعل راہ خیال کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے باغ بنا دیں اور حد نظر وسیع فرمائے دُکھ کی اس گھڑی میں نمازیان جامع مسجد مرکزی مسلم بازار سرگودھا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اللہ تعالیٰ تمام سوگواران کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ جناب کو اپنی امان میں رکھیں آمین۔

والسلام: شیخ خالد محمود

ممبر آر پی سی کمیٹی مرکزی جامع مسجد مسلم بازار سرگودھا

ممبر سرگودھا چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری 03/11/15

مولانا محمد عرفان

نائب ناظم اعلیٰ جامعہ عربیہ ریاض العلوم حیدر آباد

بخدمت اقدس منبع جودو کرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے آنجناب محترم کے مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے انتقال کی روح فرسا خبر سن کر دلی صدمہ ہوا، سوائے صبر اور رضا بر قضاء کے کوئی چارہ نہ تھا، انا للہ وانا الیہ راجعون، ان للّٰہ ما أخذ وله ما اعطیٰ و کل شئی عنده بمقدار

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت رحمہ اللہ کی کروٹ کروٹ مغفرت فرمائے اور درجات عالیہ سے خوب خوب نوازیں۔ آمین۔

حضرت رحمہ اللہ سے احقر نے باقاعدہ کوئی سبق تو نہیں پڑھا، البتہ جس زمانے میں حضرت جامعہ دارالعلوم کراچی میں بطور استاد تشریف لائے تھے، احقر بھی زیر تعلیم تھا۔ احقر درجہ رابعہ میں پڑھتا تھا اور حضرت رحمہ اللہ برابر والی درسگاہ درجۂ خامسہ میں سبق کے لئے تشریف لاتے تھے، حضرت سادگی کے پیکر اور علوم و معارف کے امین تھے، حضرت کی زیارت سے دل پر خوشگوار کیفیت طاری ہو جاتی تھی، اگر چہ میں ضابطہ کا شاگرد نہیں تاہم اپنے کو حضرت کے شاگردوں کے درجہ میں سمجھتا ہوں۔

موت ایک اٹل حقیقت ہے، جو اس شنیا میں آیا، اسے ایک دن یہاں سے جانا ہے، اس سے کسی کو مفر نہیں، مگر بعض جانے والے اس شان سے جاتے ہیں کہ ان کے کارنامے اور خصوصیات طویل عرصہ تک زیرِ بحث رہتے ہیں اور ان کی یاد بھلائے نہیں بھولتی اور ان کی زندگی اور موت مجھ جیسے ناکارہ کے لئے درسِ عبرت رکھتی ہے اور عمل کی راہ متعین کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کے فیوض و برکات، علوم و معارف سے ہم سب کو کما حقہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے اور جو خلا پیدا ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو پورا فرمائیں اور حضرت کے پسماندگان اور جملہ متعلقین کے غم کو ہلکا فرما کر صبر کی ہمت وحوصلہ عطا فرمائے۔ آمین

کچھ عوارض و مشاغل ایسے تھے جس کی وجہ سے بروقت تعزیت نہ کر سکا، تاہم حضرت پر کچھ لکھے بغیر طبیعت بھی مطمئن نہیں تھی۔

فقط والسلام: محمد عرفان عفی عنہ ۱۹ مارچ ۲۰۱۶ء

نائب ناظم اعلیٰ جامعہ عربیہ ریاض العلوم لیاقت کالونی پلاٹ نمبر ۴ حیدر آباد سندھ

حافظ محمد داؤد فقیر
مہتمم جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ پشاور

تعزیت نامہ بمناسبت وفات مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحبؒ

بخدمت جناب حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ آنجناب بخیر وعافیت ہوں گے،اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ عمر دراز نصیب فرمائے تاکہ ہمارے سروں پر آپ کا سایہ تادیر رہے۔

پاکستان جیسے علم وتہذیب کے ملک میں ذی استعداد اور قابل علماء کی کمی نہیں، بلاشبہ ہمارے پاس ہزاروں لائق وفائق اکابر کی ایک بڑی جماعت موجود ہے اور ہمہ جہت مبارک شخصیات کی ایک بڑی تعداد بقید حیات ہے نیز اکابر کی یہ جماعت ہمہ وقت آئندہ کے لئے ایک بہت بڑی کھیپ کی تیاری وآبیاری میں مصروف عمل ہے۔

چیدہ چیدہ لوگ

لیکن ان تمام حقائق کے باوجود چند شخصیات اس قدر اہم ہوتی ہیں کہ ان کے تجربات،علم ودیانت، ثقافت وبزرگی،تقویٰ وللٰہیت،عزت وقبولیت اس مقام پر پہنچی ہوتی ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سارا جہاں ان کی وجود سے آباد ہے اور ان کے اٹھ جانے سے ایک نہ پر ہونے والا خلا پیدا ہوجاتا ہے وقت کے عظیم محدث مفسر، ادیب، مجاہد ومفکر حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی چند حضرات میں سے تھے۔

حسین یادیں

ان کے جانے پر جس قدر غم کا اظہار ان کے چاہنے والوں نے کیا شاید کسی اور پر کیا گیا ہو، جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ مسجد درویش کے اساتذہ وطلباء وعملہ بھی سراپا غمگسار ہیں اور اس حادثہ کو اپنے ادارہ کے لئے حادثہ سمجھتے ہیں حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس کی سعادت ہمارے جامعہ نے بھی حاصل کی ہے۔

۲۰۰۱ء میں جب صوبہ خیبر پختونخوا میں غیر مقلدین کا آوازہ آنے لگا تو صوبہ خیبر پختونخوا کے دل پشاور میں سے سے پر کیف جگہ جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ مسجد درویش میں وقت کے دو عظیم شخصیات حضرت مولانا محمد حسن جان شہید رحمہ اللہ اور حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ نے عوام وخواص کی رہنمائی کے لئے مسند

سنبھالا ،حضرت مولانا محمد حسن جان شہیدؒ نے اصول تفسیر اور حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نے مکمل درس تفسیر قرآن دیا، ہزاروں علماء وطلباء نے ان کے درس تفسیر میں شرکت کی۔

ہم شریک غم ہیں

جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ مسجد درویش کے جملہ اساتذہ وطلباء آپ کے ساتھ اس غم میں شریک ہیں ، اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبر دے اور اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات عالیہ کو اور زیادہ بلند فرمائے اور ان کے پسماندگان کو بھی صبر جمیل عطاء فرمائے نیز اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے جامعہ میں موجود بزرگ شخصیات کی عمر او رصحت میں برکت عطاء فرمائے آمین ۔ ازطرف : محمد داوٗد فقیر

مولانا عبدالمحی بادشاہ

د/عبده بن محمدإبراهيم عتين

فضيلة الشيخ سميع الحق عبدالحق رئيس جامعة دارالعلوم الحقانية اكوره ختك حفظه الله ورعاه

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

بقلوب صابرة محتسبة مؤمنة بقضاء الله وقدره تلقينا ببالغ الخزن والأسى خبر فضيلة الشيخ الدكتورسيد شير على شاه رحمه الله ،أستاد الحديث بجامعة دارالعلوم الحقانية أكوره ختك،ولا نقول إلا مايرضى ربنا إنالله وإنا اليه راجعون وبهذه المناسبة المؤلمة فإننى أصالة عن نفسى ونيابة عن موظفى مكتب رابطة العالم الإسلامى وهيئة الاغاثة الإسلامية العالمية بالمملكة العربية السعودية فى باكستان أتقدم أسمى آيات التعازى إلى جميع منسوبى جامعة دارالعلوم الحقانية خاصة وإلى تلميذه و محبيه عامةً تجاه هذا المصاب الجلل ،وقد ترك وفاة فضيلته خزناً فى قلوب المسلمين عامةً وأوساط أهل العلم خاصةً حيث وقع بسبب فراق فضيلته ثغرة كبيرة وفجوة روحية عظيمة لأن موت العالم ثلمة فى الإسلام لا يسدها شيء ما طرد الليل والنهار۔موت العالم موت العالم

داعين الله عزوجل أن يتغمد الفقيد الغالى بواسع رحمته ورضوانه ويسكنه فسيح جناته،وأن يتقبل خدماته الجليلة للعلم بأحسن قبولٍ وأن يخلفنا الله تعالىٰ جميعاً فى مصيبتنا هذه خيراً۔اللهم نور له فى قبره ووسع له فى مضجعه مد بصره ،اللهم شفع فيه القرآن ،وشفع فيه نبيك المصطفىٰ صلى اللّٰه عليه وسلم وأورده خوضه المورود ،واحشره تحت لوائه المعقود

يأيتها النفس المطمئنة ارجعى إلىٰ ربك راضية مرضية

عبدالمحی بادشاہ (منسق شؤون الدعوة والتعليم ومشاريع المساجد والآبار)

د/عبده بن محمدإبراهيم عتين (المدير الإقليمي لمكتب الرابطة والهيئة في باكستان) ١٩-١-١٤٣٧ھ

مفتی عظمت اللہ سعدی

ضلعی امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنوں

بقیۃ السلف حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ وجملہ مدرسین حضرات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہونگے جامعہ دارالعلوم حقانیہ جو دیوبند ثانی اور اُم المدارس کے نام سے مشہور ہے یقیناً اسی طرح سے جامعہ کے ہر استاد و مدرس بھی اسی صفت کیساتھ موصوف ہے حضرت شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب کی وفات پر علمی دنیا یتیم ہوچکی ہے اور امت مسلمہ کے لئے عظیم سانحہ ہے حضرت موصوفؒ بلاشبہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے علوم وافکار کے امین تھے اس صدی کے عظیم مجاہد اور محدث کبیر تھے آپ علم کا گراں مایہ خزینہ اور بیش بہا گنجینہ بلکہ ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھے گویا سراپا علم تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیث محدث العصر علامہ عبدالحقؒ کے شاگردوں میں سے جو خصوصیات وامتیازات حضرت شیخ ڈاکٹر شیر علی شاہ نور اللہ مرقدہ کو عطاء فرمائے تھے بالکل بعینہ ایسا ہی ہے کہ جیسا اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الہندؒ کے شاگردوں میں سے حضرت مدنیؒ کو عطاء فرمائے تھے حضرت موصوف کو تمام علوم پر دسترس دی تھی مگر علم حدیث اور علم فقہ میں جو دلچسپی اور تعلق تھا وہ بمثل عشق کے تھا۔

حضرت موصوفؒ نے زندگی کا ایک بڑا حصہ امارات شرعیہ (خلافت) افغانستان کے لئے وقف کیا تھا یہ اس صدی میں تجدیدی کارنامہ اور خود مجددیت کے کارناموں میں سے بڑے درجہ پر فائز تھے اللہ تعالیٰ ان کے قبر کو جنت کا باغیچہ بنادیں اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اس خلا کو پر فرمادیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علامہ حضرت ابوراشدالحق صاحب کی چند عرصہ قبل خطبات مشاہیر کی تقریب سے یقیناً علمی دنیا کی تشنگی سیراب ہوگئی ہے حضرت کے جملہ مساعی میں برکت عطاء فرماکر ملک وملت کو فیض یاب فرمائے اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے باغ وگل کو ہمیشہ کیلئے سرسبز وشاداب رکھے۔ والسلام

مفتی عظمت اللہ سعدی

رئیس ادارۂ تحقیقات اسلامیہ (العالیہ) جدید نیمل

نزد ترنگ قبرستان بنوں

مولانا محمد انور شاہ عثمانی

مدیر اعلیٰ جامعہ العلوم الشرعیہ بنوں

مکرمی جناب شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب

شیخ الحدیث حضرت مولانا انور الحق صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم! بعد از سلام عرض ہے آپ حضرات بخیریت ہوں گے، مجھے بہت زیادہ افسوس ہوا کہ ایسے عظیم الشان مدرس استاد الحدیث والتفسیر جامع المعقول والمنقول مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مرحوم وفات ہو چکے ہیں، اس پر میں اور جامعہ علوم الشرعیہ کے مدرسین تعزیت کرتے ہیں اور مرحوم کے لئے فاتحہ خوانی اور دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرماویں اور ان کے شاگرداں واہل خاندان والوں کو صبر جمیل عطا فرماویں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب سے تعزیت اظہار پیش کرتا ہوں کہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ایک عظیم الشان شخصیت سے محروم ہو گیا ہے۔

والسلام: مولانا محمد انور شاہ عثمانی

ڈاکٹر عبدالشکور عظیم

جی ٹی روڈ سنانواں تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

میرے محترم مکرم ومعظم حضرت شیخ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ ان شاء اللہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے اللہ پاک ہم سب کو اپنے فضل وکرم سے شاد کام فرمائے آمین آپ کے قریبی رفیق اور جامعہ حقانیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کے وصال کی خبر پڑھ کر دلی صدمہ محسوس ہوا ماشاء اللہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ اپنے خالق حقیقی کو جا ملے یہ سب اہل حق سے جڑا رہنے کی برکت ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ سے جڑا رکھے۔

الحمد للہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ہی سعادت کی زندگی پائی اور جمعۃ المبارک کی نماز با جماعت ادا کر کے اللہ کے حقوق پورے کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمان برداری میں اصلی گھر سدھار گئے اللہ پاک ان کی حسنات اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور کامل مغفرت کا معاملہ فرمائے ان کی قبر شریف کو جنت کا باغ بنائے اور جنت الفردوس کے بلند درجات سے نوازے اور ہمیں ان کے نقش قدم مبارک پر چلتے ہوئے آخرت میں ان کا ساتھ نصیب فرمائے آمین براہ کرام میری تعزیت ان کے بچوں اہل وعیال اور متعلقین کی خدمت میں پیش کردیں، مجھے بھی اکثر وبیشتر خطوط مبارک کے ذریعے دعاؤں کی دولت سے نوازتے تھے، ان کے وہ

پیارے خطوط مبارک محفوظ ہیں اور ان شاء اللہ یادگار رہوں گے، میرے عظیم قائد! بھائی محمد احمد مکی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے ذریعے آپ کی دعائیں اور سلام موصول ہوئے فجزاھم اللہ خیراً۔

فقط والسلام علیکم : ڈاکٹر عبدالشکور عظیم

مولانا محمد طیب طوفانی

ناظم تبلیغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لکی مروت

کل نفس ذائقة الموت

محترم ومکرم جناب حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت فیوضکم وجملہ اساتذۂ کرام جامعہ حقانیہ ومدیر الحق

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت الاستاد علامہ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعہ کی وفات صرف آپ کے لئے یا جامعہ حقانیہ کے لئے ایک عظیم سانحہ نہیں بلکہ یہ وطن عزیز کے تمام دینی اداروں، جماعتوں، مدارس اور علماء طلباء و دیندار مسلمانوں کیلئے حادثہ عظمیٰ ہیں۔ حضرت اپنی ذات میں انجمن تھے اور دین کے تمام شعبوں میں آپ کی خدمات جلیلہ کو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ آپ کی وفات حسرت آیات سے وطن عزیز کے تمام شعبوں کے افراد یتیم ہو گئے۔ آپ ایک مشفق استاذ، ایک درد دل رکھنے والے خطیب، ایک فکرمند صاحب قلم، ایک عظیم قائد وحیط دین جہاد کے عظیم شہسوار تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے تمام حسنات کو قبول فرمائیں اور آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ ہم آپ کے ساتھ اس سانحہ کے غم میں برابر شریک ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اور حضرت کے جملہ متعلقین ورثاء، تلامذہ اور محبین کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور حضرت کے وصال سے آپ (حضرت مولانا سمیع الحق صاحب) پر جو اضافی ذمہ داریاں آن پڑی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اسے کما حقہٗ ادا کرنے کی توفیق عنایت فرمائیں اور حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے عظیم مشن کو پورا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام دعاؤں کا محتاج

(مولوی) محمد طیب طوفانی عفا اللہ عنہ

ناظم تبلیغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لکی مروت و مدیر سہ ماہی بکھرے پھول سرائے نورنگ و

امام ومدرس مسجد قبا نورنگ

مولوی رشید احمد سکنہ گٹ سرکوٹکے

قابل احترام اور میرے واجب الاحترام حضرت مولانا سمیع الحق صاحب
مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ دامت برکاتہم

جناب عالی!

گزارش یہ ہے کہ یہاں خیریت ہے اور آپ کی خیریت اللہ تعالیٰ سے نیک چاہتا ہوں باقی حال یہ ہے کہ مورخہ 13/10/2015 بروز ہفتہ ایک اندوہناک خبر مل گیا کہ جناب حضرت العلامہ المشتھر فی الافاق جناب ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب نے انتقال کر دیا اس اندوہناک خبر سے مجھے بہت صدمہ ہوا کیونکہ محترم کی وفات سے تمام عالم فوت ہوگئے ۔ بقول علامہ اقبال:

ے نشان مرد مؤمن باتو گوئیم
کہ مرگی آید تبسم برلب اوست

مرحوم نے اپنی زندگی مسجد و مدرسہ سے وابستہ کر دی تھی بقول مولانا روم

آں یکی درباغ سست نامراد
واں یکی درباغ سست نامراد

لیکن جناب عالی یہ سلسلہ ہر ایک ذی روح کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے اور ہر ذی روح اس دنیا سے رواں دواں ہے ۔

مرحوم کی جنازہ میں مجھے شمولیت کا موقع نہیں ملا، کیونکہ اس وقت میں حج بیت اللہ شریف سے آیا تھا آپ کو معلوم ہے کہ اس سال حاجیوں کو حج بیت اللہ میں قسماقسم تکالیف پیش آئے تھے انا للہ وانا الیہ راجعون، میرا ایک بھتیجا اور دو بیٹے جنازہ میں شریک ہوئے تھے میں اس صدمہ میں مدرسین دارالعلوم حقانیہ اور طلباء کرام اور موصوف کے اہل خانہ کے ساتھ برابر شریک ہوں اللہ تعالیٰ رب العزت آپ سب کو بمعہ اہل خانہ صبر جمیل عطا فرماویں اور اللہ تعالیٰ جنت الفردوس نصیب فرماوے آمین یارب العالمین ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ڈاکٹر خادم حسین ڈھلون

محترمی مکرمی جناب فضیلۃ الشیخ قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی بخیر!

استاذ العلماء یادگار اسلاف شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کی ساری زندگی درس وتدریس اور کلمہ حق کہتے ہوئے گزری، حضرتؒ نے اہل حق کی تمام جماعتوں کی ہمیشہ سرپرستی فرمائی، پوری زندگی امت مسلمہ کی بہتری اور علماء کرام اور دینی کارکنوں کی علمی روحانی اور دینی وفکری رہنمائی فرماتے ہوئے گزری ہے، لاکھوں لوگوں نے ان سے دینی استفادہ کیا مولانا مرحومؒ کی خدمات بلاشبہ وطن عزیز کی علمی و دینی جدوجہد کی تاریخ کا ایک مستقل باب ہے، وہ ہزاروں علماء کرام کے استاذ اور لاکھوں انسانوں کے دینی و روحانی مربی تھے، دینی تحریکات کے لیے ہمیشہ دعا گو رہتے اور ان کی سرپرستی فرمایا کرتے تھے، مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ آپ کے ادارے کے شیخ الحدیث تھے ان کی وفات سے ادارہ ایک علمی شخصیت سے محروم ہوگیا ہے، مولانا شیر علی شاہؒ کے انتقال پر ملال سے دینی حلقوں میں بہت بڑا خلا واقع ہوا ہے، وطن عزیز کے ناگفتہ بہ حالات اور نظر بندی کے سبب جنازہ میں شرکت سے محروم رہا، جس کا مجھے پوری زندگی افسوس رہے گا، اہلسنت والجماعت آپ سے اور جملہ اساتذہ کرام وطلبہ جامعہ حقانیہ سے تعزیت کرتی ہے، اس دکھ بھری گھڑی میں برابر کی شریک ہے، اللہ تعالیٰ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور ان کے لواحقین اور ورثاء کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ آمین

والسلام

ڈاکٹر خادم حسین ڈھلون

مرکزی سیکرٹری جنرل اہلسنت والجماعت ۹ جنوری ۲۰۱۶ء

مولوی حفظ الرحمان اعوان

ناظم اعلیٰ پہاڑ پور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

بخدمت جناب حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زیدہ مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے روح رواں شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب قدس سرہ کا سانحہ ارتحال ایک بہت بڑا سانحہ ہے موت العالم موت العالم کا کما حقہ مصداق ہے آپ کیلئے اور آپ کے جامعہ کے اساتذہ کرام اور طلبائے کرام کیلئے بالخصوص اور تمام امت اسلامیہ کیلئے

بالعموم ایک حادثہ فاجعہ ہے دارالعلوم حقانیہ کی مسند حدیث اجڑ گئی اِنا للہ واِنا اِلیہ راجعون اتنے بہت بڑے جامع المعقول والمنقول کے رحلت فرما جانے سے اس خلا کو پر ہوتے ہوئے ایک عرصہ درکار ہوگا جید اور ماہر ورع اور تقویٰ پرہیز گار محنتی اور اخلاص کے مجسمے اساتذہ کرام ہی کسی بھی مدرسے اور دارالعلوم کا معیار ہوتے ہیں مدرسہ کو چمکانے والے اور دور دراز سے طلبہ کرام کے کھینچ کر آنے کا سبب یہی اساتذہ ہوتے ہیں دارالعلوم حقانیہ کو اگر آج دیوبند ثانی کہا جاتا ہے تو اس عظیم الشان لقب ملنے کی وجہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ، مفتی محمد فرید صاحبؒ، مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب قدس سرہ اور دیگر مسند حدیث وفقہ وتفسیر ومنطق پر بیٹھے مخلص اساتذہ کرام ہیں اور آپ جیسے متحرک لائق وفائق مہتمم کی کاوشیں شامل ہیں اللہ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر صاحب کی مغفرت تامہ فرمائے اور آپ سب کو اور لواحقین کو صبر جمیل اجر جزیل عطا فرمائے آمین۔

محترم مولانا صاحب! اس عالم ہست وبوں میں سوائے ذات خداوندی کے ہر چیز فانی ہے ابتدائے آفرینش سے یہ دستور چلا آرہا ہے جو بھی دنیا میں آیا اس نے دارالفنا کی طرف ہجرت کی لیکن بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جنکی زندگی دوسروں کیلئے مشعل راہ اور انکی خدمات ہمیشہ کیلئے یادگار بن جاتی ہیں جب وہ دنیا سے کوچ کرتے ہیں تو در ودیوار افسردہ اور اپنے پرائے غمگین ہوجاتے ہیں۔

مہتمم مدرسہ ہذا حضرت مولانا عطاء الرحمان صاحب اور تمام اساتذہ کرام جملہ طلبائے کرام آپ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اسکا نعم البدل عطا فرمائے اور تمام علمائے حق مساجد ومدارس، بالخصوص دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ کی حفاظت فرمائے آمین ثم آمین

والسلام

مولوی حفظ الرحمان اعوان

۲۹ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ جمعۃ المبارک ۱۲ نومبر ۲۰۱۵ء

مولانا عابد مسرور

شیخ صاحب اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ استاد محترم مولانا راشد الحق سمیع!

چند سال پہلے جامعہ حقانیہ سے میری فراغت ہوئی اور ایک مدرسہ میں مدرس ہوں کل رات (۲۱ نومبر ۲۰۱۵ء) کو میں نے خواب دیکھا کہ مسجد نبوی شریف میں روضہ اطہر کے پاس موجود ہوں اور جامعہ حقانیہ کے

طلبائے کرام نے روضہ اطہر کے گرد گھیرا ڈالا ہوا ہے۔حفاظت کی خاطر اور روضہ اطہر میں قبر شریف کی طرف جانے والا دروازہ کھول دیا گیا ہے، مکمل خاموشی ہے تمام طلبائے کرام خاموش کھڑے ہیں اسی دوران جامعہ حقانیہ کے اساتذہ کرام وفد کی شکل میں آکر روضہ اطہر کے اندر چلے جاتے ہیں مجھے معلوم ہوا کہ ان میں شیخ شیر علی شاہ صاحب بھی شامل ہیں ان کے اندر جانے کے بعد بھی دروازہ کھلا رہا کسی کو اندر جانے کی جرأت نہیں ہورہی تھی سوائے ایک طالب علم کے جو دیوانہ وار آکر داخل ہوا آپ حضرات نے اندر کافی وقت گزارا پھر آپ حضرات واپس تشریف لے گئے ،دروازہ ویسے ہی کھلا تھا موقع پا کر میں بھی داخل ہوا تو بہت روشن ماحول تھا چند قبریں تھیں سامنے ایک چارپائی پڑی تھی مجھے بتایا گیا کہ آپ علیہ السلام اس پر آرام فرما ہیں تو میں قریب گیا تو آپ علیہ السلام اٹھ بیٹھ گئے ،ایسا نورانی چہرہ مبارک تھا جو میں بیان نہیں کرسکتا ملاقات کی مصافحہ فرمایا ہاتھ مبارک چوما سر وآنکھوں پر مسح کیا پھر خواب ختم ہوا۔

اُمۃ اللہ نورانی بنت مولانا میاں نور بادشاہ حقانی

مینگورہ سوات

محترم جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہونگے بعد سلام مسنون عرض یہ ہے کہ بندی کی علم میں یہ بات آئی ہے کہ آپکے ماہنامہ الحق کی خصوصی اشاعت شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ (حیات وخدمات نمبر) کی اشاعت پر کام جاری ہے دل سے آپ کے لئے بہت دعائیں نکلی کیونکہ ڈاکٹر صاحب سے ہمارا روحانی تعلق اور حب فی اللہ کا رشتہ ہے، اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس خدمت عظیم الشان پر ڈاکٹر صاحب اور تمام قارئین ''الحق'' کی طرف سے جزائے خیر دے۔آمین۔

بندی نے ایک ماہ پہلے ڈاکٹر صاحب کے بارے میں ایک خواب دیکھا تھا مگر دو دن بعد پھر ہم عمرہ کرنے حرمین شریفین کے مبارک سفر پر چلے گئے اب وہ خواب آپکو تاخیر سے بھیجنے پر معذرت خواہ ہوں

حضور اکرم ﷺ کا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحبؒ کے مرقد پر تشریف لانا

۶ جنوری ۲۰۱۶ء بمطابق ۲۵ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ بروز بدھ بندی نے تہجد کے وقت خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مکان پر تشریف لائے ہوئے ہیں۔بندی بھی زیارت کیلئے حاضر ہوئی، دیکھا کہ ایک کمرے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حسن وجمال کیساتھ کھڑے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے گرد چند آدمی بھی کھڑے ہیں بندی اس کمرہ میں داخل ہوکر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چہرہ مبارک کو دیکھنے لگتی ہے، مگر حیاء کی وجہ نے آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ بات کرسکتی ہے پھر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کمرہ سے نکل کر سامنے ہمارے محلّہ کے جامع مسجد (باچا خان مسجد) کے ایک کمرہ کو تشریف لے جاتے ہیں بندی مسجد کی نلکوں سے جلدی جلدی وضو کرنے لگتی ہے کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اکیلے ملاقات کی موقع مل جائیگی لیکن وضو کے درمیان میں کوئی آ کر کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو جلدی میں تھے وہ کہیں اور تشریف لے گئے، بندی بہت خفا ہوئی پھر کوئی آ کر کہتا ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب (نور اللہ مرقدہ) کے قبر کی زیارت کو تشریف لے گئے ہیں اور غالبا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جامعہ حقانیہ (اکوڑہ خٹک) بھی تشریف لے گئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس صاحب دامت برکاتہم چارسدہ بھی تھے۔

بندی دل میں کہتی ہے کہ تو دیوبندی مسلک والوں کی حقانیت کی دلیل ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف علمائے دیوبندی چلتے ہیں اور ملاقات کرتے ہیں اور آپؐ بھی ان کے ساتھ بہت خوش ہیں۔

☆☆☆

نوحہ خواں ہیں مدرسے اور خانقاہیں سوگوار
آفتاب علم و تقویٰ چھپ گیا زیر مزار
شمع محفل بجھ گئی باقی ہے پروانوں کی خاک
اب نہ تڑپے گی کبھی محفل میں دیوانوں کی خاک

☆☆☆

منظوم خراج عقیدت

زندہ ہوں لیکن شہید عشق بھی
یہ حیات جاودانی اور ہے

محمد اکرام القادری
سابق ایڈیٹر ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور

عاشق خیر الوریٰ حضرت شیر علی شاہ رحمہ اللہ

ہوگئے ہم سے جدا حضرت شیر علی شاہؒ — تھے امام الاتقیاء حضرت شیر علیؒ
علم وعرفان کے لنڈ مہائے خم پہ خم — رہبر راہ ہدیٰ، حضرت شیر علیؒ
لب پہ ہر دم ذکر قرآن وحدیث — عاشق خیر الوریٰ حضرت شیر علیؒ
دشمنی بدعات سے سنت سے پیار — سرگروہِ اولیاء، حضرت شیر علیؒ
گونج تیرے نام کی عرب و عجم — پیکر مہر و وفا حضرت شیر علیؒ
اپنے دیوانوں کو روتا چھوڑ کر — چلائے سوئے بقاء حضرت شیر علیؒ
غمزدہ ہم اور تو جنت نشیں — اے امیر قافلہ، حضرت شیر علیؒ
تیرے شاگردوں کا بحر بیکراں — مضطرب ، اے دلربا، حضرت شیر علیؒ
سید الکونین پر یا سیدی — تیرا ہر لمحہ فدا، حضرت شیر علیؒ
تیرا شہر شافع روز جزا — مدتوں مسکن رہا حضرت شیر علیؒ
چاہنے والوں میں تیرے اصفیاء — اے جری و پارسا حضرت شیر علیؒ
تیری الفت کا اسیر اکرآم بھی — مرحبا صد مرحبا حضرت شیر علیؒ

پروفیسر ڈاکٹر عرفان خٹک
اکوڑہ خٹک

شیخ الحدیث والقرآن حضرت مولانا

ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کی وفات پر ایک نظم

وہ افتاب روشن حدیث و قرآن کا
اجالا تھا ہر سو اسی سے جہان کا

گواہر جو جھڑتے تھے ان کی دَھن سے
وہ معدن، خزینہ تھے علم وعرفان کا

تھے ایسے محدث، مفسر، محقق
کہاں ان کا ہمتا دلیل وبرھان کا

وہ شیخ الحدیث تھے وہ شیخ القرآن بھی
شناسا تھا بھید حمید فرقان کا

اس دار فنا سے جوں شیخ کرگئے کوچ
مچا شور و غل کو بہ کو آہ فغان کا

ہر دل مضطرب تھا ہر آنکھ رو رہی تھی
کہوں کیا اے خٹک اس نوحہ گراں کا

مولانا محمد فضل عظیم اسعد حقانی
استاد دار العلوم معیار جندول دیر پائین

اردو میں مرثیہ

نہیں کوئی بھروسہ یاد رکھ اس دار فانی پر — ہے اس کی زندگی جیسی لکھائی ہو کہ پانی پر
اکوڑہ میں ہوا پیدا معطر طفل نیک اختر — بنام شیر علی شاہ بعد میں جو ہوگیا گوہر
تھا سب بچوں میں ذہنی ہر طرح وہ لے گیا نمبر — ہوا عالم بنا علامہ دنیا میں ہوا رہبر
مدینہ کو گئے گویا تھے عربی میں آسانی پر — مقرر تھے تعجب ہوتا انکی خوش بیانی پر
یہ مردم خیز قصبہ کا تھا اک مرد جوان ہمت — اکوڑہ کو سلام آداب ہو میرا یہ ہے جنت
یہاں ہے مادر علمی مری ہم پر ہے یہ منت — تمام علم پہ ہے احسان اس کا علم کی نعمت
اگا یاں پر یہ پودا چھا گیا دنیا جہانی پر — کہ لوگ حیران تھے اس کی بلاغت میں روانی پر
تھے عاشق عربیت کا درد مجھ کو دی صوابی میں — مدینہ میں بھی مجھ کو تھپکی دیدی یونیورسٹی میں
اور تقریظ میں بھی داد دی توضیح شافی میں — تھا وہ اہل قلم تھا ذوق والا شعر دانی میں
ہے ان پر آفریں ان کے بڑھاپے اور جوانی پر — اور ہو آفرین ان کی حیات اور ہر نشانی پر
ولیکن زندگی کی کیا حقیقت ہے کہ یہ ہستی — مفسر یہ محدث یہ مقرر بول میں چستی
مجاہد جس کے رگ رگ میں تھی خون عزوہ کی مستی — جدا ہم سے ہوا اب لے گئی عقبیٰ کو وہ بستی
ہوا افسوس سب دنیا کو اس نقل مکانی پر — عجب ہے انقلاب دہر پر قلب زمانی پر
خدا بخشے گا ان کو جمعہ کے دن وہ وفات ہوکر — جنازہ میں بھی لاکھوں لوگ شریک از ہر جہات ہوکر
بزرگوں سے جنازے میں بیان انکی صفات ہوکر — ممات ان کی عجب جیسی عجب انکی حیات ہوکر
تو کیا افسوس ہے؟ اسعدؔ اب اس پیر معانی پر — جو رخصت ہوگئے ہم سے حیات جاودانی پر

نظمها: ابرار حسین الرستمی
مدرس بجامعة انوار القرآن والعلوم نرشك مردان

رثاءٌ لمعالی الشیخ السید شیر علی شاہ المدنیرحمه اللّٰه

بکی قلبی وحق له البکاء علی شیر علی نجم ضیاءُ
بکی قلبی وحق له البکاء علیه الارض تبکی والسمآءُ
بکت عینی ولم تحمل دموعی تسیل علی خددودی فالدلآءُ
ندی الکف معطآء جنون اصیل السنخ لیس له کفآءُ
لنا فی کل یوم منه درس من الآثار جما واللّقآءُ
إلٰهی فارق الدنیا حبیبی وشیخی الکامل النور الصفآءُ
لاهل العلم والاسلام طرّا بهذا العالم البطل اقتدآءُ
حسام عاضب لیث زئیر یراع به الأزراق والعدآءُ
عشمشمنا عنابسنا هزبر له یوم الوغی غیظ ذکآءُ
غضنفرنا مصلخدنا شجاع له یوم اللقا قلب مضآءُ
أغار علی الفرنجی الخبیث طوال حیاته منه ابتدآءُ
لقد جاد البلاد ونال فیها مآثر لا یزال لها البقآءُ
ربوع الهند وباکستان جمعا علیه الیوم تبکی والفضآءُ
فمکة فالمدینة فالجزیرة فقدس فالهرات لها البکآءُ
فقدت مجاهداً سیفاً سلیلاً علی الکفار صاروخ قضآءُ
شهدنا مشهداً خیراً عظیماً غداة السبت لیس له انطوآءُ
فودع شیخنا علم کبیرٌ إلیٰ الرحمٰن لیس لنا دوآءُ

بایمان واخلاص وورع الى الفروس فيه له الجزآءُ
هلمى يا زمان عليه نبكى فإن وفاته فينا ابتلآءُ
هلموا أيها الخلان ندعو فان الله يغفر من يشآءُ
إلٰهى عبدك الابرار يرثى لشيخ بارعٍ فيه الوفآءُ
ويسأل ربه المنان دوماً ليجمعنى واياه اللوآءُ

نظمت هذه الأبيات رثاء لسيدى وشيخى وفلذة كبدى معالى الدكتور السيد شير على شاه المدنى رحمه اللّٰهوأسكنه فى فسيح جنانه وأظله وإيانا بظلال لوآء الحمد يوم لا ينفع مالٌ ولا بنون

لقد توفىّ رحمه اللّٰه فى ١٦ محرم الحرام ١٤٣٧ للهجرة وفق ٣٠ اكتوبر ٢٠١٥ للميلاد فى الرحمٰن ميديكل سنتر ببشاور بعد أن صلى الجمعة مع الجماعة ،وسمع خطبة المسجد الحرام والمسجد النبوى عبر الشبكة العالمية ،فيا لها من سعادةٍ وكرامةٍ!!

كان رحمه الله قد كتب عدة صكوك ووصايا قبل وفاته بيوم ،رسالة باسم روجته، ورسالة باسم ابنه الاكبر السيد أمجد على شاه،ورسالةٌ باسم صديقه الحميم سماحة الشيخ سميع الحق حفظه الله ورعاه،رسالة باسم بانى مسجد فاطمة ،وكل هذا يدل بصراحة علىٰ أنه الهم وفاته،

كتب رحمه اللّٰه فى رسالته الىٰ أحب أصدقائه رئيس الجامعة الحقانية،يتمنى أن تكون آخر لمحة من لمحات حياته فى دار الحديث بدارالعلوم الحقانية وهو يقول : قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ولكن قال : ماذا يفعل العبد العاجز؟ تمثل بقول القآئل :

ما كل ما يتمنى المرء يدركه تجرى الرياح بما لا تشتهيه السفن

وقد حضر جنازته حوالى ستمائة ألف نسمة،دموعهم فى دمآء قلوبهم تدورُ،وهذا من الشرف العظيم الذى لم يحظ به احد سواه وأخيراً نسأل الله عزوجل ـأن يجمعنا وإياه تحت لواء رسول الله صلى الله عليه وسلم لواء الحمد يوم لاينفع مال ولا بنون اللهم آمين

مولانا محمد عبدالحق علوی غرشینوی غورغشتوی
استاد حدیث مدرسہ نصیریہ غورغشتی اٹک

الرثأ علی الوفاة الدکتور الشیخ شیر علی شاہؒ قافیة المیت

من اتی فی عالم الدنیا سیمضی	لاوجود فی الوجود للدوام
جس نے دنیا پر دم مارا عنقریب رخصت ہوجائیگا	موجودات میں کوئی وجود ہمیشہ نہ رہے گا
نصرة الدنیا لایام تناھی	لم تجد شئی لھا فیھا قیام
دنیا کی زیب وزینت چند دنوں کی مہمان ہے	آپ کوئی شے دنیا میں قائم ودائم نہ پائیں گے
سکان فی القصور والحصص	سواء فی الذھاب والمناب
محلات اور جھونپڑوں کے مکین	(دنیا کو) چھوڑ نے اور مرنے میں برابر ہیں
تربة الارض حجاب للتراب	بطنھا ماعی الرعایا والحکام
زمین کی خاک انسان کیلئے پردہ ہے	زمین کا باطن بادشاہوں اوررعایا کی جگہ ہے
شیخنا حبر عظیم مسمیٰ	شیر علی شاہ فارق عنا الایام
ہمارے شیخ عظیم الشان عالم امام مقتداء	شیرعلی شاہ رحمۃ اللہ ہم سے جدا ہوگئے
کتاب اللّٰہ قضی فی عبدہ	وھو قاض علیٰ ناس التمام
اللہ تعالیٰ کا لکھا پورا ہوا انکے بندے کے حق میں	وہ ہر ایک پر پورا ہونے والا ہے
فی الفراق الاشجع اللیث القوی	تسیل العین ویبکون الکرام
شیر دلیر قوی کے فراق میں آنکھ	اشک بار ہے اور علماء طلباء روتے ہیں
محسن بار دکتور شھیر	بالتقی باء الیٰ دار السلام
محسن نیکوکار مشہور دکتور تقویٰ سے	آراستہ ہوکر جنت کو لوٹ گئے
اخدم الدین بحسب الطاقة	اصرف طول الحیاة فی المرام
مقدوز بھر دین (متین) کی خدمت کی	ساری زندگی بڑے مقاصد میں خرچ کی
انشر الوحی و اسرارھا	بالبیان فی الصغار والعظام

وحی اور اس کے اسرار رموز کو
پوری وضاحت کیساتھ عام کیا چھوٹوں بڑوں سب میں

ابلغ ما ارشد خیر الوریٰ
علیھم مدمنا منا السلام
انہوں نے آنحضرتؐ کے ارشادات عالیہ کو پہنچایا
آپ پر ہماری طرف سے ہمیشہ سلام ہو

باللسسان والبنان بالکتاب
فی قری الھند وبالدان الحرم
زبان اور (انگلیوں) کے پوروں سے لکھ کر
ہند اور (عرب) کے مشہور محترم شہروں میں

سواد الاعظم ترۄونه
من احادیث النبی بالزمام
ایک بڑی جماعت نے آنحضورؐ کی
احادیث کو آپ سے سند کے ساتھ وصول کیا

انطق الحق بغیر لومة لائم
و رد ما یقولون الظلام
حق کی تبلیغ کی ملامت گر کی پروا ہ کئے بغیر
اور فتنہ پردراز وں کی تردید کی (کما لا یخفیٰ)

انکر المنکر جھرا وما
اخفاہ حقا وکان سیف حسام
برائی کو علی الاعلان برا کہا
اور حق کو چھپایا نہیں آپؒ سیف حسام تھے

جاھد بالمشرکین
والمنافقین بالسنان والکلام
مشرکین اور منافقین کیساتھ
زبان اور اسباب جنگ کے ساتھ جہاد کیا

انفق نفسا ومالا مالہ
ذلك الحسنیٰ له البشریٰ امام
اپنا مال اور جمال (اللہ کی راہ) میں خرچ کئے
یہی انکی آگے جنت کی بشارت ہوگی

اقتدیٰ بالسیرة النبویة
فی الحیات المستعار کاالغلام
چند روزہ زندگی آنحضورؐ کی سیرت
کی پیروی میں غلام کی طرح گذاری

ربنا انزل علیھم رحمة
فی الصباح والمساء والدوام
اے ہمارے رب تعالیٰ ان پر رحمت
نازل فرما صبح شام اور ہمیشہ

ربنا اعط له عظم الجزاء
لك العقبیٰ وما فیه المقام
اے ہمارے رب تعالیٰ انکو بڑی جزاء عطا فرما
آپ ہی آخرت اور اسکے درجات کے مالک ہیں

مولانا محمد فضل عظیم اسعد حقانی
استاد دارالعلوم معیار جندول دیر پائین

رثاء الشيخ شير على شاه رحمه الله

اتانا النعى، اخبرنا خليل — بان قد مات استاذ جليل
رفيع القدر شير على شاه شهير — بهذا الوقت ليس له بديل
وشيخ فى احاديث النبىؐ — ففى الافاق ليس له عديل
وشيخ الكل فى التفسير أيضاً — بلا بد فليس له مثيل
ألهفىٰ كيف فى قحط الرجال — لهذا شيخنا حان الرحيل
فيا خرم المدينة هل خُبِرتَ؟ — فمات اليوم من فيك النزيل
ومات العالم النحرير آهاً — له تاريخ خدمات جزيل
وطاف العالم الدنيا كمالاً — لداه العلم ذا حبر نبيل
اكوره راره خير الديار — هنا درس له جهد طويل
شيوخ العلم فى الدنيا كثير — ومثل الشيخ والله قليل
ذكى بارز شرقاًوّ غرباً — فخار الملك ذو ذكر جميل
ففاق الكل فى وقت التعلم — ذهين لا يقابله زميل
وحصل دكتراة من مدينة — فطيعا كان فى العليا يميل
ويخدم مسلك الحق القويم — بإخلاص وكان له كفيل
ولٰكن ذوق موت حق صدق — لكل ليس من موت سبيل
فيبكى امجد نبكى كذاه — لكل هكذا دمع يسيل
نعم فى الصبر خير الكل جداً — فحكم الله ليس له دخيل
دعاء ذاك من فضل العظيمؔ — ليغفر شيخنا رب وكيل

مفتی سردار محمد جدون الاشرفی
مہتمم جامعہ الاعزاز ملک آباد گدرون صوابی

أديب خطيب لوذعی حلاحل

خلیلی هل یجری من العین ادمع ام الدم ام روحی وقلبی المفجع
اے میرے دوستو کیا آنکھوں سے آنسو بہے جارہے ہیں یا خون یا روح یا ہمزہ دل

یقولون مابال السردار فانه ینوح ویبکی هائما یتوجع
لوگ کہتے ہیں سردار کو کیا ہوا کہ نوحہ کرتا ہے روتا ہے حیران ہے دردمند ہے

فقلت لهم خلو سبیلی فإننی مصاب وما الا الی الله مفزع
میں نے کہا مجھے چھوڑ دو میں مصیبت زدہ ہوں اور اللہ کے سوا کوئی پناہ نہیں

أئن مات هل یدریٰ سوی الله خالد الیس قضاء الله مالیس یدفع
اگر حضرت کی وفات ہوگئی تو کیا خدا کے سوا کوئی ہمیشہ رہتا ہے کیا اللہ کا فیصلہ ہی وہ فیصلہ نہیں جو اٹل ہوتا ہے

جزعنا وما زال اللغوب یمسنا فزعنا وندری انه لیس ینفع
ہم رو رہے ہیں ہم کو تعب ہورہا ہے پریشان ہیں اور جانتے ہیں کہ ان امور سے کچھ فائدہ نہیں

بکینا ونبکی ما حیینا کصبیة یموت ابوهم مالهم عنه مضجع
ہم روتے ہیں اور جب تک زندہ ہیں روئینگے جیسے بچے کہ ان کا باپ مرجائے اور انکا کوئی ٹھکانہ نہ رہے

فقد تك یا من لیتنی ما فقدته فمثلك فی الاحقاب لایتوقع
ہم سے آپ جاتے رہے اے وہ کہ کاش آپ نہ جاتے کیونکہ آپ جیسے کی توصدیوں میں امید نہیں

ملاذ ذی لکید النفس اقویٰ واننی ضعیف ! فمن بی حین عنی ترجع
اے میرے پناہ گاہ نفس کے مکر بہت قوی ہیں اور میں ضعیف! تو میرا کون کفیل ہوگا جب آپ تشریف لے گئے

وبعدك قد صرنا بوادی عمایة نتیه و اسباب السمآء ستقطع
اور آپکے بعد ہم تو گمراہی کے گڑھے میں پہنچنے لگے حیران وپریشان ہیں اور وہ آسمانی اسباب منقطع ہونے لگے

فجازك رب الخلق عنا بخیرها یجازی به شیخا کذا اتوقع
رب المخلوق آپکو ہماری طرف سے وہ بہترین جزادے جو کسی شیخ کو دے اور مجھے یہی امید ہے

وکنت امیر المسلمین تسوسهم سیاسة حدس والتهور تمنع
آپ امیر المسلمین تھے جو ان کی قیادت ابقائے خوش کے ساتھ فرماتے تھے جوش سے روکتے تھے

فوفت على الاقران علما وحكمة	فقالوا دكتور عارف متورع
اورآپ علم وحکمت میں ہمعصروں سے فائق تھے اسلئے لوگ کہتے تھے	کہ آپ ڈاکٹر ہیں عارف ہیں صاحب ورع ہیں
أشد علىٰ الشيطان من الف عابد	احب الى الرحمٰن فى نبى اتبع
جو شیطان پر ہزاروں عابدوں سے زیادہ سخت ہیں	محبوب رحمٰن ہیں تابع سنت نبویہ ہیں
و فى صديق امام مفسر	ولى ونسيك الىٰ الخير مسرع
وفاکیش، صدیق، امام، مفسر	ولی ،زاہد خیر کی طرف جلدی جانے والے
سنى و فاروق و للعصر مفخر	غنى وتاروك وللخلق مرجع
رفیع المرتبہ ،حق وباطل کے فاروق فخر عصر	صاحب استغناء ،تارک دنیا ،مرجع خلق
أديب خطيب لوذعى حلاحل	حسيب نسيب بازل متبرع
ادیب واعظ صاحب فراست ذی وجاہت	شریف الطبع عالی نسب سخی دریاء
حميد شهيد متق ومبجل	فقيه بنيه مقتدى ثم اورع
محمود الخصال صاحب مشاہدہ تقوی اشعار عظیم المرتبت	فقیہ زیرک مقتدائے عالم بہت صاحب ورع
كريم سعى للدين حاميه محسن	ومرشد اهل العلم لله يخشع
شریف النفس مساعی دین حامی ملت محسن قوم	مرشد علما صاحب خشوع وخضوع ہیں
وقد جمع الله العوالم فى الذى	فقد ناه وهو للمكارم منبع
اور اللہ تعالیٰ نے سارے عالموں کو اس ایک ذات میں جمع کر دیا تھا	جواب ہم میں نہیں اور آپ ساری بھلائیوں کے منبع تھے
وذالك فضل الله يوتيه من يشاء	والله ذوالفضل العظيم الموسع
اور اللہ کا فضل ہے جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں	اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کے مالک اور صاحب وسعت ہیں
وسيلتنا فى اليوم والغد ما ننتظر	ولا ترض بالفردوس وحدك تقنع
اے ہمارے دنیا اور آخرت میں وسیلہ نجات ہم سب کا خیال فرمائیے	اور فردوس میں تنہا قناعت فرما کر راضی نہ ہوجائے
غراة غد نلقاك ان شاه ربنا	بذالك ندعوا وهو بالشمل يجمع
صبح قیامت انشاء اللہ ہم سب آپ سے ملاقات کرینگے	یہی ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ متفرقوں کو جمع فرمادیتے ہیں
سردار تجلدوأسئال الله رحمة	علىٰ روحه واعمل عسى فيك يشفع
اے سردار صبر کر اور اللہ تعالیٰ سے ان کی روح پر	رحمت کی دعا کر اور نیک عمل کرتا کہ وہ تیری شفاعت فرمائیں
وصل وسلم ياودود على النبى ﷺ	واصحابه الغرومن هو يتبع
اے رب ودود اپنے نبی ﷺ اور ان کے اصحاب کرامؓ	اور متبعین پر صلوۃ وسلام نازل فرما

شیخ الحدیث حضرت مولانا

ڈاکٹر شیر علی شاہ مدنیؒ

خاندانِ حقانی کی نظر میں

کہنے کو تو گل ہوا ہے فقط ایک ہی چراغ
سچ پوچھئے تو بزم کی رونق چلی گئی

مولانا عرفان الحق اظہار حقانی

استاد جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مجالس حضرت شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہؒ

صحبت صالح کی تاکید اوراچھی مجلسوں کی تاثیر کا بیان قرآن وحدیث میں جابجا آتا ہے،

امام بیہقی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت نقل کی ہے کہ علیك بمجالس اهل الذكر یعنی ذکر اور یاد الٰہی میں مشغول رہنے والوں کی مجلسوں میں بیٹھا کرو۔

ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ''مجالس الذکر'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے، اسمیں علماء، اولیاء اور واعظین کی مجالس شامل ہیں جن کی مجلسیں یاد الٰہی صحیح عقائد، شرعی احکام، عبادات، حلال وحرام اور ترغیب وترہیب کا مجموعہ ہوتی ہیں......

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است

بہتر از صد سالہ زہدوطاعت است

صالحین کی ایک ساعت کی صحبت سو سال کی اطاعت وزہد سے بہتر ہے

ہمارے ممدوح حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحبؒ کی مجلس بھی درج بالا خصوصیات ہی کی آئینہ دار تھی۔

آپ کی گفتگو وبیان میں فصاحت وبلاغت کے ساتھ ساتھ ادبی چاشنی، علمی گہرائی، تاریخی دلائل وواقعات شیروں کی گن گرج، اصلاح کے درد سے لبریز دلی جذبات، مشاہدات وتجربات کا نچوڑ، علمی تطبیق، عبرت وبصیرت، اسلاف واکابرین کی عقیدت ومحبت، دعوت جہاد، تبلیغ ونصیحت، دفاع اسلام، جدت پسندی کے نقصانات کا جائزہ عالم اسلام کی وحدت کا جذبہ، ایجاز واختصار، زندہ دلی، زبان کی حلاوت وطراوت، روانگی اور تسلسل غرض ہر قسم کی خوبیاں نظر آتی تھیں احقر کو استاد موصوف کے ساتھ تلمذ کا رشتہ آٹھ سالوں پر محیط ہے اس کے علاوہ وہ مختلف اسفار میں معیت اوران کی بیش قیمت مجالس میں حاضری کا شرف بھی حاصل رہا کسی زمانہ میں احقر آپ کی صحبت اور مجالس سے فیضیاب ہونے کے لئے ہر روز عصر کے بعد آپ کے حجرے میں جانے کا اہتمام کرتا تھا۔افسوس کہ ہم ان سے محروم ہوگئے کچھ مجالس جو میں نے مختلف مواقع پر قلمبند کئے ہیں وہ افادہ عام کے لئے پیش خدمت ہیں۔

ایک جاہل سندھی کا روضہ اطہر کو سجدہ

فلا تجعلو لله اندادا کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے کہا: ایک دفعہ مدینہ منورہ میں عشاء کی نماز کے بعد شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان جو کہ بہت بڑے علامہ اور مؤحد تھے پنجاب میں انہوں نے توحید کے پرچار میں بڑا نمایاں کام انجام دیا، میرے استاد بھی تھے، میں اور وہ مسجد نبویؐ سے نکل رہے تھے تو اچانک دیکھا کہ ایک سندھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کو سجدہ کررہا تھا حالانکہ وہاں پر ایسے کرنیوالوں کو پولیس مارتا ہے لیکن اسوقت پولیس ادھر موجود نہ تھی تو شیخ القرآن نے مجھے فرمایا کہ جا کر منع کروں میں اس کے پاس گیا اور اس کی گردن کو ہلا کر کہا کہ یہ کیا کررہے ہو؟ لیکن وہ سجدے سے نہ اٹھا اس پر خود شیخ القرآن اس کے پاس آئے اور اسے بزور اٹھایا اور کہا کہ یہ کیا کررہے ہو؟ اس سندھی نے شیخ القرآن کو بتایا کہ یہ دین ہمیں کس کے ذریعہ سے پہنچا اسی پیغمبر کے ذریعہ تو اسے بھی سجدہ کرنا چاہئے اس پر مولانا غلام اللہ خان نے بتایا کہ یہی پیغمبر جو دین لایا تھا منع کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کروگے اور پیغمبر فرماتے ہیں کہ اگر ماسوٰی اللہ (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ خاوند (شوہر) کو سجدہ کرے لیکن غیر اللہ کو سجدہ جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس سے عقل چھین لے تو وہ ایسے ہی غلط دلائل پیش کرتے ہیں کہ یہ دین کس کے ذریعہ آیا یہ بزرگ بھی اللہ کے محبوب ہیں انہیں بھی نذرونیاز دینا چاہئے۔

تفسیر وترجمہ سے وہابی بننے کی نامعقول توجیہہ

افغانستان میں بعض بڑے بڑے نادان لوگ طلباء کو کہتے ہیں کہ ترجمہ وتفسیر مت پڑھو، ورنہ وہابی بن جاؤ گے ۔میں نے جب پہلی دفعہ منبع العلوم میں ترجمہ شروع کیا تو بعض طلباء نے کہا کہ حضرت ہمیں تو اپنے بڑوں نے منع کیا ہے کہ ترجمہ مت پڑھو کہیں وہابی نہ بن جاؤ۔ سوال یہ ہے کہ ترجمہ سے بندہ وہابی ہوجاتا ہے یا پکا مسلمان بنتا ہے۔

ہمارے مشاہدہ کی بات ہے کہ بڑے بڑے مولوی ہوتے ہیں قاضی اور حمد اللہ (منطق کی کتب) یاد ہوتے ہیں لیکن ترجمہ نہیں سمجھتے ہیں ۔ یہاں ایک بڑا مولوی تھا جسے ترجمہ نہیں آتا تھا اگر اسے کوئی کہتا کہ "ویل لکل ھمزہ" کا کیا معنی؟ تو کہتا کہ کیا میں آپ کو اخوند (امام) نظر لگتا ہوں؟ مجھ سے قضایا موجہات اور عکس نقیض میں پوچھو فلاں شئ میں پوچھو اور فلاں میں ......اس پر بہت فخر کرتا تھا اور قرآن کا ترجمہ اخوند کی نشانی سمجھتا تھا۔

لاحول ولا قوة الا بالله

پچاس سال قبل اردن میں تبلیغ کی حالت

یکم جولائی 1999ء : نوشہرہ مرکز کے تبلیغی سرپرست حضرات آئے تھے اس موقع پر آپؒ نے فرمایا: کہ 1965ء میں اردن عمان میں حطہ نامی علاقہ میں ایک تبلیغی جماعت کو پولیس والوں نے مسجد سے میرے سامنے نکالتے ہوئے کہا

کہ ”جعلتم المساجد الفنادق “(تم لوگوں نے مسجدوں سے ہوٹل بنا دیئے)اب الحمدللہ اسی جگہ تبلیغ کا بڑا مرکز بنا ہوا ہے۔

ارجنٹائن میں مسلم گھرانے کا حال

ایک دفعہ میں نے شیخ سعید احمد خان صاحب مرحوم مدینہ کوارجنٹائن کا ایک خط ترجمہ کیا جو کہ تین صفحات پر محیط تھا اس میں تبلیغ کی روئیداد(کارگزاری) تھی ،ایک واقعہ انہوں نے یوں لکھا تھا کہ ہم ایک گھر جس کے متعلق بتایا گیا تھا کہ یہ مسلمانوں کا ہے، پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک لڑکی نکلی ، ہم نے کہا کہ آپ لوگ مسلم ہیں اس نے جواب دیا کہ No, we are Christian(نہیں ہم عیسائی ہیں) پیچھے سے اس کی ماں نے اورآواز دی,Oh Silent We are Muslim, (چھپ ہوجاؤ ، ہم مسلمان ہیں) پھراس عورت نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں لیکن یہ میری بچی عیسائیوں کی سکول میں پڑھتی ہے۔

اسی طرح اس خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ اکثر لوگ دعوت کے جواب میں کہتے ہیں کہ We are so busy(ہم بہت مصروف ہیں)جب میں نے خط کا ترجمہ کیا اور مولانا کے پاس لے گیا تو وہ بیمار تھے اس موقع پر چند عرب جوان بھی آئے تھے،مولانا نے ان کو وہ خط دیا جس کو پڑھ کر وہ بڑے متاثر ہوئے اور ارجنٹائن کی طرف تبلیغی سفر پر روانہ ہوئے۔فرمایا مولانا سعید خان انتہائی کمزور ولاغر تھے بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ معلوم ہوتا تھا،لیکن اس کے باوجود تبلیغی اسفار ہر وقت فرماتے مجھے ان کی خدمت کا بہت موقع ملا تھا۔

سال لگانے کی ترغیب

فرمایامدینہ میں جب مجھے ڈاکٹر یٹ کی ڈگری میں نمایاں پوزیشن پر گولڈ میڈل دیا گیاتو میں نے مولانا سعید احمد خان کو خوشخبری سنائی ،جس پر انہوں نے فرمایا کہ میں آپ کو تب تک گولڈ میڈلسٹ نہیں مانوں گا جب تک آپ ایک سال نہیں لگاتے۔

جس رات آپ کو گرفتار کیا جا رہا تھا اس رات میں ان کے ہمراہ بارہ بجے تک رہا اور جب رات گئے واپس ہوا تو اگلی صبح معلوم ہوا کہ مولانا کو گرفتار کرلیا گیا۔مولانا سعید خان نے کہا کہ مجھ سے چاہو تو نیشنلٹی چھین لو لیکن تبلیغ میری روح اور غذا ہے جو نہیں چھوڑ سکتا ہوں اللہ تعالیٰ نے ان کو مدینہ کی موت دی اور ان کی اہلیہ محترمہ بھی وہی پر انتقال کرگئی۔ رحمهما الله رحمة واسعة

تبلیغی سفر

23اگست2000 مجلس بعد صلوۃ العصر والمغرب 23جمادی الثانی 1421ھ : فرمایا! کہ لاہور میں حضرت شیخ التفسیر

مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ہاں جب ہم دورۂ تفسیر پڑھ رہے تھے تو عید کی چھٹیوں میں حضرت لاہوریؒ سے تبلیغ کے مرکز (رائے ونڈ) جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت میاں جیؒ (عبداللہ) کو میرا سلام دینا۔ مرکز گئے تو وہاں سے ہماری تشکیل قصور کے لئے ہوئی جہاں ہم ایک بریلوی مسلک کے مسجد گئے عید کی رات تھی انہوں نے ہمیں راتوں رات مسجد سے نکالا ہم نے کھانا وغیرہ بھی تیار نہیں کروایا تھا، لہٰذا مجبوراً رات کی تاریکی ہی ہم کسی دوسری مسجد کی تلاش میں نکلے اور پھر کافی تگ و دو کے بعد دوسری مسجد پہنچے رات کافی دیر ہوچکی تھی افراتفری میں کھانے کا انتظام بھی نہ کرسکے اور بالآخر بغیر کھانے کے سونا پڑا؛ اس لئے کہ بازار وغیرہ بند ہوچکے تھے۔

عورتوں کا تبلیغ میں نکلنے کے بارے میں مؤقف

فرمایا: کہ عورتوں کا تبلیغ میں اپنے محارم کے ساتھ نکلنا جائز ہے، بعض لوگ اس کے مخالف ہیں حالانکہ یہ لوگ اس وقت تو کچھ نہیں کہتے جب یہ عورتیں ماموں، چچا اور ادھر اُدھر کے رشتہ داروں کے گھر میں جاکر شادیوں وغیرہ کی تقریبات میں پورا ایک ایک ہفتہ دوسرے شہروں میں گزارتیں ہیں اور ان کے ہمراہ محارم تک نہیں ہوتے، تب تو ان کو فتنہ کا خوف نہیں رہتا۔

مولانا مفتی محمودؒ کا دارالعلوم حقانیہ آمد اور قصر نماز کی امامت پر حکیمانہ جواب

فرمایا: کہ مولانا مفتی محمودؒ پہلی مرتبہ دارالعلوم حقانیہ جب تشریف لائے تھے، تو مدرسہ مسجد مولانا صاحب (محلّہ ککے زئی) میں واقع تھا اس وقت مفتی محمودؒ کی داڑھی بالکل سیاہ تھی اور آپ قوی الجثہ نہ تھے لاغر سا بدن تھا، غالباً عشاء کے وقت حضرت مولانا عبدالحقؒ انہیں مسجد کے بالمقابل بالاخانہ (مہمان خانہ) لائے اور مجھے کہا کہ جاکر مسجد میں دیکھو کہ نماز ہوچکی ہے یا نہیں؟ میں نے معلوم کیا تو جماعت ہوچکی تھی پھر وہیں حضرت مولانا صاحبؒ نے مفتی صاحب کو آگے فرما کر جماعت پڑھانے کا کہا کچھ دیگر مہمان بھی اس موقع پر موجود تھے حضرت مفتی صاحبؒ نے قصر کر کے فرمایا کہ میں مسافر ہوں باقی لوگ اپنی نماز پوری کرلیں، ہم نے نماز مکمل کی تو ایک مہمان نے شور مچایا کہ جب مقیمین موجود ہو تو مسافر کی امامت کیوں کروائی گئی؟ حضرت مفتی صاحب نے اس آدمی کو حکیمانہ جواب دیا یہ اس لئے تاکہ آپ کو مسئلہ معلوم ہوجائے کہ مقیم کے ہوتے ہوئے مسافر بھی امامت کرسکتا ہے۔

عزرائیل کس طرح روسی آب دوز تک پہنچا! کفریہ کلمہ:

روس کے آب دوز کے ڈوبنے کے متعلق بات چلی تو ایک طالب علم احمد علی شاہ نے کہا کہ آج ایک شخص کہہ رہا تھا کہ اتنی گہرائی میں عزرائیل کس طرح پہنچا، حضرت نے سنا تو فرمایا کہ یہ کفریہ کلمہ ہے چاہئے تھا کہ اس شخص

کو تھپڑ مارتے۔ فرمایا: ایسے لوگوں کے لئے ہارون الرشید جیسا بادشاہ چاہئے کہ ایک دفعہ کوئی عالم دین اس کے دربار میں یہ حدیث بیان فرمارہے تھے کہ "احتج ادم وموسی علیھما السلام "اس پر ایک شخص نے معترضانہ انداز میں کہا کہ ان کی ملاقات کس طرح ہوئی اس پر وہ شدید غصہ ہوئے اور حکم دیا کہ اسے گرفتار کرکے اس کا کام تمام کردیا جائے اس لئے کہ اس نے دین کا مذاق اڑایا، لوگوں نے بڑی منت سماجت کرکے اس کی جان بخشی کروائی پھر ہارون الرشید نے فرمایا کہ یہاں حدیث سنائی جارہی ہے اور یہ اس میں ٹانگیں اڑا رہا ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ لوگ ملائکہ کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آبدوز تک کس طرح پہنچیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی طاقت کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرُقًاo وَّالنّٰشِطٰتِ نَشُطًا o وَّالسّٰبِحٰتِ سَبُحًا o فَالسّٰبِقٰتِ سَبُقًا o فَالُمُدَبِّرٰتِ اَمُرًا (االنازعات: ۱ تا۵) وَالصّٰٓفّٰتِ.صَفًّاo فَالزّٰجِرٰتِ زَجُرًا (صافات :۱تا۲) وَمَا جَعَلُنَآ اَصُحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً (المدثر:۳۱) حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الُمَوُتُ تَوَفَّتُهُ رُسُلُنَا (الانعام :٦١)

والدین کے لیے ایصال ثواب

فرمایا کہ حفظ قرآن بہت بڑی نعمت ہے اس کی قدر کرنی چاہئے لوگ قرآن یاد کرکے بھلا دیتے ہیں عرب امارات کے ایک شیخ خلیفہ السویدی کا واقعہ بیان کیا جس کی عمر ستر (۷۰) سال ہے اور وہ اس عمر میں قرآن یاد کرنے میں مشغول ہوکر کہتا ہے کہ میں قرآن اس لئے یاد کررہا ہوں تاکہ میرے والد کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق روز محشر میں تاج پہنایا جائے۔ فرمایا کہ کہیں تو لوگ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کیلئے بڑھاپے اور ضعف کے عالم میں مشقت اٹھا کر قرآن یاد کرتے ہیں اور کہیں ہم جیسے لوگ اپنے والدین کو دعا میں بھی یاد نہیں رکھتے۔

غرور وتکبر کے نشے میں مست حکمرانوں کا انجام

فرمایا: دنیا فانی ہے دارالقرار آخرت ہی ہے لیکن افسوس ہمارے حکمران ہمیشہ غرور وتکبر کے نشے میں مست ہوکر سب کچھ بھلا دیتے ہیں۔ ذوالفقار بھٹو کہتا تھا کہ طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں جو میرے ساتھ ہیں لیکن جب اسے پھانسی پر چڑھایا گیا تو پھر ایک کپ چائے تک نصیب نہ ہوئی۔ فرمایا کہ جنگ اخبار میں جیل سپرینڈنٹ کا انٹرویو آیا تھا کہ ہم جب بھی کسی قیدی کو پھانسی لگواتے ہیں تو پہلے اسے خبر دیتے ہیں تاکہ اسطرح ذہنی طور پر آہستہ آہستہ وہ تیار ہوجائے پھر وہ قیدی ہمارے ساتھ پھانسی گھاٹ تک خود اپنے پاؤں سے چل کر آتا ہے، لیکن بھٹو کے پھانسی کے متعلق ہمیں آڈر تھا کہ اسے بالکل خبر نہ دے، ایک رات ہمیں آڈر ملا کہ بھٹو کو پھانسی دی جائے تو میں گیا اور بھٹو کو نیند سے جگا کر کہا اٹھو ہمارے ساتھ چلو اس نے پوچھا کہ کہاں؟ بس پھر میں نے بتادیا کہ پھانسی

دینی ہے، یہ سن کر وہ بے ہوش ہوگیا اس لئے کہ وہ بیچارہ ذہنی طور پر تیار نہ تھا کچھ دیر بعد ہوش میں آ کر مجھے کہا کہ مجھے ایک کپ چائے دی جائے میں نے جیل کے پہرے داروں کو کہا کہ فوراً چائے لاؤ لیکن جب چائے لائی گئی تو دو بجنے میں کچھ ہی لمحے باقی تھے اور ہمیں اوپر افسران بالا سے سخت آرڈر تھا کہ We want his died body on two oclock no more (ہمیں اس کی مردہ لاش دو بجے چاہئے مزید وقت کی گنجائش نہیں ہے) اسی وجہ سے ہم چاہتے ہوئے بھی اسے چائے نہ پلا سکے اور پھانسی دے دی حضرت نے فرمایا کہ عوام کو قوت کا سرچشمہ سمجھنے والا پھانسی سے پہلے باوجود عوام کی بھرپور حمایت کے ایک کپ چائے تک نہ پی سکا۔ اسی طرح نواز شریف جو دوہرے مینڈیٹ کارٹ لگائے ہوئے تھا اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے سیکنڈوں میں تخت سے اٹھا کر جیل کے سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا کیونکہ قوت اور طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات اقدس ہے۔

بچوں کو بچپن میں کھیلنے کودنے کے مواقع دینا چاہئے

فرمایا کہ ایک دفعہ مولانا سعید خانؒ (تبلیغی جماعت کے سرکردہ رہنما) کے پاس مدینہ منورہ میں ایک ڈاکٹر آئے اس کے ساتھ بچہ بھی تھا، بچہ نوعمر ہونے کے باوجود انتہائی مودبانہ انداز میں دو زانو ہوکر مجلس بیٹھا تھا جب مولانا سعید خانؒ کی نظر اس پر پڑی تو بچے کی جانب ایک سنگترہ (مالٹے کی ایک خاص قسم ہے) پھینکا تو بچے نے وہ سنگترہ دوبارہ مولانا سعید خان کی طرف پھینکا مولانا نے اس بچے کے دل بہلانے اور کھیل سے لطف اندوز کروانے کے لئے کئی دفعہ یہ عمل دہرایا اور پھر فرمایا کہ اتنی نوعمری میں بچوں پر ادب کے متعلق سختی نہیں کرنی چاہئے کہ ابھی ہی سے حضرت تھانویؒ بن جائے انہیں اس عمر میں اچھلنے کودنے اور کھیلنے سے منع نہیں کیا جائے۔

مدینہ سے محبت اور وہاں کے جام مہمانوں کیلئے استعمال کرنا

حضرت کے حجرے میں عام طور پانی پینے کے لئے دو بڑے بڑے جام رکھے ہوتے ہیں جس سے ایک وقت میں چار پانچ آدمی خوب سیر ہوکر پانی پی سکتے ہیں۔ ایک مہمان نے دیکھ کر کہا کہ کیا عجیب جام ہے اسپر مولانا نے کہا کہ یہ مدینہ منورہ سے لایا ہوں اس غرض سے کہ ان برتنوں پر مدینہ کی ہوا لگی ہے۔ جہاں صاحب مدینہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔

معشوق کے وطن کے برتن سے محبت

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ معروف عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاجی محمد امینؒ کے ہاں عمرزئی گیا تھا تو حاجی صاحب نے تواضع کے لئے چائے پیش کی مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کپ پیا اور مزید پینے سے معذرت کی اس پر حاجی صاحب نے فرمایا کہ ”دجانان دکلی چانک او پیالئ

دی''، یعنی معشوق کے وطن مدینہ منورہ کا پیالہ اور چانک ہیں ۔ اس پر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے کئی کپ مزید چائے نوش فرمائی یہ واقعہ شیخ الحدیث مولانا صاحب اور حاجی صاحب کے مدینہ اور صاحب مدینہ کی عشق کا مظہر تھا۔

ابوظہبی میں شیخ سویدی کے ہاں مصروفیات

شیخ صاحب نے ابوظہبی میں اپنی مصروفیات کے متعلق میرے پوچھنے پر فرمایا کہ اکثر اوقات درس میں گزرے، شیخ سویدی کہتا تھا کہ میں نے آپ کو صرف درس کے لئے بلایا ہے تاکہ میں آپ سے کچھ استفادہ (تحصیل علم) کرسکوں۔

وہ بڑا دیندار اور علم کا طلب (صادق) رکھنے والا انسان ہے فرمایا اس نے علم کے حصول کی خاطر میرے لئے نہ صرف فرسٹ کلاس کے ٹکٹ بھیجے بلکہ خود مجھے لینے ائیر پورٹ آئے۔

فرمایا کہ درس کا محل متعین نہیں ہوتا صبح 10 بجے ہم کسی باغ وغیرہ میں چلے جاتے اور وہاں پر درس شروع کردیتا ظہر کے کھانے تک یہ سلسلہ جاری رہتا پھر کھانا وغیرہ بھی وہی تناول کرلیتے، اور اس طرح سارا دن ہی پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری رہتا۔

عشاء کا درس ہمیشہ سویدی صاحب کے ایک دوست، جو کہ فناء فی اللہ انسان ہیں اس کے گھر میں ہوتا، اس کے بعد علمی محفل جمتی اور رات کے ایک بجے تک یہ سلسلہ دراز چلتا۔ فرمایا کہ وہاں مکمل قیام کے دوران قصیدہ بردہ پڑھایا اور تفسیر میں سورۃ فاطر سے سورۃ الفتح تک درس ہوا۔ میرے پوچھنے پر کہا یہ دروس ٹیپ کئے گئے ہیں یا نہیں فرمایا کہ ہاں شیخ باقاعدہ اسے ٹیپ کرتے تھے اور اس کا اتنا اہتمام کرتے تھے کہ جس دن میں واپس آرہا تھا اس دن سورۃ الفتح کا درس تھا ریکارڈنگ سیلز کی خرابی کی بناء پر نہ ہوسکی، یہ ماجرا جب سویدی صاحب کے علم میں آیا تو بڑے ناراض ہوئے اور کہا کہ یہ درس میرے لئے دوبارہ ٹیپ کروادیجئے اور اس پر بڑا اصرار کیا، لہٰذا آنے سے قبل مجبوراً اسے ٹیپ کروایا یہ آخری درس اس نے گھر میں رکھا تھا جس میں پردہ نشین خواتین اور اہل وعیال بھی سننے بیٹھے تھے، میں نے عرض کیا کہ وہ کیسٹیں مجھے ریکارڈنگ کیلئے مرحمت فرمائیں، تو کہا کہ ارشد علی شاہ دیدے گا۔

شیخ سویدی کا دن میں دو دفعہ والد کے قبر پر حاضری

فرمایا: کہ روزانہ دو دفعہ شیخ سویدی گھر سے آتے اور جاتے ہوئے والد کی قبر پر جاکر مجھ سے دعائیں کرواتا اور خود امین کہتا میں جتنی لمبی دعا کرتا اس پر زیادہ خوش ہوتے تھے حضرت نے فرمایا کہ شیخ نے اپنے والد کی تمام جائداد وقف کررکھی ہے اس کے والد نے بھی بہت سی مساجد تعمیر کی تھیں پھر فرمایا کہ شیخ کا والد کے ساتھ بعد الوفاۃ محبت قابل نمونہ وستائش ہے، کہ آج ہماری حالت یہ ہے کہ والد کے قبر کو جانا دور کی بات ہے کبھی کبھی دعا میں بھی یاد نہیں کرتے ہیں اللہ کے احسانات وفضل اسی وجہ سے شیخ کے ساتھ شامل حال ہیں۔ فرمایا: کہ شیخ کی ماں حیات ہے اور شیخ خود اس کی خدمت کرتے تھے جو کہ بیمار ہے اس لئے وہ ذیادہ تر اسفار پر بھی والدہ کی وجہ سے نہیں جاتے ہیں۔

گھر کے جوار میں مسجد بنانے کا ارادہ

فرمایا: کہ اس دنیا کی تعمیرات میں کچھ نہیں رکھا دل میں (ارادہ) ہے کہ گھر کے متصل ایک خانۂ خدا تعمیر کرو اور اس کے لئے ذہن میں منصوبہ بنانا ہے کہ مدینہ میں جو قباء کے ساتھ افغانیوں کے محلّہ میں میرا جو گھر ہے اس کو بیچ دو وہاں میرا ایک دوست ہے ''انعام اللہ'' اس کو میں نے پیغام بھجوایا ہے کہ کسی طرح اس گھر کو بیچ دیجئے امید ہے کہ تقریباً تیس ہزار ریال تک بک جائے گا جو کہ تقریباً پاکستانی پانچ لاکھ روپیہ بن جائینگے ان روپوں سے ایک مسجد جس میں سو تک آدمی نماز پڑھ سکے بن جائے گا فرمایا: کہ مسجد بناتے وقت بھی ارادہ یہی ہے کہ اس اس میں تہہ خانہ بناؤنگا

نوٹ: اللہ کے فضل وکرم سے شیخ صاحب نے اپنی حیات اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنچایا اور اس مسجد کو اپنی زوجہ اول دلشاد بی بی کے نام موسوم کرکے اسکے صدقہ جاریہ ٹھہرایا اسی مسجد کے مشرقی جانب آپ رحمہ اللہ کی آخری آرام گاہ بھی بنی رحمہ اللہ رحمةً واسعة

دریائے کابل میں تیراکی مشق

فرمایا: کہ ہم کسی زمانے میں دریائے کابل میں انتہائی گہرے اور بھنور والے مقام پر جا کر تیرتے غوطہ لگا کر ہم مشق کرتے کہ بھنور نے ہمیں کتنی گردش سے دوچار کیا اور کتنی دیر میں ہم اس بھنور کو عبور کرنے میں کامیاب ہوئے۔ یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے دریا عبور کرنا ہمارے لئے معمولی بات تھی، اب تو بڑھاپے نے سب کچھ چھین لیا دریا میں نہانے سے بھی ڈر سا لگتا ہے۔

مالدیپ کے طالب علم کا دکتورا کا مقالہ

ایک مہمان حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت ہمارے ہاں ختم قرآن مجید ہے اس میں آپ تشریف لائیں گا۔ لوگ آپ کی زیارت کے بڑے مشتاق ہیں حضرت نے فرمایا: کہ میں انتہائی افسوس کیساتھ معذرت کرتا ہوں؛ کیونکہ میرے پاس ایک مالدیپ طالب علم ''عبد الستار'' جو کہ اسلامک یونیورسٹی کے Phd کا طالب علم ہے کا مقالہ عید الاضحیٰ سے بھیجا ہوا پڑا ہے جو مجھے پڑھ کر اس کی صحت پر تاثرات لکھنا اور اس طالب علم سے مناقشہ (سوال وجواب) کرنا ہے لہٰذا میں اس کام میں بڑا مصروف ہوں اور کسی قسم کا وقت فارغ نہیں مل رہا ہے، فرمایا کہ اسی وجہ میں ایک دو دن سے کھانا بھی چند نوالیں ہی دوپہر کے وقت لیتا ہوں تاکہ کھانے کی زیادتی کی وجہ سے کام سے نہ نکلوں اور وہ طالب علم بے چارہ بار بار ٹیلی فون کرتا ہے کہ میری والدہ بیمار ہے اور یہاں اسلام آباد میں میرے جو مصری استاد ہے وہ بھی مصر واپس ٹرانسفر ہو کر جارہے ہیں لہٰذا جلدی میری کتاب دیکھ لیجئے اور مناقشہ کروائیں۔ پھر حضرت نے اپنے پوتے سے کہا کہ جاؤں وہ کتاب لے آؤ اور فرمایا: کہ بعض حضرات بضد ہوتے ہیں کہ ہمارے

ساتھ جانا ضروری ہے تو میں مجبوراً ، پھر ان کے سامنے یہ کتاب لاکر رکھ دیتا ہوں کتاب لائی گئی تو حضرت نے اسے دکھاتے ہوئے فرمایا کہ اس کتاب کے ماخذ 199 کتب ہیں اور مجھے اس پوری کتاب کو دیکھنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے ماخذ یعنی اصول کو بھی سامنے رکھ کر ملاحظہ کرنا ہے کہ اس نے عبارۃ مکمل نقل کی ہے یا ناقص اور عبارت کا ترجمہ صحیح کیا ہے یا ظنی ، یہ بہت ہی دقیق امور ہیں۔ فرمایا: کہ ابھی اس میں کسی جگہ پر سیرت سے متعلق ایک جگہ دیکھ رہا تھا اس کیلئے میں نے کئی کتابیں اٹھائی اصل ماخذ سے ملانا اس کے اغلاط پر متنبہ کرنا یہ میری ڈیوٹی ہے ؛ کل یہ کتاب ہزاروں علماء دیکھیں گے گران امور کا خیال نہ رکھا گیا تو بدنامی کا سبب ہوگا اگر اسی طرح بلاتحقیق واصل ماخذ دیکھے اکتفا کرلیا جائے اور خدانخواستہ کل کو کوئی خلاف بات شرع نکل آئے تو یہ مفت شرمندگی ہوگی۔

مقالہ دیکھنے میں حزم واحتیاط

احقر کو حضرت نے کتاب تھمادی تو معلوم ہوا کہ انتہائی ضخیم کتاب ہے جس کا نام " جهود علماء مالديپ في تفسير القرآن الكريم" میں کتاب کی ورق گردانی کررہا تھا کہ حضرت نے کتاب دوبارہ میرے ہاتھ سے لیتے ہوئے فرمایا کہ ابھی میں یہاں پر ایک شعر دیکھ رہا تھا جس میں اس طالب علم نے ایک لفظ کا معنی غلط لکھ دیا ، وہ لفظ ہے ''ھام'' کا معنی اس نے ''نیند'' لکھا ہے اور اسپر ''لسان العرب'' کا حوالہ دیا ، حالانکہ مذکورہ شعر میں ''ھام'' کے معنی ''سر'' کے ہے ، اس نے ''ھوم'' دیکھ کر اس کا معنی کر دیا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ اسی طرح اس نے قرآن کے عبارات صحیح نقل نہیں کیئے ہیں رسم الخط توقیفی ہے جیسے اس نے ''مرساھا'' لکھا ہے حالانکہ یہ ''مرسھا'' لکھا جاتا ہے اور پھر فرمایا: کہ ایسے بیشمار فنی امور ونکات علمیہ پر نظر رکھنی پڑتی ہے تب جاکر کچھ نکلتا ہے، پھر فرمایا اسی کتاب میں ایک مشکل یہ بھی ہے کہ اس مرتب نے مالدیپ کے علماء کے کتب کے حوالے دیئے ہیں جس کے کتب ہمارے ہاں دستیاب نہیں ہیں یا کم ہیں پھر مالدیپی رسم الخط میں تفسیر کا صفحہ نکالتے ہوئے فرمایا کہ یہ مالدیپی زبان میں تفسیر ہے ، یہ سب عذر ومعذرت اور لمبی تقریر کے باوجود وہ مہمان پھر بھی بضد تھا کہ میرے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے جائیں حضرت نے پھر سمجھایا کہ خدا کے بندے میں اس کام سے فارغ نہیں ہوں دارالعلوم حقانیہ کا دوسرا کوئی استاد ساتھ بھیج دوں گا یا کچھ دن صبر کرلو۔

حضرت مولانا عبدالحقؒ کے کاشتکاری کا شغف

فرمایا کہ آپ کے داداجان حضرت مولانا صاحب (عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ) کو زمینداری کا شوق تھا وہ خود پدری زمین اپنی نگرانی میں کاشت کرتے اور پھر فصل پک جانے پر کاٹتے تھے۔ فرمایا: کہ گندم کے کٹائی کے زمانہ میں طلباء کو ساتھ لیجاکر گندم لے جاتا تھا حضرت بھی ہوتے طلباء سارا دن گندم کاٹتے تھے عام لوگ محلے کو جو حضرت کے

ساتھ گئے ہوتے وہ دوپہر کے وقت تھک کر بیٹھ جاتے لیکن طلباء انتہائی شوق وجذبہ سے آخر تک لگے رہتے حالانکہ بڑی سخت گرمی کا زمانہ ہوتا تھا گرمی کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا صاحب کے چھوٹے بھائی نورالحق صاحب مرحوم وہاں کام کرنے والوں کے لئے لسی لاتے تھے تو لسی جب وہاں پہنچتی تو وہ ایسی گرم ہوتی جیسے سالن اور ترکاری، پھر طلباء اس میں تازہ پانی ملا لیتے تاکہ اس میں خنکی آئے۔

حضرت لاہوریؒ کے تفسیری افادات (زبدة القران) پر کام

حضرت لاہوریؒ کی تفسیر پر کام شروع کرنے سے متعلق فرمایا کہ الحمدللہ یہ کام میں نے شروع کیا یہ ایک علمی کام ہے، میں نے مولانا عبیداللہ انور کے زمانہ میں بھی یہ کام شروع کیا تھا لیکن چند اقساط خدام الدین میں شائع ہونے کے بعد بوجوہ یہ سلسلہ پھر رک گیا اب دوبارہ حضرت شاہ صاحب کے بیٹے کے اصرار پر اللہ نے یہ کام شروع کردیا ہے السعی منا ولاتمام علی اللہ۔

فرمایا: کہ اللہ کا رحم وکرم ہے کہ وہ مسودات 43 برس گزرنے کے باوجود آج تک محفوظ ہیں اور ضائع نہیں ہوئے؛ اس دوران کئی مرتبہ امجد علی شاہ وغیرہ اور دیگر طلباء نے کتابیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیں جس میں اکثر میرے بعض تقریری مسودات گم ہوگئے لیکن اللہ نے اسے محفوظ رکھا۔

نوٹ: اب حضرت لاہوری کے یہ افادات ''زبدۃ القرآن'' کے نام سے القاسم اکیڈمی کے توسط سے منصۂ شہود پر آچکے ہیں۔

حضرت لاہوریؒ کا فرمان ''ہر لکھنے والا لکھنے والا نہیں ہوتا''

فرمایا: کہ میں نے الحمدللہ 99% تفسیری نکات حضرت لاہوری سے قلمبند کئے ہیں ایک دفعہ حضرت لاہوریؒ نے بنی اسرائیل کے بارہ نعمتوں کا تذکرہ کیا کہ ان پر بارہ انعامات ہوئے تھے اس پر بعض طلباء نے کہا کہ حضرت بارہ مکمل نہیں ہوئے حالانکہ حضرت نے پورے بتادیئے تھے لیکن ان طلباء سے لکھنے میں رہ گئے ایک طالب علم نے گنے تو چھ لکھے تھے حضرت لاہوریؒ نے دوسرے طالب علم سے پوچھے اس نے سات گنوائے اسی طرح دو چار طلباء سب نے کم بتلائے اس پر میں نے حضرت سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں بیان کردوں۔ میں حضرت کے بالکل قریب بیٹھا تھا۔ تو میں نے بارہ کے بارہ نعم مکمل طور پر بیان کردئے اس پر حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ ہر لکھنے والا لکھنے والا نہیں ہوتا ہے اس لئے جو طلباء پورا لکھ نہیں سکتے وہ دھیان سبق کی طرف دیا کرے۔

حضرت سندھیؒ کے تفسیری افادات عمر بھر کا سرمایہ

فرمایا کہ حضرت لاہوریؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے مولانا سندھی سے 99% تفسیری نکات لکھے تھے جب

حضرت سندھی افغانستان جانے لگے تو مجھے کہا کہ وہ مسودات مجھے دو تو اس پر میں نے کہا کہ حضرت تو میری پوری زندگی کا سرمایہ ہے کہیں ضائع نہ ہوجائے۔

فرمایا: کہ مولانا سندھی نے قرآن کے تفسیری مواد کے لئے دس آدمیوں کی کمیٹی تشکیل دی جن میں پانچ عصری علوم کے ماہر اور پانچ علماء تھے۔لیکن الحمدللہ کہ اللہ نے مجھ ناچیز (لاہوریؒ) سے کام لیا۔

پشتو میں تکرار

حضرت نے مزید فرمایا کہ میں حضرت لاہوریؒ کے درس کے بعد پٹھان طلباء کو پشتو میں تکرار کرواتا حضرت بھی کبھی کبھی تشریف لاکر فرماتے کہ میں پشتو سننا چاہتا ہوں۔

فرمایا: کہ مغرب کے بعد ہم حضرت لاہوریؒ کے ساتھ بیٹھتے تو آپ عربی بولتے تھے عربی حضرت لاہوری نہایت فصیح روانگی اور بے تکلفی سے بولتے تھے۔

ایک مصری استاد شیخ مصطفیٰ کا ذکر خیر

فرمایا: کہ ہمارے جامعہ اسلامیہ میں ایک مصری شیخ التفسیر کے استاد تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی صلاحیتوں سے نوازا تھا اس کا یہ دعویٰ تھا کہ میں عربی میں کوئی عامی لفظ استعمال نہیں کرتا ہوں، اگر کوئی ایک لفظ بھی مجھے بتادیا جائے تو میں جرمانہ دوں گا،حالانکہ عام طور پر تو مصری اکثر غیر عربی عامی الفاظ استعمال کرتے ہیں ان کا نام الدکتور مصطفیٰ زید مصری تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں موت کے لئے مدینہ پہنچادیا جامعہ میں چھٹیاں ہوگئیں تو وہ مصر چلا گیا تھا لیکن دوران تعطیل وہ ایک طالب علم کے مناقشہ کے لئے آئے تو مدینہ میں ہی اچانک انتقال ہوگیا اور اس طرح مدینہ کی موت نصیب ہوئی فرمایا انہوں نے النسخ فی القرآن کے نام سے ایک لاجواب کتاب تصنیف کی ہے۔

10 جون 2001ء بعد از درس الترمذی:

امام ابوحنیفہؒ کی عقلمندی

ایک مجلس میں فرمایا کہ ابومنصور نے ایک دفعہ اپنی بیوی سے دوسری شادی کی اجازت چاہی تو اس نے سختی سے منع کیا۔ پھر ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ کو اپنے ہاں بلاکر بیوی کو چھپا کر پس پردہ بٹھایا اور امام صاحب سے پوچھا کہ شریعت میں شادیاں کرنے کی کتنی حد ہے؟ امام صاحب نے جواب میں یہ آیت پیش کی فانکحواماطاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث وربع، دو تین اور آخری حد چار کی ہے۔اس پر منصور نے پس پردہ بیوی کو مخاطب کرکے کہا کہ سن لیا کیا کہتے ہیں۔اب امام صاحب اس معاملے کی تہہ تک پہنچے انہوں نے فوراً منصور کو آیت کا یہ حصہ بھی سنادیا کہ فان خفتم الاتعدلو فواحدۃ ، یعنی عدل نہ ہونے کے اندیشے پر ایک ہی پر اکتفا کیا جائے گا۔بعد میں ابومنصور کی

بیوی نے امام صاحب کی خدمت میں بیش بہا قیمتی ھدایا بھیجے لیکن امام صاحب نے یہ کہہ کر رد کر دیئے کہ یہ حق بات میں نے آپ کی خاطر نہیں بلکہ اللہ کی خاطر کی تھی۔ ان اجری الا علی الله

دیوانے کی چالاکی اور فالودہ

فرمایا کہ ایک دفعہ امام ابو یوسفؒ دارالقضاء (عدالت) سے نکلے تو ایک دیوانہ ملا جس نے آپ پر سوال کیا کہ قرآن مجید میں یہ آیت وان من امة الا خلافیها نذیر آئی ہے تو کتا بھی ایک امت ہے کیا اس کے ڈرانے کیلئے کوئی بھیجا گیا ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے اس سوال کے جواب پر کافی سوچا لیکن کوئی جواب بن نہ پڑا اس لئے دیوانے سے معذرت چاہی اور اس پر سوال کیا کہ تمہیں اس کا جواب معلوم ہو تو بتادو دیوانے نے کہا کہ میرا جواب اتنا آسان اور مفت نہیں پہلے مجھے فالودہ کھلائیں تب اس کا جواب دوں گا امام صاحب نے اس دیوانے کو فالودہ کھلایا بعد میں پھر اس سے پوچھا تو اس دیوانے نے زمین سے ایک پتھر اٹھا کر کہا کہ یہ ہے کتے کا ڈرانے والا۔

منصور کی بیوی کو طلاق

ایک بار فرمایا کہ ایک دفعہ منصور نے اپنی بیوی سے غصہ میں کہا کہ اگر تو میری سلطنت وحکومت سے نہ نکلی تو تمہیں طلاق ہے بعد میں منصور اس پر کافی پریشان ہوا اس لئے کہ منصور کی سلطنت سے نکلنے کے لئے ہر طرف ایک ایک ماہ کی مسافت تھی اور بیوی کو کسی حال میں دوسروں کی سپردگی میں دے کر سلطنت سے نکالنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ معمہ جب امام ابو یوسفؒ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کا حل یوں نکالا کہ بیوی کو کہو کہ مسجد چلی جائے مسجد وہ قطعہ اراضی ہے جس پر منصور کا تسلط اور حکومت نہیں کیونکہ وہ اللہ کا گھر ہے اس طرح اسے اس سختی سے نجات ملی۔

عجیب غلط فہمی

آپ نے اپنے ایک ساتھی مولانا غلام حیدر کا قصہ سنایا کہ ایک دفعہ وہ ایک قافلے کے ہمراہ بری راستے سے حج جارہے تھے ایران پہنچ کر یہاں کسی مسجد میں نماز کے لئے رُکے تو قافلے کے لوگوں نے مسجد کے دروازے کے قریب ان ٹکیوں کو دیکھ کر جو شیعہ سجدے کی جگہ پر رکھتے ہیں، اسے استنجاء کے ڈھیلے سمجھ لیا بعض ساتھیوں نے اسے استنجا کے لئے استعمال کرتے ہوئے کہا کہ ایران کے لوگ اتنے اچھے ہیں کہ استنجا کے لئے بھی ڈھیلوں کو اس عمدگی سے تراشا ہے۔ کہتے ہیں اس دوران بعض اہل تشیع مسجد پہنچے تو یہ تماشہ دیکھ کر وہ بہت غصہ ہوئے اور جا کر مقامی آبادی کو مطلع کیا کہ یہاں غیر مسلم کافر آئے ہیں۔ ادھر جب مولانا غلام حیدر کو معلوم ہوا تو اس نے اپنے قافلے کے تمام ساتھیوں کو اکٹھا کر کے فوراً نکل بھاگنے کا کہا اور انہیں سمجھایا کہ آپ لوگوں نے ناسمجھی میں ان کے سجدے کی ٹکیوں کی توہین کی ہے۔ لہذا اب تمہاری خیر نہیں بھاگو۔ اور اس طرح وہ نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔

حضرت حسن بصریؒ کی بیوی

کہ حضرت حسن بصریؒ کی بیوی سے اس کے شاگردوں نے پوچھا کہ کیف وجدت الحسن البصری؟ تو اس پر وہ خوب روئی فبکت بکاءً شدیداً۔وقالت تسئلونی عن الحسن البصری رایته فتح المصحف فاذاعیناه تذرفان الدموع وشفتاه لا تتحرکان۔ یعنی حسن بصریؒ کی بیوی اس کے کمال مرتبت کی قائل تھی۔اس پر میں نے کہا کہ......

نہ ہر مرد مرداست نہ ہرزن زنست
خدا پنج انگشت یکساں نہ کردست

پُرسجع کلام

فرمایا کہ بعض علماء کواللہ نے سجع کے ملکہ سے نوازا ہوتا ہے اوران کا کلام کبھی کبھی غیراختیاری بھی پُرسجع ہوتا ہے۔ جیسے ہمارے حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ،خطیب اسلام حضرۃ العلامہ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور دین پور کے مولانا صاحب (مولانا عبدالشکورؒ) اور ہمارے استاد حضرت مولانا غلام اللہ خان بھی پُرسجع کلام کے بادشاہ تھے

تبرک کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہم اسے مؤثر اور خالق ومالک وقادر سمجھتے اور مانتے ہیں بلکہ محبت کا تقاضایہ ہے کہ انسان اس چیز سے محبت رکھے جس سے محبوب کا تعلق ہو۔

متبرک تابوت

میں نے بات بڑھاتے ہوئے کہا کہ ہم نے آپ سے تفسیر میں سنا ہے کہ جب حضرت شموئیل علیہ السلام نے طالوت کو سردار اور بادشاہ بنایا تو لوگوں نے اس کی غربت کی وجہ سے اس پر اعتراض کیا کہ اسے ہمارا حاکم کیوں بنایا گیا ہے؟ تو لوگوں کو مطمئن کرنے کیلئے کہا گیا کہ یہ من جانب اللہ مقرر ہوئے ہیں۔اور اس کی نشانی اور دلیل وہ تابوت ہے جس میں تبرکات ہیں انّ آیة ملکه ان یاتیکم التابوت فیه سکینة من ربکم وبقیة مماترك ال موسیٰ وال ھٰرون اس تابوت میں موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی حضرت ہارون علیہ السلام کی پگڑی اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے تبرکات تھے۔ اس تابوت کی برکت یہ تھی کہ یہ جس کے پاس ہوتا تو وہ فتح یاب ہوتا۔ اس تابوت کو مسلمانوں سے عمالقہ نے قبضہ کیا اور پھر اس کی بے ادبی کر کے جان چھڑانے کیلئے اسے بیل گاڑی میں لادا اور پھر اسے فرشتے حضرت طالوت کی نشانی کے طور پر لائے۔

ضبط وترتیب: ابوالمعز مولانا عرفان الحق حقانی

شیخین کریمین کی مجلسِ علم وعرفان کا ایک منظر

(16 مئی 2015ء) شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہؒ کی علالت کے موقع پر شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کی ان کے درِ دولت پر حاضری اور دونوں مشائخ کی علمی، روحانی، ادبی، جہادی اور انقلابی مذاکرہ کی رپورٹ، جسے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فاضل و مدرس ابوالمعز مولانا عرفان الحق حقانی مدظلہٗ نے ضبط ومرتب فرمایا۔

حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) دل کے عارضے اور دیگر امراض کی وجہ سے سخت علیل ہوگئے تھے جس پر انہیں آر ایم آئی پشاور (ہسپتال) میں کچھ دنوں کے لئے ایڈمٹ کیا گیا، احقر نے وہاں بھی شرف قدمبوسی (عیادت) حاصل کی تھی چند دنوں بعد طبیعت سنبھل جانے پر انہیں گھر منتقل کر دیا گیا تو عمِّ محترم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے ان کے ہمراہ مولانا سید یوسف شاہ، مولانا حامد الحق حقانی، اسامہ سمیع، عبدالحق ثانی اور مولانا شوکت علی بھی تھے۔ میں ان حضرات کے وہاں پہنچنے سے چند لمحے بعد شیخ صاحب کی رہائش گاہ میں واقع ان کے کمرے میں پہنچا تو اس موقع پر عم محترم، ان کے ساتھ محوِ گفتگو تھے احقر نے سلام و مصافحہ کے بعد طبیعت کے بارے میں پوچھا تو شیخ صاحب نے فرمایا:

ایمان کے ساتھ خاتمہ کی دعائیں

یہ دعا کیجئے کہ اللہ خاتمہ بالایمان فرمادے، سکرات الموت کی شدت، قبر کی سختیاں، تاریکیاں اور قیامت کی ہولناکیاں وغیرہ وہ امور ہیں جن سے واسطہ پڑنا بہت سخت ہے، دنیا کی زندگی جیسی تیسی ہو گزر جاتی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ مراحل ہمارے لئے آسان فرمادے۔ (آمین)

فرمایا: گزشتہ دنوں جب مجھے ہسپتال لے جایا گیا تو اس رات سانس کی اتنی سخت تکلیف رہی کہ میں تو سمجھا کہ شاید زندگی کے آخری لمحات ہیں، سانسیں رک رہی تھیں میں نے گھر والوں، ارشد علی شاہ اور ضیاء الرحمٰن سے کہا کہ یٰسین شریف کا ورد کریں تاکہ روح نکلنے میں آسانی ہو۔ رات کے گیارہ بجے تکلیف شروع ہوئی اور صبح کی اذان تک یہی کیفیت طاری رہی۔ سانس کی نالی میں بلغم رکا ہوا تھا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور ڈاکٹروں کی سرتوڑ کوششوں سے اذان شروع ہوتے ہی سانسیں معمول پر آگئیں۔ پھر فرمایا: سکرات الموت کا وقت بہت ہی سخت ہوتا ہے۔

شہادت اور سعودی جہاد میں شرکت کی تمنا

اچھی موت تو شہادت کی ہوتی ہے کہ انسان بے غم ہو کر اس دار فانی سے کوچ کرے اس لئے کہ السیف محاء للذنوب تلوار گناہوں کو مٹا کر رکھدیتی ہے۔ وہ (شہادت) تو بظاہر ابھی تک قسمت میں نہیں تھی، ہاں اگر حرمین الشریفین کو کوئی خطرہ ہوا اور وہاں جہاد میں شہادت ملی تو کیا خوب ہوگا! اسلام دشمنوں نے ہمیشہ حرمین الشریفین کے بارہ میں منصوبہ بندی کی ہے وہ بھی بہت بڑا جہاد ہوگا۔

احقر نے عرض کیا کہ آپ کا وجود دارالعلوم حقانیہ اور پاکستان کے جملہ مدارس دینیہ کے لئے از حد ضروری ہے۔ رب ذوالجلال لمبی عمر، صحت وعافیت کے ساتھ علماء ومدارس کی سرپرستی کیلئے عطاء فرمائے۔ پھر لمبی آہ بھرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ خاتمہ بالخیر سے نوازے، دن تو کٹ جاتا ہے لیکن رات کو سخت تکلیف سے دو چار ہوتا ہوں۔ حضرت مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ رات آرام وسکون کے لئے ہوتی ہے اکثر مریضوں کو رات کے وقت تکلیف سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ آپ کو تو دن کے وقت بھی لوگوں کے عیادت کے لئے آنے جانے کی وجہ سے آرام میں خلل واقع ہوگا۔

عیادت گزاروں کے لئے رجسٹر رکھنے کی تجویز

احقر نے مولانا ضیاء الرحمٰن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: مہمانوں اور عیادت گزاروں کے لئے ایک رجسٹر رکھ دیجئے وہ اس میں اپنی عیادت اور تاثرات لکھیں بعد میں شیخ صاحب اس پر اپنا دستخط کیا کریں تاکہ عیادت گزاروں کو بھی تسلی ہوا کرے اور شیخ صاحب کو بھی تکلیف کا سامنا نہ ہو۔ میں نے آپ کو ہسپتال میں بھی کہا تھا۔ کہ جب شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ ہسپتال میں ایڈمٹ ہوتے اور ملاقاتیوں کی بھرمار ہوتی اور انکی صحت اس کے متحمل نہ ہوتی تو وہاں بھی ہم رجسٹر رکھتے تھے۔ مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ ہاں یہ عیادت بیمار کے لئے زحمت کا سبب بن جاتی ہے اور یہ سلسلہ سر ہونے والا بھی نہیں رجسٹر رکھ دیں۔ ضیاء الرحمٰن نے کہا جی! رجسٹر اس غرض سے رکھا ہے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے شیخ صاحب سے کہا کہ چار پائی میں لیٹنا چاہیں تو بے تکلف ہو کر لیٹ جائیں، جس پر انہوں نے فرمایا کہ نہیں فی الحال اسی طرح صحیح ہوں۔ احقر (عرفان الحق) نے ٹیک کے لئے تکیے قریب کیئے تاکہ سہولت ہو، جس پر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے کہا کہ میری طبیعت بھی صحیح نہیں رہتی کئی دنوں سے آپ کی عیادت کے لئے صبح سے شام تک آنے کا ارادہ کرتا ہوں۔ پہلے تو چار پائی سے اٹھنا دشوار ہوتا ہے، بدن بے قرار سا رہتا ہے پھر دفترِ دارالعلوم جاتا ہوں تو وہاں کافی کام پڑے ہوتے ہیں۔

قتل وغارت گری علامات قیامت میں سے ہے

شیخ صاحب نے دعا دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے اور آپ کی حفاظت فرمائے۔ قیامت کی علامات ظاہر ہو رہے ہیں وَیَکثُرُ الهَرجُ قَالُوا: وَمَا الهَرجُ ؟ قَالَ: القَتلُ القَتلُ ایک بلٹ پر پچاس، ساٹھ آدمی مارے جارہے ہیں۔ مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ کافر اس پر خوش ہوتے ہیں، ایک کافر کے ہاتھوں بلی کا چھوٹا سا بچہ غلطی سے موٹر کے ٹائیر کے نیچے آکر مرتا ہے تو اس پر خفا ہوتا ہے کہ میرے ہاتھوں بلی کا بچہ مارا گیا۔ دوسری طرف پوری دنیا میں مسلمانوں کا قتلِ عام کر رہے ہیں لیکن اس پر ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ابھی ہم عصر سے قبل ایک جنازہ پڑھنے عیدگاہ جارہے تھے تو ایک کتا راستہ میں زخمی، بری حالت میں پڑا تھا، لوگ اس کا تماشہ کرتے ہوئے حیران و پریشان کھڑے تھے، میں نے انہیں کہا کہ بیچ راستہ سے ایک طرف کہیں لے جائیں، ایک حیوان کے درد کا تو یہ عالم ہے لیکن معصوم بے گناہ انسانوں کو ناحق بس میں نشانہ بنایا گیا۔

مولانا یوسف شاہ نے کہا کہ آج اخبار میں پڑھا ہوگا کہ زمین کے تنازعہ پر 56 آدمی وزیرستان میں قتل کیئے گئے۔ مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ لیذیق بعضکم بأس بعض منیٰ اور مزدلفہ میں بھی اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول نہیں کی۔ حضرت شیخ صاحب نے ہمارے تواضع کیلئے ارشد علی شاہ کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ پھل وغیرہ لانے کا کہا جس پر مولانا سمیع الحق نے منع کرتے ہوئے کہا کہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

بستر علالت پر دارالعلوم کے بارے میں فکرمندی

مولانا ضیاء الرحمٰن نے کہا کہ حضرت شیخ صاحب اکثر و بیشتر دارالعلوم کے متعلق مجھ سے پوچھتے ہیں کہ امتحانات وغیرہ کیسے ہو رہے ہیں۔ مسجد کا کام کس حد تک پہنچا ہے مولانا یوسف شاہ نے کہا کہ جی اس ہفتہ 1800 طلباء وفاق کا امتحان دے رہے ہیں جن پر 72 امتحانی نگران مقرر ہیں مسجد کا کام بھی خوب زور وشور سے چل رہا ہے آج چھت کا شٹرنگ کھولا جارہا ہے اسی مسجد کے تہہ خانہ کے اوپر جو چوتھائی حصہ چھت کا لنٹر ڈالا گیا اس پر ختم بخاری و دستار بندی کا سٹیج بنایا گیا تھا۔

دستار بندی ۱۴۳۶ھ کے موقع پر جذبات سے معمور مکتوب

احقر نے عرض کیا کہ دستار بندی کے موقع پر آپ کی کمی شدت کے ساتھ محسوس کی گئی آپ نے جو مکتوب بھیجا تھا حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے ہزاروں سامعین وفضلاء کو جلسہ میں سنایا۔ مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ وہ خط مجھے دیں جو وہاں بخاری شریف کے نسخہ میں رہ گیا تھا وہ تلاش کر کے طلباء سے لیکر محفوظ کر دیجئے۔ اس بیماری کے تکلیف میں خط لکھنا بھی مشکل کام تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بگرامی خدمت مخدومی المکرّم حضرت مولانا سمیع الحق زیدہ مجدہ

شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ ! آپ کا مکتوبِ گرامی بسلسلہ ختم بخاری شرفِ صدور لایا۔ اس سراپا یُمن و برکت روح پرور تقریب میں شمولیت ہزار ہا رحمتوں کا باعث ہے۔ ایسے نورانی محافل میں چاروں طرف سے اہل اللہؒ اربابِ کشف و کرامت کا ورودِ مسعود ہوتا ہے۔ بندہ خود سال بھر اسی مبارک دن کا منتظر رہتا ہے۔ مختلف بیماریوں کی وجہ سے بے حس و بے حرکت صاحبِ فراش ہوں ، مجھے ضرور مبارک دعاؤں میں شریک فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔ جملہ ضیوفِ کرام کی خدمت میں میری طرف سے خوش آمدید فرمائیں۔

دُعا گو و دُعا جو بندہ شیر علی شاہ کان اللہ لہ

میں نے عرض کیا کہ جی بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں یہ بڑی سعادت ہے کہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے شیخ صاحب کے داماد بننے کا صلہ خدمت کا دیا اور اُخروی درجات تو بہر حال انشاء اللہ ہیں ہی۔

مولانا یوسف شاہ نے از راہ مذاق شیخ صاحب کو کہا کہ میز کے نیچے تو طب وحکمت کے معجون وغیرہ کی کئی بوتلیں پڑی ہیں ایک دو نسخے تو ہمیں اور حامدالحق کو بھی بتائیں۔ تو فرمایا کہ نہیں یہ شہد رکھا ہے اگر کھانا ہے تو لے لیجئے، میں نے عرض کیا کہ مولانا جلال الدین حقانی تو اپنی جیپ میں پورا بھرا ہوا شہد کا ٹین رکھتے تھے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ عجوہ کھجور کی گھٹلیاں پسوا کر میں نے شہد میں ملوائی ہیں یہ دل ، معدہ اور جگر کے لئے ازحد مفید ہیں۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ عجوہ کی گٹھلیوں ، زیتون ، کلونجی اور شہد ان سب کا مجموعہ بھی اب بازار میں دستیاب ہے۔

مولانا سمیع الحق مدظلہ نے امجد علی شاہ اور عاصم کے بارے میں شیخ صاحب سے دریافت کیا کہ کیسے ہیں؟

شیخ السویدی کا بڑھاپے میں حفظ قرآن اور علمی ذوق

پھر العین اور ابوظہبی کے خلیفہ شیخ السویدی کا پوچھا تو حضرت شیخ صاحب نے فرمایا کہ وہ انگلینڈ میں ہیں اس کی اہلیہ بیمار ہے اس کا علاج وہاں ہو رہا ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ بھی اب کمزور ہے تاہم باوجود ضعف وذیابیطس کی بیماری کے باوجود اس بڑھاپے میں اس نے قرآن پاک (مکمل) حفظ کیا جب بھی کسی سفر میں جاتے ہیں تو حدیث کی کوئی نہ کوئی کتاب ساتھ لازمی لے کر جاتے ہیں یہاں جب میری اہلیہ کے انتقال کے بعد تعزیت کے لئے آئے تھے تو بحرین سوات جاتے ہیں، امجد کو کہا کہ حدیث کا کوئی کتاب ساتھ اٹھا کر لاؤ پھر کہا کہ موطا امام مالک لاؤ۔ ارشد علی شاہ نے کہا کہ شیخ صاحب کے اس کمرے میں انہوں نے دو تین راتوں تک قیام کیا ہوٹلوں وغیرہ میں وہ نہیں

ٹھہرا ورنہ اس کے لئے تو کوئی کمی نہ تھی احقر نے کہا کہ وہ ذوقی آدمی تھا کتاب وقلم اور پڑھنا اس کا اوڑھنا بچھونا ہے۔
شیخ صاحب نے فرمایا کہ مالم جبہ (سوات) میں جب سویدی صاحب چیئر لفٹ میں چڑھے تو نیچے سے بعض بچے آوازیں لگا رہے تھے تو وہ اوپر سے نوٹ پھینک رہے تھے۔ پی ٹی ڈی سی ہوٹل میں جانا ہوا جہاں اس زمانہ میں حکومتی اہلکاروں کے ساتھ سعودی سفارتخانہ کے اراکین بھی آئے تھے، سویدی صاحب نے انہیں بلا کر مجھے کہا کہ اب ان کے سامنے احادیث سناؤ آدھ گھنٹہ تک سعودیوں کو بٹھائے رکھا کہ حدیث کی سماعت کریں۔ پھر اس دن ہوٹل منیجر کو کہا کہ جتنے مہمان آج آئیں گے ان کا بل میں دوں گا کسی سے بل نہ لینا۔ ہر آنے والے کو حدیث سننے کے لئے بٹھاتے تھے۔ قرآن وحدیث کیساتھ حد درجہ عشق رکھتے تھے۔ مولانا یوسف شاہ نے کہا کہ امجد علی شاہ نے عصر کے بعد قلم وڈائری پکڑی ہوتی ہے اور اسے قرآن وحدیث کچھ نہ کچھ تو سناتے رہتے ہیں۔

شیخ صاحب کے اپنے فرزند کے بارے میں تأثرات

شیخ صاحب نے فرمایا کہ امجد بڑا فصیح وبلیغ بھی ہے۔ اور شیخ کے ہاں سب کچھ لکھتا ہے۔ سوات کا دورہ بھی اس نے قلمبند کیا ہے جیسے یومیات کہتے ہیں۔ احقر (عرفان الحق) نے کہا کہ یعنی روزمرہ کی ڈائری شیخ صاحب نے فرمایا کہ جی ہاں۔ اسی وجہ سے امجد سے شیخ سویدی بہت زیادہ خوش ہے کہ وہ عربی تکلم پر بھی عبور رکھتا ہے۔ اور سلیقے کی تحریر بھی جانتا ہے جب کسی مجلس میں جاتا ہے تو تلاوت بھی اسی سے سنتا ہے اور قصیدہ بھی پیش کرتا ہے وہ سامعین کو اکثر مخاطب کر کے کہتا ہے کہ: هل عندكم من ينشد مثل هذه القصيدة

احقر نے عرض کیا کہ لکھتا تو بہت کچھ ہے لیکن چھپوایا ایک بھی نہیں شیخ صاحب نے کہا کہ اس کا بڑا وسیع مطالعہ ہے میں بھی کہتا ہوں کہ اشاعت کسی شئی کی نہیں کروائی کیا فائدہ؟ یہاں بھی علم قرات کے دروس دیئے طلباء نے اسے نوٹ کیا ہے اس کے مثل کسی قاری نے درس نہیں دیا ہوگا احقر نے کہا کہ اللہ نے اسے عجیب ملکہ سے نوازا ہے لیکن اگر کسی مدرسہ میں بیٹھ کر اسے پھیلاتا تو یہ زیادہ فائدہ منداور بہتر ہوتا۔ شیخ صاحب نے کہا کہ سویدی صاحب علمی آدمی ہے مباحث علمیہ پسند کرتا ہے۔ مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ اگر ان مجالس کو بھی مرتب ومدون کر کے چھاپ دیا جائے تو بہت نفع ہوگا۔ شیخ صاحب نے کہا کہ سویدی امجد کے علمی نقاط کو سن کر کبھی کبھی کہتا ہے غلب علينا الاعاجم سویدی صاحب کے ساتھ اچھے قادر الکلام شعراء بھی ہوتے ہیں امجد بھی بہترین عربی شاعر ہے۔ احقر نے مزاحاً کہا پھر تو اب ان مجالس کے اثرات سے عاصم بھی شاعر بن گیا ہوگا۔ فرمایا کہ سویدی صاحب خود بڑے شاعر ہیں اور کہا کہ عربوں میں ایسے لوگ کم ہیں جیسے شیخ بن باز وغیرہ۔

مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ گزشتہ ادوار میں امراء کے ہاں علماء وشعراء اور ماہرین فنون کے مجالس منعقد ہوتے جیسے عباسی دور میں بنوامیہ کے زمانہ میں اب امراء وسلاطین دنیا کی عیش پرستیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

ہمارے علماء میں نظم اوقات کی کمی

ہمیں تو زیادہ تر معاشرتی کاموں نے مشغول کیا لوگوں کی دعوتوں اور پھر جنازوں میں ہر ایک کے جنازہ میں شرکت نے اس کام سے دور رکھا۔ سب نے مسکراتے ہوئے شیخ صاحب کی بات کی تائید کی حامد الحق صاحب نے کہا کہ واقعی یہ صحیح فرمایا۔ پھر مولانا سمیع الحق نے کہا کہ پنجاب وسندھ وغیرہ کے علماء سے لوگ بجز خاص اوقات کے دیگر اوقات میں ملاقات تک نہیں کر سکتے۔ کل بھی میں کام کے لئے بیٹھنا چاہتا تھا کہ کوئی مہمان آگئے کوئی وقت متعین نہیں ہوتا ہندوستانی علماء کا ایک نظم ہوتا ہے حضرت تھانویؒ اور ان جیسے علماء نے اسی وجہ سے تصنیف وتالیف کے میدان میں بہت کام کیا کہ ان کے ہاں نظام الاوقات کی پابندی تھی ہمارے علماء کے ساتھ تو پھر لوگ حجروں کے مجالس کی طرح چمٹ جاتے ہیں مولانا شیر علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ کراچی کے مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ ہرات افغانستان میں ہمارے ساتھ تھے وہاں بھی لکھتے تھے۔ احقر نے کہا کہ یہ ذوق ہوتا ہے ہمارے ساتھ ایک سفر میں ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر تھے ائیر پورٹ پر بھی وہ نوٹ بک میں کسی کتاب کا اردو ترجمہ لکھ رہے تھے مولانا شیر علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے مفتی رشید احمد کو کہا کہ کراچی ہنگاموں کا شہر ہے یہاں اطمینان وسکون ہے۔ تو مجھے گھورتے ہوئے کہا کہ پھر تو مجھے یہاں بھی ایک شادی کرادو۔ شیخ صاحب نے کہا مجھے کہتے تھے کہ ضرور مہینے میں ایک دو مرتبہ یہاں آیا کرو آپ کا ٹکٹ میرے ذمہ ہے۔

سعودی مفتی اعظم شیخ بن بازؒ کے سامنے طالبان کی سفارت اور اس کی بھرپور تائید

پھر شیخ صاحب نے موضوع سخن طالبان کو بناتے ہوئے کہا کہ سعودی عرب کے شیخ بن بازؒ نے طالبان کے وفد کو عزیزیہ (مکۃ المکرّمہ سعودی عرب) میں ایک دعوت میں مدعو کیا تھا۔ مولانا مسلم حقانی نائب وزیر حج، شیخ الحدیث مولانا حسن جان شہیدؒ، مولانا صادق صاحب کونڑ اخوندزادہ اور طالبان کے دیگر رہنما بھی ساتھ تھے اس موقع پر شیخ بن بازؒ کے ہاں غیر مقلدین بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب اخوانی طالبان کے مخالف تھے المجتمع ایک رسالہ شائع ہوتا تھا جس میں سیاف کے بیانات چھپتے تھے کہ طالبان امریکہ نواز ہیں۔ بہر حال اس موقع پر میں نے مولانا حسن جان اور دیگر علماء سے کہا کہ شیخ بن بازؒ اب کھانا لگ جانے کے بعد اٹھ جائینگے لہٰذا اپنا مدعیٰ اور غرض بیان کیجئے کوئی بھی بات کرنے پر آمادہ نہ ہوا لہٰذا میں نے جرأت کی اور کہا کہ میں اور یہ مولانا حسن جان آپ کے شاگرد ہیں اور ہمارے علاوہ بھی آپ کے تلامذہ آئے ہیں جو اس تحریک (طالبان) میں شریک ہیں ہم اس وقت جن ہوائی جہازوں میں سفر کر کے سعودی پہنچے ہیں ان میں ائیر ہوسٹس (خواتین خدمت گار) نہیں ہیں۔ جہازوں کے پائیلٹ اور عملہ سب داڑھی والے ہیں اور طالبان نے افغانستان میں جو اقدامات کئے ہیں ان میں چند

یہ ہیں (۱) عورت بے پردہ نہیں پھر سکتی (۲) نماز کے وقت میں کوئی کاروبار نہیں کر سکتا (۳) دو تین قاتلوں پر قصاص کا اجراء اور (۴) دو چار چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے جس کے نتیجہ میں پورا ملک امن وامان کا گھوارا بن گیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ اسوقت شیخ بن بازؒ کی مجلس میں جو لوگ بن داڑھی (کلین شیو) کے تھے انہوں نے جب میری بات سنی کہ ان جميع الخَدمة فی الطیاره کلهم اصحب اللحی تو انہوں نے رومال لیکر ٹھوڑیوں کو چھپا دیا شیخ صاحب نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ بن بازؒ تو نابینا تھے لیکن حاضرین میں بے داڑھی، اخوانیوں نے شرمسار ہو کر منہ چھپائے کہ کہیں ہمارے چہروں پر ہاتھ نہ پھیرے۔ میری یہ سب باتیں سن کر وہ بڑے خوش ہوئے بن بازؒ کافی کمزور ہو گئے تھے دو آدمیوں نے ان کو سہارا دیا ہوا تھا شیخ بن بازؒ نے کہا میں متیقن (یقینی طور پر کہتا) ہوں کہ طالبان اس آیت کے مصداق ہیں اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الۡاُمُوۡرِ پھر طالبان اور ہم سب کے لئے لمبی دعائیں دیں۔

بی بی سی مباحثہ کیلئے بامیان کے بتوں کے گرانے کے جواز پر احادیث سے دلائل

ان ہی ایام حج میں ملا محمد ربانی طالبان کمانڈر (بعد میں صدرِ مملکت) نے مجھے کہا کہ بی بی سی کے ساتھ ہمارا بامیان کے بتوں کے حوالہ سے مباحثہ ہے اس سلسلہ میں احادیث تلاش کر کے ہمیں بتائیں اس موقف کے لئے مکہ کے لئے شامیہ میں مکتبہ بن باز (معروف کتب خانہ) تھا میں وہاں گیا اور اس کے انچارج کو صورتحال بتائی تو اس نے ماتحت کو کہا کہ اسے جو کتب درکار ہوں مہیا کرو۔ میں نے بتوں کے توڑنے کے متعلق جو احادیث تھے وہ مرتب کئے جیسے کہ یہ روایت: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اسی لئے بھیجا کہ جو قبریں اونچی ہوں انہیں ہموار کر دو جو بت ہیں ان کو توڑ دو یہ سب دلائل میں نے جمع کئے اور پھر رات کو مباحثہ میں ملا ربانی نے بی بی سی پر پیش کئے۔

مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ وہ روایات آپ نے کہیں محفوظ کئے ہیں؟ تو شیخ صاحب نے کہا کہ نہیں بعد میں اس موضوع پر ابن عقلی قسیم کے عالم تھے نے مستقل رسالہ لکھا۔ ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے اس زمانہ میں کہا کہ یہ بت تو اصنام نہ تھے یعنی انکی پرستش نہیں ہوتی تھی طالبان نے ویسے ہی گرادئے۔ شیخ عقلی نے اسکے رد میں کہا کہ تم اس باب میں لاعلم ہو۔ معجم البلدان دیکھ لو یاقوت حمویؒ خود بامیان گیا ہے اور یہ بت اس نے دیکھے ہیں وہ اپنی تصنیف میں کہتا ہے کہ صنمان کبیران فی العالم صحابہ کرام اس دور میں اس جگہ تک نہیں پہنچ سکے اس لئے ان کو ڈھا نہ سکے بامیان کا علاقہ نہایت ٹھنڈا ہے۔ اور عقلی نے لکھا ہے کہ طالبان کا یہی کارنامہ ہی کافی ہے اس لئے کہ حکومتوں کا تو پتہ نہیں چلتا کہ قائم رہیں گے یا نہیں یہی ایک کارنامہ بڑا کارنامہ تھا۔ مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ قدرت نے بھی یوسف قرضاوی اور دیگر لوگوں کو دکھا دیا کہ یہ لوگ ان بتوں کے ڈھانے سے طالبان کو روکنے

کیلئے جہاز میں جا رہے تھے کہ اچانک راستہ میں سخت آندھی اور طوفان نے طیارے کو گھیر لیا اور یہ علماء سخت خوف وہراس کے عالم میں زمین اور سیٹوں سے چمٹے ہوئے تھے۔ توبہ واستغفار کر رہے تھے کہ یا اللہ! ہم سے بڑی غلطی ہوئی اللہ تعالیٰ نے بڑے حادثہ سے دو چار فرمایا اور تنبیہ کر دی پھر جب یہ لوگ طیارے سے اترے تو مسجد میں سجدوں پر گر پڑے شیخ صاحب نے فرمایا ابن عقلی کے کتب اب بھی میرے پاس پڑی ہیں جو انہوں نے میرے نام ارسال کئے تھے۔

ابن عقلیٰ کا طالبان کی بھرپور تائید

ابن عقلی بھی نابینا تھے تاہم لا یخافون فی اللہ لومة لائم کے مصداق حق کہہ ہی جاتے جہاں جو بھی حالات ہوتے حکومت سے بھی خوف وڈر نہیں رکھتے تھے طالبان کی کثیر تعداد میں شہادتوں پر انہوں نے امیر المؤمنین ملا عمر کے نام تین صفحات پر مبنی خط بھیجا جو کہ نیٹ پر موجود ہے جس میں انہوں امیر المؤمنین کو بہت تسلی دی کہ آپ پریشان نہ ہوں آپ کو علم ہے کہ یہ آیت وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ اس وقت نازل ہوئی جب احد کے میدان میں 70 شہداء پڑے تھے اور آیت کے نزول کے وقت دفن بھی نہیں کئے گئے تھے اس آیت کے مصداق تم لوگ بھی ہو اگر تمہارے سینکڑوں بچے شہادت کی خلعت سے سرفراز ہوئے دنیا میں جتنی مسلمان سلطنتیں ہیں وہ امریکہ کے سامنے سجدہ ریز ہیں تم لوگوں (طالبان) نے صحابہ کی یاد تازہ کر دی۔ کچھ عرصہ قبل جب میں عمرہ کرنے گیا تو وہاں بعض ساتھیوں نے سعودی عرب کے معمر علماء سے میری ملاقاتیں کروائیں۔ جنہوں نے قید وزندان کی صعوبتیں کاٹیں تو انہیں بھی یہ معلوم نہ تھا میں نے ان کو شیخ ابن عقلیٰ کا خط ملاحظہ کرنے کا کہا اگلے دن بعض ساتھی آئے اور مجھے کہا کہ جی آپ کی بات واقعی صحیح تھی نیٹ پر خط محفوظ ہے ابن عقلی نے اسمیں لکھا ہے کہ آپ کو یہ امر بھی بخوبی معلوم ہے جب کوئی آیت کسی واقعہ کے بارے میں نازل ہو تو وہ صرف اس واقعہ کیساتھ مختص نہیں ہوتی یہ آیت "و لا تهنوا ......" آپ لوگوں پر بھی مائة فی مائة (سو فیصد) صادق ہے۔ تم لوگوں نے صحابہ کی یاد تازہ کی ہے بڑی بڑی طاقتیں امریکہ کے سامنے کوئی رکوع میں ہے اور کوئی سجدہ میں۔ صرف آپ ہی ان کے مدمقابل سینہ تان کر کھڑے ہیں۔

ملا عمر کا اکابر ثلثہ کو اختیار دینے کے بعد توضیحی بیان کا اجراء

شیخ صاحب نے مولانا سمیع الحق کو فرمایا کہ جب ہم آپ کے حجرے میں اس وقت بیٹھے تھے جب علماء اور تحریک کے بعض لوگوں نے کابل جرگہ میں ملا عمرؒ کو سفارش کی کہ اسامہؒ کو افغانستان سے باہر بھیج دیا جائے تاکہ طالبان پر عالمی قوتوں کا جو دباؤ ہے وہ کم ہو سکے تو اس وقت مولانا جلال الدین حقانی نہایت غصہ کے عالم میں فوراً

آپ کے پاس پہنچ گئے، اتفاق سے افغانی سفیر مولانا عبدالسلام ضعیف بھی وہاں موجود تھے یہ مشورہ اور فیصلہ تو بہت بڑا سانحہ تھا حقانی صاحب نے اسی وقت کہا کہ ہم مرجائینگے لیکن اسے کسی اور کے حوالہ نہیں کرینگے ۔ مولانا سمیع الحق نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے کہا: ہاں! اس طرح تو طالبان کا سارا اسلامی ساکھ ختم ہوجائے گا فوری طور پر ملا عمرؒ سے بات کرتے ہیں جب ہم نے یہاں سے ملاعمر کیساتھ رابطہ کی کوشش کی تو بتلایا گیا کہ وہ وضوء میں مصروف ہیں کافی دیرانتظار رہا جس پر (مولانا حقانیؒ) کافی بے چین ہوگئے اور کہہ رہے تھے کہ یہ وضو ہے یا غسل کہ اتنی دیر لگ گئی تو ان کے غسل خانے کو کھٹکھٹاؤ۔ احقر نے عرض کیا کہ جی ہاں! کابل کا فیصلہ اسامہ کے خلاف آیا تھا۔ احقر بھی اس موقع پر آپ کی خدمت میں موجود تھا۔ مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ ملاعمر نے ہمیں (مولانا سمیع الحق، مولانا شیر علی شاہؒ اور مولانا جلال الدین حقانی) کو اختیار دیا کہ تم لوگوں نے اس بارہ میں جو فیصلہ کیا وہی مجھے منظور ہوگا ۔ احقر نے عرض کیا کہ جی آپ نے کاغذ پر کچھ جملے تحریر فرمائے تھے اور وہ ملاعمر کو سنائے گئے سارا مغربی میڈیا بی بی سی وغیرہ لائن پر تھے اس سلسلہ میں یہی موقف اخبارات کے نام ارسال کیا جائے ۔ مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ اس موضوع کے متعلق وہ پوری فائل کہیں ادھر ادھر ہوگئی ہاتھ نہیں لگ رہی ہے جس کی وجہ سے اس موضوع کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا گیا۔ مگر اس کا خلاصہ یہ تھا کہ ملاعمر اور افغانی علماء نے اسامہ بن لادن کو افغانستان چھوڑنے کا نہیں کہا بلکہ یہ کہا کہ اسامہ بن لادنؒ پر افغانستان میں کوئی پابندی نہیں اگر وہ اپنی مرضی سے افغانستان سے جانا چاہے تو ہم کوئی رکاوٹ نہیں ڈالیں گے ۔ یہ پشتو میں لکھی گئی تحریر مولانا حبیب اللہ حقانی کی مرتبہ کتاب (ساعتے با اہل حق) میں ملاحظہ فرمائیں اور جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

> علماءِ کرام کی یہ بات مشورہ پر موقوف ہے مگر یاد رہے کہ یہ نہ تو قضا ہے نہ فتویٰ ہے نہ امر ہے اور نہ ایجابی فیصلہ ہے، مگر فیصلہ یہ ہوا اور تمام شرکاءِ اجلاس واضح کرتے ہیں کہ امارتِ اسلامیہ افغانستان نے انہیں پابند نہیں کیا ہے کہ وہ افغانستان میں رہیں یا باہر جانے کا فیصلہ خود کر سکتے ہیں اگر یہاں سے جانا چاہیں تو ہم روکتے نہیں اور اگر یہاں رہنا چاہیں تو بخوشی رہ سکتے ہیں ہم دوبارہ اپنا فیصلہ دُہراتے ہیں کہ ہمارا موقف واضح ہے کہ اسی کا نکالنا اور جبراً امریکہ کے حوالے کرنا اسلامی اور شرعی قوانین کی توہین ہے، اسلامی امارت' اسلامی قوانین کی توہین ہرگز نہیں کرسکتی۔

اسامہ کے عربی قصائد

شیخ صاحب نے فرمایا کہ میں نے بیسیوں دفعہ اسامہ کو کہا تھا کہ یہ قصائد جو تم نے نظم کئے ہیں مجھے دیدو تاکہ اسے محفوظ کرکے چھپوایا جائے اس لئے کہ ایسے قصائد تو امراء القیس نے بھی نہیں کہے ۔ زبردست شاعر تھے ۔ میرے سوال پر مجھے آخری ملاقات میں کہا کہ وہ ایسے سخت اضطراری حالات میں تھے کہ خود محفوظ نہ تھے اس کے کاغذ

ات وتحریرات کہا محفوظ رہے ہونگے مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ مجھے بھی کبھی ایسے قصائد اڈیو کیسٹ بھیجتے تھے اس میں بھی کچھ ہونگے

مولانا سمیع الحق کا حکومتی وفد میں شرکت سے انکار

مولانا شیر علی شاہؒ نے فرمایا کہ پاکستان سے (حکومتی ایماء پر) جب علماء کا وفد گیا تھا ملا عمر سے اس سلسلہ میں مشورہ کرنے کے لئے تو میں اسمیں ان کی پشتو ترجمانی کرر ہا تھا مولانا محمد تقی عثمانی متکلم تھے علماء پاکستان کے ساتھ کہ اسامہ پر امریکی حملوں (ورلڈ ٹریڈ سنٹر) کا مسئلہ اسلامی ملکوں اور عالمی عدالتوں میں لے جایا جائے۔ مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ کہ مجھ پر کافی ذرائع سے دباؤ اور زور ڈالا گیا کہ میں بھی اس وفد میں جاؤں لیکن میں نے صاف انکار کیا اور مولانا فضل الرحمٰن کہیں سفر سے ائر پورٹ سے میرے کہنے پر اسلام آباد میں میرے گھر آئے اور میں نے انہیں بھی منع کیا اور مولانا فضل الرحمٰن بھی میرے کہنے پر اس سازش کا حصہ نہ بنے۔ یہاں گھر کے تہہ خانہ میں بیٹھ کر ہم نے اس سازش کا حصہ بننے سے انکار کیا۔

ملا محمد عمر مجاہد کا حکیمانہ جواب

مولانا شیر علی شاہ صاحبؒ نے بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ملا عمر نے اس موقع پر کہا کہ آپ لوگ تو الحمد للہ علماء ہیں اگر ہم اس مسئلہ کو اسلامی حکومتوں کے سامنے پیش کردیں تو نہ تو پاکستان کے علماء حکومت کے سامنے ڈٹ سکتے ہیں نہ انڈونیشیا اور نہ کوئی اور ملک۔ نتیجہ یہی ہوگا کہ اسامہ کو امریکہ کے سپرد کردیا جائے گا تو پھر آپ سے میں سوال کرتا ہوں کہ اس حدیث کے ساتھ جو بخاری شریف میں مروی ہے کیا کریں المسلم اخوا المسلم لا یظلمه ولا یخذله اسامہ یہاں کوئی چوری، ڈکیتی کیلئے آیا ہے؟ میں خود (امیر المؤمنین) تو ساری ساری رات دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! اگر آپ نے اُسامہ کیلئے موت کا وقت مقرر کیا ہے اے اللہ! تو تو قادر مطلق ذات ہے اس وقت کو مؤخر کرکے اس کی عمر دراز کردے اگر ان ایام وحالات میں وہ اپنی موت بھی مرگئے تو لوگ طالبان کو بدنام کریں گے کہ انہوں نے مار دیا ہے پھر کہا کہ طالبان سب ایک ایک کرکے ختم ہو جائینگے تب جا کر اسامہ انکے ہاتھ لگے گا۔ الغرض علماء کا یہ وفد ناکام ہوکر واپس لوٹا۔

اسامہ کے پاس ملا عمر کی جانب سے میڈیا کو انٹرویوز پر پابندی کا پیغام لے جانا

مولانا سمیع الحق نے شیخ صاحب سے پوچھا کہ آپ کی اسامہؒ کے ساتھ کتنی ملاقاتیں ہوئی تھیں؟ فرمایا: کافی زیادہ اسفار وملاقاتیں ہوئیں پہلے پہل جب اسامہ پر ''ژاور'' کے علاقہ (خوست افغانستان میں مولانا جلال الدین حقانی کے محاذ) میں کروز میزائل سے حملے شروع ہوئے تو ملا عمر نے مجھے، مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا

عبدالغنی صاحب آف چمن اور مولانا نور محمد آف کوئٹہ کو بلایا اور کہا کہ خدارا اسامہ کو سمجھائیں کہ اخباری نمائندوں سے ملاقاتیں نہ کرے یہ سب درپردہ امریکی ایجنٹ ہیں جو تمہیں نشانہ بنانا چاہتے ہیں باقی رہی امریکی دشمنی تو وہ ہم طالبان نباہ رہے ہیں ملا عمرؒ نے فرمایا کہ اسے کہو کہ تصویر ہرگز کسی کو بھی مت دو یہ سارے میڈیا والے تمہارے دشمن ہیں اس غرض سے ہمارا وفد اسامہ سے ملنے گیا اسوقت آپ قندہار میں ایک جگہ روپوش تھے۔ ہم جب پہنچے تو اسامہ نے استقبال کے لئے اپنے بیٹوں کو گھوڑوں پر کھڑا کر رکھا تھا تا کہ ہماری آمد کی خبر اسے دیں ہم جہاز سے اترے تو انہوں نے فوراً جا کر انہیں خبر دی کہ مہمان پہنچ گئے۔ تہہ خانے میں ہماری ملاقات ہوئی جہاں ہم نے ان سے تحریری طور پر یادداشت لکھوائی وہ مسکراتے ہوئے مجھے کہہ رہے تھے کہ یہ تم لوگ میرے ساتھ کیا کر رہے ہو؟ میں نے اسے کہا کہ جب ایک شخص امیر کے ہاتھ پر بیعت کرلے تو پھر اس کی سب باتیں مانتا ہے انہوں نے امیر المؤمنین کا یہ حکم تسلیم کیا کہ اخباری نمائندگان سے اب نہیں ملے گا۔

اسامہ کا مولانا سمیع الحق کے نام مکتوب

مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ مجھے بھی خط بھیجا تھا کہ میں موجودہ حالات میں آپکے پاس آ نہیں سکتا لہٰذا آپ یہاں تشریف لائیں کہ ضروری مسئلہ پر مشاورت کرنی ہے، پھر ہم گئے تو اس نے ہمیں یہی فریاد کی کہ ملا عمر کو آپ کہیں کہ میں جب فلسطین کے بارے میں بھی بیان تک نہیں دے سکتا ہوں تو پھر بیت اللہ وملتزم اور حرمین میں عبادت کیلئے بیٹھا رہتا اور اپنے عیش ومحلات کے مزے لوٹتا اس جنگل وبیاباں درختوں اور مٹی کے ڈھیروں میں آنے کا کیا مقصد تھا۔ اس ملاقات کے بعد میں نے ملا عمر صاحبؒ کے پاس یوسف شاہ کو بھیجا ملا عمر نے مجھے جواب دیا کہ ہمارے لئے ان حالات میں بیرونی طاقتیں مشکلات پیدا کر رہی ہے۔ بعد میں میرے کہنے پر فلسطین وغیرہ کے حوالہ سے ان کو کافی حد تک آزادی دی گئی۔ دوران گفتگو شیخ صاحب کے فرزند مولانا ارشد علی شاہ نے مجھے اشارہ سے کہا کہ زیادہ بات چیت سے تکلیف بڑھتی ہے لہٰذا مجلس کو مختصر کردیں۔ میں نے مولانا سمیع الحق سے صورتحال بیان کی تو انہوں نے کہا کہ اس مجلس کے بعد ان شاء اللہ طبیعت کھل جائیگی۔ احقر نے کہا ہاں یہ باتیں تو روحانی غذا ہے تاہم طبعی تقاضوں کا لحاظ رکھنا بھی ہماری مجبوری ہے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے احقر (عرفان الحق) مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ امیر المؤمنین اور شیخ اسامہ کے متعلق باتیں محفوظ کرنی چاہئیں مختلف وقفوں سے ہی کیوں نہ ہوں لیکن یہ کام کرنا نہایت ضروری ہے۔ بعد میں اسکی تلافی ممکن نہیں ہوتی حالات ان شاء اللہ سدھر جائینگے مسائل ختم ہونگے اور آج کے اسلام دشمن لوگ سب ذلیل وخوار اور مغلوب ہونگے۔ مستقبل میں اسامہ اور ان کی تحریک، نظام، غرض ایک ایک لفظ کے پیچھے لوگ پھریں گے جستجو وتلاش میں سرگرداں ہونگے۔

شیخ صاحب کو دارالعلوم حقانیہ میں تدفین کی پیشکش اوران کی تواضع

آخر میں رخصت ہونے سے قبل احقر نے عرض کیا کہ میں بصد احترام وعزت ایک عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کوطویل عمر سے نوازیں، اس وقت آپ کا وجود ہم سب کے لئے خاص کر دارالعلوم حقانیہ اور اہل اسلام کے لئے ازحد ضروری ہے تاہم کسی بھی انسان کو دنیا میں ابدی طور پر نہیں رہنا اور موت کا تعلق بیماری سے نہیں کبھی صحت مند انسان بھی مرجاتا ہے اور بیمار رہ جاتا ہے۔ میں پوچھنا چاہتاہوں کہ دارالعلوم حقانیہ کے قبرستان کے حوالہ سے آپ کی رائے کیا ہے؟ (تدفین کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ وہاں اجازت دیدیں) احقر کی ناقص رائے تو یہی ہے کہ آپ دارالعلوم کے اولین طالبعلم ہیں اور یوم تاسیس سے دارالعلوم کا حصہ ہیں اور بحمداللہ بڑھاپے کے اس ضعف ونقاہت کے باوجود تاحال روح وجان سے اس کے ساتھ وابستہ ہیں کسی کو بھی علم نہیں کہ کون پہلے جائے گا اور بعد میں کون جائے گا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ سے دعا یہی ہے کہ آپ کو لمبی عمر سے نوازے۔ (یا در ہے کہ اس سے قبل عم محترم مولانا سمیع الحق نے شیخ صاحب کو یہ پیشکش ان کے داماد ضیاء الرحمٰن کے توسط سے بھی کی تھی تاہم براہ راست اس پر بات کی نوبت نہیں آئی تھی۔

قبرستان قاسمی اور قبرستان حقانی ایک حسین گلدستہ

مولانا سمیع الحق نے قبرستان قاسمی دیوبند کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت نانوتویؒ، کے ساتھ شیخ الہندؒ بھی محو استراحت ہیں اسی طرح حضرت مدنیؒ بھی۔تو یہاں بھی سب محدثین ایک ساتھ ہونے چاہئیں شیخ صاحب نے فرمایا کہ وہ بہت مبارک قبرستان ہے مجھ جیسا نجس وہاں مناسب نہیں ہوگا۔مولانا سمیع الحق نے پھر فرمایا کہ اپنے شیخ کے جوار میں ہونا سعادت کا مقام ہے جس پر مولانا شیر علی شاہ صاحب نے کہا کہ پھران ورثاء کی جو مرضی ہوگی، مردہ بدست زندہ والی بات ہے اسوقت دیکھا جائے گا احقر نے پھر عرض کیا کہ اگر میری بات سے آپ کوٹھیس پہنچی ہو تو معافی کا طلب گار ہوں ہم تو چاہتے ہیں کہ ہم جیسے گنہگار آپ جیسے پاکبازوں کے ساتھ دفن ہوتو اس کے طفیل ہم بھی رحمت الٰہی کے مستحق ٹھہریں مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا: حقانی قبرستان کے سامنے قرآن کی دن رات تلاوت ہوتی ہے اور بائیں طرف جوارِ ایوان شریعت دارالحدیث میں دن رات احادیث کی نورانی مجلس' یہ حسین امتزاج رب کا فضل وکرم ہی ہے مولانا یونس خالص نے بھی آخر میں یہی خواہش کی اسی طرح کوڑ اخوندزادہ مولانا نعیم الدین، مولانا عبدالحنان فاضل دیوبند، ان حضرات کو وہاں جگہ نصیب ہوئی۔

وہاں صالحین وعلماء کا گلدستہ اکھٹا ہوا ہے۔ شیخ صاحب نے کہا کے مجھے اپنا آپ اس قابل نہیں لگتا کہ اتنے مقدس لوگوں کے قبرستان میں گناہوں کا ایک مجسم ڈھیر دفن ہو۔شیخ صاحب نے مجھے کہا کہ میں آپ کی پیشکش

کا شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو خوش وخرم رکھے مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ جب دارالحفظ بن رہا تھا تو زمین کا یہ حصہ قبرستان کے لئے میری رائے پر جدا کیا گیا تو مجھے والد ماجد (مولانا عبدالحقؒ) نے کہا کہ یہ کس لئے ہے میں نے عرض کیا کہ علماء ومحدثین کے لئے قبرستان بھی ہونا چاہئے۔اس پر انہوں نے زیرلب متبسمانہ لہجہ میں کہا اچھا یعنی سمجھ گئے کہ ہمارے لئے کہہ رہا ہے۔آخر میں شیخؒ کی پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے احقر (عرفان الحق) نے عرض کیا کہ لوگ آپ سے استفادہ کا سوچ رہے ہیں اب بھی شعبان کے دورہ تفسیر کے منتظر ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو علمی شغل کیلئے جلد صحت سے نوازے۔شیخ صاحب نے چلتے ہوئے پھر دعائیں دیں اللہ تعالیٰ تم سب کو کامیابی دے اور دلوں کی مرادیں اور نیک مقاصد میں کامیابی سے نوازے، اللہ تعالیٰ حضرت شیخ (مولانا عبدالحقؒ) کی قبر کو منور فرمادے یارب العالمین یہ ادارہ تاحین قیامت کتاب وسنت کی ترویج واشاعت کا قلعہ بنائے رکھ۔ان کے دلوں میں اس ادارے کی کامیابی کے لئے جو خیالات وتصورات ہیں مافوق التصورات کامیابی دے تاکہ معهد الافتاء والقضاء والتفسیر غرض علم کے ہر فن کے لئے علیحدہ علیحدہ مستقل شعبہ جات قائم ہوں۔(آمین)

☆ ☆ ☆

کیسے کیسے چشم و عارض خاک کی زینت بنے
گردش دوراں خدارا لوٹ کر آنا ذرا
لشکر فریاد ونالۂ کے لئے میرے خدارا
وسعت صحرا بھی کم ہے اس کو پھیلانا ذرا

☆ ☆ ☆

ابوالمعز مولانا عرفان الحق حقانی

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہدؒ کے جانشین کا انتخاب
مولانا سمیع الحق اور مولانا سید شیر علی شاہؒ اور دیگر مشائخ حقانیہ کا نومنتخب امیر کی حمایت کا اعلان

امیر المؤمنین ملا محمد عمر کے سانحۂ ارتحال کی خبر

تحریک طالبان کے سابق امیر ملا محمد عمر مجاہد کی رحلت کے خبروں کے ساتھ ہی انکے نائب اور نئے امیر ملا منصور اختر کی انکی جگہ پر تقرر کا اعلان طالبان سپریم کونسل کی طرف سے پریس اور میڈیا کی زینت بنا۔ تاہم اسکے ساتھ ہی یہ چہ میگوئیاں بھی شروع ہوئیں۔ کہ نئے امیر کے بارے میں رہبری شوریٰ (سپریم کونسل) میں اختلافات ہیں۔کونسل کا ایک حصہ انہیں تاحال امیر ماننے پر آمادہ نہیں۔ سابق امیر امیر المومنین ملا محمد عمرؒ کی رحلت کی خبر اس وقت سامنے آئی جب احقر مولانا سمیع الحق صاحب کے ہمراہ سفر سوات (بحرین) میں تھا۔ اس خبر نے حضرت عم مکرم پر بڑا سخت اثر ڈالا وہ نڈھال ہو کر ایک کمرے میں سکتہ کی کیفیت میں پڑے تھے۔ پوری دنیا کے دردمند مسلمانوں کی طرح مولانا صاحب کی بھی ملا عمر سے بڑی توقعات وابستہ تھیں کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ انکی سربراہی میں امریکی جیسی خونخوار قوت سے نجات دلائے گا اور افغانستان میں حقیقی اسلامی نظام کا جھنڈا بلند ہو گا۔ اور پھر اسکے اثرات پورے عالم پر محیط ہونگے۔ افغانستان سے نیٹو افواج کی واپسی امریکی شکست پر مہر تھی۔

مغرب کی چال

اتوار کے روز بحرین سے واپسی کے دوران نوائے وقت اور دی نیشن کے بعض صحافیوں نے مولانا صاحب سے فون پر طالبان کے نئے امیر پر اختلاف رائے سے متعلق سوالات کئے جس پر انہوں نے میرے ذریعے جواب دیتے ہوئے کوئی رائے دینے سے انکار کر دیا۔ بعد میں مجھے فرمایا کہ یہ بھی مغرب کی چال ہے کہ کسی طرح ان میں پھوٹ اور رخنہ ڈال کر کمزور بنایا جائے۔ رات گئے سوا بارہ بجے ہم اکوڑہ خٹک پہنچے اگلی صبح پیر کے دن دارالعلوم کے انتظامی امور میں مولانا صاحب مصروف رہے اسی دوران طالبان کے اس دھڑے کا ایک نمائندہ جو نئے امیر پر متفق نہ تھا' آیا اور اپنے ساتھیوں کے متعلق کہا کہ ایک درجن سے زیادہ لوگوں کو اس فیصلے پر تردّد ہے۔ اس سے اگلے

روز منگل کے روز دفتر اہتمام میں نئے امیر کے حامی رہبری شوریٰ کے رکن حافظ محبّ اللہ مولانا صاحب سے ملنے تشریف لائے جنہوں نے مولانا کے سامنے ساری صورت حال رکھتے ہوئے کہا کہ ارباب حل وعقد کا جم غفیر بجز چند ایک کو نکال کر ملا اختر منصور کی امارت پر متفق ہیں۔ مولانا صاحب نے گزشتہ روز کے نمائندہ کے بارے میں بتلاتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ حالات میں امریکہ اور مغرب طالبان میں پھوٹ ڈالنے کے مواقع ڈھونڈ رہا ہے۔ بہتر یہی ہوگا کہ اس سلسلے میں کچھ علماء ثالث بن کر دوسرے مخالف دھڑے کو آمادہ کریں ورنہ خدا نہ کرے ہم منزل سے دور ہو کر ملا عمرؒ کی روح کو مضطرب کر دینگے۔ اس موقع پر آپ نہایت درد میں ڈوبے نظر آرہے تھے۔

مولانا شیر علی شاہؒ سے مذاکرہ

چونکہ اگلے روز دارالعلوم کے اسباق کی افتتاحی تقریب تھی لہٰذا انہوں نے مجھے کہا کہ مولانا شیر علی شاہ کی شرکت اس تقریب میں یقینی بنانے کیلئے آج مغرب کے بعد انکے پاس جائینگے۔ ادھر طالبان رہنماؤں سے بھی رات ملنے کا طے تھا مولانا کا وہاں جانے کا ان کو علم ہوا تو وہ بھی ان سے ملنے آئے۔ جس پر طالبان رہنماؤں نے بھی ان سے ملاقات اور یہ ساری صورت حال شیئر کرنے کا کہا مغرب کی نماز کے بعد احقر مولانا سمیع الحق کے ہمراہ روانہ ہوا۔ ہمارے ساتھ مولانا راشد الحق اور حقانی گروپ کے مولانا عنایت اللہ بھی گاڑی میں سوار ہوئے۔ راستے میں طالبان نمائندگی کے ذمہ دار مولانا عبدالقدیر اور حافظ محبّ اللہ بھی دوسری گاڑی میں ساتھ ہو چلے۔ حضرت مولانا شیر علی شاہ کے ہاں پہنچے تو انکے داماد مولوی ضیاء الرحمان نے انکو اطلاع دینے کے بعد کہا کہ شیخ صاحب خود مسجد تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یہ باتیں کھلم کھلا عام مجلس میں کرنا بہتر نہیں گھر کے کسی کمرے میں بیٹھنا چاہیے۔ مولانا سمیع الحق اور دیگر ساتھیوں نے اسکی تائید کی۔ پھر معلوم ہوا کہ گھر میں اضیاف کی کثرت کی وجہ سے یہ ممکن نہیں۔ اس پر احقر نے مسجد کے اندرونی حال میں بیٹھنے کا عرض کیا جہاں اور کسی کو اندر آنے پر پابندی لگا دی گئی۔ اس مجلس میں تھوڑی دیر بعد مولانا جلال الدین حقانی کے بھائی خلیل الرحمٰن حقانی، مولانا فیض اللہ، مولانا حفیظ اللہ، مولانا احمد اللہ، مولوی فیض اللہ بھی پہنچ گئے۔

مولانا شیر علی شاہؒ کو افتتاحی تقریب میں شرکت کی دعوت وترغیب

مولانا سمیع الحق نے شیخ شیر علی شاہ صاحب کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کل کے افتتاحی تقریب میں آپ کی شرکت لازمی ہے۔ اور فرمایا کہ جب آپ وہاں آئینگے تو نئے طلباء کو تعلیمی سال کے آغاز میں آپ کی موجودگی سے اطمینان ہوگا اور آپ کو روحانی تقویت ملے گی۔ شیخ صاحب نے اس پر فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ پر قربان جاؤں وہ فرماتے ہیں کہ رائے مبتلیٰ بہ کو اعتبار ہے میں اس وقت بھی سخت تکلیف کے ساتھ آپ کے ساتھ بیٹھا ہوں۔ ورنہ

میری تمنا تو یہی ہے کہ درس حدیث دیتے ہوئے جان جانِ افریں کے سپرد کروں۔مولانا صاحب نے پھر کہا کہ آدھ گھنٹہ کیلئے کیوں نہ ہو کل آنا ضروری ہے۔بعد میں اسباق کے حوالے سے سوچا جائیگا۔میں نے اس سلسلے میں مولانا صاحب کو پہلے مشورہ دیا تھا کہ سکائی پی اور یا آئی ایم او سے شیخ صاحب کے درس کا انتظام کر دینگے جس سے انہیں آنے جانے کی زحمت سے نجات مل جائیگی۔اس موقع پر بھی میں نے اس منصوبے کا ذکر کیا۔

شوریٰ رہبری (سپریم کونسل) کا فیصلہ

اسکے بعد طالبان امیر کے بارے میں موجودہ صورت حال مولانا سمیع الحق نے شیخ شیر علی شاہ صاحب کو سنائی، شیخ صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو جنرل حمید گل کے پوچھنے پر کہ آپکی (مولانا شیر علی شاہ صاحب) رائے کیا ہے، کچھ دن پہلے ایک خبر جاری کی ہے، جسے انہوں نے منگوا کر حاضرین کے سامنے مجھے تھما کر سنانے کا حکم دیا۔مولانا عبدالکبیر اور مولانا احمد اللہ نانے نے اس مجلس کے دوران کہا کہ تمام شرعی قواعد کو ملحوظ رکھ کر نئے امیر کا انتخاب کیا گیا ہے۔شوریٰ رہبری کی اکثریت اس پر متفق ہے۔ارباب حل وعقد نے کئی دنوں تک رات کے دو دو بجے تک اس پر مباحثہ کیا۔اسی طرح ملا عمرؒ کی رحلت کی اطلاع کے بعد جو افراد وہاں موجود تھے۔شیخ عبدالحکیم، مولانا عبدالسلام، جناب ذاکر صاحب، مولوی ہیبت اللہ صاحب، مولانا امیر خان حقانی، عبدالمنان، مولانا نور محمد ثاقب اور انکے قاصدین ان لوگوں نے ملا منصور کی بیعت کی۔حکمت کی بنا پر اس وقت اسے ظاہر نہ کیا گیا۔ملا اختر منصور رہبری کمیشن کے فیصلے میں اس وقت خود موجود نہ تھے جب انہوں نے ان پر مکمل طور پر اتفاق کیا۔بعد میں امیر صاحب نے مولوی ہیبت اللہ کو اور خلیفہ سراج الدین کو اپنا معاون مقرر کیا۔جبکہ ملا محمد یعقوب فرزند ملا محمد عمر مجاہد کو نظامی کمیشن کا مسؤل اور انکے بھائی عبدالمنان کو دعوت وارشاد کے شعبے کا مسؤل ٹھہرایا۔حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب نے پوچھا کہ کون سے حضرات نئے امیر کے بارے میں متردد ہیں۔جس پر انہیں بتایا گیا کہ مولانا عبدالجلیل، ملا محمد حسن رحمانی، مولانا مسلم حقانی، عبدالرحمٰن زاہد وغیرہ۔شیخ صاحب نے اس پر کہا کہ مولانا عبدالجلیل اور رحمانی کو مجھ پر چھوڑ دو وہ انشاء اللہ میری بات مان جائینگے۔اس مجلس میں مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ کل کے حقانیہ کے افتتاحی تقریب میں ہم صرف امیر المومنین کے لیے ایصال ثواب کر دینگے۔جبکہ نئے امیر کی تائید وتوثیق کا اعلان فی الحال نہیں کرینگے تاکہ ہمیں انہیں منانے میں آسانی ہو۔اگرچہ انکی امارت ہمارے نزدیک مسلّم اور برحق ہے تاہم اس طرح خدا نہ کرے مخالف گروہ طالبان سے مزید دور نہ ہو جائے۔فریق ثانی کو ملانے کیلئے ثالثی کا کردار میں اور مولانا شیر علی شاہ ہی نبھا سکتے ہیں۔

نومنتخب امیر کی حمایت کا فیصلہ

شیخ صاحب نے بھی اس کی تائید وتوثیق کی۔تاہم پھر کچھ دلائل کے ساتھ مولوی عبدالکبیر اور مولانا احمد

اللہ اور مولانا حفیظ اللہ نے کہا کہ کل حقانیہ میں اگر نئے امیر کی تائید فوری نہ ہو تو یہ مناسب نہیں ہوگا، فتنہ گر فساد پھیلا نہ دیں۔ نئے امیر کے حق میں اعلان آنا چاہیے۔ ہزاروں لوگ ایک ایک مجلس میں بیعت ہوتے جا رہے ہیں۔ جیسے مولانا عبدالغنی کے مدرسہ چمن بلوچستان میں انکے فرزند مولانا یوسف کے ہاں تقریباً بیس ہزار افراد نے اسی طرح گزشتہ دنوں زرگری میں مولانا عبدالستار مرحوم کے جنازہ کے موقعہ پر اندازاً ساٹھ ہزار افراد بیعت ہوئے۔ جس پر مولانا شیر علی شاہ اور مولانا سمیع الحق کو شرح صدر ہوگیا، پہلے مولانا شیر علی شاہ نے مولانا سمیع الحق کو مخاطب کر کے کہا کہ مولانا آپ کو اپنی اور حقانیہ کی آواز کی اہمیت کا اندازہ نہیں۔ یہاں سے ملا منصور کی تائید ہوگی تو مخالفین جو چند ایک ہیں وہ بھی جلد ہی آمادہ ہو جائینگے۔ اسی دوران ایک صاحب نے موبائل پر مولانا نور محمد ثاقب حقانی کو آپ سے ملایا جو اس مجلس میں بیماری اور سخت تھکان کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا انکے ساتھ گفتگو کے دوران مولانا سمیع الحق صاحب نے کہا کہ کل نئے امیر کے بارے میں تائید انشاء اللہ حقانیہ سے پوری زور وشور سے ہوگی اور اب میرا شرح صدر ہوگیا ہے۔ مولانا خلیل حقانی نے اس پر خوش ہو کر نعرہ تکبیر لگایا اس گفتگو کے دوران پونے دو گھنٹہ صرف ہوئے مسجد میں عمومی باجماعت نماز بیرون صحن ادا کی جا چکی تھی۔ ساڑھے دس بجے ہم سب نے جماعت ثانیہ سے نماز ادا کی۔

نومنتخب امیر کی حمایت میں مولانا سمیع الحق کا مدلل خطاب

دوسرے روز جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں جامعہ کے اکابر اساتذہ و مشائخ سمیت طالبان کے رہبری شوریٰ کے اکثر ارکان، قائدین اور زعماء کی موجودگی میں شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق نے افتتاحِ بخاری کی تقریب میں صحیح بخاری کے درس کا آغاز کرتے ہوئے امیر کے تقرر کی تائید وتصویب کی اور ان کی بھرپور حمایت کا اعلان کرتے ہوئے تفصیلی خطاب فرمایا

مولانا جلال الدین حقانی کا تذکرہ

مولانا جلال الدین حقانی اگر جہاد نہ کرتے تو آج تک روس کا تسلط قائم رہتا۔ مولانا جلال الدین حقانی بھی مدرسہ حقانیہ کے فاضل اور شیخ الحدیث کے معتمد ترین شاگرد ہیں حتی کہ شیخ الحدیث کی امامت بھی کرتے تھے۔ اتنا قرب تھا کہ پھر یہاں مدرسہ میں مدرس تقرر کیا۔ محبوب ترین اور مخلص ترین شاگردوں میں سے تھے یہاں وہ معقولات کی کتابیں پڑھاتے تھے جب روس نے افغانستان پر تسلط قائم کیا تو شیخ الحدیث نے ان سے کہا اب سبق چھوڑ دو، جاؤ افغانستان میں جہاد کرو اب جہاد کا وقت ہے، کچھ وسائل بھی نہیں تھے بے سروسامانی کے عالم میں لڑے، ایک مرتبہ جلال الدین حقانی یہاں دارالعلوم میں دورانِ بیان رو رہے تھے کہ میں نے یہ جہاد شیخ

الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی برکت سے سیکھا اور ان کی ایماء پر ہم نے جہاد کا آغاز کیا تھا اور شیخ الحدیث رو رہے تھے کہ مجھے کیا پتہ کہ میرے شاگرد پڑھنے پڑھانے کے ساتھ ساتھ عملی جہاد میں بھی شریک ہونگے۔ میں تو بس یہی سمجھ رہا تھا کہ طلبہ صرف پڑھتے ہیں پھر پڑھائینگے لیکن اللہ کو منظور تھا کہ طالب علم کے ایک ہاتھ میں تلوار ہے تو دوسری میں قلم و کتاب، سٹینگر میزائل یہ بھی طلبہ چلاتے تھے اور اللہ اکبر اور ایمان کے جذبہ سے سرشار ہو کر روس کو شکست دی۔ بوتل میں تیزاب ڈال کر روسی ٹینک کے اندر پھینک دیتے اور زبردست دھماکہ ہو جاتا اور روسی ٹینک ایک بوتل پھٹ جانے سے تباہ ہو جاتے کبھی کبھار بڑے بڑے کانوائے ناکارہ کر دیئے جاتے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ عصر کے وقت اپنی مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے تو مجاہدین بشمول مولانا جلال الدین حقانی آکر ان سے شکایت کرتے کہ ہم تو لڑتے ہیں لیکن اسلحہ نہیں ہے۔ گولی نہیں، بندوق نہیں تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ان کو فرماتے تھے کہ آپ لوگوں نے بخاری کی وہ حدیث نہیں پڑھی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلتے تو وشاھت الوجوہ کہہ کر پھینک دیتے تو سارے کفار اندھے ہو جاتے، کچھ عرصہ بعد پھر مولانا جلال الدین حقانی تشریف لائے تو کہنے لگے کہ ایک کانوائے آرہا تھا ملاکنڈ کی پہاڑوں کی طرح ایک پہاڑ میں تو ہم اللہ سے دعا مانگتے ہوئے روئے اور وشاھت الوجوہ کہہ کر ٹینکوں پر ریت، مٹی اور کنکریاں دے ماریں تو ٹینک تباہ ہو گئے اور ساری کانوائے گر پڑی۔

روس کی طرح امریکہ بھی ذلیل ہوگا

روس ذلیل ہو کر افغانستان سے نکلا پھر امریکہ آیا اور اُس نے بھی وہ کام کر دیا جو روسی کر رہے تھے اور اپنا تسلط قائم کیا۔ انشاء اللہ وہ بھی ذلیل ہوگا۔ تو اس وقت کے حکمرانوں کو تو چھوڑ دو اپنے جہادی لیڈروں کو بھی اللہ نے ذلیل کر دیا۔ ڈاکٹروں اور انجینئروں نے اپنی جہادی قربانی پر پانی پھیر دیا۔ تو اپنی عاقبت اور انجام کو خراب کر دیا پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس طلبہ نے امیر المومنین کی شکل میں آکر میدان جہاد کو سنبھالا۔ ملا عمر پر اللہ رحم کرے، میرے نزدیک وہ خالد بن ولید، صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی، سید احمد شہید، سلطان ٹیپو کے درجوں پر فائز ہیں اور اسی مقام کے حامل ہیں۔ جلال الدین حقانی بھی میرے نزدیک اس مرتبے پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکی عمر میں برکت عطا فرمائے اللہ انہیں سلامت رکھے۔

امیر المؤمنین سے ملاقات

ایک مرتبہ ہم پاکستان کے بڑے مشائخ اور سرکردہ صحافیوں سمیت درجنوں افراد پر مشتمل ایک وفد کی صورت میں قندھار میں اُن سے ملاقات کرنے گئے اللہ ان کو درجات بلند عطا فرمائے۔ تو وہ صبح سویرے خود آئے۔

مولانا انوار الحق، مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا راشد الحق اور مولانا حامد الحق یہ سب ہمارے ساتھ موجود تھے۔کسی منتظم نے آکر کہا کہ صرف دو تین افراد سے ملاقات کی گنجائش ہے۔لیکن میں نے کہا کہ نہیں سب نے ملنا ہے تو وہ میرا لحاظ رکھتے ہوئے شفقت فرمائی تو ایک ہی مجلس میں سب سے ملاقات کو تیار ہوئے۔ہم سب نے تقریریں کیں، مولانا عبدالقیوم حقانی ملا عمر کی اردو میں ترجمانی کرتے تھے۔اس وقت میری زبان سے نکلا کہ ملا عمر ان حالات میں اللہ کا منتخب شدہ لیڈر ہے۔تو میری اس بات پر ان صحافیوں نے خصوصاً عرفان صدیقی صاحب نے مذاق اُڑایا اور مجھ سے پوچھا کہ اس کو اللہ نے کیسے منتخب کیا؟ تو میں نے جواب میں کہا کہ اللہ نے اس طرح منتخب کیا ہے کہ انہوں نے جہاد میں زندگی گزار دی لیکن اس کا نام ونشان معلوم نہ تھا اور اس کے برعکس مجددی ، ربانی، حکمتیار، سیاف بڑے بڑے لیڈر موجود تھے لیکن وہ افغانستان کو امن کا گہوارہ نہ بنا سکے۔اس کے برعکس افغانستان میں مزید انارکی اور فساد پھیلا دیا۔ یہ لیڈر سب خس وخشاک ہو گئے لیکن ملا عمر ایک غار سے نکلا اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور اچانک امن قائم ہوا۔بغیر کسی لڑائی جھگڑے، بغیر اسلحہ اُٹھائے اس نے افغانستان کو امن کا گہوارہ بنا دیا۔وہ جس گاؤں میں اور محلّہ میں گیا لوگوں نے ازخود اسلحہ سونپ دیا۔افغانستان کے مسخر کرنے میں طالبان نے نہ گولی چلائی نہ کسی کو مروایا یہ ایک تاریخی حقیقت ہے بلکہ یہ امن اس کے نعرے کے تاثیر سے قائم ہوا۔وہ جہاں بھی گیا سارے لوگ مسخر ہو گئے اور وہ سب کچھ ان پر نچھاور کر دیتے تھے یہ خدائی نعمت ہے کہ لنڈی کوتل کے اُس پار کوئی اپنی بیٹی ، اپنے بہن، اپنی بیوی نہیں لے جا سکتے تھے۔ان ظالموں نے پھاٹک لگائے ہوئے تھے۔بس سے لڑکیوں کو اتار لیتے تھے ان کے باپ انہیں کہتے کہ ان کے ساتھ نکاح تو کر لو لیکن یہ ظالم کہتے تھے کہ نہیں ہم زنا پر خوش ہیں۔لوگوں کی ماں بہن کی عصمت دری سے باز نہیں آتے تھے۔

مردِ قلندر کا نعرۂ مستانہ

ملا عمر سے مزید برداشت نہ ہو سکی اور میدان میں کود پڑے اور یہ جو کہتے ہیں کہ ملا عمر کے پشت پر امریکہ تھا، پیپلز پارٹی تھی، اور حکومت پاکستان تھی' یہ سب جھوٹے ہیں جو جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ان کی پشت پر کوئی بھی نہ تھا۔نہ پاکستان ، نہ عالم اسلام کی کوئی حکومت۔ یہ ایک مرد قلندر تھا بغیر فوج اور فورس کے اور بغیر تھانہ نظام کے ایک ایسا نظام قائم کیا کہ ان کی ایک ہی آواز پر لوگ لبیک کہتے تھے۔۳ یا ۴ حدیں قائم کر دیں اور ایسا امن قائم ہوا، کہ لوگ کروڑوں ڈالر لے کر پھرتے تھے کوئی اسے بری نظر سے نہیں دیکھ سکتا تھا،ان طالبان کی حکومت کو کون برداشت کر سکتا تھا کہ اس کے ایک ہی حکم سے منشیات کا خاتمہ ہو گیا۔آج تمام یورپ منشیات کی لعنت میں گرفتار ہے۔اسکی روک تھام کیلئے وہ کروڑوں ڈالر لگا رہے ہیں لیکن بند نہیں کر سکتے،اسکی سمگلنگ ختم نہیں کر سکتے۔اسکا سرچشمہ اور مرکز افغانستان تھا تمام دنیا کو سپلائی افغانستان سے ہوتی تھی۔لیکن ملا محمد عمر کی ایک ہی آواز سے وہ سب ختم ہو گیا اور ایک

ہی آواز سے شراب کو بھی بند کر دیا۔ پردے کا حکم جاری کیا تو عورتیں اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئیں۔ یہ نمونہ طالبان ہی نے قائم کیا۔ ملا عمر کا مقصد عظیم یہ تھا کہ اسلامی نظام اس ملک میں قائم ہو جائے۔ تیس (۳۰) سال سے لوگوں نے قربانیاں حصول دنیا کیلئے نہیں اللہ کے نظام کے نفاذ کیلئے دی ہیں۔

امریکہ نے طالبان کی مخالفت کیوں کی؟

امریکہ مخالف کیوں ہوا؟ اس وجہ سے نہیں کہ وہ طالبان کی دشمن تھا نہیں بلکہ اس وجہ سے دشمنی پیدا ہوئی کہ طالبان سچے لوگ ہیں اور اسلام کا نظام نافذ کر رہے ہیں۔ ایک ہی اعلان سے امن قائم کیا ہمارے ملک میں کیا حالت ہے۔ ہم کروڑوں روپے لگا رہے ہیں لیکن امن قائم نہیں کر سکتے۔ امن کی بحالی کیلئے ملک کو عذاب میں ڈالا ہوا ہے۔ وہ امن کے نام پر بدامنی پھیلا رہے ہیں۔ کیونکہ امن قائم کرنے کے طریقے غلط ہیں اور طالبان نے ایک ہی اعلان سے امن قائم کیا۔ یہ اسلام اور خانہ کعبہ کے اثرات ہیں۔

الَّذِیٓ اَطۡعَمَھُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ وَّاٰمَنَھُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ (قریش:٤) خانہ کعبہ سے ان کی نسبت پیدا ہوگئی تو امن آیا۔

وَ اِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمۡنًا(البقرۃ:١٢٥) اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنۡ حَوۡلِھِمۡ اَفَبِالۡبَاطِلِ یُؤۡمِنُوۡنَ وَ بِنِعۡمَةِ اللّٰہِ یَکۡفُرُوۡنَ (العنکبوت:٦٧)

یہ دہشت گردی اور یہ بم دھماکے وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ ہیں۔ تمام دنیا اس میں مبتلا ہے طالبان نے ایسی حکومت قائم کی کہ اس میں امن تھا اسکی شان وشوکت تھی۔

ملا محمد عمر مجاہدؒ نے عملی نمونہ پیش کیا

ملا عمر زمین پر بیٹھتے کوئی اُسے نہ پہچانتا تھا کہ اس میں امیر کون ہے؟ صدر ایوان صدر میں بیٹھا تھا ہمارے کچھ مہمان گئے مولانا احسان اللہ شہید کے میزبانی اور صدارت میں جن میں مولانا فضل الرحیم اشرفی، مولانا انوار الحق اور مولانا زاہد الراشدی اور مولانا عرفان الحق شامل تھے۔ صدر نے روٹی لانے کیلئے آدمی بازار بھیجے لیکن بازار میں روٹی ختم ہوگئی تھی۔ تو صدر نے کہا کہ کل رات والی روٹی نہیں ہے کیا؟ وہ لاؤ اور پانی میں اس کو نرم کر دو تو مہمانوں کی خاطر مدارات اس سے کی۔ امیر المومنین نے دنیا کو عملی نمونہ پیش کر کے دیا۔ ملا محمد عمر اپنی طبعی موت سے انتقال کر چکے ہیں۔ وہ اللہ کی تلوار تھے۔ خالد بن ولید شہادت کیلئے تڑپتے تھے ساری عمر جہاد میں گزاری، ہر جہاد میں شرکت کر کے قربانیاں پیش کرتے تھے اور شہادت کیلئے روتے تھے۔ ہر میدان جہاد میں آگے آگے تھے سارا جسم زخم زخم اور داغ داغ تھا لیکن شہادت نصیب نہیں ہوئی۔ اللہ دکھاتا تھا کہ یہ سیف من سیوف اللہ ہیں تو اللہ نے اپنی تلوار کو کفار کے ہاتھ سے قتل اور شہادت سے بچایا۔

مولانا جلال الدین حقانی کا مقام

مولانا جلال الدین حقانی بھی سیف من سیوف اللّٰہ ہیں، بڑے مقام کے حامل ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ انہوں نے شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ سے عہد کیا تھا کہ میں آپکی نمائندگی جہاد میں کرتا ہوں تو شیخ الحدیث اسے کہتے تھے کہ آپ میرے جانشین فی الجہاد ہے۔ اس نے کیسے حق ادا کیا گھر کے گیارہ افراد ایک خاتون چار نوجوان جگر گوشے اور اکلوتے بیٹے اللہ کی راہ میں شہید ہوئے۔ ڈاکٹر نصیر الدین حقانی کو اسلام آباد میں شہید کر دیا گیا۔ اور اس دن مولانا جلال الدین حقانی کا فیس بک پر ایک میسج چلا تھا کہ میں اللہ کا بہت شاکر وصابر ہوں جس نے میرے ساتھ آکر تعزیت کرنی ہے تو وہ میرے لیے شہادت کی دعا کرے۔ صحابہ کرامؓ کے بعد ایک ایسی ہستی بھی روئے زمین پر پائی جاتی ہے۔ بہت سی قربانیاں دیئے زخم سہنے سے ٹوٹا پھوٹا بدن، ڈرون حملوں میں اپنوں کی شہادتوں کے باوجود پھر بھی جہاد میں شہادت کی تمنا کرتے ہیں، اللہ ان کی قربانیاں ضائع نہیں کریں گے۔

ایک بڑا چیلنج، دشمنوں اور منافقوں کے سازشوں سے بچنے کیلئے فراستِ صحابہؓ کی ضرورت

اب ایسا بڑا چیلنج درپیش ہے نازک حالات ہیں کہ امارت اسلامی کی قوت اور مجاہدین کی صفوف میں اللہ اتفاق واتحاد قائم ودائم رکھے۔ انتشار کی باتیں بعض لوگ کرتے ہیں اور یہ باتیں ہر دور میں ہوتی رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد بھی کچھ اس طرح کے حالات آئے تھے۔ سقیفہ بنوساعدہ میں لوگ اسلام کے حصار کو توڑنے کے درپے تھے۔ لیکن ابوبکر صدیقؓ کی فراست نے حالات کو کنٹرول کر دیا۔ اب بھی عبداللہ ابن ابی کی اولاد مجاہدین کے صفوف میں انتشار کی باتیں پھیلا رہے ہیں۔ تفریق ڈال رہے ہیں۔ ملا صاحب نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح زندگی گزار دی۔ اپنے وفات کے بعد امارت کا مسئلہ شوریٰ پر چھوڑ دیا کسی کو نامزد نہیں کیا۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ میرا یہ بھائی ہے، بیٹا ہے بلکہ سب اختیار شوریٰ کو دیا اور خود بھی شوریٰ کے مشورے پر عمل کرتے تھے۔ تو شوریٰ اس وقت کوشش میں ہے کہ یہ اختلاف ختم ہو جائے۔ اگر یہ اختلاف فوری طور پر ختم نہ کیا جائے تو ہماری ساری جدوجہد اور قربانیاں ضائع ہو جائینگی اور فائدہ امریکہ کو ہوگا اور کفار کامیاب ہونگے۔ امریکی میڈیا اس کوشش میں ہے کہ اس بات کو ہوا دی جائے۔ اب ایسے حالات میں شوریٰ اتفاق کیلئے کوشش کرتی ہے تاکہ کوئی تفریق نہ ڈالی جائے۔ الحمدللہ سب اہلِ شوریٰ بھرپور ممکن کوشش کرتے ہیں۔

امیر کی اطاعت لازم ہے

ہمارے حقانی صاحب کے برخوردار سراج الدین حقانی (خلیفہ صاحب) یہ بھی حقانیہ کے ایک گونہ فاضل ہیں، اس نے حفظ یہاں دارالحفظ میں مکمل کیا۔ وہ اس کوشش میں ہے اور اس کے دوسرے معاونین نے بھی انتظام

صحیح طریقے سے کر رکھا ہے اور یہ تمام صوبوں میں جاتے ہیں اور ہر جگہ لوگ بیعت کرتے ہیں اور شوریٰ کے ساتھی پانچ دن سے رائے لے رہے ہیں۔ ہمارے لیے سب قابل احترام ہیں اور ہم سب کے سامنے جھولی پھیلاتے ہیں۔ جو مخالفین ہیں اس کے سامنے بھی منتیں کرینگے۔ اس خدشے کی خاطر اس جھگڑے میں نہ پڑو اور یہ جھگڑا چھوڑ دو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ آپ پر فلاں حبشی غلام جس کی شکل وشباہت بلی کے بچے کی طرح ہے جب ایسا شخص آپ پر امیر مقرر ہو جائے تب بھی آپ پر اس کی اطاعت لازم ہے۔ اطاعت سے انحراف سارے میدان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ چالیس سال کی قربانی ضائع ہو جائے گی اور طویل جہاد کو بچانا ہم سب کا فریضہ ہے ورنہ امریکہ خوش ہوگا اور یہ فتح شکست میں تبدیل ہو جائے گی۔ پھر یہ نیٹو وغیرہ نہیں نکلیں گے۔

دارالعلوم حقانیہ سب کی مادرِ علمی ہے

ہم نے سب حالات پر غور کیا ہم سب کا احترام کرینگے ہمارے لیے سب قابل اعزاز ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے جہاد کیا ہے اور قربانی دی ہے۔ تو ہم یہ کوشش کرینگے کہ یہ اختلاف جلد ختم ہو جائے یہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ ان سب کا مرکز ہے اور یہ مشائخ انکے اساتذہ ہیں اس لیے ایک اٹل فیصلے کی ضرورت ہے ہم کل رات بجے تک ان عمائدین کیساتھ مشورے کرتے رہے۔ ہم ہر لحاظ سے ضروری جانتے ہیں اور ہم سب اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ آپ سارے اور ہم سب ملا اختر منصور کی قیادت پر متفق ہیں، آپ سب بھی متفق ہیں۔ سب نے نعرۂ تکبیر کے گونج میں اتفاق کیا) ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ یہ اعلان کر دیا جائے اور پورے عالم میں چلائے تو فائدہ ہوگا اور جن عمائدین کو اس سے اختلاف ہے تو ہم ان کے تمام خدشات دور کرنے کیلئے حتی الوسع کوشش کرینگے کہ ان کے تمام خدشات، شکوک وشبہات ختم ہو جائیں۔ میں اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنا اختلاف ختم کر دیں۔ ان کے جو بھی مطالبے ہوں میں انکا ذمہ دار ہوں وہ ہم حل کرینگے۔ اب بھی ان کو عہدے اور ذمہ داریاں سونپ دی گئی ہیں۔ ملا صاحب کے صاحبزادے اور دیگر ذمہ داروں کو عہدے سونپ دیے گئے۔ اگر یہ اختلاف باقی رہا تو رفتہ رفتہ یہ اختلافات بڑھتے جائینگے اور مزید مشکلات پیدا ہو جائیں گی اور ہم ہزار قدم پیچھے چلے جائینگے ......

ع یک لحظہ غافل مے شوم صد سالہ راہم دور شد

مولانا شیر علی شاہ صاحب بھی اس پر بات کرینگے اللہ آپ سب کی یہاں تشریف آوری قبول فرمائیں۔

اس کے بعد شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہؒ نے مولانا سمیع الحق کی تائید وحمایت میں بھرپور خطاب فرمایا۔ نومنتخب امیر کو مبارکباد دی اور پوری اُمت کو ان کی امارت پر متفق رہنے کی درخواست کی اور اختتامی دُعا فرمائی۔

مولانا سلمان الحق حقانی

مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

میرے شیخ! ایک شب گزار زاہد

بے نفسی، بلند ہمتی، ذاتی مفادات سے ماوراء، عہد ساز شخصیت، فقیر منش انسان، درویشوں کا ہم نشین، نقاد عالم، فکر ونظر اور جہد عمل کا پیکر، استقامت کا پہاڑ ہستی کہ ان محاسن کے آگے الفاظ چھوٹے محسوس ہونے لگیں زندگی بھر بلند آہنگ حوصلوں کے ساتھ کارنامے انجام دیئے تعلیم کا میدان ہو یا عمل کا سیاست کی بساط ہو یا جہاد کا عنوان دراصل یہ مٹی کا پیکر ان محاسن کا آئینہ تھا، جس میں ہمارے اکابر کا حسن جھلکتا تھا دور جدید کے چیلنجز ان کے روبرو اپنی تمام شدتوں کے ساتھ موجود ہوتے ہیں ہر مرحلے کے تقاضے جنون سے آشنا یہ ہستی ان کی تمام تر نزاکتوں کا احساس کرتے ہوئے مقابلہ کرتے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ وہ انبیاء کرام علیہ السلام کے وارث تھے علماء حق کی میراث کوسنبھالنا اور امت میں بانٹنا جانتے تھے ان کی مثال ابوالاخلاص شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے وہ فیوض ہیں جن کو ڈاکٹر صاحب نے سمیٹ کر عوام وخواص کے لئے علوم کے سرچشمے بنادے چونکہ راقم کا تعلق ایسے خاندان اور گھرانے کے ساتھ ہے جس کو حال ہی میں مرجع الخلائق کی حیثیت حاصل ہے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ دادا شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب عم مکرم اور شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب کے بڑے بیٹے ہونے کا شرف حاصل ہے راقم کو بن مانگے ایسی نسبتیں حاصل ہیں کہ اگر میں شکریہ ادا کرنا چاہوں بھی تو ادا نہ کرسکوں گا، انہیں نسبتوں کی وجہ سے اکابرین امت کی خصوصی شفقت اور نیازمندی حاصل ہے۔

جانے والے تجھے صدیاں روئیں گی

ڈاکٹر صاحب تو گویا ہمارے خاندان اور گھر کے بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مشفق استاد مربی بھی تھے راقم کو ڈاکٹر صاحبؒ سے بخاری شریف ثانی ترمذی اول پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ڈاکٹر صاحب کی ایک خاص وصف خوش طبعی تھی خاندان الحق کے ساتھ ان کی محبت والہانہ تھی مگر میری تو بات ہی اور تھی جب بھی ملتے خوب مزاح فرماتے ایک دفعہ کراچی کے طویل سفر سے تشریف لائے ائیر پورٹ سے سیدھا دارالعلوم پہنچے راقم عم مکرم شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب کے ساتھ دفتر اہتمام میں بیٹھا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کی بھی دفتر اہتمام میں آمد ہوئی مصافحہ معانقہ اور سفری حال احوال کے بعد معمول سے مجلس جاری تھی ، میں نے بغرض شرارت ڈاکٹر صاحب کے

جیب میں ہاتھ ڈالا تو کاغذات سمیت کافی پیسے بھی ہاتھ لگے جونہی ہاتھ میں پیسے آئے تو استاد جی نے ان پیسوں میں ایک ہزار کا نوٹ مجھے تھما کر فرمانے لگے، یہ آپ کا حصہ ہے باقی رقم جامعہ میں داخل کئے، یہ منظر دیکھتے ہوئے جامعہ کے ایک استاذ نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو زیادتی ہے کہ آپ سلمان الحق کو دیتے ہو اور ہمیں محروم کرتے ہو، ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ آپ آرام سے بیٹھو ایسی گپ شپ ہر کسی سے نہیں ہوتی اس واقعہ سے ڈاکٹر صاحب کی شفیقانہ زندگی کی ایک جھلک دکھانا مقصود تھی کہ وہ اپنے چھوٹوں اور شاگردوں سے کیسے شفقت کرتے رہتے تھے اللہ رب العزت ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے ان کی ہر ایک ادا ہر ایک صفت ہمارے لئے قابل تقلید اور مشعل راہ ہے بقول شاعر......

جانے والے تجھ کو صدیاں روئیں گی　　　تیری یادیں تخم الفت بوئیں گی

قربت ورفاقت

ڈاکٹر صاحب سے قربت کے باعث اندرون ملک وبیرون ممالک میں بھی ساتھ رہنے کی توفیق نصیب ہوئی، تہجد کی آہ گذاری اور نماز میں خشوع وخضوع دیکھ کر اس بات کا خوب مشاہدہ ہوجاتا تھا کہ خوف خدا انابت الی اللہ اور رجوع الی اللہ ان کی رگ رگ میں سرایت کرگئی تھی، ایک دفعہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس میں شرکت کی غرض سے راولپنڈی جارہے تھے راقم بھی شریک سفر تھا دیر سے پہنچے، کانفرنس بھی رات 11 بجے اختتام پذیر ہوئی قیام گاہ میں پہنچتے ہی ڈاکٹر صاحب نے ہمیں جلدی جلدی سونے کی ترغیب دی چنانچہ تعمیل حکم کی خاطر ہم سب لیٹ گئے تھکان کے باعث بہت جلد آنکھ لگ گئی کچھ دیر بعد جب آنکھ کھلی تو عجیب منظر دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب ایک کھونے میں مصلیٰ بچھا کر تہجد کی نماز ایسی خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھ رہے تھے کہ ہم جیسے نوجوانوں کو رشک آیا کہ بڑھاپے کی اس حالت میں تھکان سفر کے باوجود کس طرح آہ وزاری میں مصروف ہیں۔ پھر چھوٹے بچے کی طرح سسکیاں لیتے ہوئے اللہ کے حضور میں جب روتے ہوئے دیکھا تو ہمیں جلدی سونے کی ترغیب کی وجہ سمجھ میں آئی کہ چونکہ یہ وقت ڈاکٹر صاحب کی اپنے رب کے ساتھ راز ونیاز کی تھی جس کی وجہ سے ہمیں لیٹنا ضروری تھا یہ ایک ہی سفر نہیں متعدد اسفار میں یہ مناظر دیکھے۔ ایک دن سبق کے دوران ایک سوال پوچھا کہ پشتو میں گھوڑے کے بچے کو کیا کہتے ہیں بندہ نے جواب دیا تو خوش ہوکر ۱۰ روپے عنایت فرمائے۔

اس طرح ایک مرتبہ سفر حج کے موقع پر حرم شریف میں ملاقات ہوئی ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اس سفر میں مرحومہ اہلیہ بھی ساتھ تھی، بعد نماز عشاء میں نے اپنے عم زاد برادر مکرم مولانا عرفان الحق صاحب سے عرض کیا کہ آج استاد جی کو کھانا کھلائیں گے ہماری مشاورت جاری تھی کہ استاد محترم کچھ دور بیٹھے تھے کہ اچانک آواز دیکر فرمانے لگے کہ آج کھانا میں کھلاوں گا آپ چھوٹے ہو چنانچہ کھانے کیلئے باہر ایک ہوٹل کی طرف چل پڑے راستے میں کھیروں

کے سرکے میں بنے ہوئے اچار بھی خریدے کہ اس کھانے کی لذت دوبالا ہوگی اسطرح سفرحج میں ڈاکٹر صاحب کی معیت ہمارے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئی۔

آخری ملاقات

ڈاکٹر صاحب مدت سے مختلف امراض میں مبتلا تھے مگر شدید تکلیف کے باوجود بھی درس حدیث کے لئے تشریف لاتے ہوئے فرماتے کہ درس حدیث کی بدولت اللہ رب العزت مجھے صحت یاب فرماتے دیتے ہیں وفات سے چند روز قبل ان کی عیادت کے لئے حاضر ہوا شدت تکلیف کے باعث کبھی کبھی بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوتی میری آواز سن کی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا، میں نے زیارت کے بعد تکلیف کے باعث جلد ہی رخصت چاہی اس وقت مجھے کیا خبر تھی ہمارے سروں کے تاج اسی ہفتے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہوجائیں گے، بالاخر نماز جمعہ کے بعد یہ جانکاہ خبر سنی کہ استاد محترم ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوکر راہی آخرت ہوگئے، ڈاکٹر صاحب کی شفقت ہم پر باپ سے کم نہ تھی اس وجہ اس حادثہ فاجعہ نے دل ودماغ کو ماؤف کردیا، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاہ گیا، آنسو کی لڑیاں بے اختیار بہنے لگی۔ بقول شاعر......

آتی رہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

مشن جاری رہے گا

راقم یہ مضمون لکھ رہا ہے دل گہرے رنج وغم سے اداس ہے آنکھیں اشکبار ہیں میرا قلم ڈاکٹر صاحب کی عظمت کو سلام کا نذرانہ پیش کررہا ہے، امام الہند ابوالکلام آزاد نے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہے کہ انسان ذہن وجسم کی کتنی عظمتیں حاصل کرلے لیکن تاریخ اپنے فیصلے کے لئے ہمیشہ موت کا انتظار کرتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ رب العزت نے ایسا دل ودماغ اور حق گو زبان دی تھی کہ وہ کسی جابر وظالم کے سامنے کمزور بات کرنا نہیں جانتے تھے ان کی ہر بات بڑی جامع اور بے لچک ہوتی تھی آج وہ حق آواز ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی مگر ان کی مشن کو لے کر ان کے تیار کردہ افراد دنیا کے کونے کونے میں پھیل جائیں گے،

آپ کے محاسن اور دینی کوششوں کا احاطہ کرنے سے قلم عاجز ہے اس لئے ان چند سطور پر اکتفاء کرتے ہوئے دعا گو کہ اللہ رب العزت ڈاکٹر صاحب کے برکات اور فیوض کو تا قیامت جاری وساری رکھے آپ کے پسماندگان، تلامذہ اور متعلقین کو صبر جمیل عطافرمائے دین اسلام کی سربلندی کیلئے آپؒ کی سعی جمیل کو شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کی مغفرت نامہ فرمائے......

انجمن سے وہ کیا گئے کیفی رونقیں لے گئے ہیں محفل کی

مولانا حافظ لقمان الحق اظہار حقانی
مدرس جامعہ حقانیہ

میرے مشفق میرے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ

اپنے حضرت شیخؒ پر لکھتے ہوئے میرا قلم اور ہاتھ تھرتھرا رہا ہے کیونکہ میرے پاس اپنے حضرت شیخؒ کی شخصیت پر لکھنے کیلئے نہ تو علمی استعداد ہے کہ حضرت شیخؒ کا علمی مقام بیان کرسکوں اور نہ ہی میرے دامن میں عمل کا کوئی چٹکی بھر دانہ ہے کہ حضرتؒ کے عملی مقام کا احاطہ کرسکوں مگر برسوں کی تعلق پر مبنی محبت وعقیدت سے بھرے تعلق کا تقاضا یہ ہے کہ انکی ذات بابرکت پر کچھ نہ کچھ تحریر کروں تا کہ خریداران یوسفؑ میں میرا نام بھی شامل ہو، بندہ نے تو اسوجہ سے قلم اٹھایا کہ حضرت شیخؒ کی جدائی کے غم کو ہلکا کرسکوں۔

ہائے افسوس صد افسوس! آج ہم میں وہ فصاحت وبلاغت کا سمندر، مسند تدریس کا بے تاج بادشاہ موجود نہیں جن کی ضیاء پاشیوں سے ایک عالم سیراب ہوتا تھا، جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ کی شان میں انکے شاگرد حضرت امام مسروقؒ فرماتے ہیں: إذا رأیت قلت اجمل الناس وإذا نطق قلت افصح الناس وإذا حدث قلت اعلم الناس

شفقت ورافت کا بے مثال نمونہ

تو بلا مبالغہ یہی کلمات مبارک حضرت شیخؒ پر بھی ایسی ہی صادق ہیں جیسے عبداللہ بن عباسؓ پر حضرت شیخؒ اپنی سادگی میں اپنی مثال آپ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی مداومت کہ الحمد للہ جب سے حضرت شیخؒ کو دیکھا اور پہچانا تھا تو کوئی دن ایسا نہیں گزرا کہ جس میں بندہ نے حضرت شیخؒ کا دیدار نہ کیا ہو اور حضرت شیخؒ کی سر مبارک پر پگڑی، آنکھوں میں سرمہ، سنت کے مطابق لباس، چلنا پھرنا، گفتگو اور اخلاق وکردار، مجلس میں اٹھنا بیٹھنا اور اپنے تلامذہ کے ساتھ معاملہ وبرتاؤ میں سنت نبوی علی صاحبها الف الف سلام وتحیة کا ایک مجسمہ اور اپنے ماتحتوں کے لئے شفقت ورأفت کا ایک بے مثال نمونہ تھے۔

شیخ کے متعلق اتنا عرض کرونگا کہ امام شمس الدین الذہبیؒ اپنی معرکۃ الاراء تصنیف سیرۃ اعلام النبلاء میں حضرت عائشہؓ کے احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت مسروقؒ حضرت عائشہؓ کا علمی مقام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بحر لاینزف تو یقیناً میرے حضرت شیخ بھی انہی کے مصداق ہیں بلکہ پہلے دن حضرت شیخؒ کے مسجد میں تعزیت میں شرکت کا موقع ملا تو حضرت شیخؒ کے بڑے صاحبزادے مولانا قاری سید امجد علی شاہ مجلس میں

فرمانے لگے کہ آج کل میں دبئی میں جس عرب شیخ کے ساتھ ہوں انہوں نے بتایا کہ میں مصر، شام، ہندوستان اور پاکستان کے بہت سارے علماء سے ملا ہوں لیکن واللہ میں نے اسکے والد (شیر علی شاہ صاحبؒ) جیسا عالم نہیں دیکھا اورفرمایا هو بحرلا ساحل له

حضرت شیخ صاحبؒ کا علمی مقام کسی سے پوشیدہ نہیں جامعہ حقانیہ کے مسند حدیث کے خصوصاً اور عموماً جامعہ حقانیہ کے روح رواں حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدنی صاحبؒ سے بندہ نے اپنے تعلیمی سفر میں بخاری اور ترمذی شریف میں استفادہ کیا اور اسی طرح شعبان ورمضان کی تعطیلات میں بھی حضرت شیخ صاحبؒ سے دو مرتبہ مکمل اور تیسری مرتبہ صرف رمضان کے مہینہ مکمل دورہ تفسیر القرآن میں استفادہ کیا۔

منفرد انداز تدریس

حضرت شیخؒ کا درس کوئی عام درس نہیں تھا بلکہ حضرت شیخ اپنے دروس میں علوم ومعارف کا ایک پورا سمندر کوزے میں جمع کر کے طلباء کے سامنے پیش فرماتے ،ترمذی شریف کا درس اول گھنٹہ میں ہوتا تھا تو انکا معمول تھا کہ حدیث شریف کے سبق سے پہلے کسی سبعہ عشرہ قاری سے قرآن پاک کی تلاوت کراتے اور پھر اکثر تلاوت کے بعد ارشاد فرماتے کہ میری خواہش ہے کہ مدارس اور جامعات میں امام صبح کی نماز میں جب قرأت کرے تو سبعہ عشرہ متواترہ میں قرآن پاک کو پڑھے بہت مزہ آتا ہے ۔بہرحال حضرتؒ اپنے دروس میں اپنے تلامذہ کو نہ صرف علوم پڑھاتے بلکہ خصوصی طور پر معاشرہ کے اصول وآداب سے بھی روشناس کراتے موقع بہ موقع نصائح بھی فرماتے اور معاشرے کے جتنے بھی افراد ہوتے ان کے بارے میں خصوصیت سے آگاہ کرواتے کہ والدین سے کس طرح سلوک کرنا ہے،اور رشتہ داروں ،محلّہ والوں اور پوری دنیا کے مسلمانوں کے ساتھ کس طرح آپ نے زندگی گزاری ہے اور اپنے تلامذہ سے فرماتے کہ آپ دنیا میں جہاں جاؤ گے تو ترجمان ہیں لہٰذا دنیا کے تمام طبقات کے ساتھ اپ نے ایسی روش اختیار کرنی ہے جیسا کہ ہمارے اسلاف واکابر نے کیا ہے۔

اسلاف کے تذکرے

درس کے دوران جب اپنے اسلاف واکابر اور خصوصا اپنے اساتذہ کا تذکرہ فرماتے تو روتے ہوئے ان کا ذکر خیر فرماتے اور ان کے لئے بہت ساری دعائیں فرماتے ایک دن بخاری شریف جلد۲ میں قیامت کے نشانیوں میں یہ ہے کہ غنا (گانے بجانے) زیادہ ہوجائے گی تو فرمایا کہ ہمارے استاذ تھے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے رئیس شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز بن باز وہ فرماتے تھے کہ ہمیں اپنے استاذ نے جب یہ حدیث شریف سنائی تو فرمایا کہ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ غنا (گانے بجانے) زیادہ ہوجائیں گی تو فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا کیونکہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور یہ ہوکر رہے گا۔تو حضرت شیخ صاحب روتے تھے کہ کاش آج میرے استاد کے استاد زندہ ہوتے تو وہ خود دیکھ لیتے کہ گانے بجانے کس طرح اور کن آلات کے ذریعے ہمارے جیبوں میں پہنچے ہیں۔

ترمذی شریف کا انداز

حضرت شیخ کا ترمذی شریف کا درس اکثر پشتو کی بجائے عربی میں ہوتا عربی زبان حضرت شیخ صاحبؒ اپنی مادری زبان سے بھی آسان بولتے ترمذی شریف ایسے پڑھاتے کہ گویا امام ترمذیؒ سے براہ راست پڑھی ہے اور مشکل سے مشکل عبارات کو ایسے حل فرماتے کہ کمزور سے کمزور طالبعلم بھی سمجھ جاتے دوران درس موقع ومحل کی مناسبت سے پشتو اردو فارسی عربی اشعار بطور استدلال کے پڑھنا حضرت شیخ کا یک نرالہ انداز تھا کہ اس کی وجہ سے طالبعلم سبق سمجھنے پر عبور حاصل کرتا ،یہی وجہ تھی کہ طلبائے کرام ترمذی شریف کے اسباق میں بہت اہتمام اور دوام سے حاضر ہوتے۔

طلباء کو عربی سیکھنے کی ترغیب

شیخ صاحب اپنے درس میں ہمیں عربی سیکھنے کیلئے بار بار ترغیب فرماتے تھے ایک مرتبہ فرمایا کہ طالب علم کو چاہئے کہ وہ عربی تلفظ صحیح کرنے کی کوشش کرے عالم کے لئے ضروری ہے کہ عربی زبان بول سکتا ہو جب میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تھا تو ایک پاکستانی عالم دین وہاں آئے وہ بہت بڑے محدث تھے تقریباً ۶۰ سال سے بخاری شریف پڑھارہے تھے ،میں نے انکو جامعہ اسلامیہ کے رئیس سے ملایا اور انکا تعارف کرایا کہ یہ دیوبندی عالم ہیں بڑے پائے کے محدث ہیں علوم دینیہ کی ترویج میں انکی بہت خدمات ہیں رئیس الجامعہ نے علمائے دیوبند کی بہت زیادہ تعریف کی اور انکی خدمات کو سراہا میں نے اس محدث کو اشارۃ کہا کہ آپ رئیس الجامعہ کا شکریہ ادا کریں تو انہوں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد مجھے کہا کہ شیر علی شاہ جواب دے دو، رئیس الجامعہ نے پوچھا کہ حضرت شیخ کیا کہتے ہیں میں نے کہا کہ ہمارے علماء اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں اعراب کی غلطی نہ ہوجائے پھر میں نے رئیس الجامعہ کا شکریہ ادا کیا خلاصہ کلام یہ کہ علماء اور طلباء کے لئے ضروری ہے،اس لئے عربی بول چال نہایت ضروری ہے اس ایک کمرے میں رہنے والے طلباء کو عربی میں کلام کرنا چاہئے تاکہ عربی بولنے کی استعداد میں بڑھ جائے اور کم ازکم اپنا تعارف تو عربی میں کرسکے۔

رسم دستار بندی اور تضیع اوقات

سبق کے دوران طلباء سے فرمایا کہ طالب علموں کو چاہئے جب آخری دو مہینے رہ جاتے ہیں تو ان دو مہینوں میں سب طلباء زیادہ سے زیادہ محنت کریں کیونکہ اس کے بعد انکا امتحان ہوگا لیکن افسوس کہ آجکل طلباء آخری

دو مہینوں کو دستار بندی کی تیاری میں صرف کرنے میں لگ جاتے ہیں کارڈ بنواتے ہیں مختلف قسم کے بڑے بڑے بینر بنوا کر اویزاں کرواتے ہیں ان چیزوں میں ہر طالب علم دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے دستار بندی کے لئے دور دراز سے لوگوں کو بلواتے ہیں خاندان کے تمام افراد کے لئے بندوبست کرواتے ہیں گویا اسکے دو مہینے دستار بندی کی نذر ہو جاتے ہیں۔

میں ذاتی طور پر ان چیزوں کا سخت مخالفت ہوں امتحان کے اس قیمتی وقت کو دستار بندی کی تیاری میں ضائع کرنا دانشمندی کی بات نہیں جو وقت اپ اس بندوبست میں ضائع کرتے ہیں اس وقت کو مطالعے میں صرف کریں اور جو رقم اپ اس دستار بندی پر خرچ کرتے ہیں اس پر اپنے لئے کتابیں خریدیں کیونکہ عالم کا اسلحہ کتاب ہے اور بغیر اسلحہ کے کسی میدان میں لڑنا ناکامی کا باعث بنتا ہے۔

سبق کے بعد اختتامی دعا

پھر روزانہ حضرت شیخ صاحبؒ حدیث شریف کے اسباق کے بعد طلباء کے لئے خصوصا اور عالم اسلام کے لئے عموما دعا فرماتے طلباء کیلئے خصوصیت سے یہ دعا فرماتے کہ اللہ تعالیٰ ان کے فضلا کے مستقبل کو روشن ومنور فرمائے اور جامعہ حقانیہ کے بقاء اور ترقی کیلئے خصوصی دعا فرماتے اور الحمد للہ ایسا ہی ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ان فضلاء کو دین کی کسی نہ کسی شعبہ میں قبول فرماتے کیوں کہ امام شافعیؒ اپنے دیوان میں فرماتے ہیں:

سھام اللیل لاتخطی ولکن

لھا امد وللامد انقضاء

راقم سے خصوصی شفقت ومحبت

راقم سے حضرت شیخ مرحومؒ خصوصی شفقت ومحبت فرماتے تھے، وفات سے دو تین گھنٹے قبل عم محترم شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب کے نام مکتوب میں راقم کا نام تحریر فرمایا وفات کے بعد ان کے تجہیز وتدفین کے تمام خدمات میں بذات خود شریک رہا جنازہ میں انکے ایمبولینس میں ہمہ تن موجود رہا یہی انکی محبت اور شفقت تھی جو آخر تک کھینچ لائی۔

مولانا بلال الحق مکی

مدرس جامعہ حقانیہ

ایک جامع الکمالات شخصیت

محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے تلمیذ خاص خادم سفر وحضر شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ شیخ الحدیث مولانا انور الحق مدظلہ اور شیخ التفسیر مولانا عبدالحلیم دیربابا جی کے رفیق اور یار غار، قافلہ جہاد کے نڈر سپاہی ،درویش خدامست، مرد قلندر استادی واستاد العلماء شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنیؒ بھی طویل علالت کے بعد بالآخر انتقال فرما گئے فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون

چراغ لاکھ ہیں مگر کسی کے اٹھتی ہی
برائے نام بھی محفل میں روشنی نہ رہی

جنازہ میں لاکھوں افراد کی شرکت

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ عوام وخواص میں یکساں مقبول تھے ان کے نماز جنازہ میں مخلوقِ خدا امڈ آئی ،لاکھوں کی تعداد میں علماء طلبہ فضلاء حقانیہ اور عوام نے شرکت کی آپ کے جنازے کے بارے میں عم محترم شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہ نے فرمایا تھا کہ ضیاء الحق کے جنازہ سے بڑا جنازہ ہے روزنامہ امت کراچی کے مطابق پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ ہے، جنازہ کے بعد چار گھنٹے تک جی ٹی روڈ ٹریفک کے لئے بند رہا کیمرہ بھی اس مجمع کی مجموعی تصویر بنانے سے قاصر تھی جتنی بھی تصویریں لی گئی وہ صرف اور صرف اطراف کی ہے امام احمد بن حنبلؒ نے سچ فرمایا تھا کہ بیننا وبین اھل البدع یوم الجنائز ہمارے اور باطل پرستوں کے درمیان فیصلہ جنازہ کے دن ہوتا ہے۔

حلم وتدبر اور بردباری

محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ہمہ جہتی ممتاز اوصاف جسے شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہ المدنیؒ نے اپنے اندر کامل طریقے سے اپنا لئے تھے ان میں ایک خاص وصف ان کا حلم وتدبر اور بردباری تھی ،حضرت شیخ کے یہاں یہ وصف دیگر اوصاف کی طرح پوری طرح موجود تھا ناگوار ترین حالات میں بھی یہ وصف ان کی ذات سے چند لمحوں کیلئے بھی جدا ہوتے نہیں دیکھا زبان کو کبھی بھی کسی کی تضحیک ،اہانت اور تحقیر کیلئے استعمال نہیں فرمایا

سنجیدہ اور پورے عالمانہ شان کے ساتھ ان کے مجالس آباد رہے وہ گفتگو فرماتے تو ہر آدمی ہمہ تن گوش ہوتا جب وہ علمی مسائل پر گوہر افشانی کرتے تو ایک بجلی سی کوند جاتی ایک شعلہ سا لپک پڑتا لمحوں میں زمین سے آسمان کا سفر طے ہوجاتا عموما عصر کے بعد ان کی مجلس کا رنگ ایسا ہی ہوتا علماء طلبہ اور دور دراز سے آنے والے متعلقین وتلامذہ سے کبھی خود ہم کلام ہوتے اور کبھی ان کے مسائل کا جواب دیتے بعض بے ڈھنگ قسم کے سوالات پر ہلکا سا تبسم فرماتے اور جواب بھی دیتے مگر کبھی غصہ نہ ہوتے حلم وبردباری کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

درس وتدریس

حضرت شیخ کا انداز تدریس تھی جداگانہ اور منفرد تھا غبی سے غبی طالب علم بھی ان کے سبق کو سمجھتا ان کے سبق میں روانی تسلسل، شائستگی اور نکتہ آفرینیوں نے اسے سب سے ممتاز مقام عطا کیا تھا پورے انہماک اور استغراق کے ساتھ متعلقہ اسباق کی تکمیل ان کی عادت ثانیہ تھی عربی میں درس دیتے تو یہاں بھی وہی معاملہ تھا کمزور سے کمزور طالب علم ان کے عربی درس سمجھتا تھا۔

خاندان حقانیہ سے محبت

حضرت شیخؒ کو اپنے استاد محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور ان کے اولاد واحفاد عم محترم شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم والد مکرم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق مدظلہ، عمزادہ مولانا حامد الحق حقانی برادر کبیر مولانا سلمان الحق مولانا راشد الحق، مولانا عرفان الحق، مولانا لقمان الحق، اور خود احقر راقم سے بے انتہا محبت وشفقت فرماتے والد مکرم مولانا انوار الحق کے ساتھ کئی مرتبہ بے تکلف گفتگو اور محبت کرتے دیکھا۔

مرض الوفات میں آخری خط بھی خاندان حقانی کے فرد فرید کے نام لکھا، بہر حال! وہ آخر تک خاندان حقانی سے وفا کرتے رہے، خاندان حقانی بھی انہیں اپنے گھر ہی کا فرد سمجھتے رہے، اپنے استادزادوں سے شفقت ومحبت اور ادب واحترام سمٹ کر ان کے مجسمہ میں ڈھل گئے ہیں......

ع اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

بہر حال! اس مختصر مضمون میں حضرت شیخ کی کس کس ادا کو بیان کیا جائے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخؒ کے درجات بلند فرمائے اور ان کے برکات سے ہمیں سرفراز فرمائے۔